بعون صناع حکیم و مکان فضل و خلائق زمین و آسمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخار مسمّی بہ

انارة البصائر و کشف السرائر

جلد چہارم

مصنفہ عالم الٰہی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر مرزا جنگ حسب فرمائش و تصحیح جناب مصنف عالیمقام

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بہزاراں خوبی چھپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل دوسری

فصل دوسری بیان مین اُن آیات کے جو امامت پر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی
دلالت کرتی ہین اولاً جاننا چاہیے کہ نص بفتح نون وتشدید صاد مہملہ لغت عرب مین نہایت کے معنی پر ہو قال
فی المجمع اصل النص اقصی الشی وغایتہ اور صاحب غیاث نے صراح ومنتخب سے نقل کیا ہو کہ معنی اُسکے خوب پوچھنے کے ہین
باریکی کرنا ہو یہان تک کہ اُسکی غایت کو جانین اور بلند کرنا کسی چیز کا اور کشف اللغات ولطائف سے نقل کی ہو کہ
معنی اُسکے آشکارا کرنا ہو اور باصطلاح علم اُصول وہ ایک نوع آیات قرآنی سے ہو کہ جو ممتاز وظاہر دو کامون کو جو مشابہ
ہون کہ یہ نیک ہو اور یہ بد ہو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہو واحل اللہ البیع وحرم الربوا کیونکہ کفار کہتے تھے کہ بیع وربا دونون
برابر ہین اور کبھی اطلاق نص کا آیت ظاہر پر کرتے ہین کہ جو وضوح کے ساتھ معنی مقصود پر دلالت کرتی ہو بلکہ اہل
فارس ہر کلام صریح وبرظاہر کو نص کہتے ہین اور مصنف مجمع البحرین نے کہا ہو کہ عن الشیخ ابی علی قال قد صح عن النبی والائمۃ
ان تفسیر القرآن لایجوز الا بالاثر الصحیح والنص الصریح یعنی شیخ ابو علی نے کہا ہو کہ بتصحیح پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم
سے معلوم ہوا اور منقول ہو کہ فرمایا قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہین ہو مگر اثر صحیح اور نص صریح سے اور نص کو لکھا ہو کہ والنص فی
اصطلاح اہل العلم ہو اللفظ الدال علی معنی غیر محتمل للنقیض بحسب الفہم یعنی اہل علم اُصول کی اصطلاح مین وہی وہ لفظ ہو جو دلالت کرتا ہو
اوپر ایک معنی کے ایسے معنی کہ وہ محتمل نقیض کے بحسب فہم نہو سکے بالجملہ نص اُس عبارت ولفظ کا نام ہو کہ جسکی دلالت

اپنے مقصود پر اسطرح ہو کہ غیر اُسکا اُسمین شریک نہو سکے اور اُسکی دو قسمین ہین ایک جلی اور وہ وہ ہی کہ بالخصوص
اور بے واسطہ دلیل کی مراد پر دلالت کرے اور کسی قسم کے استدلال کا دلالت کرنے مین محتاج نہو جیسا کہ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے بعد نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اولاد عبد المطلب کو جمع کرکے فرمایا تھا کہ ایکم
یبایعنی ویوازرنی لیکون اخی ووصی وخلیفتی من بعدی اور بعد اُسکے جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت کے ساتھ
بیعت کی اور سب اُٹھ گئے یا فرمانا آنحضرت کا نسبت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے کہ علی
امامکم وخلیفتی علیکم من بعدی یا فرمانا آنحضرت کا خود جناب امیر سے انت خلیفتی من بعدی وقاضی دینی کیونکہ دلالت ان
احادیث کی جناب امیر علیہ السلام کی خلافت وامامت پر بعد جناب رسالتمآب کے ضروری ہی جیسا کہ لفظ شجر اور حجر
اور آب وہوا کی دلالت اپنے اپنے معنی مراد پر ضروری ہی اور دوسری قسم اُس سے نص خفی ہی اور مراد اُس سے وہ
عبارت ولفظ ہی کہ جسکی دلالت معنی مقصود پر محتاج ایک نوع کے استدلال کی ہو اور سبب اسکا یہ ہی کہ اسکی دلالت
معنی مقصود پر اکثر بذریعہ دلالت کرنے اُسکے اوصاف اور شرائط اور لوازمات پر معنی مقصود کے ہوتی ہی اور اول
کی دلالت نفس ذات معنی مقصود پر ہوتی ہی اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ قرآن کی تفسیر کرنا کسی کو جائز
نہین ہی کہ اپنے دل سے معانی پیدا کرے بلکہ جو علمائے قرآن نے کہ وہ جناب رسول خدا اور اہل ذکر کہ ائمہ ہدی
ہین فرمایا ہی اور الفاظ وآیات قرآن کے معانی اور شان نزول بتائی ہی وہی معانی مراد ہو سکتے ہین نہ غیر اُسکے
پھر آیات قرآن کی دلالت معنی مقصود پر باعتبار انہین آثار اور نصوص صریحہ ثابتہ کے صحیح ہوتی ہی پس جو لفظ و
آیت جس معنی پر باعتبار معنی مشہورہ منقولہ مصرحہ عن العالمین علیہم السلام دلالت کرے وہ اُس معنی پر نص سمجھا جاتا ہی
خواہ یہ دلالت قسم اول سے جیسا کہ وعلی عندہ ام الکتاب اور یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی مین ہی موافق بعض
قرات کے یا قسم ثانی سے ہو جیسکہ انہین آیات سے موافق قرات مشہورہ کے لفظ علی کو نہ پڑھین لیکن جبکہ اس قسم کو
قوت دلالت کرنے مین اپنے معنی مقصود پر احادیث متفق علیہا بین الفریقین سے حاصل ہو تو قسم اول مین داخل
ہو جاتی ہین اور اسی لیے اکثر علمائے متکلمین نصوص قرآنیہ کو بھی بنصوص جلیہ تعبیر فرماتے ہین اور یہی کلام مین اور
اثبات امامت مین استدلال کرتے ہین جیسا کہ ان آیات کا اور بعض غیر اُنکے کا حال ہی جنکی بہ نسبت روایات
فریقین شاہد اور دال ہین کہ شان مین اہلبیت علیہم السلام کے وارد ہوے ہین کیونکہ اس صورت مین بھی
مصداق ان آیات کے موافق روایات مشہورہ متفق علیہا جو شان نزول مین اُنکے وارد ہین اور آیندہ اپنے
مقام پر مذکور ہونگی وہی حضرت ہونگے اور دلالت آیات قرآنی کی خلافت اور امامت پر آنحضرت کی جیسے علمائے
شیعہ استدلال کرتے ہین عام ہین اس سے کہ وہ نفس خلافت پر دلالت کرتی ہوں جیسا کہ آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ
والذین امنوا الخ مین اور یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الایۃ مین اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم مین اور جو مثل اُسکے ہین

اور آئندہ انشاءاللہ مذکور ہونگی ہے کہ وہ باعتبار نفس ولایت کہ مرادف خلافت و امامت کو ہے دلالت باعتبار روایات شان
نزول جو فریقین کے مفسرین و محدثین نے نقل کی ہین اسپر دلالت کرتی ہین کہ وہی حضرت بعد خدا اور رسول ولی امور
امت اور خلیفہ رسول ہین جیسا کہ آئندہ بہ تفصیل مذکور ہوگا یا شرائط اور لوازم خلافت و امامت پر دلالت کرنیکی راہ سے
کہ وہ عصمت اور افضلیت امام کی اور انکا جامع فضائل ہونا ہے اسطرح کہ غیر انکا اس مرتبہ مین انکی برابری نہ کرسکے دلالت
کرتی ہون جیسا کہ آیہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی دلالت ہے کیونکہ وہ بذریعہ اثبات عصمت جناب
امیرالمومنین علی ابن ابیطالب اور انکی اولاد کرام کے لیے دلالت اسپر کرتا ہے کہ وہی حضرات معصوم اور خلیفہ نبی معصوم ہین
یا آیہ مباہلہ ہے کہ وہ بھی دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ وہ حضرت بذریعہ استجماع جمیع فضائل کہ وہ نفس نبی ہونے سے ظاہر ہے سب
امت سے افضل ہین اور جو سب سے افضل ہوگا سوائے اسکے کوئی خلافت و امامت کے لائق نہین ہوسکتا اسی طرح جتنے
آیات قرآنی کہ باعتبار روایات شان نزول دلالت آنحضرت کے فضائل پر کرتے ہین دلالت آنحضرت کی صحت خلافت
و امامت پر بھی کرتے ہین کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ منظور نظر رحمت الٰہی اسکے نازل کرنے سے یہ ہے کہ تا بندگان مومنین جانین
کہ وہ حضرت افضل امت ہین اور سب مفضول ہین اور تقدیم مفضول کی افضل پر عقلاً کسی طرح جائز نہین ہے پھر وہی حضرت
بعد نبی کے خلیفہ و امام ہین اور کوئی سوا انکی اولاد معصومین کے جو درجہ عصمت و فضائل مین شریک ہین آنحضرت کے
لائق اس عہدہ رفیعہ کے نہین ہے اور جب یہ بیان ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ نبی خلق پر خلیفہ و نائب خدا کا ہے اور منوب عنہ
خداوند عالم ہے اور امام خلق پر بلاواسطہ نائب رسول کا ہے اور منوب عنہ اسکا رسول ہے اور نبی کا کام تبلیغ احکام خدا کی طرف سے ہے
اور امام کا کام حفظ اور بیان و ظاہر کرنا شریعت کا از جانب نبی ہے اور یہ بواسطہ نبی کے احکام خدا کو جانتا ہے اور خلق پر خدا کا
خلیفہ ہوتا ہے اور نائب کے واسطے تعیین نیابت کی نص صریح منوب عنہ کی طرف سے چاہیے تو چونکہ نبی خدا کے نائب ہین
اسلیے ضرور ہے کہ نائب کے لیے منوب عنہ کی طرف سے جو خدا ہے نص نیابت و رسالت کی صاف ہو تاکہ خلق اسکے ذریعہ سے
انکی اطاعت اختیار کرین اسواسطے حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مین بہ نسبت نبی کے نص جلی نبوت کے لیے فرمائی جیسا کہ
دلالت کرتا ہے اسپر کریمہ یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اور وما محمد الا رسول اور وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور
والذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم اور واللہ یشھد انک لرسولہ اور چونکہ خلق پر بمفاد واطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول پیغمبر کی اطاعت فرماچکا تھا اور بمفاد وما ینطق عن الھوی یہ سب کو یقینی پہنچوا چکا تھا کہ کوئی فعل
نبی کا بے حکم خدا نہین ہوتا اور خود آنحضرت کو بحکم فاستقم کما امرت آداب افعال کا فرماچکا تھا جسے سب جانتے تھے کہ
یہ خلاف مامور کے عمل مین نہین لاتے اسلیے ہر حکم انکا واجب الاتباع ہوا اور عین حکم خدا ہے اسلیے درباب امامت و خلافت
ایسی نص جلی کی حاجت نہ تھی جو نبوت مین تھی کیونکہ منکرین نبوت بہت تھے اور حضرت مبعوث کافہ خلق پر تھے اور امام
جو حافظ شریعت ہے اسکی اطاعت کے وجوب کا مرتبہ بعد تصدیق نبی کے ہے اسی لیے ولایت کو سب کے بعد واجب فرمایا

اور اس وجوب مین خطاب طرف مومنین کے فرمایا ہی یعنی جو تصدیق خدا و رسول کی کر چکے انپر واجب ہی کہ جسطرح خدا و
رسول کی اطاعت کرتے ہین اسی طرح خلفاے رسول کی بہی جو صادق و معصوم ہین اور اولو الامر ہین خدا کی طرف سے
اطاعت کرین اور انکے فضائل و اوصاف کو زیادہ بیان فرمایا تاکہ بذریعہ انکے مستجمع فضائل و اوصاف مذکورہ ہونے کے
انہین امام مطاع و واجب الاتباع جانین اور انکی اطاعت کرین اور سمجہین کہ نصب امام بہی خدا کی طرف سے ہی
لیکن تصریح ظاہری خود اسلیے نہین فرمائی ہی کہ وہ خلیفہ خدا کا زمین پر بواسطہ نبی کے ہی انکی تصریح و تعیین زبان نبی کے
جو منوب عنہ امام کا ہے واسطہ وہی بہتر ہی اور یہ طرز ارشاد خداوند عالم کا مختص وجوب اس آیت کے ساتہ قرآن مین نہین ہی
بلکہ اور فرائض و واجبات مین بہی ایسا ہی ہی کہ خود بالاجمال حکم فرمایا اور تفصیل انکی پیغمبر خدا کے ارشاد و بیان پر چہوڑ دی
اور اگر ہر امر کی تفصیل خود ہی فرماتا تو پہر ضرورت نبی کی جو واسطہ خدا و خلق مین ہین چندان باقی نہ رہتی اسی لیے جو تصریح
و تفصیل تعیین وصی کی نسبت ضرور تہی اسکا حکم اپنے خلیفہ و نائب کو دیا کہ وہ اسے خلق پر اپنی طرف سے ظاہر کرین تاکہ مرتبہ
منوب عنہ کے بہی مخالف نہونے پاے اور سب جانین کہ یہ حجت خدا کی زمین پر بواسطہ نبی کے خدا کی طرف سے خلیفہ ہی
بلا واسطہ مثل نبی کے اسپر وحی نہین آتی بلکہ جو کچہ فیضان علوم کا خدا کی طرف سے اسپر ہوتا ہی وہ بذریعہ نبی کے علم کے
ہوتا ہی اور اگر ایسا نہوتا بلکہ جسطرح نبی کو مشرف بہ تبلیغ و ارسال کتب فرمایا اسی طرح بے واسطہ امام کو بہی منصوب فرماتا
تو فرق نبی و وصی مین باقی نہ رہتا اسی لیے اکثر نصوص جلیہ ظاہرہ خلافت و امامت پر جناب امیر المومنین کی اور انکے اولاد
کرام کی احادیث متفق علیہا بین الفریقین ہین اور آیات قرآنی کی دلالت اسی مطلب پر نسبت احادیث کے فی الجملہ محتاج
طرف استدلال کے ہوتی ہی لیکن مرتبہ انکی دلالت کا اگرچہ بعد استدلال کیون نہو بہت بڑا ہی کیونکہ وہ کلام خدا اور سلطان الکلام ہی
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اسمین اختلاف بین الامت نہین ہی اور مبین و مفسر اسکے مخبر صادق ہین جنپر وہ نازل
ہوا اور ملک مقرب جبرئیل ہین جنہون نے شان نزول بیان کی اور وہی کلام خدا کی مراد ہوئی پہر انکی دلالت مقصود پر
زیادہ قوی اور معتبر ہی اسلیے انہین نصوص جلیہ احادیث نبویہ پر مقدم کرنا مناسب جانا گیا لیکن اس جگہ پر معترض کو پہونچتا ہی
کہ دو امر کا سوال کرے ایک یہ کہ کیا وجہ ہی کہ حق تعالی نے اکثر واجبات بلکہ مستحبات کی بہی قرآن مین تصریح فرمائی
اور امامت کے لیے تفصیل و تصریح کیون نہ فرمائی کیا یہ اہم امور سے نہ تہا دوسرے یہ کہ جنہین امامیہ نصوص کہتے ہین وہ
محتاج استدلال ہین صاف نام جناب امیر علیہ السلام کا کیون نہ آیات مین ذکر فرمایا کہ جس سے امر امامت صاف ہوجاتا
اور پہر کسی کو محل انکار نہ باقی رہتا اور جواب امر اول کا اونسے یہ ہی کہ پہلے تو حق تعالی کا مرتبہ یہ ہی کہ لا یسئل عما یفعل و ثانیاً یہ
کہ ولایت کا وجوب ہونا جو مرادف خلافت و امامت کو ہی قرآن مین موجود ہی لقولہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الآیہ اور
اسی طرح اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم سے وجوب اطاعت امام کا ظاہر ہوتا ہی اب یہ کہ اسماے ائمہ کرام کی جو خود نے تفصیل
و تفصیل نہ فرمائی تو یہ کہان سے مستیقن ہو کہ امام کا نام نہ تہا حالانکہ فریقین کی احادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ جناب پیغمبر خدا کے

زمانے مین بعض آیات مین نام حضرت امیر المومنین کا قرات مین داخل تھا پھر نکالا گیا جیسا کہ آیندہ ہم نقل کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ
دوسرے یہ کہ کتب سماویہ سابقہ مین بھی مرسلین سابقہ کے خلفا کے اسما کی تعیین خود ظاہر نہین فرمائی اسیطرح اس کتاب مین بھی
رعایت اسکی فرمائی ہو والا اہل کتب سابقہ آئین بھی کہتے کہ یہ امر بھی خلاف طریقہ کتب انبیاے سابقین ہی تیسرے یہ کہ
اخبار خاصہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ولایت سب کے بعد واجب ہوئی اور قرینہ الیوم اکملت لکم دینکم کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی
اور اسکے لیے جواب اسکے واجب ہونے کے بعد حضرت رسول نے امت کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اور مثال اسکے وہ اطاعت کرنے کو کافی تھا اور جسطرح حق تعالیٰ نے نماز و زکوۃ و حج کو واجب فرماکر تصریح اسکی تفسیر بھی
محول فرمائی اسی طرح اس اطاعت کو ائمہ کی بھی واجب فرماکر اپنے نبی کو حکم اسکی تبلیغ کا فرمایا کہ انھون نے سب کو آگاہ
فرمایا کہ اطاعت کتاب بعد کی اور میرے اہلبیت کی اختیار کرنا اور پھر اپنے نبی کی تصدیق کے لیے حق تعالیٰ نے
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الخ کو اپنی کتاب مین نازل فرمایا اور پیغمبر خدا نے ان اہلبیت کو جنکی اطاعت خدا نے واجب
فرمائی تھی مصرح بیان فرمایا اور موید اس بیان کو وہ حدیث ہی جسے ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب کافی مین
ابو بصیر سے روایت کیا ہی کہ کہا انھون نے سألت اباعبداللہ عن قول اللہ عز وجل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر
منکم فقال نزلت فی علی بن ابیطالب والحسن والحسین فقلت لہ ان الناس یقولون فما لہ لم یسم علیا واھل بیتہ فی کتاب اللہ عز وجل فقال قولوا لھم ان رسول اللہ نزلت
علیہ الصلوۃ ولم یسم اللہ لھم ثلاثا ولا اربعا حتی کان رسول اللہ ھو الذی فسر ذلک لھم ونزلت علیہ الزکوۃ ولم یسم لھم فی کل اربعین درھما درھم حتی کان رسول اللہ
ھو الذی فسر ذلک لھم ونزل الحج فلم یقل لھم طوفوا اسبوعا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الذی فسر ذلک لھم ونزلت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
الامر منکم نزلت فی علی والحسن والحسین فقال رسول اللہ فی علی من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقال اوصیکم بکتاب اللہ واھل بیتی فانی سألت اللہ
عز وجل ان لا یفرق بینھما حتی یوردھما علی الحوض فاعطانی وقال لا تعلموھم فھم اعلم منکم وقال لن یخرجوکم من باب ھدی ولن یدخلوکم
فی باب ضلالۃ فلو سکت رسول اللہ فلم یبین من اھل بیتہ لادعاھا آل فلان وآل فلان ولکن اللہ عز وجل انزل فی کتابہ
تصدیقا لنبیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فکان علی والحسن والحسین وفاطمۃ فادخلھم رسول اللہ تحت الکساء
فی بیت ام سلمۃ ثم قال اللھم ان لکل نبی اھلا وثقلا وھؤلاء اھل بیتی وثقلی فقالت ام سلمۃ الست من اھلک فقال انک علی خیر ولکن ھؤلاء اھلی وثقلی
حاصل اسکا یہ ہی کہ ابو بصیر نے کہا کہ مین نے سوال کیا جناب امام جعفر صادقؑ سے معنی شان نزول آیۂ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
سے یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ شان مین علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام کے نازل ہوا ہی مین نے عرض کیا کہ
اہل خلاف کہتے ہین مقام انکار مین اسکے کہ خدا کو کیا امر مانع تھا کہ علی ابن ابیطالب اور انکے اہلبیت کا نام صاف صاف
اپنی کتاب مین نہ فرمایا یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ تم انسے کہو کہ بہ تحقیق رسولؐ خدا وہ ہین کہ جنپر حق تعالیٰ نے نماز پنجگانہ کا
واجب ہونا نازل فرمایا اور بندون کو یہ نہ بتایا کہ تین واجب ہین یا چار رکعت واجب ہین یہانتک کہ رسول خدا نے
اسکی تفسیر فرمائی اور تعیین حضرت پر حکم زکوۃ کے واجب ہونے کا نازل ہوا اور حق تعالیٰ نے یہ نام نہین رکھا کہ ہر چالیس

درہم سے ایک درہم وزن یہان تک کہ پیغمبر خدا ہی تھے جنھون نے خلق کے واسطے اسکی بھی تفسیر کی اور نہین حضرت پر حکم حج کے واجب ہونے کا نازل ہوا اور حق تعالی نے یہ نہین فرمایا تھا کہ تم سات طواف کرو پیغمبر خدا ہی تھے جنھون نے اسکی بھی تفسیر فرمائی انکے واسطے اسی طرح اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم بھی نازل کیا اور یہ کا نزول بحق علی ابن ابیطالب اور حسنین ہوا پس اسکے بعد پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کے حق مین فرمایا کہ جسکا مین واجب الطاعت ہون اسکا علی ابن ابیطالب بھی مولا اور واجب الطاعت ہی اور فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون ساتھ کتاب خدا کے اور اپنے اہلبیت کے کہ ان دونون کی اطاعت کرنا بتحقیق کہ مین نے سوال کیا اپنے خدائے عزوجل سے کہ ان دونون کو جدا نہ فرمائے یہان تک کہ حوض پر ان دونون کو میرے پاس پہونچائے پس حق تعالی نے موافق میرے سوال کے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ میرے اہلبیت کو تم تعلیم نہ کرنا کہ وہ تمسے زیادہ جاننے والے ہین اور فرمایا کہ وہ تمکو ہدایت کے دروازے سے نہ نکالینگے اور گمراہی کے دروازے مین نہ داخل ہونے دینگے پھر اگر پیغمبر خدا سکوت فرماتے اور یہ نہ بیان فرماتے کہ اہلبیت آنحضرت کے کون ہین تو فلان اور فلان کی آل مدعی اسکی ہوتی کہ ہم اہلبیت رسول ہین لیکن حق تعالی نے اپنے پیغمبر کی تصدیق کے لیے اپنی کتاب مین نازل فرمایا انما یرید اللہ لیذھب الآیہ پس اسوقت علی ابن ابیطالب اور امام حسن اور امام حسین اور جناب سیدہ خدمت مین پیغمبر خدا کی حاضر تھین ان سب کو پیغمبر خدا نے اپنی چادر کے نیچے ام سلمہ کے گھر مین بٹھایا اور دعا کی کہ خداوندا ہر پیغمبر کے واسطے اہل و ثقل ہوتے ہین اور یہ میرے اہل و ثقل ہین ام سلمہ نے کہا کہ اے پیغمبر خدا کیا مین آپ کے اہل سے نہین ہون یہ سنکر جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ تم بھی نیک ہو لیکن یہ میرے اہل و ثقل ہین حدیث یہ بڑی ہی لیکن بقدر ضرورت کتاب غایت المرام سے نقل کی گئی اور اس سے بخوبی واضح ہوتا ہو کہ جسطرح حق تعالی نے اور فرائض کے لیے حکم فرمایا اسی طرح ولایت و خلافت امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور انکی اولاد امجاد کے لیے بھی حکم فرمایا اور جیسا پیغمبر خدا نے اور احکام کی تفصیل و تفسیر فرمائی اسکی بھی تصریح و تفسیر فرمائی فتذکر جو تھے یہ کہ حق تعالی نے ہر طرح آزمایش اپنے بندون کی اس امتحان مین عبادت و احکام کے واجب کرنے سے فرمائی اور جسوقت جیسا مناسب تھا اسوقت ویسے امر کو واجب کیا اور انکی تکلیف دی مثلاً پہلے نماز کو واجب فرمایا کہ اسمین مشقت بہت کم تھی پھر صوم کو واجب کیا کہ اسمین بہ نسبت نماز کے تحمل بھوک اور پیاس کا پڑتا ہی اسی طرح حج کو واجب کیا کہ اسمین بھی مشقت سفر کی اور حاجت صرف زر کی ہوتی ہی جب صاحبان اہل اسلام قبول کر چکے اور اہل اسلام مالدار ہو چکے تو خمس زکوٰۃ کو واجب کیا تا اہل دولت کا امتحان ہو کہ کون دیتا ہی بخوشی اور کسے گران گذرتا ہی اور انحراف حکم سے کرتا ہی اسی طرح جب آخر زمان نبوت مین مدعیان تصدیق کی کثرت ہوئی اور شہادتین کے اقرار کرنے والے زیادہ ہوئے تو اسوقت ولایت کو واجب فرمایا اور نبی کے ذریعہ سے تصریح نام وصی کی فرمائی تا کہ میدان امتحان مین ثابت قدمی مردون کی ظاہر ہو اور مطیعان نبوت کا رسوخ آشکار ہو اسلیے اس آخر امتحان کو تعبیر باکمال دین فرمایا اور واقع مین کامل الایمان اور ناقص الایمان اسی امتحان مین جدا جدا ہوئے ھذا ما یخطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و لیکن

maablib.org

جواب امر ثانی کا یہ ہی کہ اول یہ کب متیقن ہی کہ قرآن مین تصرف نہین ہوا بعد اسکے کہ اخبار فریقین مین اسکی تصریح موجود ہی اور
دوسرے یہ کب یقین ہی کہ اگر نص جلی ہوتی تو کوئی خلاف نہ کرتا اور سب اطاعت کرتے نبی کی اطاعت کے لیے
تو سب کے نزدیک نص جلی ہی پھر اگر انکی اطاعت کرین تو انکے نصوص جلیہ کی مخالفت کیونکر گوارا کرین خود جناب
رسالتمآب کے زمانے مین جو حاضرین صحبت سے منافق تھے باوجود اسکے کہ معجزات بھی روزمرہ دیکھتے تھے اور مضمون
نزول وحی و کتاب سے بھی ہر روز مطلع ہوتے تھے اور نصوص جلیہ نبوت کی بھی سنتے تھے مگر کبھی دل سے تصدیق کی
اور ہمیشہ نفاق پر باقی رہے اور جو جو خدا اور رسول کی مخالفتین اُنسے ظہور مین آئین وہ کتب مین مسطور ہین یہان تک کہ
درپے قتل نبی کے ہوے جیسا کہ حذیفہ کی روایت جو مشہور ہی وہ اسپر شاہد ہی جسمین کپّے لڑھکانے کا ذکر آنحضرت کی راہ مین
تاکہ اونٹ آنحضرت کا بھڑکے اور وہ حضرت گرین علاوہ اسکے جو ضروریات دین مین آج اُنپر کون عمل کرتا ہی منہ سے کہتے ہین
کہ واجب ہین لیکن جسطرح شیعین بجالاتے ہین وہ ظاہر ہی پھر بھی عمل کرنے والے کم ہین قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی
تو یقینی نص جلی ہی پھر جو کہ اقربائے نبی کے ساتھ قتل نفوس و غارت اموال و ہتک حرمت سے خلفائے جور کے
زمانون مین ظہور مین آیا ہی کا نام مودت ہی خصوصا اہل اسلام نے جو کچھ مودت فرزند رسول الثقلین مین حضرت امام حسین سے
کربلا مین ظاہر کیا وہ سب کو معلوم ہی علاوہ اسکے مدینہ رسول اور منبر و مسجد نبی کے ساتھ جو کچھ خلاف انکی حرمت کے کیا گیا
یہی لائق تھا اسکے جسکی نسبت حق تعالی فرماتا ہی النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم اور فرماتا ہی وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین
صدر نشین مسند ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی اور مہبط وحی جبرئیل اور محبوب رب جلیل اسی لائق تھا کہ اسکی مسجد
شریف مین گھوڑے اور گدھے باندھے جائین اور اسمین زنا کیا جاوے اور خون ناحق بہایا جاوے اور طرفہ مضمون یہ ہی کہ اسکے بعد بھی پھر بانی
اور امر اسکا مسلمانون مین شمار کیا جاوے اور لعنت کرنے کو پھر علمائے اسلام جائز نہ جانین اور وہ خلفائے رسول خدا معدود ہو
اور سلسلہ بشارت اثنا عشر خلیفہ مین داخل کیا جاوے پھر اگر نص جلی بھی جو وہ چاہتے ہین ہوتی تو بمقابل اتباع ہوا و ہوس کے
اور جلب منفعت کے کون عمل کرتا بلکہ یا مخالفت ظاہری کرتے یا تاویل اسکی بھی جیسا کہ اور بہت سے اوامر و نواہی کی اور کرتے ہین
مثل قتل نفس اور شرب خمر کہ اسکے لیے خدا نے تصریح منع فرمایا لیکن اسکے بھی مرتکب ہوے اور ہوتے ہین یہان تک کہ اولاد
و خلفائے رسول کو ناحق قتل کیا اور شراب پی پی کر نماز جمعہ پڑھانے آئے جیسا کہ بعض خلفا کا مشہور ہی اور صلوۃ بھیجنے کو
نبی پر خدا نے حکم فرمایا تھا اسکے واسطے ممانعت کی اور مدت دراز تک خطبہ نماز جمعہ و جماعت مین درود آنحضرت پر بھیجنا ممنوع تھا
اور ذکر احوال خلفائے اہلسنت مین اسکا بیان مقام مین اسی کتاب کے یہ سب کچھ انہین کی کتابون سے ہو چکا ہی اسی طرح
اُس نص کی مخالفت کرتے یا کتاب اللہ مین سے نکال ڈالتے اور یہ بھی احتمال ہی کہ کتاب اللہ مین نص جلی ہو مگر اسے نکال ڈالا ہو
ولیکن نصوص خفیہ مین ایک فائدہ اسکا یہ ہی کہ اُسے باقی رکھا جس سے بصیرت و ہدایت مومنین کو حاصل ہوئی اور ہوتی ہی
اور وہ بسبب اپنی کثرت کی راہ سے نص جلی کے فائدے مین ہمسری کرتے ہین کیونکہ جسے حق تعالی نے عقل سلیم

چشم بینا عطا فرمائی ہی اور غور سے دیکھتا ہی تو یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کس کثرت کے ساتھ آیات مشتمل فضائل و اوصاف جلیلہ
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے بیچ قرآن مبین کے اس سے عصمت اور ولایت و فضیلت آنحضرت کی جو شرائط امامت
سے ہین ثابت ہوتی ہین اور بعد اسکے جب اس اختلاف امت کی طرف جو درباب امامت و خلافت رسول ہوا نظر و فکر کرتا ہی
تو یقینی جانتا ہی کہ بعد جناب رسالتماب کے سوا آنحضرت کے اور انکے بعد سوا انکی اولاد معصومین کے کوئی افضل امت و
لائق اس عہدہ جلیل کے سر انجام کے نہین ہو سکتا پس وہ بکمال آنحضرت کی امامت و خلافت کا اذعان و اعتقاد کرتا ہی
اونکی اور انکی اولاد امجاد کی جو منصوص الامامت ہین اطاعت اختیار کرتا ہی اور اسی سے شقی و سعید اور مطیع صادق اور منافق کا
امتحان ہوا اور ہوتا رہیگا الی یوم القیمہ حق تعالی حکیم و دانا ہی ہر فعل اسکا مشتمل اوپر مصالح کے ہوتا ہی پس کثرت نصوص
خفیہ سے جلیہ کا بھی افادہ فرمایا اور اور بھی منافع اس سے حاصل ہوے مثلا کثرت تعدد سے نصوص کے کیسی قوت
استدلال کرنے مین اہل حق کو حاصل ہوئی کیونکہ ایک دو مین گنجائش تاویل کی بھی تھی جب بہت ہوئے تو محل گنجائش
تاویل بھی نہین باقی رہتا ہی پس ایسے دشمنون نے بھی آنحضرت کے اعتراف کیا ہی کہ جتنی آیات قرآنی فضیلت مین آنحضرت کی
نازل ہوئی ہین دوسرے کے حق مین نہین آئین اور یہ ویسا ہی ہی کہ جسطرح کتب سابقہ مین اکثر بشارات حق تعالی نے
باوصاف نبی آخر الزمان اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے فرمائی ہین اور تصریح اسماکی نہ فرمائی اسی طرح قرآن مین بھی ولایت و
اطاعت کو واجب فرماکر مطاع و ولی کے اوصاف و فضائل کو بیان فرمایا تا منافقین بسبب عدم تصریح کے باقی رہین
اور مومنین اس سے ہدایت و علم حاصل کرین فتذکر واللہ تعالی اعلم اور بعد اس بیان کے واضح ہو کہ آیات کریمہ جو
شان مین آنحضرت کی وارد و نازل ہوئی ہین وہ بہت ہین اور اخبار خاصہ تو سب دلالت کرتے ہین لیکن اخبار عامہ سے
بھی ثبوت انکی کثرت کا ظاہر ہوتا ہی یہان تک کہ شیخ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین اپنے کہا ہی واخرج ابن عساکر عن
ابن عباس قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علی واخرج عنہ ایضا قال نزلت فی علی ثلثمایة آیة واخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن
ابن عباس قال ما انزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا الا وعلی امیرہا وشریفہا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیا الا بخیر یعنی ابن عساکر نے
ابن عباس سے روایت کی ہی کہ نازل نہین ہوا کسی کے حق مین کتاب خدا سے اس مقدار کہ جو درباره علی ابن ابیطالب
علیہ السلام کے نازل ہوا اور بھی اسی سے روایت کی ہی کہ شان مین علی ابن ابیطالب کے تین سو آیہ نازل ہوے ہین
اور روایت کی ہی طبرانی اور ابن ابی حاتم نے اسی سے کہ کہا اسنے کہ قرآن مین خدا نے یا ایہا الذین آمنوا کسی جگہ نہین
فرمایا مگر یہ کہ جناب امیر امیر اور شریف ترین مخاطبین اسکے ساتھ ہین اور ہر آئینہ بتحقیق کہ عتاب فرمایا ہی خدا نے
صحابی محمد کو بہت سی جگہ پر اور ذکر نہین فرمایا علی ابن ابیطالب کا مگر ساتھ نیکی کے بالجملہ چونکہ استدلال امامت پر امام اول
اور ابو الائمہ الطاہرین الراشدین کی اس جگہ منظور ہی کیونکہ ہر مطلب کا اثبات بہ دلیل ہوتا ہی عام اس سے کہ ادلہ عقلی ہون
یا نقلی لیکن امامت اور نیابت و وصایت رسول مختار کی محتاج اپنے ثبوت مین طرف نص کے ہی جو از جانب خدا ہو ولی

واقع ہوئی ہوا ہے ہین پہلے کتاب ہدے سے جو جملہ اہل اسلام کے نزدیک حق اور وجب الاتباع اور مفترض التصدیق ہی
چند آیات کو کہ وہ بھی موافق روایات معتبرہ فریقین شان مین اُن جناب کے نازل ہوئی ہین تبرکاً انحضرت کی امامت
تمسک کرنے کو ذکر کرتا ہون افاض اللہ علینا وکان یحیی من حی عن بینة ویہلک من ہلک پہلے آیہ وافی ہدایہ انما
ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وہم راکعون ہی جناب اخوند صاحب نے اسکے ترجمہ مین فرمایا ہی
یعنی نہین ہو صاحب اختیار اور اولی تمہارے امور سے مگر خدا اور رسول اسکا اور وہ جو ایمان لائے ہین وہ کہ جیسے ہین کہ نماز کو
برپا رکھتے ہین اور دیتے ہین زکوة کو درحالیکہ وہ رکوع مین ہین انتہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی کہ ہمارے
علمانے رضوان اللہ علیہم بیان تقریب دلالت مین اس آیہ کریمہ کے تقریرات تفصیلی اور اجمالی سے جو مشتمل دفع شبہات اہل
خلاف پر ہین اُنکے شبہات کو دفع کیا ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے ایک مختصر تقریر امامیہ کی طرف سے اس
آیہ کی تقریب استدلال مین لکھی ہی اور شاید انکا ارادہ یہ ہوگا کہ اس وسیلہ سے بعض شبہون کے دروازے جو انکی تقریر مین
بند تھے اُسے کھولین اور یہ ترجمہ انکی عبارت کا ہی کہتے ہین کہ اہل تفسیر اجماع رکھتے ہین کہ یہ آیت حضرت امیر کی شان مین
نازل ہوئی ہی جسوقت کہ انحضرت نے انگوٹھی اپنی رکوع کی حالت مین سائل کو دی تھی اور کلمہ انما اس آیت مین
حضرت کے لیے مفید ہی اور لفظ ولی بمعنی متصرف کے ہی امور مین اور ظاہر ہی کہ اس جگہ تصرف عام جملہ مسلمین مین
مراد ہی جو امامت سے مساوق اور ہم پایہ ہی بقرینہ ملانے انکی ولایت کے خدا اور رسول کی ولایت کے ساتھ پس امامت
اُن جناب کی ثابت ہوئی اور اُنکے غیر کی امامت کی نفی حضرت کی جہت سے مستفاد ہوئی اور یہی مدعی ہی اور گویا کہ
یہ تقریر فاضل مذکور کی علامہ حلی علیہ الرحمہ کی تقریر سے ماخوذ ہی جو کتاب نہج الصدق مین انھون نے فرمایا ہی اور انکی عبارت
یہ ہی اجمعوا علی نزولہا فی علی علیہ السلام وہو مذکور فی الصحاح الستة لما تصدق بخاتمہ علی المسکین فی الصلوة بمحضر من الصحابة
والولی ہو المتصرف وقد اثبت اللہ تعالی الولایة لذاتہ وشرک معہ الرسول وامیر المومنین علیہ السلام وولایة اللہ تعالی عامة فکذا النبی والولی علیہما السلام انتہی
اور دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ یہ تقریر دو مقدمون پر مشتمل ہی ایک اُنمین سے مقدمہ اثبات ولایت و امامت کا جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے ہی اور دوسرا مقدمہ نفی امامت کے ہی انکے غیرون کے اور شاہ صاحب نے ارادہ نقض
خلاف ترتیب پہلے دوسرے مقدمہ پر فرمایا اس جہت سے کہ ایہام اسکا ہو کہ چونکہ اصل امامت انحضرت کی متفق علیہ
فریقین ہی تو گویا بمفاد نعم الوفاق اس آیت کے دلالت کرنے مین پہلے مقدمہ پر تعرض کرنا انکے مناسب نہین لیکن آخر کو
جب کینہ دیرینہ کا خون سینہ سے باہر آیا اور قوت ضبط کی نہ رہی تو اسوقت اس اتفاق فریقین کو بھی بالائے طاق
رکھکر نا اتفاقی کو اختیار کیا اور اس مقدمہ مین بھی کلام کیا اس جہت سے کہ محبت مذہبی اور انحضرت کے دشمنون کی
مودت و ارادت ایسی اُنکے دل مین آتش غضب بنکر شعلہ ور ہوئی کہ حالت منتظرہ باقی نہ رہی اُنکے واسطے اسلیے
پہلے مقدمہ کو چھوڑ کر دوسرے مقدمہ کے نقض مین مبادرت اور جلدی کی یا یہ کہ چونکہ مقدمہ ثانیہ کے نقض مین

تقریر یا مہم لکھی ہی اور مقدمہ اولی کے نقض مین محتاج بقیات بیجا کے ہوے ہین اسلیئے اُسے بعد کہا ہو لیکن چونکہ
بحمد اللہ تعصب و عناد سے کام نہین ہی صراط مستقیم کے چلنے والے ہین حق بیانی سے اور اثبات امامت آنحضرت کی
جو حق ہی مطلب ہی اسلیئے ضرور نہین کہ مثل شاہ صاحب کے راہ اختیار کرین بلکہ ہم پہلے خلاف انکی ترتیب کے جو حق ہی
یعنی مقدمہ اثبات امامت اُسی کو مقدم کرتے ہین اور انکے غیر کی امامت کا ابطال جو توابع و فروع سے ہی اُسے موخر کرینگے
پس کہتے ہین ہم کہ شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جواب کئی وجہ سے دیا ہی پہلے نقض ساتھ اسکے کہ اگر یہ دلیل دلالت کرے
اس امر پر کہ جو انکے امام ہونے سے پہلے امام ہوے انکی امامت کی نفی اس سے کیجاے جیسا کہ تقریر کی ہی تو چاہیے کہ جو
انکے بعد امام ہون انکی بھی نفی امامت پر دلالت کرے اسی تقریر سے بعینہ الخ اور اسمین شاہ صاحب نے بہت طول
دیا ہی اور اس شرطیہ کا بطلان عنقریب بہ بینہ و برہان ثابت کرتا ہون انشاء اللہ تعالی پھر کہا ہی کہ دوسرا جواب یہ ہی کہ
حضرت شیخ ابراہیم کردی اور اہلسنت نے لکہا ہی کہ ولایت الذین آمنوا کے زمان خطاب مین یقینی مراد نہین ہی
بالاجماع کیونکہ زمان خطاب زمان وجود نبی کا ہی اور امامت نبی کی نیابت ہی انکی وفات کے بعد پھر جب زمان خطاب
مراد نہوا تو ضرور ہی کہ وہ زمانہ مراد ہوگا جو پیغمبر خدا کی وفات کے بعد کا ہوگا اور تاخیر کے واسطے کوئی حد نہین ہی چار برس
بعد ہو یا چوبیس برس کے بعد ہو پھر یہ دلیل بھی غیر محل نزاع مین قائم ہوئی اور شیعون کا جو مدعا بلا فصل امامت ہی
وہ حاصل نہوگی انتہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ شیخ کردی کا کلام کہ جسکی نابلدی اور ناکردہ کاری بمفاد حدیث الاکراد
قوم من الجن کشف عنہم الغطاء ثابت ہی انکے بیان سے اسکی پریشانی ظاہر ہی اور وہ سر تا پا باطل ہی کیونکہ پہلے ہم اسی کو تسلیم
نہین کرتے کہ ولایت سے مراد امامت بالمعنی الخاص ہی کیونکہ لفظ مشترک کے معانی مین جمع کرنا ممتنع ہی یا مرجوح ہی
اور اس معنی سے ولایت کی نسبت کرنا خدا اور رسول کی طرف کسی طرح صحیح نہین اور جب یہ ہوا تو یہ کیون نہین جائز ہوتا
کہ ولایت سے مراد اس مقام پر مطاع و واجب الاتباع ہو اور یقینی صادق ہی کہ خداے عز و جل اور رسول مقبول اور نائب
آنحضرت کے سب واجب الاطاعت ہین اور انکے تصرفات خلق مین نافذ ہین اور یہی مراد ہی قول علامہ علیہ الرحمہ کی
جو انہون نے فرمایا ہی الولی ہو المتصرف وقد اثبت اللہ الولایۃ لنفسہ وشرک معہ الرسول وامیر المومنین اور بے شک یہ معنی عام ہین اور
روایات متعارفہ مین مشترک ہین اگرچہ حق تعالی کا تصرف بالذات ہی اور نبی کا تصرف خدا کی جانب سے ہی اور جناب
امیر کا تصرف پیغمبر خدا کی طرف سے ہی اسی لیے کہا گیا ہی کہ غایت امر یہ ہی کہ تصرف انکے امر مین کلی مشکک ہی جو مختلف
اولویت و اولیت و شدیت کے ساتھ ہوتا ہی اور فاضل زمخشری نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہی حیث قال فان قلت قد
ذکرت جماعۃ فہلا قیل انما اولیاءکم قلت اصل الکلام انما ولیکم اللہ فجعلت الولایۃ للہ علی طریق الاصالۃ ثم نظم فی سلک اثباتہا
لہ اثباتہا لرسول اللہ والمومنین علی سبیل التبع ولو قیل انما اولیاءکم لم یکن فی الکلام اصل وتبع انتہی اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام میں اسی جگہ
امام فخر الدین رازی کے جواب مین فرمایا ہی کہ جو انہون نے کہا ہی کہ ہم بالضرور جانتے ہین کہ علی امر و نہی و تولیت و عزل مین

حال حیات جناب رسالتمآب مین یہ ہے کہ ان جناب کا حکم ہوکن نہ تہے پھر کسطرح متصرف امور خلق مین ہو سکتے ہین
اسکا جواب یہ ہی کہ جسطرح پیغمبر خدا کو اولی بتصرف کہہ سکتے ہین حالانکہ بدون امر الہی اور اذن باری کوئی تصرف نکر سکتے تہے
پس حقیقت مین متصرف خدا تہا نہ وہ جناب اور یہ معنی منافی اور قادح پیغمبر خدا کے تصرف مین نہین ہوسکتا پھر اسی طرح
مستبعد نہین ہی کہ کہا جاے کہ باوجود نبی کے علی علیہ السلام بہی اولی بتصرف ہون امور خلق مین اگرچہ انکا تصرف امور
خلق مین منوط باذن و حکم پیغمبر خدا ہو اور اسکے بعد کلام سید شوستری حاشیہ بیضاوی سے نقل فرمایا ہی کہ انہون نے ولایت
علی کو حیات نبی مین تقویت دی ہی بمفاد اس آیہ کریمہ کے اور انکے استخلاف سے مدینہ مین تبوک کی لڑائی کے زمانہ مین
اور پیغمبر خدا کا فرمانا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی سے تولی کلام اعلی اللہ مقامہ اور حقیقت امر یہ ہی کہ باتفاق فریقین ثابت
کہ پیغمبر خدا نے انحضرت سے فرمایا اپنے زمان حیات مین کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی اور اسمین شک نہین ہی کہ حضرت
ہارون حال حیات حضرت موسی مین انکے خلیفہ تہے پھر اسی طرح وہ حضرت بہی حال حیات پیغمبر خدا مین انکے
خلیفہ تہے اور یہ نص ایسی ہی کہ جسکے لیے مصنف کتاب غایۃ المرام و حجۃ الخصام نے طریق اہلسنت سے سو حدیثین
اور طریق امامیہ سے ستر حدیث انکی سند پر نقل کی ہی جیسا کہ انشاء اللہ اپنے مقام پر اسکا بیان مفصل ہو گا اور موید ہی
اس سے وہ حدیث کہ جو صحاح مین انس سے منقول ہی قال رایت رسول اللہ جالسا مع علی فقال انا و ھذا حجۃ اللہ علی خلقہ
کیونکہ یہ امر بخوبی ظاہر ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین اور یہ حجت خدا کی ہین اسکی خلق پر اور عموم اسکا
معیت پر دلالت کرتا ہی یعنی مین اور یہ ساتھ ہی ایک وقت اور ہمیشہ خلق پر خدا کی حجت ہین اور نبی کا حجت خدا ہونا بعینہ
نبوت ہی پہر جناب امیر علیہ السلام کا حجت ہونا نہو گا مگر بذریعہ خلافت و نیابت انحضرت کے جیسا کہ ہارون خلیفہ موسی
علیہ السلام ہو کر حجت خدا ہوے تہے اور مقتضا ظاہر آیت کا بہی یہی ہی اور جب یہ ہوا تو پہر انکا اتصاف ولایت سے
انحضرت کی حال حیات جناب رسالتمآب مین لائق تسلیم نہین ہو سکتا بلکہ منشا اسکا عصبیت و عناد ہی اور اثبات مین
اسکے کہ وہ حضرت متصف بولایت زمان حیات پیغمبر خدا مین تہے موید ہی وہ روایت کہ جو امامیہ کی کتابون مین
منقول ہی کہ جب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین نے اس عالم سے انتقال فرمایا تو پیغمبر خدا انکی قبر مین تشریف لیگیے
اور لیٹے اور دفن کے بعد دو بار فرمایا ابنک ابنک یعنی بیٹا تیرا بیٹا تیرا جب صحاب نے اس کلمہ کے معنی پوچہے تو فرمایا
کہ جب فرشتہ نے سوال کیا اعتقاد اللہ کا تو فاطمہ نے جواب باصواب دیا اسی طرح جب اسنے میری رسالت کا سوال
کیا تو میری نبوت کا اقرار کیا جب سوال امام سے کیا تو چپکی ہو رہین پہر مین نے انہین تعلیم و تلقین کیا کہ تیرا امام بیٹا تیرا ہی
بیٹا تیرا ہی دو بار پہر اب امامت اور ولایت حال حیات نبی مین یقینی ثابت ہی کیونکہ معنی اسکے یہ ہین کہ اولی بتصرف ہو
پیغمبر کی نیابت سے اور نیابت حال حیات و ممات دونون مین ہوتی ہی اور اس سے بخوبی واضح ہی کہ شیخ کردی نے
جو کہا ہی کہ ولایت جناب امیر علیہ السلام کو زمان حیات نبی مین نتہی وہ ادعا بے خردی سے ہی کہ سمجہے نہین یا جو معنی لفظ

ولایت نے مقصود ہین اُس سے تجاہل کیا ہی اور دونون صورتون مین ایسی بات صدق و راستی سے دور ہی اور جو امام رازی نے
کہا ہی وہ محض تغلیط ہی جیسا کہ جناب غفران مآب نے فرمایا ہی اور سید شوستری علیہ الرحمہ نے دفع دخل مقدر کرکے اُسے
بے حقیقت کر دیا ہی چنانچہ اُنکی تقریر کا حاصل یہ ہی کہ اگر کہے تو کہ ہر چند مقتضا اس آیہ کریمہ اور حدیث نبوی کا یہ ہی کہ بالفعل
زمان حیات نبی مین ولایت ثابت ہو لیکن قرینہ ممتنع ہوتے اجتماع اوامر خلیفہ کا احکام مستخلف کے ساتھ جیسا کہ عرف
و عادت مین ہی اُسکے ارادہ ظاہر سے صارف ہی تو ہم کہینگے کہ امتناع کو تسلیم نہین کرتے پس صارف ہونا اُسکا ممتنع ہی کیونکہ
اگر مراد معترض کی یہ ہی کہ بسبب اختلاف آرا کے جمع درمیان حکم خلیفہ کے اور مستخلف کے نہین ہو سکتا مگر اُس جگہ کہ بنا احکام کی
مشتہیات نفوس اور اجتہاد باستحسان و قیاس پر ہو اور یہ ما نحن فیہ مین اس طرح نہین ہی کیونکہ احکام نبی کی بنا وحی ربانی
پر تھی اور امیر مومنان شہر علم نبی کا دروازہ ہین اور اُنکی لوح محفوظ کے مطالعہ کرنے والے ہین جیسا کہ جناب امام حسن
علیہ السلام کے حق مین حال رضاعت مین آنحضرت کے شیخ ابن حجر نے اس مضمون کا اعتراف کیا ہی پھر احتمال وقوع
اختلاف آرا کا گنجائش نہین رکھتا اور اگر مراد اُس معترض کی یہ ہی کہ ایک حکم دو حاکمون سے معاً صادر نہین ہو سکتا پس امر
اس صورت مین لازم نہین آتا بلکہ اس مقام پر یہ کافی ہی کہ خلیفہ جس صورت مین کہ نبی نے کسی حکم خاص کا نفاذ نہ فرمایا ہو
اُسکے لیے نفاذ حکم فرما سکتا ہی فقط اور واقع مین یہ ہی کہ حکم کا صادر ہونا منوب عنہ اور نائب سے وقت خاص مین مثل
توارد علتہاے مستقلہ کے معلول واحد شخص کے ساتھ نہین ہی کہ اُسکی امتناع کا حکم کیا جاے بلکہ ممکن ہی کہ منوب عنہ نائب کو
حکم دین اور نائب جماہیر رعایا پر اُسے جاری کرے اور اسمین کچھ استحالہ نہین ہی بلکہ اکثر انتظام سلطنت اسی طرح ہوتا ہی پھر
فاضل مزبور نے فرمایا ہی کہ اگر امتناع اجتماع کے معنی کچھ اور اُسکے سوا ہین تو حال اُسکا مدعی امتناع اُس سے بیان کرے
تاکہ صحت و فساد کو دیکھین فقط اور بسبیل تنزل کہہ سکتے ہین کہ ہمنے تسلیم کیا کہ جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کسی
صارف کے باعث سے زمان خطاب مین مراد نہو لیکن اُنکی امامت جو پیغمبر خدا کی نیابت ہی وہ زمان متاخر مین جناب
پیغمبر سے مراد ہوگی اور جب یہ ہوا تو جو فاضل کردی نے کہا ہی کہ تاخیر کے لیے حد نہین ہی یہ ممنوع ہی کیونکہ زندگی کی حد
موت ہی اور وہ موت بھی تاخیر کی حد ہی یعنی زمانہ موت کا نہ یہ کہ موت سے تاخر مراد لین جسکے لیے کچھ حد نہین ہی اور
اس بات کو ہم دوسری طرح کہہ سکتے ہین کہ تمہارے کہنے کے موافق یہ بات لازم آتی ہی کہ خود وجود جناب رسالتمآب کا
آنحضرت کے وصی کے نفاذ ولایت کا مانع تھا جسطرح پانی کا پایا جانا تیمم کو مانع ہی اسی طرح اصل کا وجود نائب کے
حکم کے نفاذ کا مانع ہوگا پھر جسوقت کہ مانع مرتفع ہوا حکم ولایت کو اُسی وقت سے جاری ہونا چاہیے نہ اس زمانے
کو جو موت سے متاخر ہو کہ وہ موہم انفصال کا اور مفید ابہام و اجمال کا ہی اور تاخر سے کیا مراد لیتے ہو اگر کہو تاخر ذاتی
مراد ہی جیسا کہ معلول کے لیے بہ نسبت اپنی علت تامہ کے ہی تو وہ بعدیت جو موت سے متصل ہی مستلزم تراخی کی اُس سے نہین
ہو سکتی اور اگر تاخر زمانی مراد لو تو یہ بہت ممنوع ہی اور جب وہ بعدیت مراد ہوئی جو متصل ہی تو اسمین تاخر کو بھلا گنجائش

نہیں ہی نہ چار منٹ نہ چار ساعت نہ چار سال چوبیس سال کیسے اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر کوئی بہ نسبت ملک کے کہے کہ
اسکا مالک فلان بادشاہ ہی اور اسکا بیٹا ہی تو یقینی مراد اس سے یہ ہوتی ہی کہ بعد وفات اس بادشاہ کے بلا تاخیر مالک ملک کا
وہ بیٹا ہوگا اور اس سے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اس بادشاہ کے بعد چوبیس برس تک تین شخص غیر تسلط و تصرف کرینگے بعد
انکے اسکا بیٹا مالک ملک ہوگا اور دوسری تقریر اسکے لیے یہ ہی کہ جس دلیل سے تم کہتے ہو کہ ولایت آنحضرت کی وقت
حیات پیغمبر خدا مین ثابت نہیں ہوتی جب ہم اُسے تسلیم بھی کر لین جب بھی تو بمقتضاے خرج ما اخرجہ الدلیل فبقی
الباقی علی حالہ جتنے زمانے پیغمبر خدا کی وفات کے بعد کے ہین وہ بہ تمامہا ولایت کا زمانہ ہوگا پھر اسکی
تخصیص ایک زمان معین سے دعوی بلا دلیل ہی بالجملہ بمفاد ظاہر آیت ولایت آنحضرت کی مثل ولایت پیغمبر خدا کے
خدا کی طرف سے مخصوص ہی اور اور جو والیان و خلفا ساختہ و پرداختہ خلق ہوے انکی ولایت خدا کی جانب سے نہ تھی اور
معہذا اجماع مرکب کا خرق ہی کیونکہ کوئی اس بات کا اہل اسلام سے قائل نہیں ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کی امامت
چوبیس برس کے فاصلے سے نص خدا سے ثابت ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ اسکے قائل ہین کہ امامت آنحضرت کی نص خدا و رسول سے
وہ اسی کے قائل ہین کہ امام وہی حضرت تھے ابتداے امر سے اور جو فاصلے کے ساتھ قائل ہین وہ امامت کی نص
ثابت ہونے کی نفی کرتے ہین پھر اس جگہ پر فاضل کردی کی بلادت اور امام حضرات اہلسنت فخر رازی کی تغلیط
واضح و ظاہر ہوئی و للہ الحمد کہ امامیہ کی دلیل محل نزاع مین قائم ہوئی اور جو مدعا کہ امامیہ کا تھا کہ امامت آنحضرت کی
بلا فصل ہی وہ اس آیہ کریمہ سے حاصل ہوا اور شاہ صاحب نے کہا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اگر اس دلیل کے مقدمات مین
نظر تفصیلی ہم کرین تو اجماع مفسرین کا ممنوع ہی ساتھ اس بات کے کہ علماے تفسیر نے اس آیت کے نازل ہونے کے
سبب مین اختلاف کیا ہی ابو بکر نقاش کہ صاحب تفسیر مشہور ہی انسے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ
فرمایا آنحضرت نے نزلت فی المہاجرین والانصار یعنی یہ آیت مہاجرین و انصار کے بارے مین نازل ہوئی کہنے والے نے
کہا کہ مین سنتا ہون کہ علی ابن ابیطالب کے بارے مین نازل ہوئی تھی امام نے فرمایا کہ وہ جناب بھی مہاجرین و
انصار مین داخل ہین اور یہ روایت بہت موافق ہی الذین کے لفظ کے لیے اور جمع کے صیغون کے ساتھ کہ یقیمون اور
یوتون اور ہم راکعون مین اور ایک جماعت نے مفسرین سے عکرمہ سے روایت کی ہی کہ یہ آیت شان ابی بکر مین نازل
ہوئی تھی اور موید ہی اس قول کو اس سے پہلے جو آیت ہی اور وہ مرتدین کے بارے مین نازل ہوئی تھی اور یہ قول کہ
نزلت فی علی ابن ابیطالب اور روایت قصہ سائل کی اور انگوٹھی کی تصدیق کرنے کی رکوع کے حال مین فقط ثعلبی اسکے ساتھ
متفرد ہی اور محدثین اہلسنت قاطبۃ ثعلبی کو اور اسکی روایتون کو ایک جو برابر بھی نہین خریدتے اور اسکا خطاب حاطب اللیل و جامع
کہ رطب و یابس مین تفرقہ نہین کرتا انتہی محصل کلامہ اور اسکا جواب علماے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے بہت سی وجہون سے
دیا ہی چنانچہ جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ یہ قول مردود ہی ساتھ اس بات کے کہ ہر گاہ بنی ہاشم اور اصحاب کا پہنچے

بیعت نہ کرنا ابوبکر کے ساتھ اور بعضون کا اپنی مدت حیات تک بیعت نہ کرنا جیسا کہ سعد بن عبادہ کا حال ہی تھا
اجماع میں قادح نہوا جو ابی بکر کی خلافت پر ہوا تھا تو پھر کیا وجہ ہی کہ بعض مفسرین متعصبین کی منع اس آیت کے نازل
ہونے مین جناب امیر علیہ السلام کی شان مین قادح ہو سکتی ہی علاوہ اسکے اگر اجماع اہلسنت کا بھی ثابت نہو تو تمھارے
اکثر مفسرین کا قول اجماع امامیہ کے ساتھ کافی ہی باب ثبوت نزول آیت کے لیے آنحضرت کی شان مین کیونکہ متفق علیہ
معتبر ہی اور اقرار عاقل کا اپنے نفس سکے اوپر مسموع ہی نہ یہ کہ وہ اقرار جو اپنے نفس کے واسطے کریے جیسا کہ شاہ جی نے
پہلے فرمایا ہی کہ ہر کتا اپنی گلی مین شیر غران ہی اور فرمایا ہی کہ یہی علاوہ اسکے اجماع عبارت اس سے ہی کہ اہل حل و عقد
اتفاق کرین نہ مطلق اتفاق اور اس مین شبہ نہین ہی کہ ارباب تفاسیر سے جو اہل حل و عقد مین انھون نے اجماع اسی کیا ہی
جو شیعہ کہتے ہین جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور غیر معلوم النسب کا خلاف کرنا مضر نہین جیسا کہ جملہ مسائل
مجمع علیہا مین ہی اور یہی باوجود اسکے کہ احتمال وضع کا احادیث کے ہی کہ خواہ وہ بددیانتی سے بنائی ہو یا تقویت مذہب کے لیے
انھی بنایا ہو بعضے اقوال جو شاذ ہون کہ مبنی تعصب مذہب پر ہون وہ اعتنا کے قابل نہین ہین وہ اجماع مین قادح
ہو سکتے ہین اور یہ بھی محتمل ہی کہ ان اقوال کا ظہور اجماع کے متحقق ہونے کے بعد ہوا ہو پھر کس طرح اسمین وہ قدح کر سکتا ہی سبحان اللہ
شاہ صاحب خود اتباع اہلبیت کا دعوا کرتے ہین اور اس سے پہلے شیعون کے الزام کے لیے جناب امیر علیہ السلام کا
ارشاد فان الشاذ من القول من الشیطان خود ہی نقل کر چکے ہین پھر کیا سبب ہی کہ مثال مثل مشہور دروغ گو را حافظہ نباشد
قول شاذ پر اعتماد کرتے ہین فقط انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور واقع مین یہ ہی کہ اہلسنت سے بھی ایک جماعت نے
اعتنا ان اقوال شاذہ کی بہ نسبت نہ کرکے دعوی اجماع کو مسلم رکھا ہی جیسا کہ شارح مقاصد علامہ تفتازانی نے شرح
مقاصد مین پہلے اتفاق مفسرین شیعون کی طرف سے نقل کیا ہی بقولہ نزلت باتفاق المفسرین فی علی بن ابی طالب حین اعطی السائل
خاتمہ وھو راکع اور جواب مین اکتفا تصرف پر معنی ولی مین جو بمعنی اولی بالتصرف ہی کیا ہی اور بعد جواب کے جو انکی اس
مقام پر عادت ہی خود کہا ہی کہ وقول المفسرین بان الآیۃ نزلت فی حق علی لا یقتضی اختصاصہا بہ واقتصارہا علیہ اور یہ کہنا بہت واضح
اور صحیح ہی اس بارے مین کہ اجماع کو تسلیم کیا ہی اسی طرح علامہ قوشجی نے شرح تجرید مین بھی بسبب اسکے کہ امر بہت واضح
وظاہر تھا اور اقوال شاذہ توجہ کے قابل نہ تھے اجماع کے منع کرنے کی جسارت نہین کی بلکہ جواب مین اقتصار اسی پر
کیا ہی وحینئذ یکون الولی بمعنی المتصرف اور اسکے بعد کہا ہی وقول المفسرین ان الآیۃ نزلت فی حق علی لا یقتضی اختصاصہا اسی طرح صاحب
مواقف نے بھی کہا ہی حیث قال بعد نقل دعوی اجماع ائمۃ التفسیر علی ان المراد بالذین یقیمون الصلوۃ الخ علی والجواب ان المراد ہو الناصر الخ
اور شارح نے کہا ہی وکونہ نازلا فی حقہ لا ینافی شمولہ لغیرہ ایضا ممن یشارکہ فی تلک الصفۃ پس ثابت ہوا کہ اجماع سے تعرض کرنا کہ
بے علمائے فحول حضرات اہلسنت نے خواہ انصاف کی راہ سے یا اس جہت سے کہ کمال وضوح وظہور کے باعث سے
انکار کو مین راہ نہ تھی تسلیم کیا ہو اور اقوال شاذہ کو جو توجہ کے قابل نہین انکے مقابل مین ذکر کرنا بوالہوسون کا کام ہی فقط

اور اس سے قطع نظر کر کے ہم کہتے ہین کہ کیا ہمارا مدار استدلال اتفاق مفسرین پر تنہا ہی کہ جب شاہ صاحب منع کر کے
خوش ہونا چاہتے ہین یہ بھی ایک معین ہی اسی جگہہ سے ایک جماعت نے ہمارے محققین سے دعوی اجماع مفسرین سے
تمسک نہین کیا ہی بلکہ دعوی اجماع محدثین کا کیا ہی اور جنھون نے کہ اتفاق مفسرین کا دعوی کیا ہی انکی بھی مراد انکے
اتفاق سے اتفاق نقل روایت شان نزول ہی اس آیت کے حق علی ابن ابیطالب مین ہی اور یہ کہ ان مفسرین نے اس
روایت پر اعتماد کیا ہو اور متوجہ اسکی تاویل کے ہوئے ہین اور اگرچہ اسکے بعض نے کہا ہو وہ جو قرآن کی تفسیر مین
اپنی راے سے کیا ہو یا بسبب اپنے باطل کی طرف میل کرنے کے بمقتضا بعض روایات شاذہ مختلفہ کے اپنے ائمہ
ضلال سے تقرب حاصل کرنے کو مخالفت کی ہو اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے
کتاب نہج الصدق مین فرمایا ہی اجمعوا علی نزولہا فی علی اور بظاہر ضمیر جمع کی محدثین کی طرف پھرتی ہی اور اسپر قرینہ انکا
قول ہی جو فرمایا ہی وھو مذکور فی الصحاح کیونکہ صحاح مین احادیث مذکور ہین نہ اقوال مفسرین اور فضل بن روزبہان نے
بھی چونکہ یہ دعوی بہت واضح تھا اور اسمین گنجائش انکار کی نہ تھی اسلیے اسکی دلالت مین اس مقصود پر کلام کیا یہ نہ کہا
کہ یہ اجماع ممنوع ہی بخلاف آیت بلغ ما انزل کے کہ اسکا بھی ذکر آیت انما ولیکم اللہ کے قریب کلام علامہ حلی مین واقع ہی
کہ اسمین اجماع کو منع کیا ہی اور تعجب کی بات یہ ہی کہ اس مقام پر علامہ کے کلام مین لفظ اجماع واقع بھی نہین ہی جیسا کہ
علامہ نے فرمایا ہی اسکی نقل کے بعد نقل الجمہور انہا نزلت فی فضل علی لیس اسکے بعد فضل ابن روزبہان نے کہا ہی اما ما ذکر
من اجماع المفسرین فہو باطل فان للمفسرین لم یجمعوا علی ہذا اور جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ نے اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ للمصنف لم
یدع اجماع المفسرین بل قال نقل الجمہور والمراد اکثرہم اور جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ عامہ و
خاصہ نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ یہ آیت آنحضرت کی شان مین نازل ہوا ہی حتی کہ جامع الاصول مین نسائی سے روایت
کی ہی وہ روایت آئندہ انشاء اللہ مین نقل کرونگا اور بعضے علما نے مثل قاضی شیرازی باتفاق ارباب تواریخ و سیر اور
اجماع مفسرین موثوق القول تعبیر کیا ہی اور اسکے ساتھ ایسے مخالف کا پایا جانا کہ جو موثق نہو قدح نہین کرتا اور شاہ صاحب نے
جو عکرمہ اور ابی بکر نقاش کے قول کی حکایت کی ہی وہ موثق نہین ہین اور جس عالم نے کہ مثل مولنا احمد اردبیلی کے اجماع
مفسرین کا دعوی بقول مطلق کیا ہی مراد انکی بھی یا اجماع انکا ہی جو موثق ہین جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کیونکہ مطلق کا
حمل مقید پر ہوتا ہی یا انکی مراد اجماع سے اجماع مفسرین کا روایت کرنے مین اس خبر کے ہی شان نزول مین اور
انکا نقل کرنا اور اس روایت پر اعتماد کرنا اور اسکی تاویل پر متوجہ ہونا ہی اور یہ کہ کوئی شخص ان مین اس خبر کو رد نہین کرتا
مگر یہ کہ جو شاک و مرتاب ہی اور متعصب ہی اور فضائل علی ابن ابیطالب کا منکر ہی کیونکہ تفسیر کشاف مین روایت کے
ذکر کرنے کے بعد مفسر معلوم نے کہا ہی کہ کانہ کان مرجانی خنصرہ فلم یتکلف لخلعہ کثیر عمل یفسد لصلوتہ اور یہ بھی کہا ہی یہی کتاب مین کہ
فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ لفظ جماعۃ قلت جئ بہ علی لفظ الجمع ان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل

حد لقینا الواشی ثوابه یا اس سے مراد یہ ہی کہ اتفاق ہی انکا آیت کے نازل ہونے مین علی ابن ابیطالب کی شان مین
خواہ یہ منفرد اہو یا مع غیرہ ہو جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہی کہ وکونه مادلا فی حقه لاینافی شموله لغیره ایضا ممن یجوز
اتصافه بما ذکر اور صواعق مین شیخ ابن حجر نے بھی کہا ہی کہ وزعمهم الاجماع علی ارادة علی دون ابی بکر کذب قبیح لان ابابکر داخل
فی جملة الذین امنوا ونزولها فی حق علی لاینافی شمولها لغیره ممن یجوز اتصافهم بما ذکر اور علماء اہلسنت کے مفسرین تا طبقہ سبکے قائل ہین
کہ خاص علی ابن ابیطالب اس آیت سے مراد ہین کیونکہ کسی نے امامیہ سے اسکا دعویٰ نہین کیا ہی بلکہ جناب سید سند نے
خلاف کی تصریح کتاب شافی مین فرمائی ہی اور یہ انکا قول ہی ثم ان الامة مجتمعة مع اختلافها علی توجهها الی علی فقهم من
قال المختص بها وقال ان المراد بها جمیع المومنین الذین هو احدهم اور خود مولنا احمد اردبیلی نے بسبب اختلاف
مفسرین کے اسی طرح تصریح کی ہی پس مراد انکی اجماع سے نہوگی مگر ایک دو وجہون سے جو مذکور ہوئین ورنہ کس طرح
ایسا دعوی کوئی صاحب عقل کر سکتا ہی حالانکہ سب تفسیرون مین جو مشہور و موجود تفسیرین حضرات اہلسنت کی ہین
انمین دو قول جو مشہور ہین وہ مذکور ہین پہلے یہ کہ عامہ مومنین آیت سے مراد ہون اور یہ ایسا قول ہی کہ جسکی تفسیر
انکے اکثر نے کی ہی دوسرے یہ کہ شخص معین یعنی جناب امیر المومنین علیہ السلام مراد ہون اور وہ وہ قول ہی جسے انہون نے
مرجوح شمار کیا ہی باوجود اسکے کہ بسبب استدلال کے جو روایت متفق علیہا بین الفریقین سے کیا جاتا ہی وہی قول
اقوی الاقوال ہی اور بعضی تفسیرون مین انکی اور بھی اقوال شاذہ مذکور ہین اسی لیے کہا ہی کہ اس آیت مین چار قول ہین
جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے انکی تصریح کی ہی اور انشاء اللہ مذکور ہوگا پس عمدہ اس جگہ تحقیق حال کی بسبب ان روایات کے ہی
کہ جو اس جگہ وارد ہوئی ہین اور اس صورت مین جو قدح شاہ صاحب نے اجماع مین کیا ہی کہ ہم اتفاق مفسرین کے
دعوے کو تسلیم نہین کرتے کہ نقاش نے اپنی تفسیر مین حکایت اُسکے مخالف نقل کی ہی اور عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہی
کہ آیت شان ابی بکر مین نازل ہوئی ہی اور شان علی ابن ابیطالب مین اُسکے نزول کو کہنا افترا ہی یہ خود مقدوح ہی بچند وجہ
پہلے یہ کہ ایسے روایات شاذہ موضوعہ روایات متفق علیہا کے معارض نہین ہو سکتے کیونکہ جو روایتین ہم استدلال مین
ذکر کرتے ہین وہ امامیہ کی کتابون مین متواترات سے ہین اور کتب معتبرہ اہلسنت مین بھی بہت سی سندون سے کہ وہ بھی معتبر
اور زیادہ تواتر کے قریب ماثور ہین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ سائل کا قصہ اور انگوٹھی کا حال رکوع مین دینا فقط
ثعلبی کا قول ہی کہ وہ اسمین متفرد ہی یہ دعویٰ بے فروغ ہی کیونکہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین چند سندون سے اس
حدیث کو روایت کیا ہی ومنها ما روی عطاء عن ابن عباس انها نزلت فی علی ابن ابیطالب یعنی بعض انسے وہ ہی کہ عطا نے
ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی اور جناب غفران مآب نے شافعی بن مغازلی
کی طریق سے روایت کی ہی فمنها عن عبد الله بن عباس قال مر سائل بالنبی و فی یده خاتم قال من اعطاک هذا الخاتم قال ذاک الراکع
وکان علی یصلی فقال الحمد لله الذی جعلها فیّ و فی اهل بیتی وسیاتی من تفسیر الدر المنثور مثله اور پوشیدہ نہ رہے کہ ابن عباس

وہی ابن عباس ہیں کہ جنکی شان میں امام اہلسنت ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے کتاب زین الفتی میں کہا ہے کہ
مجالس حبر الذی بحر العلم موجہا و شمسہا و بدر بہا یعنی ابن عباس وہی وہ شخص ہے کہ جو اہلبیت محمد کا دریا ہے اور بیت
کا کامل اور آفتاب اور ماہتاب ہے اور بھی فخر رازی امام اہلسنت نے عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ کہا انہے کہ
جب یہ آیہ پیغمبر خدا پر نازل ہوا تو دیکھا میں نے علی کو کہ اپنی انگوٹھی ایک محتاج پر حالت رکوع میں تصدق کر چکے
پس میں انکی ولایت کا اعتراف کرتا ہوں اور اس روایت کی نقل میں کچھ مفسر تفسیر کبیر ہی منفرد نہیں ہیں بلکہ یہ روایت
صحاح اہلسنت میں بھی موجود ہے اور اسی راوی سے ابن اثیر نے بہت مفصل کتاب جامع الاصول میں حرف نون
کتاب الفضائل کے فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں روایت کیا ہے اور اصل روایت صحاح کی یہ ہے کہ قال اتیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و رہط من قومی فقلنا ان قومنا حادونا لما صدقنا اللہ و رسولہ و اقسموا ان لا یکلمونا فانزل
اللہ تعالی انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا ثم اذن بلال لصلوۃ الظہر فقام الناس یصلون فمن بین ساجد و راکع اذا سائل
یسئل فاعطاہ علی خاتمہ وھو راکع فاخبر السائل رسول اللہ فقرء علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا
الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ہم راکعون ومن یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون اور جناب غفران مآب نے
عماد الاسلام میں کتاب جمع بین الصحاح الستہ کے جزو ثالث سے آخر ثلث سے اسکے جو تفسیر سورہ مائدہ میں ہے صحیح نسائی سے
فی قولہ تعالی انما ولیکم اللہ الخ ابن سلام سے اسی روایت کو بعینہ نقل کیا ہے اور جناب اخوند صاحب نے جامع الاصول سے
صحیح نسائی سے عبد اللہ بن سلام سے اس روایت کا ترجمہ اسطرح ذکر کیا ہے کہ کہا انہوں نے کہ آیا میں خدمت میں پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اور کہا میں نے کہ چونکہ میں نے تصدیق خدا و رسول کی کی ہے اسلیے میری قوم مجھسے کنارہ کش
ہوئی ہے اور دشمنی کرتے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ مجھسے بات نہ کرینگے پس حق تعالی نے اس آیت کو نازل فرمایا اس میں
وقت نماز ظہر کے باعث سے بلال نے اذان کہی اور سب حاضرین مشغول نماز پڑھنے میں ہوئے پس بعضے سجدے میں تھے
اور بعضے رکوع میں تھے ناگاہ ایک سائل نے سوال کیا پس علی علیہ السلام نے رکوع میں اپنی انگوٹھی اسے دی اور
سائل نے پیغمبر خدا کو خبر دی کہ علی نے انگوٹھی رکوع میں مجھے دی پس حضرت رسول نے یہ آیہ ساتھ دوسرے آیہ کے
جو اسکے بعد ہے ہمیں پڑھا پھر مفسر تفسیر کبیر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حیث قال روی عن ابی ذر انہ قال
صلیت مع رسول اللہ یوما صلوۃ الظہر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء و قال اللہم اشہد انی سألت فی مسجد الرسول
فما اعطانی احد شیئا و علی رضی اللہ عنہ کان راکعا فاومی بخنصرہ الیمنی وکان یتختم فیہا فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم فرای النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
فقال اللہم ان اخی موسی سألک فقال رب اشرح لی صدری الی قولہ واشرکہ فی امری فانزلت قرآنا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل
لکما سلطانا اللہم وانا محمد نبیک و صفیک فاشرح لی صدری و یسر لی امری واجعل لی وزیرا من اہلی علیا اشدد بہ ظہری قال ابوذر فواللہ
ما اتم الرسول ہذہ الکلمۃ حتی نزل جبرئیل فقال یا محمد اقرأ انما ولیکم اللہ و رسولہ الی آخرہا اور اسکے بعد مفسر مذکور نے کہا ہے

کہ یہ بحث اسکا ہی جو متعلق روایات سے ہیں اس سلسلہ میں اور خدا بہتر جاننے والا ہی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی
اور عتبہ بن حکم اور غالب بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا ہی کہ انما عنی بقولہ سبحانہ وتعالی والذین امنوا
الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وهم راکعون علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ لانہ اعطی السائل خاتمہ وهو راکع فی المسجد یعنی نہین
مراد فرمایا اس ایت سے خدا نے مگر علی ابن ابیطالب کو کہ جب سائل انکے پاس سوال کرتا ہوا پہونچا اور اسوقت وہ
حضرت مسجد مین بحال رکوع تھے پس اس سائل کو انگوٹھی آپنے عطا فرمائی بعد اسکے پھر مفسر مذکور نے کہا ہی
اخبرنا ابو الحسن محمد بن القاسم الفقیہ انبانا عبد اللہ بن احمد الشعرانی انباء ابو علی احمد بن علی بن رزین انبانا المظفر بن الحسن الانصاری
انباء السدی بن علی الوراق انبانا یحیی بن عبد الحمید الحمانی عن قیس بن الربیع عن الاعمش عن عبایہ بن ربعی قال بینا عبد اللہ بن عباس
جالس علی شفیر زمزم یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل رجل متعمم بعمامۃ فجعل ابن عباس لا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم الا قال الرجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن عباس سالتک باللہ من انت قال فکشف العمامۃ عن وجهہ وقال یا ایها
الناس من عرفنی ومن لم یعرفنی فانا جندب بن جنادہ البدری ابو ذر الغفاری سمعت النبی بهاتین والا فصمتا ورایتہ بهاتین والا فعمیتا یقول
علی قائد البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ اما انی صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما من الایام
صلوۃ الظهر فسئل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللهم اشهد انی سالت فی مسجد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطنی احد شیئا وکان علی راکعا فاومی بخنصرہ الیمنی وکان یتختم فیها فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم من خنصرہ
وذلک بعین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما فرغ النبی من صلوتہ رفع راسہ الی السماء فقال اللهم ان اخی موسی سالک فقال رب اشرح لی صدری
ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقهوا قولی واجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرانا ناطقا سنشد
عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما اللهم وانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل
لی وزیرا من اهلی علیا اشدد بہ ظهری قال ابو ذر فواللہ ما استتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الکلمۃ حتی نزل جبرئیل
فقال یا محمد اقرا قال وما اقرا قال اقرا انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وهم راکعون
اور واضح ہو کہ یہ ابو ذر وہی ابو ذر ہین کہ جنکے لیے جامع الاصول مین انس سے کہ انھون نے جناب رسول مقبول سے
روایت کی ہی کہ فرمایا وما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء اصدق لهجۃ من ابی ذر یشبہ عیسی فی ورعہ قال عمر افنعرف ذلک
یا رسول اللہ قال نعم فاعرفوا اخرجہ الترمذی یعنی نہ اسمان نے کسی پر سایہ ڈالا ہی نہ زمین نے کسی کو اٹھایا ہی جو ابوذر سے
زیادہ راست گفتار ہو وہ اپنی پرہیزگاری و ورع مین مشابہ ہین عیسی علیہ السلام سے کہا عمر ابن الخطاب نے کہ
آیا آپ اس حال کو انکے لیے جانتے ہین فرمایا کہ ہان پس چاہیے کہ تم بھی پہچانو روایت کیا ہوا ہے ترمذی نے
بالجملہ جو روایت بنقل ثعلبی منسوب طرف جناب ابی ذر کے منقول ہوئی اسکا ملخص جناب آخوند صاحب نے بعبارت
فارسی حق الیقین مین جو لکھا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین روایت کی ہی کہ ایک روز ابن عباس چاہ زمزم کے

کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور حدیث نقل کرتے تھے ناگاہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حاضر ہوے اور کہا کہ یا ایہا الناس مین ہون
ابا ذر غفاری سنا ہی مین نے رسول خدا سے ان دونون کانون سے اپنے والا انکا سننا جاتا رہے اور دیکھا ہی ان دونون انکھون سے
اپنی والا انکی بینائی نہ رہے کہ علی نیکوکارون کے پیشوا ہین اور کافرون کے مارنے والے ہین جو انکی مددگاری کرے وہ خدا
کی طرف سے منصور ہی اور جو انکی مدد نہ کرے وہ خدا کی طرف سے مخذول ہی بدرستیکہ ایک سائل نے ہاتھ آسمان کی طرف
بلند کیے اور کہا کہ خداوندا گواہ رہنا کہ مین نے سوال کیا مسجد رسول خدا مین اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا اور اسوقت علی علیہ السلام
حالت رکوع مین تھے پھر اشارہ کیا سائل کو چھوٹی انگلی سے سیدھے ہاتھ کی کہ ہمیشہ اسمین انگوٹھی رکھتے تھے وہ سائل
آیا اور انگوٹھی کو آنحضرت کی انگلی سے لیا اور پیغمبر خدا بھی نماز مین تھے اور آنحضرت نے بھی اس امر کا مشاہدہ فرمایا جب نماز سے
فارغ ہوے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھسے سوال کیا اور کہا کہ پروردگار
میرے سینہ کو کھول اور میرے کام کو مجھپر آسان کر اور جو گرہ کہ میری زبان مین ہی اسے کھول کہ سب میرے کلام کو سمجھین اور
ایک وزیر میرے لیے مقرر فرما میرے اہل و یگانون سے کہ وہ ہارون ہی اور اسکے باعث سے میرے بازو کو قوی و محکم کر اور
اسے میرے کام مین شریک کر پس تو نے انکی دعا کو قبول فرمایا اور انسے خطاب فرمایا کہ بہت قریب تیرے بازو کو قوی کرونگا
مین تیرے بھائی سے اور تم دونون کے واسطے سلطنت و ہتیلا دونگا خداوندا مین ہون پیغمبر تیرا اور برگزیدہ تیرا خداوندا پس
کھول میرے لیے سینہ میرا اور آسان کر میرے لیے میرے کام کو اور مقرر فرما میرے لیے ایک وزیر میرے اہل سے کہ وہ
علی ہی اور مضبوط و محکم کر اس سے میری پشت کو ابوذر کہتے ہین کہ ابھی کلام حضرت کا تمام نہین ہوا تھا کہ جبرئیل نازل ہوے
خدا کی طرف سے اور کہا کہ اے محمد پڑھو پھر اس آیت کو آنحضرت پر پڑھا اور تفسیر زاہدی مین مسطور ہی وقال مجاهد نزلت الآية في
علي تصدق بخاتم فضة وهو راكع وقال ابن عباس وقال ان بلالا اذن لصلوة الظهر فخرج النبي والناس يصلون فاذا مسكين يطوف يسأل
الناس فدعا النبي فقال هل اعطاك احد شيئا فقال نعم قال ماذا قال خاتم فضة قال من اعطاك قال ذاك الرجل القائم فنظر اليه النبي فاذا هو علي فقال على اي حال اعطاك
فقال اعطاني وهو راكع فنزلت الآية یعنی مجاہد نے کہا ہی کہ نزول اس آیت کا حق علی ابن ابیطالب مین ہوا ہی کہ تصدق کیا آنحضرت نے
چاندی کی انگوٹھی کو درحالیکہ رکوع مین مشغول تھے اور کہا ہی کہ ہس سے ابن عباس نے کہ بدرستیکہ بلال نے اذان کہی نماز
ظہر کے لیے پس پیغمبر خدا باہر تشریف لاے اور سب حاضرین مسجد نماز کر رہے تھے کہ ناگہان ایک مسکین آیا کہ سب سے سوال کرتا تھا
پس اسے رسول خدا نے طلب فرمایا اور پوچھا کہ آیا کسی نے تجھے کچھ دیا سائل نے عرض کی کہ دیا ہی فرمایا کیا چیز دی اسنے کہا
چاندی کی انگوٹھی فرمایا کس نے دیا اسنے عرض کیا کہ یہ شخص جو کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہی پس پیغمبر خدا نے انکی طرف دیکھا تو جانا
کہ علی ابن ابیطالب ہین پھر فرمایا کہ انگوٹھی تجھے کس حال مین دی اسنے عرض کیا کہ اس حال مین دی کہ
رکوع مین تھے پس یہ آیہ نازل ہوا اور بعد اسکے امام زاہد نے کہا ہی کہ یہ آیہ دلالت اس امر پر کرتا ہی کہ صدقات
مندوبہ کو بھی زکوٰۃ کہ سکتے ہین اور فاضل سیوطی نے اپنی تفسیر مین جو مشہور باسم درمنثور ہی اسطرح کہا ہی

قوله تعالى انما وليكم الله ورسوله الآية اخرج الخطيب في المتفق والمفترق عن ابن عباس تصدق علي بخاتمه وهو راكع فقال
النبي صلى الله عليه وآله وسلم من اعطاك هذا الخاتم قال ذاك الراكع فانزل الله فيه انما وليكم الله ورسوله الآية واخرج عبد الرزاق وعبد
بن حميد وابن جرير وابو الشيخ وابن مردويه عن ابن عباس في قوله انما وليكم الله ورسوله الآية قال نزلت في علي بن ابي طالب واخرج الطبراني في الاوسط
وابن مردويه عن عمار بن ياسر قال وقف بعلي سائل وهو راكع في صلاة تطوع فنزع خاتمه فاعطاه السائل فاتى رسول الله فاعلمه ذلك فنزلت على النبي هذه
الآية انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون فقرأها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على اصحابه ثم قال من كنت مولاه
فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه واخرج ابو الشيخ وابن مردويه عن علي بن ابي طالب قال نزلت هذه الآية على رسول الله صلى الله عليه وسلم
في بيته انما وليكم الله ورسوله الى آخر الآية فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخل المسجد وجاء الناس يصلون بين راكع وساجد وقائم يصلي فاذا سائل فقال يا
سائل هل اعطاك احد شيئا قال لا الا ذاك الراكع لعلي بن ابي طالب اعطاني خاتمه واخرج ابن ابي حاتم وابو الشيخ وابن عساكر عن سلمة بن كهيل قال تصدق علي بخاتمه
وهو راكع فنزلت انما وليكم الله ورسوله الآية واخرج ابن جرير عن مجاهد في قوله انما وليكم الله ورسوله الآية نزلت في علي بن ابي طالب تصدق وهو راكع واخرج
ابن جرير عن السدي وعتبة بن حكيم مثله واخرج ابن مردويه من طريق الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس قال اتى عبد الله بن سلام ورهط معه من اهل الكتاب
نبي الله صلى الله عليه وسلم عند الظهر فقالوا يا رسول الله ان بيوتنا قاصية لا نجد احدا يجالسنا ويخالطنا دون هذا المسجد وان
قومنا لما رأونا قد صدقنا الله ورسوله وتركنا دينهم اظهروا العداوة واقسموا ان لا يخالطونا ولا يواكلونا فشق ذلك علينا فبيناهم يشكون ذلك الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ نزلت هذه الآية على رسول الله صلى الله عليه وسلم انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة
وهم راكعون ونودي بالصلوة صلوة الظهر وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المسجد والناس يصلون بين راكع وساجد وقائم وقاعد واذا مسكين يسأل فدخل
رسول الله فقال هل اعطاك احد شيئا قال نعم قال من قال ذاك الرجل القائم قال على اي حال اعطاك قال وهو راكع قال وذلك علي بن ابي طالب فكبر رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم عند ذلك وهو يقول ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا فان حزب الله هم الغالبون واخرج الطبراني وابن مردويه وابو نعيم في المعرفة
عن ابي رافع قال دخلت على رسول الله صلعم وهو نائم يوحى اليه فاذا حية في جانب البيت فكرهت ان ابيت عليها فاوقظ صلى الله عليه وسلم و
خفت ان يكون يوحى اليه فاضطجعت بين الحية وبين النبي صلى الله عليه وسلم لئن كان منها سوء كان لي دونه فمكثت ساعة فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم
وهو يقول انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون الحمد لله الذي اتم لعلي نعمه وهيأ له الفضل الذي آتاه واخرج
ابن مردويه عن ابن عباس قال كان علي بن ابي طالب قائما يصلي فمر سائل وهو راكع فاعطاه خاتمه فنزلت هذه الآية انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا

اور سید ہاشم بن سلیمان بحرانی مرحوم نے کتاب غایت المرام کے اٹھارھوین باب مین اس حدیث کے مضمون کو موافق طریق
اہلسنت چوبیس طریقون سے روایت کیا ہے ایک ثعلبی سے اور ایک روایت جمع بین الصحاح الستہ سے اور پانچ طریق سے
ابن مغازلی شافعی سے اور صحیح نسائی سے ایک اور صدر الائمہ حضرات اہلسنت خطیب خوارزم سے تین سند سے اور فاضل
حموینی سے پانچ طریق سے اور حافظ ابونعیم سے آٹھ طریق سے کہ منجملہ اسکے یہ ہے الحافظ ابو نعیم یرفعہ الی موسی بن عبید ابن ابی رافع عن
ابیہ عن جدہ قال دخلت علی رسول اللہ وهو نائم اذ یوحی الیه اذا حیة فی جنب البیت فکرهت ان اقتلها واوقظه فاضطجعت بینه وبین الحیة

وَاِنْ یّکاد فی حوزہ فاستیقظ وهو یتلو هذه الآية انما وليكم الله ورسوله قال الحمد لله فاتى الى جانبه فقال ما اضطجعت ههنا فقلت
لمكان هذه الحية فقال قم اليها فاقتلها فقتلتها ثم اخذ بيدي فقال يا ابا رافع سيكون بعدي قوم يقاتلون عليا حق على الله جهادهم
فمن لم يستطع جهادهم بيده فبلسانه فمن لم يستطع بلسانه فبقلبه ليس وراء ذلك شيء یعنی حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے ابو رافع سے کہ کہا اُنہوں نے کہ مین
خدمت مین رسول خدا کی حاضر ہوا وہ حضرت آرام فرماتے تھے ناگاہ اُسی حال مین وحی آنحضرت پر نازل ہوئی اور دیکھا
مین نے کہ اُس مکان مین ایک طرف کو ایک سانپ ہے پس مین نے مکروہ جانا کہ اُسے مارون اور مار کر اُسے حضرت کو
بیدار کرون پس اُسوقت مین آنحضرت کے اور اُس سانپ کے بیچ مین لیٹ گیا تاکہ جو گزند آئی ہو وہ مجھے پہونچے پیغمبر خدا کو
نہ پہونچے کہ اس اثنا مین وہ حضرت بیدار ہوئے اور اس آیت کو پڑھتے ہوئے اُٹھے اور بعد اسکے فرمایا کہ الحمد للہ پھر میری طرف
تشریف لائے اور فرمایا کہ یہان کیون لیٹا ہے مین نے عرض کیا کہ اس سانپ کے باعث سے فرمایا کہ تم اور مار ڈالو اُسے
پس مین نے اُسے مارا بعد اسکے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے ابو رافع قریب ہے کہ بعد میرے ایک قوم ایسی ہوگی جو علی سے
لڑینگی اور اُس قوم پر جہاد خدا کی طرف سے واجب ہے پس جو شخص کہ اُنسے جہاد ہاتھ سے نہ کر سکے اُسے چاہیے کہ زبان سے کرے
اور جو زبان سے بھی نہ کر سکے اُسے چاہیے کہ اپنے دل سے کرے اسکے سوا کچھ نہین ہے اور بعض اُس سے یہ ہے الحافظ ابونعیم
عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ یتوضا للصلوۃ فنزلت علیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیۃ فتوجہ النبی
وخرج الی المسجد فاستقبل سائلا فقال من کسانی المسجد فقال جاء فتصدق علی بخاتمہ وهو راکع فدخل النبی فاذا هو علی یعنی حافظ ابونعیم نے
ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا اُنہون نے کہ پیغمبر خدا نماز کے لیے وضو فرماتے تھے پس نازل ہوا یہ آیۃ انما ولیکم اللہ
ورسولہ الآیۃ پس حضرت متوجہ ہوئے اور مسجد کی طرف برآمد ہوئے پس سائل سامنے سے آتا تھا اُس سے پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ مسجد مین کسے چھوڑ آئے اُسنے کہا کہ ایک شخص کو جسنے مجھے یہ انگوٹھی اپنی تصدق فرمائی حالت رکوع مین یہ سنکر جب
حضرت داخل مسجد ہوئے تو دیکھا کہ وہ علی ابن ابیطالب ہین اسی لیے جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہے
کہ سیوطی نے بہت سی سندون سے اور فخر رازی نے دو سندون سے اور زمخشری اور بیضاوی اور نیشاپوری اور ابن
تبع نے اور واحدی اور سمعانی اور بیہقی و نطنزی اور صاحب مشکوۃ اور مولف مصابیح اور سائر مفسرین و محدثین
خاصہ وعامہ نے سدی اور مجاہد اور حسن بصری اور اعمش اور عتبہ بن ابی حکیم اور غالب بن عبداللہ اور قیس بن ربیعہ اور
عبایہ بن ربعی اور ابن عباس اور ابی ذر اور جابر اور غیر اُنکے دیگر صحابیون سے روایت کی ہے اور حسان وغیرہ شعرائے
نظم بھی کیا ہے سید ہاشم بحرانی علیہ الرحمہ نے روایت اخطب خوارزم مین لکھا ہے کہ حسان بن ثابت نے بعد اس آیت کے
نازل ہونے کے قصیدہ کہا ہے کہ بعض اشعار اُسکے یہ ہین ابالحسن تفدیک نفسی ومہجتی وکل بطی فی الہدی ومسارع فانت الذی
اعطیت اذ کنت راکعا فدتک نفوس القوم یا خیر راکع فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ وبینها فی محکمات الشرائع اور معنی اُسکے یہ ہین کہ اے ابو الحسن
قربان ہو تجھپر سے جان میری اور جو ہدایت مین تیز اور آہستہ چلنے والا ہے پس تو وہ ہے کہ جسنے حالت رکوع مین عطا فرمایا

maablib.org

ہوا ہون مجھ سے تمام قوم کی جماعت میں امیر مومنین رکوع کرنے والے پس بھیجا تیری شان مین خدا نے بتصریح الآیة
یعنی امامت کو اور معین ظاہر فرمایا اُسے قرآن مین جو مشتمل ہی اور احکام محکم مین و لمتحدس کا اور ایک روایت مین جو حافظ
ابونعیم سے نقل کی ہو آئی ہو کہ اس روز بعض شعرا نے حسان کے سوا اور بھی اس مضمون کو نظم کیا ہو چنانچہ بعض ان شعرا کے
یہ ہین وفی الصلٰوۃ مع الزکوٰۃ اقامہا واللہ یرحم عبدہ الصبار من بعد ما تصدق بالخاتم وفی فضلہ اور ان سے بخوبی
لائح ہوتا ہی کہ نزول اس آیہ کا شان مین اُن جناب کے عہد جناب رسالتمآب مین اس مرتبہ کو مشہور ہوا تھا کہ جب
شعرا نے بھی جو معاصر تھے نظم کیا تھا اور مفسرین اور محدثین نے بھی فریقین کے اُسے بہت کثرت سے روایت کیا اور
جو کچھ کہ یہان لکھا گیا اس سے یہ واضح ہوتا ہی کہ شیعون کی غرض یہ ہو کہ محدثین و مفسرین کا اتفاق اس روایت پر ہی
کہ یہ آیہ خاص امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی نہ یہ کہ سب حضرات اہلسنت اسکے قائل ہین کہ
موافق روایت کے اس آیہ سے وہی حضرت مراد ہین کیونکہ اکثر انحضرات سے مخالف اُن روایات کے جو صحاح اور
دیگر کتب معتبرہ مین اُنکی وارد ہوئی ہین قائل اس امر کے ہوے ہین کہ یہ آیہ شان مین جماعہ مومنین کے نازل ہوا ہی
جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ اس آیہ مین دو قول ہین پہلے یہ کہ مراد عامہ مومنین ہون اور اسکے بنا بر رکوع
سے خضوع جملہ اوامر و نواہی الٰہی کے لیے مراد ہونگے اور فاضل زمخشری نے کشاف مین کہا ہی وھم راکعون الواو فیہ للحال
ای یعملون ذلک فی حال الرکوع وھو الخشوع والاخبات والتواضع للہ اذا صلوا و اذا زکوا و قیل ھو حال من یؤتون الزکوٰۃ بمعنی یؤتونھا
فی حال رکوعھم فی الصلٰوۃ وانھا نزلت فی علی حین سالہ السائل وھو راکع فی صلوتہ فطرح لہ خاتمہ کانہ کان مرجا فی خنصرہ فلم
یتکلف لخلعہ کثیر عمل تفسد بمثلہ صلوتہ فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ لفظ جماعۃ قلت جئ بہ علی لفظ الجمع
وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ فینالوا مثل ثوابہ ولینبہ علی ان سجیۃ المومنین یجب ان یکون علی ہذہ الغایۃ من الحرص علی البر والاحسان
وتفقد الفقراء حتی ان لزمھم امر لا یقبل التاخیر وھم فی الصلٰوۃ لم یوخروہ الی الفراغ منھا پھر فخر رازی نے کہا ہی کہ دوسرا قول یہ ہی کہ مورد آیہ کا
شخص خاص ہوا اور جو اسکے قائل ہین انھون نے بھی اختلاف کیا ہو پہلا قول وہ ہی کہ عکرمہ نے روایت کی ہی کہ
یہ آیت شان ابی بکر مین نازل ہوئی ہی اور دوسرا وہ ہی کہ علی کی شان مین نازل ہوا ہی اور اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہی
کہ مفسر تفسیر کبیر اور مفسر کشاف نے قول اول کو جو روایت مین ہی کہ عامہ مومنین کے حق مین نازل ہوا اور اقوال پر مقدم
کیا ہو اور شیخ ابن حجر نے بھی انہین دونون صاحبون کی پیروی کی ہی جیسا کہ صواعق مین لکھا ہی ولکن [illegible]
فی علی فقد قال الحسن [illegible] بجملتھا واما تصدقہ بخاتمہ [illegible] الباقر علیہ السلام قال فی جواب من سأل ھل نزلت الآیۃ فی علی
انتہی کلامہ اور شاہ صاحب نے بھی اسی سے استدلال کیا ہی لیکن جواب مین شیخ ابن حجر کے جو فاضل شیرازی نے
لکھا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ پہلے نسبت اس قول کی حسن کی طرف ثابت نہین ہوتی اور دوسرے بر تقدیر تسلیم اجماع
مفسرین اور کثرت روایات محدثین کے مقابل مین ایک شخص کا قول کیا اعتبار کر سکتا ہی تیسرے یہ کہ حسن کی طرف

نسبت اِس روایت کی ہی اُسکا حال بہ نسبت جناب علی ابن ابیطالبؑ کے مختلف فیہ ہی اسلیے کہ ایک جماعت اُسے
دشمنانِ امیر المومنین علی علیہ السلام سے جانتے ہین بوسیلہ اُن چند کلمات ناشائستہ کے کہ جو اُس سے مشہور ہین اور
کتب مین مسطور ہین ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی کہ وہ اُن اشخاص سے ہی جو علی علیہ السلام کے دشمن تھے
اور آنحضرت کی مذمت کرتے تھے اور اُسنے حماد بن سلمہ سے روایت کی ہی کہ حسن بصری نے کہا کہ اگر علی مدینہ مین
سوکھی روٹی کھاتے تو اُنکے لیے بہتر تھا اُس سے جسکے وہ مرتکب ہوے اور کہا ہی اُسنے کہ روایت کی ہی حسن سے کہ وہ
منجملہ اُن اشخاص کے تھا کہ جنھون نے ہمراہی علیؑ کی جہاد مین اختیار نہ کی پھر اُسنے کہا ہی کہ مروی ہی کہ حسن وضو کرتا تھا
اور وسواس کے باعث سے وضو مین پانی زیادہ گراتا تھا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے بہ نسبت اِس
اسراف کے اُسے سرزنش فرمائی حسن نے کہا کہ وہ خون مسلمانون کے جو امیر مومنان نے گراے اُس سے زیادہ
تھے یہ سنکر اُن جناب نے فرمایا کہ تجھے میرا فعل ناگوار اور برا معلوم ہوا اُسنے کہا ہان پھر حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ تو آزردہ
و دلگیر رہیگا اور بسبب اِس دعاے جناب امیر علیہ السلام کے حسن ہمیشہ مغموم و گرفتہ خاطر رہا اور پھر اسکے بعد ابن ابی الحدید نے
کہا ہی اور لیکن ہمارے اصحاب یعنی ایک جماعت معتزلہ سے پس وہ کہتے ہین کہ حسن دوستون سے علی ابن ابیطالبؑ کے تھا
اور وہ حسن کے حال کو بہ روایت واقدی اور ابان بن عیاش نقل کرتے ہین کہ اُسنے کہا کہ مین نے حسن سے پوچھا کہ اُس
اعتقاد کے ساتھ جو کچھ تجھسے کہتے ہین کہ تو نے علی ابن ابیطالبؑ کے بارے مین کہا ہی وہ کیا ہی حسن نے کہا کہ ای بھائی اپنے
خون کو بچا اِن ستمگارون سے اگر ایسا نہ کرون تو مجھے دار پر کھینچ دین یہان تک مضمون ابن ابی الحدید تھا اب اسکے بعد
لائق غور ہی کہ کلام حسن بصری کا محل اعتماد مین نہین ہو سکتا کیونکہ یہ مخالف مشہور رہا اُسنے عداوت سے کہا ہو یا تقیہ مین
دونون طرح اُس سے احتجاج زیبا نہین اور جو روایت کہ شیخ ابن حجر اور شاہ صاحب نے بہ روایت مجبر و حلین حضرت ابی جعفر
محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے روایت کی ہی اُسکا حال بھی انشاء اللہ واضح ہو گا لیکن قبل اُسکے کچھ تھوڑا سا حال مخترعات
کا بیان کرنا ضروری ہی تاکہ سب پر حقیقت امر ظاہر ہو اور اُنکی کیفیت عناد و تعصب کی بہ نسبت اہلبیت علیہم السلام کے
واضح ہو بہ نظر انصاف اِس فرقہ منکرین فضائل اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے افعال کو دیکھنا چاہیے کہ روایات
متفق علیہا کو جنھین خود بہت سی سندون سے روایت کرتے ہین اپنے پیٹ کے پیچھے ڈالکر محض انکار فضیلت علی ابن
ابیطالب علیہ السلام کے لیے کبھی جماعہ مومنین کو آیت کا مورد قرار دیتے ہین کبھی کہتے ہین کہ خاص ابوبکر کی شان مین
یہ آیہ نازل ہوا ہی اور اقوال شاذہ منکرہ کو مثل قول ابی بکر نقاش اور عکرمہ جو رئیس نصاب ہی اپنی سند مین ذکر کرتے ہین
حالانکہ جب اخبار فضیلت اہلبیت علیہم السلام کو بعض شیعون کی روایت سے سُنتے ہین تو اُنکی تکذیب پر مبادرت
کرتے ہین جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ سنامی نے جو علماے حضرات اہلسنت سے ہی امارات وضع اخبار مین ذکر کیا ہی
منہا کون الراوی رافضیا و الحدیث فی فضائل اہل البیت اعنی فی ذم محاربیہم اور خود اخبار اہلسنت کو جو عموماً صحابہ کے فضائل مین ہی

باخاص ابی بکر کے فضائل مین ہو اگرچہ اسکی نقل مین بعض اہلسنت متفرد ہو اپنا معتمد علیہ جانتے ہین اور اس سے
استدلال کرتے ہین حالانکہ اگر شیعہ کو بسبب محبت اہلبیت علیہم السلام کے نقل فضائل مین متہم بکذب جانتے ہین
تو اہلسنت بھی خصوصا جو انمین سے ناصبی و خوارج ہین وہ بطریق اولی نقل فضائل اصحاب ثلثہ مین بسبب انکی محبت کے
متہم بوضع ہونگے کیونکہ انکے یہان اولا باسباب رہبتہ و رغبتہ ریاست خلفاے جور کے لیے یہ امور ہو بھی چکے ہین
دوسرے انکے ائمہ اربعہ سے ابو حنیفہ نے فتوی دیا ہو کہ حمایت مذہب کے لیے وضع کرنا حدیث کا جائز ہو اور حجۃ الاسلام
امام غزالی نے بھی اسکی گواہی دی ہو حیث قال اجاز ابو حنیفۃ وضع الحدیث علی وفق مذہبہ جیسا کہ صدر مقدمہ مین اسی کتاب
امامت کے اسے لکھ چکا ہون بخلاف شیعون کے کہ نہ انکے ائمہ کرام نے نہ علما نے کسی نے اسے تجویز نہین کیا اسلیے
متہم بوضع انکا ہونا بہ نسبت شیعون کے اولی ہو کتاب کافی کلینی مین سلیم بن قیس ہلالی سے ماثور ہو کہ عرض کیا مین نے
خدمت مین جناب امیر المومنین علیہ السلام کے کہ مین نے سنا ہو سلمان و مقداد و ابی ذر سے کچھ چیزین قرآن کی تفسیر سے
اور احادیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو مغایر انکے ہین جو دست مردم مین موجود ہو اور آپ سے تصدیق
روایت سلمان کی اور انکی بظاہر مین سنتا ہون اور دیکھا مین نے کہ بہت زیادہ دست مردم مین تفسیر قرآن و اخبار سے
کہ منسوب طرف پیغمبر خدا کے ہین آپ حکم خلاف اسکے فرماتے ہین اور بہ نسبت اسکے یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ وہ سب باطل ہین
کیا آپ یہ گمان فرماتے ہین کہ دیدہ و دانستہ خلق نے پیغمبر خدا پر تہمت باندھی ہو اور قرآن کی تفسیر اپنے دل سے کی ہو یہ سنکر
جناب امیر علیہ السلام متوجہ ہوے میری طرف اور فرمایا کہ پوچھا تو نے تو اب چاہیے کہ جواب کو سمجھ دست مردم مین
حق ہو اور باطل ہو اور سچ ہو اور جھوٹ ہو اور ناسخ ہو اور منسوخ ہو اور عام ہو اور خاص ہو اور محکم ہو اور متشابہ ہو اور حفظ ہو
اور وہم ہو بتحقیق کہ جھوٹ باندھا گیا پیغمبر خدا پر آنحضرت کے عہد مین یہان تک کہ کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور اسمین
فرمایا ایہا الناس قد کثرت علی الکذابۃ فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار اور بعد اسکے پھر جھوٹ باندھا گیا آنحضرت پر بعد عہد
آنحضرت کے انما اتاک بالحدیث اربعۃ لیس لہم خامس پہلے وہ مرد ہو کہ منافق تھا ظاہر مین اسلام کو ظاہر کرتا تھا اور تصنع
چاہتا تھا کہ کچھ اپنا کام نکالے نہ جھوٹ باندھنا آنحضرت پر گناہ جانتا تھا نہ کوئی حرج اپنے لیے اسمین سمجھتا تھا پس اگر خلق
یہ جانتی کہ یہ شخص منافق اور کذاب ہو تو کوئی خبر اس سے قبول نہ کرتے اور اسکی روایت کو قبول نہ کرتے لیکن انھون نے کہا کہ یہ
مصاحب رسول ہو اور ان جناب کو دیکھا ہو اور روایات کو اسنے اپنے کان سے سنا ہو پس اس شبہہ سے فریب کھا کر
اسکے اقوال پر عمل کر گئے اور اعتماد کرنے لگے درحالیکہ اسے پہچانتے نہ تھے حالانکہ حق تعالی نے اپنے پیغمبر کو خبر دی تھی جو کچھ
کہ خبر دی تھی اور اسکا وصف فرمایا تھا ساتھ اسکے جو وصف فرمایا تھا پس فرمایا تھا خداوند عزوجل نے واذا رایتہم تعجبک
اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم ثم بقوا بعدہ فتقربوا الی ائمۃ الضلال والدعاۃ الی النار بالزور والکذب والبہتان فولوہم الاعمال وحملوہم علی رقاب الناس واکلوا
بہم الدنیا وانما الناس مع الملوک والدنیا الا من عصم اللہ فہذا احد الاربعۃ انتہی قدر الحاجۃ من کلامہ صلوات اللہ علیہ

بالجملہ یہ بات بہت واضح ہی کہ روایات سے قطع نظر کرکے عقل بھی اسکے ساتھ حکم کرتی ہی اور تجربہ بھی اسکا شاہد ہی اور کچھ
شیعہ خاص یہ بات نہین کہتے بلکہ حضرات اہلسنت بھی اسباب وضع حدیث مین شامل اسکے ذکر کرتے ہین جیسا کہ
شیخ اہلسنت رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تنزیہ الشریعہ مین اصناف وضاعین کے بیان مین لکھا ہی الصنف الخامس
اصحاب الکرامیۃ ونحوہم کالقصاص واصحاب الامراء وقصہ غیاث مع المہدی کہ خود بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہی اسپر شاہد ہی اور
بھی انہین وضاعین کے اوصاف سے اصحاب اہوا و بدع کو شمار کیا ہی حیث قال قوم وضعوہا نصرۃ لمذاہبہم وثلباً لمخالفیہم
اور جب یہ امر مقرر ہو چکا تو پھر اگر اہلسنت یا نواصب عوام اہل اسلام مین اپنی نصرت مذہب کے لیے بے اسکے کہ
کوئی سند ظاہر و واضح اور دلیل لائح ہو آیہ کریمہ کی ابی بکر کے حق مین نازل ہونے کا ادعا باسباب مذکورہ کرین تو وہ
ہرگز اس لائق نہو گا کہ اسے کوئی صاحب عقل و ذہن سنے یا اسپر کان رکھے خصوصاً جب انکے علماے نحارنے کہ اکابر
سے اس مذہب کے ہین ایسے راویون کی روایات مین بلکہ انہین راویون کی روایات مین عموماً قدح و جرح کیا ہو پھر
انکی مخصوص روایت کسطرح بمقابل روایات کثیرہ متفق علیہا کے لائق استدلال کے ہوگی اور پوشیدہ نہ رہے کہ
جو شاہ صاحب نے ان روایات کثیرہ کے معارضہ مین ابوبکر نقاش کی روایت کو ذکر کیا ہی اسکا حال یہ ہی کہ ابن
خلکان نے جو فحول علما اور محققین حضرات اہلسنت سے ہی اپنی کتاب وفیات الاعیان مین اسکے حال کے بیان مین
لکھا ہی ابوبکر محمد بن الحسن المقری المعروف بالنقاش الموصلی الاصل البغدادی المولد والمنشا کان عالماً بالقرآن فی حدیثہ مناکیر باسانید
مشہورۃ قال البرقانی کل احادیث النقاش مناکیر ولیس فی تفسیرہ حدیث صحیح وذکر فی وجہ تسمیتہ بالنقاش انہ نسبتہ الی من ینقش السقوف والحیطان
وکان ابوبکر المذکور فی مبدأ امرہ یتعاطی ہذہ الصناعۃ فعرف بہ وقال انہ توفی یوم الثلثاء ودفن یوم الاربعاء لثلث خلون من شوال سنۃ اثنین وخمسین وثلثمائۃ
انتہی مختصراً اور بعض افاضل نے تاج الدین عبد الوہاب سبکی سے جو طبقات شافعیہ سے ہی ترجمہ مین اسے ابی بکر نقاش کے
نقل کیا ہی ومن تصانیفہ کتاب شفاء الصدور فی التفسیر وفیہ موضوعات کثیرۃ ضعفہ غیر واحد انتہی مختصراً اور یہی فرمایا ہی کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے
اپنے رسالہ مین جسکا فوائد کافیہ نام ہی ذکر نقاش کے بعد لکھا ہی وقال الذہبی فی المیزان صار شیخ المقرئین فی عصرہ علی ضعف فیہ
وحدیثہ منکر وقال ابن المنیر انہ لیس بثقۃ پھر جب محققین اہلسنت اسکا یہ حال لکھین تو اسکی روایت مختلفہ کا ذکر جسے
اسنے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف نسبت دی ہی وحاشاہ عن ذلک الا التقیہ لما ثبت من مذہبہم المعروفۃ اور عکرمہ دروغ گو
کی روایت کو جسے اسنے منسوب ابن عباس کی طرف کیا ہی حالانکہ وہ انپر جھوٹ باندھا کرتا تھا جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب
اسکا بھی حال بیان ہوگا بمقابل ان روایات کے جسے فاضل سیوطی نے اور شیخ الاسلام حضرات اہلسنت نے
بہت سی سندون سے ابن عباس سے نقل کیا ہی اور وہ روایت متفق علیہا بین الفریقین ہین انصاف سے بعید ہی اور
کوئی عاقل منصف اسے پسند نہ کریگا اور تقدیم جرح کی ترجیح تعدیل پر مخصوص اسکے ساتھ ہی کہ دونون قول متعادل ہون
اور یہ بات یہان نہین ہی اور اسکے ساتھ بعض اہلسنت کا ثعلبی کے حق مین یہ کہنا کہ وہ حاطب لیل ہی جرح مین اسکی صریح

نہین ہی اور ثعلبی کی روایت کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا ہی مگر حسب اہلسنت کے نزدیک اُنکی روایت کا اعتبار نہین یا یہ
خود لائق اعتبار کے نہین کیونکہ ابن خلکان نے ثعلبی کی مدح کی ہی اور یہی لیا اسکے جواب مین جو جناب سلطان العلما
فرمایا ہی وہ سلطان الکلام ہی اور حاصل اُسکا یہ ہی کہ بہ نظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ ثعلبی جو ابن خلکان کا ممدوح ہی وہ تو فقط
اسلیے کہ وہ روایت جو متضمن ولایت حضرت امیر علیہ السلام کو وہ روایت کرنے سے حاطب لیل ہوا اور نقاش باوجود
ہونا اُسکے کہ روایت کرتا ہی ممدوح ہوا پس بمقتضاے ثبت العرش ثم انقش پہلے نقاش کا ممدوح ہونا اور اسکی روایات
کی صحت ثابت کرنی چاہیے بعد اسکے اُسکے نقوش سے جو وہ ہی استدلال کیا جاے ہان چونکہ اُسکی بھی گنتی ابو بکر مین
اس جہت سے شاہ جی کے نزدیک ممدوح ہوا ہو لیکن جو ایسا ہی ہو چاہیے کہ ابو بکر جوہری کی بھی روایت پر جو اُنسے در باب
باغ فدک روایت کی ہی اعتماد کرنا چاہیے اور وہ فرق جو جوہری و نقاش مین ہی وہ ظاہر و پوشیدہ نہین بلکہ فقط اور حقیقت
یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے ابی بکر نقاش اور عکرمہ کی روایت پر اعتماد کیا ہی یہ سننے کے قابل نہین ہی محض عناد و تعسفات
بلکہ ڈوبتی کا استشہاد دلیہ دم سے ہی اور واقع مین وہ دونون روات اُن مین فتنہ انگیز اور تبدیل و وضع مین ہین جو ابو بکر نقاش نے
حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام پر افترا کیا ہی اور اسی طرح عکرمہ نے ابن عباس پر تہمت کی ہی اور بر تقدیر تنزل وہ محمول بغرض تقرب
خلفاے جور سے ہوگی کیونکہ اُنکا انکار فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کرنا اور خلاف حق کہنا اور ایسے اخبار کو
وضع اور نقل کرنا جس سے امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کا اختصاص باقی نہ رہے بنی امیہ کی سعی اور خلفاے جور کی
کوشش اور خوارج کا کام تھا جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے خلاف حق کلام کسطرح صادر ہو سکتا ہی مگر یہ کہ حال تقیہ مین
فرمایا ہو اور موید ہی اس دعوے پر وہ روایت جو کتاب کافی مین کلینی سے مذکور ہی کہ ابو علی مسروق کہ از جملہ اصحاب حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام ہین انھون نے اُن جناب کی خدمت مین عرض کیا کہ مین اکثر آدمیون سے گفتگو کرتا ہون اور
حقیت مذہب کے اثبات پر احتجاج کرتا ہون قول خداے عزوجل سے انما ولیکم اللہ الایۃ لیکن وہ جواب مین کہتے ہین
کہ یہ آیہ شان مین ایک قوم کی مسلمانون سے نازل ہوا تھا پھر جو کچھ کہ مجھے معلوم تھا اس آیہ کے حال سے اور جو اسکے
مشابہ مین وہ سب کچھ کہا لیکن وہ سکوت نہین کرتے یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ جب یہ معنی واقع ہو چکا تو تو انھین مباہلہ
کی طرف دعوت کر راوی نے عرض کیا کہ مباہلہ کسطرح کرون حضرت نے مباہلہ کی کیفیت بیان فرمائی راوی کہتا ہی
کہ خدا کی قسم مین نے ایک کو بھی مخالفین سے نہین پایا کہ مباہلہ کو قبول کرے پھر جب آنحضرات کے علم و یقین کا نسبت
اس آیہ کے نازل ہونے کے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان مین یہ حال ہی تو کسطرح ہو سکتا ہی کہ قول
ابو بکر نقاش صحیح ہو اور جو روایت کی عکرمہ نے اس آیہ کے نازل ہونے مین درخصوص ابی بکر خلیفہ اول حضرات اہلسنت
نقل کی ہی وہ تو سب سے زیادہ غریب و نادر ہی اور بلاشبہ احادیث موضوعہ سے ہی اور انھین اخبار کثیرہ سے ہی جو
فضائل ابی بکر مین وضع کیے گئے ہین یہان تک کہ اہلسنت نے بھی بعض بعض اخبار کو اُنسے صاف لکھ دیا ہی کہ یہ وضعی ہین

جیساکہ اسی کتاب کے مقدمہ مین ہمنے اُسکا حال مجملاً لکھا ہو اور پھر ہم کہتے ہین قال السندی حدیث ابی اللہ ان تخذ لا بی بکر فی اعلی علیین قبیہ من یاقوتہ بیضاء معلقہ بالقدرۃ الی الخو دفیہ محمد النوارع والحوافیہ علی النوارع وهو مما صنعت یداہ وھو کذاب یعلم ان الحدیث مصنوع موضوع سبق ما یذکر من حدیث ابن عباس لما نزلت اذا جاء نصر اللہ الحمد نعیہ ان اللہ جعل باب کر خلیفۃ علی دین اللہ ... واللہ فہذہ دلائل الوضع فیہ عن الذکی ویبطل الحدیث الصحیح اور روایت عکرمہ سرگروہ خوارج کے موضوع ہونے کی دلیل وہ ہی جو فاضل شہرستانی نے کہا ہی کہ اسی جہت سے مسلم نے اپنی صحیح مین کوئی حدیث اس سے روایت نہین کی اور بتصریح بعض محققین اہلسنت روایت اسکی پایۂ اعتبار سے ساقط ہی جیساکہ جناب سید سند نے بعض افاضل سے نقل کیا ہی کہ انھون نے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال سے ترجمہ مین اُسے عکرمہ کے نقل کیا ہی قال الحاکم احتج بحدیثہ الائمۃ القدماء لکن بعض المتاخرین اخرج حدیثہ من حیز الصحاح اور اس سے زیادہ یہ ہی کہ ایک جماعت نے محققین اہلسنت سے تکذیب کی اس سے عکرمہ کی تصریح کی ہی اور اُسے کذاب کے ساتھ ملقب کیا ہی اور یہ علامت واضح ہو اُسکی روایت کے موضوع ہونے پر ساتھ اس مضمون غریب کے قال السندی وللوضع امارات منہا ان صرح بتکذیب راویہ جمع کثیر یمتنع فی العادۃ تواطؤھم علی الکذب یعنی شیخ رحمۃ اللہ سندی جو اعاظم علماے حدیث اہلسنت سے ہین انکا قول ہمارے اس دعوے پر شاہد ہی جو انھون نے کہا ہی کہ وضع حدیث کے لیے بہت سی علامتین ہین بعض اُنمین سے یہ ہی کہ اُسکے راوی کے تکذیب کی تصریح جمع کثیر نے کی ہو کہ از روے عادت کے ممنوع ہی کہ جماعت کی جماعت جھوٹ پر اتفاق کرے فقط اور جب یہ مقرر ہو چکا تو اب انشاء اللہ جمع کثیر کی گواہی سے عکرمہ کی تکذیب ثابت کیجاتی ہی اور بعد اسکے پھر محل احتجاج کسی طرح اُسکی روایت سے باقی نہین رہ جا سکتا اور یقینی اُسکی روایت کو اخبار موضوعہ سے جاننا چاہیے جناب سید سند نے فرمایا ہی فقد نقل الفاضل المذکور سبعۃ شکوک ہی جماعۃ من الجمہور تکذیبہ بالکذب وتلقیبہ بہا انہ قال مسلم بن ابراہیم عن الصلت بن دینار انی سمعت المجنون قال سألت محمد بن سیرین عن عکرمۃ فقال ما یسوئنی ان یکون من اہل الجنۃ ولکنہ کذاب ومنہا انہ قال وہب بن خالد سمعت یحیی بن سعید الانصاری وایوب ذکر العکرمۃ فقال یحیی کان کذاباً وقال ابوبکر الاسمعیل عن ہشام بن عبداللہ بن عکرمۃ المخزومی سمعت ابن ذئب یقول رأیت عکرمۃ مولی ابن عباس وکان غیر ثقۃ عن الاصمعی عن ابن ابی الزناد مات کثیر وعکرمۃ مولی ابن عباس فی یوم واحد فشہد الناس جنازۃ کثیر وترکوا جنازۃ عکرمۃ قال الواقدی قال خالد بن القاسم عجب الناس لاجتماعہما فی الموت واختلاف رأیہما عکرمۃ یظن انہ یری رأی الخوارج یکفر بالسیئۃ وکثیر شیعی یومن بالرجعۃ ونقل عن ابن خلکان انہ قد تکلم فیہ الناس لانہ کان یری رای الخوارج وقال عبداللہ بن الحارث دخلت علی علی بن عبداللہ بن عباس وعکرمۃ علی بابہ مکتف کما فقلت اتفعل ہذا المولاکم فقال ان ہذا یکذب علی ابی یعنی مسلم بن ابراہیم نے صلت بن دینار سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے مجنون سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے محمد ابن سیرین سے عکرمہ کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مجھے برا نہین معلوم ہوتا کہ وہ بھی بہشت مین جائے لیکن بڑا جھوٹا تھا اور بعض اُنمین سے یہ ہی کہ وہب بن خالد نے کہا کہ مین نے سعید انصاری اور ایوب سے سنا کہ انھون نے عکرمہ کو یاد کیا پس یحیی نے کہا کہ بڑا جھوٹا تھا اور ابوبکر اسمعیل نے ہشام بن عبداللہ بن عکرمہ مخزومی سے نقل کیا ہی کہ اُسنے کہا سنا مین نے ابن ذئب

کہ وہ کہتا تھا عکرمہ ابن عباس کا غلام تھا اور غیر ثقہ تھا اور صعصعی بن ابی الزیاد نے لکھا کہ کثیر اور عکرمہ ابن عباس کا
غلام دونون ایک روز مرے پھر سب خلق کثیر کے جنازے کی شریک ہوئی اور عکرمہ کے جنازے پر کوئی نہ آیا اور واقدی نے
کہا ہی کہ خالد بن قاسم نے کہا کہ آدمیون کو تعجب اسکا ہوا کہ عکرمہ اور کثیر مرنے مین تو مجتمع ہوے اور اعتقاد مین مخالف تھے
عکرمہ تو اعتقاد مذہب خوارج کا رکھتا تھا اور کثیر شیعہ مذہب تھا رجعت کا ایمان رکھتا تھا اور ابن خلکان نے
کہا ہی کہ عکرمہ مین کلام مردم مختلف ہی اور وہ مذہب خوارج پر تھا اور عبد اللہ بن حرب نے کہا کہ مین عبد اللہ بن عباس کے
بیٹے کی ملاقات کو ایک روز گیا دیکھا مین نے کہ عکرمہ کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوے تھے اور وہ دروازہ پر کھڑا تھا
مین نے ابن عباس کے بیٹے سے کہا کہ تم غلام کے ساتھ ایسی زیادتی کرتے ہو انھون نے کہا کہ یہ میرے باپ پر
تہمت کرتا ہی اور بھی انھین فاضل نے طبقات سے نقل کیا ہی کہ اُسنے ترجمہ مین عکرمہ کے کہا ہی کہ وہ جمیع علوم مین ید بیضا
رکھتا تھا سوا اسکے کہ متہم تھا ساتھ اعتقاد خوارج کے اور وہ اس اعتقاد باطل کو اپنے آقا ابن عباس کی طرف بھی نسبت
کرتا تھا اور وہ جھوٹ تھا جو ابن عباس پر باندھتا تھا اسی جہت سے وہ معرض جرح اور تزییف ائمہ مین پڑ گیا امام مالک
اور یحیی بن سعید انصاری اسپر انکار بلیغ رکھتے ہین اور عبد اللہ بن عمر سے منقول ہی کہ اگر وہ اعتقاد باطل حروریہ کا قائل نہوتا
تو اسکی حدیث بلند مرتبہ تھی اور زیبا تھا کہ روایت کے طلب کرنے کو اس سے دور سے رنج سفر کھینچ کر آتے اور قول کرمانی
شارح صحیح بخاری کو بھی فاضل نے نقل فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اُسنے کہا ہی کہ وجہ اول عکرمہ پر طعن کی جو شدید وجوہ ہی
یہ ہی کہ عمر نے اپنے غلام سے جسکا نام نافع تھا فرمایا کہ لا تکذب علینا کما یکذب عکرمۃ علی ابن عباس اور اس مین بہت سی روایتین
ذکر کی ہین اور اسکے بعد کہا ہی کہ دوسری وجہ طعن کی عکرمہ پر یہ ہی کہ اُسنے مذہب خوارج کو اختیار کیا تھا پس ابن لہیعہ نے
ابو محمد بن عبد الرحیم سے نقل کیا ہی کہ وہ عکرمہ سے غضبناک تھا اور اسکا سبب یہ تھا کہ عکرمہ نجدہ حروری پر وارد ہوا اور
چھ مہینے اسکے پاس رہا پھر پھر کر ابن عباس پاس آیا فقال قد جاء الخبیث قال فکان یحدث برای نجدۃ وقال کان یحدث برای الصفریۃ
وقال الجرجانی قلت لاحمد بن حنبل اکان عکرمۃ اباضیا فقال انه یقال کان صفریا وقال ابو طالب عن احمد کان یری رای الخوارج الصفریۃ وعنه اخذ اهل
افریقیۃ وقال علی بن المدینی ویقال انه کان یری رای نجدۃ الی ان قال ولاجل هذا ترکه مالک وقال مصعب الزبیری انه کان یری رای الخوارج وزعم ان عبد الله ابن
عباس کان علی هذا المذهب الی غیر ذلک مما یدل علی اصراره علی تلک الطریقۃ الخبیثۃ ولهذا قوام من الخوارج عنه الحدیث الذی یدل علی
تصدیق ما قاله صاحب الملل والنحل وعلی تکذیبه فی روایته کما سیعد عن غیره ایضا اور تیسری وجہ مین کہا ہی کہ کان یاتی الامراء یطلب جوائزهم وهو موضعا للاحتجاج علیه
قال انه قال ابو نعیم قدم علی الوالی باصبهان فاجازه بثلثة الاف درهم قال هذا جمیع ما قیل فیه من القدح اور یہ بھی علامات وضع سے ہی
کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ سندی نے لکھا ہی الصنف الخامس اصحاب الاغراض الدنیویۃ کالقصاص واصحاب الامراء اور جب عکرمہ کا حال
بشہادت محققین حضرات اہلسنت ثابت کر دیا تو اب اہلسنت کو اختیار ہی بعد اسکے چاہین اسے جھوٹا کہین جیسا کہ وہ بھی
اونکے محققین نے کہا ہی اور اس کہنے کے بعد اس روایت سے کہ نزلت الآیۃ فی ابی بکر دست بردار ہون اور

در عبادات مین خلوص نیت کو بڑا دخل ہی اور وہی مثمر ہی تصدق وہی ہی جو حضرت نیت ثواب کے ساتھ ہو وہ کہ مشتمل
قصد فاسد اور طلب منفعت و حسد و عداوت و مقابلہ و اشباہ شہرت کے لیے ہو گیا یا یہ وقت تک نازل نہوا تھا
جو حق تعالی فرماتا ہی انما یتقبل اللہ من المتقین یا سورہ دہر مین صفت نیت تصدق کے بیان مین جو حق تعالی نقل قول معصومین
فرماتا ہی کہ انھون نے تصدق کے وقت سائل سے کہا تھا لا نرید منکم جزاء و لا شکورا حضرت اس سے بھی آگاہ نہ تھے
حق تعالی عمل خالص کو قبول فرماتا ہی اور جب تصدق حضرت اس ارادے سے ہوا تو کیونکر مقبول ہوتا پھر ایسی نیت
فاسد کے ساتھ اس محال کی آرزو کس طرح کی اور اس سے کیا فائدہ ہوا اور سب سے زیادہ لطیف بات یہ ہی کہ جناب
سید سند نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہی کہ صاحب کتاب خصائص محمد بن طبری نے جو علماے حضرات اہلسنت سے ہین
اپنے خلیفہ کی تقلید سے کہا ہی کہ مین نے چالیس انگوٹھیان حالت رکوع مین اپنی راہ خدا مین اس آرزو سے تصدق کین تا
کہ میری بھی شان مین کوئی آیہ نازل ہو جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا لیکن کوئی آیہ نازل
نہوا سبحان اللہ یہ سب سے زیادہ عاقل ہین کہ قطع نزول وحی کے بعد بھی آرزوے نزول آیہ کرتے ہین معلوم نہین
کس طرح یہ آرزو و تمنا جو مشعر بے عقلی بلکہ کفر ہی کی قرآن کا نازل ہوتا تو مختص پیغمبر کے ساتھ تھا اب کس کے ذریعے سے
نزول آیہ کا کرتے تھے اور اسی سفاہت و عدم معرفت سے معلوم ہوتا ہی کہ جب انھون نے بے وقت یہ آرزو کی
تو انکے اسلاف نے جنکی طمع اور رغبت مال کی طرف اور تحصیل عزت دنیا کی طرف انسے بہت زیادہ تھی کیونکر سعی اور
آرزو اس مقدمہ مین نہ کی ہوگی کیونکہ انکا زمانہ تو نزول وحی کا تھا اور ادراک صحبت کا جناب رسالتمآب کی سبب تھا
لیکن مقام تاسف ہی کہ بسبب نقصان عقل کے پیشوا و مقلد دونون کا نقصان ہوا اور کوئی فائدہ مترتب نہوا اور شاید
صاحب خصائص کو سبب اقدام اس فعل پر قول فاضل زمخشری کا ہوا ہوگا جو انھون نے صیغہ جمع کی توجیہ مین کہا ہی
کہ اگرچہ آیہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی لیکن جمع کا صیغہ اسلیے ہی کہ جو کوئی مثل انکے عمل کرے مثل انکے ثواب
پائیگا لیکن یہ نہ سمجھے کہ مماثلت غیر حقیقی مین آسمان و زمین کا فرق ہی مماثلت حقیقی یہ ہی کہ نیت صادقہ اور عمل خالص بھی
ہو اور وہ البتہ قبول عمل اور ثواب بے حساب سے فائز ہونے کا باعث ہی و لیکن مصداق اس مماثلت کا ائمہ اہلبیت
معصومین ہین نہ غیر انکے لکونہم مشترکین فی العصمۃ اور صیغہ جمع کے فرمانے کا سبب بھی وہی ہی جیسا کہ آیندہ واضح
ہوگا انشاء اللہ اور مماثلت غیر حقیقی وہ ہی کہ اعضا و جوارح سے عمل کرے نیت فاسدہ کے ساتھ کیونکہ اگرچہ مماثلت
ظاہری اسمین متحقق ہوتی ہی لیکن یہ عمل اپنے صاحب پر وبال ہوتا ہی اور یہ عاقل لائق اعزاز نہین بلکہ قابل تادیب
بلکہ ایسا فعل زشت عمل مین سزاے بالجملہ ان روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہی کہ جو فضیلت کہ اس آیت سے
مستفاد ہوتی ہی وہ اس عصر مین سب کی نظر مین ظاہر تھی کہ سب اسلاف انکے سعی و کوشش سے اسکی تحصیل کی آرزو کرتے تھے
لیکن انکے بعد جو حضرات آئے ہوئے انھون نے خلاف کر کے اس فضیلت کے ابطال مین کوشش کی ہی اور بعض

کہتے ہین کہ دلالت اس آیہ کی بحق وصی نبی مختار پایہ اعتبار سے ساقط ہی بلکہ چاہتے ہین کہ اس عمل خیر کو نقص و ضمیر کے
پیرایہ مین ظاہر کرین اسی جگہ سے ہی کہ مصنف تفسیر کبیر اپنی تفسیر مین اور شاہ صاحب نے اپنے تحفہ مین نصر اللہ کابلی کی
تقلید کرکے دلالت آیہ کے نقض مین بلکہ العیاذ باللہ نقص کے اثبات مین جناب امیر علیہ السلام کے واسطے
بہت کچھ کوشش کی ہی جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا بالجملہ کیفما کان یہ حکم کہ آیہ شان ابی بکر مین نازل ہوا ہی
جیسا کہ عکرمہ نے اور اسکے تابعین نے گمان کیا ہی یقینی پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیسا کہ گذرا اور لائق لحاظ یہ ہی کہ
پہلے خلیفہ اول کے ایمان ہی مین کلام ہی دوسرے یہ بات کہ انھون نے حال رکوع اور اقامت صلوۃ مین زکوۃ
بروجہ مشروع نہین دی یہ سب کو معلوم ہی بلکہ نہ دینا انکا شائع و مشہور ہی پھر اس صورت مین یہ کہنا کہ مراد اس آیہ سے
ابی بکر ہین ایسی بات ہی کہ جیسے کوئی کلام کو اسکی جگہ سے تحریف کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ محدثین اہلسنت
حاطب لیل ثعلبی کو اور اسکی روایتون کو بمقابل ایک جو کے بھی نہین خریدتے اور اسے حاطب لیل قرار دیتے ہین کہ وہ
رطب و یابس مین تفرقہ نہین کرتا انتہی حقیقت یہ ہی کہ یہ بیزاری ثعلبی کی بہ نسبت اس جہت سے ظاہر کی ہی کہ اسنے زیادہ
تعصب نہین ظاہر کیا ہی بلکہ کبھی کبھی وہ ان روایات کو حضرات اہلسنت کی جو مطابق روایات فرقہ حقہ امامیہ کے
فضائل اہلبیت علیہم السلام مین ہین ذکر کرتا ہی والا اسکے مشائخ اہلسنت سے ہونے مین کچھ مقام تامل کا نہین یہ
اسی جگہ سے ہی کہ جو عکرمہ کی روایت منسوب بابن عباس بطور افترا و وضع کے اس سے بھی ثعلبی نے مطابق روایات
اہلسنت کے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہی اور روایت عبد الملک کو بھی اپنی کتاب مین ذکر کیا ہی جو اسنے کہا ہو سالت ابا جعفر
عن قولہ تعالی انما ولیکم اللہ قال ہم المومنون قلت فان اناسا یقولون ہو علی قال علی من الذین امنوا اور جو روایت ابو ذر سے ثعلبی نے
نقل کی ہو اسی سے قریب مفسر تفسیر کبیر نے بھی نقل کی ہی پھر ثعلبی مین اور اہلسنت کے علما مین تفرقہ کس راہ سے ہی
کہ وہ حاطب لیل ہو اور وہ نہون اگر اسی روایت ابی ذر کے نقل کرنے کے باعث سے ثعلبی کو ایسا بیقدر و منزلت کیا ہی
کہ ایک جو کو نہین خریدتے تو چاہیے امام المتکلمین کے لیے بھی ایسی ارزانی مقرر فرماوین اور اگر ثعلبی کی روایت کو جو
مشاہیر مفسرین اہلسنت سے ہی ایک جو کو کوئی نہین خریدتا تو پھر کیا وجہ ہی کہ فاضل سیوطی وغیرہ اسکی روایات کو
نقل کرتے ہین اور کوئی یہ نہین کہتا کہ وہ اہلسنت سے نہ تھا اگر اس جہت سے کہ اسنے روایات کو جو مطابق مذہب
شیعہ کی روایات کے تھی ذکر کیا اسکا باعث ہو کہ اسکی روایات صحیح نہون تو جمع بین الصحاح اور اور انکے اسلاف کی بھی
کتابین جنمین روایات مطابق روایات مذہب شیعہ کے موجود ہین چاہیے وہ بھی غیر صحیح ہون اور اسے تو بڑی مصیبت
حضرات اہلسنت کے لیے عائد ہوگی کہ سوا کتاب اللہ کے پھر کچھ انکے ہاتھ مین نہ رہ جائیگا سنت تو غیر ثابت اور غیر صحیح
ہو جائیگی شاہ صاحب کے اظہار تعصب اور تکذیب کو کافی ہی جو قاضی شمس الدین ابن خلکان نے ثعلبی کے احوال کے
بیان مین کہا ہی اور یہ بجنسہ عبارت اسکی ہی کان اوحد زمانہ فی علم التفسیر و صنف التفسیر الکبیر الذی فاق غیرہ من

من التفاسير وله كتاب العرائس في قصص الانبياء وغير ذلك ذكره السمعاني ويقال له الثعلبي والثعالبي وهو لقب له وليس بنسب قاله بعض العلماء وقال ابو القاسم القشيري رأيت رب العزة في المنام وهو يخاطبني واخاطبه فكان في ذلك ان قال الرب تعالى اسمه اقبل الرجل الصالح فالتفت فاذا احمد الثعلبي مقبل ذكره عبد الغافر بن اسمعيل الفارسي في كتاب سياق النيشاپوري واثنى عليه وقال هو صحيح النقل موثوق به حدث عن ابي طاهر بن خزيمة والامام ابي بكر بن مهران المقري وكان كثير الحديث كثير الشيوخ انتهى مو جملۂ جناب لائق انصاف ہی کہ جو شاہ صاحب نے بحق ثعلبی فرمایا تھا کہ محدثین اہلسنت قاطبۃً اُسے اور اسکی روایت کو بمقابل ایک جو کے نہین خریدتے یہ سچ ہو یا جھوٹ ہی اسی طرح اُنکے جملہ اقوال کا حال سمجھنا چاہیے کہ جھوٹ کو سچ بنا کر دکھاتے ہین لیکن اہل نظر کیونکر تسلیم ہو سکتا ہی اور جو کچھ کہ ابن خلکان نے لکھا ہی اسی کے قریب تاریخ یافعی مین بھی موجود ہی پھر دعوی اتفاق قاطبۂ محدثین کا کسطرح سچا ہو سکتا ہو اور ہر چند کہ امامیہ کے نزدیک حق تعالی کی رویت سوتے جاگتے دونون حال مین باطل ہی لیکن حضرات اہلسنت کے مذہب کے موافق جب حال بیداری مین رویت خدا کی مجوز ہوئی تو خواب مین بطریق اولی مجوز ہوگی اور عجب عجاب یہ ہو کہ قشیری نے خواب مین باری تعالی کو دیکھا اور اُس سے کلام کیا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ مرتبہ حاصل نہوا اور زیادہ تر عجب یہ ہی کہ قشیری نے تکذیب کی نص کتاب اللہ کی قال اللہ تعالی فی سورۃ حمعسق وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم کیونکہ جناب قشیری نے باری تعالی شانہ کو بے حجاب و بے پردہ دیکھا اور کلام کیا جناب سید سند نے فاضل قنوجی سے نقل فرمایا ہی کہ اُسنے کتاب بحر المذاہب مین ایسے خوابون کی تصریح کی ہی اور ایک جماعت نے اہلسنت سے اسپر اعتماد بھی کیا ہی اور جب شیطان کا صورت انبیاء پر متمثل ہونا نہین ہو سکتا تو حق تعالی کے ساتھ وہ کیونکر متمثل ہو سکتا ہی پھر جو کوئی ایسا ہو کہ امام قشیری اُسکے صالح ہونے کو خدا کی گواہی سے نقل کرے جسکی گواہی سے زیادہ کسی کی گواہی نہین ہی اُسکی حدیث کو بمقابل جو کے نہ خریدنا اپنے خدا کے قول کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا ہی بعض علما نے کہا ہو کہ اگر حاطب لیل کے خطاب سے ضعف و انحطاط ثعلبی کے مرتبہ مین آئے تو چاہیے کہ قتادہ کا بھی مرتبہ اس خطاب سے ناقص ہو جاے کیونکہ تہذیب الکمال مین قتادہ کے ترجمہ مین شعبی سے منقول ہو قیل لہ هل رایت قتادہ قال نعم رایتہ حاطب لیل وقال سفیان بن عیینہ قال الشعبی قتادہ حاطب لیل حالانکہ قتادہ بہت بڑا مفسر حضرات اہلسنت کا ہی اور بہت سی روایتین اسکی صحیح بخاری مین موجود ہین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ بیشتر روایات اسکی تفسیر مین کلبی سے ہین وعن ابی صالح وهو اوهی ما یروی من التفسیر عندهم قاضی شمس الدین ابن خلکان نے کلبی کے حال مین کہا ہی وکان الکلبی من اصحاب عبد اللہ بن سبا انتہی اور خرابی اس قول کی بھی ظاہر ہی کیونکہ ایک بام دو ہوا نہین ہو سکتا اگر شاہ صاحب کے نزدیک ابن خلکان معتبر ہی تو چاہیے قول اسکا جرح و تعدیل دونون مین معتبر ہو جناب سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہو کہ انھون نے لکھا ہی کہ ابن خلکان نے کہا ہی ابو النضر محمد بن السائب الکلبی الکوفی صاحب التفسیر وعلم النسب کان اماما في هذين العلمين اور تہذیب الکمال سے نقل کیا ہی کہ کلبی سے جمع کثیر اہلسنت

روایت کرتے ہین حیث قال فی وترجمہ ودی ھذہ اسمعیل بن وجیادہ بن اسلم والحکم بن ظہیر وحماد بن سلمۃ وذکر جماعۃ کثیرۃ وحیب
یہ ہوا تو کلبی طعن بن جماعت پر طعن ہوگی معہذا یہ روایت خاص اور صحاح وغیرہ کی روایتون سے معاضد ہی پس
بر تقدیریکہ کلبی کا عدم وثوق بھی ثابت ہو تو بھی روایت کے صحیح ہونے مین کیا اختلال ہو سکتا ہی اور کیا ضرور ہے
کہ اصحاب ابن سبا سے اگر کلبی ہو تو جمیع عقائد مین مثل ابن سبا کے ہو دیکھو حضرات اشاعرہ کو کہ اصحاب ابوالحسن
اشعری سے ہین لیکن درباب وجود اپنے شیخ کی مخالفت کرتے ہین اور جب قاضی ابن خلکان کو شاہ صاحب
نقل توثیق ثعلبی مین موثوق نہین جانتے تو کیا وجہ ہو کہ کلبی کے حال کے بیان مین صادق جانتے ہین اور بھی ابو مسلم نے
قاضی مزبور کو منصوب بہ تشیع کیا ہی اور ترمذی نے انھین ثقات اہلسنت سے جانا ہی اور امام متکلمین نے حضرات
اہلسنت کے اپنی تفسیر کبیر مین ذیل آیہ من انفق من قبل الفتح لکھا ہی قال الکلبی نزلت ھذہ الایۃ فی ابی بکر اور یہ منافات تام اسکے
رفض وغلو سے رکھتا ہی اور سدی بھی مشاہیر علمائے حضرات اہلسنت سے ہین چنانچہ فاضل سیوطی وغیرہ نے در منثور
وغیرہ مین انسے روایات نقل کی ہین اور جو بعض وجوہ کلبی کے حال کے بیان مین لکھی گئین یہان بھی جاری ہوتی ہین اور
بعض فضلا نے ابن خلکان کے قول کے جواب مین جو انسنے بہ نسبت کلبی کے لکھا ہو وکان من اصحاب عبد اللہ بن سبا
کہا ہی کہ تہذیب الکمال مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے یزید ابن زریع سے کہا کہ کلبی کافر ہی انسنے کہا کافر نہین ہی ولیکن
دابۃ یضرب علی صدرہ ویقول انا سبائی انا سبائی اور یہ قول اسکا دلالت کرتا ہی یقیناً اس بات پر کہ وہ سبائی نہ تھا جیسا کہ امام
شافعی کے بھی اشعار مین قریب اسکے واقع ہی ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض اور ظاہر ہی کہ یہ سینہ پر
ہاتھ مارنا اور انا سبائی کہنا بسبیل انکار ہی بالجملہ ہمین ثعلبی سے مطلب ہی نہ کلبی سے غرض ہی بلکہ اصل مقصود ہمارا یہ ہی کہ
روایت مورد نزول خاص کے آیہ کی حق امیر مومنان باتفاق اکثر مفسرین و محدثین اہلسنت متفق علیہ ہی اور مطابق ہی
روایت منقولہ فرقہ حقہ سے اور وہ روایت تنہا نقل ثعلبی کی نہین ہی بلکہ اکثر کتب صحاح وغیرہ مین بھی ہی اور اسقدر کثرت
علمائے حضرات اہلسنت کی نقل مین اسکی واقع ہوئی ہی کہ حد تواتر کو پہونچی ہی وہ مرتبہ شاذ و نادر مین نہین ہی تو اب کلام کرنا
کسی ایک یا دو ناقل روایت مذکور کے بارے مین کہ جرح مضر نہین ہو سکتا اور رد ہے جیسے بحمد اللہ بالکمال وجود ثابت کر دیا
اگر اب بھی کوئی اس سے انکار کرے تو وہ بدیہیات کا اور روز روشن کا انکاری ہی اور جنھون نے انکار کیا تھا انکا بھی حال
ظاہر ہو گیا کہ وہ محض تعصب وعناد کی راہ سے تھا اسی طرح جناب راہ انکار کہ اختیار کریگا انکا سبب بھی وہی عصبیت اور
انکار فضائل اہلبیت سے جاننا چاہیے اور اب ہم بفضلہ تعالی اس آیہ کے نازل ہونے کو حق مین جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے خاصہ موافق اخبار منقولہ حضرات اہلسنت کے ثابت کر چکے اور یہی اسے واضح ہو چکا
کہ سوا انحضرات کے اور کوئی فرد یا جمع اسکا مورد نہین ہو سکتا اب کچھ اخبار خاصہ کو لکھتے ہین جس سے اوضح ہو کہ علمائے
امامیہ جو اس سے استدلال کرتے ہین اسکا ماخذ کیا ہی کیونکہ اصل سنت ثابتہ اخبار خاصہ مین جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے

مروی اور قطعی الصدق ہین اخبار عامہ سے یقین نہین حاصل ہوسکتا وہ فقط خصم پر اتمام حجت کو اور تقویت و تقصید کو
ان اخبار کی مذکور ہوتے ہین اور بعد اسکے انشاء اللہ وجہ دلالت اس آیہ کریمہ کے مطلوب پر لکھونگا جاننا چاہیے کہ سید ہاشم
مرحوم نے باب تاسع عشر مین انیس طریق سے موافق طرق امامیہ ذکر کیا ہی کہ آیا انما ولیکم اللہ و رسولہ جناب امیرالمومنین
علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا اور وہ نص امامت کی آن جناب کی اور دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہو
چنانچہ انکی بعض سے حدیث ط وہ ہی جو محمد بن یعقوب علیہ الرحمہ نے اپنے سلسلہ سے احمد بن عیسی سے روایت کی ہی جناب
ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے تفسیر مین آیہ وافی ہدایہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا
مین فرمایا ہی کہ نہین ارادہ فرمایا ہی خدا نے ولی سے مگر جو تمسے اولی ہوا احق تمہارے ساتھ اور تمہارے اموال و
انفس کے ساتھ خدا ہی اور رسول اسکا ہی اور والذین امنوا سے ارادہ فرمایا ہی علی ابن ابیطالب او ر انکی اولاد کو جو ائمہ ہونگے
روز قیامت تک بعد اسکے ان سب کا وصف فرمایا خدائے عزوجل نے پس فرمایا کہ وہ وہ ہین جو برپا کرتے ہین نماز کو اور
دیتے ہین زکوۃ کو حال رکوع مین اور جناب امیرالمومنین نماز ظہر پڑھتے تھے اور دو رکعتین نماز کی پڑہ چکے تھے رکوع کی
حال مین تھے اور ایک ردا یا بردیمنی قیمتی ہزار دینار کا آنحضرت کی زیب بدن تھا کہ جناب رسول خدا نے وہ ان جناب
کو اُڑھایا تھا اور نجاشی نے اُسے پیغمبر خدا کے لیے بطور تحفہ بھیجا تھا کہ سائل آیا اور اُسنے آنکر کہا کہ السلام علیک یا ولی اللہ
و اولی بالمومنین من انفسہم تصدق علی مسکین یعنی سلام ہو تجھپر ای دوست خدا اور وہ جو نفوس مومنین سے اولی ہی
مسکین پر تصدق فرمایئے یہ سنکر حضرت نے اُس ردا کو گرا دیا اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اُسے اُٹھا لیجا بعد اسکے حق تعالی نے
اس آیہ کو انکی شان مین نازل فرمایا اور جملہ اولاد مین آنحضرت کی اس نعمت کو انکی منتقل فرمایا پس جو کوئی انکی اولاد مین سے
درجہ امامت سے فائز ہوتا ہی تو وہ مثل اس نعمت کے پاتا ہی پس وہ سب اولاد سے آنحضرت کے تصدق کرتے ہین
حال رکوع مین اور وہ سائل جسنے امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا وہ فرشتون سے تھا اور جو اور ائمہ سے
کہ اولاد آنحضرت کی ہین سوال کرتے ہین وہ بھی فرشتون سے ہوتے ہین اسی طرح اس روایت کو فاضل کاشانی نے
تفسیر صافی مین نقل کیا ہی لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ یہ روایت قصہ مشہور سے جو درباب وجہ نزول آیہ مذکور عطاے
انگشتری بحال رکوع سائل کو ہی مخالفت رکھتی ہی اور جمع کرنا اسکا ممکن ہی اسطرح کہ کہا جاے کہ ہوسکتا ہی کہ آنحضرت نے
دو بار تصدق بحال رکوع فرمایا ہو پہلے سائل کو نماز مین ردا کو دیا ہو اور دوبارہ انگوٹھی عنایت فرمائی ہو اور آیت
بعد عطاے انگشتری نازل ہوئی ہو کذا قیل اور دوسری وجہ یہ بھی ممکن ہی کہ معصوم علیہ السلام نے لفظ حلیہ فرمایا ہو
جو بالکسر و بالضم زیور کے معنی پر ہی کہ وہ انگوٹھی کو بھی شامل ہی کیونکہ اصل فقرہ حدیث کا یہ ہی و کان امیرالمومنین فی
صلوۃ الظہر و قد صلی رکعتین وھو راکع و علیہ حلۃ قیمتہا الف دینار کان النبی کساہ ایاھا و کان النجاشی اھداھا لہ لیکن یا راوی کی
سماعت کا قصور ہوا ہو کہ وہ اُسے اپنی سماعت کے موافق بالضم حلہ بمعنی ردا اپنی نقل مین کہ گیا یا بحجہ مین اسکی

اِسی طرح آیا اور اُسی کے موافق لفظکہ اہلِ معنی اُسنے نقل مین کہا ولیکن معصوم علیہ السلام نے حلیہ کہ بمعنی زیور ہی فرمایا ہو
تاکہ غرابت قصہ عطا کی رفع ہو جاے کیونکہ انگوٹھی کا دینا بحالِ رکوع سائل کو مشہور اور مجمع علیہ ہی اور رداکا دینا
نادر ہی اِسلیے ضرورت تاویل کی داعی ہی اور بعض اُنھین روایات سے وہ ہی جو محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے
باسناد اپنے روایت کی ہی کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب
علی ابن الحسین علیہ السلام سے تفسیر مین اِس آیہ کے جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی یعرفون نعمۃ اللّٰہ ثم ینکرونہا ارشاد فرمایا کہ جب آیہ
انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین امنوا نازل ہوا تو چند اصحاب پیغمبر خدا کے مسجد مدینہ مین جمع ہوے اور کہا انھون نے
آپسمین کہ اگر اِس آیہ سے انکار کرتے ہین تو سب سے انکار کرنا پڑتا ہی اور اگر اِسے قبول کرتے ہین تو یہ ذلت ہی اِس امر مین
کہ مسلط کرتے ہین ہمپر علی ابن ابیطالب کو بعد اُسکے انھون نے کہا کہ یہ ہم جانتے ہین کہ محمد سچے ہین اپنے کلام مین
ولیکن ہم اُنھین کی اطاعت و فرمانبرداری کرینگے اور علی ابن ابیطالب کی اطاعت نہ کرینگے جس چیز مین کہ وہ حکم
حکم دین اور فرمان روائی کرین اُسوقت یہ آیہ نازل ہوا یعرفون نعمۃ اللّٰہ ثم ینکرونہا یعنی پہچانتے ہین نعمت خدا کو اور
پھر ولایت علی سے انکار کرتے ہین اور اکثر اُنکے کافر ہین یعنی منکر ولایت علی ابن ابیطالب ہین اور بعض اُنھین مین سے وہ روایت ہی
جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے تفسیر آیہ انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ الآیۃ مین
نقل کی ہی کہ فرمایا انحضرت نے کہ چند شخص قوم یہود سے مسلمان ہوے تھے کہ بعض اُنھین سے عبد اللہ بن سلام
اور اسد اور ثعلبہ اور ابن یامین اور ابن صوریا تھے یہ سب خدمت مین جناب رسول خدا کی حاضر ہوے اور عرض کیا
کہ اے نبی اللہ بہ تحقیق کہ موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کے لیے وصیت کی تھی آپ کا وصی کون ہی اے پیغمبر خدا
اور آپ کے بعد ہمارا ولی اور امام جسکی اطاعت واجب ہو کون ہی پس یہ آیہ انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین امنوا الذین
یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ھم راکعون نازل ہوا حضرت نے فرمایا کہ اُٹھو سب اُٹھے اور ہمراہ پیغمبر خدا کے مسجد کی طرف
متوجہ ہوے ناگاہ مسجد مین پہونچکر حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص مسجد سے باہر جاتا ہی حضرت نے اُس سے فرمایا
کہ اے سائل آیا تجھے کسی نے کچھ دیا تھا اُسنے کہا کہ ہان یہ انگوٹھی دی ہی حضرت نے فرمایا کہ کسنے تجھے انگوٹھی دی
اُسنے کہا کہ اِس شخص نے جو نماز پڑھتا ہی حضرت نے فرمایا کہ کس حال مین دی تھی اُسنے عرض کیا کہ حالِ رکوع مین
دی تھی یہ سنکر پیغمبر خدا نے تکبیر فرمائی اور سب اہلِ مسجد نے بھی اللّٰہ اکبر کہا بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ولی
تمہارے میرے بعد علی ابن ابیطالب ہین سب نے اُسکے جواب مین عرض کیا کہ رضینا باللّٰہ ربًا و بالاسلام دینًا و
بمحمد نبیًا و بعلی ابن ابیطالب ولیًا پس اُسکے بعد حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اِس آیہ کو ومن یتول اللّٰہ و رسولہ والذین
امنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغالبون اور بعض اُنھین اخبار سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے امام جعفر صادق
علیہ السلام سے کہ انھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام سے

روایت فرمایا ہی کہ جب ابوبکر مالک خلافت ہوا تو بوقت اتمام حجت اور اظہار حق کے واسطے جناب علی ابن ابیطالب
علیہ السلام نے مناشدہ فرمائی یعنی قسم دیکر اپنے فضائل کا اقرار ابوبکر سے لیتے تھے اور جو نصوص کہ پیغمبر خدا نے
آنحضرت کے واسطے فرمائی تھی اُسے یاد دلاتے تھے پس منجملہ اُس احتجاج کے جو حضرت نے اپنے وجوب
استحقاق خلافت کے لیے فرمایا یہ تھا کہ ابوبکر سے فرمایا انشدک باللہ الی الولایۃ من اللہ مع ولایۃ رسول اللہ فی آیۃ زکاۃ
الخاتم لی ام لک قال بل لک یعنی ای ابابکر مین تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا خدا کی طرف سے ولایت ساتھ ولایت
رسول خدا کی ایت مین جو انگوٹھی کے تصدق کرنے کے بعد نازل ہوئی میرے واسطے ہی یا تیرے واسطے
ابوبکر نے کہا کہ آپ کے واسطے ہی اور بعض اُنمین وہ روایت ہی جسے شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب المجالس مین اسناد
اپنے جناب ابی ذر سے روایت کی ہی کہ روز شوری جناب امیر علیہ السلام نے جو بمقابل عثمان و زبیر و عبد الرحمن بن عوف
اور سعد بن ابی وقاص کے مناشدہ اور نصوص رسول خدا سے احتجاج فرمائی اور سب نے انکی تصدیق کی یہ بھی
فرمایا تھا کہ آیا تم مین ایسا بھی کوئی ہی کہ جسنے زکوٰۃ رکوع کی حالت مین دی ہو اور اسکے حق مین یہ آیہ نازل ہوا ہو
انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الایۃ سوا میرے سب نے اعتراف کیا کہ ہم مین ایسا کوئی نہین ہی اور فاضل
کاشانی نے تفسیر صافی مین جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آنحضرت سے سوال کیا اطاعت اوصیائی
مفروض ہی یعنی خدا نے کتاب مین اسے واجب فرمایا ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان اوصیا وہ ہین جنکے لیے حق تعالی نے
فرمایا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور وہ اوصیا وہ ہین جنکے لیے قرآن مین فرمایا ہی انما ولیکم اللہ و
رسولہ والذین امنوا الایۃ اور اسی جگہ سے صاف واضح ہوتا ہی کہ جو حق تعالی نے اس آیت مین اکثر صیغہ جمع کے فرمائے ہین
اُس سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام کی جماعت ہی یا عام جماعت مسلمین جیسا کہ بعض اہلسنت بنا بر بعض روایات
شاذہ کے جو مذکور ہو چکین گمان کرتے ہین کیونکہ وجوب اطاعت خدا ہی اور رسول خدا ہین یا وہ جو مثل انکے محفوظ
خطا و زلل سے ہون اور یہ سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے اور کسی کے لیے مرتبہ حاصل نہین ہی جیسا کہ ہم بحث عصمت
مین لکھ چکے ہین اور انشاء اللہ پھر عنقریب وجہ استدلال مین اس آیت کی لکھینگے اور اسی کتاب مین کتاب احتجاج سے
نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ منافقین نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آیا تمھارے پروردگار کو کچھ اور
تمپر واجب کرنا ابھی باقی ہی بعد اسکے کہ جو وہ واجب کرچکا کہ اُسے بھی آپ بیان فرمائیے یہانتک کہ ہم اپنے نفوس کو تسکین
دین کہ اب کچھ باقی نہین ہی سوا اسکے بعد اسکے حق تعالی نے یہ آیہ نازل فرمایا قل انما اعظکم بواحدۃ یعنی کہو ای محمد کہ
مین تمھین وعظ و نصیحت نہین کرتا اب مگر ایک امر کے ساتھ یعنی ولایت کے ساتھ بعد اسکے یہ آیہ نازل فرمایا انما ولیکم
اللہ و رسولہ الایۃ اور اسمین امت کے واسطے نہ بیان فرمایا سوائے اسکے کہ اُسدن کسی نے انمین سے زکوٰۃ حال رکوع مین
ایک شخص کے سوا نہ دی تھی اور اگر سوا بیان وصف کے اسکے نام کی تصریح فرمائی ہوتی کتاب مین تو جیسا اور اور گرا دیا

کتاب سے اس نام کو بھی گرا دیتے راقم رسالہ کہتا ہے کہ کیا سچ فرمایا ہے میرے آقائے مخبر صادق نے کیونکہ غصب منصب
وعناد کو مردم نے اختیار کیا اور حق سے دوری کی اور ضلالت سے نزدیک ہوئے قرآن کو جلایا تحریفات پر
کمر باندھی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ کے حکم محکم کو پس پشت اپنی ڈال کر حقوق واجبہ ذوی القربیٰ کے
غصب پر اور قتل اور سبّ اہل البیت اور ہتک حرمت پیغمبر نبی کے بعد آمادہ ہوئے اور نصوص جلیہ کو جو دربارۂ
خلافت اور وصایت وصی مختار فرمائی تھین یکسر واجب العمل نہ جانا اور بیعت غدیر خم کو جو وصی حقیقی کے ساتھ بحکم خدا
و رسول کی تھی توڑ ڈالا اور مخالف قرآن عدم توریث نبی کے مضمون کی حدیث بنائی گئی اور اجرائے حدود و قصاص
مین مخالفت احکام الٰہی کی کی گئی اور آیات قرآنیہ کی ترتیب موافق اپنی خواہشون کے دی گئی اور ایسی اکثر خلق شریک
ہوئی یہان تک اب بھی بڑی بڑی حدیثین بنائی جاتی ہین اور رد مقابل ایک دو خبر کے جو موضوع اور شاذ ہین
اخبار متفق علیہا جنکے ناقلین کی کتابین اور آثار موجود ہین ضعیف اور بے اصل بنائی جاتی ہین تو فقط ایک نام کا گرا دینا
کتنی بڑی بات ہے واقعی حق تعالیٰ بڑا خبیر اور عالم اپنے بندون کے حال سے اور بڑا حکیم ہے جو کچھ کہ اس بارے مین فرمایا
وہی عین مصلحت تھا اور اسکا فائدہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر ہوگا بالجملہ علمائے امامیہ نے روایات ائمہ معصومین
علیہم السلام اس بارے مین بہت نقل کی ہین لیکن بعض کا اُنمین سے ذکر کرنا کافی ہے کہ شیعون کو ماخذ استدلال معلوم ہو
فائدہ بعض اخبار اہلسنت مین وارد ہے کہ جو انگوٹھی جناب امیر علیہ السلام نے سائل کو بحال رکوع تصدق فرمائی
وہ سونے کی تھی جیسا کہ منجملہ روایات اخطب خوارزم کے جو سید ہاشم نے نقل کی ہین ایک روایت مین کہ وہ ابن عباس
کی طرف منسوب ہے یہ فقرہ مقولہ سائل کا مذکور ہے کہ جب پیغمبر خدا نے اس سے پوچھا هل اعطاك احد شيئا قال نعم خاتم
من ذهب الخ لیکن یہ امر غیر صحیح ہے کیونکہ تعلیم سے آنحضرت کے اور انکی اولاد طاہرین کے ادنیٰ شیعون سے اور
غلامون سے اُن جناب کے سونے کے زیورات کے پہننے کو حرام جانتے ہین پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ جناب حالت
نماز مین اسے پہنتے پھر یا یہ غلطی راوی کی ہے یا دانستہ تبدیل و تحریف لفظ ہے بالجملہ حقیقت یہ ہے کہ جو انگوٹھی جناب
امیر المومنین علیہ السلام نے حال رکوع مین سائل کو تصدق فرمائی اور وہ عمل خالص ایسا مقبول ہوا کہ بعد اسکے آیہ
انما ولیکم الله ورسوله والذین امنوا شان مین اُن جناب کی نازل ہوا وہ چاندی کی تھی جیسا کہ سید ہاشم مرحوم نے
اس مضمون کو نقل کیا ہے عمار بن موسیٰ ساباطی سے کہ اُنھون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو
انگوٹھی کہ تصدق فرمایا اُسکے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام نے حلقہ اسکا چار مثقال چاندی کا تھا کہ بحساب وزن
ہندی کے اٹھارہ ماشہ چاندی ہوتی ہے اور نگینہ اسکا پانچ مثقال یاقوت سرخ کا تھا اور قیمت اسکی بقدر خراج
ملک شام کے تھی اور خراج شام کی مقدار تین سو حمل نقرہ یعنی چاندی کا بوجھ جسے چارپایہ اٹھا سکے اور چار احمال
ذہب کے تھے اور وہ انگوٹھی مروان بن طوق کی تھی جسے امیر المومنین علیہ السلام نے مارا تھا اور اسکی انگلی سے اتار کر

بجاہ اور انعام کے تصدق میں جناب رسالتمآب کی لائے تھے اور یہ تعریف اسے آنحضرت کو وہ انگوٹھی عنایت
فرمائی تھی بموجب ارشاد نبی کے حضرت نے اسے اپنی انگشت مبارک میں پہنا تھا اور جب بعد کی طرف متوجہ ہوئے
تو وہ انگوٹھی دست مبارک میں تھی اسی انگوٹھی کو اثنائے نماز میں جناب رسالتمآب کے سامنے سائل کو عطا فرمایا
اور غزالی نے کتاب سر العالمین میں لکھا ہے کہ جو انگوٹھی امیر المومنین علیہ السلام نے حالت نماز میں تصدق فرمائی
وہ سلیمان بن داود علیہ السلام کی تھی اور جمع میں کی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ پہلے حضرت نے انگشتری حارث بن ربیع کی
تصدق فرمائی ہو اور بعد اسکے انگشتر سلیمان تصدق کی ہو دو بار حالت رکوع میں دیا ہو لیکن نزول آیہ بعد تصدق خاتم
انگشتر سلیمان کے ہوا ہو یا واقع میں وہ انگوٹھی جواہر خانہ سلیمان بن داود کی ہو اور غیر اس انگوٹھی کے جو سلیمان
مالک تھے اور موید اس امر کو کہ وہ انگوٹھی جو تصدق فرمائی وہ سلیمان کی تھی وہ خبر ہے جو مصنف کتاب میں موجود
اس آیہ کی تفسیر میں سدی سے کہ شیخ ابن عیسی سے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کی ہے وقال وصائلی بالنبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم
فقال من اعطاک ہذا الخاتم قال ذاک الراکع وکان علی کرم اللہ وجہہ یصلی فقال النبی الحمد للہ الذی جعلہا فی وفی اہل بیتی انما ولیکم اللہ الایہ
بالجملہ اس روایت کے آخر میں ہے وکان علی خاتمہ الذی تصدق بہ سبحان من فخری بانی لہ عبد یعنی وہ انگوٹھی جسے جناب امیر
علیہ السلام نے تصدق بحالت رکوع فرمایا اسکے نگینہ پر یہ الفاظ کندہ تھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ پاک وہ ذات ہے کہ جسکی نسبت
میرا محل افتخار یہ ہے کہ میں اسکا بندہ ہوں بخوبی ظاہر ہے کہ کافر اس عبارت کو کسطرح کندہ کرتا ہاں سلیمان علیہ السلام یا اور
کاملین معرفت کی نسبت یہ البتہ زیبا ہے کہ ان الفاظ کو نقش نگین اپنا کر کے ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں اور اپنا سبب افتخار سمجھیں
راقم رسالہ کہتا ہے کہ علاوہ عمل خالص کے تصدق و خیرات کیونکر مقبول نہو گی کیونکہ موافق کلام الہی کے لن تنالوا البر حتی
تنفقوا مما تحبون انگشتر سلیمان بن داود علیہ السلام سے مرتبہ کے لائق ہو سکتی ہے لیکن جن حضرات نے انکو حیا لاعینی انکے خیال میں اگر امیدوار
نزول آیہ کے ہوئے تھے وہ یہ نہ سمجھے کہ ان انگوٹھیوں میں بھی کوئی ایسی انگوٹھی تھی کہ اسکے جو مقابل میں معدود
ہوئی پھر کسطرح ہمسری کرنی چاہتے تھے نقطہ واضح ہو کہ یہ واقعہ بست و چہارم ذی حجہ کا ہے جیسا کہ شیخ طوسی
علیہ الرحمہ نے انکی تصریح فرمائی ہے تکمیل اب یہ کہتا ہے کہ مجھے بیان استدلال سے اس امر پر کہ یہ آیہ شان میں جناب امیر
علیہ السلام کے نازل ہوا ہے اور انکے غیر کے حق میں انکے نازل ہونے کا دعوا باطل ہے اور یہ کہ ماخذ علمائے امامیہ کا
اس اعتقاد میں کیا ہے فراغ نقل اخبار و آثار سے حاصل ہوا اب میں اس آیہ کی دلالت کرنے کی وجہ اپنے مطلوب پر بسبب
وجوہ دیگر لکھتا ہوں جاننا چاہیے کہ جناب اخوند صاحب نے حق الیقین میں فرمایا ہے کہ وجہ دلالت کرنے کی اس آیہ کی
امامت پر ان جناب کے یہ ہے کہ لفظ انما لغت عرب میں حصر کا کلمہ ہے اور لفظ ولی لغت میں کئی معنی پر آیا ہے پہلے یار دوسرے
دوست تیسرے صاحب اختیار چوتھے اولی بتصرف اور ان چار معنوں سے وہ معنی جو آخر میں ہیں یعنی تیسرا اور چوتھا
وہ ایک دوسرے سے قریب ہیں اور پہلے دو معنی کہ پہلا اور دوسرا ہے یعنی اس آیہ میں یقینی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ یار کی

اور دوست ہونا مومنین کا یہ مخصوص خدا و رسول کے ساتھ اور بعض مومنین کے ساتھ جو اِن صفات کے ساتھ موصوف
ہون نہین ہو سکتا بلکہ سب مومنین ایک دوسرے کے یاور اور دوست ہین جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ والمومنون
والمومنات بعضہم اولیاء بعض اور فرشتے بھی مومنین کے یاور اور دوست ہین جیسا کہ فرمایا ہی نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ
الدنیا وفی الاخرۃ بلکہ بعض کفار بھی بعض مومنین کے محب و یاور ہوتے ہین اور اگر کہین کہ آیہ بلفظ جمع وارد
ہوا ہی پھر کسطرح آنحضرت کے ساتھ مخصوص ہو گا تو جواب اسکا ہم دینگے کہ عرب و عجم کے عرف مین جمع کا اطلاق واحد پر
باعتبار تعظیم کے شائع ہی سوا اسکے اور بھی بہت سی باریکیان آیت مین ہین اور اسکے ساتھ ہم اختصاص کا دعویٰ نہین کرتے
کیونکہ ہماری احادیث خاصہ مین وارد ہی کہ سائر ائمہ علیہم السلام اِسمین داخل ہین اور ہر امام قریب اِسکے ہونے کے اس فضیلت سے
فائز ہوتا ہی اور صاحب کشاف نے کہا ہی کہ ہر چند مراد اِس آیہ سے وہ حضرت ہین مگر حق تعالیٰ نے اُسے بلفظ جمع اسلیے
فرمایا کہ تا اور اشخاص بھی مومنین سے آنحضرت کی متابعت کرین اور مومنا اِس امر پر کہ آیہ آنحضرت کی شان مین ہی اور
ولایت سے مراد امامت ہی وہ ہی جو صحیح مسلم اور صحیح ترمذی مین عمران بن حصین سے روایت کی ہی کہ حضرت
رسول نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت امیر علیہ السلام کو اُس لشکر کا امیر فرمایا تھا جب حضرت نے فتح فرمائی تو ایک لونڈی کو
غنیمت سے اپنے لیے مخصوص فرمایا یہ بات لشکر کو اچھی نہ معلوم ہوئی اور چار شخصون نے صحابہ سے اتفاق کیا
اِس بات پر کہ جب پیغمبر خدا کی خدمت مین پہونچین تو حضرت سے اِس مضمون کو عرض کرین اور قاعدہ یہ تھا کہ جب
مسلمان جنگ سے پھرتے تھے تو پہلے خدمت مین پیغمبر خدا کی آتے تھے اور سلام کرتے تھے اسکے بعد اپنے اپنے
گھرون کو جاتے تھے اسکے موافق جب پیغمبر خدا کی خدمت مین آئے اور سلام کیا تو ایک شخص منجملہ اُن چارون کے
اٹھا اور عرض کیا کہ علی نے ایسا کیا پیغمبر خدا نے اُسکی طرف سے روے مبارک پھیر لیا پھر دوسرا شخص اٹھا اور اُسنے بھی
وہی بات کہی یہ سنکر حضرت نے اُسکی طرف سے بھی منھ پھیر لیا تیسرے شخص نے بھی اُسی طرح عرض کیا اور اُسی طرح
حضرت نے اُسکی طرف سے بھی روے مبارک پھیر لیا جب چوتھے شخص نے بھی اُسی طرح عرض کیا تو اُن چارون
کی طرف متوجہ ہوے اور اُسوقت آثار غضب و غیظ روے مبارک سے ظاہر تھے اور تین بار فرمایا کیا چاہتے ہو
علی سے کیا چاہتے ہو علی سے بدرستیکہ علی مجھسے ہی اور مین اُس سے ہون اور وہ ولی ہر مومن
کا ہی بعد میرے اور ابن عبد البر نے کتاب استیعاب مین روایت کی ہی ابن عباس سے کہ پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب سے
فرمایا کہ تو میرے بعد ہر مومن کا ولی ہی پس معلوم ہوا کہ ولایت ایسا امر ہی کہ اُنسے مخصوص ہی اور ولی جو آیہ مین ہی وہ
انھین حضرت کی شان مین ہی اور پہلے فقرہ سے حدیث اول کے معلوم ہوتا ہی کہ جو اختصاص جناب امیر علیہ السلام کو
پیغمبر خدا کے ساتھ تھا وہ دوسرے کو نہ تھا اور بھی تخصیص فرمائی مابعد کے ساتھ اپنی دونون حدیثون مین خلافت کی
دلیل واضح ہی کیونکہ محبت و نصرت حال حیات مین بھی تھی اور ہر عاقل جانتا ہی کہ ایسا بزرگ ابوبکر و عمر و عثمان کی محبت

اور انکا محکوم نہین ہو سکتا انتہی خلاصۃ کلامہ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ دوسرے یہ کہ لفظ ولی بہت سے
معانی پر مشترک ہی المحب الناصر الصدیق والمتصرف فی الامر اور لفظ مشترک سے ایک معنی مراد نہین ہو سکتا مگر
قرینہ خارجیہ کے باعث سے اور قرینہ ماسبق ہوا اس امر کو ہی کہ معنی ناصر کے آیہ مین مراد ہون کیونکہ کلام تقویت
قلوب اور تسلی دہی مومنین اور ازالہ خوف مین ہی انکے جو از طرف مرتدین رکھتے تھے تھا اور مابعد کا قرینہ یہ چاہتا ہی
کہ محب وصدیق کے معنی مراد ہون اور وہ قول باریتعالی ہی یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ہزوا ولعبا من الذین
اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء بعضہم اولیاء بعض کیونکہ یہودی ونصاری اور اور کافرون کو کوئی اپنا امام نہ بناتا تھا اور نہ آپس مین بعض
بعض کو امام کرتے تھے اور انما کا کلمہ جو حصر کے واسطے مفید ہی وہ بھی اسی معنی کو چاہتا ہی کیونکہ حصر اس مقام پر چاہتا ہی
کہ کوئی نزاع یا تردد اور سرکشی کا اعتقاد اسمین ہوا ہو اور بالاجماع آیہ کے نازل ہونے کے وقت مین کوئی تردد اور
نزاع امامت مین اور ولایت تصرف مین نہ تھی بلکہ نصرت ومحبت تھی انتہی ملخص کلامہ اور جواب اسکا پہلے یہ ہی
کہ شاہ صاحب کا یہ کلام فرع ہی ثبوت اشتراک کا پہلے یہ چاہیے کہ اسکو ثابت کرین کہ لفظ ولی ان معانی مین مشترک ہی
کیونکہ لفظ ولی معانی متعددہ مین اگرچہ مستعمل ہی لیکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ ہر معنی کے مقابل مین ان معانی سے
اسکی وضع واضع سے واقع ہوئی ہی تاکہ اسے مشترک کہین اور جب تک کہ وضع کا اثبات لفظ کے لیے ہر معنی کے
مقابل مین نہ کیا جاے اشتراک کا اثبات ساتھ مسلم اصولیہ کے مکابرہ ہی کیونکہ جب حقیقت ومجاز اور اشتراک مین
کوئی امر دائر ہو اور دو احتمالی ہون کہ یہ لفظ مستعمل ان معانی متعددہ مین بطور حقیقت ومجاز ہی یا بسبیل اشتراک ہی تو
اشتراک مرجوح ہوگا اور استعمال اسکا حقیقت ومجاز مین راجح سمجھا جائیگا اور دوسرا جواب اسکا یہ ہی کہ بتقدیر اسکے
کہ اشتراک کو بھی ہم تسلیم کرین جب بھی تو قرینہ بلکہ بہت سے قرینے ہمارے ارادہ مطلوب پر قائم ہین جیسا کہ کلام مین
جناب اخوند صاحب کے گذرا اور انشاء اللہ اور وجہون کا بھی بیان عنقریب آتا ہی نہ اسکے برخلاف پر جیسا کہ شاہ صاحب
کو گمان ہوا ہی اور اسکے جواب مین کافی ہی جو جناب سلطان العلماء نے کتاب بوارق مین افادہ فرمایا ہی اور ملخص اس کلام کا
یہ ہی کہ ما تقدم مین ثابت ہوا کہ ولی سے ارادہ معنی ناصر ومحب کا کرنا اس مقام پر صحیح نہین ہی والا بمقتضاے المؤمنون
والمومنات بعضہم اولیاء بعض کے محبت ونصرت کی تخصیص مومنین کے ساتھ جو متصف بصفات مذکورہ ہون نہین ہی
شارح مقاصد نے اس شکل کے دفع کرنے کو لکھا ہی کہ نصرت اگرچہ عام ہی لیکن جب کسی جماعت مخصوص کی طرف
مومنین سے مضاف کیجاے پس بالضرور مختص بمن عداہم ہوگی کیونکہ انسان اپنے نفس کا ناصر نہین ہو سکتا پس گویا کہ
بعض مومنین کے لیے کہا گیا ہی انما ناصرکم البعض الاخر بعد اسکے اپنے امام فخر رازی سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا ہی
ہذا السؤال علیہ التعویل فی دفع ہذہ الشبہۃ انہ دقیق ہی لیکن چونکہ یہ تقریر جسکی متانت کا اعتراف انکے امام نے کیا ہی رکاکت سے
خالی نہ تھی اسلیے خود اسنے کہا ہی وانت خبیر بان معناہ علی اختصاص الخطاب بالبعض من المومنین وعلی کون المومنین الموصوفین جمیعہم

فاضل سیوطی نے کہا ہو کہ قال ابن حجر ظاهر هذا انهم كانوا يؤلفون آيات ذلك باجتهادهم وسائر الاخبار تدل على انهم لم يفعلوا شيئا الا بتوقيف
یعنی ابن حجر نے کہا ہو کہ ظاہر اس روایت کا یہ ہو کہ تھے صحابہ کہ ترتیب دیتے تھے سورون کی آیتون کو موافق اجتہاد
ورائے کے اور باقی روایات سے معلوم ہوتا ہو کہ ایسا نہ کرتے تھے انتہی ملخص کلامہ سبحان اللہ کیا جرأت خلیفہ صاحب کی ہو
کہ جو چیز بالاتفاق توقیفی تھی اُسے بمجرد اپنی خواہش وخیال کے بے اسکے کہ اسمین کچھ فکر وتردد فرماتے اپنی اور اپنے
حاضرین دربار کی رائے پر رکھکر حکم کردیا کہ سورون کے آخر کو دیکھو جسکے ساتھ مناسبت ہو ملحق کردو اور شیخ ابن حجر بھی
اسکا اعتراف کرتے ہین اور بعد اعتراف کہتے ہین کہ اور سب اخبار اسپر دلالت کرتے ہین کہ صحابہ ایسا نہ کرتے تھے
لیکن عقلا کا اقرار اپنے نفوس پر مقبول ہی سوا اورون کے اقرار کے اپنے نفوس کے واسطے خصوصًا جبکہ وہ خود اہل اہوا
ورائے پر اپنی عمل کرنے والے ہوے تو یہ بعید کہان کیجا سکتی ہو کہ توقیف خدا اور رسول کی پابندی کرتے تھے یہ روایت
جو انکی زبان سے کاشف حقیقت امر کی جاری ہوئی ہو وہ ایسا امر ہو کہ جو کچھ ہمارے علما کہتے ہین اور تصریح کرتے ہین کہ صحابہ نے
آیات کی ترتیب اپنی رائے کے موافق کی تھی گو حضرات اہلسنت اُسے چھپاتے ہین وہ اُنکی صدق پر دلالت اس
روایت کی بہت واضح ہو اور یہی کو عمدہ ہو جو فاضل سیوطی نے قاضی ابی بکر سے نقل کیا ہو کہ اُنہوں نے کہا ہو ان نظمه وترتيبه
ثابت على ما نظمه الله ورتبه عليه رسوله من آي السور لم يتقدم من ذلك مؤخر ولا اخر منه مقدم وانه يمكن ان يكون الرسول قد رتب سوره وان يكون
قد وكل ذلك الى الامة بعده ولم يتول ذلك بنفسه وهذا الثاني اقرب یعنی تحقیق کہ نظم وترتیب قرآن کا ثابت ہو کہ اوسکو نظم خدا کے ہو اوس
طرح کہ رسول خدا نے آیات کو سورون کی مرتب فرمایا ہو اور اسمین کسی نے تقدیم وتاخیر نہین کی اور یہ بھی ممکن ہو کہ
پیغمبر خدا نے سورون کی ترتیب فرمائی ہو اور ممکن ہو کہ اس ترتیب کو اُمت کے سپرد فرمایا ہو اپنے بعد اور خود اُسکے
متولی اپنے ایام حیات مین نہوے ہون اور دوسرا احتمال یعنی ترتیب کو بحال اُمت چھوڑنا اقرب ہو پس بر تقدیریکہ مراد
اسی ترتیب آیات اور اگر ترتیب سے مراد سورون کی ترتیب ہو بار اوہ اسکے کہ آنحضرت نے سورہ سورہ کو مرتب فرمایا ہو
اور یہ کہ کلام سے اُسکے ایک سورہ کا لفظ جو مکرر تھا گر گیا تو جسمین کلام ہمارا ہو اس سے خارج ہوگا لیکن جناب سید نے
فرمایا ہو کہ اکثر نسخ موجودہ مین لفظ سورہ کی تکرار نہین ہو بالجملہ ہمین اعتماد جمع عثمان پر نہین ہو خواہ وہ شان موجودہ ہو یا غیر اس
شان کے ہو دوسرے یہ کہ بتصریح صاحب اتقان وغیرہ معلوم ہوتا ہو کہ ترتیب نزولی قرآن کی اس ترتیب تلاوت کی
غیر ہو اور جب یہ ہوا تو معتبر شان نزول ہوگی نہ ہم معنی مین نہ شان تلاوت جسکا سیاق وسباق شاہ صاحب لیتے ہین خصوصًا
جبکہ وہ توقیفی اور تعبدی ہو اور جائز ہو کہ ایک آیت دوسری کے بعد کسی پوشیدہ مصلحت کے لیے نازل ہوئی ہو کہ وہ
عقول ناس پر ظاہر نہو سکے پھر کیونکر سیاق قرینہ ہوسکتا ہو اسکے لیے جو شاہ صاحب نے کہا ہو اور تیسری وجہ یہ ہو کہ
ہم اُس سیاق وسباق کے عوض مین جو شاہ صاحب نے ذکر کیا ہو اُنکے مطلوب کے خلاف پر واضح قرینہ بیان کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ اسی جزو ششم مین قرآن کے پہلے آیہ کریمہ اليوم اكملت لكم دينكم ہو اور دوسرے آیہ وافی ہدایہ انما وليكم الله و

رسوله الآیہ ہو اور تیسرے آیۂ شریفہ بلغ ما انزل الیک ہو اور پہلا آیہ اور جو بعد ہو وہ بیچ والے آیہ کے ساتھ تینون ایک ہی سلک مین منتظم ہین اور سب شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئے ہین اور انکا نازل ہونا از روے روایات محدثین فرقۂ شیعہ اور علماے حضرات اہلسنت ثابت و معلوم ہو جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین حسکانی وغیرہ ایک جماعت سے شیوخ عامہ کے کہ جنھون نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہو کہ اُسنے کہا کہ ہم مجمع عید غدیر سے پھرنے نہ پائے تھے کہ یہ آیہ نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الآیۃ اور تفسیر کبیر مین ابو سعید خدری سے روایت کی ہو انہ قال نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب یعنی یہ آیہ جناب امیر علیہ السلام کی شان مین نازل ہوا ہو اور امام حضرات اہلسنت مفسر تفسیر کبیر نے اس آیہ کی ذیل مین دس وجہین اپنی تفسیر مین ذکر کی ہین اور آخر کلام مین کہا ہو العاشر نزلت ھذہ الآیۃ فی فضل علی رضی اللہ عنہ و لما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بیدہ و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ و مولی کل مومن و مومنۃ و ھو قول ابن عباس و البراء بن عازب و محمد بن علی انتہی یعنی دسوین وجہ یہ ہو کہ یہ آیہ فضیلت و بزرگی مین علی رضی اللہ عنہ کی نازل ہوا ہو اور جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جسکا مین مولیٰ ہون پس علی اسکا مولیٰ ہی اور مولیٰ ہو ہر مومن اور مومنہ کا اور یہ قول ہو ابن عباس اور برا ابن عازب اور محمد بن علی کا اور حافظ ابو نعیم سے کتاب ما نزل فی القرآن مین اور واحدی سے کتاب اسباب نزول آیات مین اور شیخ ابو بکر شیرازی و مرزبانی وغیرہ سے مثل اسی کے روایات نقل کی گئی ہین اور یہ روایتین اس بارے مین بہت ہین یہان تک کہ اثر مین وارد ہوا ہو نزلت ھکذا بلغ ما انزل الیک فی علی کما رواہ الثعلبی و ابن عساکر اور ہر ایک ان تینون آیتون سے بانفرادہا دلیل اسکی ہو کہ ولایت علی ابن ابیطالب یعنی اولی بالتصرف ہونے کی ہو جیسا کہ عنقریب یہ مفصلاً بیان کیا جائیگا انشاء اللہ اور بعد اجتماع آیات اور ملانے بعض انکی کے ساتھ بعض کے ہمارے مطلوب پر قرینہ قطعی ہو کیونکہ آیہ بلغ ما انزل الیک کا حجۃ الوداع مین خطبۂ غدیر سے پہلے نازل ہونا اور یہ اہتمام کہ اسمین عزم کی ہوا اور بہت تاکید اسمین ہوئی اور جناب پیغمبر خدا کو جو اسمین خیال تھے اسکے رفع کے لیے حق تعالیٰ نے شر ناس سے عصمت کا وعدہ فرمایا کہ وہ بھی تاکید تاکید کے بعد ہو خاص بیان ولایت حضرت امیر کے لیے اور پھر آیہ اکملت لکم دینکم کا بعد اسکے نازل ہونا علاوہ اس سے جو گذرا اقتران ولایت خدا اور رسول کا ولایت سے آنحضرت کے جنکی شان مین انما ولیکم اللہ نازل ہوا یہ سب قرائن واضحہ اسکے ہین کہ لفظ ولایت مستعملہ سے مراد ان مقامات مین ولایت تصرف ہو کیونکہ خود ظاہر ہو کہ اسقدر اہتمام سوا اسکے کہ اس سے غرض یہ ہو کہ خلق امام انام علیہ السلام سے اہتمام اختیار کرین اور انکی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم سمجھین محض اظہار مودت و نصرت کے لیے نہین ہو سکتا جیسا کہ کہا گیا ہو انما ذلک لامر عظیم یناط بہ ایۃ الحق اجمعین الیس الامر الریاسۃ العامۃ فی الدنیا و الدین و حفظ شریعۃ سید المرسلین و لذلک نزلت عقیبہ آیۃ اکمال الدین و اتمام نعمۃ رب العالمین پھر یہ ولایت وہی ولایت ہو کہ روز غدیر مین جناب امیر علیہ السلام کی شان مین ظاہر ہو کر باعث اکمال دین اور اتمام نعمت کا ہوئی ہو

اور یہ جو کچھ کہ ہمنے بیان کیا ہی کو وجوہ ظاہر شان مین نزول ان آیات کے جاننا چاہیے نہ وہ جو عامہ اقاویل فاسدہ
کہتے ہین اور انشاءاللہ اسکا بیان کافی آیندہ آتا ہی اور اب دوسری طرح بھی جواب شاہ صاحب کا یہ ہی کہ کہا جاے
کہ شاہ صاحب کا عجیب حال ہی کہ اپنا امام المتکلمین مع تفسیر کبیر کی تقلید کر کے جو انھون نے رطب و یابس اس آیہ کی
تفسیر مین ذکر کیے ہین اُسے بے تامل یہ بھی کہتے ہین اور اس کلام کے پیش و پس مین نظر نہین کرتے یہ تو غور و تامل کے
لائق امر ہی کہ جسطرح لفظ مشترک کے معانی سے ایک معانی کا ارادہ کرنا جب تک کہ اسپر کوئی قرینہ قائم نہو صحیح نہین
ہو سکتا اسی طرح معانی مشترک سے چند معنون کا ارادہ کرنا بھی اہل اصول کے نزدیک نہین ہو سکتا پھر اس صورت مین
اگر سیاق کا قرینہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولی سے نصرت کے معنی مراد لین اور سیاق کا قرینہ دال اسپر ہو کہ محبت مراد
لین پھر اس صورت مین اگر ایک معنی دو معنون سے مراد ہو تو ترجیح بلا مرجح اور دو قرینون سے ایک کا لغو کر دینا
لازم آئیگا اور یہ کسطرح ہو سکتا ہی کہ حکیم علی الاطلاق کے کلام کا سیاق اسکے سیاق سے منافی ہو اور اگر دونون
معنی مراد لیے جائین تو معانی مشترک مین جمع لازم آئیگا اور وہ محذور ہی جیسا کہ امام جمہور حضرات اہلسنت نے
اسکی تصریح کی ہی نقض مین قول شیعہ کے جو وہ کہتے ہین کہ الولی فی اللغة قد جاء بمعنی الناصر والمحب وجاء بمعنی المتصرف ولا منافاة
بین المعنیین فوجب حملہ علیہما یعنی ولی لغت مین ناصر و محبت کے معنون پر بھی آیا ہی اور متصرف فی الامور کے معنون پر بھی
آیا ہی اور ان دونون معنون مین منافات نہین ہی پھر واجب ہوا کہ ولی کو دونون معنون پر حمل کرین تو اسکی نسبت
کہا ہی الجواب ان ذلک غیر جائز لما ثبت فی اصول الفقہ انہ لا یجوز حمل اللفظ المشترک علی المفہومیہ معاً یعنی جواب اسکا یہ ہی کہ یہ
حمل جائز نہین ہی کیونکہ ثابت ہوا ہی اصول فقہ مین کہ لفظ مشترک کا حمل کرنا اسکے دونون مفہومون پر ساتھ ہی جائز
نہین ہی اور یہ اعتراف و تصریح ایسی نہین ہی کہ اسے کوئی نہ سمجھے پھر لائق ہنسی کے یہ بات ہی کہ اسے امام نے چند
سطرون کے بعد اپنی تقریر اول کو بھلا دیا اور کہا کہ کل من انصف وتامل فی مقدم الآیة ومؤخرها قطع بان الولی فی قولہ انما ولیکم اللہ
لیس الا بمعنی الناصر والمحب یعنی جو انصاف و تامل کرے گا آیہ کے مقدم و موخر مین وہ یقین کرے گا اس امر مین کہ
لفظ ولی اس آیہ مین نہین ہی مگر ناصر و محب کے معنون پر فقط پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ اس امام نے شیعون کی
تقریر مین تو معانی مشترک کے جمع کرنے کو ممتنع کہا اور جانا اور اپنی تقریر مین معانی مشترک کو جمع کر دیا ایک بام
دو ہوا کیونکر ہو سکتا ہی اگر جمع معانی مشترک مین ممتنع ہی تو چاہیے دونون صورتون مین ممتنع ہو یہ کیسا کہ شیعون پر
نقض کرنے کو تو ممتنع ہی اور اپنی تاویل کرنے کو ممتنع نہین جو وہ اپنے لیے جائز سمجھے چاہیے کہ شیعون کے لیے
بھی جائز جانین اگر کوئی کہے کہ جمع بین المعانی ایک جماعت کے نزدیک علماے اصول کے جبکہ قرینہ قائم ہو اگرچہ
بالمجاز کیون نہو مجاز ہی تو ہم کہینگے کہ اس قول کے بنا پر ہو سکتا ہی کہ ان دونون معنون کے ساتھ تیسرے معنی بھی
یعنی اولی بتصرف ہونا بھی مراد ہو بسبب ان قرینون کے جو پہلے گذرے اور آیندہ بھی مذکور ہونگے انشاءاللہ تعالی

پس سیاق وسباق کا قرینہ برتقدیر تسلیم معارض نہوگا کیونکہ یہ صفات تمام وکمال بروجہ اکمل جناب امیر علیہ السلام مین
متحقق ہین بلکہ سوا آنحضرت کے جامع اُن صفات کا کوئی نہین اور یہ امر اُس حصر کی جو لفظ انما سے مستفاد ہوتا ہے تصحیح
کرتا ہے اگر بعد اسکے کوئی کہے کہ ناصر ومحب کے ایک معنی ہین اور اولی بتصرف ہونا اس معنی سے مغایر ہے تو ہم کہینگے
کہ مفہومات کا اختلاف ظاہر ہے اور تلازم کا تحقق بہر صورت ہوتا ہے پھر مطلوب بحمد اللہ ہر تقدیر مین حاصل ہے اور جو
شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ کلمہ انما جو حصر کے واسطے مفید ہے وہ اسی کو چاہتا ہے کیونکہ حصر اسی جگہ ہوتا ہے کہ کوئی نزاع
وتردد واقع ہوا ہو اور کوئی نزاع امامت اور ولایت تصرف مین نہین ہوئی تھی بلکہ تصرف ومحبت مین تھی فقط یہ
تائید غیبی اور اعانت حق ہے کہ زبان پر شاہ صاحب کی اعتراف اسکا جاری ہوا اور کلمہ انما کو بیان انھون نے بھی مفید حصر
جانا اور اپنے امام المتکلمین فخر رازی کی مخالفت کی کیونکہ انھون نے نہایۃ العقول مین صاف کہا ہے کہ لا نسلم ان کلمۃ
انما تفید الحصر پھر اگر اپنے امام کے قول کو قبول کرتے ہین تو پھر حصر کو اپنی سند مین جو لائے یہ زیبا نہین اور اگر
انکے قول کو باطل سمجھتے ہین تو کفی اللہ المومنین القتال لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات ائمہ اہلسنت کو کسی بات سے
کام نہین ہے بلکہ جدال کی راہ سے مقالات باطلہ کی طرف رجوع کرتے ہین اور پہلے مناسب یہ ہے کہ جو شاہ صاحب کے
امام المتکلمین ہین انکے کلام کو باطل کیا جائے بعد اسکے ظاہر کیا جائے کہ جو حصر کلمہ انما سے مستفاد ہوتا ہے وہ آنحضرت کو
مفید نہین ہو سکتا واضح ہو کہ فخر رازی نے اپنے زعم مین انما کے حصر کو تین وجہون سے باطل کیا ہے پہلے حسن دخول
تاکید واستفہام کہ وہ دلیل اشتراک کی ہے اور کہا ہے کہ شیعون کو نہین پہونچتا کہ اس حسن کو منع کرین کیونکہ یہ صیغون مین
جو عموم کے لیے ہین اس حسن کا استحسان کرتے ہین مع ان اقتضائہا الظاہر علی اقتضاء انما للحصر دوسرے یہ کہ انما الذی
فی الدار حصر پر دلالت نہین کرتا پھر لفظ ما کے بڑھانے سے کیا ہوگا تیسرے یہ کہ عرف مین کہتے ہین انما الناس
اہل العلم وانما الرجل ہو الشجاع اور اس سے یہ ارادہ نہین کرتے کہ جو اشخاص انسانی کہ عالم وشجاع نہین انسے انسانیت
اور رجولیت کی نفی کرین بل المراد ان الانسانیۃ والرجولیۃ فی العالم والشجاع اظہر آثاراً فقط اور جناب غفران مآب نے
عماد الاسلام مین اسکی نقض مین کلام بہت شرح وبسط کے ساتھ فرمایا ہے اور یہان بہت اختصار کے ساتھ اُسے مع اضافہ
بعض کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ حضرات اہلسنت کی کجروائی اس سے واضح ہو پوشیدہ نہ رہے کہ نقض اسمین کئی وجہ سے
ہو سکتا ہے پہلے یہ کہ فصحا کا کلام اسی پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ انما حصر کے واسطے موضوع ہے جیسا کہ اعشی شاعر کہتا ہے ولست بالاکثر
منہم حصی وانما العزۃ للکاثر اور فرزدق نے کہا ہے انا الذائد الحامی الذمار من حماہ وحریمہ وانما یدافع احسابہم اور جو اشعار کہ جناب
سید الشہدا علیہ السلام نے شب عاشور فرمائے ہین ان مین ہے انما الامر الی الجلیل وکل حی سالک سبیل اور ظاہر ہے کہ ان مقامات مین
سوا معنی حصر کے اور کچھ مراد نہین ہو سکتا دوسرے تبادر کی جہت سے کہ وہ حقیقت کی امارات سے ہے اور اسکی مثال
بہت سی امثلہ ہین جو زبانون پر مشہور ہین تیسرے بقول ابو علی فارسی کہ اعاظم علمائے نحو سے ہے اُسنے کہا ہے ان النحاۃ

جمع علی سلطعطرانی قوله فی ذلك جهة اور اسکے ساتھ صاحب منہاج نے بھی کہا ہے کلمہ انما للحصر لان ان للاثبات وما للنفی
فوجب الجمع بین النفی والاثبات لیکن صاحب منہاج کا قول غرابت سے خالی نہین ہے علامہ تفتازانی نے قول ماتن کی
شرح مین جو اسکا قول ہے وانما کان انما مفید الحصر لتضمنه معنی ما والا یہ کہا ہے وفی هذا الکلام اشارة الی ان ما فی انما لیس هی
النافیة علی ما توهمه بعض الاصولیین وذلك لان ان لاتدخل الا علی الاسم وما النافیة لاتنفی الا ما دخلت علیه باجماع النحاة واشار بلفظ
التضمن الی انه لیس بمعنی ما والا حتی کانهما مترادفان اذ فرق بین ان یکون فی الشیء معنی الشیء وان یکون الشیء الشیء علی الاطلاق فلیس
کل کلام یصلح فیه ما والا یصلح فیه انما انتهی اسکے تین وجہون سے استدلال کیا ہے جو مشتاق اطلاع ہو وہ اس مقام کو اس کتاب مین
دیکھے اور اس سے بخوبی واضح ہوا کہ انما کلمہ حصر کا باتفاق علماے عربیہ ہے اور صاحب نہایۃ امام المتکلمین حضرت
اہلسنت کی تشکیکین سننے کے قابل نہین اور جو وجہ دلیل مین انھون نے حسن استفہام تاکید سے دعوی اشتراک کی
تثبیت کیا ہے اور اس سے شیعون پر بہت بری بات جانکر حجت لاے ہین یہ اسوقت صحیح ہوتا اور شیعون پر توجہ
ہوتا جبکہ تمام علماے شیعہ یا اکثر انکے اسکے قائل اور معترف ہوتے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ حسن استفہام سے استدلال
کرتے ہین سید مرتضی علیہ الرحمہ بحسب ظاہر اکیلے ہین اور تحقیق اسکے خلاف ہے اور وجوب الاتباع حق ہوتا ہے نہ غیر حق
اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اسے رد فرمایا ہے یہ کہکر کہ حسن استفہام اشتراک پر دلالت نہین کرتا لانہ قد یستحسن لاجل
التحقیق لارادة الحقیقه دون المجاز اور ظاہر ہے کہ حسن استفہام کی وجہ مقام تحقیق ارادہ حقیقہ مین سوا مجاز کے باوصف
اسکے کہ جب قرینہ صارفہ نہو تو حقیقت متعین للارادہ ہوتی ہے مجاز کا شائع ہونا اور احتمال اسکا کہ ایسے قرینے پوشیدہ ہون
کہ جو مخاطب کی فہم مین نہ آئے ہون ہوتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حسن استفہام عام ہے اور عام کی دلالت خاص پر
نہین ہوسکتی اور دوسری وجہ کا وجوہ تشکیک سے جواب عبارت شرح تلخیص سے ظاہر ہے اور تیسری وجہ کا
جواب یہ ہے کہ جو کہنے والا کہتا ہے انما الناس اہل العلم یہ اسی قبیل سے ہے جسکی طرف ہمنے اشارہ کیا ہے کہ مجازات محاورات
مین شائع ہین اور سلب کی صحت دلیل مجاز ہونے پر ہے اور واقع مین سلب کا عدم حقیقت کی امارت ہے
اور چونکہ غیر اہل علم سے مفہوم ناس کا سلب کرنا صحیح نہین ہے پس انسے اسکی نفی کرنا یا مجاز پر محمول ہوگا یا مراد اس
ناس سے جو اہل علم مین کامل الانسانیت ہونگے اور وہ دوسرا مجاز ہے اور اسی طرح اسکی مشاکل مین جیسے انما الرجل
هو الشجاع ہے جاننا چاہیے اور الاستعمال اعم من الحقیقة قضیہ اہل اصول کی زبان پر مشہور ہے اور اگر لفظ کا استعمال کرنا
غیر موضوع لہ مین اسکے معنی حقیقی کا بادم ہو تو ہر جگہ نقض معانی حقیقیہ پر وارد ہوگا اور جب یہ مقدمہ واضح ہوا تو
اس سے معلوم ہوا کہ جو بعض حضرات کو یہ توہم ہوا ہے کہ کلمہ انما قرآن مین چند مقام پر سوا معنی حصر کے بھی آیا ہے جیسا کہ
حق تعالی فرماتا ہے انما المومنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم یا فرماتا ہے انما انت منذر من یخشها اور فرماتا ہے انما یرید الله
لیذهب عنکم الرجس اهل البیت پھر ان مقامات مین انما کا لانا باوجود اسکے کہ معلوم ہے کہ مومنین منحصر نہین موصوفین بصفت

مذکور میں نہیں ہیں اور انداز فرمانا آنحضرت کا منجملہ بہ مقصود نہیں تھا اور حق تعالیٰ کا ارادہ عام ہی ہے ارادہ خاص میں
منحصر نہیں ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ انما محض حصر کے لیے موضوع نہیں ہے والا اشتراک لازم آئے یہ توہم باطل ہے کیونکہ استعمال
لفظ کا اعم ہے حقیقہ سے پس اگر ان مواضع میں معنی حقیقی انما کی مراد ہوں تو اس سے کیا لازم ہے کہ جو معنی کہ مراد ہوں ان مقامات
میں وہ بھی حقیقت ہوں اور جب انکا حقیقت ہونا ثابت نہوا تو معنی حصر کی نفی کرنی رفع اشتراک کے لیے لازم
ہوگی اور اگر ایسا مجاز دلالت اسپر کرے کہ انما حصر کے لیے موضوع نہیں تو لیس کلا میں کہ اسکی وضع حصر کے واسطے
زیادہ واضح ہے یہ دلیل قول خدا تعالیٰ لیس للانسان الا ما سعی اسکا بھی حصر باطل ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ انسان کو تمتع
اور فائدہ کثیر بے اسکے کہ سعی اور کوئی عمل کیا ہو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ادنی اسکا یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی اور اور ستاروں کی
روشنی میں معاملات کرتا ہے اور ہوا سے فائدہ ترویح کا حاصل کرتا ہے یا اپنے اعضا و جوارح سے منتفع ہوتا ہے کہ آنکھ سے دیکھتا ہے
کان سے سنتا ہے ناک سے سونگھتا ہے منہ سے کھاتا ہے معدہ سے ہضم غذا کا فائدہ اٹھاتا ہے اور اسی طرح حق تعالیٰ فرماتا ہے
ان یتبعون الا الظن کیونکہ اسمیں بھی ظاہر ہے کہ وہ بغیر ظن کے بھی اعمال کرتے تھے اور فرماتا ہے وما انا الا نذیر مبین اور اس
جگہ بھی ظاہر ہے کہ انحصار صفات کا اسمیں نہیں ہے اور اسکی مثال بہت ہیں اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ شبہہ
عدم سبق نزاع کا امامت میں حضرات اہلسنت نے اپنے زعم میں صحت حصر کی شرط گردانا ہے تاکہ اس سے معنی ولایت کے
ارادے سے قدح کریں اور یہ انکے علما کے کلام میں جا بجا موجود ہے جیسا کہ علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں کہا ہے علی ان الحصر
انما یکون نفیا لما وقع فیہ تردد او نزاع ولا خفاء فی انہ عند نزول الآیۃ لم یکن نزاع فی امامۃ الائمۃ الثلثۃ اور فاضل تفتازانی نے
شرح مقاصد میں کہا ہے فان الحصر انما یکون باثبات ما نفی عنہ الغیر ولم یکن الا ولایۃ الیہود والنصاری للنہی عن اتخاذہا
ولیست ہی الحصر نحو الامامۃ ولیکن علمائے عربیت کے کلام میں حصر کا انحصار سبق نزاع میں مفہوم نہیں ہوتا اور جو اسکا ادعا
کرے اسکا اثبات و بیان اسکے ذمہ میں ہے اور اگرچہ ہمارا منصب نہیں ہے لیکن تبرعاً اظہار حق کے لیے اہل ادب کی نصوص سے
ثابت کر دیتے ہیں آگاہ ہو کہ صاحب دلائل الاعجاز نے کہا ہے کہ اعلم ان موضع انما ان تجیء لخبر لا یجہلہ المخاطب ولا ینکرہ او لما
ینزل ہذہ المنزلۃ وما لا ینکرہ او فی حکمہ یعنی جان تو کہ استعمال انما کا مقام یہ ہے کہ وہ ایسی خبر کے واسطے آتا ہے کہ جسے مخاطب
یعنی جسکی طرف خطاب ہوتا ہے وہ اس سے جاہل نہو اور اس سے انکار نہ رکھتا ہو یا اسکے لیے مستعمل ہو جو اسکے قائم مقام ہو
اور لفظ ما و الا اس حکم میں آتا ہے جس سے مخاطب کو انکار ہو یا جو اس انکار کے حکم میں ہو اور صاحب تلخیص کہتا ہے کہ اصل
الثانی ان یکون ما استعمل لہ مما یجہلہ المخاطب و ینکرہ بخلاف الثالث یعنی دوسرے کی اصل یہ ہے کہ استعمال کیا جائے جہاں مخاطب
جانتا نہو یا انکار رکھتا ہو اس کلام کے قبول کرنے سے بخلاف تیسرے کے فقط اور واضح ہو کہ دوسرے سے مصنف نے
ما و الا کو مراد لیا ہے اور تیسرے سے انما کا ارادہ کیا اور کتاب ایضاح میں ہے ان اصل النفی و الاستثناء ان یکون الحکم الذی استعمل
لہ من الاحکام التی یجہلہا المخاطب و ینکرہا بخلاف انما فان اصلہ ان یکون الحکم المستعمل فیہ مما یعلمہ المخاطب

ولا ینکرہ یعنی نفی اور استثنا کی اصل یہ ہی کہ ہووے حکم ایسا حکم کہ استعمال کیا گیا ہی وہ واسطے اسکے بنا اُن کا م
جسے مخاطب نہین جانتا یا اُس سے انکار کرتا ہی بخلاف انما کے کہ اسکی اصل یہ ہی کہ نہین جو حکم مستعمل ہی وہ اُس قبیل سے ہو
جسے وہ جانتا ہو یعنی جسکی طرف خطاب واقع ہوا ہی اور وہ اُس سے انکار نہ کرتا ہو اور اِن سب سے بخوبی واضح ہی کہ
انما سبق نزاع وانکار کو نہین چاہتا اگرچہ بعض نے اسمین بھی استشکال کیا ہی حیث قال وفیہ اشکال لان المخاطب اذا کان عالما
ولم یکن حکمہ مشوبا بالخطاء ولم یصح القصر بل لا یفید سوی لازم الحکم وکان مراد الشیخ ان یجئ الخبر من شانہ ان لا یجہلہ المخاطب ولا ینکرہ
حتی نزول ادنی تنبیہ لا یصر علیہ کیونکہ یہ تاویل بھی ہمارے قول کی موید ہوگی اور پھر ہم دوسری طرح بعد تنزل یہ کہتے ہین کہ
جنہون نے عدم سبق نزاع کو امامت مین شرط صحت حصر گردانا ہی یہ شرط قصر اضافی مین شرط ہوگی نہ قصر
حقیقی مین جیسا کہ جناب سلطان العلماء رحمۃ اللہ نے بسبیل نقل کلام فاضل سید شوستری کے فرمایا ہی کہ کلام تفتازانی سے
مستفاد ہوتا ہی کہ تردد و نزاع کا واقع ہونا قصر اضافی مین شرط ہی نہ قصر حقیقی مین جیسا کہ فرمایا ہی لان اعتقاد المخاطب
ثبوت ما نفاہ المتکلم قطعا او احتمالا مختص بالقصر الغیر الحقیقی لانہم اتفقوا علی صحۃ ما فی الدار الا زید قصرا حقیقیا مع انہ
لیس داخلا فی اعتقاد جمیع الناس فی الدار اور اس کلام کا حاصل یہ ہی کہ جائز ہی کہ قصر صفت موصوف کے لیے بطور قصر حقیقی ہو
اور تردد و نزاع کا واقع ہونا قصر اضافی کے ساتھ مخصوص ہو انتہی ملخص کلامہ اور تیسرے طریقے سے اسکا جواب
اور یہ ہی کہ بیان حصر پر نزاع کا سابق ہونا اور مقتضی قصر کا مقدم ہونا ارادہ اولویت تصرف کے منافی نہین ہی کیونکہ
جو شخص کہ اولی بتصرف مسلمانون کے امور مین مثل خدا کے اور اسکے رسول کے ہوگا وہ یقینی ناصر اور محب اور مصلح
انکے امور کا بجمیع وجوہ ہوگا پھر ان حضرات کو کیا ہی کہ فکر و کلام نصرت اور محبت کے بارے مین کرتے ہین جو مرجع امور ہی
اسکی طرف نظر نہین کرتے اور چاہیے یہ کہ اپنی نظر کو اُسی کی طرف بمفاد حسبنا اللہ ونعم الوکیل مقصور کرین اور بمقتضاے
ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم اپنے اولیاے حقیقی کی طرف کیون رجوع نہین کرتے
اور یہ اہل عربیت کا قاعدہ ہی کہ کبھی غیر منکر کو منکر کے حکم مین اور عالم کو جاہل کے حکم مین لیتے ہین جبکہ وہ مقتضاے عدم
انکار اور علم پر اپنے عمل نہ کرے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ای مقصور علی رسالتہ لا یتعداہا
الی التبری عن الہلاک اِس مین دیکھیے کہ فاضل تفتازانی نے کہا ہی المخاطبون وہم الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین عالمون بکونہ
مقصورا علی الرسالۃ غیر جامع بین الرسالۃ والتبری عن الہلاک لکنہم لما کانوا یعدون ہلاکہ امرا عظیما نزل استعظامہم ہلاکہ منزلۃ انکارہم ایاہ ای الہلاک
فاستعمل لہ النفی والاستثناء یعنی جنسے خطاب اِس آیہ مین واقع ہوا ہی وہ سب صحابہ تھے کہ وہ اسکے عالم اور جاننے والے تھے کہ پیغمبر
وہی حضرت ہین اور وہ جامع رسالت اور حیات دائمی کے نہین ہین لیکن وہ سب آنحضرت کی ہلاکت کو امر عظیم
جانتے تھے اور یہ استعظام ہلاکت انکا اِس مرتبہ کو پہونچا تھا جیسے انکار ہلاکت سے کہین پس اُس انکار کے لیے نفی
و استثنا کا استعمال کیا گیا انتہی ترجمہ کلامہ اور خبیر پوشیدہ نہوگا کہ جو فاضل تفتازانی نے کہا ہی کہ سب صحابہ اسکے

عالم تھے یہ بھی صحیح نہین ہے کیونکہ انہین اصحاب سے خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت نے موت نبی سے انکار صریح
کیا ہے جیسا کہ مقدمہ مین اسی کتاب کے موافق انھین کی روایت کے ذکر ہو چکا ہے بلکہ جائز ہے کہ چونکہ حق تعالی کے
علم مین تھا کہ بعضے اپنے پیغمبر کے بعد انکار ولایت سے اُن جناب کی کرینگے اسی لیے اس تاکید سے فرمایا کہ جیسا کہ صواعق
وغیرہ کتب حضرات اہلسنت مین موجود ہے لیکن انھین خدا کی تاکید سے کچھ فائدہ نہوا اور یہ انکار کے مرتکب ہوے
یہان تک کہ انکے ساتھ والون نے انھین آگاہ کیا بالجملہ حقیقت تو یہ ہے کہ چونکہ صحابہ کفار کی نصرت و محبت سے مانوس
و دل تنگ تھے اور باطن مین انکی محبت کے خواہان تھے تاکہ کچھ قوت و شوکت اپنے لیے پیدا کرین جیسا کہ روایت
جامع الاصول سے پیدا ہے کہ راوی نے کہا کہ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ مین خدمت مین پیغمبر خدا کی حاضر ہوا اور عرض
کیا مین نے کہ ہماری قوم نے ہمین اپنے سے جدا کر دیا ہے بسبب اسکے کہ ہمنے خدا اور رسول کی تصدیق کی ہے اور انھون نے
قسم کھائی ہے کہ ہمسے بات نہ کرینگے الحدیث پس گویا کہ وہ نصرت خدا اور رسول اور اولی الامر سے غافل تھے اور جو علم اس
نصرت کا انھین دیا گیا تھا اُسے بھلائے ہوے تھے اور بمنزلہ منکر و جاہل کے پہونچ گیے تھے اسلیے مستحسن یہ ہوا کہ تاکید
فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الآیۃ تا کہ وہ جانین کہ اولی الامر کی طرف رجوع کرنی چاہیے اور غیرون سے مددگاری
و نصرت کا خیال کرنا باوجود اسکے کہ ایسے حامی موجود ہون نہین چاہیے اور یہ جو ہمنے کہا ہے وہ صاحب مفتاح کی تقریر پر
بہت منطبق ہوتا ہے کیونکہ اُنھنے کہا ہے ان طریق انما یسلک مع مخاطب فی مقام لا یصر علی خطائہ و یجب علیہ ان لا یصر علی خطائہ کقولک
انما ہو اخوک لمن یعلم ذلک و یقربہ و انت ترید ان ترققہ علیہ چھٹی یہ بات ہے جواب مین کہ حق تعالی نے جو علیم و خبیر عواقب امور اور وقائع
و ہورہے ہے اُسے دیکھا ہے کہ اپنے علم ازلی کے موافق جو نزاع کہ بعد ہونے والی تھی امامت مین کہ وہ اس وقوع ظاہر کے
اسکے علم مین سبق تھی اُسکے موافق اس نزاع کے سد باب کے لیے بنابر اتمام حجت کے کلمہ انما کو پہلے سے فرمایا ہو اور یہ امر کہ
جو بہت برا خلافت مین واقع ہوا یہ یقینی تقدم بالحفظ کو چاہتا ہے اور حق تعالی کو اطلاع منافقین کے ارادے اور انکی
باطنی دشمنیون پر بھی اسی جہت سے ہمیشہ امر ولایت مین تاکید پر تاکید فرماتا تھا پھر علم خبیر کا قیاس اُن چیزون پر جو مافی الضمیر
جاہل ہین نہ کرنا چاہیے اگر جاہل تاکید مین پہلے نزاع کے ہونے کے محتاج ہون تو ہون خداے خبیر اسکا محتاج نہین
ہو سکتا اور یہ بات بہت ظاہر ہے پانچوین وجہ جواب کی وہ ہے جو سید شوستری نے فرمائی ہے کہ قصر کسی تردد کے دفع کرنے
کو بعض اشخاص سے در باب منحصر ہونے ولایت کے خدا اور رسول مین یا شریک ہونے اسکے خدا اور رسول مین اور غیر انکے مین
واقع ہوا ہو اور اس صورت مین قصر تعیین اشتراک کے لیے ہوگا جیسا کہ حق تعالی کے قول مین ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
کیونکہ تیسر قلب ہے اثبات اشتراک رسالت کو اور اسکے عام ہونے کو بہ نسبت تمام خلق کے اور دفع ماے کو احتمال
اختصاص رسالت کو آنحضرت کے جیسا کہ اہل کتاب گمان کرتے تھے چھٹی وجہ وہ ہے جو سید نے فرمایا ہے کہ حصر کا فائدہ
یہ ہو کہ جو اُن جناب سے امامت مین منازعت کرے مطلقا اُسکی نفی ہے نہ یہ کہ جو آیہ کے نازل ہونے کے وقت نزاع

naablib.org

رکھتا ہو اُسکی نفی ہو والا لازم آتا ہی کہ کلمۂ توحید نفی الوہیت کے لیے اُسکے مفید ہو جو الوہیت کا مدعی اُسکے نازل ہونے کے
زمانے مین ہو نہ نفی الوہیت کو مدعیان الوہیت کی مطلقاً اور یہ ظاہر الفساد ہو انتہی محصلاً و جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی
خلاصہ اُسکا یہ ہی تیسرے اعتبار لفظ کے عموم کے واسطے ہی نہ خصوص سبب کے واسطے قاعدۂ اصولیہ متفق علیہا ہی شیعہ و
سُنی مین پس آیہ کا مفاد حصر ولایت کا ایسے چند اشخاص مین ہوگا کہ حضرت امیر بھی اُن مین داخل ہین کیونکہ جمع کے
صیغے اور الذین کا کلمہ الفاظ عموم سے ہی باتفاق امامیہ ہین جیسا کہ سید مرتضیٰ نے کتاب ذریعہ مین اور ابن مطہر نے اپنی
کتاب نہایہ مین اُسے ذکر کیا ہی پس حمل جمع کا واحد پر متعذر ہی اور حمل عام کا خاص پر خلاف اصل ہی کیونکر بدون ضرورت کے
اُسکے مرتکب ہونا چاہیے انتہی توجیہ بعض کلمہ اور اُسکا جواب یہ ہی کہ عموم لفظ کا ارادہ خاص کے منافی نہین ہو کیونکہ عام
خاص پر صادق آتا ہی پھر خصوص سبب صریح ہی ارادے مین کہ آنحضرت کا فعل سبب نزول کا آیہ کے ہوا اور مشارکت
غیر کی صفات مخصوصہ مین آنحضرت کے ساتھ جو شاہ صاحب نے لکھی ہی وہ شیعون کے مطلوب کے منافی نہین ہی کیونکہ
اُنکا معتقد بنا بر اخبار خاصہ کے یہ ہی کہ سب ائمہ معصومین علیہم السلام مصداق آیہ مین داخل ہین جیسا کہ اجمالاً اس سے پہلے
مذکور ہو چکا اور تفصیل عنقریب انشاء اللہ بعد آتی ہی اور غیر ائمہ معصومین علیہم السلام اُسمین شامل نہین ہو سکتے کیونکہ وہ اہل ایمان
نہین بلکہ اُنکا نفاق و شقاق ثابت ہو چکا ہی پھر کسطرح اُسکے مصداق ہو سکتے ہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے
اُسکے جواب مین جو فرمایا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ شاہ جی کا قواعد اصولیہ کو ذکر کرنا ساتھ اس بات کے کہ خود معنی مراد کو
نہین سمجھے کسی ثمر کا مثمر نہین ہو سکتا سوا اسکے کہ اپنے مریدون کی محفل مین بیٹھکر افتخار کر لین بالجملہ اُنکا کلام مردود ہی اس
راہ سے کہ جب ولایت حضرت امیر کی فی الجملہ اس آیت سے باعتراف اُنکے ثابت ہو چکی تو مطلوب جو شیعون کا ہی
حاصل ہو چکا ہی اب رہی اُنکے غیر کی ولایت کی نفی وہ بہ دلیل خارجی ثابت ہی پس بعد تسلیم کرنے عموم کے بمقتضائے
ما من عام الا وقد خص عموم اُسکا مخصص ہوگا ساتھ ماعدائے متنازعین کے بسبب دلیل خارجی کے پس نکل گیا وہ جسے
دلیل نے خارج کیا اور باقی اپنے حال پر باقی رہا اپنے خیال محال سے شاہ صاحب چاہتے ہین کہ عموم الفاظ کا اثبات
کر کے اصحاب ثلثہ کو بھی داخل کر دین آیہ مین اور یہ آرزو محال کی ہی کیونکہ قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ کا مقتضا یہ ہی کہ جتنے
اشخاص متصف اُن صفات سے ہین کہ جو آیت مین مذکور ہین اُنکی ولایت ثابت ہی اور اُسکا تحقق متنازعین مین ممنوع ہی
کیونکہ ایمان اور اقامت صلوۃ اور زکوۃ کا حال رکوع مین دینا اُنسے ممنوع ہی اور حقیقت مین یہ صفات نفی ولایت اصحاب
ثلثہ کے لیے اور جو اُنکے نظائر ہین مفید نہین کیونکہ وہ سب اِن صفات جلیلہ سے معرا اور مبرا تھے ہان یہ ممکن ہی کہ شیعہ
بعد تسلیم کرنے عدم انحصار اور ولایت جمیع ائمہ معصومین کے اول امر سے کہین کہ ہر گاہ اوصاف مذکورہ باقی ائمہ دین مین
متحقق تھے پس بمقتضائے العبرۃ لعموم اللفظ امامت سب ائمہ اطہار کی اس سے ثابت ہوئی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی
کہ پس حمل جمع کے صیغہ کا واحد پر متعذر ہی الخ یہ بات ایسی ہی کہ جسکے سُننے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یا اُسکا کہنے والا بے علم ہی

حتی کہ قرآن بھی اُنسے نہین پڑھا یا حق پوشی کے لیے ناحق کوشی کو اختیار کیا ہے لیکن شق اول کا گمان شاہ صاحب کے
بارے مین نہین ہو سکتا کیونکہ خود بھی مفسر قرآن ہین ہان دوسری شق ضرور اور تیقین ہوتی ہے کیونکہ حمل جمع کا واحد پر
مجازات شائعہ عرب سے ہے اور قرآن شریف مین بہت موجود ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے ان ابراہیم کان امۃ قانتا
اور فرماتا ہے افیضو من حیث افاض الناس اور یہ خطاب خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ہے اور فرماتا ہے وعلمنا
منطق الطیر اور فرماتا ہے الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم اور پہلے لفظ ناس سے مراد ابن مسعود ہے اور دوسرے لفظ
ناس سے مراد ابو سفیان ہے جیسا کہ اُنکے مفسرین نے تصریح اس تفسیر کے ساتھ کی ہے اور گنہگارون کی حکایت مین فرماتا ہے
گروہ کہینگے رب ارجعون بعد فرماتا ہے وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور فرماتا ہے وامطرنا علیہم مطرا پھر بعد اسکے
جب شاہ صاحب نے صیغہ جمع کا حمل کرنا واحد پر متعذر جانا ان آیات مین جو جمع کے صیغے خداوند یگانہ کی شان مین بہم
وارد ہوے ہین انکو کس معنی پر حمل کرینگے اور علاوہ اسکے شاہ صاحب کے اس اعتراض کا جواب بطور دفع دخل مقدر
تو فاضل زمخشری کے بھی کلام مین مذکور ہو چکا ہے جو اس فاضل نے کہا ہے فان قلت کیف یصح ان یکون لعلی رضی اللہ عنہ واللفظ
لفظ جماعۃ قلت جیٔ بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ انتہی پھر اب تعذر کہان ہو سکتا ہے
اور اسی طرح فاضل نیشاپوری نے بھی اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور فاضل نیشاپوری نے دلیل منع کے مقدمات مین تسلیم کر لیا ہے کہ
لفظ جمع کا اطلاق واحد پر تعظیم کے لیے ہوتا ہے حیث قال وایضا الاطلاق لفظ الجمع علی الواحد لاجل التعظیم مجاز پھر شاہ صاحب
اس اطلاق کو اور حمل صیغہ جمع کو واحد پر کیون متعذر کہتے ہین یا جیسا کلام خدا کی تاویل و تفسیر موافق اپنی راے کے برخلاف
حقیقت امر کے کرنی چاہتے ہین اسی طرح اُن مفسرین کے بھی کلام کی تاویل کچھ فرمائی ہو گی اور اگر مجازات شایعہ کو
متعین الارادہ نہ کہینگے تو متعذر الارادہ بھی تو نہین کہہ سکتے بالجملہ جو حکم تعذر کا شاہ صاحب نے کیا ہے یہ بقول مطلق صحیح
نہین ہو سکتا اور اس صورت مین کہ عام کا اطلاق خاص پر کرین یعنی یہ کہین کہ یہ حمل صیغہ جمع کا واحد پر جبکہ ضرورت
حمل کی مفقود ہو اور قرینہ منتفی ہو تو متعذر ہے تو انکے جواب مین کہہ سکتے ہین کہ یہ عام کا اطلاق خاص پر کیونکر جائز ہو گا
اور یہ لفظ عام کا اطلاق خاص آیہ کریمہ مین جائز نہین ہے پھر اگر کہین کہ ہمارے یہان قرینہ مراد یعنی جمیع مومنین کا آیہ سے
مراد ہونا موجود ہے تو بحمد اللہ شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ تمہارا قرینہ تو خیالی ہے اور قرینہ تفسیر بحسب راے ہے اور ہمارا قرینہ
مراد آیہ سے جو خاص ہے وہ احادیث متفق علیہا جسکا بیان اوپر ہو چکا کہ وہ سنت ثابتہ ہے موجود ہے اور اسی لیے فاضل
زمخشری نے باوجود اسکے کہ تم سے ہے اسی کو اختیار کیا پھر اب بعد فاضل مذکور کے اقرار کرنے کے اس قرینہ کا انکار بدیہی کا
انکار ہے اور حقیقت مین اُسے خوب سمجھتے ہین کہ منشا اسکا محض تعصب اور حق پوشی ہے تیسرے یہ کہ چند سطرون کے بعد
خود ہی راکعین کی تاویل مین معنی خاشعین شاہ صاحب نے کہا ہے کہ چونکہ خشوع معنی مستعار اس لفظ کا ہے تو
اُس لفظ کا حمل کرنا اس معنی پر بلا ضرورت بھی جائز ہے جیسا کہ وہ اپنے محل پر مقرر ہے انتہی ترجمہ کلامہ بھلا یہ کیا بات ہے

کہ شیعون کے قول مین تو جمع کا واحد پر حمل کرنا جو مجاز شائع ہی متعذر کہا گیا اور اپنے لیے مجاز مجاز رکھا گیا پھر ایک قسم مجاز کی کسطرح غیر مجاز و مجاز ہو سکتی ہی اب محل شکر یہ ہی کہ انھین کے قول سے انکا قول مجوج و باطل ہوا پھر جو تھے وہ ہی جو جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا خلاصہ اسکا یہ ہی کہ علاوہ اسکے یہ ہی کہ ما نحن فیہ مین حمل جمع کا عموم پر متعذر ہی کیونکہ الذین یقیمون الصلوة الخ کہ جمع ہی محمول علیہ پر ہی اور حمل جمع مفرد پر جائز نہین ہی مگر نزدیک ضرورت کے اور جو شاہ صاحب نے اپنے قول سابق مین کہا ہی کہ حمل عام کا خاص پر خلاف اصل ہی کہ بدون ضرورت کے اسکا ارتکاب نہین کر سکتے اسکا جواب وہ ہی جو جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ قصہ سائل کی روایت کا مقتضی یہ ہی کہ وہ معنی مجازی پر محمول ہی کیونکہ شان نزول انکا مقتضی اسکی ہی کہ وھم راکعون جملہ یؤتون الزکوة سے حال واقع سمجھا جائے جیسا کہ جاءزید وھو راکب مین متبادر ایسا ہی ہوتا ہی اور پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس آیہ مین یہ قصہ کہان مذکور ہی یہ حماقت کی بات ہی کیونکہ جمیع آیات قرآن مین قصص اور انکے اسباب نزول مذکور نہین ہوتے پھر اگر یہ بھی شرط ہو کہ ہر آیہ مین اسکا مذکور ہونا بھی ضرور ہو تو بہت سے الفاظ عام ایسے ہین کہ مفسرین نے انھین اشخاص مخصوصہ پر حمل کیا ہی وہ صحیح نہو حقیقت یہ ہی کہ شان نزول جملہ قرائن حالیہ سے ہی نہ مقالیہ سے انتہی ملخص کلامہ اور واقع مین یہ ہی کہ سبب کا خاص ہونا عموم جواب کا مخصص نہین ہی لیکن اس جگہ یہ کہہ سکتے ہین کہ یؤتون الزکوة وھم راکعون سے مراد حال کے معنی ہین یا استقبال کے بر تقدیر اول کلی ایک ہی فرد مین منحصر ہوگا کیونکہ اجماع اسی پر ہی کہ آیہ کے نازل ہونے کے وقت کسی نے سائل کو انگوٹھی سوا علی ابن ابیطالب کے نہین دی اور بر تقدیر ثانی یعنی جبکہ استقبال کے معنی مراد ہین تو علی ابن ابیطالب کا فعل جو آیہ کے نازل ہونے کا سبب ہوا مصداق آیہ سے خارج ہوگا اور یہ بھی اجماع کے خلاف اور انکی خرق کا سبب ہی اور اگر حال و استقبال دونون مراد لین تو معانی مشترک مین جمع لازم آئیگا اور عموم سے مجاز مراد ہوگا یعنی وہ شخص جسکی شان سے یہ ہی کہ اسنے ایسا ایسا کام کیا برابر ہی کہ تحقق اسکا بالفعل ہو یا بالقوہ ہو اور اس تقدیر مین اسکا جواب وہی ہوگا جو شق اول مین مذکور ہوا یعنی عموم کا باقی رکھنا اپنے حال پر رہا تو انکی تخصیص سے کہ ائمہ علیہم السلام کے ساتھ اور یہ بھی اسی وقت تک ہی کہ رکوع سے اسکے شرعی معنی مراد لیے جائین جیسا کہ نصوص مستفیضہ کے ذریعے سے وہ متعین ہی اور رکوع سے خشوع کے معنی مراد لینا یہ فاسد ہی جیسا کہ انشاء اللہ واضح ہوتا ہی عنقریب فانتظروا پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر شیعہ کہین کہ یہان ضرورت تحقق ہی کیونکہ سائل پر تصدق رکوع کی حالت مین ایک شخص کے سوا دوسرے سے واقع نہین ہوا تو ہم کہینگے کہ اس آیہ مین یہ قصہ کہان مذکور ہی کہ عموم پر حمل کا مانع ہو بلکہ وھم راکعون ایک جملہ معطوف جملہ ہائے سابق پر ہی اور صلہ ہی موصول کا اسی الذین ھم راکعون یا حال ہی یقیمون الصلوة سے اور پھر تقدیر رکوع کے معنی خشوع کے ہین نہ رکوع اصطلاحی انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب اسکا یہ ہی کہ اس آیہ مین قصہ عطائے زکوة کا حال رکوع مین خاص سیاق بذریعہ نصوص کے جو اس آیہ کی شان نزول مین وارد ہوئے ہین مذکور ہی اور رکوع کی لفظ کے معنی کو مقصود شرعی کے سوا معنی لغوی کی طرف

جو خشوع ہی پھیرنا محض عصبیت وعناد کی راہ سے ہی بلکہ النصوص کے مقابل مین اجتہاد کا دخل دینا ہی اور فساد اسکا ظاہر ہی
کیونکہ حدیث جمع بین الصحاح مین صاف ہی اذن بلال الصلوۃ الظہر فقام الناس یصلون من بین راکع وساجد فاذا سائل یسئل
فاعطی علی علیہ السلام خاتمہ السائل وہو راکع فاخبر السائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انما ولیکم اللہ الی راکعون
یعنی اس حدیث مین صاف ہی کہ اذان دی بلال نے نماز ظہر کی اور سب نوافل پڑھتے تھے کوئی رکوع مین تھا کوئی
سجدے مین تھا کہ سائل آیا اور اُسنے سوال کیا پس علی ابن ابیطالب نے اپنی انگوٹھی سائل کو دی جن حالون کے رکوع مین
تھے پس خبر دی سائل نے پیغمبر خدا کو پس آنحضرت نے اس آیہ کو پڑھا پھر اب تصریح کے بعد بھی رکوع کو غیر معنی شرعی
مراد لینا کیونکر ہو سکتا ہی اذان اپنے معنی پر جو شرعی ہی رہی اور صلوۃ ظہر اپنے معنی شرعی پر رہی الناس یصلون معنی شرعی پر
رہین رکوع کے معنی خشوع کے لیے جائین یہ لائق انصاف ہی اور اسی طرح یہ جو تاویل کرکے شاہ صاحب چاہتے ہین عام معنی
مراد لین اسکی اب گنجائش بعد ان اخبار کے کہان ہی کیونکہ اگر یؤتون الزکوۃ وہم راکعون کے مصداق جناب امیر علیہ السلام نہ تھے تو
اس حال مین جو پیغمبر خدا نے اس آیہ کو پڑھا اسکا مصرف کیا تھا اور اس روایت سے بھی زیادہ مصرح وہ حدیث ہی جسے شافعی ابن
مغازلی نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہی کہ کہا انہون نے مر سائل بالنبی صلی اللہ علیہ وفی یدہ خاتم قال من اعطاک ہذا
الخاتم قال ذاک الراکع وکان علی یصلی فقال الحمد للہ الذی جعلہا فی وفی اہل بیتی یعنی سائل پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اور اسکے ہاتھ مین
انگوٹھی تھی پیغمبر خدا نے فرمایا کسنے یہ انگوٹھی تجھے دی اُسنے عرض کیا کہ اس رکوع کرنے والے نے اور وہ علی علیہ السلام
تھے کہ نماز پڑھ رہے تھے یہ سُنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جمیع حمد ثابت ہی اُس خدا کے واسطے جسنے اس بزرگی و
کرامت کو گردانا میری اور میرے اہلبیت مین اب کہان ہو سکتا ہی کہ رکوع کی تفسیر خشوع کے ساتھ کیجاے اور رسول
آنحضرت کے معنی عام مراد لیے جائین کیونکہ صاف اس سے واضح ہی کہ سائل نے راکع کہا اور ابن عباس نے کہا
کہ وہ علی علیہ السلام تھے کہ نماز پڑھتے تھے اب رکوع سے مراد سوا فعل خاص کے افعال صلوۃ سے اور اسی طرح
سوا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے دوسرے معنی مراد نہین ہو سکتے اور واؤ کو جو حال کے لیے وہم راکعون مین ہی
واؤ عاطفہ قرار دینا اور اسکے مدخول کو موصول الذین کا صلہ گردانا جیسا کہ شاہ صاحب نے کہا ہی خلاف سوق اور ارباب فہم
کے ذوق سے بہت بعید ہی اور اگر واقع مین یہ صلہ اُسی موصول کا ہوتا تو جسطرح یؤتون ویقیمون تھا اُسی طرح یہ بھی یرکعون صیغہ
مضارع کا ہوتا اور سب کا عنوان ایک ہوتا نزول مین نہ مختلف اسی لیے فاضل زمخشری نے بھی اس واؤ کی حالیت کی
تصریح کشاف مین کی ہی حیث قال وہم راکعون الواو فیہ للحال ای یعملون ذلک فی حال الرکوع وہو الخشوع والاخبات والتواضع
للہ اذا صلوا واذا زکوا وقیل ہو حال من یؤتون الزکوۃ بمعنی یؤتونہا فی حال رکوعہم فی الصلوۃ وانہا نزلت فی علی اور جس صورت مین کہ واؤ حالیہ ہو
تو اسکا حال گردانا یقیمون الصلوۃ سے ورنہ حال گردانا یؤتون الزکوۃ سے باوجود اسکے کہ پہلا جملہ دور ہی اور دوسرا
قریب ہی بہت بعید از عقل ہی بلکہ اقرب یہ ہی کہ وہ حال یؤتون الزکوۃ سے مطلقاً ہو بسبب اسکے کہ یہ مضمون روایات کثیرہ مین

وارد ہو چکا ہی اور بحمد اللہ کہ اس بیان سے رکاکت کلام کی شاہ صاحب کے اہل سخن اور علما پر پوشیدہ نرہیگی اور عناد و
ناحق کوشی انکی بہ نسبت اُنکے سابقین کے بھی زیادہ ظاہر ہوگی کیونکہ فاضل زمخشری نے بھی اگرچہ احتمال حالیت کا بہ
نسبت یقیمون الصلوۃ کے مقدم رکھا ہی لیکن یوتون الزکوۃ کو بھی اُسکے ساتھ ملا دیا ہی جیسا کہ یہ قول فاضل مزبور کا
اذا اصلوا و اذا زکوا دلالت کرتا ہی بخلاف شاہ صاحب کے کہ یہ کسقدر تحاشی اس سے کرتے ہیں کہ وہم راکعون یوتون
الزکوۃ سے حال ہونے پائے اور اسی لیے بالمرہ اس احتمال کو باوصف اسکے کہ یوتون الزکوۃ وہم راکعون سے قریب ہی لیکن
ایسے دور پھینکتے ہیں جیسا کہ انکی تقریر جو مذکور ہوئی اس سے لایح ہی اور یہیں اپنے مفسرین کی بھی مخالفت کا پاس نہیں
صریحی مخالفت کرتے ہیں جیسا کہ اخبار متفق علیہا کو اپنے پس پشت ڈالتے ہیں اور حق کو ڈھانپتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بتقدیر
معنی رکوع خشوع ہیں نہ رکوع اصطلاحی اور اسکا جواب یہ ہی کہ جو پیشتر اس سے مذکور ہوا اس سے واضح ہوتا ہی کہ شاہ صاحب
کی تردید حاصر نہیں ہی اور احتمال قریب کو انھوں نے چھوڑ کر احتمالات بعیدہ کو اختیار کیا ہی پس یہ قول انکا کہ بتقدیریکہ معنی رکوع کے
خشوع ہیں نہ رکوع اصطلاحی یہ موجبہ کلیہ کے عنوان سے درست نہیں ہو سکتا بلکہ باعتبار اقرب احتمالات معنی اصطلاحی
شرعی متعین ہی جیسا کہ نصوص مستفیضہ بلکہ متواترۃ المعنی سب اسی کے ساتھ ناطق ہیں اور تعجب کی بات یہ ہی کہ شاہ صاحب کو
حالت غیظ و جذب میں اپنے اتنا کہا بھی نہیں یاد رہتا کیونکہ اپنے خلیفہ اول کے مبحث امامت میں خود ہی فرمایا ہی کہ الفاظ
قرآن کو حتی الامکان معانی اصطلاحی شرعی پر حمل کرنا چاہیے نہیں معلوم ہوتا کہ بیان کیا ہوا جو باوصف شہادت روایات
کثیرہ متفق علیہا کے بیان اس کلیہ سے عدول فرمانا ضرور ہوا کہ جسکے باعث سے ایسی بات کہی کہ غیر منصف اسے کبھی نہ
پسند کرے گا فتدبر پھر فرمایا ہی شاہ صاحب نے کہ اگر شیعہ کہیں کہ رکوع کا حمل خشوع پر کرنا حمل لفظ کا ایسے معنی پر ہی جو اسکے
معنی شرعی کے غیر ہی اور اسکا شارع کے کلام میں ہونا خلاف اصل ہی تو ہم کہینگے کہ رکوع خشوع کے معنی پر بھی قرآن میں
مستعمل ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وارکعی مع الراکعین حالانکہ بالاجماع سابقین کی نماز میں رکوع اصطلاحی نہ تھا اور فرماتا ہی
وخر راکعا اور پر ظاہر ہی کہ رکوع اصطلاحی میں خرور و سقوط نہیں ہوتا انتہی ترجمہ کلامہ سبحان اللہ یہ کلام و تلبیس تو لایق
دید و انصاف ہی جو شیعوں کے جواب میں کہا ہی پہلے سمجھنا چاہیے کہ مقصود شیعوں کا کیا ہی وہ تو اصل حقیقت کا ضبط
کرتے ہیں اور شاہ صاحب استعمال سے اسکا جواب دیتے ہیں سبحان اللہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان کجا ضبط
حقیقت اور کجا استعمال کیونکہ قضیہ ما بہ الاستعمال اعم من الحقیقۃ یہ اصولیین میں مشہور ہی اور مسلمات سے ہی کہ عام کی
دلالت خاص پر نہیں ہو سکتی شیعوں نے اصل استعمال کی نفی کب کی تھی کہ اسکا اثبات انکے قول کے منافی ہو اور پھر
اسکے ساتھ جو مثال لائے ہیں انمیں بھی ہنوز استعمال کب ثابت ہوتا ہی کیونکہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے اسکی
رد میں فرمایا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ جو وارکعی مع الراکعین کو انھوں نے کہا ہی اسے ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مجرد خشوع جو غیر
معنی لغوی ہی وہ اس سے مراد ہو کیونکہ فخر راکبا کا یعنی جبکہ جانے کا ارادہ محتمل ہی اور اسی طرح فخر راکعا میں بھی

اور رکوع شرعی کا بھی احتمال ہو اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ سابقین کی نماز مین رکوع مطابقانہ تھا اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی حالانکہ بالاجماع نماز سابقین مین رکوع اصطلاحی نہ تھا یہ دوسرا جھوٹ ہی اب تک مفسرین مذہب کے اپنے
اقوال سے اطلاع نہین رکھتے اور اجماع کا دعوی کرتے ہین قاضی بیضاوی نے تفسیر قول خداے تعالی مین جو فرمایا ہی
یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین مین کہا ہی امرت بالصلوۃ فذکرہا بارکانہا مبالغۃ فی المحافظۃ علیہا وقدم
السجود علی الرکوع اما لکونہ کذلک فی شریعتہم او للتنبیہ علی ان الواو لا یوجب الترتیب او لیقترن ارکعی بالراکعین للایذان بان من لیس فی صلوتہم
رکوع لیسوا بمصلین انتہی یعنی مریم مامور ہوئین نماز کے ساتھ بعد اسکے حق تعالی نے نماز کے ارکان کو انکے لیے ذکر فرمایا اور
ارکان کا ذکر فرمانا اسپر محافظت صلوۃ کے لیے مبالغہ ہی اور سجود کو رکوع سے بیان مین مقدم فرمانا یا اسلیے ہی کہ انکی شریعت
مین اسی طرح تھا یا اس آگاہ کرنے کو ہی کہ واو ترتیب کا موجب نہین ہوتی یا اسلیے کہ وارکعی مع الراکعین کا قریب واقع ہونا
واسجدی سے توضیح اسکی کرتا ہی کہ جنکی نماز مین رکوع نہین وہ نماز گذار نہین ہین فقط اور قریب اسکے تفسیر کشاف مین بھی
موجود ہی اور یہی فاضل زمخشری نے تفسیر مین وخر راکعا کی کہا ہی وعبر بالراکع عن الساجد لانہ ینحنی ویخضع کالساجد وبہ
استشہد ابو حنیفۃ واصحابہ فی سجدۃ التلاوۃ علی ان الرکوع یقوم مقام السجود وعن الحسن انہ لا یکون ساجدا حتی یرکع ویجوز ان یکون قد
استغفر اللہ لذنبہ واحرم برکعتی الاستغفار والانابۃ فیکون المعنی للسجود راکعا ای مصلیا لان الرکوع عبارۃ عن الصلوۃ انتہی
یعنی ساجد کو تعبیر مین راکع فرمایا اسلیے کہ وہ بھی جھکتا ہی اور اظہار خضوع مثل ساجد کے کرتا ہی اور یہی تاویل سے استشہاد
کیا ہی ابو حنیفہ اور انکے اصحاب نے سجدہ تلاوت مین علاوہ اسکے کہ رکوع قائم مقام سجود کا ہی اور حسن سے مروی ہی
کہ عبادت کرنے والا ساجد نہین ہوتا جب تک کہ راکع نہو لے اور جائز ہی یہ کہ انھون نے خدا سے اپنے گناہون کے
واسطے استغفار کیا ہو اور احرام ساتھ دو رکعتون کے استغفار و انابت کے لیے کیا ہو پس فخر سجود کے لیے راکع ہوگا
ای مصلی و نماز گذار ہوگا اسواسطے کہ رکوع عبارت ہی نماز سے انتہی اب اس سے جھوٹ شاہ صاحب کا ظاہر ہوا بحمد اللہ
علاوہ اسکے بیان معنی حقیقی کے مراد لینے سے صارف اس جگہ موجود ہی پس اسپر ما نحن فیہ کا قیاس نہین ہوسکتا پھر فرمایا ہی
کہ مگر قول شاہ صاحب کا جو ہی کہ چونکہ خشوع معنی مجازی متعارف اس لفظ کا ہی جسمین حمل اس لفظ کا اس معنی پر بلا ضرورت
بھی جائز ہی جیسا کہ اپنے محل مین مقرر ہی انتہی پس اسکے مجاز ہونے کا شیوع ممنوع ہی اور قرینہ معنی حقیقی کے مراد لینے کا کہ
ثعلبی وغیرہ کی روایت ہی موجود ہی اور صارف اسکا مفقود ہی پھر وہ کسطرح مجاز ہوسکتا ہی علاوہ اسکے شاہ صاحب نے
جمع کے واحد پر حمل کرنے کے حکم کو متعذر کیا ہی باوجود اسکے کہ وہ مجازات شایعہ سے ہی ہان دروغگو کو حافظ نہین
رہتا اور فرماتا ہی کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ رکوع کا استعمال معنی غیر خشوع مین حقیقی نہو جیسا کہ خلیل ابن احمد صاحب لباب العین نے
کہا ہی کل شی ینکب لوجہہ فتمس رکبتہ الارض او لا تمس بعد ان یطاطا راسہ فہو راکع اور ابن درید نے جمہرہ مین کہا ہی الراکع الذی یکبو
علی وجہہ ومنہ الرکوع فی الصلوۃ علاوہ اسکے جمع کے صیغون کا حمل کرنا مومنین پر بر تقدیر عطف کے اور حال ہونے کے

یقیمون الصلوۃ سے خشوع کے ارادے سے ان دونوں صورتوں میں فساد معنی لازم آتا ہے کیونکہ ولی باعتراف شاہ صاحب
کے معنی ناصر ہے اور نصرت کی تخصیص مومنین خاشعین کے ساتھ صحیح نہیں بلکہ بمقتضاے المومنون والمومنات بعضہم
مومنین کے ساتھ عام ہے حالانکہ کلام الٰہی اس صورت میں نعوذ باللہ قبیح ہوتا ہے کیونکہ مضاف و مضاف الیہ اور ناصرین
و منصورین میں تغایر لازم ہے پس ضروری ہے کہ قول خدا انما ولیکم اللہ و رسولہ میں مخاطبین مومنین خاشعین کے سوا ہوں
اسطرح کہ انکا ناصر خدا اور رسول اور خاشعین ہیں اور یہ بہت استہجان رکھتا ہے بلکہ اگر خاشعین کے ساتھ بشارت کا تعلق ہو
اسطرح کہ ناصر ہیں انکے خدا و رسول اور باقی مومنین ہیں تو قبیح ہوتا ساتھ اس بات کے کہ ظاہر آیہ کا ولی کے حال کی
تعریف ہے بہ نسبت اُسکے جو ولی کو نہ پہچانتا ہو تاکہ ان اوصاف سے جو آیہ میں مذکور ہیں صاحب اوصاف کا علم حاصل کرے
پھر اگر راکع سے مراد خاشع لیجاے تو یہ ظاہر ہے کہ خشوع امور قلبیہ سے ہے جو مخفی ہیں اور اب یہ تعریف تعریف بالمجہول ہے
کہ روایات مزبورہ سے مخالف ہے علاوہ اسکے یہ تاویل ارادہ مجاز کی بھی مستلزم ہے کیونکہ پہلے احتمال میں واو استیناف کے
معنوں پر ہوگی اور متبادر قول سے کہنے والے کے زید یصلی و یوتی الزکوۃ و ھو صائم اور اسکے امثال سے یہ ہے کہ واو حال کے لیے ہے
اور متبادر حقیقت کی دلیل ہے اور جیسا کہ صیغہ جمع کا حمل کرنا واحد پر مجاز ہے اسی طرح واو کا استیناف کے لیے لینا بھی مجاز ہے
بلکہ صیغہ جمع کو واحد پر حمل کرنا مجازات شایعہ سے ہے کہ اکثر مقام پر قرآن میں اُسکا استعمال موجود ہے اور واو کو استیناف
کے لیے لینا یقینی مجازات شاذہ سے ہے کہ اسکی نظیر قرآن میں وارد نہیں ہوئی اور دوسرے احتمال میں لازم آتا ہے کہ
وھم راکعون کو حال لیں باوجود اسکے کہ یوتون الزکوۃ اقرب ہے اور ابعد کو لینا اقرب کے ہوتے ہوے مستحسن نہیں ہے
اور شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اور بھی میں کہتا ہوں کہ یوتون الزکوۃ کا حمل کرنا انگوٹھی کے تصدق کرنے پر سائل کے
واسطے مثل لفظ رکوع کے حمل کرنے کے ہے غیر معنی شرعی پر پس تمہارا جو جواب اُسمیں ہوگا وہی ہمارا جواب رکوع میں
ہوگا بلکہ رکوع کا ذکر کرنا بعد اقامت صلوۃ کے ہمارا موید ہے کہ تا تکرار لازم نہ آے اور زکوۃ کا ذکر کرنا اقامت صلواۃ کے بعد
تمہارا مخالف ہے کہ قرآن میں یہ بات معروف ہے کہ جہاں زکوۃ کو صلوۃ کے قریب لاتے ہیں اُس سے مراد زکوۃ مفروضہ ہوتی ہے
نہ تصدق مطلقا اور اگر رکوع کو معنی حقیقی پر اُسکے حمل کریں پھر بھی حال یقیمون الصلوۃ سے ہے اور سب مومنین کو عام ہوگا
کیونکہ احتراز ہے نماز یہود سے جو رکوع سے خالی تھی اور اس صورت میں نہی موالات یہود سے کہ بعد اسکے آیہ وارد ہے بہت
چسپاں ہے انتھی ترجمہ کلامہ پوشیدہ نہ رہے کہ شاہ صاحب نے یوتون الزکوۃ کے حمل کرنے کو انگوٹھی کے سائل کو
دینے پر بہت ہی ضعیف اور بے اصل سمجھا اور شیعوں کی طرف سے تراشا ہوا مضمون جانکر یہ کہا کہ یہ حمل کرنا زکوۃ کا
تصدق پر ویسا ہی ہے کہ جسطرح حضرات اہلسنت نے رکوع کو غیر معنی شرعی پر حمل کیا ہے اور اسی لیے کہا کہ جو شیعہ اُس
حمل کا جواب دینگے وہ حضرات اہلسنت رکوع کے خشوع پر حمل کرنے کا جواب دینگے لیکن اس سے بالفعل و منصف
دقیقہ رس کو معلوم ہوگا کہ شاہ صاحب کو خوب اسکا یقین تھا کہ یہ رکوع کا حمل خشوع پر بناے بات ہے اور غیر صحیح ہے

کوئی صاحب فہم اور خبیر اسے پسند نہ کریگا اسی لیے اپنے ذہن مین تطبیق جواب فاسد کی دوسرے فاسد کے جواب پر کی
لیکن اس سے انکا اعتراف اس حل کے نہ صحیح ہونے کا ثابت ہوگیا اور بخوبی لائح ہوتا ہی کہ خود مخاطبین بھی اپنی تاویل پر
اعتماد نہین رکھتے اور یقینی اُسے بھی غلط سمجھتے ہین جیسا کہ یؤتون الزکوٰۃ کو تصدق خاتم پر غلط سمجھتے ہین اور وجوہ اسکے
عدم صحت کے لکھتے ہین اور دونون احتمالون کو ایک سا سمجھتے ہین لیکن ہم بحمد اللہ کہتے ہین کہ جو شاہ صاحب دونون
احتمالون کو یکسان سمجھے ہین یہ غلط محض ہی اور حاشا شیعون کا جواب با صواب مثل انکے جواب کے نہین ہی کیونکہ
یؤتون الزکوٰۃ کا حمل کرنا تصدق کرنے پر انگوٹھی کے سائل کو جو قضایائے مشہورہ سے خاص بنظر نصوص واردہ
فریقین کے متعین ہی کیونکہ یہ ایسے معنی ہین کہ اسکا مضمون اخبار ماثورہ اہلبیت علیہم السلام اور اخبار مرویہ حضرات اہلسنت مین
وارد ہوا ہی ایسی خبر نہین ہی کہ شیعون نے اُسے اپنے دل سے بنایا ہی یا خود پیدا کیا ہی بلکہ روایات صحیحہ اسکے ساتھ ناطق ہی
فریقین سے اہل در آیت کا شان نزول پر اس آیہ کے اطباق و اجماع ہی جیسا کہ مصنف کتاب بیان مرحوم نے لکھا ہی
قول الفضلاء والخمسۃ عشر من العلماء المحققین رووا عن الاثنی عشر من الصحابۃ والتابعین رضی اللہ عنہم هذه الآیۃ فیہ علی ما
نظمہ الشاعر وتواتر بہ الخبر یعنی پندرہ علمائے محققین نے روایت کی ہی بارہ صحابہ اور تابعین سے اس آیہ کے نازل ہونے کو
امیر المومنین علیہ السلام کی شان مین جیسا کہ نظم کیا ہی اسی شاعر نے اور خبر ساتھ اسکے متواتر ہی پس وہ معنی معانی شرعی
ہین اور جو حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ لفظ رکوع آیہ مین بمعنی خشوع کے ہی معنی شرعی پر نہین ہی یہ محض انکی دل سے
بنائی بات ہی اور تفسیر قرآن کے موافق اپنی رائے اور خواہش کے ہی جو منافی نصوص واردہ کے ہی پھر ہمارا یہ جواب انکا
جواب کسطرح ہوسکتا ہی اور اگر کوئی اُن پاس بھی ایسی حجت ہو تو اُسے بھی ظاہر کرین یہی گو یہی میدان ہی قل هاتوا برهانکم
ان کنتم صادقین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ رکوع کا ذکر اقامت صلوٰۃ کے بعد ہمارا مؤید ہی کہ تکرار لازم آئے
یہ بھی لائق تعجب ہی کیونکہ جب واو کی حالیت کو تسلیم کر چکے تو اب قصہ تمام ہو چکا اسکے بعد اب پھر یہ توہم کرنا
کہ وهم راکعون حال یقیمون الصلوٰۃ سے واقع ہو کر ذکر رکوع کی تکرار لازم آئیگی خود توہم فاسد ہی اور از قبیل بناء الفاسد
علی الفاسد ہی اصل یہ ہی کہ وهم راکعون کا حال یقیمون الصلوٰۃ سے واقع ہونا مسلم نہین ہی پھر تکرار کا لازم آنا جو حال
ہونے کی فرع ہی کیونکہ مسموع ہوسکتا ہی رکوع کا ذکر یقیمون الصلوٰۃ کے بعد اُس سے متصل آیہ مزبورہ مین نہین ہی
بلکہ اتصال اسکا یؤتون الزکوٰۃ سے ہی اور حال ضمیر یؤتون سے ہی اور اب تکرار لازم نہ آئیگی اور اصول کے مسائل مشہورہ
سے ہی کہ جب استثنا یا اور کوئی مخصص کئی جملون کے بعد کلام مین واقع ہو تو جملہ سب کے آخر مین ہی اُس سے تعلق قطعی ہوتا ہی
اور اُسکے سوا اورون کے ساتھ مشکوک ہی اور اکثر کے نزدیک قرینہ کا محتاج ہی پس تعلق اسکا سب کے ساتھ مع جملہ اخیر
محل شک ہی چہ جائے اسکے کہ ماقبل اخیرہ کے ساتھ متعلق ہو کہ یہ بات کسی کے قول سے مطابقت نہین رکھتی اور
قطعیات کی مخالف ہی جیسا کہ شرح مختصر الاصول مین ہی اذا تعاقب جمل بعضها علی بعض بالواو ثم ورد بعدها استثناء

ویمکن ان یرد الی الجمیع والی الاخیر خاصۃ ولا نزاع فیہ انما الخلاف فی الظہور فقال الشافعی ظاہر فی رجوعہ الی الجمیع ای کل واحد منہا وقالت
الحنفیہ الی الجملۃ الاخیرۃ وقال القاضی ابوبکر والغزالی وغیرہما بالوقف بمعنی لا ندری انہ حقیقۃ فی ایہما وقال المرتضی انہ مشترک
بینہما فیتوقف علی ظہور القرینۃ وہذا نزاع وفاق الحنفیہ فی الحکم وان خالف فی اللغۃ لانہ یرجع الی الاخیرۃ فیثبت حکمہ فیہا
ولا یثبت فی غیرہا کالحنفیہ لکن عندہ لعدم ظہور تناولہا والحنفیہ لظہور عدم تناولہا انتہی اور اب اس سے ظاہر ہے کہ جو شاہ صاحب نے
کہا ہے وہ صاف باطل ہوتا ہے اور جب وہ قول خود ہی باطل ہے تو جو کہا ہے کہ رکوع کا ذکر اقامت صلوۃ کے بعد ہمارا موید ہے
وہ صلا تائید کی صلاحیت نہیں رکھتا ہاں اگر باطل کی تائید باطل کرے تو لائق عجب نہیں ہے اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہے کہ زکوۃ کا ذکر اس آیہ میں اقامت صلوۃ کے بعد تمہارے مخالف ہے کہ عرف قرآن میں جہاں کہیں کہ زکوۃ کو صلوۃ کے
قریب لاتے ہیں وہاں اس سے مراد زکوۃ مفروضہ ہوتی ہے نہ تصدق مطلق الخ جواب اسکا یہ ہے ایک کہ یہ کلیہ جو تمنے بنایا ہے
اسوقت تمام ہوتا کہ ہم میں سے بھی علما زکوۃ مفروضہ مراد لیتے اور پہلی نزاع تو ہمارے تمہارے یہی ہے کہ ہم زکوۃ سے یہاں
صدقہ مندوبہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ روایتوں کا ظاہر بھی یہی ہے پھر اب کلیہ کلیہ کہاں باقی رہا اور جب جملہ وہم راکعون
یؤتون الزکوۃ کی ضمیر سے حال واقع ہوا جیسا کہ ہمنے اُسے بہت وضوح کے ساتھ ثابت کر دیا تو اب ہرگز تکرار کا شائبہ
ہوگا اور اسی کو موید ہوگا جسپر ہمنے آیہ کو حمل کیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ زکوۃ کا ذکر صلوۃ کے قریب قرآن میں جہاں
قرینہ راکعین سے خالی ہے وہ قرینہ اسکا ہے کہ زکوۃ سے فریضہ مراد ہو لیکن اُن کو زکوۃ کو جو قرینہ راکعین سے مقترن ہے قیاس
کرنا اس زکوۃ پر جو اس سے خالی ہے یہ قیاس مع الفارق ہے پس وہ دلیل اسپر ہوگا کہ جسمیں ہم کلام کرتے ہیں وہ زکوۃ فریضہ ہو
ساتھ اس بات کے کہ یہاں زکوۃ کو فریضہ پر حمل کرنا نص کے مقابل میں اجتہاد کرنا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جو شاہ صاحب
کو اصرار ہے کہ زکوۃ فریضہ کے معنوں پر ہے یہ اُنکے بھی تو جماہیر مفسرین کے موافق نہیں ہے بلکہ اُنکے محققین بھی زکوۃ کو اس آیہ میں
صدقہ تطوع پر حمل کرتے ہیں جیسا کہ مصنف کتاب مبین نے واحدی سے جو مشائخین حضرات اہلسنت سے ہیں
نقل کیا ہے کہ فاضل غزنوی نے کہا ہے واستدل اہل العلم بہذہ الآیۃ علی ان العمل القلیل لا یقطع الصلوۃ وان دفع الزکوۃ الی السائل
فی الصلوۃ جائز مع نیۃ الزکوۃ وقد حمل بعض المفسرین الزکوۃ فی ہذہ الآیۃ علی صدقۃ التطوع واستدل بہا علی تسمیتہا بالزکوۃ اور امام زاہد سے بھی ہم
اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے بھی کہا ہے کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ صدقات مندوبہ کو زکوۃ کہہ سکتے ہیں
پھر چاہیے یہ تھا کہ پہلے شاہ صاحب اپنے علمائے محققین کے کلام کو دیکھتے اور تامل کرتے کہ زکوۃ سے زکوۃ مفروضہ کا
ارادہ کرنا اتفاقی ہے یا اختلافی پھر جب خود حضرات اہلسنت میں بھی محققین و متقدمین علما نے اس جگہ زکوۃ سے صدقہ مندوبہ
مراد لیتے ہیں تو اب شیعوں پر کیا اس سے حجت گردانتے ہیں کہ انکے یہاں تو کوئی اسکا قائل ہی نہیں ہے جہاں تو کہ مفسر تفسیر کبیر نے
اس مقام پر یہ تقریر کی ہے کہ زکوۃ نام ہے واجب کا نہ مندوب کا اور اسپر دلیل لائے ہیں قول حق تعالی سے واتوا الزکوۃ
اور کہا ہے کہ اسکا حمل کرنا صدقہ مندوبہ پر اصل کے خلاف ہے پس اس آیہ میں بھی اگر زکوۃ مفروضہ مراد ہو تو اس سے یہ لازم آتا ہے

کہ جناب امیر علیہ السلام نے عطاے زکوۃ مین اول اوقات سے معاذ اللہ تاخیر فرمائی ہو اور ایسی خبر کی نسبت آنحضرت
کی طرف نہ کرنی چاہیے کہ یہ بات اکثر علما کے نزدیک معصیت ہے انتہی ملخص کلامہ ناظرین پر اسکی اصل پوشیدہ نہ رہے کہ اصل
غرض اس کلام سے یہ ہے کہ چونکہ شیعہ بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ کرام اہلبیت علیہم السلام کے ادعاے عصمت
کرتے ہین اور ان سب حضرات کو معصوم جانتے ہین اسلیے ایسی بات پیدا کیجیے کہ جس سے منکر وہ یہ کہین کہ چونکہ آنحضرت کا
معصوم جاننا یقینیات اور عمدہ معتقدات سے ہے اور چونکہ اس آیہ کے ساتھ استدلال کرنے سے منافی عصمت کا لازم آنا
ضرور ہوتا ہے اسلیے وہ اس سے احتجاج مین متمسک نہون اور ایک عمدہ نص کتاب اللہ کی کم ہو جاے اور انکے استدلال مین
کمی ہو جاے والا یہ کیونکر خیال کیا جاے کہ امام اہلسنت کو حقیقت مین اسکا علم نہ تھا کہ زکوۃ واجب و مستحب دونون کو
شامل ہے بالجملہ یہ قول مفسر مزبور کا کہ زکوۃ واجب کا نام ہے نہ مندوب کا یہ مسلم نہین ہے اور کسطرح اسے تسلیم کرین حالانکہ اقسام
زکوۃ سے بعض وہ ہین جو ہمارے یہان مندوب ہین جیسا کہ تجارت کی زکوۃ اور گھوڑون کی زکوۃ بھی اور زکوۃ کا اطلاق
صدقہ مندوبہ پر قرآن اور غیر قرآن مین بھی آیا ہے اور حضرات اہلسنت مین بھی یہی جگہ سے ہے کہ خود شاہ صاحب نے
زکوۃ مفروضہ لفظ زکوۃ سے عرف قرآن مین مشروط بشرط اقتران بہ صلوۃ کیا ہے اور مطلقاً ارادہ مندوب کو ممتنع نہین جانا
بلکہ خود مفسر تفسیر کبیر ذیل کریمہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ اولئک ہم المضعفون مین تعمیم کے راضی ہو گئے ہین
جیسا کہ کہا ہے الزکوۃ تنمو عند اللہ کما اخبر النبی ان الصدقۃ تقع فی ید الرحمن فتربو حتی تصیر مثل الجبل فینبغی ان یکون اقدامکم علی الزکوۃ اکثر اور جار اللہ
زمخشری نے اسی آیہ کی تفسیر مین کہا ہے وما اتیتم من زکوۃ ای صدقۃ تبتغون بہا وجہہ خالصاً لا تطلبون بہ مکافاۃ ولا ریاء ولا سمعۃ
واولئک ہم المضعفون ذو الاضعاف من الحسنات پھر بھی اس تصریح کے بعد مفسر تفسیر کبیر کا انکار کرنا اور کہنا کہ زکوۃ کا استعمال صدقہ
مندوبہ پر ایسا نہین ہوتا اور اسے خلاف اصل قرار دینا محض مکابرہ ہے یا نہین علاوہ اسکے خود کتب حضرات اہلسنت سے
مستنبط ہے کہ باوجود اسکے کہ ذکر صلوۃ کے ساتھ زکوۃ مقترن ہو مگر اسکا حمل کرنا مندوبہ پر مستفاد ہوتا ہے جیسا کہ اسی آیہ مین ہے پھر واقع مین
یہ ہے کہ زکوۃ مطلق سے ارادہ تصدق کا ممتنع نہو گا بلکہ ہمنے نقل کلام واحدی سے ثابت کر دیا کہ مفسرین اہلسنت نے
ارادہ تصدق مندوب کا زکوۃ سے جو اس آیہ مین وارد ہے کیا ہے اور امام زاہد نے تو بسبب کمال توضیح کے تصریح کی ہے کہ یہ
آیہ دلیل ہے اسکی کہ لفظ زکوۃ کا اطلاق صدقہ تطوع پر ہوتا ہے حیث قال ثم فی الآیۃ دلالۃ علی ان اسم الزکوۃ یقع علی صدقۃ التطوع
وہو نظیر قولہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ انتہی اور اس کلام سے صاف لائح ہے کہ صدقہ مندوبہ کا ارادہ زکوۃ سے
آیہ مین اسقدر واضح ہے کہ اُسے اس اطلاق کی صحت کی دلیل گردانا ہے اور یقینی کلام خداے تعالیٰ کا حجت ہے اور اب یہ قول
فخر رازی امام حضرات اہلسنت کا کہ زکوۃ حقیقی غیر زکوۃ واجبہ پر مستعمل نہین ہو سکتی لائق تسلیم نہین ہو سکتا اور بر تقدیر
تسلیم اسکا صارف معنی حقیقی پر حمل کرنے سے موجود ہے اور وہ روایات مخالفین کے ہین اور یہ جواب بوقت ہو سکتا ہے کہ جب
یہ بھی تسلیم کر لیا جاے کہ جو آنحضرت نے سائل کو عطا فرمایا وہ تطوعاً دیا تھا والا ممکن ہے کہ وہ حضرت نصاب شرعی کے

maablib.org

مالک ہون جو عبارت اِس سے ہو کہ بیس دینار یا دوسو درہم ہون اور جو کچھ کہ سائل کو دیا وہ زکوۃ واجبہ ہو جیسا کہ
واحدی نے کہا ہو کہ اہل علم نے استدلال اِس آیہ سے اسپر کیا ہو کہ جائز ہو کہ زکوۃ واجبہ کو نیت زکوۃ کے ساتھ
نماز مین دے سکتے ہین اور قول اُسکا اوپر گذرا اور جو توہم مفسر تفسیر کبیر کو ہوا ہو کہ اگر زکوۃ سے مراد زکوۃ واجبہ لین تو
اِس سے یہ لازم آتا ہو کہ آنحضرت نے اداے واجب مین تاخیر فرمائی یہ اُنکا حکم تاخیر محض کے لیے کرنا اُنکی بدگمانی
کا سبب ہو والا ممکن ہو کہ زکوۃ اُسی وقت آنحضرت پر واجب ہوئی ہو بلکہ اول ساعت وجوب کی ہو اور اُن جناب نے
بمفاد وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم نماز کے اتمام تک کے لیے اپنے تئین مہلت نہ دی ہو پھر اِس صورت مین فعل آنحضرت کا
ممدوح ہوگا نہ مذموم پھر کیا وجہ کہ اِس فعل کی نسبت آنحضرت کی طرف نہ کیجاے لیکن غرض امام خطرات اہلسنت کی
اِس بیان سے زیادہ یہ بھی ہو کہ ایسے ظاہر کیجیے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام پاس مال دنیا نہ تھا اسلیے در پردہ
قصہ کا اثبات بہ نسبت اُن جناب کے کرکے استخفاف و توہین بھی ظاہر کیجیے ورنہ کہیے کہ جب واجب الزکوۃ ہی ہم نہ تھے
تو پھر کسطرح زکوۃ واجب ہوتی اور وہ حضرت دیتے اور جب زکوۃ کا دینا ثابت نہوا تو پھر کسطرح مورد نزول آیہ ہوتے
اور اِسی طرح شاہ صاحب نے بھی اسی ارادے سے کہا ہو کہ مشہور یہ ہو کہ علی ابن ابیطالب فقیر تھے پھر واجب الزکوۃ
کہان سے ہوے اور اِسی جگہ سے ہو کہ شیعہ کہتے ہین کہ جب تین روٹیان تصدق کین تو سورہ ہل اتی انکی شان مین
نازل ہوا انتہی توجمہ علامہ سبحان اللہ کیون حضرات منصفین یہ ارادہ توہین کا نسبت برادر و خلیفہ رسول کے کسطرح جائز ہو
اور خاص کرکے شاہ صاحب کو کب زیبا تھا کہ اپنے تئین تو مریدون سے شاہ صاحب کہلائین اور امیر مومنان
خلیفہ رسول کو صاف بلفظ فقیر یاد کرین فض اللہ فاہ اگر عطایا و مواہب آنحضرت کے جو کتب فریقین مین مذکور ہین
جمع کیے جائین تو بہاے سلطنت سے بھی زیادہ ہوتے ہین پھر واجب الزکوۃ اور صاحب نصاب شرعی
ہونا کیا خبر ہو کتنے سائل و فقیر بسبب آنحضرت کی جود و بخشش کے غنی اور واجب الزکوۃ ہو گئے یہ البتہ مسلم ہو کہ
مثل اور اہل دنیا کے جمع اموال پر نظر نہ تھی بلکہ بکمال غناے ذاتی دنیا اور مال دنیا کو عزیز نہ جانتے تھے اور ہمہ وقت
بقدر رضاے بادشاہ حقیقی کی تحصیل مین مصروف رہتے تھے اور بکمال جود و سخا اور زہد و بے رغبتی سے دنیا مین
اور ایثار و تصدق فرمانے سے ہو نہین باحت اور بے خبر رہا کرتے تھے پھر جو استخفاف کہ بطمع نظر شاہ صاحب
وغیرہ کو ہو وہ بحمد اللہ کسی طرح نہین ممکن ہو جو معزز و مکرم خدا اور رسول کے نزدیک ہو ایسے کسی کے استخفاف کرنے سے
کیا ضرر پہونچ سکتا ہو اگرچہ کسی ارادہ بد سے اپنے نزدیک آنحضرت کو فقیر کہین لیکن وہ واقع مین مشتق الفقر فخری سے
ہوگا اِسکے سوا کچھ نہین ہو سکتا مگر جو استغراب اُنھون نے وجوب زکوۃ سے بہ نسبت آنحضرت کے کیا ہو اُسکا
جواب یہ ہو کہ ایک وقت مین بے زر ہونا اور دوسرے وقت مین مالک نصاب ہونا محال استعجاب نہین ہو
پس قصہ مشہور جو نزول سورہ ہل اتی کا ہو کہ اُسے اپنی عداوت کی راہ سے جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہو بہت مخفف

اور کمال مرتبہ مین مخفی کرنے کے شیعون کی طرف تنہا منسوب کرکے حالانکہ انکے اخبار بھی اسکی شان نزول مین
ناطق اور ہمارے اخبار سے موافق ہین دلیل اسکی گردانتا ہی کہ وہ جناب مالک نصاب شرعی کا غیر وقت نزول مین
اس آیہ کے بھی نہ تھے یہ نہین ہوسکتا دلالت اس آیہ کی وقت خاص نزول کے لیے اسکے ہوسکتی ہی باقی رہی انما اور
انما ولیکم اللہ دونون کا وقت نزول ایک نہین ہی کہ آپس مین منافات لازم آئے ظاہر یہی ہو کہ انما ولیکم اللہ الآیہ نازل
ہونے کے وقت حضرت بطریق تبرع کے خواہ تطوعا تصدق فرمایا ہو یا زکوۃ مفروضہ کو اختیار کیا ہو اسی لیے جناب غفرانمآب نے
عماد الاسلام مین ادا وہ زکوۃ کو مذکور فرمایا ہی اور جو انگوٹھی کا تصدق فرمائی ہے اسکی قیمت کی نسبت جو بعض اخبار مین
تصریح وارد ہی وہ بھی دیکھنے کے لائق ہی پھر ایسے صاحب ہمت کو منسوب طرف فقر کے کرنا محض عداوت پر محمول
ہوگا درحقیقت امر پر غفلت اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر رکوع کو اسکے معنی حقیقی پر حمل کرین الخ اسکا جواب
یہ ہو کہ اگر رکوع احتراز نماز ہووے اور یقیمون الصلوۃ سے حال واقع ہو تو اس صورت مین قباحت یہ ہو کہ
حال و ذوالحال مین فصل جملہ یؤتون الزکوۃ سے لازم آتا ہی اور بھی تغایر مخاطبین اور انکے اولیاؤن مین نہین باقی رہتا
پس لازم آتا ہو کہ وہ اولیاء انصار اپنے نفوس کے ہون اور جو انہون نے کہا ہی کہ اس صورت مین نہی موالاۃ یہود سے
کہ بعد اس آیہ کے وارد ہی بہت بے چسپان ہوگی اسکا جواب یہ ہی کہ اس سے پہلے تحقیق ہو چکی کہ ترتیب جمع اور تلاوت
قرآن کی بحسب ترتیب نزول ہر آیہ کی مسلم نہین ہی اور یہ ارتباط جو شاہ صاحب نے پیدا کیا ہی وہ اسی جمع و ترتیب
غیر مسلم کی فرع ہی پھر یہ تو فاسد کی بنا فاسد پر ہوگی اور ایک جگہ سے ہو کہ اخبار اہلبیت علیہم السلام مین وارد ہی کہ فرمایا
لیس شئ ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن ان الآیہ لتنزل فی شئ و اوسطہا فی شئ و آخرہا فی شئ اور یہ تفسیر صافی مین موجود ہی پس اب
یہ حکم جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس صورت مین نہی موالات یہود سے جو بعد اسکے آیہ مین ہی بہت چسپان ہوگی
پہ بہت ہی نامربوط ہوگا کیونکہ تفسیر قرآن کی بحسب رائے کے ہی جو منہی عنہ ہی پس یہ ارتباط اختراعی انکا جو روایات
صحیحہ کے مخالف ہی لائق التفات کے نہین ہوسکتا پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر وہم راکعون یؤتون الزکوۃ سے
حال واقع ہو تو صفت مدح کی نہین رہتی بلکہ یقیمون الصلوۃ کے مفہوم مین قصور پیدا کرتی ہی کیونکہ مدح اور فضیلت
نماز کی یہ ہی کہ اس عمل سے خالی ہو جو نماز سے تعلق نہین رکھتا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو غایت امر یہ ہی کہ فعل کثیر مفسد نماز ہی
اور قلیل مفسد نہین ہی لیکن یقینی مخل اقامت صلوۃ مین قصور پیدا کرتا ہی اور کلام الٰہی کو متناقض و متخالف پر حمل کرنا جائز
نہین ہی انتہی توجیہہ کلامہ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تقریر سخیف شاہ صاحب کی دلالت دو امرون پر کرتی ہی ایک
کہ اسکا کہنے والا عقیل نہین اور اصل مطلب کو نہین سمجھتا دوسرے یہ کہ کمال مرتبہ بغض و عداوت علی ابن ابیطالب
علیہ السلام سے رکھتا ہو اور ہمہ تن منظور نظر اسکے یہ ہی کہ کسی طرح ایسی بات پیدا کیجیے کہ نزول اس آیہ کا شان مین آنحضرت کے
ثابت نہونے پاوے اور نہ انہین خوف خدا اور رسول ہی نہ پاس و لحاظ جناب خلافت مآب ہی کہ حق تعالیٰ نے انکی فضیلت کو

ذکر فرمایا اسے چھپاتا اور مٹانا چاہتے ہیں اور اس تقریر کو شاہ صاحب نے شکوک امام المتکلمین سے اپنے لیا ہے جنھون نے
تفسیر کبیر میں اپنی لکھا ہے ان اللائق بعلی بن ابی طالب ان یکون مستغرق القلب بذکر اللہ حال ما یکون فی الصلوٰۃ والظاہر ان من کان
کذالک فانہ لا یتفرغ لاستماع کلام الغیر ولفہمہ ولہذا قال تعالی الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات
والارض ومن کان قلبہ مستغرقا فی الفکر کیف یتفرغ لاستماع کلام الغیر وقال ایضا ان دفع الخاتم فی الصلوۃ الی الفقیر عمل کثیر واللائق بحال علی ان لا یفعل فلیعنی لائق
علی ابن ابیطالب کے یہ تھا کہ یاد خدا میں مستغرق ہوتے جبکہ نماز پڑھتے تھے اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا ایسا ہو وہ
کلام غیر کے سننے اور سمجھنے کے لیے فارغ نہیں ہوتا اسی لیے حق تعالی نے فرمایا صفت میں یاد خدا کرنے والون کے
کہ وہ گروہ جو یاد کرتے ہیں خدا کو حال قیام و قعود میں اور اپنے پہلوؤن پر اور تفکر کرتے ہیں خلق سموات و ارض میں
اور جو شخص کہ فکر میں مستغرق ہو وہ کیونکر غیر کے کلام کے سننے کو فارغ ہوگا اور یہی کہا ہے کہ انگوٹھی کا نماز میں فقیر کو
دینا عمل کثیر ہے اور لائق علی کے حال کے نہیں ہے کہ ایسا فعل وہ کرین انتہی ترجمہ کلامہ سبحان اللہ تو کار زمین را
نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی یہ تو ایسی تقریر ہے کہ جسنے اسکے قائل کو لائق اسکے نہ رکھا کہ اسے مسلمان ہی کہ سکین اس
نصیحت بیجا اور ایراد بے محل اور نا روا کو دیکھنا چاہیے جو انکے کلام میں وارد ہے اور اس امر پر شاہد ہے کہ کہنے والے کو
اہل کمال عصبیت و بغض و عناد نے اسکی چشم عقل کو نابینا کر دیا کہ ایسی باتیں پوچ و یاوہ ہوا زبان پر لایا علیحدہ
اور فضائل کو جناب امیر علیہ السلام کے چاہتے ہیں کہ بذریعہ تسویلات شیطانی صورت مذمت اور نقص میں جلوہ گر کرین ع
چراغ را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس پف کند ریشش بسوزد تھوڑے سے تامل میں منصف خوب سمجھے گا کہ یہ ایرادات
کہان سے کہان تک پہونچتے ہیں کیا یہ علی ابن ابیطالب کو کوئی علمائے متفلسفین سے سمجھے ہیں یا کتاب اللہ اور احادیث
متفق علیہا کو کوئی کتاب حکمت سے جانتے ہیں کہ ایسے شکوک کرکے اسکا ابطال سہل سمجھے یہ وہ علی ابن ابیطالب ہیں کہ
جنکی نسبت صحاح میں انس بن مالک سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ما من نبی الا ولہ نظیر فی امتہ وعلی ابن ابیطالب
نظیری اور یہی ہیں ابن عباس سے ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی مثل راسی من بدنی اور انس سے منقول ہے قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی فقال انا وہذا حجۃ اللہ علی خلقہ یہ وہ علی ابن ابیطالب ہیں جنکے لیے صحاح میں ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا
یہ وہ ہیں جنکے لیے خطیب نے روایت کی ہے بذریعہ اپنی اسناد کے قال رسول اللہ علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی
یردا علی الحوض یہ وہ ہیں کہ جنکی بہ نسبت عبد اللہ بن سلام تفسیر قول ملک علام ومن عندہ علم الکتاب میں کہتا ہے کہ سالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انما ذلک علی ابن ابیطالب رواہ الثعلبی بھلا یہ کس سے نصیحت کرتے ہیں کہ ایسا فعل کرنا انھین نہ چاہیے
کیا خوب نظیر نبی اور مثل سر نبی اور در شہر علم اور مصاحب قرآن اور صاحب علم کتاب بھی لائق انکی نصیحت و تعلیم کے ہیں
اور یہی طرح حق اور رسول کے علم کو کیا سمجھے ہیں کیا یہ جو کچھ کہ انھین قباحت اس فعل سے معلوم ہوئی اور اسکا التزام اپنی
محنت و عقل کے موافق انھون نے کیا یہ خدا اور رسول کو نہ معلوم ہوگی ورنہ اسطرح محل مدح میں یہ آیت نازل ہوتی

اور پیغمبر خدا کیونکر حمد و شکر اسکے بعد فرماتے جیسا کہ روایت سدی مین ہو کہ بعد نزول اس آیت کے فرمایا
الحمد لله الذي جعلها في اهل بيتي انما وليكم الله الاية اور بڑے تعجب کی بات یہ ہو کہ حق تعالیٰ کے افعال مین حسن و قبح عقلی کو
نہین جانتے بلکہ کہتے ہین کہ جو کچھ خدا کرے وہ بہتر ہی پھر کیا سبب ہو کہ خدا نے تو محل مدح مین اس آیت کو نازل فرمایا
اور اس فعل کو آنحضرت کے پسند فرمایا اور اچھا سمجھا اب یہ بعد خدا پسند ہو چکنے کے پھر کیون اسے قبیح کہتے ہین بالجملہ اس
جگہ پر کیا خوب تقریر ہی جو جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین فرمائی ہی اور اسکا محصل یہ ہی کہ اگر رازی کا
کلام تمام ہو تو یہ انکی تقریر نقیض کلام خدا اور رسول پر مشتمل ہو گی کیونکہ سوق آیت کا مدح پر دلالت کرتا ہی اور شان نزول
آیت کی روایتین جو متفق علیہ ہین اسے بخوبی واضح ہی کہ جو کام کہ حضرت سے ظاہر ہوا وہی باعث اس آیت کے نازل ہونے کا
ہوا اور وہ مدح کے لائق تھا نہ یہ کہ مذمت کے قابل ہو پھر اگر یہ کار جناب حیدر کرار کی شان کے لائق نہوتا تو پھر
کسطرح پروردگار عالم اور سردار اولاد آدم اسکی مدح و تعریف فرماتے اور محل مدح مین اسکا ذکر فرماتے اور بہی اکثر مفسرین
اہلسنت نے اسکی تصریح کی ہی کہ یہ آیہ حضرت امیر علیہ السلام کے رتبہ بلند پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے
بعد ذکر خلاف علما اس آیہ کی تفسیر مین کہا ہی والحق ان صحت الرواية ففيه دلالة قوية على عظم شان علي كرم الله وجهه لكنه
في ذلك تطويل لان اصحاب المذاهب لكل منهم فيها ورد نا حاصل كلامهم على سبيل الاقتصار اور فاضل زمخشری کا کلام صریح ہی
اس امر مین کہ یہ آیہ نہایت مدح پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی بسبب اسکے کہ یہ طاعت اس حالت مین آنحضرت نے فرمائی
جیسا کہ صیغہ جمع کی توجیہ مین کہا ہی کہ یہ اسلیے ہی کہ تا اور مردم بھی مثل آنحضرت کے فعل کی طرف رغبت کرین پس
بسبب تاسی کے مثل آنحضرت کے ثواب پائین اور اسی توجیہ مین کہا ہی ولينبه على ان سجية المؤمنين يجب ان يكون على
هذه الغاية من الحرص على البر والاحسان وتفقد الفقراء حتى ان لزمهم امر لا يقبل التاخير وهم في الصلوة لم يؤخروه الى الفراغ منها انتهى
حاصل معنی اس عبارت کے یہ ہین کہ یہ دینا اسلیے تھا کہ تا آگاہ فرمائین کہ مومنین کا خاصہ طبع یہ ہی اور واجب ہی
کہ یہ نسبت نیکی اور احسان کرنے کے اور فقیرون کے دریافت حال پر بھی ایسے حریص ہون کہ اس سے وہ اپنی ذات پر
ایسا لازم و واجب جانتے ہون کہ اسمین کبھی تاخیر نہ کرین اور جب اس قسم سے کوئی بات انپر واجب ہو جاے
اگرچہ حالت نماز مین ہون لیکن اسی حال مین دیتے ہین اور فارغ ہونے کا نماز سے انتظار نہین کرتے اور یہ کلام اثبات
مدح اور اس فعل کے اچھے ہونے پر بروجہ تمام دلالت کرتا ہی لیکن معلوم نہین کہ اس معترض کو کیا جوش عصبیت ہوا جو قرآن
باری کی مذمت کرنے لگا اس فعل پر جسکی مدح جناب باری نے فرمائی اور اسی کلام جار اللہ زمخشری سے شبہ
امام اہلسنت کا دفع ہو گیا تھا زیادہ کچھ ضرورت نہ تھی لیکن اب بحمد اللہ ہم بطور حل شبہ اول کا پہلے جواب دیتے ہین
اور کہتے ہین کہ شاہ صاحب اتنا نہ سمجھے کہ پیغمبر و وصی پر ایک بوے خوش ریاحین عنایات ارحم الراحمین سے کہ
جو مصداق لا يشغله شان عن شان کا ہی ہر وقت جاری اور ایک سحہ فیوض باری سے ہر آن انکی ذات مقدسہ پر

طاری رہتا ہی پھر فعل آنحضرت کا حضور قلب سے شاغل نہوگا اور اس بات کے ساتھ جبکہ ایسے راجح عمل کے
مجتمع ہو جائین تو عبادات خالصہ سے کوئی منافات نہین رکھتا اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ اپنے اولیاؤن کے
حق مین افعال بشریہ کو شاغل استغراقی سے معرفت مین نہین جانتے اور علی ابن ابیطالب کے فعل مین استغراب
کرتے ہین جبکہ فعل طاعت کو حال طاعت مین عمل مین لاوے ہون اور لائق غور یہ بات ہی کہ حضرت کا یہ فعل کہ
سائل کو حال رکوع مین انگوٹھی تصدق فرمائی ایکبارہ توع اسکا ماثور ہی اور وہ ایسا فعل ہی جسے خدا اور رسول نے
پسند و قبول فرمایا یہان تک کہ اسی کی وجہ سے یہ آیہ نازل ہوا جیسا کہ فریقین کی روایات اسپر شاہد ہین پھر
ایسے فعل کی یہ نسبت تو استغراب ہوتا ہی اور انواع نقایص اسمین دکھلائے جاتے ہین اور خلیفہ ثانی نے چالیس بار
اس فعل کو بہ نیت فاسد کیا جیسا کہ اوپر گذرا اسپر کوئی آیہ نازل نہوا اسکی نسبت کوئی نقص و استغراب نہین ہوتا
حالانکہ لائق ان اعتراضات کے وہ فعل ہو سکتا ہی کہ خدا اسپر نہوا و الا کوئی آیہ مدح مین اس فعل کی بہ نسبت بھی
نازل ہوتا و لیکن نہین ہوا و الا اسقدر یہ حضرات اسے شہرت دیتے اور نقل مین اسکی متفق ہوکر ازدحام کرتے
جیسا کہ اس فعل کے باعث سے جانتے ہین کہ اس آیہ مین بھی حصہ لگائین اور خلافت کی طرح اس فضیلت کو بھی
غصب کر کے ان تک پہونچائین جیسا کہ مصنف کتاب المبین نے جو قول واحدی سے اس آیہ کی تفسیر مین
نقل کیا ہی اسمین موجود ہی و روی المتصدق بالخاتم عن سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ایضا فیقول الشاعر تصدق فی الصلوٰۃ بخاتم الخ
حقیقت یہ ہی کہ ایسی باتین بغلبہ عصبیت و عناد سے کہی جاتی ہین اور اسکا کہنے والا مذموم و مشہور بہ دوست و مخالف
ہوتا ہی اور اگر کلام غیر کا سننا عموماً منافی حضور قلب کے ہوتا تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ممدوح نہوتا بلکہ نماز
واجبہ کو بھی تنہا پڑھنا افضل ہوتا کیونکہ امام غیر ماموم ہوتا ہی اور جماعت مین ضرور ہی کہ ماموم قرارت امام کو سنے و قیام
و قعود و رکوع و سجود مین امام یا مکبر کی آواز کو سنکر ان افعال مین امام کا اتباع کرے حالانکہ افضل اداے صلوٰۃ مفروضہ
مین یہ ہی کہ بجماعت بجالاوے فتذکر اور بھی جناب غفران مآب نے سید نور اللہ رحمہ اللہ سے ایک جواب اس
جگہ پر نقل فرمایا ہی قال ان غایۃ الامر فی ذلک ما یحصل للاولیاء من الوحدۃ والکثرۃ فی الخلوۃ فی الجلوۃ فذا ثبت النقشبندیۃ من الصوفیۃ من اهل السنۃ
فذا اللہ لانفسهم واشتهر منهم انهم یقولون خلوت در انجمن سید امام فلا ینبغی ان ینازع مع علی فی حصول الطرفۃ المتبلہ اور اس عبارت کا محصل یہ ہی کہ
ممکن ہی کہ اسوقت آنحضرت پر ایسی حالت طاری ہوئی ہو کہ جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہی وحدت کی کثرت مین
اور خلوت کی جلوت مین اور تعجب کی جگہ ہی کہ فرقہ نقشبندیہ متصوفہ اہلسنت سے اپنے لیے اس مرتبہ کو ثابت کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ ہم انجمن مین خلوت رکھتے ہین پھر کیا سبب ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ اس بارے مین
مناقشہ کرتے ہین کیونکہ جب غیر انبیاء اور اوصیا کا حال ایسا ہو تو علی ابن ابیطالب کا فعل کسطرح منافی استغراق کے
معارف الٰہیہ مین ہو سکتا ہی خصوصاً جبکہ وہ فعل از قبیل جمع بین الطاعتین ہو اور دوسرا شبہ جو انکا ہی کہ انگوٹھی کا سائل

کو دینا فعل کثیر ہی جو مفسد صلوۃ ہی اسکا جواب پہلا یہ ہی کہ جو فاضل زمخشری نے کشاف مین کہا ہی کانہ کان مرجا فی خنصرہ
فلم یتکلف لخلعہ کثیر عمل یفسد بمثلہ صلوتہ یعنی وہ انگوٹھی چھوٹی انگلی مین آنحضرت کی ڈھیلی تھی کہ اُتارنے مین اُسکے
زیادہ تکلیف کی حاجت نہین پڑی جس سے مصداق ایسے عمل کثیر کا ہو جس سے نماز مین فساد ہو کفی اللہ المومنین القتال اور
دوسرا جواب وہ ہی جو ثعلبی کی روایت مین ابو ذر رضی اللہ عنہ سے گذرا کہ آنحضرت نے سائل کو اشارہ انگشت
مبارک سے فرمایا پس اُس سائل نے انگوٹھی کو انگشت مبارک سے اُن جناب کے اُتار لیا حیث قال وکان علی راکعا
فاومی الیہ بخنصرہ الیمنی وکان یتختم بہا فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم من خنصرہ وذلک بعین رسول اللہ پھر اس روایت کی بنا پر اشکال اصل سے
ساقط ہوگا اور تیسرا جواب یہ ہی کہ امام زاہد اہل سنت نے اپنے امام مجاہد سے نقل کیا ہی کہ انہنے اس آیہ کی طرف
اشارہ کرکے کہا ان لا یتسدل ایضا علی ان العمل الیسیر مباح فی الصلوۃ الا تری ان النبی خلع نعلیہ فی الصلوۃ واخذ بذوابتی ابن عباس وادارہ
من یسارہ الی یمینہ فی الصلوۃ قال الزاہد الی قولہ وہذا اولی الاقوال لان فیہ نکتۃ جدیدۃ اور بھی جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ
مروی ہوا ہی کہ پیغمبر خدا امامہ دختر زینب کو حالت قیام مین نماز کے اُٹھا لیتے تھے اور پھر زمین پر نیچے بٹھا دیتے تھے جس وقت
کہ سجدے مین تشریف لیجاتے تھے پھر جو کوئی کہ فعل علی مین استقباح کریگا یقینی پیغمبر خدا کے فعل مین بطریق اولی
استقباح کریگا کیونکہ علی ابن ابیطالب نے ایک طاعت کو دوسری طاعت کے ساتھ ملا دیا ہی اور کیسی
طاعت ہی وہ جسکے لیے باعتراف فاضل زمخشری قرآن مین حث و ترغیب اسکے لیے وارد ہی اور جو ایسے فعل کو
جناب امیر علیہ السلام کے طریقہ خشوع کے منافی جانیگا تو وہ اس فعل کو پیغمبر خدا کے بطریق اولی مستقبح جانیگا پھر جو
تاویل اور محمل صحیح کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے افعال کے لیے پیدا کرینگے وہی فعل وصی حقیقی کے واسطے آنحضرت کے
بعینہ اسی طرح تاویل ومحمل ہو سکتا ہی کہ ہرگز معنی اقامت صلوۃ مین اس سے قصور نہین آتا پھر الزام دینا محمل کرنے سے
اس کلام کے معانی متناقضہ پر جو بتوجیہات رکیکہ باطلہ آنحضرات نے چاہا تھا وہ مندفع ہوگیا فبطل ما کانوا یعملون پھر
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ معہذا اس قید کو بالاجماع کچھ دخل نہین ہی صحت امامت مین نہ طرداً نہ عکساً پھر تعلیق حکم
امامت سے اس قید کے ساتھ کلام باری کی لغویت لازم آتی ہی مثل اسکے کہ کہین کہ بادشاہی کے قابل ایسا
شخص ہی جو سرخ جامہ رکھتا ہو اور اگر ان سب سے ہم درگذرین تو اگر یہ دلیل حصر امامت کی حضرت امیر مین ہو
تو اور آیات اسکی معارض ہونگی انتہی ترجمہ کلامہ اور اسکے جواب مین جو جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی
وہ کافی ہی کہ یہ قید ولی کی متمیز ہونے کو اغیار سے ہی بنظر باینکہ زکوۃ حال رکوع مین دینا آنحضرت کے غیر سے متحقق نہین ہوا
نہ یہ کہ وہ امامت کی شرط ہی اور اسکی تحقیق مین دخل رکھتی ہی جیسا کہ خاصف النعل کی حدیث مین اشارہ وصف
مخصوص کے ساتھ آنحضرت کے اُسوقت مین ہی اور مدخلیت اس وصف کی امامت مین کوئی معنی نہین رکھتی کیونکہ
محل تعریف مین اوصاف ممیزہ کا ذکر کرنا ضروری ولابدی ہی پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اسے کچھ مداخلت نہین ہی

قولہ سودہ بنت زمعہ بھی زوجہ پیغمبر کی تھین [illegible]

یہ خلاف عقل ہو مثلاً حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ خلیفہ اول ابوبکر بن ابی قحافہ ہین پھر یہ بات ظاہر ہی کہ ابو قحافہ
زندہ ہونے کو انکی خلافت مین مداخلت نہین ہی پھر چاہیے کہ یہ بھی ضمیمہ نہو علاوہ اسکے شیعون کے موافق مداخلت بھی
انکی متحقق ہی کیونکہ اعلی مرتبہ کی یہ عبادت آنحضرت سے ظہور مین آئی چہار امام کا متصف ہونا ساتھ اسکے کہ سب خلق
اسکے بندے ہین فضیلت کی دلیل ہی اور وہ امامت کو مستلزم ہی پھر جو مثال کہ شاہ صاحب اس مقام پر لاے
وہ مربوط و مناسب نہین ہی انتہی محصل کلامہ اور اسکی توضیح یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اس قید سے کلام باری تعالی کی
لغویت لازم آتی ہی مثل اسکے کہ کہین کہ تمھاری بادشاہی کے قابل وہ شخص ہی جو سرخ کپڑے رکھتا ہو پھر اگر انکی مراد
اس سے یہ ہی کہ اسطرح کپڑے کا پہننا استحقاق سلطنت کا باعث ہی تو البتہ اس کہنے والے کے کلام کی لغویت ظاہر
اور مسلم ہی لیکن مثال ممثل لہ پر منطبق نہین ہی اور اگر مراد اس کہنے والے کی تمیز ہی جیسے جس جگہ کہ بحسب مکان و زمان
خاص یہ وصف مختص ہو مستحق سلطنت کے ساتھ تو یہ کلام لغو نہوگا کیونکہ تمیز کے واسطے اختصاص وصف ظاہر کا
کافی ہی خصوصاً باعتبار مخاطب اور وسائل کے دیکھو حمیرا کے لفظ کو جو ام المومنین جناب عائشہ کے القاب سے ہی
اور انکی مدح کی احادیث مین سرخی رنگ کا ذکر مثل سرخی جامہ کے حلیہ مدح سے عاری ہی تمیز کا فائدہ ہی اور جو
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر یہ دلیل حصر امامت کی جناب امیر مین ہو تو اور آیات اسکی معارض ہونگی جواب اسکا
یہ ہی کہ یہ ولایت بمعنی اولی بالتصرف ہونے کے جو مراد امامت کے اس آیہ مین ہی اسکے انحصار سے غرض یہ ہی کہ بعد
جناب رسالتمآب کے یہ ولایت منحصر جناب امیر علیہ السلام مین رہی اور آنحضرت سے انکی گیارہ اولاد مین ایک کے بعد
دوسرے مین منحصر رہتی آئی جسطرح زمان حیات مین آنحضرت کے سوا اُن جناب کے اور کوئی مستحق امامت و ریاست
و خلافت رسول کا نہ تھا اسی طرح ہر امام ائمہ معصومین علیہم السلام سے اپنے زمانے مین خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوتے آئے
اور غیر انکے کوئی مستحق اسکا انکی طرف سے نہ تھا اور نہ ہی اور آنحضرات کا اشتراک منافی اس انحصار مطلوب کے
نہین ہی کیونکہ وہ سب اہل عصمت اور فرع اصل واحد کی ہین اول یہ فضیلت حق تعالی کی طرف سے جناب امیر
علیہ السلام کے واسطے عطا ہوئی اور جو نعمت آنحضرت کے لیے حق تعالی نے عطا فرمائی تھی اسی کو انکی اولاد طاہرین مین
منتقل فرمایا جیسا فقرہ روایت کا جسے کافی کلینی سے اول اخبار خاصہ مین نقل کیا ہی اسپر دلالت کرتا ہی جیسے قال و
صیر نعمتی فی اولادہ بنعمتہ فکل من بلغ من اولادہ مبلغ الامامۃ یکون بہذہ النعمۃ مثلہ فیتصدقون وہم راکعون الخ پس انکا اشتراک اس نعمت
مین جو اشتراک امامت مین ہی حصر مقصود کے منافی نہین ہی اور جب یہ معنی ارادہ کیے جائین تو اسکے معارض کوئی
آیہ نہین ہی اور اگر کوئی ادعا کرے تو فعلیہ البیان و ہذا ما یتعلق بتفسیر الایۃ و دفع الشبہات عنہا و لنعم اللہ من العاصم عن الخطاء و الزلات او یعصمنی
من الخطاء و الزلات دوسری آیہ جو فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی وہ کریمہ بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ
یعصمک من الناس ہی یعنی ای پیغمبر خدا پہونچاو خلائق کو جو کچھ بھیجا گیا ہی خدا کی طرف سے تمھارے پاس اور اگر نہ کروگے جسکے

ساتھ مامور ہوئے ہو اور نہ پہونچاؤ گے اُسے خلق تک پس کوئی پیغام اپنے پروردگار کا تمنے خلق کو نہین پہونچایا اور اُسکی
ادا ے رسالت نہین کی اور خدا تعالیٰ تمھین محفوظ رکھنے والا ہی شر ناس سے اور تیسرا آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم ہی یعنی آجکے دن کامل کیا مین نے تمھارے واسطے دین تمھارا اور تمام کیا تمپر اپنی نعمتون کو اور پسند کیا
تمھارے واسطے اسلام کو کہ یہ دونون آیتین اسی جزو قرآن مین وارد ہین اور دونون فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتی ہین
جیساکہ تفسیر آیہ اولیٰ مین اسکا اشارہ ہم کر چکے ہین اور اب ہم تفصیل کرتے ہین اسکی جو ان دونون آیتون کی شان نزول
مین وارد ہوا ہی اور جسقدر کلام اس شان مین متفق ہی پس کہتے ہین ہم کہ آیہ اولیٰ کی تفسیر مین تفسیر کبیر مین ابوسعید خدری سے
مروی ہی قال نزلت هذه الآیة بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب یعنی کہا اُسنے کہ روز غدیر خم علی ابن ابیطالب کے
بارے مین نازل ہوا بلغ ما انزل الیک من ربک اور تفسیر درمنثور مین ہی اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه وابن عساکر عن ابی
سعید الخدری مثله وزاد انه اخرج ابن مسعود قال کنا نقرأ علی عهد رسول الله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی مولی المومنین ان لم تفعل فما بلغت
رسالته والله یعصمک من الناس یعنی ابن ابی الحاتم و ابن مردویه اور ابن عساکر نے مثل روایت سابق ابوسعید خدری سے روایت
کی ہی اور زیادہ اس سے یہ لکھا ہی کہ ابن مسعود نے کہا کہ ہم اصحاب پیغمبر خدا کے زمانے مین اس آیہ کو اسطرح پڑھتے تھے
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک علیا مولی المومنین اور سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجۃ الخصام کے باب سی و ہفتم مین نو
طریق سے حضرات اہلسنت کی روایت شان نزول کی اس آیہ کی نقل کی ہی منجملہ اُسکے وہ ہی جو ثعلبی نے
اپنی تفسیر مین اس آیہ کی تفسیر مین جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ معنی اُسکے
یہ ہین بلغ ما انزل الیک من ربک فی فضل علی ابن ابیطالب اور دوسرے نسخہ مین ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ اسطرح نازل ہوئی
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی رواه جعفر بن محمد پھر جبکہ یہ آیہ نازل ہو چکا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ہاتھ
علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور فرمایا کہ من کنت مولاه فعلی مولاه اور دوسری روایت پھر ثعلبی نے ابن عباس سے نقل کی ہی
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیة نزلت فی علی ابن ابی طالب امر النبی ان یبلغ فیه فاخذ رسول الله بید علی وقال من کنت مولاه
فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه یعنی ابن عباس سے کہا کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا
کہ پیغمبر خدا کو حکم خدا ہوا کہ دربارہ علی ابن ابیطالب تبلیغ رسالت فرماوین پس آنحضرت نے ہاتھ علی ابن ابیطالب کا
پکڑا اور فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اُسکا علی ابن ابیطالب مولا ہی خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُس سے موالات کرے اور
دشمن گردان اُسے جو اُس سے دشمنی رکھے اور تیسری روایت کتاب کشف الغمہ مین زر بن عبداللہ سے مروی ہی کہ کہا اُسنے
کہ ہم پیغمبر خدا کے زمانے مین اُسے اسطرح پڑھتے تھے یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین فان لم
تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس اور چوتھے ابراہیم حموینی نے کتاب سمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
مین ابوہریرہ سے روایت نقل کی ہی قال قال رسول الله لیلة اسری بی الی السماء سمعت نداء من تحت العرش ان علیا رایة الهدی

وحبیب من یومن بی بلغ علیا فی نزول النبی من السماء نسی ذلک فانزل اللہ عزوجل یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جس شب کو مین آسمان پر گیا تو ایک آواز زیر عرش سے مین نے سُنی کہ تحقیق کہ علی نشان ہدایت ہی اور دوست ہی کا ہی جو میرے ساتھ ایمان لاے تبلیغ کرو در باب علی علیہ السلام کے خلق کو پھر جب پیغمبر خدا آسمان سے تشریف لاے تو ہی تبلیغ کو آنحضرت نے بسبب نسیان کے نہ فرمایا پھر حق تعالیٰ نے نازل فرمایا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیۃ اور پانچوین قریب اس سے روایت ہی جو محمد بن احمد بن شاذان نے کتاب مناقب مأۃ مین ابی ہریرہ سے نقل کی ہی اور اسمین اسقدر زیادہ کیا ہی کہ آیہ اسطرح نازل ہوا تھا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ الآیۃ چھٹے صاحب مناقب فاخرہ فی العترۃ الطاہرہ نے روایت کی ہی بذریعہ محمد بن اسحاق کے جناب ابی جعفر علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے والد بزرگوار اور جد عالی مقدار سے نقل فرمایا کہ جب پیغمبر خدا نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی تو ایک زمین پر کہ اُسے ضوجان کہتے تھے وہ حضرت اترے پس اُس جگہ یہ آیہ نازل ہوا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس پھر جبکہ عصمۃ شریر ناس سے نازل ہوئی تو حضرت نے ندا فرمائی الصلوۃ جامعۃ یہ سنکر سب خلق جو ہمراہ تھی وہ جمع ہوئی پس فرمایا کہ کون شخص تم مین سے اولی تمھارے نفوس سے ہی یہ سنکر سب نے پکار کر کہا کہ خدا اور رسول اسکا ہی پھر ہاتھ علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ فانہ منی وانا منہ وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی یعنی جسکا مین آقا اور مولا ہون اسکے علی ابن ابیطالب بھی مولا ہین خداوندا دوست رکھ اسے جو اس سے موالات کرے اور دشمن گردان اسے جو اس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اسکی جو اسکی نصرت و یاری کرے اور مخذول فرما اُسے جو اسکے درپے مخذول ہو کیونکہ وہ مجھسے ہی اور مین اُس سے ہون اور وہ مجھسے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہی فرق یہ ہی کہ پیغمبر کوئی میرے بعد نہین ہو سکتا بعد اسکے جناب ابوجعفر نے فرمایا کہ یہ آخر فریضہ تھا کہ حق تعالیٰ نے اُسے امت محمد پر واجب فرمایا تھا پھر اسکے بعد حق تعالیٰ نے نازل فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا جناب ابوجعفر نے فرمایا کہ پس قبول کیا سب نے پیغمبر خدا سے ہر اُس چیز کو کہ جسکے لیے آنحضرت نے حکم فرمایا فرائض الٰہی سے نماز مین اور روزے مین اور زکوۃ مین اور حج مین اور تصدیق کی نبی کی اس حکم پر ابن اسحاق کہتا ہی کہ مین نے جناب ابوجعفر سے عرض کیا کہ یہ واقعہ کس سن کا ہی حضرت نے فرمایا کہ انیسوین تاریخ شہر ذی حجہ سے گذری تھی اور دسوان برس ہجرت کا تھا حجۃ الوداع سے حضرت پھرے تھے اور پیغمبر خدا کے روز وفات مین اور روز نزول آیہ مین ستر دن کا فاصلہ تھا ساتوین حافظ ابونعیم سے کتاب نزول القرآن فی امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین مرسل ہی کے روایت کی ہی اور آٹھوین روایت پھر اُسی کتاب مین حافظ ابونعیم سے کہ اُنھون نے عطیہ سے نقل کیا ہی قال نزلت

ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ فی علی بن ابی طالب یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ثم قال اللہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اور ابن مالکی نے فصول مہمہ میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہی قال نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول
بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب یعنی کہا صحابی مذکور نے کہ یہ آیہ نازل ہوا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
روز غدیر خم میں حق میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور اسی کتاب کے باب ثامن و ثلثون میں موافق شیعون کے
آٹھ طریق سے اسی مضمون کو روایت کیا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ دونون آیہ حق میں امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے
نازل ہوے چنانچہ بعض ان اخبار خاصہ سے وہ ہی جو محمد بن یعقوب کلینی نے جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے
بذریعہ اپنی اسناد کے نقل کیا ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ حق تعالی نے پانچ چیزین اپنے بندون پر واجب فرمائین تھین
انمین سے اکثر خلق نے چار کو لیا اور ایک کو ترک کیا ابو جارود راوی اس حدیث کا کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا کہ
مین قربان ہون آپ پر سے آیا آپ انکے نام میرے واسطے فرما سکتے ہین فرمایا کہ نماز ہی آدمی نہ جانتے تھے کہ کیونکر
پڑھتے ہین پس جبرئیل آے اور کہا کہ ای محمد انہین انکی اوقات نماز سے خبردار کر بعد اسکے زکوۃ نازل ہوئی پھر
حق تعالی نے فرمایا کہ ای محمد انہین انکی زکوۃ سے خبر دے جسطرح انہین انکی نماز سے خبردار کیا تھا اسکے بعد روزہ نازل
ہوا پس پیغمبر خدا کا انکی نسبت یہ حال تھا کہ جب روز عاشورہ آتا تھا تو جو دیہات و قریات گرد کے تھے انکے
رہنے والون کو آگاہ فرماتے تھے سو وقت وہ روزہ رکھتے تھے اس دن مین اسکے بعد شہر رمضان جو شعبان و شوال کے
بیچ مین ہی یہ نازل ہوا اسکے بعد حج نازل ہوا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اپنی امت کو انکے حج سے خبردار کر و جیساکہ
نماز و زکوۃ و صوم کو انہین تعلیم کیا اسکے بعد ولایت نازل ہوئی اور نہین نازل ہوئی یہ مگر روز جمعہ عرفہ کو الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور کمال دین کا ولایت علی ابن ابیطالب کے ساتھ تھا پس پیغمبر خدا نے یہ خیال فرمایا کہ ابھی
میری امت حدیث العہد جاہلیت کے ساتھ ہی اور جب مین انہین اس سے خبردار کرونگا اپنے ابن عم کے ساتھ تو کہنے والا
انمین کہیگا یعنی جو منافقین ہین وہ خیالات فاسد کرینگے اور کہینگے لیکن حضرت فرماتے ہین کہ یہ بات مین نے
اپنے دل مین کہی تھی زبان سے اسے نہین نکالا تھا کہ خدا کی طرف سے یہ عزیمہ نازل ہوا جسمین تہدید کا وعدہ میرے
ساتھ تھا کہ اگر اسکے بعد مین تبلیغ نہ کرتا تو معذب ہونے کا اندیشہ تھا پھر بعد اسکے نازل ہوا تھا یا ایھا الرسول بلغ ما
انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین بعد اسکے پیغمبر خدا نے
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ ای گروہ آدمیان کوئی پیغمبر پیغمبران سے جو میرے پیشتر ہوگئے ہین
نہ تھا مگر یہ کہ اسے خدا نے ایک عمر زندگانی کے واسطے عطا فرمائی تھی پھر جب وہ مدت تمام ہوئی اور اسے طلب فرمایا
تو اس نبی نے اس طلب کو قبول کیا پس قریب ہی کہ مین بھی اب بلایا جاؤنگا اور داعی اجل کو لبیک کرونگا اور مجھسے بھی
پوچھا جائیگا اور تمسے بھی پوچھا جائیگا پس تم کیا کہوگے سب نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہین اور دینگے کہ آپ نے

قولہ بغدیر خم بضم الخاء المعجمۃ وتشدید المیم مع التنوین اسم غیضۃ علی ثلثۃ امیال من الجحفۃ عندھا غدیر مشہور یضاف الی الغیضۃ ھکذا ذکرہ الشیخ محی الدین النووی وقال الفیروزآبادی وغدیر خم موضع علی ثلثۃ امیال من الجحفۃ بین الحرمین او خم اسم غیضۃ ھناک بہا غدیر ۱۲ منہ

تبلیغ رسالت فرمائی اور نصیحت کی اور جو کچھ کہ آپ پر واجب تھا خدا کی طرف سے ادا فرمایا پس حق تعالی آپکو جزا دے جو بہترین جزاے مرسلین کی ہو بعد اسکے تین بار فرمایا کہ ای پروردگار میرے تو گواہ رہ پھر فرمایا کہ ای گروہ مسلمانان یہ تمھارا ولی ہی بعد میرے پس چاہیے کہ جو موجود ہین اور سنتے ہین وہ اس وصیت و تبلیغ کو میری جو حاضر نہین ہین اُنھین پہونچا دین بعد اسکے جناب امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ وہ حضرت خلق خدا پر خدا کے امین تھے اور مستودع خدا کے علم کے اور اسکے دین کے جسسے وہ راضی ہی تھے روایت بڑی ہی بقدر ضرورت ترجمہ کرلیا اور بعض اُنمین سے وہ ہی جو عیاشی نے ابن عباس اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہو کہ کہا اُن دونون نے کہ حق تعالی نے پیغمبر خدا کو حکم فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کو منصوب فرماوین آدمیون کے سامنے تاکہ وہ سب کو انکی ولایت سے آگاہ و خبردار کرین پس پیغمبر خدا کو یہ خوف تھا کہ منافقین یہ کہین کہ اپنے ابن عم کی محبت سے یہ کہتے ہین یا کہ طعن کرین اس بارے مین آنحضرت پر جیسا کہ انکا طریقہ تھا پس حق تعالی نے وحی نازل فرمائی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الایۃ پس حضرت رسول خدا کھڑے ہوے اور اظہار و تبلیغ ولایت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا روز غدیر خم فرمایا اور بعض انمین سے عیاشی کی روایت ہی جو جناب ابو جعفر سے نقل کی ہی کہ جب جبرئیل حجت الوداع مین نازل ہوے ظاہر کرانے کو امر علی ابن ابیطالب کے تو یہ آیہ حضرت پر پڑھا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الایۃ پس اسکے بعد تین روز تک حضرت رسول نے تامل فرمایا یہان تک کہ جحفہ مین تشریف لاے اور جب جحفہ مین اُترے اُس مقام پر کہ غدیر اسکا نام ہی تو ندا دی حضرت نے کہ الصلوۃ جامعۃ اسوقت جتنے ہمراہی تھے وہ گرد حضرت کے جمع ہوے اسوقت فرمایا پیغمبر خدا نے کہ من اولی بکم من انفسکم سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ خدا اور رسول اسکا پھر دوبارہ وہی کلمہ فرمایا اور پھر سب نے وہی جواب عرض کیا پھر تیسری بار اسی طرح پوچھا پھر سب نے کلام اول کو عرض کیا اسوقت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ فانہ منی وانا منہ وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی اسی طرح تین روایتین اور اسی مضمون کی عیاشی سے اور ایک سعد بن عبد اللہ سے اور ایک روایت ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے نقل کی ہی اور اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون آیتون کا بحق علی ابن ابیطالب علیہ السلام نازل ہونا موافق روایات فریقین کے جو متفق علیہا ہین ثابت و ظاہر ہی اور لائق اسکے ہی کہ اسکے ساتھ اعتقاد کیا جاے کہ اس نقل روایت مین دوست و دشمن سب مقر ہین اور علماے اہلسنت سے انکے مفسرین اور محدثین اسکی نقل پر اتفاق رکھتے ہین جیسا کہ بعض اقوال تفسیر کبیر سے اول بیان شان نزول مین اسکے مذکور ہوئی اور پھر کہتا ہون مین کہ اسی کتاب مین مفسر مذکور نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آیہ فضیلت مین علی علیہ السلام کے نازل ہوا اور بھی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ یہ آیہ اسی طرح نازل ہوا بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی

اور جب یہ آیہ نازل ہوا تو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اسمی اور
اہلبیت خوب جانتے ہیں جو گھر میں ہے اور تفسیر نیشاپوری نے اس آیہ کی شان نزول میں دس وجہیں ذکر کی ہیں جنکے
آخر میں سب کے کہا ہے العاشر نزلت ہذہ الایۃ فی علی لفضیلتہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ
فلقیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال ہنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولی کل مؤمن ومؤمنۃ وہو قول ابن عباس والبراء ابن عازب و
محمد بن علی یعنی دسویں وجہ یہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی حق میں علی ابن ابیطالب کے اور پیغمبر خدا نے ہاتھ انکا پکڑا
اور فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا مولا علی ہے خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُس سے موالات کرے اور دشمن
رکھ اُسے جو اُس سے دشمنی کرے پس ملاقات کی آنحضرت سے عمر ابن الخطاب نے اور کہا کہ مبارک ہو تمہیں اے فرزند
ابو طالب کہ صبح کی تمنے ہمارے آقا اور ہر مومن و مومنہ کی مولا ہو کر اور یہ قول ہے ابن عباس اور براء بن عازب اور
محمد بن علی کا صحابیوں سے ولیکن اسکے بعد مفسر مذکور نے کہا ہے کہ واعلم ان ہذہ الروایات وان کثرت الا ان الاولی حملہ
علی انہ تعالی امنہ من مکر الیہود والنصاری وامرہ باظہار التبلیغ من غیر مبالاۃ منہم وذلک لان ماقبل ہذہ الایۃ بکثیر وما بعدہا بکثیر لما کان
کلاما مع الیہود والنصاری امتنع القاء ہذہ الایۃ الواحدۃ فی البین علی وجہ تکون اجنبیۃ عما قبلہا وما بعدہا یعنی جان تو کہ اگرچہ روایات
اگرچہ بہت ہیں لیکن اولی یہ ہے کہ حمل انکا اسپر کیا جاوے کہ حق تعالی نے پیغمبر خدا کو یہود و نصاری کے مکر سے بیخوف
فرمایا اور حکم فرمایا آنحضرت کو کہ تبلیغ کو ظاہر فرماویں انکے ساتھ بیخوف ہو کر انکے مکر سے اور یہ اسلیے کہا ہے کہ بہت کچھ
اس آیت کے پہلے و یسہی طرح بعد اس آیت کے کلام یہود و نصاری کے ساتھ ہے اور ممتنع ہے کہ یہ ایک آیہ بیچ میں ایسی
وجہ پر حمل کیا جاوے جو قبل و بعد سے اجنبی ہو اور مولانا طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں علمائے اہلسنت سے
اسطرح روایت کی ہے وقد اورد الحاکم ابو القاسم الحسکانی فی کتاب شواہد فوائد التفضیل باسنادہ عن ابی عمیر عن عمر بن اذینہ عن الکلبی عن
ابی صالح عن ابن عباس وجابر بن عبد اللہ قال امر اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ان ینصب علیا علما للناس فیخبرہم بولایتہ فتخوف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ ان یقولوا حابی ابن عمہ وان یطعنوا فی ذلک علیہ فاوحی اللہ الیہ ہذہ الایۃ فقام علیہ السلام بولایتہ یوم غدیر خم یعنی حاکم ابو القاسم حسکانی نے
کتاب شواہد فوائد التفضیل میں ابن عباس وجابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حق تعالی نے حکم فرمایا
پیغمبر خدا کو کہ علی ابن ابیطالب کو منصوب بخلافت سب کے سامنے فرماویں پس خبردار کریں انہیں علی ابن
ابیطالب کے اولی بتصرف ہونے کے ساتھ جو خلافت و امامت ہے پس پیغمبر خدا کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا
منافقین تہمت کریں کہ اپنے ابن عم کی محبت کے باعث سے یہ کہتے ہیں یا سرکشی کریں آنحضرت سے اور فتنہ
پردازی کریں پس حق تعالی نے اس آیہ کو بطور وحی آنحضرت پر نازل فرمایا پس آنحضرت نے روز غدیر خم ولایت
امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو ظاہر فرمایا ایضا فیہ باسنادہ المرفوع عن حیان بن علی العنزی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت
ہذہ الایۃ فی علی فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بیدہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وقد اورد ہذا الخبر

ابو اسحق الثعلبی فی تفسیرہ باسنادہ مرفوعا الی ابن عباس قال نزلت هذه الآیة فی علی ابن ابی طالب فاخذ رسول الله بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ اور اپنی تفسیر مین باسناد مرفوع ابن شہاب سے ہی کہ اُنھون نے ابی صالح سے اور اُنھون نے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ یہ آیت نازل ہوئی علی ابن ابیطالب کے حق مین پہر اسکے بعد پیغمبر خدا نے ہاتھ
آنحضرت کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ اور یہی خبر کو ثعلبی نے بہی اپنی تفسیر مین ذکر
کیا ہی اور منجملہ اخبار خاصہ کے جو روایات اِس بارے مین جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام
سے مشہور ہین و بعض اُنسے مذکور ہوئین اور جناب [illegible] نے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی یہ ہی کہ ان الله تعالی اوحی
الی نبیه ان یستخلف علیا فکان یخاف ان یشق ذلک علی جماعة فانزل الله هذه الآیة تشجیعا له علی القیام بما امره باداءه والمعنی ان ترکت ابلاغ
ما انزل الیک وکتمته کنت کانک لم تبلغ شیئا من رسالات ربک فی استحقاق العقوبة یعنی تحقیق کہ حق تعالی نے وحی نازل فرمائی اپنے نبی پر تا کہ علی ابن
ابیطالب کو اپنا خلیفہ و جانشین فرماوین پس پیغمبر خدا کو خوف اسکا تھا کہ یہ امر جماعت پر منافقین کی بہت دشوار
ہوگا پس حق تعالی نے اس آیہ کو نازل فرمایا تاکہ خوف حضرت کا برطرف ہو اور جو حکم ہوا ہی اسکی ادا پر قیام فرماوین
اور معنی آیت کے یہ ہین کہ اگر تم ترک کروگے تبلیغ اس حکم کی جو تمھارے اوپر نازل کیا گیا ہی اور اسے پوشیدہ رکھوگے
تو گویا تمنے کوئی چیز رسالت اور احکام الہی سے نہین پہونچائی اور اس صورت مین استحقاق عقوبت ہوگا اور جناب
آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ اخبار عامہ و خاصہ مین وارد ہوا ہی کہ آیہ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من
ربک الآیہ اس واقعہ مین نازل ہوا ہی جیسا کہ بعضے اخبار مذکور ہوے اور فخر رازی نے تفسیر کبیر مین درباب احتمالات نزول
آیہ مین کہا ہی کہ یہ آیہ فضیلت علی علیہ السلام مین نازل ہوا اور بعد نازل ہونے کے پیغمبر نے ہاتھ علی ابن ابیطالب
کا پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ پس عمر نے آنحضرت سے ملاقات کی اور کہا گوارا ہو
تمھین اے پسر ابوطالب صبح کی تمنے ہمارے مولا اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوکر پہر کہا ہی کہ یہ قول ابن عباس سے اور
براء ابن عازب اور محمد بن علی کا ہی اور شاہد اسپر کلام ثعلبی کا انکی تفسیر مین اور حسکانی کا شواہد التنزیل مین ہے کہ
بہت جماعت نے روایت کی ہی کہ یہ آیہ امر غدیر مین نازل ہوا اور یہ صریح ہی اس بارے مین کہ مولا سے مراد خلیفہ
و امام ہی کیونکہ حق تعالی کا اسطرح تہدید فرمانا کہ اگر پیغمبر خدا تبلیغ نہ فرماوین تو انکی کسی رسالت کی تبلیغ نہین کی اور
پیغمبر خدا کا خائف ہونا اس سے کہ تبلیغ مبادا اثارہ فتنہ کا موجب ہو یہان تک کہ حق تعالی ضامن ہوا کہ انھین
منافقین کی شر سے باز رکھیگا یہ سب دلیل اسکی ہین کہ وہ امر کہ جسکی تبلیغ کے لیے پیغمبر خدا کو حکم فرمایا وہ ایسا امر ہوگا
کہ ابلاغ اسکا موجب اصلاح امور دین و دنیا کا آدمیون کی ہوگا اور اس سے خلق کے لیے روز قیامت تک حلال و
حرام ظاہر ہوگا اور شرائع دین انکے باعث سے ضائع ہونے سے اور متغیر و متبدل ہونے سے محفوظ رہینگے اور
اسکا قبول کرنا طبع مردم پر دشوار ہوگا اور جو احتمالات کہ حضرات اہلسنت نے مولا کے لفظ مین پیدا کیے ہین انمین سے

کوئی اس قسم کے امور کا مظنہ بھی نہین رکھتا مگر خلافت و امامت آنحضرت کی ایسی چیز ہی کہ جسکے باعث سے جو پیغمبر خدا نے احکام دین و ایمان کی تبلیغ فرمائی اسکا باقی رہنا ممکن ہی اور یہی سے مسلمانون کے امور منتظم ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ منافقین کے دلون مین جناب امیر علیہ السلام کی دشمنی اور عداوت پوشیدہ رہتی تھی پیغمبر خدا کو بنسبت منافقین کے یہ مظنہ ہوا تھا کہ شور ان فتنہ و فساد کا ہوگا اسلیے حق تعالی ضامن ہوا کہ آنحضرت کو انکی شر سے محفوظ رکھے انتہی

کلامہ رحمہ اللہ اور فی الواقع یہ ہی کہ جیسی تاکید شدید اور تہدید اس آیہ مین ہی وہ ظاہر ہی بلکہ کہہ سکتے ہین کہ اور آیات قرآنی مین اسطرح حکم موکد بنسبت جناب رسالتمآب کے نہین ہوا اور اسکی دلالت صاف اس بات پر ہی کہ وہ امر بہت ہی عظیم ہی جسکے لیے ایسا حکم ہوا اور یقینی بادنی تامل یہ امر واضح ہوتا ہی اور بلا شبہ اس امر عظیم سے ارادہ خلافت امامت کا جو متعلق بامور دین و دنیا ہی بہت صحیح ہی اور کوئی امر بعد اقرار شہادتین اس سے زیادہ نہین ہی خصوصا بعد نازل ہونے کے اس آیہ کے پیغمبر خدا کا اس ولایت کو ظاہر فرمانا اور سب سے پہلے تین بار اقرار اولویت کا انکے نفوس سے لینا اور اہتمام تبلیغ اسمین فرمانا جیسا کہ روایات مین وارد ہی اور پھر کوئی امر جدید مثل اظہار واجب از قسم طاعات وغیرہ کا نہ فرمانا جیسا کہ کوئی امیر شاہد نہین ہی کیسا قرینہ مخصصہ اس ارادے کے واسطے موجود ہی کہ جسے ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی پھر انکی توجیہ مین جو مفسرین نے اختلاف کیا ہی اکثر منشا اسکا تعصب و عناد ہی جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی المسئلہ الثانیہ لقائل ان یقول قولہ فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ معناہ فان لم تبلغ رسالتہ فما بلغت رسالتہ فای فائدۃ فی ہذا الکلام یعنی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ کہنے والے کے واسطے پہونچتا ہی کہ کہے جو حق تعالی نے فرمایا ہی کہ اگر نہ کیا تو نے تو نہین پہونچائی رسالت اپنے خدا کی اسکے معنی یہ ہین کہ اگر نہ پہونچائی رسالت اسکی تو نہین پہونچائی رسالت اسکی پھر اس کلام مین کیا فائدہ ہی بعد اسکے جمہور مفسرین کا جواب جو انھون نے کہا ہی اسطرح کہ مراد اس سے یہ ہی کہ اگر ایک اس حکم کو نہ پہونچایا خلق کی طرف تو ایسا ہوگا کہ گویا اسنے کوئی حکم احکام سے نہین پہونچایا اور اس جواب کے بعد لکھا ہی کہ میرے نزدیک یہ ضعیف ہی اسلیے کہ جو شخص بعض کو بجالاوے اور بعض کو ترک کرے پس اگر اسے کل کا ترک کرنے والا کہین تو جھوٹ ہوگا اور بھی اگر کہین کہ مقدار جرم کی ترک بعض مین مثل مقدار جرم کے ترک کل مین ہی تو وہ بھی محال و ممتنع ہی پس ساقط ہوا یہ جواب بعد اسکے کہا ہی کہ والاصح عندی ان یقال ہذا خرج علی قانون قولہ انا ابو النجم و شعری شعری ومعناہ ان شعری قد بلغ فی الکمال والفصاحۃ والمتانۃ الی حیث متی قیل فیہ انہ شعری فقد انتہی مدحہ الی الغایۃ التی لا یمکن ان یزاد علیہا فہذا الکلام یفید المبالغۃ التامۃ من ہذا الوجہ فکذا ہہنا قال فان لم تبلغ رسالتہ فما بلغت رسالتہ یعنی انہ لا یمکن ان یوصف ترک التبلیغ بتہدید اعظم من انہ ترک التبلیغ فکان ذلک تنبیہا علی غایۃ التہدید واللہ اعلم یعنی بہت صحیح میرے نزدیک یہ ہی کہ اسکے جواب مین کہا جاوے کہ یہ قول جناب قدس الہی کا اسطرح ہی کہ جیسا ابو النجم شاعر کا قول ہی کہ مین ابو النجم ہون اور شعر میرا میرا شعر ہی اور معنی اسکے یہ ہوتے ہین کہ شعر میرا اسقدر کمال مرتبہ فصاحت و متانت کو پہونچا ہوا ہی کہ جب کہا جاوے کہ وہ شعر میرا ہی تو اسکی مدح انتہا کے درجہ کو پہونچ گئی کہ اب اس سے زیادتی مدح مین ممکن نہین ہی پس یہ کلام اس وجہ سے مفید ہوتا ہی

مبالغہ تامہ کے لیے اسی طرح بیان پر خدا نے فرمایا ہو کہ اگر تو تبلیغ رسالت نہ کریگا تو تو نے کوئی رسالت نہین
پہونچائی یعنی ممکن نہین ہی کہ موصوف ترک تبلیغ کے ساتھ ہو سکے اور یہ تنبیہ ہی اور انتہائے تہدید کے واللہ اعلم انتہی
وجہ کلام اب بچشم انصاف غور کے لائق یہ ہی کہ جو اس مفسر نے تہدید بلغ کی تفسیر کی ہی وہ کس احتمال کے ساتھ
چسپان ہو سکتی ہی کیونکہ دس وجہین احتمالات کی فخر رازی نے نزول آیہ مین لکھی ہین اور وہ یہ ہین کہ پہلا احتمال یہ ہی کہ آیہ
قصہ رجم و قصاص مین وارد ہوا ہو دوسرا یہ کہ درخصوص یہود سے دوستی کرنے کے بارے مین اور انکے دین اسلام کے
ساتھ استہزا کرنے مین وارد ہوا ہو تیسرے نزول اسکا درخصوص ازواج کے مخیر کرنے کے بارے مین ہو اس ہدف سے
کہ وہ دنیا کو بسبب اسکے اختیار نہ کرین چوتھے یہ کہ درباره زید اور زینب بنت جحش کے آیا ہو پانچوین درخصوص
جہاد چھٹے درخصوص حکم لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الآیہ نازل ہوا ہو ساتوین یہ کہ نزول اسکا حق مسلمین مین ہو
جبکہ شرائع اور مناسک کو وہ حضرت پہونچا چکے کیونکہ آنحضرت نے حجۃ الوداع مین یہ فرمایا ہی کہ ھل بلغت یعنی آیا
مین پہونچا چکا سب نے جواب مین عرض کیا کہ نعم اسوقت فرمایا اللھم فاشھد آٹھوین یہ کہ ایک درخت کے نیچے بعض
سفرون مین نازل ہوا تھا نوین یہ کہ نازل ہوا اس بابت مین جو آنحضرت کو یہود و نصاریٰ سے تھی دسوین یہ کہ
فضیلت علی ابن ابیطالب مین نازل ہوا ہو جیسا کہ پہلے اس سے نقل اسکے نزول کی مذکور ہوئی انتہی اب ہر خبیر پر
یہ امر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ سوا قول اخیر کے جو بشہادت روایات فریقین ثابت ہی جتنے اقوال ہین سب پوچ
و بے حقیقت ہین اور مرجوح ہونا سب کا خود زبانی مفسر مذکور کے ثابت ہی کیونکہ اسنے کہا ہی الاولی حملہا علی انہ تعالی آمنہ
من مکر الیہود والنصاری عن [illegible] بہم لقرینۃ ما قبلہا وما بعدہا من کثیر من الآیات الواردۃ فی امرہا لامتناع ورود الآیۃ بینہما
پس وہ احتمالات سابقہ کے بے حقیقی اور انکا مرجوح ہونا اسی کے کلام سے ظاہر ہی اور علاوہ اسکے علمائے امامیہ نے سب کے
جواب دیکر انہین باطل و ضعیف کیا ہی اور سوا اس سے احتمال عاشر کے جو سب سے آخر مین ہی یعنی اسکا شان حضرت
امیر مین نازل ہونا سب محل نزاع سے خارج ہین پھر حاجت تطویل کلام کی انکے نقض و ابرام مین زیادہ متعلق
نہین ہی اسلیے اس جگہ اہم و ضروریہ ہی کہ عنان توسن کلام میدان تحقیق احتمال اخیر کی طرف کہ تقویت نزول آیہ کی شان
جناب امیر علیہ السلام مین ہی پھیری جائے اور کلام امام حضرات اہلسنت کا پوچ اور بے حقیقت ہونا جو انھون نے
اسکے نازل ہونے کو امر یہود و نصاریٰ مین تقویت دی ہی ظاہر کیا جائے تاکہ حق بمرکز قرار پکڑے اور اسکے لیے
پہلے ضروری ہی کہ تمہید مین چند مقدمے قائم کیے جائین جیسا کہ جناب سید سند نے فرمایا ہی تاکہ شکوک و شبہات کا
دخل نہ ہو پس جاننا چاہیے کہ اسمین کوئی شک نہین ہی کہ یہ کریمہ مشتمل ہی قصائے تاکید اور منتہائے تہدید اور نہایت
تاکید اور نہایت تشدید پر کیونکہ پہلے صریح بلفظ بلغ حکم تبلیغ ہی دوسرے اس جہت سے کہ اسے بقولہ فما بلغت رسالتہ
موکد فرمایا ہی کیونکہ وہ ایسی تہدید پر مشتمل ہی کہ اس سے زیادہ اور مرتبہ زیادتی کا نہین ہی تیسرے اس جہت سے کہ

بقولہ واللہ یعصمک من الناس وعدہ فرمایا ہے اور یہ فریقین کے مفسرین کے نزدیک مسلم ہے کہ عنوان بیان کا مختلف ہو
پھر جو پکار کہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ طریقہ قول ابی النجم شاعر و شعری شعری کے
پردہ غیب سے جلوہ ظہور میں باہر آیا اور قول ابی النجم کے معنی یہ ہیں کہ میرا شعر فصاحت و متانت میں نہایت
درجہ کو پہونچا ہے اِس حیثیت سے کہ جب کوئی کسی شعر کو میرے میری طرف منسوب کرے پس بدرستیکہ اسکی
مدح کو اقصی غایت تک پہونچا چکا پس یہ مفید مبالغہ تامہ کے واسطے ہے پس اِسی طرح اس آیہ کا مفاد اور مساق
عقول سلیمہ کے نزدیک ہے وکانہ قال ان لم تبلغ رسالتہ فما بلغت رسالتہ یعنی انہ لا یمکن ان یوصف بتولہ التبلیغ وکان ذلک تنبیہا علی غایۃ التہدید
اور مفسرین کے اقوال کی تضعیف میں بھی کہا ہے کہ جو بعض کہتے ہیں کہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک حکم کو نہ پہونچایا تو
اُسکے مثل ہوگا جیسے کسی کو حکم نہ پہونچایا وہ میرے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ جیسے بعض کی تبلیغ کی اور بعض کی نہ کی
اگر اُس سے کہیں کہ سب کی تبلیغ نہ کی تو یہ دروغ محض ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ مقدار جرم کی بعض کے ترک میں کل کے
ترک کی مقدار کے برابر ہے پس یہ بھی محال ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے انھوں نے جھوٹ جانا ہے وہ اُسوقت جھوٹ
ہو سکتا ہے کہ جب کہنے والے نے یہ بطور حقیقت کہا ہو اور یہ بیان نہیں ہے بلکہ بر سبیل تشبیہ ہے اور تشبیہ میں کذب
نہیں ہے بلکہ وہ مبالغہ ہے اور کچھ نہیں ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض کے ترک کرنے کا جرم اشد ہوتا ہے پھر اگر اُسے
کل کے ترک سے مشابہ کریں تفخیم و مبالغہ کی راہ سے تو نہ اِس میں جھوٹ ہے نہ امتناع ہے اور اسپر عقول سلیمہ کا اجماع ہے اور
جسطرح سے کہ ہو لیکن سب کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے کہ اصل اِس آیہ میں تاکید اور مبالغہ تہدید میں ہے اب نظر
انصاف دیکھنا چاہیے کہ اِس تاکید کے لائق اور اِس تہدید کے مناسب کون امر مہمات اسلامیہ سے ہے اور جسے حق تعالی نے
عقل سلیم اور وجدان مستقیم عنایت فرمایا ہے وہ جب بانصاف اِسمیں غور و تامل کرے گا تو یقینی جان سکتا ہے کہ کلام الہی
اِس آیہ میں مقتضاے حال کے موافق اِن وجوہ سے کسی وجہ پر سوا اِسی احتمال کے جسے احتمال عاشر فخر رازی نے لکھا ہے اور روایات
کے موافق مجمع علیہ فریقین ہے منطبق نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایسا امر عظیم ہے کہ اُسی پر مدار حراست اسلام کا اور حفظ شرائع
احکام کا ہے اور اُسی کے لیے منافقین کے دلوں میں کینہ ہاے دیرینہ تھے جو لائق خوف کے تھے اور اُسی کے ذریعے
اہل دنیا کو یقین تھا کہ ہم خزائن و اموال دنیا پر متصرف ہونگے اور اُسی طمع سے اہل دنیا امادہ قتل پر جناب
رسالتماب کے ہوے تھے اور عقبہ میں چھپے آنحضرت پر ڈھلکانے تھے تاکہ وہ حضرت ہلاک ہوجائیں پہلے اِس سے
کہ کچھ خلافت و امامت کا انتظام فرمائیں اور اِسی لیے کہ حضرت کو اِسکے اعلان میں انواع مخاوف کا منافقین سے
خیال تھا حق تعالی نے اپنے قول سے واللہ یعصمک من الناس اُس خوف کو اپنے نبی کے دل سے دفع فرمایا اور اسکی
تقویت کو یہ کافی ہے کہ یہ آیہ سال حجۃ الوداع میں نازل ہوا کیونکہ اُسوقت کفر کو بہت اضمحلال ہو چکا تھا اور یہود و نصاری
ضعیف تھے اور دین اسلام اچھی طرح قائم تھا اور اُسکے احکام خوب شائع تھے ادنی اشخص بھی مسلمانوں سے کسی کو

کرنے مین خوف کفار نہ رکھتا تھا چہ جائے پیغمبر خدا کہ حضرت کی تو وہ کمال قوت اور ظہور شوکت کا زمانہ تھا پھر خوف
یہود و نصاری سے کیسا خوف جسکا امن آنحضرت کو بذریعہ اِس آیت کے دیا گیا پس احتمال خوف کا یہود و نصاری سے
محض خیال و توہم باطل ہی ہو سکتا ہے کہ قبل نزول اِس آیہ کے جناب رسالتمآب نے بنی نضیر و بنی قریظہ کا جلا وطن مدینہ منورہ
سے اخراج کر چکے تھے اور خیبر کو فتح کر چکے تھے اور حارث و مرحب کو قتل کر چکے اور فدک کو لیچکے تھے پھر کیا مقام احتمال
خوف کا یہودیون سے تھا اور نصاری عسکر من تھے حوالی مدینہ مین نہ تھے اور اُنسے مصالحہ بھی ہو چکا تھا اور رازی صاحب
تفسیر کبیر نے اپنے مذہب مختار کی تصحیح مین استناد اِس سے کیا ہی کہ ایک آیہ اجنبیہ کا وارد ہونا بیچ مین اُن آیات کے
جو متعلق بذم یہود و نصاری ہین ممتنع ہی وہ حقیقت مین اجتہاد ہی مقابل اُن نصوص کے جو اِس بارے مین وارد
ہوئی ہین اور وہ فرع ہی اِسکی کہ تلاوت کی ترتیب اور ہر آیت کا جمع موافق نزول کے ہی اور یہ مسئلہ تو اول نزاع ہی
اور جبکہ جمع کرنا اُن آیات کا جو امکنہ اور ازمنہ متفاوت مین بتقاریب مختلفہ و مخالفہ نازل ہوئی تھین اُس ترتیب
نزول کے موافق نہین ہوا اور خواہ بسبب صحابہ کے اجتہادات کے ہوا ہی جیسا کہ واقع مین ہی یا بسبب کسی مصلحت
شرعیہ اور حکمت توقیفیہ کے ہوا ہو جیسا کہ حضرات اہلسنت اسکا گمان کرتے ہین اور تصریح فرماتے ہین پھر اب
ارتباط ایک آیہ کا دوسرے کے ساتھ کب لائق استناد ہو سکتا ہی بلکہ وہ موافق اپنی شان نزول کے دلالت
مطلوب پر کریگا اور لیکن آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً پس اکثر حضرات اہلسنت مثل حسکانی
وغیرہ نے موافق جناب آخوند صاحب کے سعید خدری سے روایت کی ہی کہ ہم مجتمع روز عید غدیر سے پھرے تھے
کہ یہ آیت نازل ہوئی یعنی آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ آج کامل کیا مین نے تمھارے واسطے
دین تمھارا اور تمام کیا تمپر نعمت کو اپنی اور راضی ہوا اور پسند کیا مین نے تمھارے واسطے اسلام کو جو دین ہی
تمھارا پس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین حمد کرتا ہون خدا کی دین کے کامل کرنے پر اور نعمت کے تمام کرنے پر اور
راضی ہونے سے پروردگار کے میری رسالت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت پر اور دوسری روایت سے ہی
کہ فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر دین کے کامل کرنے پر الخ اور یہی نازل ہوا الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوہم و اخشون
یعنی آجکے دن ناامید ہوئے کافر باطل کرنے سے تمھارے دین کے یعنی دین کی حفاظت کرنے والے خدا کی
طرف سے مشخص ہو گئے پس اب ظالمین کے دندان طمع ابطال دین مین اُکھڑ گئے اور یہ وہی ہی جو حضرات
ائمہ کرام سے ماثور ہی کہ فرماتے تھے فی کل خلف منا عدول ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین پس اب مبطلین و کفار سے
نڈرو اور مجھسے ڈرو حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ کافر ناامید ہوئے اور ظالمین یعنی منافقین
طمع مین پڑے اور فاضل سیوطی نے کتاب درمنثور مین ابن مردویہ سے اور ابن عساکر سے کہ انھون نے ابو سعید
خدری سے روایت کی ہی کہ جب حضرت رسولؐ نے علیؑ کو روز غدیر خم مین نصب کیا اور اُنکی ولایت کے ساتھ

آواز بلند کی اُسوقت جبرئیل نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے الیوم اکملت لکم دینکم اور روایت کی ہی ابن مردویہ و ابن
عساکر او خطیب سے باسناد اُنکے ابوہریرہ سے کہ جب روز غدیر خم ہوا کہ وہ اٹھارھوین ماہ ذی حجہ کی ہی رسول خدا نے
فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ پس یہ آیہ نازل ہوا اور صاحب کتاب جامع الاصول نے صحیح مسلم سے روایت
کی ہو طارق بن شہاب سے کہ ایک جماعت نے یہود سے عمر ابن الخطاب سے کہا کہ اگر ہم گروہ یہود پر ایسا
آیہ نازل ہوتا الیوم اکملت لکم دینکم الآیة اور جانتے ہم کہ یہ کسدن نازل ہوا ہی تو ہر آئینہ اُس روز کو اپنا روز عید
قرار دیتے راقم رسالہ کہتا ہی کہ الحمد للہ کہ مومنین عارفین اُس روز کو روز عید اپنا جانتے ہین جیسا کہ اُسے حق تعالی نے
مقرر فرمایا اور اُس روز اہل حق کی آنکھون کو ٹھنڈا کیا وانہ لحق مثل ما انکم تنطقون واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون اور
اسی لیے حق تعالی نے معاندین کی بھی زبانون پر اُسے جاری فرمایا تاکہ اہل حق کو وقت احتجاج اُس سے قوت ہو
یہان تک کہ مخالفین نے اپنی کتابون مین اور محدثین فریقین نے اپنے صحف مین اُسے بطور حکایت اور روایت
لکھا اور ظاہر ہی کہ حدیث متفق علیہ بہت مضبوط حجت ہوتی ہی اگرچہ معاندین نے بہت کچھ اخفاے حق مین کوششین
اور سعیان کین اور یہ چاہا کہ کسی حیلہ سے ان آیات کو نص خلافت پر امیر المومنین علیہ السلام کے نہونے دین لیکن
اُنکی جلد و لا یعلی کسی طرح اسکا اخفا ممکن نہوا اور اخفاے حق جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے کیا ہی جسکا جواب ہمنے دیا
اسی طرح جو حضرات سے زیادہ متعصب ہوئے ہین اُنکے پیشواؤن سے اُنھون نے بھی دست و پا مارے مگر
کچھ نہوا جیسا کہ بخاری و مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہو کہ یہ آیہ حجة الوداع مین شب عرفہ کو نازل ہوا اور یہ مطابق ہی اُسکے
جو عمر ابن الخطاب سے اُنھون نے نقل کیا ہی روایت سابقہ مین بعد حکایت کرنے قول یہود کے کہ اُنھون نے کہا
کہ مین جانتا ہون کہ کسوقت نازل ہوا بروز جمعہ عرفہ کے دن نازل ہوا تھا قال السیوطی فی الاتقان اخرج ابو عبیدة عن
محمد بن کعب قال نزلت سورة المائدة فی حجة الوداع بین المکة والمدینة ومنها اکملت لکم دینکم وفی الصحیح عن عمر انها نزلت عشیة عرفة یوم الجمعة
عام حجة الوداع وله طرق کثیرة ولکن اخرج ابن مردویه عن ابی سعید الخدری انها نزلت یوم غدیر خم واخرج مثله من حدیث ابی هریرة وفیه
انه الیوم الثامن عشر من ذی الحجة مرجعه من حجة الوداع وکلاهما لا یصح فاضل سیوطی نے کتاب الاتقان مین لکھا ہی
کہ ابو عبیدہ نے محمد بن کعب سے روایت کی ہی کہ سورۂ مائدہ حجة الوداع مین مکہ و مدینہ کے بیچ مین نازل ہوا
اور اسی سے ہی آیہ الیوم اکملت لکم دینکم اور حدیث صحیح مین عمر سے منقول ہی کہ وہ آیہ شب عرفہ روز جمعہ سال حجة الوداع
مین نازل ہوا اور اس روایت کے لیے بہت سے طریق ہین ولیکن ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے
روایت کی ہو کہ وہ آیہ نازل ہوا روز غدیر خم مین اور اسی طرح حدیث ابی ہریرہ سے نقل کیا ہی اور اسمین ہی کہ
روز نزول اُسکا اٹھارھوین ذی حجہ کی تھی کہ وہ حضرت حجة الوداع سے تشریف لاتے تھے اور یہ دونون
صحیح نہین ہو سکتے انتہی ترجمہ کلامہ لیکن جب اس سورہ کا نازل ہونا مکہ و مدینہ کے بیچ مین مسلم ہوا اور نازل ہونا

اس آیہ کا بخصوص روز غدیر موافق روایت ابو سعید کے اور ابو ہریرہ کے بھی معلوم ہوا تو اب کلام خلیفہ ماننے کا کان
رکھنے کے قابل نہین ہو سکتا کیونکہ نہ روز عرفہ مکہ و مدینہ کے بیچ مین وقت مراجعت حج کے واقع ہو سکتا ہی اور نہ
اٹھارھوین کو ذی حجہ کی روز عرفہ کہہ سکتے ہین اگرچہ قوت حافظہ کا حال خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت کے معلوم ہی کہ
بارہ برس مین سورہ بقر یاد نہو سکا اور وفات جناب رسالتماب مین آیہ وما محمد الا رسول کا آیہ بھول گئے تھے اور اکثر
آیات و احکام کے بارے مین اعتراف انکا ثابت ہی کہ کہا ہی گویا مین نے یہ سنا ہی نہ تھا لیکن بظاہر بیان محض
اخفاے حق کے واسطے یہ کہا ہوگا تاکہ نص خلافت وصی رسول کا اثبات نہونے پاے والا کہان روز عرفہ اور کہان
وقت مراجعت حج سے درمیان مکہ و مدینہ اور ہجدہم ذی حجہ اور یہ تکذیب انکے قول کی محض شیعون کے کہنے سے
ثابت نہین ہی کہ حضرات اہلسنت کو انکار کا محل ہو بلکہ دو صحابیون کے بیان سے انکے قول کا خلاف واقع ہونا
ثابت ہی اور ظاہر ہی کہ دو شخصون کی نقل جب وہ ایک امر پر متفق ہون ایک سے کہ وہ اپنی روایت مین متفرد ہو اور
سہو کرنا اسکا اکثر مقام پر ثابت ہو پیش عقلا لائق اعتبار کے ہی فقط اور پھر ساتھ اسکے بر تقدیر تنزل و تسلیم یہ ہی کہ
چونکہ آیہ تبلیغ کا اور وحی موکد کا اس خصوص مین نزول اور عصمت کا وعدہ شرور اہل صفائین سے خدا کی طرف سے
روز غدیر سے پہلے ہوا تھا اگر آیہ روز عرفہ کو نازل ہوا ہو جب بھی تو ہمارے مقصود کو مخل اور متعلق بامر ہو نہین سکتا
کیونکہ انکا اضمحلال اور استیصال تو پہلے اس سے ہو چکا تھا پھر انکے بارے مین کس تبلیغ کی ایسی ضرورت تھی اور کیا
انکا خوف تھا جسکے لیے خدا نے وعدہ عصمت فرمایا یہ بات تو ادنی تامل سے واضح ہو سکتی ہی جناب سید نے جو
اس جگہ بعد ابطال قول رازی کے فرمایا ہی بہترین اقوال سے یہ ہی فیتعین ان یکون المراد ابلاغ حکم یتحقق بابلاغہ ابلاغ مجموع
الاحکام وبہ اکمال الدین واتمام الانعام وانہ ہو الحکم الذی کان صعبا ثقیلا علی الاقوام من تعیین مصداق الاصل الرابع من اصول دین
الاسلام بنصب علی واظہار امامتہ ووجوب طاعتہ علی الانام لما علم ان قلوب القوم کانت مملوۃ من بغض علی علیہ السلام لقتلہ
اباءہم واخوانہم واولادہم واقاربہم فی غزوات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کما تضمنت الروایۃ السابقۃ من الثعلبی وغیرہ من الاعلام فکان ذلک
ہو المظنۃ لرجوع الناس قہقری الی الجاہلیۃ الکبری الخ اور ترجمہ اسکا یہ ہی کہ پس متعین ہوا یہ کہ مراد اس سے ابلاغ ایسے حکم کا ہو
کہ جسکے ابلاغ سے جملہ احکام شرعیہ کا ابلاغ متحقق ہو اور بسبب اسکے اکمال دین کا اور اتمام انعام کا ممکن ہو اور وہ
وہی حکم ہی جو دشوار و گران تھا سب قومون پر معین کرنے سے مصداق اصل چہارم کے اصول دین حق سے بسبب منصوب
کرنے علی علیہ السلام کے اور ظاہر فرمانے انکی امامت کے اور واجب کرنے انکی طاعت کے سب خلق پر کیونکہ
جانا گیا ہی کہ سب قوم کے دلون مین علی علیہ السلام کی عداوت بھری ہوئی تھی بسبب اسکے کہ آنحضرت نے اکثر
مسلمون کے باپ دادا کو اور انکے بھائیون کو اور انکی اولاد کو اور عزیزون کو پیغمبر خدا کے ساتھ لڑائیون مین مارا تھا
جیسا کہ روایات سابقہ ثعلبی وغیرہ علما کے اس قصہ پر متضمن ہین پس اسی سبب سے یہ مظنہ تھا کہ وہ سب جاہلیت کی طرف

رجوع کر جاینگے اور اسلام سے پھر جاینگے جیسا کہ روایت قصہ حارث فہری کی جسکے حق مین آیۂ سأل سائل
بعذاب واقع نازل ہوا اسپر شاہد ہی اور حذیفہ بن یمان کی روایت سے کہ لشکر والے کی پیغمبر خدا کی راہ مین ادہر بوقت
حضرت کا اہل نفاق کو اور بعض صحابہ کو پہچانتا اسکے مصداق ہی اور یہی امر محتاج کرتا تھا طرف اس وعدۂ عصمت
بزرگ کے جو خدا نے فرمایا تھا پھر اسکے بعد جو سید نے فرمایا اسکا حاصل یہ ہی کہ گویا حق تعالی نے اس آیت مین نسبت
اپنے نبی کے فرمایا کہ پہونچا اس چیز کو جو تیری طرف نازل کیا گیا ہی حکم سے بطور ایجاب فوری تعین کرنے مین علی بن ابیطالب کو
واسطے امامت کے اور اگر تو ایسے نہ کریگا اور اسمین اہمال کریگا تو ہو گا مثل اسکے جسنے کل کو نہ پہونچایا بعد اسکے چونکہ حق تعالی کو
یہ معلوم تھا کہ اس امر عظیم کا کرنا پیغمبر پر دشوار ہی بخوف ان عداوتون کے اور دشمنیون کے جو قوم کے دل مین تہی
تعیین اسلیے حضرت کی توطین قلب اور تسلی خاطر کے واسطے اور تاکہ اُنسے کچھ مبالاۃ نہ فرماوین یہ فرمایا کہ واللہ یعصمک
من الناس یہ ذکر فرمایا ہی بعدہ المتحی فی دفع الاحتمال الذی تصدر الشقی الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس اور واضح رہے کہ اس
ارادہ سید کا دفع کرنا اسکا ہی جو حدیث غدیر کے معنی ولایت مین تصرف کا ارادہ حضرات اہلسنت کے امام نے
کیا تھا اور تفصیل اسکی انشاءاللہ عنقریب آتی ہی اور مناسب مقام تائید مرام کے لیے یہ ہی کہ ایک روایت کتب امامیہ سے
ایسی نقل کیجاے کہ جس سے وہ تفصیل معلوم ہو جسے حضرات اہلسنت بطور مجمل ذکر کرتے ہین اور سید سند نے
اپنے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی پس واضح ہو کہ روایت طولانی حدیقہ مین مسطور ہی کہ کہا انھون نے ان اللہ امر رسولہ فی
سنۃ عشر من ہجرۃ من مقدمہ المدینہ ان یحج ویحج الناس فاوحی اللہ الیہ ان اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق
یعنی حق تعالی نے حکم فرمایا اپنے پیغمبر کو دسوین برس ہجرت سے کہ حج فرماوین وہ حضرت اور سب آدمی آنحضرت کے
ساتھ حج کرین پس وحی فرمائی طرف آنحضرت کے اس آیت کے ساتھ جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ ندا دو آدمیون مین یعنی
حکم کو انھین ظاہر کرو اسطرح کہ انھین دعوت کرو حج کی طرف کہ پیادہ و سوار اور جو دور کے رہنے والے ہین وہ بھی سب
حج مین تمھارے پاس حاضر ہون پس پیغمبر خدا نے حکم فرمایا منادیون کو کہ انھون نے بلندی اور پستی کے
رہنے والون کو یہ ندا دی کہ آگاہ ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے اس سال حج کا ارادہ فرمایا ہی اسلیے کہ تا مردم کو
مناسک حج کے تعلیم فرماوین تاکہ سنت نبوی آخر زمان تک جاری رہے یہ سننے کے بعد کوئی انمین سے جو
دائرہ اسلام مین داخل ہوے تھے باقی نہ رہا مگر یہ کہ اس سال دہم ہجرت مین آنحضرت کے ساتھ موسم حج مین
حاضر ہوا اور وہ حضرت سب کے ساتھ مع اپنے ازواج کے سفر حج کے لیے باہر مدینہ سے تشریف لاے
اور وہ حج حجۃ الوداع تھا اور جب مناسک حج کو ادا فرما چکے اور محدثات اور بدعات جاہلیت کو زائل کر چکے
تو داخل مکہ ہوے اور وہان مقیم تھے کہ جبرئیل پہلے سورہ عنکبوت کے ساتھ خداوند جلیل کی طرف سے آئے اور
کہا آنحضرت سے کہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا

بعد قوله الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون کہ حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ آیا گمان کرتے ہین لوگ
کہ چھوڑ دیے جاوینگے ساتھ اسی قدر کے جو کہتے ہین کہ ہم ایمان لاے ہین اور حال یہ ہی کہ آزمایش نکیے جاوینگے
اور بتحقیق کہ آزمایش کی ہی ہمین نے ان شخصون کی جو انسے پہلے گذرے ہین پس ہر آینہ ملاحظہ فرمایگا حال انکے
دعوی ایمان مین جھوٹے ہین آیا گمان کرتے ہین وہ اشخاص جو عمل بد کرتے ہین کہ ہمسے پیش دستی لیجاوینگے بدی وہ
حکم جو کرتے ہین بعد اسکے رسول خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیل وہ فتنہ کیا ہی پس جبرئیل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
بتحقیق حق تعالی نے تجھپر سلام فرمایا ہی اور تیرے لیے فرماتا ہی کہ نہین بھیجا مین نے کسی پیغمبر کو تجھسے پہلے مگر یہ حکم دیا
اسے اسکی اجل کے پہونچنے کے قریب ساتھ اس امر کے کہ اپنی امت پر خلیفہ کرے بعد اپنے ایسے شخص کو جو اسکے
قائم مقام ہو اور اسکی سنتون کو زندہ رکھے پس اسکے فرمان بردار راست گو اور اسکے مخالفین دروغ گو ہوتے ہین
دعوی ایمان مین وقد دنا یا محمد مصیرک الی ربک وجنته وهو یامرک ان تنصب لامتک من بعدک علی بن ابی طالب وتعهد الیه فهو الخلیفة القائم
برعیتک وامتک ان اطاعوه وان عصوه وسیفعلون ذلک وهی الفتنة التی تلوت علیک الآی فیها وان الله عز وجل یامرک ان تعلمه جمیع ما علمک وتستحفظه
جمیع ما حفظک واستودعک فانه الامین المؤتمن یا محمد انی اخترتک من عبادی نبیا واخترته لک وصیا یعنی قریب پہونچا ہی اے محمد وقت مراجعت
اور رجوع تمھارا تمھارے پروردگار کی طرف اور تشریف لیجانا تمھارا اسکے بہشت کی طرف اور وہ حکم فرماتا ہی تمکو کہ
نصب کرو اپنی امت کے واسطے اپنے بعد کے لیے علی ابن ابیطالب کو اور عہد کرو انکی طرف پس وہ خلیفہ برحق ہی کہ
قائم ہوتا ہی ساتھ ان امورون کے جنکی طرف تمھاری امت محتاج ہی خواہ اطاعت کرین خواہ اسکی نافرمانی کرین
اور قریب ہی کہ نافرمانی کرینگے اور یہی ہی وہ فتنہ اور آزمایش جسکا وعدہ ان آیتون مین ہی جو ہمین نے تمپر پڑھی ہی اور کہ
بتحقیق کہ خداے عزوجل حکم فرماتا ہی تمھین کہ تعلیم کرو اسے سب وہ کچھ جو تمکو خدا نے تعلیم فرمایا ہی اور یاد لاؤ انھین
وہ سب جو تمھین یاد دلایا گیا ہی اور تمھین سپرد کیا گیا ہی پس بدرستیکہ وہ امین مؤتمن ہی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرستیکہ
مین نے تجھے اپنے بندون سے برگزیدہ کیا نبوت کے لیے اور اسے برگزیدہ کیا تیرے وصی ہونے کے لیے فدعا رسول
الله صلی الله علیه وآله فخلا به یومه ذلک ولیلته واستودعه العلم والحکمة التی آتاه الله ایاها وعرفه ما قال جبرئیل وکان ذلک فی یوم عائشة بنت ابی بکر
فقالت یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لقد طال استخلاؤک بعلی منذ الیوم قال فاعرض عنها رسول الله صلی الله علیه وآله فقالت لم تعرض عنی یا رسول الله
بامر لعله یکون لی صلاحا فقال صدقت وایم الله وانه لامر صلاح لمن اسعده الله بقبوله والایمان به وقد امرت بدعاء الناس جمیعا وستعلمین ذلک اذا انا قمت به فی الناس
یعنی بعد اسکے طلب فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اور بعد اسکے خلوت فرمائی انکے
ساتھ اس دن اور اسکی شب کو بھی اور امانت سپرد فرمائی انھین اس علم وحکمت کی جو خداوند عالم نے آنحضرت کو عطا فرمائی تھی
اور بتلایا انھین وہ جسکے لیے جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا اور یہ امر نوبت عائشہ بنت ابی بکر مین واقع ہوا تھا پس کہا عائشہ نے
کہ اے رسول خدا خلوت کا زمانہ آپ کی علی علیہ السلام کے ساتھ بہت طولانی ہوا صبح سے ابھی تک خلوت نہین تمام ہوئی

یہ سنکر حضرت نے منہ اپنا پھیر لیا عائشہ کی طرف سے عائشہ نے کہا کسلیے آپ منہ پھیرتے ہین ای رسول خدا
اُس خبر سے کہ شاید اُسمین میری صلاح ہو یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے قسم بخدا کہ وہ امر صلاح کا ہو سکتا ہے
جو اُسکے قبول کرنے سے سعادت اندوز ہو اور اُسکے ساتھ جلد ایمان لائے و بہ تحقیق کہ مین مامور ہوا ہون کہ سب
خلق کو اُسکی طرف دعوت کرون اور قریب ہی کہ تو بھی جانے گی جسوقت کہ مین اُس سے خبر دونگا اُسے سب خلق کے
بیچ مین قالت یا رسول اللہ تخبرنی به الان لانقدم بالعمل به والاخذ بما فیه الصلاح عائشہ نے کہا کہ ای رسول خدا اُسی وقت مجھے
اُس سے خبر دیجیے گا کہ تا مین سبقت کرون اُسپر عمل کرنے مین اور سیکھنے مین اُسکے جسمین مصلحت میرے لیے اُسمین ہو قال ساخبرک
به فاحفظیه حفظک الله فی العاجلة والآجلة جمیعا وکانت لک الفضیلة والسبقة الی الایمان بالله ورسوله وان اذعته وترکت رعایته ما
القی الیک منه کفرت بربک وحبط اجرک وبرئت منک ذمة الله وذمة رسوله وکنت من الخاسرین یعنی فرمایا کہ قریب ہی کہ مین خبر دونگا تجھے اُس سے
پس چاہیے کہ حفظ کرے تو اُسکے ساتھ تا کہ حفاظت کرے تیری خدائے عزوجل دنیا اور آخرت دونون مین اور یہ
تیرے لیے فضیلت اور سبقت طرف ایمان کے ساتھ خدا اور رسول خدا کے اور اگر میرا راز افشا کریگی اور ترک کریگی
رعایت اُسکی جو تیری طرف مین اُس راز سے القا کرونگا تو کافر ہوگی تو اپنے پروردگار سے اور ثواب تیرا محو ہو جائیگا
اور خدا اور رسول کا ذمہ اُس سے بری ہوگا اور تو زیان کارون سے ہوگی فقال ان عمری قد انقضی و امرنی ربی ان انصب علیا
للناس علما واجعله فیهم اماما واستخلفه کما استخلف الانبیاء من قبلی اوصیاءها وانا صائر الی امر ربی وآخذ فیه بامره فلیکن هذا الامر منک تحت سویداء قلبک الی ان یاذن
الله بالقیام فضمنت له ذلک یعنی بعد اُسکے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ عمر میری یعنی زندگانی دنیا تمام ہوئی اور حکم فرمایا ہی خدا نے
میرے مجھے کہ منصوب کرون علی علیہ السلام کو خلق کے لیے علم ہدایت اور گردانون اُسکے واسطے خلق مین منصب امامت
اور استخلاف کرون اُسکے ساتھ یعنی اپنا خلیفہ اپنی اُمت کے لیے اُسے کرون جیسا کہ اور پیغمبرون نے مجھسے پہلے اپنے
وصیون کو اپنی اُمت مین خلیفہ و جانشین کیا تھا اور مین رجوع کرتا ہون اپنے پروردگار کے حکم کی طرف اور عمل کرونگا
اُسکے عمل مین لانے سے موافق اُسکے حکم کے پس چاہیے کہ تو اِس راز کو اپنے دل کی تاریکی کے اندر پوشیدہ رکھ
یہان تک کہ حق تعالی مجھے حکم فرمائے اُسکے ظاہر کرنے کو بعد اُسکے عائشہ نے اپنے ذمہ مین لیا اُسکے اخفا کو وقد اطلع
الله نبیه علی ما یکون منها فیه من صاحبتها حفصه وابویهما فلم تلبث ان اخبرت حفصه واخبرت کل واحدة منهما اباها فاجتمعا فارسلوا
الی جماعة الطلقاء والمنافقین فخبراهم بالامر فاقبل بعضهم علی بعض فقالوا ان محمدا یرید ان یجعل هذا الامر فی اهل بیته کسنة کسری وقیصر الی
آخر الدهر ولا والله ما لکم فی الحیوة من حظ ان افضی هذا الامر الی علی بن ابی طالب وان محمدا عاملکم علی ظاهرکم وان علیا یعاملکم علی ما یجد فی نفسه منکم فاحسنوا
النظر لانفسکم فی ذلک وقدموا آراءکم فیه ودار الکلام فیما بینهم واعادوا الخطاب واجالوا الرای فاتفقوا علی ان ینفروا بالنبی صلی الله علیه وآله ناقته علی عقبة هرشی وقد کانوا صنعوا مثل
ذلک فی غزاة تبوک فصرف الله الشر عن نبیه صلی الله علیه وآله من الفتک والاغتیال والسم علی غیر وجوده یعنی بعد اُسکے مطلع کیا خدا نے اپنے پیغمبر کو اُس چیز سے
جو آئندہ واقع ہو اور خصوص اُس راز کے اور اُنکی صاحبہ حفصہ سے اور اُن دونون کے باپون سے اور یہ اشارہ ہی طرف آیہ کریمہ ولقد صغت قلوبکما

کی طرف بعد اسکے کچھ مدت نہ گذری تھی کہ عائشہ نے حفصہ سے کہا اور ان دونون نے اپنے اپنے
باپ سے اسے بیان کیا اور وہ دونون جمع ہوے اور جمع ہوکر ایک جماعت طلیقان و منافقان کے پاس
کہنے والے کو بھیجا اور حقیقت امر سے آگاہ و خبردار کیا بعد اسکے متوجہ ہوے بعض انکے ساتھ دوسرے بعض کے
اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ چاہتے ہین کہ اس امر کو اپنے اہلبیت مین کرین اور اپنے خاندان سے
باہر نہ جانے دین مثل طریقہ کسریٰ و قیصر کے آخر زمان دنیا تک اور قسم خدا کی کہ تمھارے واسطے کوئی حظ اور لطف
زندگانی دنیا کا باقی نہین رہیگا اگر یہ امر علی ابن ابیطالب تک پہونچا بدرستیکہ محمد تمھارے ساتھ معاملہ ظاہر
اسلام کے ساتھ کرتے تھے اور بدرستیکہ علی ابن ابیطالب تمھارے ساتھ معاملہ کرینگے موافق اسکے جو
تمھارے دل مین ہوگا پس فکر خوبی کی کرو اسلیے جسمین تمھارے نفوس کی صلاح آئمین ہو اور مکرر اس
فکر کا ذکر اپنے آپسمین کیا اور اپنی رائین بیان کین بعد اسکے اسپر اتفاق کیا ان منافقین نے کہ آنحضرت کے
ناقہ کو عقبہ ہرشی پر دوڑائین تاکہ دشمن آنحضرت کے پہاڑ پر ناقہ سے گر کر ہلاک ہو جائین اور یہ تازہ مضمون
نہ تھا بلکہ ایک مرتبہ اور بھی اس سے پہلے غزوۂ تبوک مین مثل اسی حرکت ناسزا کے انسے سرزد ہو چکی تھی لیکن حق تعالی نے
انکے شر کو آنحضرت سے دفع فرمایا تھا اور شر انکا بوجوہ متعددہ تھا اور انھون نے کسی پر قدرت نہ پائی تھی نہ قتل پر
نہ اغتیال پر نہ زہر دینے پر وقد کان اجمع اعداء رسول اللہ من الطلقاء من قریش و المنافقین من الانصار و من کان فی قلبہ من الارتداد الی من
فی المدینة و من جعلها نفاقه و تحالفوا علی ان ینفروا به ناقته و کانوا اربعة عشر رجلا و کان من عزم رسول اللہ ان یقیم علیا علیه السلام و ینصبه للناس
بالمدینة اذا قدم یعنی اور مجتمع ہوے تھے دشمنان پیغمبر خدا ان اشخاص سے جنھون نے قید اسلام سے بسبب فدیہ دینے کے
رہائی پائی تھی قریش سے اور اہل نفاق سے جو حضرات کے اصحابون سے تھے پس آپسمین انھون نے عہد و پیمان
کیا تھا اور ہم قسم ہوے تھے اس بات پر کہ حضرت کے ناقہ کو زمین ناہموار پر ڈرا کر دوڑائین اور وہ چودہ شخص تھے
اور پیغمبر خدا کا یہ قصد تھا کہ علی ابن ابیطالب کو مدینہ مین پہونچکر وصایت کے ساتھ منصوب فرماوین فسار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ یومین و لیلتین فلما کان فی الیوم الثالث اتاہ جبرئیل باخر سورة الحجر فقال اقرأ فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون فاصدع بما تؤمر و اعرض
عن المشرکین انا کفیناک المستهزئین فقال و رحل رسول اللہ و اغذ السیر مسرعا علی دخول المدینة لینصب علیا علما للناس فلما کانت اللیلة الرابعة هبط
جبرئیل فی اخر اللیل فقرأ علیه یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و اللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یهدی القوم
الکافرین و هم الذین هموا برسول اللہ یعنی پس حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ دو دن اور دو راتین راہ چلے تھے کہ تیسرے
دن جبرئیل آئے اور آخر سورۂ حجر کو لاے اور کہا کہ پڑھو قول حق عز و جل کو جو فرماتا ہے اور حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ
ہر آئینہ پوچھینگے ہم سب سے جو کچھ کہ وہ عمل مین لاتے ہین پس ظاہر کرو اس چیز کو جسکے لیے تم مامور ہوے ہو اور
منہ پھیرو جماعت مشرکین سے بدرستیکہ مین نے کفایت کی ہے تیرے لیے یعنی تیری حفاظت کی ہے اور دفع کیا ہے شر کو

ہنسنے والون کی تجھسے پس کوچ فرمایا آنحضرت نے کہ جلدی کرتے تھے سفر مین اِس ارادے سے کہ مدینہ مین جلد داخل ہون تاکہ جلد داخل ہوکر علی کو امامت کے ساتھ منصوب فرماوین اور اُنہین علم ہدایت خلق کے لیے قرار دین پس جبکہ چوتھی رات سفر کے لیے پہونچی تو پھر جبرئیل بحکم خداوند جلیل آخر شب کو تشریف لاے اور آیہ یا ایھا الرسول کو آنحضرت پر پڑھا جسکا محصل مضمون یہ ہی کہ اے رسول خدا پہونچاؤ اُس پیام کو جو بھیجا گیا ہی تمھاری طرف تمھارے پروردگار کی جانب سے دربارہ علی ابن ابیطالب کے اور اگر نہ کروگے اِس کام کو پس ایسا ہوگا کہ تبلیغ کسی رسالت کی نہین کی اور وہ خدا عاصم اور حافظ تیرا ہی شر خلق سے بدرستیکہ خدا ہدایت نہین کرتا قوم کفار کو اور یہ وہ جماعت ہین جنھون نے پیغمبر خدا کے ساتھ ارادہ بد کیا تھا یہ سُنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اما تو انی یا

جبرئیل لمحمد السیر مجدا فانه لا تدخل المدینة وافرغ من لاتیه علی الشاهد والغائب فقال لجبرئیل ان الله یامرک ان تفرغ من لاتیه غدا اذا نزلت منزلک فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم نعم یا جبرئیل غدا افعل ذلک ان شاء الله وامر رسول الله بالرحیل من وقته وسار الناس معه حتی نزل بغدیر خم وصلی بالناس وامرهم ان یجتمعوا الیه ودعا علیا ورفع رسول الله ید علی الیسری بیده الیمنی ورفع صوته بالولاء لعلی علی الناس اجمعین وفرض طاعته وامرهم ان لا یتخلفوا علیه بعده وخبرهم ان ذلک عن امر الله وقال لهم الست اولی بالمومنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول الله فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله ثم امر الناس ان یبایعوه فبایعه الناس جمیعا فلم یتکلم منهم احد وقد کان ابو بکر وعمر تقدما الی الجحفة فبعث الیهما وردهم قال لهما النبی صلی الله علیه وآله یا ابن ابی قحافة ویا عمر بایعا علیا بالولایة من بعدی فقالا امر من الله ورسوله فقال وهل یکون مثل هذا من غیر امر الله نعم امر من الله ورسوله فبایعا ثم انصرفا وسار رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم باقی یومه ولیلته حتی اذا دنوا من عقبة هرشی فقدمه القوم فتواروا فی ثنیة العقبة وقد حملوا معهم دبابا وطرحوا فیها الحصی قال حذیفة فدعانی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ودعا عمار بن یاسر وامرهما ان یسوق ناقته وانا اقودها یعنی حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیل

آیا تم دیکھتے نہین کہ مین بسرعت وکوشش تمام سفر کر رہا ہون تاکہ مدینہ پہونچون پس وہان پہونچکر ولایت کو علی ابن ابیطالب کے شاہد وغائب پر واجب کرون یہ سُنکر جبرئیل نے آنحضرت سے کہا کہ بدرستیکہ خداوند عالم تمھین حکم فرماتا ہی کہ کل کے دن ولایت علی ابن ابیطالب کو فرض و واجب کرو جبکہ اپنی منزل پر اُترو پس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیل یقینی کل کے روز اِس کام کو کرونگا انشاءاللہ تعالی اور اُسی وقت سے حضرت نے کوچ کا حکم دیا اور سب حضرت کے ساتھ روانہ ہوے یہان تک کہ بمقام غدیر خم اُترے اور حضرت نے نماز ادا فرمائی بجماعت اور علی ابن ابیطالب کو ولایت کے ساتھ منصوب فرمایا اور تفصیل اِس قصہ کی انشاءاللہ عنقریب ذیل بیان حدیث غدیر خم کے احادیث نصوص امامت مین آنحضرت کے آئیگی انشاءاللہ تعالی پھر حذیفہ نے کہا کہ سیر فرمائی اُن جناب نے جماعت صحاب کے ساتھ بقیہ مین اُس روز وشب کی یہان تک کہ پہونچے وہ حضرت قریب عقبہ ہرشی کے اور جب اِس گھاٹی کے قریب وہ حضرت پہونچے تو جو منافقین تھے وہ آگے بڑھ گئے اور جو بیچ اُس گھاٹی کے تھے اُسمین جاکر چھپ رہے اور اپنے ساتھ کُپّے چمڑے کے رکھتے تھے اور اُنمین پتھر کے ٹکڑے بھرے تھے

تاکہ جب انھین ڈھلکائین تو اُس سے آواز بری اور مہیب پیدا ہو کہ بسبب اُسکی ہیبت کے آنحضرت کا ناقہ رم کرے اور العیاذ باللہ وہ حضرت ہلاک ہون حذیفہ کہتے ہین کہ قریب اُس عقبہ کے پہونچکر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے اور عمار یاسر کو بلایا اور حکم دیا کہ ہم دونون آدمی ناقہ کو آنحضرت کے لیچلین اور مین آگے سے کھینچتا تھا اُسے حتی اذا صرنا فی راس العقبۃ ثار القوم من ورائنا ودحرجوا الدباب بین قوائم الناقۃ ففزعت وکادت تنفر برسول اللہ صلعم فصاح بہا النبی لیس علیک باس فانطقہا اللہ بقول عربی فصیح فقالت یا رسول اللہ لا ازلت یدا عن مستقر ید ولا رجلا عن موضع رجل وانت علی ظہری فتقدم القوم علی الناقۃ لیدفعوہا فاقبلت انا وعمار نضرب وجوہہم وکانت لیلۃ مظلمۃ فزالوا عنا وایسوا مما ظنوا وقدروہ یعنی جسوقت کہ ہم سر عقبہ پر پہونچے تو منافقین ہمارے پشت سر کی طرف سے دوڑے اور ہیجان مین آئے اور جو بپّے کہ لیے ہوئے تھے انھین ناقہ کے پاؤن کے بیچ مین سے ڈھلکایا پس ناقہ نے وحشت کی اور قریب تھا کہ رم کرے اور کوئی آسیب آنحضرت کو پہونچے پس پیغمبر خدا نے باآواز بلند ناقہ سے خطاب فرمایا کہ تجھپر کوئی حرج نہین ہی اُسوقت وہ ناقہ قدرت خدا سے گویا ہوا اور بقول عربی فصیح حضرت سے عرض کیا کہ قسم ہی خدا کی اے رسول خدا کہ نکسی ہاتھ کو اُسکی جگہ سے اور نہ پاؤن کو اُسکے مقام سے ہٹاؤنگا جسوقت تک کہ آپ میری پیٹھ پر تشریف رکھتے ہین پس قوم منافقین بڑھکر ناقہ کی طرف آئے تاکہ اُسے اپنے ہاتھون سے اُسکی جگہ سے دفع کرین اور گرائین پس مین اور عمار اُس شب تار مین آگے بڑھے اور اُنکے منھ پر مارنا شروع کیا یہان تک کہ وہ پس پا ہوے اور بھاگے اور جسکی انھین اُمید تھی اُس سے مایوس ہوے فقلت یا رسول اللہ من ہؤلاء القوم الذین یریدون ما تری فقال یا حذیفۃ ہؤلاء المنافقون فی الدنیا والآخرۃ فقلت الا تبعث الیہم یا رسول اللہ رہطا فیاتوا برؤسہم فقال ان اللہ امرنی ان اعرض عنہم واکرہ ان یقول الناس انہ دعا اناسا من قومہ واصحابہ الی دینہ فاستجابوا لہ فقاتل بہم حتی ظہر علی عدوہ ثم اقبل الیہم فقتلہم ولکن دعہم یا حذیفۃ فان اللہ لہم بالمرصاد وسیمہلہم قلیلا ثم یضطرہم الی عذاب غلیظ فقلت من ہؤلاء المنافقون یا رسول اللہ امن المہاجرین ام من الانصار فسماہم رجلا رجلا حتی فرغ منہم وقد کان فیہم اناس کنت کارہا ان یکونوا فیہم فسکت عند ذلک پس عرض کیا مین نے کہ اے رسول خدا یہ کون قوم ہین جو ایسا ارادہ فاسد جیسے آپ نے ملاحظہ فرمایا دل مین رکھتے ہین پس فرمایا کہ اے حذیفہ یہ منافقین ہین دنیا و آخرت مین پس عرض کیا مین نے کہ کیا وجہ ہی کہ ایک جماعت کو آپ انپر نہین بھیجتے کہ اُنکے سر کاٹ کر آپ پاس لائین پس ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہی کہ اُنسے اعراض و روگردانی کرون اور مین کراہت رکھتا ہون اِس سے کہ لوگ کہین کہ فلان شخص نے اپنی قوم سے ایک جماعت کی اپنے دین کی طرف دعوت کی پس انھون نے اُسے قبول کیا پس انھین اپنا شریک کر کے دعویٰ اور جنگ اپنے دشمنون سے کیا یہان تک کہ اُنپر غالب آے پھر انھین سے مقابلہ کیا اور انھین مارا ولیکن چھوڑ دے انھین اُنکے حال پر کہ حق تعالیٰ محل انتظار مین ہی اور قریب ہی کہ تھوڑی مہلت دیکر انھین سخت عذاب کی طرف بھیجیگا پس عرض کیا مین نے کہ یہ منافقین کون ہین مہاجرین سے ہین یا انصار سے ہین پس یہ سنکر پیغمبر خدا نے

نام بنام ایک ایک کا مجھے نشان دیا یہاں تک کہ آخر تک انکے ناموں کے پہونچے کہ بہ تحقیق یہ ہیں وہ جماعت کہ
کہ میں مکروہ رکھتا تھا کہ وہ ہیں واخل ہوں پس جسوقت کہ آنحضرت نے تصریح انکے ناموں کی فرمائی تو میں چپ ہوا
اور میں نے سکوت کیا فقال رسول الله یا حذیفة کانک شاک فی بعض من سمیت لک ارفع راسک الیهم فرفعت طرفی الی القوم
وهم وقوف علی الثنیة فبرقت برقة فاضائت جمیع ما حولنا وثبتت حتی خلتها شمسا طالعة فنظرت والله الی القوم فعرفتهم رجلا رجلا فاذا هم
کما قال رسول الله صلی الله علیه وآله والقوم اربعة عشر تسعة من قریش وخمسة من سائر الناس فقال الفتی سمهم لنا یرحمک الله فقال
حذیفة هم والله ابوبکر وعمر وعثمان وطلحة وعبد الرحمن وسعد ابن ابی وقاص وابو عبیدة بن الجراح ومعاویة بن ابی سفیان وعمرو بن العاص هؤلاء من قریش واما الخمسة الاخر فابو
موسی الاشعری والمغیرة بن شعبة الثقفی واوس بن الحدثان البصری وابو هریرة وابو طلحة الانصاری قال حذیفة ثم انحدرنا من العقبة وقد طلع الفجر فنزل رسول الله
صلی الله علیه وآله فتوضا وانتظر اصحابه حتی انحدروا من العقبة واجتمعوا فرایت القوم باجمعهم وقد دخلوا مع الناس وصلوا خلف رسول الله صلی الله علیه وآله یعنی بعد اسکے
آنحضرت نے بعلم نبوت میرے دل کے حال کو پہچانا اور فرمایا کہ اے حذیفہ گویا تو شک رکھتا ہے بعض ان
اشخاص میں کہ جنکے نام میں نے تجھے بتائے سر اپنا انکی طرف بلند کر تاکہ تو خود دیکھ لے پس میں نے نگاہ
اپنی انکی طرف بلند کی وہ چوٹی کے اوپر کھڑے تھے پس ایک برق چمکی اس سے اطراف روشن ہوگئے اور وہ
روشنی ٹھہری یہاں تک کہ گمان کیا میں نے کہ آفتاب نے طلوع کیا ہے پس قسم خدا کی دیکھا میں نے انہیں اور
ایک ایک کو پہچانا کہ جس طرح آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا اسی طرح پایا میں نے کہ چودہ شخص تھے نو قریش سے
اور پانچ اور قوموں سے پس وہ جوان انصاری کہ جو حال دریافت کرنے کو حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا
اسنے کہا کہ نام انکے مجھے بتا خدا تمپر رحمت اپنی نازل کرے پس حذیفہ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ وہ لوگ
پس ابوبکر اور عمر و عثمان و طلحہ و عبد الرحمن و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و معاویہ بن ابی سفیان و
عمرو بن عاص یہ اشخاص قریش سے تھے اور پانچ نفر اور یہ ہیں وہ ابو موسی اشعری اور مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور
اوس بن الحدثان بصری اور ابو ہریرہ و ابو طلحہ انصاری تھے اسکے بعد حذیفہ نے فرمایا کہ بعد اسکے ہم پہاڑ کی گھاٹی سے
نیچے اترے درحالیکہ فجر طالع ہو چکی تھی پس پیغمبر خدا اترے اور وضو فرمایا اور انتظار صحابیوں کا فرمایا
یہاں تک کہ وہ سب اتر آئے اور مجتمع ہوئے اور دیکھا میں نے ان سب کو کہ جماعت میں آ کے
اور سب کے ساتھ شریک ہوئے اور پیغمبر کے پیچھے نماز میں مشغول ہوئے فلما انصرف من صلوته التفت فنظر الی ابی بکر
وعمر وابی عبیدة یتناجون فامر منادیا فنادی فی الناس لا تجتمع ثلاثة نفر من الناس یتناجون فیما بینهم بسر فارتحل رسول الله بالناس من منزل العقبة
یعنی پس جبکہ نماز سے حضرت فارغ ہوئے تو التفات فرمایا طرف ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ کے تو دیکھا
حضرت نے کہ آپس میں مخفی مشورہ کرتے ہیں پس حکم فرمایا منادی کو کہ درمیان مردم ندا دیوے کہ تین شخص
باہم مشورہ کرنے کو باہم مجتمع نہوں اور اسکے بعد حضرت نے منزل عقبہ سے کوچ فرمایا اور اس روایت کے

تتمہ مین کیفیت تقاعد و تخالف کی منفضین و مخالفین علی ابن ابیطالب کی نکث بیعت پر آنحضرت کی اور لکھنا صحیفہ
ملعونہ کا بہ تفصیل مذکور ہی اختصار کے لیے اسی قدر پر قتصار کیا گیا اور علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر مین ذیل کریمہ
یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم وھموا بما لم ینالوا لا جو فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ یہ آیہ نازل ہوا اُنکے
حق مین اُن اشخاص کے جنھون نے کعبہ مین تخالف اس معنی پر کیا تھا کہ خلافت کو بنی ہاشم پر نہ پھر نے دینگے پس
یہی تھا کلمہ کفر معنوی بعد اسکے وہ کمین مین بیٹھے پیغمبر خدا کے واسطے مقام عقبہ مین اور چاہا کہ آنحضرت کو
قتل کرین اور قتل نہ کر سکے اور وہ قول ہی خدا تعالی کا وھموا بما لم ینالوا اور عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا غدیر خم مین جو کچھ کہ فرمایا اور سب
لشکر اپنے اپنے خیمون مین جا چکے تو مقداد کا گذر ایک جماعت پر ہوا اُنسے کہ وہ کہتے تھے کہ جسوقت کہ مرگ
آنحضرت کی قریب پہونچی ہی اور ایام زندگانی اُنکے فانی ہوے ہین اور اجل اُنکی آئی ہی چاہتے ہین کہ بعد اپنے
ولی اور حاکم اور امام ہمارے اوپر علی ابن ابیطالب کو کرین قسم بخدا کہ جانینگے کہ اسکا کیا انجام ہوتا ہی یہ سنکر مقداد
پیغمبر خدا کی خدمت مین گئے اور جو کلمات کہ اُنسے سُنے تھے اُنھین حضرت کی خدمت مین عرض کیا پس فرمایا
الصلوۃ جامعۃ یہ سنکر انھون نے آپس مین کہا کہ مقداد نے ہمپر تہمت باندھی ہی اٹھو اور خدمت مین حضرت کے چلکر قسم
کھا مین انکار پر پس مستعد ہوے اسپر اور آنکر حضرت کے سامنے بیٹھے اور عرض کیا کہ ہمارے باپ اور ماں آپ پر سے
فدا ہون ہم قسم کھاتے ہین اُسی خدا کی جسنے آپ کو بحق مبعوث فرمایا اور مرتبہ نبوت کے ساتھ آپ کو گرامی و بزرگ
مرتبہ کیا کہ ہرگز ہمنے وہ نہین کیا جو آپ نے سنا ہی پس اسکے بعد حضرت نے انپر یہ آیہ پڑھا یحلفون باللہ ماقالوا و
لقد قالوا کلمۃ الکفر الا بد اور یہی مضمون کے موافق اور بھی روایات طرق شیعہ سے وارد ہوئی ہین اور اہل سنت اس قصہ کو
اس عنوان سے ذکر نہین کرتے بلکہ شان نزول مین اس آیہ کے عقبہ کا ماجرا جنگ تبوک سے مراجعت کے وقت لکھتے ہیں
جیسا کہ فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی اور اسکا حاصل یہ ہی کہ قصد کیا انھون نے اُس چیز کا کہ اُس تک نہ پہونچے
پیغمبر خدا کے قتل کرنے سے اور وہ اسطرح تھا کہ پندرہ شخصون نے آپس مین سے انھین موافقت کی تھی جبکہ غزوہ تبوک سے
پھرے ہین اس امر پر کہ آنحضرت کو اُنکے مرکب سے رود نالہ کی طرف گرا دین جبکہ وقت شب وہ حضرت بلندی
عقبہ پر پہونچین پس عمار یاسر نے مہار مرکوب کی آنحضرت کی پکڑی اور کھینچتے تھے اور حذیفہ پیچھے سے اُسے ہانکتے تھے
پس اسی حال مین حذیفہ نے سنا کہ اونٹون کے پاؤن کی آواز اور ہتھیارون کے آپس مین ملنے کی صدا آتی ہی پس
فرمایا پیغمبر خدا نے کہ پکڑو پکڑو دشمنان خدا کو یہ سنکر وہ بھاگ گئے یا اتفاق اور قصد انھون نے اسپر کیا تھا کہ
پیغمبر خدا کو اور مومنین کو مدینہ سے باہر نکال دین یہان تک کہ عبداللہ بن ابی کو سرگروہ کرین اگرچہ پیغمبر خدا اسپر
راضی نہون اور عطاء اللہ ملقب بجمال حسینی جو محدثین مسلم الثبوت اہلسنت سے ہی اپنے کتاب روضۃ الاحباب مین

جہان وقائع سال نہم کی ہجرت نبوی سے لکھتے ہین وہان اُن معجزات کی ذیل مین جو ذہاب وایاب غزوۂ تبوک
مین آنحضرت سے ظاہر ہوئے کہا ہی کہ ایک شب کو اثنائے مراجعت مین ایک عقبہ سامنے آیا حضرت رسالت
صلی اللہ علیہ وآلہ نے منادی سے فرمایا کہ ندا کرے کہ عقبہ پر کوئی نہ چڑھے جب تک کہ پیغمبر خدا عقبہ سے نہ گذر لین
پس وہ حضرت حذیفہ اور عمار یاسر کے ساتھ سر عقبہ پر تشریف لائے اور حذیفہ اونٹ کی مہار پکڑے تھے
اور عمار پیچھے سے اونٹ کو ہانکتے تھے حذیفہ کہتا ہی کہ ناگاہ فی الحال بارہ سوار اور ایک روایت مین ہی کہ چودہ
سوارون کو مین نے دیکھا کہ ہماری طرف متوجہ ہوئے مین نے اِس حال سے پیغمبر خدا کو خبردار کیا حضرت نے
ایک آواز ایسی فرمائی کہ وہ سب بھاگ گئے اور ایک روایت مین ہی کہ عمار آگے بڑھے اور اُنکے اونٹون کے منہ پر
مارا بعد اسکے فرمایا حضرت نے کہ تمنے اِس قوم کو پہچانا کہا مین نے کہ نہین ای پیغمبر خدا اسلیئے کہ وہ اپنے منہ
باندھے ہوئے تھے فرمایا یہ وہ جماعت ہین جو روز قیامت تک منافق رہینگے آیا تم جانتے ہو کہ کیا دل مین
رکھتے تھے ہمنے عرض کی نہین فرمایا چاہتے تھے کہ اِس عقبہ مین میرے مزاحم ہوتے اور اونٹ کو میرے دوڑاتے
کہ مین اُسپر سے گرتا اور مجھے قتل کرتے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر کیا وجہ ہی کہ آپ
اِن قوم کے عشیرہ وقبیلہ پر حکم نہین بھیجتے کہ اُنکا سر کاٹ کر آپ پاس بھیجدین فرمایا کہ مجھے خوش نہین آتا کہ عرب
کہین کہ محمد نے ایک قوم کی مرافقت سے اپنے دشمنون سے مقاتلہ اور لڑائیان کین یہان تک کہ انپر ظفر یاب
ہوئے اور جب فتح پا چکے تو اُنہین قتل کیا اور مارا بعد اسکے فرمایا کہ خداوندا اُنہین زحمت و بلیہ مین گرفتار کر
مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ زحمت و بلیہ کیا زحمت ہی فرمایا کہ شعلہ ہی آگ کا کہ اُنکے دل مین
واقع ہوگا اور اُنہین ہلاک کریگا بعد اسکے اُنکے نام اور اُنکے باپون کے نام حذیفہ و عمار سے بتائے اور
حکم فرمایا کہ اِنہین مردم سے پوشیدہ کرنا اور اِس قوم کو رسوا نہ کرنا بیہقی کہتا ہی کہ مین گواہی دیتا ہون صحت کی
ساتھ اِس قصہ کے جسے مسلم نے روایت کیا ہی طریقہ ابو طفیل سے کہ کہا اُسنے کہ ایک شخص کے بیچ مین اہل عقبہ سے
اور حذیفہ بن یمان مین کچھ گفتگو واقع ہوئی اُس شخص نے کہا کہ مین تجھے قسم دیتا ہون خدا کی کہ تو کہہ کہ اصحاب
عقبہ کے کتنے شخص تھے حضار مجلس نے کہا کہ ای حذیفہ چونکہ اُسنے قسم دی ہی تو اب کہو حذیفہ نے کہا کہ مجھے
خبر دی ہی کہ چودہ شخص تھے اگر تو بھی اُنہی جملہ سے ہی تو پندرہ ہونگے قسم کھاتا ہون خدا کی کہ بارہ شخص اُنمین سے
دشمن خدا اور رسول ہین دنیا مین اور روز قیامت مین اور تین شخصون نے اُنمین سے عذر کیا تھا کہ آنحضرت کے
منادی کی ندا ہمنے نہین سُنی تھی اور جو اُس جماعت منافق سے سرگروہ تھے اُنسے مین خبر نہین رکھتا پیغمبر خدا نے
اُنہین اپنی نظر مین معذور رکھا تھا اور بھی مسلم نے عمار یاسر کے طریق سے روایت کی ہی کہ اُنہون نے کہا کہ
حذیفہ نے مجھے خبردار کیا کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے صحابون مین بارہ شخص ہین کہ وہ منافق ہین جنت کا منہ

نہ دیکھینگے اور اُنکی بو کو نہ سونگھینگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے مین نجائے اور آٹھ شخص اُنمین سے دبیلہ مین گرفتار ہونگے ایک آگ کا شعلہ اُنکے شانون کے بیچ مین ظاہر ہوگا اور اُنکے سینون سے اُٹھیگا اور اسی جہت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہم حذیفہ کی شان مین کہتے تھے صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ اور حضرت جسوقت اصحاب کے فضائل بیان فرماتے تھے تو کہتے تھے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ انتہی تجبکا پھر پہ جو کچھ کہ لکھا گیا کلام حضرات اہلسنت سے وہ اگرچہ مشتمل اُس حکایت عقبہ پر نہیں ہے جو روایات خاصہ مین مذکور ہی لیکن البتہ کچھ منافقین کا بیان حوال اور حذیفہ کا انھین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پہچنوانے سے پہچاننا مشترک ہی پھر حرکات قبیحہ کا اُنسے ظاہر ہونا وقت مراجعت سفر حجۃ الوداع سے جیسا کہ امامیہ کی روایات مین وارد ہی مقرون بقرائن و قریب بقیاس ہی بلا معین نے اپنی تاریخ مین جو موسوم بمعارج النبوۃ ہی اس قصے کے ذکر کرنے کے بعد کہا ہی کہ روایت ہی کہ چند بار عمر حذیفہ پاس آتے تھے اور انھین قسم دیتے تھے کہ جسوقت پیغمبر خدا تمھارے سامنے منافقین کا ذکر کرتے تھے عمر کو تو انھین یاد نہین فرمایا اور پھر اس روایت کے بعد لکھا ہی کہ رسالہ شیخ احمد غزالی مین ہی کہ عمر کی طرح آدمی کو ہونا چاہیے کہ اُنکی شان مین وُن کو تو اول من صافحہ الرب عمر ہوتا ہی اور شب کو حذیفہ کے دروازے پر جاکر پوچھتے مین کہ ھل ذکرنی رسول اللہ مع المنافقین اور یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہی کہ اُسکے قائل کو کسقدر اسلام سے جدائی ہی کیونکہ پہلے وہ قول اُنکا اول من صافحہ الرب عمر دلالت کرتا ہی کہ بار تعالیٰ العیاذ باللہ جسم ہو جب تو مصافحہ کر سکے اور اسی قول سے فضیلت خلیفہ ثانی پر فخر کرتے ہین حالانکہ حق تعالیٰ کا جسم ہونا محال ہی اور جب یہ محال ہی تو مصافحہ بھی عمر کے ساتھ محال ہوگا بالجملہ یہ فضیلت تو کسی طرح ہو نہیں سکتی اب رہا اُنکا نفاق پھر وہ تو ظاہر ہی کہ جب صلح حدیبیہ مین شک ہوا تو وہ بلا نفاق کیونکر ہو سکتا ہی اور جو اُنھون نے حذیفہ سے پوچھا تھا یہ صاف اسی کا قرینہ ہی کہ چونکہ اُنکے دل مین شک و ریب رہتا تھا اور خوب جانتے تھے اپنا حال اسی لیے پوچھتے تھے اور اس عیب سے برأت جواب مین یقینی اُنکے لیے حذیفہ نے نہین کی ورنہ شیخ اُسے ضرور اُنکی اظہار فضیلت کے لیے لکھتے جیسا کہ اُنکا سوال کرنا لکھا تھا تاکہ مرید سنکر خوش ہوتے اور جو کچھ کہ کتب فریقین کے موافق حالات اُنکے روایات و سیر سے جانے جاتے ہین اُنسے یقینی ثابت ہوتا ہی کہ ایسی حرکات جب تک کہ نفاق نہو صادر نہین ہو سکتین اور اسی لیے جو کتاب مورخ انگریزی نے ولایت لندن مین جناب رسالتمآب کے حال مین لکھی ہی اُسکے ترجمہ کو راقم رسالہ نے دیکھا تھا اُسمین خلیفہ ثانی کے حال مین لکھا تھا کہ اِنھین قبل اسلام سے بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے بہت عداوت تھی بالجملہ واقع مین اِنھین منافقین کی ہمراہی سے اور اُنکے فساد سے جناب رسالتمآب کو ولایت علی ابن ابیطالب کی فرض کرنے سے انھین باتون کا خیال تھا جو ہوئین لیکن جب حق تعالیٰ نے حکم قطعی فرمایا بنظر اُن

مصالح کے جو اُسکے علم مین تھے تو موافق ارشاد خدا اُسکی تعمیل کے لیے جیساکہ روایات سابقۂ فریقین مین ہی
اور گذرا اور آیندہ آئیگا انشاء اللہ تعالی ولایت کو آنحضرت کی سب پر ظاہر اور فرض فرمایا پس واضح ہوا کہ
یہی احتمال جو معاضد باخبار فریقین ہی اور بنابر عقول سلیمہ کے والا لت اُسکے مطلوب پر شیعون کے موافق
واضح ہی صحیح ہی اور سب باطل ہین والحق یعلو ولا یعلی علیہ کذ چوتھے آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ہے
جیساکہ صاحب کتاب المبلین نے جلال الدین سیوطی سے کہ اُنھون نے اپنی تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی سے کہ
اُنھون نے اپنی تفسیر مین روایت کی ہی کہ کہا عبد اللہ بن عباس نے اور فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ
یہ آیہ نازل ہوا شان مین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور صادقین سے اس آیہ مین مراد وہی حضرت ہین
اور اولاد اور ذریت آنحضرت کی اُسمین داخل ہین انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ لفظ جمع سے واحد کا مراد ہونا
جیساکہ اس روایت مین ہی منافی استعمال کو نہین ہی کیونکہ کبھی استعمال مین تعظیم کے واسطے اطلاق صیغہ جمع کا
واحد پر کیا جاتا ہی جیساکہ تفسیر آیہ اولی مین ہم لکھ چکے ہین پس خصم کو گنجایش انکار کی اسمین نہین ہی اور کتاب
حجت الخصام کے مصنف مرحوم نے اسی کتاب کے باب ثانی والاربعون مین حضرات اہلسنت کے طریق کے
موافق سات طریق سے نقل کیا ہی کہ مراد صادقین سے محمد وآل محمد ہین کہ وہ ائمہ کرام ہین صلواۃ اللہ علیہم من الملک العلام
چنانچہ بعض اُنسے وہ ہی جو صدر الائمہ حضرات اہلسنت خطیب خوارزم نے بوسائط اپنے ابن عباس سے نقل کیا ہی
فی قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال ہو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یعنی ابن عباس نے کہا کہ مراد
صادقین سے وہی علی علیہ السلام ہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابراہیم بن محمد حموینی نے کہ اعیان علماے حضرات
اہلسنت سے ہی بذریعہ اپنے محدثین ومشائخ کے نقل کیا ہی کہ عن ابن عباس فی ہذہ الایۃ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین قال مع علی بن ابیطالب یعنی ابن عباس سے جو تفسیر اس آیہ کی پوچھی تو مع الصادقین سے کہا مراد مع علی بن ابیطالب ہے
اور بعض اُنسے وہ ہی جو حافظ ابو نعیم نے جناب امام جعفر بن محمد علیہم السلام سے روایت کی ہی فی قولہ عز وجل اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین قال محمد وعلی علیہما السلام کہ آنحضرت نے اسکی تفسیر مین فرمایا کہ صادقین سے مراد یہان محمد وعلی علیہما السلام
ہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابن شہر آشوب نے موافق طریقہ اہلسنت کے تفسیر ابی یوسف یعقوب بن سفیان سے کہ اُنسے
مالک ابن انس سے اور اُنسے نافع سے اور اُنسے ابن عمر سے روایت کی ہی قال یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
قال امر اللہ الصحابۃ ان یخافوا اللہ ثم قال وکونوا مع الصادقین یعنی مع محمد واہل بیتہ یعنی کہا ابن عمر نے اسکی تفسیر مین کہ حق تعالی نے
پیغمبر کے صحابون کو حکم فرمایا کہ خدا سے خوف کرین اور بعد اُسکے فرمایا کہ صادقین کے یعنی محمد اور اُنکے اہلبیت کے ساتھ
رہین اور بعض اُنسے وہ ہی جو ابن شہر آشوب نے موافق طریق حضرات اہلسنت کے کتاب شرف المصطفی سے کہ
اُنسے خرکوشی سے اور کشاف سے کہ اُنسے ثعلبی سے روایت کی ہی جناب ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ اس

آیہ مین مراد صادقین سے محمد وآل محمد علیہم السلام ہین اور صاحب عقل سلیم پر پوشیدہ نہین رہ سکتا بلکہ مثل روز روشن
ظاہر ہی کہ صادقین کا اطلاق سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے پر صادق نہین آسکتا جیسا کہ مقدمہ مین اس
کتاب کے اسکا بیان ہوچکا ہی اور حکم اطاعت کرنے کو غیر معصوم کے لیے مطلقا حکیم علی الاطلاق کو زیبا
نہین ہی اور مستفاد اس مطلب کا کلام اکثر علماء سے ظاہر معانی آیت کا ہر جگہ پر بنا اسکی کہ اکثر مفسرین اہل اسلام نے
خاص و عام سے اسے لکھا ہی اور تصریح کی ہی جیسا کہ مولانا طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان مین جو فرمایا ہی یہ ہی
ثم امر الله سبحانه المؤمنين المصدقين بامر الله المقرين بنبوة نبيه صلى الله عليه وآله فقال يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله اى اتقوا معاصي الله
واجتنبوها وكونوا على مذهب من يستعمل الصدق في اقواله وافعاله وصاحبوهم ورافقوهم كقولك انا مع فلان في هذه المسئلة اى اقتدي به وقد وصف الله
الصادقين في سورة البقرة بقوله ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر الى قوله اولئك الذين صدقوا واولئك هم المتقون یعنی پھر خطاب فرمایا حق سبحانہ تعالی نے
ان مومنین کے ساتھ جو تصدیق کرنے والے ہین ساتھ حکم خدا کے اور اقرار کرنے والے ہین پیغمبری کے ساتھ
انکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی پس فرمایا کہ ای وہ گروہ جو ایمان لاے ہو اتقا کرو ساتھ خدا کے یعنی پرہیز کرو
خدا کے گناہون سے اور انسے اجتناب اور دوری کرو اور ہو اوپر مذہب اس شخص کے جو راستی کو عمل مین لاتا ہی
اپنے اقوال و افعال مین اور مصاحبت و ہمراہی کرو راست گویون کی اور یہ استعمال ویسا ہی کہ جسطرح تو کہتا ہی کہ
مین فلان شخص کے ساتھ ہون اس مسئلے مین ای اس شخص کے ساتھ اقتدا کرتا ہون اور بہ تحقیق کہ حق تعالی نے
راست گویون کی مدح فرمائی ہی سورہ بقر مین اپنے قول سے لیکن نیک وہ شخص ہی جو ایمان لاے ساتھ خدا کے
اور روز آخرت کے اپنے قول تک کہ وہ گروہ ایسے جو راست گفتار ہین اور بہ تحقیق کہ وہی پرہیزگار ہین اور انشاء اللہ
عنقریب اسکا بیان ہوگا کہ سوا ائمہ معصومین علیہم السلام کے اور کوئی مصداق ان صفات جلیلہ کا اور مطاع
واجب الاتباع نہین ہوسکتا اور فاضل زمخشری نے تفسیر کشاف مین ذیل مین اس آیہ کے اور احتمالون سے پہلے
کہا ہی وهم الذين صدقوا في دين الله نية وقولا وعملا اور فاضل بیضاوی نے کہا ہی في ايمانهم وعهودهم او في دين الله نية وقولا وعملا
اور یہ بھی بہت پر ظاہر ہی کہ صدق نیتون مین اور قصدون مین اور قول و عمل مین ساتھ طاعت رب معبود کے
بجمیع وجوہ مساوق عصمت ہی پھر یہ قول کہنے والے کا دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ اہل عصمت کی متابعت
اور انکا ہر زمانے مین موجود ہونا واجب ہی گو وہ کہنے والا خود اسے نہ جانتا ہو کہ پھر ہے اس کلام سے یہ بات
پیدا ہوجائیگی اور بالاتفاق کوئی شخص معصوم نہین سوا علی ابن ابیطالب کے اور انکی آل اطہار کے اور یہی جگہ سے ہی
کہ تفسیر صافی مین کافی کلینی سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت نے اسکی تفسیر مین
فرمایا ایانا عنی اور مجمع البیان مین آنحضرت سے منقول ہی کہ فرمایا مع آل محمد اور مرزا محمد بدخشی نے کتاب
مفتاح النجا مین لکھا ہی واخرج ابن مردويه وعن ابن عباس في قوله تعالى كونوا مع الصادقين مع علي اور علی ابن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ نے

کما ہو ہمداۃ الائمۃ علیہم السلام اور کتاب کمال الدین مین حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ
انحضرت نے زمانہ خلافت عثمان مین مجمع مہاجرین و انصار مین فرمایا کہ مین تمسے سوال کرتا ہون ساتھ خدا عزوجل کے
کہ آیا نہین جانتے ہو تم کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو سلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آیہ عام ہی یا خاص تو فرمایا
انحضرت نے کہ جو ہمین مامور ہین پس عامہ مومنین ہین کہ انھین حکم کیا گیا ہی اتباع کے ساتھ اور لیکن صادقون
پس وہ مخصوص ہی میرے بھائی علی ابن ابیطالب اور انکے اوصیاؤن کے ساتھ جو بعد میرے ہونگے روز قیامت تک
وھذا ھو الحق الصریح الذی قال بہ اصحابنا الشیعۃ اور مولٰینا ے طبرسی نے مجمع البیان مین کلبی سے کہ اُسنے ابن عباس سے
روایت کی ہی قال کونوا مع الصادقین مع علی و اصحابہ اور مصنف حجت الخصام نے دس طریق سے موافق طرق امامیہ کے
اِس مضمون کو اپنی کتاب مین نقل کیا ہی چنانچہ بعض اُنمسے وہ ہی جو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی مین
جناب امام ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ تفسیر مع الصادقین مین فرمایا مع علی ابن ابیطالب اور بعض اُنمسے وہ ہی
جو محمد بن حسن شیبانی نے کتاب نہج البیان مین معنی مین اِس آیہ کے لکھا ہی قال روی عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ علیہما السلام
ان الصادقین ھم الائمۃ الطاہرین من آل محمد یعنی فرمایا جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے
کہ صادقین سے مراد بیان ائمہ طاہرین آل محمد سے ہین قال و روی ایضا ان النبی سئل عن الصادقین فقال ھم علی و فاطمۃ و حسن
و حسین و ذریتہم الطاہرون الی یوم القیامۃ اور اسی کتاب مین مصنف نے کہا ہی کہ روایت کیا گیا ہی کہ بتحقیق کہ پیغمبر خدا سے پوچھا
گیا کہ مراد صادقین سے بیان کون ہین فرمایا کہ وہ علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن و حسین اور انکی ذریت طاہرین ہین
روز قیامت تک اور منجملہ اُنکے وہ ہی کہ جو عیاشی نے باسناد اپنے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی
فی قولہ کونوا مع الصادقین بطاعتہم یعنی فرمایا انحضرت نے کہ صادقین کے ساتھ ہو بسبب اُنکی اطاعت کرنے کے
یعنی معیت جسدانی مراد نہین ہی اور شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق محرقہ مین اپنی ذیل آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا
ولا تفرقوا مین ثعلبی سے کہ اُسنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا اُن جناب نے
نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا یعنی وہ رسن محکم خدا کی ہم ہین جسکے لیے فرمایا ہی کہ چنگل مارو
اور مضبوط تمسک کرو ساتھ حبل اللہ کے سب کے ساتھ اور جدا نہو اور بعد اِس روایت کی نقل کے شیخ مذکور نے
کما ہو وکان جدہ زین العابدین اذا تلی قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یقول دعاء طویلا یشتمل علی طلب اللحوق
بدرجۃ الصادقین و الدرجات العلیۃ علی و صالحی الجنۃ یعنی اُنکے دادا امام زین العابدین کا یہ حال تھا کہ جب یہ آیہ یا ایہا الذین امنوا
اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی تلاوت فرماتے تھے تو بہت بڑی دعا پڑھتے تھے جو مشتمل اِسپر تھی کہ وہ حضرت
اپنا لاحق ہونا درجہ صادقین کے ساتھ اور اور جو بڑے درجے ہین خدا سے طلب کرتے تھے انتہی حاصل کلامہ اور
محصل اِس بیان کا تقویت ہی اُس روایت کی جو پہلے ثعلبی سے شیخ اہلسنت نے نقل کی کیونکہ یہ اختصاص حضرت کا

بعد تلاوت آیہ مذکورہ کے اِس دعا کے ساتھ یہ دلیل اِسکی ہی کہ وہ حضرت اپنے تئین بھی صادقین سے جانتے تھے
اور استحقاق اپنا لحوق کو اِس درجہ سے اور درجہ ہاے رفیعہ سے وجب جانکر حق تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے بالجملہ
اِن دونون آیتون سے اور دونون تفسیرون سے صادقین کی جو اوپر مذکور ہوئین معنی صادقین کے اوپر اہل انصاف کے
اہل انصاف کی نظر مین کالنور علی شاهق الطور واضح ہو چکے پس مفاد رسن محکم دین کا اور مصداق صادقین کا
کہ درجہ انکا رفعت وجلالت مین ایسا ہو کہ جناب سید الساجدین اِس آیہ کی تلاوت کے وقت ہمیشہ درگاہ کبریائی
اُنکی آرزو کرتے تھے سوا اہلبیت طاہرین کے کہ جنکے دامن سے تمسک کرنا جیسا موافق حدیث متفق علیہ فریقین کے
کہ وہ حدیث ثقلین ہو واجب تھا اُسی طرح اِن دونون آیتون کے ذریعہ سے بھی لازم ہی اور اعتصام اُنکے حبل کے
ساتھ اور رہنا اُنکے ساتھ مامور بہ ہی اور اُنکے سفینہ پر وجوب رکوب متحتم ہی دوسرا کوئی نہین ہو سکتا اور واضح ہو کہ
اگر کوئی شخص اِس مقام پر یہ کہے کہ مفاد دونون آیتون کی تفسیر کا بنابر دونون روایتون کے آپسمین منافات رکھتا ہی
کیونکہ پہلی حدیث سے جو مفہوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یہ بزرگوار بالفعل حبل معتصم بہ تھے اور دوسری حدیث سے معلوم
ہوتا ہی کہ از روے وصول مین مرتبہ صادقین تک متمنی رہتے تھے پھر جو چیز کہ حاصل ہو اُسکی کوئی آرزو نہین کرتا اور
اِس سے فی الجملہ منافات لازم آتی ہی اور جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ آرزو کرنا منافی مرتبہ حصول بالفعل کو نہین ہی بلکہ ایک
قسم تواضع کی ہی خالق کے سامنے اور یہ مستغرب نہین ہی کیونکہ پیغمبر خدا ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کہ سب
پیغمبرون سے افضل تھے لیکن ہمیشہ دعا مین درگاہ خدا سے اپنے لیے مدارج عالیہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے
کہ وسیلہ ایک درجہ میرے درجات سے ہی پس جبکہ خداے عز وجل سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے میرے لیے
درجہ وسیلہ خدا سے طلب کرو پس مراد صادقین کے ساتھ ہونے سے ملازمت ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہی فقط
لا غیر اور مفسر تفسیر کبیر نے اِس معنی پر متنبہ ہونے کے بعد نصوص کے مقابل مین اجتہاد کرکے کہا ہی کہ مراد صادقین سے
جو آیہ مین ہی اجماع ہی اور یہ حمل کرنا صادقین کا اجماع پر بالاجماع باطل ہی جیسا ہم مقدمہ مین بھی اِسے مجملاً لکھ آئے ہین
اور کوئی اِس حمل کرنے پر ایسی دلیل نہین ہی کہ مفید قطع ویقین کے لیے ہو بلکہ اقناع کو بھی مفید نہین تو جبیہ رکیک ہی کہ امام
اہل تشکیک سے صادر ہوئی ہی اور ایسے سے اُسکا صدور مستغرب بھی نہین ہی اور مفصل جواب اُسکا وہ ہی کہ جناب آخوند صاحب نے
کتاب حق الیقین مین فرمایا ہی بعد ذکر کرنے اِس آیہ کے کہ معنی اِس آیہ کے یہ ہین کہ اے وہ گروہ جو ایمان لاے ہو ڈرو
خدا سے اور رہو ساتھ صادقین و راست گویون کے ہر چیز مین خصوصاً دعوی ایمان مین ساتھ گفتار و کردار کے اور فرمایا ہی
کہ ظاہر ہی کہ مراد اُنکی ہمراہی سے متابعت اُنکی ہی گفتار و کردار مین نہ یہ کہ بدن سے اور جسم سے اُنکے ساتھ رہے کیونکہ
ایسی ہمراہی کہ سب مومنین اُنکے ہمراہ چلین پھرین یہ محال بھی ہی اور بے فائدہ ہی اور امامت کے معنی یہی ہین کیونکہ چونکہ
قرآن مجید مین خطاب عام ہین اور جمیع اُمت کو اور سب زمانون کو باتفاق اُمت شامل ہین پس چاہیے کہ ہر زمانے مین

ایک رست گو ایسا موجود ہو کہ امت اُسکے ساتھ ہو اور معلوم ہی کہ فی الجملہ صادق مراد نہین ہی ورنہ لازم آئے کہ جو سچ کہے اُسکی متابعت واجب ہو اور یہ باتفاق باطل ہی پس چاہیے کہ صادقین سے جملہ افعال و اقوال مین مراد ہون اور وہ معصوم ہی پس اس سے وجود معصوم کا ہر زمانے مین اور اُسکی متابعت کا واجب ہونا ثابت ہوا اور باتفاق سوا پیغمبر خدا اور دوازدہ امام علیہم السلام کے اور کوئی معصوم نہین ہی پس حقیت اُنکے مذہب کی اور امامت اُنکے ائمہ کی ثابت ہوئی ساتھ اِسکے فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مشہور مین ابن عباس اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ مراد صادقین سے علی ابن ابیطالب ہین اور ابراہیم محمد بن ثقفی اور نہر گوشی نے کتاب شرف النبی مین اصمعی سے بسند اُسکے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ مراد صادقین سے محمد و علی ہین اور حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہی کہ صادقون ہم ہین کہ عترت آنحضرت کی ہین اور حضرت صادق سے منقول ہی کہ صادقون آل محمد ہین اور بعضی روایات مین وارد ہوا ہی کہ مراد صادقین سے وہ ہین کہ جنکی شان مین حق تعالی نے فرمایا ہی من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنی جملہ مومنین سے وہ چند مرد ہین کہ جنھون نے سچ کہا ہی اور سچا کیا ہی اُس عہد و پیمان کو جو خدا کے ساتھ باندھا تھا کہ رسول خدا کے ساتھ ثابت قدم رہے اور دشمنان دین کے ساتھ لڑتے رہے اور بھاگے نہین تاکہ مارے جائین اور آنحضرت کی متابعت دل و جان سے کرین پس بعضون نے اُنمین سے وفا اُس عہد پر کی یہان تک کہ شہید ہوے اور بعضے اُنمین سے شہادت کا انتظار کر رہے ہین اور اپنے عہد کی تبدیل نہین کی ساتھ کسی عہد کے بدلنے کے اور احادیث خاصہ و عامہ مین وارد ہوا ہی کہ یہ آیہ اہلبیت کی شان مین نازل ہوا ہی اور مراد اُس سے حمزہ اور جعفر اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین کہ اُنھون نے عہد کیا تھا کہ جب تک مارے نہ جائینگے ہاتھ پیغمبر خدا کی نصرت سے نہ اُٹھائینگے اور وفا اُس عہد پر کی اور جو مارے گئے وہ حمزہ و جعفر تھے اور جسنے کہ انتظار شہادت کا کھینچا وہ امیر المومنین علیہ السلام تھے کہ لڑائی سے کبھی نہین بھاگے جیسا کہ ابو بکر و عمر و عثمان اور اُنکے امثال نے کیا اور آنحضرت نے تغیر و تبدل دین مین خدا کے نہین کی مثل اُنکے جنھون نے لڑائی سے بھاگنا اختیار کیا تھا اور اُس آیہ کے اسباب نزول مین اہلسنت کے طرق سے روایت کی ہی کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ مین ہون وہ جو شہادت کا انتظار کر رہا ہون اور تبدیل نہین کرتا دین مین کسی طرح کی تبدیل انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ پوشیدہ نہ رہے کہ اِن روایات کو اِس جگہ ذکر کرنا اشارہ دوسرے معنی کی طرف ہی جو اِس آیہ کے ہین سو اُس معنی راجح کے جو پیشتر کلام مین مذکور ہوے اور استدلال کی بنا اُسی پر تھی اور یہ بھی اگرچہ عترت طاہرہ کی فضیلت اور منافقین صحابہ کی مذمت پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ منطوق و من المومنین رجال صدقوا الآیہ کا

maablib.org

صریح ہی لیکن یہ قول مرجوح ہی بہ نسبت ظاہر آیہ کونوا مع الصادقین کے اور اِسی لیے مولانا طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان
مین بعد اپنے کلام سابق کے جو کہا ہی اُسکا حاصل یہ ہو کہ کہا گیا ہی کہ مراد صادقین سے وہ بزرگوار ہین کہ جنکا ذکر
حق تعالی نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی بقولہ رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ یعنی حمزہ بن مطلب اور جعفر ابن ابیطالب
ومنھم من ینتظر یعنی علی بن ابیطالب اور ظاہر سیاق اِس کلام کا جو انھون نے فرمایا کہ کہا گیا ہی دیکھنے سے دلالت اِسی امر پر
کرتا ہی کہ منظور مفسر مزبور کو تضعیف اور تمریض اِس قول کی ہی اور اُسکی وجہ بھی ظاہر ہی کیونکہ وہ تخصیص صدق کی ہی بے
اسکے کہ کوئی مخصص مقام موجود ہو اور صارف اُسی کلام مین پایا نہین گیا اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ ظاہر
یہ تفسیر عامہ سے اصل مین منقول ہو جیسا کہ فاضل زمخشری نے بعد احتمال راجح کے کہ آیہ کا حمل کرنا صدق نیت اور
قول و عمل پر ہی کہا ہی والذین صدقوا فی ایمانھم معاھدتھم اللہ و رسولہ علی الطاعۃ من قولہ رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الایۃ اور فاضل بیضاوی نے
بالعکس اِس احتمال کے مقدم رکھکے کہا ہی کونوا مع الصادقین فی ایمانھم و عھودھم او فی دین اللہ نیۃ و قولا و عملا اور گویا اخوند صاحب نے
اِس روایت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہو گی کہ اِس تقدیر مین بھی فضیلت آنحضرت کی اِس آیہ کریمہ سے واضح ہی اور
مذمت اصحاب ثلثہ کی سب پر لائح ہی پھر روایت اہلسنت کی جو سعید بن جبیر سے تفسیر مین اِس آیہ کی کرتے ہین
مع ابی بکر و عمر اور سدی کا قول مع کعب بن مالک یہ باوجود اسکے کہ شاذ بھی ہین افتراے محض ہو گئین کیونکہ انھین وفا اپنے
عہود پر کب حاصل تھی کہ اُسکا مصداق ہو سکین والا پیغمبر خدا کی ہمرہی سے ہنگام جہاد کب گریز اختیار کرتے اور تنہا
پیغمبر خدا کو مجمع کفار مین کہ جہان ہر ایک اُن مین سے دشمن رسول تھا کیونکر چھوڑتے اور لیکن استدلال کی بنا اِس جگہ
امامت ائمہ کرام علیہم السلام پر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اِسی پر ہی کہ آیہ کریمہ مطلق رکھا جاے ساتھ ظاہر ہونے اِس امر کے
کہ امر مبالغہ اور کونوا معھم علی الاطلاق درست نہین آتا مگر اضافت کرنے سے ایسے صادق کی طرف کہ جو جمیع اقوال و افعال مین
سچا ہو کہ وہ مساوق ہی معصوم کو جو محفوظ جمیع احوال مین ہو پھر جناب اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ مین واسطے استدلال اِس
آیہ مین اِس مدعا کی مضبوطی کے لیے نقل کرتا ہون ایک مشاہیر علماے عامہ سے اور ایک بزرگترین علماے خاصہ سے
پہلے وہ ہی کہ جو فخر رازی نے کہ سنیون کا امام ہی اپنی تفسیر کبیر مین کہا ہی کہ حق تعالی نے اِس آیہ مین مومنون کو حکم فرمایا ہی
کہ سچون کے ساتھ رہین پس چاہیے کہ صادقین ہر زمانے مین موجود ہون کیونکہ کسی کے ساتھ رہنا مشروط اُسکے
ساتھ ہی کہ وہ پہلے موجود ہو پس ناچار ہی کہ ہر زمانے مین صادقین موجود ہون پس چاہیے کہ جمیع امت اجماع باطل پر
نکرین اور یہ اِسپر دلیل ہی کہ اجماع حجت ہی اور یہ مخصوص زمان حضرت رسول سے نہین ہی کیونکہ تواتر ثابت ہوا ہی
کہ قرآن کے خطابات روز قیامت تک جمیع مکلفین کی طرف متوجہ ہین اور یہی آیہ جمیع اوقات کو شامل ہی تخصیص
بعض زمانون سے مفہوم آیہ سے نہین معلوم ہوتی جو موجب تعطیل حکم آیہ کا ہو اور بھی حق تعالی نے انھین تقوے کے ساتھ
حکم فرمایا ہی اور یہ حکم ہر اُس شخص کے ساتھ شامل ہی کہ جو ممکن ہو کہ متقی نہو اور خطا اُسپر جائز ہو پس آیہ کریمہ دلالت اِسپر

کرتا ہی کہ جو شخص جائز الخطا ہو وہ پیروی اُسکی کرے کہ جسکی عصمت خطا سے واجب ہی اور وہ وہ ہین کہ حکم کیا ہی
خدا نے اُنکے ساتھ کہ سچے ہین اور اِس حکم کا مترتب ہونا اِس باب مین دلالت اِسپر کرتا ہی کہ اِس حکم کے باعث سے
جائز الخطا پر واجب ہی کہ اقتدا و پیروی کرے ایسے صادق کی کہ اُسکی خطا سے وہ مانع ہو اور یہ معنی سب زمانون مین ہی
پس چاہیے کہ معصوم بھی ہر زمانون مین ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہین لیکن کہتے ہین کہ جمیع امت معصوم ہی اور شیعہ
کہتے ہین کہ ایک شخص ہی امت سے اور ہم کہتے ہین کہ یہ قول باطل ہی اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو چاہیے کہ ہم پہچانتے کہ وہ
کون شخص ہی تاکہ اُسکی متابعت کرتے اور ہم کہ نہین پہچانتے کسی کو امت مین یہان تک ترجمہ کلام مفسر تفسیر کا تھا اور
حق تعالیٰ نے حق کو بیان پر اُسکے قلم اور زبان پر جاری فرمایا اور بعد تمام کرنے ایسی دلیل محکم کے ایسا جواب سست اُسنے
کہا ہی کہ جس سے اپنی عصبیت و عناد کو سب پر ظاہر کیا ہی اور اگرچہ کسی عاقل پر اِس جواب کا ضعف مخفی نہین ہی
لیکن توضیح کے لیے مین چند وجہون سے اُسکے ضعف کو بیان کرتا ہون پہلے یہ کہ جب تصریح اُسکی کی کہ ہر زمان مین
احتیاج معصوم کے ساتھ ہی تاکہ خطا سے محفوظ رہین تو اب کوئی اُسے تجویز کر سکتا ہی کہ ان عصرون مین کہ حضرت
رسالت کی ملت مشرق و مغرب عالم کو گھیرے ہوے ہی کسی کو ممکن ہی کہ جمیع امت کے اقوال کو جان سکے
کہ کسی نے اِس مسئلہ مین خلاف نہین کیا خصوصاً اِس تشتت آرا و ہوا کے ساتھ جو امت مین بہم پہونچی ہی فاضل کہ
کہ تبحر کا دعوی اُسکے لیے جملہ علما سے زیادہ ہی خوب معلوم ہی کہ وہ مسئلہ مین بھی مسائل اسلامیہ سے یہ فاضل
مذہب امامیہ کو نہین جانتا چہ جاے اُسکے کہ سب فرقون کا مذہب ہر مسئلہ مین جانا جاے اور اگر بر فرض محال
سب کو کوئی دیکھے اور سب سے سُنے تو کہان سے معلوم ہوا کہ سب نے اعتقاد واقعی اپنا اُس سے بیان کیا ہوگا
کیونکہ کبھی تقیہ کرتے ہین پھر ممکن ہی کہ بعض نے تقیہ کیا ہو جیسا کہ امامیہ کے مذہب مین جائز ہی اور بھی کہان سے معلوم
ہو سکتا ہی کہ مرنے کے وقت تک وہ سب ایسے مذہب پر باقی رہے تھے اور یہ بھی بنا بر اکثر علما کے تحقق اجماع مین
شرط ہی اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ رجوع کرنا اہل حل و عقد کے قول کی طرف جیسا کہ اُنھون نے اِس
مقام کے سوا کیا ہی باوجود اِسکے کہ وہ غیر معتمد علیہ ہی اِس جگہ پر کہ اہلسنت کہتے ہین اُس سے فائدہ نہین حاصل ہوتا کیونکہ
فرقہ ہاے اسلامی کی بہت شاخین ہین اور بہت کم ہی کہ مسلمانون نے ضروریات دین کے سوا اور کسی امر پر
اتفاق کیا ہو اور جب اتفاق جملہ مسلمین کا جو امت سے عبارت ہین سوا امور معدودہ کے اور سب مین ثابت نہو
تو اب رجوع اہل حل و عقد کی طرف جملہ امور مین کسطرح جائز ہوگی اور آیہ کا منشا صاف ظاہر ہی کہ مراد اُسسے تعمیم
رجوع کی ہی جملہ شرائع و احکام مین جب آخوند صاحب نے فرمایا ہی اپنے آخر مین اِس کلام کے کہ اگر کہین کہ جو وجہین
کہ عدم تحقق اجماع مین تمنے کہین وہ علماے شیعہ پر بھی وارد ہوتی ہین تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ اجماع کو
باعتبار دخول قول معصوم علیہ السلام حجت جانتے ہین کیونکہ جیسا کہ ایک شخص پر خطا و غلط جائز ہی مجموع پر بھی جائز ہی

اللہ علیہ وآلہ بعد فیما ان یخبرہا تو پون یہ کہ یہ خطاب اُنکے ساتھ ہو جن اشخاص نے طلقا سے تخلف جناب تبوک سے
اختیار کیا تھا پانچوین یہ کہ ابن مسعود سے نقل کیا ہو کہ مراد اس سے یہ ہو کہ جھوٹ بولنا جد و ہزل مین بھی نہین چاہیے اور نہ
کوئی وعدہ کرے کسی لڑکے سے اپنے کسی چیز کا اور پھر اُسپر وفا نہ کرے اور وہ اس قول مین اپنے اس آیہ سے سند لایا ہی
اور کہا ہی فہل فیہا من رخصۃ اور قریب ہی اُس سے وہ جو بیضاوی مین ہی اور خود فخر رازی نے بھی صدر کلام مین اپنے اس
آیہ کی تفسیر مین کہا ہی اتقوا اللہ فی مخالفۃ امر الرسول و کونوا مع الصادقین یعنی مع النبی و اصحابہ فی غزواتہ و لا تکونوا متخلفین یعنی پرہیز کرو اور ڈرو
خدا سے مخالفت کرنے مین رسول سے اور ہو ساتھ صادقین کے یعنی ساتھ پیغمبر کے اور اُنکے اصحابون کے لڑائیون مین
اور نہو چھوڑ کر چلے جانے والون سے اور تفسیر درمنثور وغیرہ مین ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے
کہ انھون نے نافع سے روایت کی ہی انہا نزلت فی الثلاثۃ الذین خلفوا فی تبوک فقیل لہم کونوا مع محمد و اصحابہ و عن کعب بن مالک
فینا نزلت و عن ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن ابن عمر قال ہو محمد و اصحابہ و عن سعید ابن جبیر مع ابی بکر و عمر و عن الضحاک مع علی
ابن ابی طالب و عن ابی جعفر مع علی ابن ابیطالب و عن ابی الشیخ و السدی قال کونوا مع کعب ابن مالک و مرارۃ بن ربیعہ و ہلال بن امیہ الذین تخلفوا عن تبوک
بالجملہ ان راویون نے روایت کی کہ یہ آیہ نازل ہوا اُن تین شخصون کے حق مین جنھون نے غزوہ تبوک مین روگردانی کی تھی اور
اُنسے کہا گیا کہ ہو ساتھ محمد و اصحاب محمد کے اور کعب بن مالک سے ہی کہ اُسنے کہا ہمارے حق مین یہ آیہ نازل ہوا اور ابن منذر اور ابن
ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ صادقین وہ محمد اور اصحاب اُنکے ہین اور سعید بن جبیر سے منقول ہی
کہ مراد مع ابی بکر و عمر ہی اور ضحاک سے منقول ہی کہ مع علی ابن ابیطالب مراد ہی اور یہی جناب ابو جعفر سے ہی کہ مع علی بن ابی طالب مروی ہی اور
واضح رہے کہ تفسیر صادقین کی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ بہت سی روایات اہلسنت کے طریقون کے
موافق وارد ہی جیسا کہ اوپر ہم ذکر بھی بعض کا انکی کر آئے ہین اور ابی الشیخ اور سدی سے منقول ہی کہ کہا اُسنے کہ کونوا یعنی ہو
مع کعب بن مالک و مرارۃ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ کی جنھون نے جنگ تبوک سے تخلف کیا تھا اور طرفہ تر یہ بات ہی کہ بنا بر
اس روایت کے مومنین کو حکم ہوا ہی کہ جو لوگ متخلف جنگ تبوک سے ہوئے ہین اُنکے ساتھ رہین اور یہ بمنزلہ اسکے
کہ صالحین بیعت کرین فاسقین کی پھر جب یہ اختلاف خود حضرات اہلسنت مین ہی اور شیعون کا تو فرقہ ہی پر اجماع
کیے ہی کہ صادقین سے آیہ مین علی ابن ابیطالب اور اُنکی اولاد معصومین جو اوصیائے طاہرین ہین مراد ہین نہ غیر اُنکے
پھر جو امام حضرات اہلسنت نے اختراع کیا ہی کہ صادقین سے اجماع امت مراد ہی یہ ایسی چیز ہو گئی کہ کسی سے اُنکے سوا
منقول نہین ہی اور خلاف اجماع ہی اور یہ بھی کسی کو متوہم نہو کہ اُنکا قول تفسیر کونوا مع محمد و اصحابہ کو مساوق ہی کیونکہ
امت کا لفظ عام ہی اور صادقین کی تفسیر پیغمبر خدا اور اُنکے اصحابون کے ساتھ خاص ہی اور تعجب کا محل یہ ہی کہ خود
مفسر تفسیر کبیر نے بیان معنی اطیعوا اللہ مین کہا ہی کہ جو تفسیر قرآن کی اقوال مفسرین کے خلاف ہو وہ لائق قبول نہین
اور اُس سے مخالفت اجماع کی جو بطلان کو ملزوم ہی جاننا چاہیے اور پھر بیان پر اُسی محظور و ممنوع کے ساتھ خود ہی

کاربند ہوے اور اگر ان روایات مین مصنف خود غوض و فکر کرتا یا اب بھی اُنکے پس ماندہ تامل کرین تو جانین کہ
کونوا مع الصادقین کی جو تفسیر کرتے ہین اُسمین مخاطب نہین معلوم ہوتا کہ کون ہی اور جنھون نے کہ جنگ تبوک سے روگردانی
کی تھی اور خود اُسپر نادم و پشیمان ہوکر توبہ کی تھی اُنکے ساتھ پھر اس خطاب کی کیا ضرورت تھی فائدہ اِسکا
یہ تھا کہ وہ پشیمان فعل سابق سے اپنے ہوکر تائب ہوتے اور جب یہ خود ہی ہو چکا تھا تو پھر یہ خطاب بمنزلہ
تحصیل حاصل کے ہوگا اور جو تفسیر انھون نے کونوا مع الصادقین کی مع ابی بکر و عمر کی ہی اور دوسرے مین مع علی بن
ابیطالب کہا ہی اُسکی حقیقت یہ ہی کہ پہلی تفسیر کی روایت روایات شاذہ طائفہ حضرات اہلسنت سے ہی کہ وہی اسکی نقل مین
منفرد اور اُسکی وضع مین متہم ہین اور اُنکے بھی اکثر علما اُسپر اعتنا نہین کرتے والا خود مفسر تفسیر کبیر کب قول جدید کا
اختراع کرتے اور اجماع اُمت کی طرف جاتے جو خلاف اجماع ہی بلکہ اسی کو قوت دیتے اور اس اجماع کے عوض مین
اسی اجماع مقبول کو اپنے جو دلیل صحت خلافت شیخین ہی اس روایت اور آیہ کے استدلال سے قوی کرتے اور جب یہ حال ہی
تو وہ روایت اعتنا کے لائق نہین ہان دوسری روایت تفسیر آیہ کی یعنی مع علی بن ابیطالب یہ روایت بسبب اسکے
کہ اتفاق فریقین اُسکے مضمون کے ساتھ ہی کیونکہ تخصیص روایت جناب ابو جعفر علیہ السلام کی طرفین کے نزدیک مسلم ہی
اور محفوف بقرینہ بھی ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے حق مین ہی اور اُسمین خطاب مومنین کے ساتھ مناسب و چسپان ہی
پس یہ تفسیر البتہ متعین ہی پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ چوتھے یہ ہی کہ نفی مذہب شیعہ مین کہا ہی کہ اگر ایسا ہوتا تو
چاہیے کہ ہم بھی جانتے کہ کون یہ ہی اُسکے مثل ہی جو اہل کتاب کہتے ہین کہ نبوت جناب رسالتمآب کی باطل ہی کیونکہ اگر
حق ہوتی تو چاہیے کہ ہم بھی اُسے پہچانتے اور اُنکی حقیت کو جانتے یا یہود کہتے ہین کہ اگر عیسیٰ پیغمبر ہوتے تو چاہیے کہ
ہم بھی اُنکی حقیت کو جانتے اور حق یہ ہی کہ نہ جاننا اُنکی تقصیر کی طرف رجوع کرتا ہی چاہیے کہ اپنے تعصب کو نکال کر جو
دلائل نبوت کے ہین اور اخبار و آثار کی طرف رجوع کرین اور بچشم انصاف دیکھین تا کہ بمقتضاے والذین جاہدوا
فینا لنہدینہم سبلنا حق اُنپر ظاہر ہو اگر وہ سچے ہین تو حق اُنپر ظاہر نہین ہوا اگر گمان صادق تو یہ ہی کہ حق اُنپر ظاہر ہی لیکن حب
دنیا اور متابعت ہواے نفسانی کے لیے اظہار نہین کرتے انتہی حقیقت یہ ہی کہ عصمت کی دلیلین عقلی و نقلی بہت ہین
کہ بعض اُنمین سے مقدمہ کتاب مین مذکور ہوئین اور پھر انشاء اللہ عنقریب مذکور ہونگی اور اشارہ اِسکی طرف شیخ مفید
علیہ الرحمہ کے بھی کلام مین ابھی آتا ہی لیکن علماے حضرات اہلسنت دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے ہین پھر سوا اِسکے
کیا کہا جاے کہ وہ مصداق اسی کا ہین جو حق تعالیٰ فرماتا ہی من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور پھر اخوند صاحب فرماتے
ہین کہ دوسرے کلام کا علماے خاصہ سے نقل کا جو وعدہ کیا تھا اُسکا حال یہ ہی کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے پوچھا
کہ اس آیہ کی تفسیر کیا ہی اور کسکی شان مین یہ آیہ نازل ہوا ہی شیخ سدید جناب مفید نے فرمایا جواب مین کہ یہ آیہ
جلیلۃ الدلالت حضرت امیر المومنین کی شان مین نازل ہوا ہی اور حکم اُسکا اُنکی اولاد امجاد کے لیے کہ پیشوایان دین او

ائمہ صادقین مین جاری ہوا اور اس بارے مین بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین اور آیہ کے بھی سیاق سے
یہ ظاہر ہوتا ہی کیونکہ جناب مقدس الہی نے اس آیہ مین سب کو حکم فرمایا ہی کہ متابعت کرو صادقین کی اور انسے جدا
نہون اور چاہیے کہ جنھین ندا کی ہی اور حکم فرمایا ہی وہ غیر انکے ہون کہ انھین حکم کیا ہی کہ انکے ساتھ رہو اور انکی متابعت کرو
کیونکہ یہ محال ہی کہ کسی کو حکم کرین کہ اپنے ساتھ رہو اور اپنے حکم کی متابعت کرو پس کہتا ہون مین کہ مراد صادقین سے یا سب
راست گو ہین یا بعضے انمین سے پہلا باطل ہی کیونکہ ہر مومن باعتبار ایمان کے صادق ہی اور اس دعوی مین راست گو ہی پس
لازم آتا ہی کہ سب مومن مامور ہون اپنی متابعت کے ساتھ اور یہ محال ہی اور اگر بعضے انمین سے مراد ہین تو یا بعض معہود و
معلوم مراد ہین کہ الف ولام عہد خارجی کے لیے ہی یا بعض غیر معہود مراد ہی بنابر اول کے چاہیے کہ وہ جماعت معلوم و
معروف ہو اور مخاطبین انھین پہچانتے ہون اور آیات انکے اسم و نسب کے ساتھ وارد ہوچکی ہون اور ان مخاطبین نے
انھین سنا ہو اور جو کوئی کہ دعوی کرے کسی ایک کے لیے سوا اس جماعت کے جسکے لیے ہم دعوی کرتے ہین وہ
باطل ہی کیونکہ معلوم ہی کہ دوسرے کے حق مین یہ مرتبے متحقق نہین ہوے اور وہ معہود نہ تھے اور خود معترف ہین کہ
پیغمبر خدا کے زمانے مین انکی خلافت کی تعیین نہین ہوئی تھی اور بنابر دوسرے احتمال کے کہ بعض غیر معہود مراد ہو
پس چاہیے کہ بعد اسکے اس بعض غیر معہود کی تعیین و تخصیص کیجاے ورنہ تکلیف امر مجہول کے ساتھ ہوگی کہ اسے
بجا نہ لاسکین اور وہ محال ہی اور معلوم ہی کہ سوا ائمہ علیہم السلام کے کسی نے دعوی تعیین و تخصیص کا نہین کیا اور
نہین ہوسکتا پس ثابت ہوا کہ یہی مراد ہین اور کوئی نہین جناب سید سند نے ایک دوسری تقریر اس جگہ فرمائی ہی
وہ یہ ہی کہ الصادقین جمع محلی باللام ہی کہ وہ عموم کے لیے مفید ہوتی ہی جیسا کہ یہ امر اصول مین ثابت ہی پس اس صورت
مین احتمال اول متعین ہوگا لیکن مراد صدق سے اگر صدق فی الجملہ لیا جاے تو حکم ساتھ متابعت صادقین کے
علی الاطلاق درست نہین آتا اور اگر مراد صدق سے جمیع الوجوہ ہو جیسا کہ اطلاق کا مفاد ہی پس حکم متابعت و
معیت مطلقا کے ساتھ درست آتا ہی اور مصادق عصمت کے واسطے ہی اور اس مقام پر دونون اطلاق یعنی اطاعت کا
اطلاق اور صدق کا اطلاق حکیم علی الاطلاق کے کلام مین جو عموم کی طرف رجوع کرتا ہی یہ مطابق ہوگا عموم جمع
محلی باللام کے لیے پس حاصل معنی آیہ کے یہ ہونگے کہ جمیع امور مین ساتھ کافہ صادقین معصومین کے رہو اور کسی امر مین
انسے تخلف اور روگردانی نہ کرین پس یہ آیہ منطبق ہوگا مفاد سے حدیث متفق علیہ کے جو حضرت نے فرمایا تھا
مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی و من تخلف عنها غرق و هوی اور واقع مین یہ ہی کہ یہ دلیل بہت خالص
اور صاف ہی اور مسلمات سے خصام کے ہی اسی لیے امام فخر رازی نے بھی طرف ابداع تاویل اجماع کی اسکی طرف
رجوع کی ہی اور جو کچھ کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی وہ بھی قریب اسی کے ہی جیسا کہ موافق نقل جناب
آخوند صاحب کے انکا بیان یہ ہی کہ فرماتے ہین کہ اور بھی دلیل عقلی و نقلی ہم رکھتے ہین کہ یہی مراد ہین لیکن دلیل عقلی

پس اسواسطے کہ اس آیہ مین حکم ہوا ہی کہ اُمت متابعت اُنکی کرین علی الاطلاق اور تخصیص کسی ایک امر کے سوا دوسرے کی نہین ہوئی پس چاہیے کہ یہ معصوم ہون اور نہین تو لازم آتا ہی کہ اُمت مامور ہو کہ خطا و معصیت مین انکی متابعت کرے اور وہ محال ہی اور چونکہ عصمت ایک امر باطنی ہی کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی اُسپر مطلع نہین ہو سکتا پس چاہیے کہ نص امامت پر اور عصمت پر اُنکی ہوئی ہو اور باتفاق اُمت اُنکے غیر پر نص نہین ہوئی پس ثابت ہوا کہ یہی مراد ہین اور لیکن دلیل نقلی وہ ہی کہ حق تعالیٰ نے قرآن مین صادقین کے اوصاف ایسے فرمائے ہین کہ وہ اوصاف علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سوا کسی اور مین جمع نہین ہوئے کیونکہ فرماتا ہی کہ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب یعنی نیکی نہین ہی یہ کہ پھیر دو تم اپنے مونہون کو مشرق و مغرب کی جانب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ولیکن نیکوکار وہ ہی کہ ایمان لائے ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور فرشتون کے اور خدا کی کتابون کے اور پیغمبرون کے واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب اور دیوے مال کو باوجود کہ مال کی محبت ہو یعنی اُسکی احتیاج ہو یا دینے کی محبت یا ساتھ محبت خدا کے اپنے خویشان و عزیزان کو یا خویشان رسول خدا کو اور یتیمان یعنی اطفال بے پدر کو اور مسکینان محتاج کو اور مسافرون کو جو اپنے گھر نہین جا سکتے اور فقیرون کو جو سوال کرتے ہین اور آزاد کرنا بندون کا واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعہدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون اور برپا کرین نماز کو اوقات فضیلت مین آداب و شرائط کے ساتھ اور ادا کرین زکوٰۃ کو اور وہ ہین کہ وفا کرتے ہین اپنے عہد کے ساتھ کہ جو خدا کے اور خلق کے ساتھ کرتے ہین اور وہ ہین کہ صبر کرتے ہین فقر و بدحالی پر اور مرض و درد و آزار مین اور وقت جہاد مین دشمنان دین کے یہ ہین راست گو اور صادق ہین دعوی ایمان مین اور وفائے عہد مین یہ ہین پرہیزگار پس شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کہا ہی کہ حق تعالیٰ نے اس آیہ مین جمع کیا ہی ان خصلتون کو بعد اُسکے گواہی دی ہی اُس شخص کے لیے کہ جس مین یہ کامل ہون صدق و تقوی کے ساتھ علی الاطلاق بلکہ حصر کیا ہی صدق و تقوی کو مین ان جیسون کے کہ جو علم معانی و بیان مین مقرر ہین پس پہلے آیہ کو جو اُسکے ساتھ ملاتے ہین تو مفاد اُنکا یہ ہوتا ہی کہ متابعت کرو اُن سبھون کی جنمین یہ خصلتین مجتمع اور کامل ہین اور ہم اصحاب رسول خدا مین سوا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور کسی کو ایسا نہین پاتے کہ یہ خصلتین اُسمین جمع ہوئی ہون پس چاہیے کہ مراد صادقین سے پہلے آیہ مین وہ ہون اور مامور بہ اُنکی متابعت کے ساتھ جمیع اُمت ہو کیونکہ آیت مین تخصیص کسی امر کے ساتھ سوا دوسرے امر کے نہین ہی اور لیکن بیان ان اوصاف کے اجتماع و کمال کا آنحضرت مین یہ ہی کہ اول آیہ مین ایمان ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور فرشتون کے اور پیغمبرون کے مذکور ہوا ہی اور اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ وہ حضرت سب سے پہلے ایمان سب کے ساتھ لائے تھے باخبار متواترہ جو عامہ و خاصہ مین مشہور ہین یہ مضمون موجود ہی

کہ وہ حضرت اوّل اُن مردون سے ہین جنھون نے پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کیا جیسا کہ آنحضرت نے جناب
سیدہ سے فرمایا تھا کہ مین نے تجھے تزویج کیا اُسکے ساتھ جو قدیم جملہ صحابہ سے زیادہ ہی اسلام مین اور اقبال
اُسکا سب سے پہلے ہی اور متواتر ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مین بندہ خالص خدا کا اور بھائی
پیغمبر خدا کا ہون اور مجھسے پہلے یہ بات کسی نے نہین کہی اور نہ بعد میرے کوئی کہیگا اگر جو بہت جھوٹ
بولنے والا اور افترا باندھنے والا ہوگا اور اور ون سے سات برس پہلے مین نے نماز کی اور فرماتے تھے کہ خدا وند عالم
مین اقرار نہین کرتا کسی ایک شخص کے لیے اِس اُمت سے کہ اُسنے مجھسے پہلے تیری عبادت کی ہو اور جسوقت کہ
خوارج کے کلام آنحضرت کی سماعت مین پہونچے تو فرمایا کہ آیا یہ کہتے ہین کہ علی جھوٹ بولتا ہی مین نے کب
دروغ کہا اور خدا پر جھوٹ کہتا ہون حالانکہ مین وہ ہون کہ جسنے سب سے پہلے خدا کی عبادت کی ہی اور
اُسکے رسول پر کب افترا باندھا مین نے اور حالانکہ مین وہ ہون جو پہلے سب سے ایمان لایا اور تصدیق کی اُنکی
اور مددگاری کی اُنکی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا صبح کو اُس شب کی جسمین حضرت امیر علیہ السلام نے
دنیا سے رحلت فرمائی کہ اِس شب کو اُسنے انتقال فرمایا ہی کہ جسپر پہلے گذرنے والون نے اُسپر سبقت نہین پائی اور
آیندہ آنے والے کمالات مین اُسکے نہین پہونچ سکتے اور دلائل اُسکے بہت ہین کہ اُنکا ذکر موجب تطویل کلام کا ہی
پس حق تعالی نے ایمان کے بعد اموال و تصدقات کے دینے کو فرمایا اور بہ نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ
وہ حضرت اِس صفت مین سب سے آگے ہین جیسا کہ حق تعالی سورہ ہل اتی مین فرماتا ہی ویطعمون الطعام علی
حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا یعنی کھلاتے ہین کھانے کو باوجود اپنی بھوک اور محبت کے اُسکے ساتھ یا محبت خدا کے لیے
مسکین اور یتیم اور اسیر کو اور اتفاق مفسرین کا اور راویان عامہ اور خاصہ کا اِسپر ہی کہ یہ آیہ بلکہ مجموع یہ سورہ شان مین
علی اور فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کی نازل ہوا ہی اور پھر فرماتا ہی الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ
فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی وہ گروہ کہ راہ خدا مین انفاق کرتے ہین اور دیتے ہین اپنے
مالون کو رات کو اور دن کو پوشیدہ و ظاہر پس اُنکے واسطے ہی اجر و ثواب اُنکا اور کچھ خوف نہین ہی اُنپر اور
نہ اندوہناک ہونگے یعنی آخرت مین شیخ نے فرمایا ہی کہ روایات مستفیضہ وارد ہوئی ہین کہ یہ آیہ شان مین
امیر المومنین کی نازل ہوا ہی اور کوئی خلاف اِسمین نہین ہی کہ آنحضرت نے اپنے ہاتھ کی مشقت سے ایک
جماعت کثیر غلامون سے آزاد فرمائی کہ اُسکا شمار نہین ہو سکتا اور بہت سے کھیت اور باغ جنھین اپنی قوت
بازو سے زندہ و سرسبز فرمایا تھا وقف کیا بعد اُسکے حق تعالی نے پھر نماز کے برپا کرنے کو اور زکوۃ کے دینے کو حکم فرمایا
اور وہ بھی شان مین آنحضرت کی ہی بہ دلالت آیہ انما ولیکم اللہ کہ اہل نقل اتفاق کیے ہین اِس امر پر کہ جب آنحضرت نے
حال رکوع مین زکوۃ دی تو یہ آیہ نازل ہوا مولف کہتا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ شیخ نے اِس آیہ کو اُس معنی پر حمل کیا ہو

ساتھ اِس بات سے کہ واو کو واقو اکو کہ کے یعنی حال لیا ہو تقریبہ اس آیہ کے اور قرینہ یہ ہی کہ حال کا دنیا سابقا اس آیہ
مین مذکور ہو چکا ہی اور تاسیس تاکید سے اولی ہی پھر شیخ نے فرمایا ہی کہا ہی کہ بعد اسکے حق تعالی نے وفا کو
عہد پر فرمایا ہی اور صحابہ سے کوئی نہین ہی کہ نقض عہد اُسنے ظاہر نہ کیا ہو یا اُسکی نسبت اُسکی طرف نہ دی ہو مگر
حضرت کہ کوئی احتمال نہین کہ اگر آنحضرت نے توڑا ہو اُس عہد کو جو حضرت رسول کے ساتھ کیا ہو مددگاری مین
اور جانفشانی مین اور آنحضرت کی حمایت مین پس یہ صفت بھی مخصوص با آنحضرت سے ہی پھر حق تعالی نے صبر کرنے
کو بلاؤن مین اور سختیون مین اور لڑائیون مین فرمایا اور یہ بھی معلوم ہی کہ کسی شخص نے لڑائیون مین اور سختیون مین
صبر نہین کیا وہی حضرت ہین کہ باتفاق دوست و دشمن کے کسی جنگ مین روگردان نہین ہوئے اور نہ بھاگے
اور کسی دشمن سے ڈرے پس بعد اسکے کہ حق تعالی ان سب خصلتون کو ذکر فرما چکا تو فرمایا کہ اولئک الذین صدقوا
واولئک هم المتقون یعنی یہ ہین جو صادق و راست گو ہین نہ غیر انکے اور یہ ہین کہ پرہیزگار ہین یعنی وہ صادق کہ جسکی متابعت کے
واسطے ہمنے حکم کیا ہی وہ ہی کہ جسمین یہ سب صفات جمع ہون اور وہ امیر المومنین علیہ السلام ہین اور تعبیر آنحضرت سے
جو بلفظ جمع فرمائی وہ آنحضرت کی تعظیم و تشریف کے لیے ہی کیونکہ عرب جمع کی لفظ کو واحد پر سوقت اطلاق
کرتے ہین کہ جسوقت اشارہ ساتھ رفعت و بزرگی اور علو منزلت کی طرف اُسکی کرتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ
لفظ جمع کو اسلیے لاتے ہین کہ اشارہ اِس بات پر کرین کہ اور جماعت بھی آمین اُسکی شریک ہی اور اِس جگہ پر
یہ بھی مراد ہو سکتا ہی کیونکہ سب ائمہ کرام اِس مرتبہ مین اور اِن صفات جلیلہ مین آنحضرت کے ساتھ شریک ہین
انتہی ترجمہ کلامہ اور معین اِس بیان کو وہ ہی جو فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی والایۃ کما تری جامعۃ للکمالات
الانسانیۃ بأسرها دالۃ علیها صریحا وضمنا فانها بکثرتها وتشعبها منحصرۃ فی ثلثۃ اشیاء صحۃ الاعتقاد وحسن المعاشرۃ وتهذیب النفس
الی ان قال والیه اشار بقوله من عمل بهذه الایۃ فقد استکمل الایمان یعنی آیہ جیسا کہ تو دیکھتا ہی جامع ہی واسطے جملہ کمالات
انسانیہ کے دلالت کرتا ہی اُسپر صریحا اور ضمنا پس تحقیق کہ وہ کمالات اپنی زیادتی اور شاخ شاخ ہونے کی
جہت سے تین چیزون مین منحصر ہین صحت اعتقاد اور حسن معاشرت اور تہذیب نفس اور اِسی کی طرف اشارہ فرمایا ہی
آنحضرت نے کہ جو عمل کرے ساتھ اِس آیہ کے اُسنے یقینی تکمیل اپنے ایمان کا کیا ہی انتہی اور ظاہر ہی کہ ایمان کامل علم و
عمل دونون کے ساتھ حاصل ہوتا ہی اور غیر معصوم کو علم و عمل کا کمال میسر نہین ہو سکتا پس بمفاد اولئک الذین صدقوا
اِن صفات کے حاوی اور اِن کمالات کے جامع اہلبیت علیہم السلام مین فقط نہ کوئی سوا اُنکے پس یہی راست گو
ہونگے اور صادقین اور راست گو بمفاد کونوا مع الصادقین مطاع واجب الاتباع ہین پس یہی حضرات وہ ہین کہ جنکی
اطاعت خلق پر واجب ہی اور اِسی جگہ سے ہی کہ مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہی واستدل اصحابنا بهذه
الایۃ علی ان المعنی بها امیر المومنین علی علیه السلام لانه لا خلاف بین الامۃ انه کان جامعا لهذه الخصال فهو مراد بها قطعا ولا قطع علی کون غیره

جامعا لها و لهذا نقل الزجاج والفراء انها مخصوصة بالانبياء المعصومين لان هذه الاشياء لا يؤديها بكليتها الا الحق الواجب فيها الا الانبياء عليهم السلام
یعنی استدلال فرمائی ہی ہمارے علماؤن نے جو قدیم تھی اِس آیہ سے اوپر اِس بات کے کہ مراد اِس سے جناب
علی ابن ابیطالبؑ ہین کیونکہ خلاف نہین ہی اُمّت مین اِس بارے مین کہ وہ حضرت جامع اِن خصلتون کے تھے
پس وہی حضرت مراد اِس سے یقینی ہونگے اور یقین اِسکا نہین ہی کہ سوا آنحضرت کے کوئی جامع اِن صفات کا تھا
اور اِسی لیے زجاج وفراء نے کہا ہی کہ یہ آیہ مخصوص ہی انبیاے معصومین علیہم السلام کے ساتھ کیونکہ اِن باتون کو
کوئی ادا نہین کرسکتا جو حق وجب اُنکی ادا کا ہی مگر پیغمبران علیہم السلام اور چونکہ مدار اُنکی ادا کا بوجہ کامل عصمت پر ہی
اور اہلسنت عصمت سے غیر انبیا کی اپنی حمایت مذہب کی راہ سے انکار کرتے ہین اور اپنے یہان کسی کو جامع اِن
کمالات اور حاوی اِن صفات جلیلہ کا نہین پاتے اِسلیے کہہ دیا کہ یہ مخصوص انبیاے معصومین علیہم السلام کے ساتھ ہین
اور اگر کوئی اور بھی اصحابون سے ہوتا تو بالضرور اُسکا بھی نام لیتے اور اُسکے حق مین بڑے زور وشور سے ثابت کرتے
اِس سے یہ بخوبی معلوم ہوا کہ غیر آنحضرت کے کوئی جامع اِن کمالات کا نہ تھا اب رہا یہ امر کہ جو زجاج وفراء نے
تخصیص اِسکی فقط بانبیا کی ہی پس وہ باطل ہی اِس قول سے جو فاضل بیضاوی نے آنحضرت سے نقل کیا ہی
کہ فرمایا من عمل بہذہ الآیۃ فقد استکمل الایمان کیونکہ اِس سے امکان عمل زمان آیندہ مین اور ترغیب عمل کی اِس آیہ کے
موافق ثابت ہی لیکن نبوت ختم ہوئی پھر اب نبی کہان سے آئینگے جو عمل اِسکے موافق کرینگے کیونکہ بعد جناب
ختم المرسلین کے نبی کا ہونا محال ہی اور جب یہ ہی تو یہ ترغیب اور امکان عمل اِس آیہ کے موافق متعلق بافراد متحققۃ الوجود
بعد النبی ہوگا اور اُسکا حال ظاہر ہی پھر کسطرح تخصیص اُسکی انبیاے معصومین سے صحیح ہوسکتی ہی اور پھر کیا فائدہ
تعریف کا اِن صفات کے بیان سے حاصل ہوا ہان یہ امر صحیح ہی کہ کہا جاے کہ یہ آیہ مخصوص ہی نبی کے ساتھ اور
اُس جماعت کے ساتھ جو مرتبہ عصمت مین شریک انبیاے معصومین علیہم السلام ہین اور وہ باتفاق اُمّت اہلبیت
علیہم السلام ہین کیونکہ غیر نبی آنحضرات کے سوا کوئی عصمت کا مدعی نہین ہوا اور نہ کسی نے اُمّت سے اُنکے غیر کی
عصمت پر اتفاق کیا ہی اگر بعد نبی معصوم دنیا مین ہین تو یہی بزرگوار ہین پس وہی مصداق اِس آیہ کا ہونگے اور
وہی مطاع وجب الاتباع ہونگے اور زیادہ توضیح اِس مطلب کی جو مولٰنا ے طبرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی یہ ہی کہ
استدلال کیا ہی ہمارے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے اِس امر پر کہ مقصود اِس آیت سے امیر المومنین علی ابن ابیطالب
علیہ السلام ہین کیونکہ درمیان اُمّت کے اِسمین خلاف نہین ہی کہ وہ حضرت جامع اِن مراتب جلیلہ کے تھے پس آنحضرت کے
آیہ سے مراد ہونے مین شک نہین ہی اور اِسی طرح سب ائمہ علیہم السلام کے بھی مراد آیہ ہونے مین شبہ نہین ہی ورنہ
اجماع مرکب کا خرق لازم آے اور لیکن اور اصحاب پس اُنکے جامع ہونے کا خاص اِن اوصاف کے لیے یقین قطعی
نہین ہی بلکہ یہ امر یقینی ہی کہ وہ جامع اِن صفات کے اور حاوی اُنکے بروجہ اکمل نہ تھے کیونکہ یہ امر اجماعی ہی کہ کوئی شخص

ہمارے ائمہ علیہم السلام کے سوا معصوم نہین ہین اور اُسے صادق علی الاطلاق اور حامل جمیع اعمال طاعت نہین
کر سکتے بلکہ صفات انکے جاہل خلاف سے ہین وہ برخلاف ان صفات کے تھے جیسا کہ انشاء اللہ باب مطاعن
مین اسکا حال معلوم ہوگا اور ان صفات کی تکمیل کا موعود ہو جو جناب خوند صاحب نے بعد قول سابق کے ادا کیا
کو مولف کہتا ہی کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین مجاہد سے اور اُسنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ حضرت امیر المومنین
علی ابن ابیطالب کے پاس چار درم تھے اس سے زیادہ کچھ آنحضرت پاس مال دنیا سے نہ تھا پس ایک درم کو
چھپا کر اور ایک درم کو سب کے سامنے علانیہ اور ایک درم کو دن مین اور ایک درم کو رات مین آنحضرت نے
تصدق فرمایا پس یہ آیہ انکی شان مین نازل ہوا کہ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار تا آخر آیہ کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کے
کلام مین گذرا اور زید بن رومان سے روایت کی ہی کہ کسی کی شان مین قرآن کی آیتین اس کثرت سے نازل
نہین ہوئین جیسا کہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوئین نیز یہ کہ بہت سی احادیث طریق موالف و
مخالف سے آیات صدق و تصدیق کی تفسیر مین آنحضرت کے ساتھ وارد ہوئی ہین جیسا کہ ابن مردویہ نے اور حافظ
ابو نعیم نے کتاب حلیہ مین اور فاضل سیوطی نے کتاب درمنثور مین اور اوروں نے ابن عباس سے اور مجاہد سے
روایت کی ہی تفسیر قول خدا تعالی کی والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون یعنی وہ شخص کہ جو راستی کو لایا
اور جسنے اسکے ساتھ تصدیق کی یہ ہین پرہیزگاران اور کہا ہی کہ جو راستی کو لایا وہ پیغمبر خدا ہین اور جسنے کہ انکی تصدیق کی
وہ علی ابن ابیطالب ہین اور بنا بر اسکے موصول صدق مین مقدر ہی اور اہل عربیت سے کوئی حذف موصول کو تجویز
کرتے ہین اور پھر حق تعالی نے فرمایا ہی والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم
اور احمد حنبل نے اور اور جماعت نے ابن عباس سے اور اور صحابیوں سے روایت کی ہی کہ یہ آیہ حضرت امیر المومنین کی
شان مین نازل ہوا ہی اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہی کہ شان مین علی اور حمزہ و جعفر علیہم السلام کی
نازل ہوا ابن عباس نے کہا یعنی وہ اشخاص کہ جو ایمان لائے ساتھ خدا کے اور اُسکے رسولوں کے وہ بہت سچے
اور تصدیق کرنے والے اور پیغمبروں کے گواہ ہین اسپر کہ انھون نے تبلیغ رسالت کی ہی انھین کے واسطے ہی مزد
انکا تصدیق رسالت حضرت رسول پر اور نور انکا صراط پر ہی اور پھر حق تعالی نے فرمایا ہی ومن یطع اللہ والرسول
فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا یعنی وہ جماعت کہ جنھون نے اطاعت
خدا اور رسول کی کی تھی پس یہ روز قیامت کو اُنکے ساتھ ہونگے کہ جنپر خدا نے انعام فرمایا ہی پیغمبروں سے اور صدیقوں سے
اور شہیدوں سے اور نیک کام کرنے والوں سے اور وہ جماعت اچھے رفیقوں سے ہین پس معلوم ہوا کہ صدیقوں کا
مرتبہ پیغمبروں کے بعد شہیدوں سے اور صالحوں سے بہت بلند ہی اور یہ مصداق ولایت و امامت کا ہی اور عامہ و
خاصہ نے بطرق متواترہ روایت کی ہی کہ علی ابن ابیطالب صدیق اس امت کے ہین اور فخر رازی اور ثعلبی اور

احمد بن حنبل نے مسند مین اور ابن شیرویہ نے کتاب فردوس مین اور ابن مغازلی نے اور اورون نے حضرت
رسول سے روایت کی ہی کہ صدیقون تین نفر ہین حبیب نجار کہ مومن آل یسین ہی اور حزقیل کہ مومن آل فرعون ہی اور
علی ابن ابیطالب اور وہ افضل ہین انمین سے اور ثعلبی نے دوسری سند سے روایت کی ہی عباد بن عبد اللہ سے
کہ سنا مین نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے مین ہون صدیق اکبر اور اس سخن کو نہ کہیگا میرے بعد
مگر جو دروغگو ہوگا سات برس پہلے اورون سے مین نے نماز پڑھی اور صدیق لغت عرب اور عرف دونون مین
معصوم سے مرادف ہی یا قریب المعنی اُس سے ہی صاحب صحاح نے کہا ہی کہ صدیق دائم التصدیق اور وہ شخص ہی
کہ تصدیق کرے اپنی گفتار کو اپنے کردار سے اور حق تعالی نے اپنے پیغمبرون کو اس سے وصف فرمایا ہی حضرت
ادریس کی شان مین فرمایا ہی انہ کان صدیقا نبیا اور حضرت یوسف کے حق مین فرمایا ہی یوسف ایہا الصدیق اور جو
شخص کہ ان آیات کا مصداق اور صاحب ان صفات کا ہو یقینی وہ امامت وخلافت کے لیے احق ہی اُس سے
جو اُنسے بہرہ ونصیب نہ رکھتا ہو اور افترے کی راہ سے اُسے صدیق کہتے ہون جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور
انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام مین سولہ[16] حدیثین طرق اہلسنت سے نقل کی ہین
جسمین تصریح ہی کہ صدیق اکبر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہین چنانچہ بعض اُنسے وہ روایت ہی کہ موفق
ابن احمد نے بذریعہ اسناد و وسائط اپنی کے انس سے نقل کیا ہی قال رایت رسول اللہ فی المنام فقال رسول اللہ یا انس ما
حملک علی ان لا تودی ما سمعت منی فی حق علی بن ابیطالب حتی ادرکتک العقوبۃ ولولا استغفار علی لک ما شممت رائحۃ الجنۃ ابدا و
لکن ابشر فی بقیۃ عمرک ان اولیاء علی و ذریتہ ومحبیہم السابقون الاولون الی الجنۃ ابدا وہم جیران اولیاء اللہ واولیاء اللہ حمزۃ وجعفر والحسن والحسین
واما علی فہو الصدیق الاکبر لا یخشی یوم القیمۃ من احبہ یعنی کہا انس نے کہ دیکھا مین نے خواب مین پیغمبر خدا کو پس فرمایا رسول خدا نے
کہ ای انس تجھے کسنے برانگیختہ کیا ہی کہ تو نہین پہچانتا خلق کو جو مجھسے سنا ہی علی ابن ابیطالب کے حق مین یہان تک کہ
عذاب خدا تجھے پہونچے اور اگر علی ابن ابیطالب تیرے لیے استغفار اس جرم کتمان حدیث فضیلت پر نہ کرینگے تو تو ہرگز
بوے بہشت کو نہ سونگھے گا و لیکن تو بشارت دے امت کو اپنی بقیہ عمر مین اس بات کی کہ علی ابن ابیطالب کے
اولیا یعنی جانشینان اور ذریت طاہرہ انکی اور دوست انکے پس وہ سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے
بہشت مین جانے والے ہین اور وہ ہمسایہ ہین دوستان خدا کے اور دوستان خدا حمزہ وجعفر اور حسن وحسین ہین
اور لیکن علی ابن ابیطالب پس وہ صدیق اکبر ہین نہین ڈرتا روز قیامت سے جو انہین دوست رکھے اور بعض انسے
وہ ہی الخامس عشر ابن شہر اشوب عن علی بن الجعد عن الحسن عن ابن عباس فی قولہ تعالی والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون قال صدیق
ہذہ الامۃ علی بن ابی طالب ہو الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم الحدیث یعنی ابن شہر آشوب نے باسناد اپنے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ انہون نے تفسیر قول خدا تعالی مین والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون مین کہا کہ صدیق

اس امت کے علی ابن ابیطالب ہین اور وہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہین الخ الحدیث حدیث زیادہ تر بعد
ضرور نقل کیا گیا اور بعض انسے وہ ہے الحافظ محمد بن مومن الشیرازی فی کتابہ المستخرج من تفاسیر الاثنی عشر فی تفسیر قولہ
تعالیٰ والذین امنوا باللہ ورسلہ الایۃ یرفعہ الی ابن عباس قال والذین امنوا باللہ ورسلہ واحد علی بن ابیطالب وحمزۃ بن المطلب وجعفر الطیار و اولئک
ھم الصدیقون قال صدیق ھذہ الامۃ علی بن ابیطالب فھو الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم یعنی حافظ محمد بن مومن شیرازی نے اپنی کتاب
مستخرج مین ابن عباس سے روایت کی ہو کہ کہا انھون نے تفسیر آیہ والذین امنوا باللہ ورسلہ مین کہ ایمان لانے والے
ایک علی ابن ابیطالب ہین اور حمزہ ابن مطلب اور جعفر طیار ہین اور اولئک ھم الصدیقون کی تفسیر مین کہا ہو کہ اس امت کے
صدیق علی ابن ابیطالب ہین کہ وہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہین اور جناب سید سند نے مرزا محمد بدخشی سے کہ انھون نے
مفتاح النجا سے نقل کیا ہے الطبرانی عن سلمان وابی ذر رضی اللہ عنہما معا ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لعلی ان ھذا اول من امن و ھو
اول من یصافحنی یوم القیمۃ وھذا الصدیق الاکبر وھذا فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھذا یعسوب المومنین والمال یعسوب الظالمین
یعنی طبرانی نے سلمان و ابوذر رضی اللہ عنہما دونون سے ساتھ ہی روایت کی ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا علی ابن کے واسطے کہ یہ اول اسکا ہی کہ جو ایمان لایا اور پہلے سب سے مجھسے مصافحہ کریگا روز قیامت کو اور یہ
صدیق اکبر اور یہ فاروق اس امت کا ہی کہ حق کو باطل سے جدا کریگا اور ظرفہ ماجرا یہ ہو کہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر
فتح العزیز مین لکھا ہی کہ صدیق وہ ہو کہ جسکی قوت نظریہ مثل پیغمبرون کی قوت نظریہ کے کامل ہو اور ابتداے عمر سے
جھوٹ کہنا اور دورویہ سخن زبان پر لانا اسکے شایان نہو اور مقدمات دینی مین اخلاص تام اس سے ظاہر ہو کہ
اصلاح نفس کا ثبوت اسمین ہو اور علامات سے صدیق کی یہ ہو کہ اپنے عزم مین تردد نہ کرے اور نماز مین ہر چند
حادثہ صعب اسکے آگے آئے لیکن چپ و راست اپنے ملتفت نہو اور علانیہ و سر اسکا برابر ہو اور کسی پر لعنت نہ کرتا ہو اور
خواب کی تعبیر کا علم خوب جانتا ہو انتہی توجہ کلامہ لیکن بڑے تعجب کی بات ہو کہ پہلے شاہ صاحب نے کہا ہو کہ
صدیق وہ ہو جسکی قوت نظریہ مثل پیغمبرون کی قوت نظریہ کے کامل ہو اور دوسرے جھوٹ کہنا ابتداے عمر سے
اور دورویہ سخن لانا اسکے شایان نہو پھر اب اسکے بعد خلیفہ اول کو اپنے کسطرح صدیق کہینگے کیونکہ چالیس برس تک
انکا شرک خدا کے ساتھ کرنا قبل مشرف ہونے اسلام سے ضروری ہو پھر اگر انکی بھی قوت نظریہ مثل انبیا کی قوت
نظریہ کے ہوتی تو یقینی چشم زدن بھی شرک کی طرف میلان نہ کرتے اور اگر ابتداے عمر سے جھوٹ بولنا اور کلام
دورویہ کا کہنا صدیق کی شایان نہوتا تو خدا کے ساتھ شرک کرنا جو بمفاد مخلفون فکا ہر کذب سے اعظم ہی چالیس برس تک
اسمین خلیفہ اول انکے منہمک نہ رہتے اور بہت واضح ہی کہ ایام کفر مین ہر قسم کی مخالفت الہی کے مرتکب ہوتے تھے
لیکن اگر بنظر تامل و انصاف دیکھا جاے تو بعد اسلام ظاہری بھی دروغ گوئی اور نفاق ہمیشگی برطرف نہین ہوے
جیسا کہ وہ حدیث جو صحاح مین مروی ہو کاذبا غادرا خائنا باوضح دلالت اثبات کذب و نفاق پر انکے دلالت

کرتی ہو پھر اسکے بعد آیہ کونوا مع الصادقین کی تفسیر مین ابو بکر و عمر کو کہنا اور اپنے خلیفہ اول کو باسم صدیق کے پکارا کرنا
حقیقت مین موافق اسی حصر عدد کے ہی جو اخوند صاحب نے فرمایا ہو اور یہین سے صدق کلام معجز نظام صدیق اکبر
است نیز الانام یعنی امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا جو فرمایا تھا کہ لا یقولہا بعدی الا کاذب بخوبی ظاہر ہے
تیسرے صدیق کی علامتون سے شاہ صاحب نے لکھا ہو کہ اپنے عزم مین تردد نکرے اور زمانہ مین
ہر چند صعب حادثہ پیش آئے چپ و راست اپنے ملتفت نہو ایسین عقل حیران ہو کہ وہ کون تھا جسنے ابو سفیان کے
قبل اسلام سالہا سال مین کہا تھا لا فضل ما لم ... اسے کیا کہینگے یا ہو مت یہ خلیفہ اول کوئی اور تھے اور اسی طرح
پہلے خلافت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو غصب کر کے اپنے تئین خلیفہ قرار دیا پھر منبر پر بیٹھ کر اقیلونی اقیلونی کی
صدا بلند کی یہ غربت کیسی تھی جسمین تردد نے راہ پائی چوتھے تازہ معنی مفہوم صدیق مین شاہ صاحب نے
یہ اعتبار کیا ہی کہ کسی پر لعن نکرتا ہو یہ نیا دروغ بے فروغ ہی شاید اسلیے یہ مضمون تراشا ہی کہ ہر گاہ لعن نکرنے سے
صدیق ہونا مشہور ہو جائیگا تو جو عوام سے لعنت کرنے والون کے ہین وہ منکر باز رہینگے والا حقیقت مین تو یہ
کیونکر ہو سکتا ہی علیک لعنتی الی یوم الدین لعنۃ اللہ علی الکاذبین قرآن مین موجود ہی پھر اگر مطلقا لعنت کرنا
صدق کے منافی ہوتا تو العیاذ باللہ خداوند عالم کہ صدق الصادقین ہی چاہیے صفت صدق سے عاری ہو جاوے
مستحق ہین انپر لعنت کرنا عین طاعت ہی اور حق تعالی کا قرآن مین فرمانا یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون مستوجب
ملعونون کے اور مدح مین لعنت کرنے والون کے کافی ووافی ہی اور یہ سلسلہ کبھی قطع نہوگا جو مستحق لعن ہین ہمیشہ انپر
لعنت کرنے والے تا قیامت لعنت کرتے رہینگے چاہین شاہ صاحب راضی ہون اور چاہین ناراض ہون
سد باب لعنت کا نہوا ہی نہوگا بعد اسکے کہ حق تعالی قرآن مین فرما چکا جیسا کہ گذرا اطاعت الہی مخلوق کی ضامنہ کی
کے لیے کسطرح ترک ہو سکتی ہی اور حقیقت یہ ہی کہ علاوہ طاعت کے خوب ثابت ہو کہ مظلوم کبھی اپنی اذیت کو
جو دست ظالم سے پہونچے نہین بھولتا اور ہمیشہ درپئے انتقام رہتا ہی اور جب تک کہ حق تعالی اسے ظالم پر مسلط کرے
اور دست اختیار و انتقام دے ادنی مرتبہ انتقام یہ ہی کہ اسپر لعن کرتا ہی اور حق تعالی سے جو صاحب قدرت و انتقام ہی
اس ظلم کے عوض مین یہ چاہتا ہی کہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے جیسا کہ مشہور ہی کہ کسی نے پیغمبر خدا کی ہجو
کہی تھی جب حضرت کو معلوم ہوا اور اسکے اشعار جو مشتمل ہجو پر تھے سنے تو اسکے حق مین کہا اللہم انک تعلم انی
لا احسن الشعر فالعنہ بکل حرف لعنۃ یعنی خداوندا تو خوب جانتا ہی کہ مین شعر نہین کہتا پس ہر حرف کے عوض مین اسپر
لعنت کر پھر جب نبی کا فعل جسکی شان مین انک لعلی خلق عظیم وارد ہی اسطرح صادر ہوا تو حال امت کو دیکھنا چاہیے
کہ جسوقت ظلم ظالمین کو یاد کرتے ہین اور انکے مخالفین خدا اور رسول سے اور اتلاف حقوق اہلبیت علیہم السلام کا
اور قتل و ہتک حرمت اور اذیتین ... ظلمہ کے ہاتھ سے پہونچین کتب مین فریقین کی دیکھتے ہین اور اسپر مطلع

ہوسکتے ہیں اور جو ایسان آنحضرت سے ظاہر ہوئیں اور آج تک بھی باقی ہیں اور ہمیشہ رہینگی اُسے سمجھتے ہیں اور دست تصرف پر
اپنے مقام کو نہیں پاتے پھر مخالفت کرنے لگے کیا کریں اور صدیق اکبر باتفاق اُمت یعنی علی ابن ابیطالب نے بھی
بجا رہ بنی امیہ لعنت فرمائی ہے کہ وہ سبب ظاہر ہے پھر کیونکر انکو صدیق ہونے کے درجے سے منافی ہے تو چاہیے کہ
صدق الصادقین اور مخبر صادق اور صدیق اُمت علی بن ابیطالب کو بھی اس درجے سے خارج کہیں اور پانچوین وجہ یہ ہے
کہ تعبیر خواب کے علم کو خوب جانتا ہو تخصیص کیسی جب نبوت نظریہ کامل ہو تو سب میں کامل ہونا چاہیے اور
ہر علم میں عالم سے فائق ہونا ضرور ہے جیسا کہ ہمارے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو تھا نہ یہ کہ رعایا سے پوچھ پوچھ کر حکم کریں
اور ہر بار اعتراف کریں کہ میں یہ نہ جانتا تھا جیسا کہ خلفاے جور کا حال تھا فتنکلہ پانچوین آیۃ وافی ہدایہ یہ مباہلہ ہے اور
حقیقت اسکے نازل ہونے کی جو مشہور اور کتب میں مسطور ہے یہ ہے کہ جب نصاری نجران نے باوصف حشمت اور
جمعیت زیادہ اپنے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت کے وقت میں اسکا قبول نہ کیا تو پہلے ایک جماعت کو
اپنی قوم سے جو دانشمند وعلما سے تھے آنحضرت کی خدمت میں امتحان نبوت کے لیے مناظرہ کرنے کو بھیجا جب وہ
آئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے حضرت عیسی کے بارے میں کلمات غلو کے کہے
اور گفتگو بہت ہوئی اور جو دلیلیں اور حجتیں ہدایت اور اعلان حق میں زیبا تھیں وہ جناب رسالتمآب نے انپر
تمام فرمائیں لیکن وہ کجی اور اعوجاج سے اپنے باز نہ آئے اُسوقت حق تعالی کی طرف سے آنحضرت پر حکم مباہلہ
کرنے کا اُنکے ساتھ نازل ہوا اسطرح کہ فرمایا حق تعالی نے فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا
وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ظاہر معنی اسکے یہ ہیں کہ جو کوئی کہ تجھسے مجادلہ کرے
حضرت عیسی کے امر میں بعد اسکے کہ علم تیری طرف سے آچکا یعنی وہ بینات جو علم کا سبب ہوتے ہیں تم انپر
تمام کرچکے پھر اب کہو کہ آؤ تاکہ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو
اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو بعد اسکے مباہلہ کریں اور خدا کے نزدیک تضرع کریں پس بھیجیں خدا کی
لعنت کو دروغ گویوں پر فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر میں اس آیۃ کے بیان میں کہا ہے فمن حاجک من النصاری فیہ
ای فی عیسی من بعد ما جاءک من العلم ای من البینات الموجبۃ للعلم فقل تعالوا ہلموا بالرای والعزم ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ای
یدع کل منا ومنکم نفسہ واعزۃ اہلہ والصقہم بقلبہ الی المباہلۃ ویحمل علیہا وانما قدمہم علی النفس لان الرجل یخاطر بنفسہ لہم ویحارب
دونہم ثم نبتہل ای نتباہل بان نلعن الکاذب منا والبہلۃ بالضم والفتح اللعنۃ واصلہ الترک من قولہم بہلت الناقۃ اذا ترکتہا بلا صرار
فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین عطف فیہ بیان روی انہم لما دعوا الی المباہلۃ قالوا حتی ننظر فلما تخالوا قالوا للعاقب وکان ذا رأیہم ما تری
فقال واللہ لقد عرفتم نبوتہ ولقد جاءکم بالفصل فی امر صاحبکم واللہ ما باہل قوم نبیا الا ہلکوا فان ابیتم الا الف دینکم
فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوا رسول اللہ وقد غدا محتضنا الحسین آخذا بید الحسن وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی خلفہا وہو یقول اذا انا دعوت

فاستوا فقال اسقفهم یا معشر النصاری انی لاری وجوها لو سالوا الله ان یزیل جبلا من مکانه لازاله فلا تباهلوا فتهلکوا فاذعنوا الرسول و
بذلوا الجزیة الفی حلة حمراء وثلثین درعا من حدید فقال علیه السلام والذی نفسی بیده لو تباهلوا لمسخوا قردة وخنازیر ولاضطرب علیهم الوادی
نارا ولاستاصل الله نجران واهله حتی الطیر علی الشجر وهو دلیل علی نبوته وفضل من اتی بهم من اهل بیته اور جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین
مین صاحب کشاف سے جو نقل کیا ہی وہ واقع مین کچھ بڑھا ہوا ہی مضمون تفسیر بیضاوی سے اسی لیے مین اسکی نقل پر اکتفا
کرتا ہون کہ وہ معنی ہی ترجمہ عبارت بیضاوی سے بالجملہ روایت صاحب کشاف کے یہ ہی کہ جب حضرت رسول خدا نے
نصاریٰ کی دعوت مباہلہ کی طرف فرمائی تو انھون نے عرض کیا کہ ہمین مہلت دیجیے کہ ہم پھر کر جائین اور
کچھ فکر کرین اور پھر کل حاضر ہونگے جب مکان پر پہونچکر آپسمین مشورہ کیا تو جو انمین صاحب رائے تھا
اُس سے کہا کہ ای عبد المسیح تو کیا مصلحت دیکھتا ہی اُسنے کہا کہ خدا کی قسم ای گروہ نصاریٰ تم جانتے ہو کہ محمد صلعم
پیغمبر مرسل ہی اور حضرت عیسی کے بارے مین اُسنے حجت قاطعہ تمپر تمام کی ہی اور کسی گروہ نے پیغمبر سے اپنے
مباہلہ نہین کیا مگر یہ کہ بڑے اُنکے زندہ نہ رہے اور بچے اُنکے جوان نہوے اگر تم بھی مباہلہ کروگے تو اسی وقت
ہلاک ہوجاؤگے اور اگر اپنے دین کی الفت ہی اور یہ چاہتے ہو کہ اپنے دین سے جدا نہو تو اُسکے ساتھ صلح کرو اور
اپنے ملک کو پھر چلو پھر وہ جمع ہو کر آے پیغمبر خدا کی خدمت مین اُسوقت صبح کو کہ حضرت دولت سرا سے اسطرح برآمد
ہوچکے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنی گود مین لیے تھے اور امام حسن کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑے تھے اور جناب
فاطمہ زہرا حضرت کے پس سر آتی تھین اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب سیدہ کے پس پشت آتے تھے
اور جناب رسول خدا اُن بزرگوارون سے فرماتے تھے کہ جب مین دعا کرون تو تم آمین کہنا یہ دیکھکر اسقف نجرانی نے
کہا کہ ای گروہ نصاریٰ مین چند مُنھ ایسے دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے وہ یہ دعا کرین کہ پہاڑ کو اُسکی جگہ سے ہٹادے تو
اُنکی دعا سے اور اُنکے مُنھ سے پہاڑ ہٹ جا مباہلہ نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤگے اور روے زمین پر کوئی نصرانی روز قیامت تک
نہ رہ جائیگا پس اُنھون نے کہا کہ ای ابو القاسم ہماری رائے اسپر قرار پکڑتی ہی کہ تمسے مباہلہ نہ کرین اور آپ کو آپکے
دین پر چھوڑین اور ہم اپنے دین پر ثابت رہین یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ جب تم مباہلہ سے انکار کرتے ہو تو مسلمان ہو
تا کہ تمھارے لیے بھی وہ ہو جو مسلمانون کے واسطے ہی اُنھون نے اس سے انکار کیا حضرت نے فرمایا کہ مین تمسے لڑونگا اُنھون نے
کہا کہ ہمین عربون سے لڑنے کی طاقت نہین ہی ولیکن آپسے ہم صلح کرتے ہین کہ جنگ نہ فرمائیے اور نہ ہمین ڈرائیے
نہ ہمین ہمارے دین سے پھیرییے بشرطیکہ ہر سال مین ہم جزیہ دینگے دو ہزار حلہ یعنی چادر ہزار ماہ صفر مین
اور ہزار ماہ رجب مین تو تیس زرہ عادی قدیم لوہے کی دینگے یہ سُنکر حضرت نے اسی پر اُنسے صلح فرمائی اور
فرمایا کہ قسم ہی اُس خداوند کی کہ جسکے دست قدرت مین میری جان ہی کہ ہلاک ہونا اہل نجران پر لٹکایا گیا تھا
اور اگر مباہلہ کرتے تو سب مسخ ہوجاتے بوزینہ و خوک کی صورت پر اور یہ میدان انپر آگ کا ہوجاتا اور یقینی حق تعالے

ستاصل فرماتا نجران اور اہل نجران سب کو یہان تک کہ جو پرندے وہان درختون پر تھے وہ بھی اور اس سے پہلے
کہ سال پھرتا سب نصاریٰ ہلاک ہوجاتے انتہی ترجمہ بعض کلامہ واضح ہو کہ اس آیہ کے وجوہ دلالت پر جو فضیلت
اور امامت پر اہل عصمت کی دلالت کرتا ہی ہمارے علما نے بہت سی وجہین بیان فرمائی ہین لیکن مین پہلے
بطرح جناب سید سند نے شاہ صاحب کی تقریر کو جو انھون نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین لکھی ہی ذکر فرما کر
اسکے شبہون کا جواب دیا ہی اسی طرح نقل کرتا ہون اور پھر اور تقریرین بھی لکھونگا انشاء اللہ تعالیٰ تا لطف سوال
جواب کا بھی فریقین پر واضح ہو اور صاحبان فہم اس سے بہرہ مند ہون پس جان تو کہ فاضل مرزا نے لکھا ہی
کہ منجملہ آیۃ المباہلۃ اور شیعون کے تمسک کا طریق اس سے یہ ہی کہ جب فقل تعالوا الخ نازل ہوا تو آنحضرت گھر سے
باہر تشریف لائے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کو اپنے ساتھ لیا پس معلوم ہوا کہ ابنائنا سے مراد حسن و حسین ہین اور
انفسنا سے مراد حضرت امیر المومنین ہین اور جب حضرت امیر نفس رسول ہوے اور ظاہر ہی کہ حقیقی معنی نفس ہونے کے
یہان محال ہین پس مساوی ہونا مراد ہوگا اور جو کہ مساوی پیغمبر زمان کے ساتھ ہو وہ بالضرور افضل و اولے
بتصرف اپنے غیر کی بہ نسبت ہوگا کیونکہ مساوی نفس کے واسطے اولی بتصرف ہی پس وہی امام ہوگا کیونکہ امام کے
معنی نہین ہین مگر افضل و اولی بتصرف کے اور یہ تقریر تنظیم اکثر علمائے شیعہ کو بہم نہین پہونچی اور یہ حق اس رسالہ کا ہی کہ اکثر دلائل
غیر منظمہ کو انکی ترتیب انیق اور تقریر رشیق سے مہذب و منقح کر دیا ہی اگر کسی کو اس کلام کی صداقت مین کچھ تردد ہو تو وہ
انکی کتابون کو دیکھے کہ کسقدر کلام کو منتشر کیا ہی اور مطلب کو نہین پہونچایا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور جواب مین اسکے جو جناب
سید سند نے فرمایا ہی وہ کافی ہی الحمد للہ کہ شیعہ اپنے دشمنون کی اعانت کے محتاج نہین ہین پس اپنا احسان اپنے اوپر
رکھین فریقین کی کتابین موجود ہین پس یہ کیا دروغ بیفروغ ہی جو شاہ صاحب نے کہا ہی کیونکہ بمفاد اہل البیت
ادری بما فی البیت جو تقریرین کہ شیعون کے محققین نے اپنی کتابون مین ذکر کی ہین وہ مخالفین کو کہان میسر ہین مگر یہ
کہ انسے اخذ کیا ہی اور انکے قول کو انسے نقل کیا ہوگا اور دور نہین ہی کہ یہ تقریر بھی شاہ صاحب نے علامہ مصنف
نہج الحق سے اخذ کی ہو جیسا کہ انھون نے ذکر آیہ مباہلہ کے بعد فرمایا ہی اجمع المفسرون علی ان ابنائنا اشارۃ الی الحسن والحسین و
نسائنا اشارۃ الی الفاطمۃ وانفسنا اشارۃ الی علی علیہ السلام فجعلہ اللہ نفس محمد والمراد المساواۃ والمساوی الاکمل الاولی بالتصرف اکمل و اولی بالتصرف
اور شاہ صاحب نے بے اسکے کہ اس عبارت کا ترجمہ کرتے اور ساتھ حذف کرنے مقدمہ اجماع کے اس تقریر سے اور نہ لانے مقدمہ
الانسان لایدعو انفسہ کے جو اور شیعون کی تقریر مین موجود ہی کچھ فرق نہ کیا کہ انکا مایہ افتخار ہوتا اور ظاہر ادعای تبدیل کا
دونون مقدمون مین انھین نہین ہوا مگر تعبیر جواب کا مقدمہ اجماع سے اور اپنے نزدیک دوسرے مقدمہ مین انھون
نے گنجائش کلام کی پائی اور یہ بات بہت صاف ہی کہ جو شاہ صاحب نے خود ستائی کی ہی اگر واقع مین اس تقریر کے
استحکام کے لیے یہ مقدمون کی تبدیل کی ہوتی تو بیشک جیسا کہ ارباب حق نے اس تقریر کے سد باب کیے ان محال مین

رفع کرنے کو شکوک کے کیا ہی اُسے بھی ذکر کرتے پس اُسکا ذکر نہ کرنا اور تبدیل کرنا اُنہی سے اُنکی خیانت اور
خودستائی کی شناخت سب پر لائح و ظاہر ہوتی ہی پھر اگر تامل کی راہ سے دیکھا جاوے کہ وہ تقریر جو شاہ صاحب نے
لکھی ہی اور وہ تقریرین جو اور علماے حضرات اہلسنت نے خواہ شیعون سے نقل کرکے یا بطور خود لکھی ہین تو محکم تر
وہی ہین کہ شکوک کے مداخل اُنمین بند ہین بخلاف تقریر شاہ صاحب کہ اُسمین گنجائش اُنہین کے نزدیک
ثابت ہو جاوے اسلیے کہ شیعون کی تقریر کا مقابلہ کیا جاوے جو اُنکی کتابون مین ہین لیکن شاہ صاحب نے
تقریر مختصر اختصار کیا تاکہ ممکن ہو کہ عوام کی نظر مین باوصاف اظہار استحکام پرانے شبہے اہلسنت کے اسکے بعد
رونق دین لیکن یہ طمع سازی اہل بصیرت کی نظر مین جلوہ گر نہین ہو سکتی اور مین پہلے استدلال کی تقویت کیلیے
مخالف و موالف کے کلام سے اس دلیل کی قوت کا حال بوجہ تفصیل لکھتا ہون اور پھر انشاء اللہ شاہ صاحب کے
اقوال کا ابطال کرونگا جاننا چاہیے کہ فخر الدین رازی امام حضرات اہلسنت نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ شہر رے مین
ایک شخص تھا کہ اُسے محمود بن حسن حمصی کہتے تھے اور وہ شیعون کے علماے متکلمین سے تھا اور وہ یہ گمان
رکھتا تھا کہ علی ابن ابیطالب سوا پیغمبر آخر الزمان کے سب پیغمبرون سے افضل تھے اور اس مدعا پر اپنی وہ دلیل
لاتا تھا بقول حق تعالی انفسنا و انفسکم اس طرح انفسنا سے نفس رسول مختار مراد نہین ہو سکتا کیونکہ انسان
اپنے نفس و جان کی خود دعوت نہین کر سکتا بلکہ مراد غیر انکی ہین اور اُمت نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ غیر نبی غیر علی ابن
ابیطالب کے نہ تھا اور ظاہر ہی کہ مراد اس سے نہین ہو سکتی مگر یہ کہ نفس علی اور نفس رسول متحد ہو پس آیہ کا
مدلول یہ ہوگا کہ علی مثل رسول ہی اور وہ مقتضی اسکا کہ جمیع امور مین پیغمبر اور وصی برحق مساوی بھی ہون پھر کہا ہی
ترک العمل بهذا العموم فی حق النبوة و فی حق الفضل لقیام الدلائل علی ان محمدا صلی الله علیه و آله کان نبیا و ما کان علی کذلک و لانعقاد الاجماع
علی ان محمدا کان افضل من علی فبقی فیما وراءه معمولا به و اما الشیعة فیستدلون بهذه الآیة علی افضلیته علی سائر الصحابة ثم اقتصر فی الجواب
بدعوی الاجماع علی ان غیر النبی لا یکون افضل من النبی یعنی چھوڑ دیا ہی اسنے عمل کرنا اس عموم پر حق نبوت مین اور حق فضیلت کی مساوات
کیونکہ دلائل اسپر قائم ہین کہ پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ نبی تھے اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب
پیغمبر نہ تھے اور اجماع اُمت اسپر منعقد ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ جناب علی ابن ابیطالب سے افضل تھے پس
باقی رہیگا وہ عموم معمول بہ جملہ امور مین سوا ان دونون امرون کے اور لیکن سب شیعہ پس وہ اس آیہ سے استدلال کرتے
ہین آنحضرت کے افضل ہونے پر سائر صحابہ سے اور اقتصار اُنکے جواب مین اسی پر کیا گیا ہی کہ اجماع کا دعوی کیا گیا ہی اسپر
کہ غیر نبی افضل نبی سے نہین ہو سکتا اور اخوند صاحب نے حق الیقین مین اس تقریر کی شرح اس طرح فرمائی ہی کہ مراد
نفس سے نفس محمد نہین ہی کیونکہ دعوت کا مقتضا مغائرت ہی اور آدمی اپنے تئین خود نہین پکارتا اور بلاتا پس
چاہیے کہ دوسرا مراد ہو اور باتفاق مخالف و موالف سوا زنان و فرزندان کے کہ جب بانفسنا تعبیر کرتے ہین علی ابن

ابیطالب کے سوا کوئی نہ تھا پس معلوم ہوا کہ حق تعالی نے نفس علی کو نفس محمد فرمایا ہی اور اتحاد حقیقی دو نفس مین
محال ہی پس چاہیے کہ مجاز ہو اور یہ اصول مین مقرر ہی کہ لفظ کا حمل کرنا اقرب مجازات پر ساتھ حقیقت کے
اولی ہی ابعد پر حمل کرنے سے اور اقرب مجازات برابری ہی جمیع امور مین اور شرکت ہی جمیع کمالات مین مگر جو کچھ
کہ دلیل سے باہر ہو جاوے اور جو کہ باجماع ان کمالات سے خارج ہو گیا ہی وہ پیغمبری ہی کہ علی علیہ السلام اسمین
شریک نہین ہین پس اور کمالات مین شریک ہونگے اور جملہ کمالات سے آنحضرت کے یہ ہی کہ افضل سارے انبیا سے
اور جمیع صحابہ سے ہین اور اگرچہ سیاق اسکی تقریر فاضل حمصی کی افضلیت کی طرف ہی جیسا کہ دعوی انکا صریح ہی
لیکن دو وجہ سے مثبت دعوی امامت کے ہی ایک عموم تقریب کی راہ سے اور یہی جگہ ہے کہ جناب اخوند صاحب نے
حق الیقین مین فرمایا ہی کہ فخر رازی نے باوجود اس اپنی عصبیت کے جو اسے تھی اس تقریر کے نقل کرنے کے بعد فقط
اسکے جواب مین یہ کہا ہی کہ جسطرح کہ اجماع اسپر منعقد ہوا ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ علی علیہ السلام سے افضل ہین اسپر بھی
اجماع منعقد ہی کہ انبیا غیر انبیا سے افضل ہین اور بطلان اس رازی کے قول کا ظاہر ہی کیونکہ شیعہ اس اجماع کو قبول
نہین کرتے اور کہتے ہین کہ رازی اگر یہ کہتا ہی کہ اہلسنت نے اسپر اجماع کیا ہی تو تنہا انکا اجماع کیا اعتبار رکھتا ہی اور
اگر یہ کہتا ہی کہ جمیع امت نے اسپر اجماع کیا ہی تو یہ مسلم نہین ہی بلکہ اسکا بطلان ظاہر ہی کیونکہ اکثر علماے شیعہ کا
یہ اعتقاد ہی کہ حضرت امیر اور سائر ائمہ افضل سارے انبیا سے ہین اور احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ اپنے ائمہ دین سے
صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اس بارے مین نقل کرتے ہین اور سب مقدمات ازبسکہ واضح تھے اس جہت سے اس فاضل نے
کہ اسے امام المشککین کہتے ہین کچھ تصرف اسمین نہ کر سکا پھر اس دلیل سے بھی امامت حضرت امیر کی ثابت ہوئی
کیونکہ از جملہ کمالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے امامت اور وجوب اطاعت ہی اور وہ پیغمبری کے سوا ہی پھر چاہیے کہ
وہ حضرت امام ہون اور بھی افضل ہونا سائر انبیا سے اس سے اعلی مراتب امامت کا لازم ہی قطع نظر اس سے کہ ترجیح
مرجوح قبیح ہی پھر شاہ صاحب نے اپنی تقریر مین اخوند صاحب کی تقریر پر سوا اسکے کہ لفظ امامت کی جگہ اولی کا لفظ
کو بدل دیا جو امامت کا مرادف ہی اور کیا بڑھایا جو انکا مایہ تفاخر ہوگا بلکہ اخوند صاحب کی تقریر مین مبانی استدلال کی
تشیید زیادہ ہی اور مداخل شکوک کا سد اسمین بہت ہی کہ اسکے بعد فرمایا ہی کہ اگر کوئی معاند متعسف مناقشہ کرے
اور کہے کہ ممکن ہی کہ دعوت نفس کی مراد مجازا ہو اور جب مجاز کی بنا ہی تو سب برابر ہی مجاز ہونے مین ایک مجاز دوسرے
مجاز سے اولی نہین ہی تو اسکا جواب کئی طرح سے دے سکتے ہین اور بہت واضح ہی کہ اہمال کرنا ان مقدمات کے
بیان مین اسلیے ہی کہ تا اپنے شکوک کی گنجائش کو جلوہ دے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ جب افضلیت آنحضرت کی اور
مفضولیت اور صحابہ کی اس آیہ سے ثابت ہو چکی اور تفضیل مفضول اور ترجیح مرجوح عقل و نقل دونون کی راہ سے
قبیح ہی پھر وہ حضرت اولی اور احق بامامت ہونگے قال اللہ عز وجل افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم

کیف تمسکون اور اسی وجہ کی طرف فخر رازی نے نہایت العقول مین اشارہ کیا ہی طریقہ رابعہ مین بیان ادلہ مین
جو شیعون کے واسطے اثبات امامت امیر مومنان مین ہین لکھا ہی کہ تحقیق کہ علی افضل صحابہ ہین اور جب ایسا ہوا
تو واجب ہی کہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے امام وہ ہون نہ دوسرا اور کہا ہی کہ کلام مقام ثانی مین گذر چکا
الحال وہ وقت ہی کہ مقام اول کو بیان کرون بعد اسکے کہا ہی کہ شیعہ حجت لاتے ہین آنحضرت کی تفضیل پر قرآن سے
اور اخبار سے اور استقراء احوال علی ابن ابیطالب سے اور اسکی ذیل مین شیعون کے احتجاج کو آیہ مباہلہ کے ساتھ
اسطرح ذکر کیا ہی کہ جناب رسالتماب نے مقام مباہلہ پر علی ابن ابیطالب کو بلایا اور یہ معنی غایت فضیلت پر
آنحضرت کی دلالت کرتا ہی اور دعوی اول کا بیان دو وجہ سے ہی ایک یہ کہ اخبار اس مضمار مین قریب تواتر
اور غایت اشتہار مین ہین دوسرے یہ کہ مراد قول سے آنحضرت کے انفسنا وانفسکم فاطمہ وحسنین علیہم السلام نہین ہین
بسبب اسکے کہ انکا اندراج ابنائنا ونسائنا مین ہی اور اسی طرح آنحضرت کا نفس بھی مراد نہین ہی کیونکہ انسان اپنے نفس کو
خود نہین بلاتا پس معلوم ہوا کہ دعوت اسکی کی تھی کہ جو غیر نفس نبی اور غیر فاطمہ وحسنین علیہم السلام ہو اور باتفاق امت سوا
علی ابن ابیطالب کے دوسرے کو نہین بلایا پس معلوم ہوا کہ مدعو علی ہین اور دوسرے کا بیان بھی دو طرح پر ہی پہلے
یہ کہ قصد آنحضرت کا مباہلہ سے یہ تھا کہ حقیقت اپنے دین کی اظہار و روشن فرماوین اور یہ مقتضی اسکے ہی کہ مباہلہ مین
ایسے شخص کو حاضر فرماوین کہ جسکے بارے مین شفقت اور رافت آنحضرت کی بہت ہو والا منافقین کہتے کہ اگر
آنحضرت کو یقین و نصرت اپنے دین کی ہوتی تو یقینا اپنے اقارب کو جو محبوب ترین مردم انکے تھے اور انکی بہ نسبت
انسان کو خوف زیادہ ہوتا ہی شریک کرتے نہ بیگانون کو اور اجانب کو جنکے مرجانے کی انھین پروا نہین اور ظاہر ہی
کہ شفقت حضرت کی جناب امیر پر سب سے زیادہ یا بسبب انکے شدت قرب کے پیغمبر کے ساتھ تھی
یا بسبب انکے کمال فضل کے تھی اول باطل ہی والا اسطرح حضرت امیر کو مباہلہ کا شریک کیا عقیل وعباس کو
بھی مباہلہ مین داخل فرماتے پھر جب یہ نہ تھا تو ثابت ہوا کہ غایت اشفاق آنحضرت کا ان اشخاص پر جنھین مباہلہ
مین داخل اور حاضر فرمایا بسبب انکے کمال فضل کے تھا پس اس سے لازم آتا ہی کہ علی افضل خلق ہو دوسرے یہ کہ
آنحضرت نے جب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اپنا نفس و جان قرار دیا تو اس سے واجب ہوا کہ جو مدارج عالیہ
پیغمبر خدا کے واسطے حاصل ہین وہ آنحضرت کے لیے بھی حاصل ہون لان ذلک مقتضی الوحدة ترکنا العمل به فی النبوة
وهو التعدد فوجب العمل به فیما عداه اور یہ تقریر بہت متین ہی اور دلالت کرتی ہی اسی امر پر جسکے لیے شیعہ استدلال کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا سے نبوت کے سوا ہمسری رکھتے ہین اور اس برابری کا استنباط
لفظ انفسنا سے کرتے ہین اور حقیقی نفس رسول کو مراد نہین لیتے بلکہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو مراد انفسنا سے لیتے ہین
بدلیل مستحیل ہونے شخص کی دعوت کے اپنے نفس کے واسطے کیونکہ یہ بہت سی وجہون سے ثابت ہوا ہی

انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اب پھر مین برسر اثبات استدلال تقریب اول آیا ہون کہ جسے شاہ صاحب نے
مقدم کیا ہی پس کہتا ہون مین کہ پہلا مقدمہ اس تقریر مین وہ ہی کہ مراد انفسنا سے حضرت امیر علیہ السلام ہین اور
شاہ صاحب نے شیعون کی دلیلون کو جو اس مطلب پر وہ رکھتے ہین کہ مراد انفسنا سے وہی حضرت ہین مطلقا ذکر
نہین کیا اور دیدہ و دانستہ انکے ذکر مین خیانت کی ہی اور پھر قدرت خدا کی ہی کہ مباہات اپنی تقریر کا اور اثبات حق
اپنا شیعون پر کیا ہی اور جو تقریر کہ شیعون کی طرف سے بیان کی ہی اسکے جواب مین لکھا ہی کہ اس تمسک مین بوجوہ عدیدہ
خلل نے راہ پائی ہی پہلے یہ کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ انفسنا سے حضرت امیر مراد ہین بلکہ نفس نفیس پیغمبر خدا مراد ہی
فقط اور اسکے جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ یہ کلام چند وجہون سے مردود ہی پہلی وجہ یہ ہی
کہ ایک دلیلون سے ہمارے مفسرین کا اجماع ہی اسپر کہ انفسنا سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہین اور شاہ صاحب
کا اس سے انکار کرنا بسبب انکے جہل کے ہی اپنی کتب اخبار و تفسیر سے کیونکہ فاضل سیوطی جو انکے اعاظم مفسران
مذہب سے ہی اُسنے اپنی تفسیر در منثور مین لکھا ہی قال جابر انفسنا رسول اللہ وعلی وابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمہ کتاب
مذکور حاضر ہی جو چاہے دیکھ لے اور بہی ثعلبی نے اپنی تفسیر مین حضرت امیر کو انفسنا مین داخل کیا ہی اور امام
فخر رازی کا بھی کلام اسی کی طرف اشارہ رکھتا ہی اور فاضل ابن روزبہان نے کہا ہی کہ والمراد بالانفس ہنا الرجال
کانہ امر بان یجمع اولادہ ونسائہ ورجال اہل بیتہ فکان النساء فاطمہ والاولاد الحسن والحسین والرجال رسول اللہ وعلی یعنی مراد انفس سے اس جگہ مرد ہین گویا
کہ وہ حضرت مامور ہوے تھے ساتھ اس بات کے کہ جمع کرین اپنی اولاد کو اور عورات کو اور مرادان اہلبیت کو
پس عورت فاطمہ تھین اور اولاد آنحضرت کی امام حسن اور امام حسین تھے اور مردون مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور بہی دلالت کرتا ہی اسپر جو شیخ ابن حجر نے صواعق مین دار قطنی سے روایت
کی ہی ان علیا یوم الشوری احتج علی اہلہا فقال انشدکم باللہ ہل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ فی الرحم منی ومن جعلہ نفسہ وابنائہ ابنائہ و
نسائہ نسائہ غیری قالوا اللہم لا اور مولانا اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین اسکا ترجمہ اسطرح فرمایا ہی کہ ابن حجر جو متعصبین اہلسنت سے ہی
اُسنے اپنی کتاب مین جو نقل کیا ہی وہ موید اسکا ہی کہ یہ آیہ فضیلت پر حضرت مرتضی علی کی دلالت کرتا ہی اور کہا ہی کہ
حضرت مرتضی علی علیہ السلام نے حجت فرمائی تھی پانچوین صحاب پر جس روز کہ عمر ابن الخطاب نے امامت کو شوری پر
قرار دیا ہی اور فرمایا کہ مین تمھین خدا و رسول کے ساتھ قسم دیتا ہون کہ تم مین کون ہی جو رسول خدا سے قرابت اسکی
مجھسے زیادہ ہو اور پیغمبر خدا نے روز مباہلہ اسکے بیٹون کو اپنا بیٹا اور اسکی عورت کو اپنی عورت اور اسکے نفس کو
اپنا نفس کہا ہو انھون نے جواب مین کہا اللہم لا یعنی بار خدایا کوئی شخص ہم مین سے نہین ہی کہ ایسا ہو پس وائے
اُس جماعت پر کہ باوجود اِس تصدیق کے جو انھون نے کی تھی اور قسم کھائی تھی کہ خصم بھی اُسے کہتا ہی پھر عثمان کو
خلیفہ کیا اور روز قیامت کی روسیاہی پر راضی ہوے ولیکن اگر تین شخصون کی جگہ پر تینون کو مقدم کرتے جب بھی ترتیب

علی مرتضی علیہ السلام کا کم ہوتا یعنی قوجہکا الہہ وجہہ اللہ پھر جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ یہ صریح ہی اس بارے مین
کہ سب صحابہ آنحضرت کو نفس رسول جانتے تھے پھر کیا سبب ہی کہ یہ جاہل یعنی شاہ صاحب اپنی عصبیت کی
راہ سے اس سے انکار کرتا ہی اور حقیقت مین منکر رسول ہی اور کسی نے مفسرین مشاہیر سے اسکا انکار نہین کیا بلکہ
دعوی اتباع کا مفسرین نے اسپر کیا ہی اور فضل ابن روزبہان نے بھی باوجود اس عداوت اور خصومت کے اسمین
کچھ قدح نہین کی حالانکہ وہ ایسے مقامات پر بہت قدح کرتا ہی اور اسی کے موید ہی جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی علی منی
وانا من علی اور فرمایا ہی علی منی مثل راسی من بدنی اور فرمایا آنحضرت سے کہ حربک حربی اور جو روایت کہ فردوس دیلمی
مین ہی کہ وہ حضرت بمنزلہ میری روح کے ہین اور موید ہی اس سے وہ روایت جو جمع الجوامع الکبیر مین ہی عمرو بن عاص سے
قال لما قدمت من غزوۃ السلاسل فسالت رسول اللہ ای الناس احب الیک فقال عایشہ قلت لست اسالک عن النساء قال ابوھا قلت ثم من
قال ثم حفصۃ قلت لست اسالک عن النساء قال ابوھا قلت یا رسول اللہ فاین علی فالتفت الی اصحابہ ان ھذا یسالنی عن نفسی
یعنی کہا عمرو بن عاص نے کہ مین غزوہ سلاسل سے پھر کر پیغمبر خدا کی خدمت مین آیا پس پوچھا مین نے
آنحضرت سے کہ سب آدمیون مین زیادہ محبوب آپ کے نزدیک کون ہی فرمایا عائشہ مین نے عرض کیا
کہ مین عورتون کو نہین پوچھتا یہ سنکر فرمایا کہ اسکا باپ مین نے سوال کیا کہ یہ مین سمجھا لیکن ابوبکر کے بعد کون
محبوب ہی فرمایا حفصہ مین نے عرض کیا کہ عورتون کے حال سے نہین پوچھتا فرمایا اسکا باپ جب تو مین نے کہا
کہ ای پیغمبر خدا پھر علی ابن ابیطالب کہان رہے یہ سنکر آنحضرت نے اپنے صحابون سے التفات فرمایا اور
کہا کہ یہ شخص سوال کرتا ہی میرے نفس سے یعنی ابھی تک تو غیرون کے حال سے سوال کرتا تھا اب اسکے حال کو
پوچھتا ہی جو میری جان و نفس ہی کہ وہ علی ابن ابیطالب ہین اور بھی ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی
جاءت الاخبار بان رسول اللہ اخذ الحسن و حمل الحسین علی صدرہ و یقال اخذہ بالاخری و علی معہ و فاطمہ من ورائہم فحصلت ھذہ الفضیلۃ
للحسن والحسین من جمیع ابناء اہل البیت لرسول اللہ وابناء امتہ و حصلت ھذہ الفضیلۃ لفاطمہ بنت رسول اللہ من بین بنات النبی و بنات اہل بیتہ و بنات
امتہ و حصلت ھذہ الفضیلۃ لامیر المومنین من بین اقاربہ رسول اللہ واہل بیتہ و امتہ بان جعلہ رسول اللہ کنفسہ بقولہ وانفسنا وانفسکم
یعنی ابوبکر نقاش نے کہا ہی کہ اخبار اسی طرح وارد ہوئے ہین کہ پیغمبر خدا نے امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور امام حسین
علیہ السلام کو اپنے سینہ پر سوار کیا یا دوسرے ہاتھ پر اپنے بٹھایا تھا اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام آنحضرت کے
ساتھ تھے اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سب کے پیچھے تھین پس حاصل ہوئی یہ فضیلت واسطے حسن و حسین کے
منجملہ تمامی اولاد اہلبیت رسول کے اور اولاد امت کے اور حاصل ہوئی یہ فضیلت واسطے جناب فاطمہ زہرا
دختر پیغمبر خدا کے سب دختران پیغمبر خدا اور دختران اہلبیت اور دختران امت مین اور حاصل ہوئی یہ فضیلت
واسطے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے سب اقرباؤن مین سے پیغمبر خدا کے اور اہلبیت کے اور انکی امت کے

اسطرح کہ جناب حضرت رسول نے مثل اپنے نفس کے گردانا اپنے فرماتے ہے وانفسنا وانفسکم اور جوحج عبد الجبار معتزلی کا کلام ہی اسی کو مشعر ہی کہ نفسنا سے مراد وہ حضرت ہین اور کتاب جواہر العقدین مین بعض افاضل نے عبد الرحمان بن عوف سے نقل کیا ہی افتتح رسول اللہ مکۃ انصرف الی الطائف فحاصرہم سبع عشرۃ او تسع عشرۃ ثم قام خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اوصیکم بعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوۃ ولتؤتن الزکوۃ او لابعثن الیکم رجلا منی او کنفسی فلیضربن اعناقکم ثم اخذ بید علی فقال ہذا خرجہ ابن ابی شیبہ وعنہ ابو یعلی من طلحۃ ورجالہ الثقات انتہی توجمہ کلامہ رحمہ اللہ لیکن لائق ملاحظہ یہ امر ہی کہ حضرات علمائے اہلسنت کا عجب حال ہی کہ اپنی عصبیت کے وقت شدت مین کسی امر کا خیال نہین کرتے اور ایسے کلام کر جاتے ہین کہ جسپر کلی کو ہنسی آئے جیسا کہ امام اہلسنت فخر رازی نے اپنی کتاب نہایۃ العقول مین اوضح واضحات کو منع کیا ہی حیث قال واما آیۃ المباہلۃ فلا اعتراض علی وجہ الاستدلال بہا انا لا نسلم انہ دعا علیا رضی اللہ عنہ وقول الشیعۃ الاخبار بذلک متظاہرۃ قلنا لا نسلم فان ابن اسحٰق ذکر ہذا الخبر فی کتابہ ولم یذکر علیا انتہی لیکن آیہ مباہلہ پر اعتراض بطور استدلال کرنے کے یہ ہی کہ تسلیم نہین کرتے کہ پیغمبر خدا نے جناب علی بن ابیطالب کو بلایا اور مباہلہ مین انہین شریک کیا شیعہ یہ کہتے ہین کہ اخبار اس بارے مین ظاہر ہین ہم کہتے ہین کہ ہم اسے تسلیم نہین کرتے کیونکہ ابن اسحق نے اس خبر کو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مین اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ذکر نہین کیا انتہی توجمہ کلامہ سبحان اللہ کیا جوش عصبیت ہی کہ کتاب ابن اسحق کے سوا صحاح اور جملہ کتب اخبار و تفسیر و سیر اپنے مذہب والون کی نظر سے ساقط ہین اور امر عدمی سے استدلال ہی کافی ہی اسکے جواب مین جو جناب غفران مآب نے فرمایا ہی عماد الاسلام مین کہ اسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ جب کوئی خبر علمائے مخالف و موالف مین شائع ہو جائے اور صحاح اخبار مین انکے مروی ہو چکی تو ایک شخص کا اس سے ذکر کرنا اسکی دیانت مین البتہ قادح ہوگا لیکن صحت مین اس خبر کے اصلا قدح نہین کر سکتا ساتھ اسکے نہ ذکر کرنا ایک شخص کا دلالت اسپر نہین کرتا کہ مذکور حقیقت مین معدوم تھا کیونکہ جائز ہی کہ اس ایک کے لیے ایسے موانع ہون جس سے اسنے ذکر نہ کیا ہو فقط پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مضمون کہ بعد نزول اس آیہ کے جناب رسول خدا نے جناب علی مرتضی اور جناب سیدہ اور حضرت حسنین علیہم السلام کو طلب فرمایا کتب فریقین مین اس کثرت کے ساتھ مروی ہی کہ کسی طرح صاحب انصاف کو اور جو چشم بینا رکھتا ہوگا اسے گنجائش اس سے انکار کی نہین ہی بلکہ یہی انکار ضروریات سے انکار ہی چنانچہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام کے باب ثالث مین مقصد ثانی کی انیس حدیث طرق اہلسنت سے شاہد اس مطلب پر نقل کی ہین چنانچہ بعض انمین سے وہ روایت ہی کہ صحیح مسلم کے جزو رابع مین ذکر فضائل علی ابن ابیطالب مین باسناد اپنے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے کہ انہون نے اپنے باپ سے روایت کی ہی قال امر معاویۃ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعک ان تسب ابا تراب قال اما ما ذکرت ثلثا قالہن لہ رسول اللہ فلن اسبہ لان یکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم سمعت رسول اللہ علیہ خلفہ فی

بعض مغازیه فقال له علی یا رسول الله خلفتنی مع النساء والصبیان فقال له رسول الله اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه
لا نبی بعدی وسمعته یقول یوم خیبر لاعطین الرایة رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله فتطاولنا لها فقال ادعوا لی علیا فاتی
به ارمد العین فبصق فی عینیه ودفع الرایة الیه ففتح الله علیه ولما نزلت هذه الآیة قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل دعا
رسول الله علیا وفاطمة وحسنا وحسینا وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی یعنی سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ ایک دن معاویہ بن ابی سفیان نے
اُس سے کہا کہ ای سعد کیا مانع ہی تیرے واسطے اِس سے کہ تو ابو تراب پر سب ولعن نہین کرتا سعد نے کہا کہ جو تو کہتا ہی
اُسکی تین وجہین ہین کہ انھین پیغمبر خدا نے فرمایا ہی انکے سبب سے مین لعن آنحضرت پر نہین کرتا کہ اگر ان مین سے
ایک بھی مجھے میسر ہوتی تو وہ جملہ نعمتون سے میرے نزدیک محبوب تر ہوتی مین نے سُنا ہی پیغمبر خدا سے
جبکہ آنحضرت نے جناب امیر کو بعض لڑائیون مین مدینہ مین اپنے مقام پر خلیفہ فرمایا تھا اور حضرت علی ابن ابیطالب نے
پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتون اور بچون مین چھوڑتے ہین تو اُسوقت پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ
آیا تم راضی نہین ہوتے اِس بات پر کہ تم میرے لیے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے فرق اتنا ہی کہ بعد میرے
پیغمبر نہوگا اور سنا ہی مین نے پیغمبر خدا سے روز خیبر کو کہ ہر آئینہ اب دونگا مین علم لشکر اُس شخص کو جو خدا کو
اور اُسکے رسول کو دوست رکھتا ہی اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہین یہ کہکر سعد نے کہا کہ ہم سب
صحابیون نے آرزو و انتظار کیا کہ یہ مرتبہ میسر ہمکو ہو لیکن اُسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس علی ابن
ابیطالب کو بلاؤ جب وہ حضرت حاضر ہوے تو اُسوقت اُنکی آنکھین دُکھتی تھین پیغمبر خدا نے اپنا لعاب دہن
اُنکی آنکھون مین ڈالا اور علم لشکر اُنکے سپرد فرمایا پھر حق تعالی نے فتح کو اُنکے ہاتھ پر جاری فرمایا اور جب یہ آیہ قل تعالوا
ندع ابناءنا وابناءکم الآیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور حسنین کو بلایا اور کہا کہ
خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور یہ ایک روایت صحیح مسلم کی مثل خبر مذکور کے نقل کی ہی کہ انہین بھی بعینہ
اسی طرح ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو تفسیر ثعلبی سے اور در منثور سے نقل کی گئی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی
جو ابن مغازلی نے باسناد و وسایط اپنی کتاب مناقب مین جابر ابن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ
بزرگان نجران سے عاقب اور طیب یہ دو شخص پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوے پس حضرت نے انھین
اسلام کی طرف طلب فرمایا انھون نے عرض کیا کہ ای محمد ہم قبل اسکے کہ آپ اسلام کی طرف دعوت فرماوین
مسلمان ہو چکے ہین یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور اگر تم چاہو تو مین کہہ دون کہ کیا تمھین اسلام
قبول کرنے سے مانع ہی انھون نے کہا کہ اچھا بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ محبت صلیب کی اور شراب کا
پینا اور سور کے گوشت کا کھانا بعد اسکے انھین حضرت نے ملاعنہ کی طرف دعوت فرمائی یعنی اُنسے فرمایا کہ
تم ہمارے لیے اور ہم تمپر رحمت خدا سے دور ہونے کو اور مبتلا بہ بلا ہونے کو دعا کرین تاکہ حق و باطل جدا ہو جائے

انھون نے وعدہ کیا کہ ہم صبح کو اسکی تعمیل کے لیے حاضر ہونگے پھر جب صبح ہوئی تو پیغمبر خدا نے ہاتھ
علی ابن ابیطالب کا اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کا پکڑا اور انھین بلوایا کہ مباہلہ کرین لیکن انھون نے
مباہلہ سے انکار کیا اور خراج دینے کا اقرار کیا بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قسم ہی اسکی جسنے مجھے حق کے ساتھ
مبعوث فرمایا ہی کہ اگر وہ دونون مجھسے مباہلہ کرتے تو صحرا انپر آگ برساتا اسکے بعد جابر نے کہا کہ فیہم نزلت ہذہ الآیۃ
فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے حق مین یہ آیہ نازل ہوا اور یہی روایت جابر کا
تتمہ یہ ہی کہ قال الشعبی ابنائنا الحسن والحسین و نسائنا فاطمہ وانفسنا علی ابن ابیطالب اور پھر ایک دوسری روایت جزو ثانی
کتاب مغازی سے بہت بڑی نقل کی ہی کہ اسمین بھی ہی کہ بعد نزول آیہ مباہلہ راوی کہتا ہی فاجمع رسول اللہ مشتملا علی
علی والحسن والحسین و فاطمہ تمشی عند ظہرہ للملاعنۃ اور بعض انسے وہ روایت ہی جو حافظ ابونعیم نے باسناد اپنی ابن عباس سے
نقل کیا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جب اہل نجران آئے اور بعد اتمام حجت حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا فقل تعالوا الآیۃ
تو پیغمبر خدا اسطرح تشریف لائے کہ انکے ساتھ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہ تھین اور جب میدان مین حضرت کھڑے ہوے
تو ان بزرگوارون سے فرمایا کہ جسوقت مین دعا کرون تو تم آمین کہنا بعد اسکے اہل نجران نے مباہلہ سے انکار کیا
اور جزیہ دینے پر مصالحہ کیا اور پھر حافظ ابونعیم سے کہ انسے شعبی سے اسی طرح روایت کی ہی اور ایک روایت
ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیا سے نقل کی ہی اسمین بھی ہی کہ قال لما نزلت ہذہ الآیۃ دعا رسول اللہ علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا فقال اللہم ہؤلاء اہلی
اور دو روایتین موفق بن احمد سے روایت کی ہین ایک مین ان روایات سے ہی و دعا رسول اللہ فی المباہلۃ علیا و فاطمۃ
و حسنا و حسینا ثم قال اللہم ہؤلاء اہلی اور دوسری روایت مین یہ لفظ ہین فخرج رسول اللہ و علی بین یدیہ والحسن والحسین عن یمینہ و الیسار
الحسین عن شمالہ و فاطمۃ خلفہ ثم قال ہلموا فہؤلاء ابنائنا الحسن والحسین و ہؤلاء انفسنا و ہذہ نسائنا فاطمۃ اور دو روایتین ابراہیم محمد بن
حموینی سے نقل کی ہین ایک مین ہی فغدا الرسول اخذ بید علی و فاطمۃ والحسن والحسین صلوات اللہ علیہم اور اسی روایت مین ہی
قال الشعبی قال جابر وانفسنا وانفسکم قال رسول اللہ و علی صلوات اللہ علیہما و نسائنا فاطمۃ علیہا السلام و ابنائنا الحسن والحسین صلوات اللہ علیہما
اور دوسری روایت مین ہی ابن عباس سے نزلت فی رسول اللہ و علی علیہ السلام نفسہ اور دو روایتین حموینی سے نقل کی ہین
ایک مین ہی فاخذ النبی بید علی والحسن والحسین صلوات اللہ علیہم و جعلوا فاطمۃ ورائہم اور دوسری روایت مین ہی لما نزلت ہذہ الآیۃ
دعا رسول اللہ علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا صلوات اللہ علیہم فقال رسول اللہ اللہم ہؤلاء اہلی اور پانچ طریق سے مالکی نے اس مضمون کی
روایات نقل کی ہین ایک مین ہی لما نزلت ہذہ الآیۃ دعا رسول اللہ علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا و قال اللہم ہؤلاء اہلی اور دوسری مین ہی
فلما اصبحوا جاء الی رسول اللہ فخرج و ہو محتضن الحسین آخذا بید الحسن و فاطمۃ خلفہ و علی خلفہم و ہو یقول اللہم ہؤلاء اہلی اور تیسری روایت مین
مالکی سے ہی قال جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انفسنا و انفسکم محمد و علی علیہ السلام و ابنائنا و ابنائکم الحسن والحسین و نسائنا فاطمۃ رضوان
اللہ علیہم اجمعین اور پھر چوتھی روایت مالکی کی ہی ایضا عن الحاکم فی مستدرکہ عن علی بن عیسی و قال صحیح علی شرط مسلم مثلہ اور پانچوین روایت مالکی کی ہی

maablib.org

الصادق اوس ابو داؤد الطیالسی عن شعبۃ الشیعی مرسوھذا اور مصنف کتاب مبین نے لکھا ہی کہ روی العشرۃ من المحدثین عن الصحابۃ
من الصحابۃ والتابعین انها نزلت فی النبی وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین رضی اللہ عنہم اجمعین یعنی دس محدثین نے گیارہ صحابہ وتابعین سے
روایت کی ہی کہ یہ آیہ نازل ہوا جناب رسول خدا اور علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور امام حسن و امام حسین کے حق مین
اور مصنف مذکور نے کہا ہی اقول روی ذلک صاحب المشکوۃ وصاحب جامع الاصول عن صحیح مسلم عن سعد بن ابی وقاص لما نزلت هذه الآیة
ندعو ابناءنا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علیا وفاطمۃ والحسن والحسین فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی وفی الثعلبی عن عائشۃ رضی اللہ عنها ایضا والحافظ ابو نعیم عن جابر بن
عبد اللہ ... رواہ سمرۃ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال قال جابر بن عبد اللہ انفسنا محمد وعلی وابناءنا الحسن والحسین ونساءنا فاطمۃ
وقد رواہ الحاکم ... علی شرط مسلم ورواہ ابو داود الطیالسی عن شعبۃ عن الشعبی وروی عن ابن عباس والبراء بن عازب نحو ذلک
اور جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ احادیث متواترہ طرق عامہ وخاصہ سے صاف ظاہر ہی کہ یہ
شان مین آل عبا علیہم السلام کی نازل ہوا ہی جیسا کہ صاحب جامع الاصول اور اوروں نے صحیح مسلم سے روایت
کی ہی سعد بن ابی وقاص سے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ نے علی ابن ابیطالب اور فاطمہ
اور حسن اور حسین صلوات اللہ علیہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اللہم ہولاء اہلبیتی اور جناب سید سند حدیقہ مین ترمذی سے
نقل فرمائی ہی کہ اُسنے اپنی صحیح مین باسناد اپنی عامر بن سعد سے کہ اُسنے اپنے باپ سے روایت کی ہی لما نزلت هذه
الآیة ندع ابناءنا الآیة دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللهم هؤلاء اهلی ثم قال هذا حدیث حسن غریب صحیح یعنی پہلی وہ حدیث
نقل کی جسکے معنی مکرر مذکور ہو چکے ہین یعنی بعد نزول اس آیہ کے پیغمبر خدا نے علی کو اور جناب سیدہ وحسنین کو بلایا
اور بعد اُسکے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی غریب ہی صحیح واضح ہو کہ حسن اُن مصنف کی اصطلاح مین وہ حدیث ہی کہ جسکے اسناد مین
کوئی راوی ایسا نہو کہ وہ متہم ہو یعنی تہمت اُسپر لگ گئی ہو اور نہ شاذ ہو کہ نقل روایت اُس سے کم ہوئی ہو اور روایت
وہ بہو جہ کرتا ہو یعنی کسی محل نزاع مین یا کسی کی خوشی خاطر کے لیے یا کسی کی تائید مذہب کے لیے روایت کی ہو
اور صحیح وحسن کی حد وتعریف مین یہ فرق ہی کہ جو شرائط صحیح کے ہین وہ حسن مین معتبر ہین لیکن عدالہ راوی کی صحیح مین
چاہیے کہ ظاہر ہو اور اتفاق کامل ہو اور یہ حسن مین شرط نہین ہی اور پھر وہ محتاج ہی طرف اسکے کہ بہو جہ روایت
کی ہو گی جیسا کہ حسن مین ہی اور حسن بھی اُنکے نزدیک مثل صحیح کے حجت ہی اسی لیے وہ صحیح مین درج کیجاتی ہی
اور ابن صلاح نے کہا ہی کہ قول الترمذی حدیث حسن صحیح یرید بہ انہ روی باسنادین احدهما یقتضی الصحۃ والاخر الحسن وایضا فهو
غیر ممتنع ... حد الخ ... من الحسن الی الصحیح لقوة من المحققین اور کسی طرح ہو اس مصنف کے اس قول سے یہ بات ظاہر ہوئی
کہ روایت کے ساتھ اعتماد ووثوق چاہیے اور اسی اسنادون کے متعدد ہونے سے جو قوت حاصل ہوئی ہی اسی سے
وہ حد صحیح کو پہونچی ہی اور ہمارا مطلوب بھی اسیقدر ہی لیکن یہ جو اُسنے کہا ہی کہ غریب ہی خواہ یہ قول اسی جگہ پر ہو یا اور
اُسکی امثال مین بھی جو کہا جاتا ہی کہ وہ امر عجیب ہی کیونکہ غریب مین شرط یہ ہی کہ ایک راوی ہو اور اس حدیث کی کہین کا

متعدد و ظاہر ہے جیسا کہ گذرا اور بھی فاضل سیوطی نے تفسیر در منثور میں یہی خبر کو مسلم و ترمذی اور ابن منذر اور
حاکم اور بیہقی سے روایت کیا ہے حیث قال اخرج مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی فی سننہ عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت ھذہ
الآیۃ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم دعا رسول اللہ صلعم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی یعنی بعد اسکے اسی مضمون کا ہے یہ
فاضل مذکور نے اسکے بعد کہا ہے واخرج ابن جریر عن علباء بن احمر الیشکری قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قل تعالوا ندع ابناءنا الآیۃ ارسل رسول اللہ الی علی وفاطمۃ
وابنیھما الحسن والحسین ودعا الیھود لیلاعنھم یعنی جب آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے کسی کو بھیجا علی ابن ابیطالب اور
فاطمہ اور انکے دونوں بیٹوں کے بلانے کو اور یہود کو بلایا کہ وہ بھی اپنے تئین نصاریٰ سے ملاعنہ کریں سبحان [illegible]
کرنا فضیلت علی ابن ابیطالب اور اہلبیت کی مٹائی جاوے کہ فقط اہلبیت کو شریک مباہلہ نہیں فرمایا تھا بلکہ یہود
کو بھی طلب فرمایا تھا اور جواب اسکا صاحب عقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اول اہلبیت کا شریک فرمانا اور دیگر کا مباہلہ
مین طلب کرنا موافق روایات مشہورہ فریقین کے ایسا ہی ہے کہ جیسا ظہور نور شاہق طور پر ہوا اسکے مقابل میں ایسی روایت
شاذ و غریب کیا مفید و لائق اعتنا ہو سکتی ہے دوسرے انہیں کی اکثر روایات میں یہ مضمون ہے جیسا کہ موفق بن احمد
کتاب فضائل میں جو روایت ابن عباس سے نقل کی ہے اسمین موجود ہے کہ جب حضرت نے نصاریٰ نجران کو
مباہلہ کی طرف طلب فرمایا قال الاسقف لاصحابہ انظروا ان خرج فی عدۃ من اصحابہ فباھلوہ فانہ کذاب وان خرج فی خاصۃ من اھلہ فلا تباھلوہ فانہ نبی
یعنی اسقف نے جو علماء و بزرگان نصاریٰ سے تھا اپنے صحابوں سے کہا کہ دیکھو اگر وہ اپنے صحابوں کے ساتھ نکلے
مباہلہ کے لیے تو تم بھی اس سے مباہلہ کرو اسلیے کہ اس صورت میں وہ مدعی نبوت جھوٹا ہوگا اور اگر وہ اپنے خاص
خواص اہلبیت کو لیکر نکلے تو اس سے مباہلہ نہ کرنا کہ وہ پیغمبر برحق ہے اور یہ مضمون بہت سے اخبار میں ہے اور مفسرین نے بھی
انکے لیے لکھا ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت سوا خواص اہلبیت علیہم السلام کے اوروں کو شریک فرماتے تو اہل
نجران کیوں مصالحہ جزیہ دینے پر کرتے بلکہ مباہلہ کرتے اور مقابلہ سے باز نہ آتے اور جب یہود کو ملاعنہ نصاریٰ کے واسطے
طلب فرمایا تو کیا صحابی حضرت کی نظر میں مثل انکے بھی نہ تھے جو صحابوں کو طلب فرماتے حالانکہ کسی روایت سے
اسکا اثر ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے صحابوں کو شریک مباہلہ فرمایا ہو ہاں اسکا تعجب نہیں ہے کہ پیغمبر خدا نے
علی ابن ابیطالب اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کو تو اسلیے طلب فرمایا ہو کہ شریک مباہلہ ہوں اور یہود اور اوروں
کو اسلیے حکم حضوری دیا ہو کہ تا جب مباہلہ سے حقیقت اسلام ظاہر ہو تو وہ سب دیکھنے والوں پر حجت ہو اور سبب
انکی ہدایت کا ہو جیسا کہ اسی روایت میں موفق ابن احمد کی جس سے بعض فقرات ابھی زبانی اسقف کی منقول ہوئے
موجود ہے فلما اصبحوا بعث النبی الی اھل المدینۃ ومن حولھا فلم تبق بکر لم تر الشمس الا خرجت فخرج رسول اللہ وعلی بین یدیہ والحسن والحسین عن یمینہ
[illegible] الحسین عن شمالہ وفاطمۃ خلفہ ثم قال ھلموا فھؤلاء ابناءنا الحسن والحسین وھؤلاء انفسنا وھذہ نساءنا فاطمۃ فجعلوا یستترون
بالسواری ویستتر بعضھم ببعض تخوفا ان یبداھم بالملاعنۃ الخ لیکن اس وضع حدیث اور سخن سازی نے اسکا کچھ خیال نہ کیا کہ

اسمین کسی کے خلاف مرتبہ لازم آتا ہی اور کیسی خرابی ہوتی ہی کیونکہ مباہلہ اظہار حقیت کے واسطے تھا تو اہل حق سے
اہل باطل کو دفع کرنا منظور تھا پھر کیا یہود انکے نزدیک حق پر تھے جو پیغمبر خدا نے دفع نصاریٰ کے لیے طلب
فرمایا تھا شاید یہ واضع حدیث کچھ یہود سے محبت رکھتا ہوگا یا در پردہ انکی حقیت کا اثبات کرنا چاہتا تھا جو ایسے کہا
اور فاضل سیوطی سے تعجب ہی کہ باوجود اسلام پھر اسپر کیونکر راضی ہوے ناحق کو حق کے ساتھ شریک کرسکے
کیا کیا خرابیان لازم آتی ہین اور کیسا تعصب وعناد کا ثبوت کامل ہوتا ہی کہ جسے ادنیٰ عقل خدا نے دی ہی وہ بھی
اپنے مقام پر جب بنظر انصاف دیکھتا ہی تو سمجھتا ہی کہ منشا اسکا عداوت ہی جسنے وقت نقل عقل کو سلب کرلیا فقط
اُس سے زیادہ طرفہ یہ امر ہی کہ اُسی فاضل نے اِس جگہ پر کہا ہی اخرج ابن عساکر عن جعفر بن محمد عن ابیه فی هذه الایة فجاء بابی بکر و
ولده وبعمر وولده وبعثمان وولده وبعلی وولده یہ مضمون بھی ایسا عجیب ہی کہ کسی تفسیر اور کسی حدیث مین سوا اُس تفسیر اور روایت کے
کسی نے دیکھا نہوگا تفسیر بیضاوی اور کشاف زمخشری اور تفسیر کبیر امام فخر رازی جو بڑی تفسیرون سے حضرات
اہلسنت کی ہین وہ اِس سے خالی ہین اور آثار وضع کے اسپر ظاہر ہین اور یہ گمان نہین ہوتا کہ خواص وعوام سے کسی نے
تحقیق اِس مجمع کا مباہلہ مین سُنا ہو اور بڑے تعجب کی بات یہ ہی کہ ایسا دروغ بیفروغ جعفر بن محمد اور انکے والد بزرگوار
بانا رہا ہی کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا عقل حیران ہی کہ جب مباہلہ مین صحابون کا شریک کرنا موافق روایات
اہلسنت زبانی اسقف دلیل کذب دعوی نبوت کی تھی تو پھر حضرت کسطرح شریک فرماتے اور اگر شراکت صحابہ کی
اور انکی اولاد کی سواے شراکت اہلبیت علیہم السلام جائز ہوتی تو اور صحابون کو بھی چاہیے شریک فرماتے جب غیر
اہلبیت کی شرکت اور مداخلت انفسنا اور ابناءنا اور نساءنا مین صحیح ہوئی تو سب برابر تھے خصوصیت اصحاب
ثلثه کی کیا تھی اور کافی ہی تکذیب کو اِس خبر کی جو ابوبکر نقاش کی تقریر یہ انکی تفسیر سے قول جناب سلطان العلماء طاب ثراه
مین مذکور ہوئی اور بعض اُس سے یہ ہی خصلت هذه الفضیلة للحسن والحسین من جمیع ابناء اهل البیت لرسول الله وابناء امته
حصلت هذه الفضیلة لفاطمة بنت رسول الله من بین بنات النبی وبنات اهل بیته وبنات امته حصلت هذه الفضیلة لامیر المومنین من بین اقارب
رسول الله واهل بیته وامته بان رسول الله جعله کنفسه بقوله انفسنا وانفسکم وکفی الله المومنین القتال کیونکہ صاف اس سے ظاہر ہی کہ حضرت
واہلبیت سے کوئی سوا اُن بزرگوارون کے اِس فضیلت مین شریک نہین ہوا پھر کیا حال ہی حضرات اہلسنت کا
کہ ابھی بھی کتب کو نہین دیکھتے اور جو وقت جوش تعصب بھی مین آتا ہی وہ کہتے ہین اور بسبب اِسکے کہ اہلبیت
علیہم السلام سے بغض وعداوت دل مین بھرا رہتا ہی اسلیے کیا کیا جد وجہد ابطال فضائل آل مین کرتے ہین جیسا
کہ فخر رازی کہتے ہین بعد ان اخبار کثیرہ کے وارد ہونے کے کتب فریقین مین کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ پیغمبر خدا نے
مباہلہ مین علی ابن ابیطالب کو بلایا اسلیے کہ اسحق نے اپنی کتاب مین اِس خبر کے ساتھ اُسے ذکر نہین کیا اور فاضل
سیوطی جو قائل بھی ہین اور روایت کو نقل بھی کرتے ہین پھر اُسکے بعد کبھی یہود کو بھی شریک دعوت مباہلہ کرتے ہین

تاکہ شریک ملاعنہ وہ بھی ہون اور اختصاص علی ابن ابیطالب کا اس دعوت مین نہ رہے اور کبھی ابابکر و عمر و
عثمان اور انکی اولاد کو اس شرکت مین علی ابن ابیطالب اور اہلبیت پر مقدم کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ
منافقون کو آنحضرت کا ہمسر بنا مین یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواههم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون چونکہ حقیقت حال
اس خصوص مین اپنے کمال وضوح کی راہ سے خاصہ و عامہ پر پوشیدہ نہین ہو اور فاضل بیضاوی اور زمخشری اور
ابوبکر نقاش سب نے اسکا اعتراف کیا ہو کہ یہ فضیلت مختص باہلبیت علیہم السلام ہو پھر ایسی روایتون کا اختلاق و تعنت
ذات کے سوا کچھ ثمرہ و نتیجہ عقلا نہین دے سکتا یہانتک کہ جبکہ فخر رازی نے انکار کیا تھا کہ پیغمبر خدا نے
مباہلہ مین علی ابن ابیطالب کو نہین بلایا وہ ایسی بات ہو کہ ایسے متعصب کی بھی روایت سے ثابت ہوتا ہو اگرچہ
باشتراک دیگران بھی ہو و ھو نعم الوفاق اب منصف کو چاہیے کہ جسے متفق علیہ جانے اسکا یقین کرے اور جسے
اسکے خلاف پاے اور روایات خصم مین بھی غریب دیکھے ایسے اخبارات موضوعہ سے یقینی جانکر طرح کرے
اور لائق کان رکھنے کے اسے نہ سمجھے دوسری وجہ یہ ہو کہ شخص کی دعوت بہ نسبت اپنے نفس کے حقیقی نہین ہو سکتی
پھر انفسنا سے ذات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کسی طرح مراد نہین ہو سکتی بلکہ مراد اس سے علی ابن ابیطالب ہین کیونکہ
غیر آنحضرت کے رسول خدا کے سوا کوئی یقینی مراد نہین ہو اور فخر رازی نے کہا ہو اسکے جواب مین کہ ممتنع نہین ہو
یہ کہنا کہ انسان مجازاً اپنے نفس کی دعوت کر سکتا ہو جبکہ اپنے نفس سے ارادہ اسکے حاضر ہونے کا کسی موضع مین
کرے پس گویا کہ وہ اس دعوت سے اپنے نفس کو حکم کرتا ہو اور اسکے قبول کرنے کے لیے کہتا ہو اور یہ امر بھی اگرچہ
مجاز ہو لیکن جو شیعہ کہتے ہین کہ مراد انفسنا سے علی ابن ابیطالب ہین وہ بھی تو مجاز ہو اور انکا مجاز ہمارے مجاز سے
اولیٰ نہین ہو اب شیعون کو چاہیے کہ اپنے مجاز کی ترجیح ہمارے مجاز سے ثابت کرین انتہی ترجمۃ کلامہ اور اسی جہت سے
ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم اسکے جواب مین درپے ہوئے ہین کہ ترجیح کا اثبات کرین چنانچہ جناب آخوند صاحب نے
حق الیقین مین فرمایا ہو کہ اگر کوئی معاند متعسف یہان پر مناقشہ کرے اور کہے کہ ممکن ہو کہ انفسنا سے اپنے نفس کی
دعوت مراد ہو مجازاً اور ایک مجاز دوسرے مجاز سے اولیٰ نہین ہو تو ہم اسکا جواب کئی وجہون سے دے سکتے ہین
اور اس رسالہ مین دو جوابون پر اکتفا کرتا ہون پہلے یہ کہ مجاز اطلاق نفس کا غیر پر بہت شائع ہو دوسرے مجاز سے
اور عرب و عجم مین شائع ہو کہ کہتے ہین کہ تم بمنزلہ ہماری جان کے ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے خصوص مین یہ معنی
بہت سی روایتون مین طرق عامہ و خاصہ سے وارد ہوا ہو جیسا کہ صحاح مین منقول ہو کہ حضرت پیغمبر خدا نے
جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ انت منی وانا منک یعنی اے علی تم مجھسے ہو اور مین تمسے ہون اور کتاب فردوس الاخبار
مین روایت کی ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی بمنزلہ میرے سر کے ہین میرے بدن سے اور دوسری روایت
مین ہو کہ روح میری ہی میرے بدن سے اور ایک گروہ منافقین سے خطاب کرکے فرمایا کہ نماز کرو اور زکوۃ دو

یہان تک کہ بھیجون مین تمہاری طرف ایسے مرد کو جو بمنزلہ میرے نفس کے ہی یعنی علی علیہ السلام اور اِس بارے مین
بہت سی احادیث ہین اور یہ سب اِس مجاز کا قرینہ ہین دوسرے یہ کہ یہ آیہ ہر احتمال پر دلالت افضلیت پر اور امامت پر
آنحضرت کی کرتا ہی فقط اِسکے بعد اخوند صاحب نے تقریر طولانی فرمائی ہی بڑے تعجب کی بات ہی کہ شاہ صاحب نے
باوصف اِسکے کہ یہ ادعا کیا ہی کہ تقریب استدلال مین شیعون کی طرف سے تقریر ایسی لکھی ہی کہ جو انکی تقریرین
کتابون مین انکی مندرج ہین اُن سب سے حسن تہذیب اور خوبی تحریر مین ممتاز ہی لیکن اِن سب سے جو شیعون کی
کتابون مین مذکور ہین چشم پوشی کی اور اپنے بیان کی بھی روایات نہ دیکھین اور جو شبہ پرانا اپنے بیان کا تھا کہ
اسکا جواب کتب شیعہ مین مندرج ہی پیش کرکے عام فریبی مغالطہ دیا اور کہا کہ جو کچھ علماے شیعہ اِس احتمال کے
ابطال مین کہتے ہین کہ الشخص لا یدعو نفسہ یہ ایسا کلام ہی کہ جو مشابہ ہی اُس حجام کے کلام سے جو ایک گاون سے آیا تھا
اور اُس سے ایک عالم نے پوچھا کہ اِی فلان وہان جواز رانی بھی کرتے ہین ور جواز بھی پھرتا ہی یہ سنکر اُس حجام نے کہا
کہ اِی آخون بات سمجھکر کہو جواز کو یعنی کولھو کو نہین پھراتے اور جواز نہین پھرتا نرگاو کو پھراتے ہین ور نرگاو پھرتا ہی
اور عرف قدیم وجدید مین شائع وذائع ہی دعہ نفسہ الی کذا ودعوت نفسی الی کذا فطوعت لہ نفسہ قتل اخیہ وامرت نفسی
وشاورت نفسی الی غیر ذالک من الاستعمالات الصحیحۃ الواقعۃ فی کلام البلغا پس معنی ندع انفسنا کے نحضر انفسنا ہونگے انتہی پوشیدہ نہ رہے کہ
الشخص لا یدعو نفسہ کے معنی بہت واضح ہین کہ دعوت اپنے نفس کی بطور حقیقت متصور نہین ہو سکتی اور یہ خود بدیہی ہی
کہ حقیقی معنون پر اپنے نفس کی دعوت متصور نہین ہو سکتی کیونکہ طالب ومطلوب اور داعی اور مدعو مین تغایر ضروری
پھر اسناد دعوت نفس کی برسبیل حقیقت جب ہو گی کہ دعوت کرنے والے کی غیر کی طرف ہو پھر یہ دعوت نہو گی
مگر بسبب مجاز کہ جو بدون ضرورت اور بدون قرینہ کے مجاز نہین ہی اِسی لیے امام فخر رازی نے کہا ہی کہ ممتنع نہین ہی
کہ نہین کہ انسان اپنے نفس کی دعوت بمجاز کرتا ہی اور شاہ صاحب نے اپنے کلام سے تفرقہ حقیقت ومجاز کا اہمال کر دیا ہی
تا کہ عوام کی نظر مین اُنکے جواب کی قوت حاصل ہو حالانکہ اگر ادعا اسناد حقیقی کا رکھتے ہون تو جو شواہد آیات وغیرہ
محاورات سے وہ اپنے کلام مین لاے ہین وہ اِس مقدمہ الشخص لا یدعو نفسہ مین کچھ قدح نہین کر سکتے کیونکہ
محققین کے اصول کی کتابون مین یہ مسئلہ بہت تصریح کے ساتھ موجود ہی کہ استعمال حقیقۃ سے اعم ہی اور عام کی دلالت
خاص پر نہین ہو سکتی اور اگر شاہ صاحب کو یہ ادعا ہی کہ دعوت کے اسناد نفس کی طرف مجاز کی راہ سے صحیح ہی
تو یہ متصور نہین ہو سکتی مگر جبکہ قرینہ واضحہ قائم ہو اور قرائن اُس مجاز مین قائم ہین جسکا دعوی علماے شیعہ کرتے ہین
نہ ایسا کہ جیسے بعض اہلسنت اپنے تعصب کی راہ سے تجویز کرتے ہین جیسا کہ جناب اخوند صاحب کے کلام مین گذرا
اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین قول رازی کے جواب مین جو فرمایا ہی محصل اسکا یہ ہی کہ ہم کہتے ہین
کہ جمیع ہمارے مجاز کے ساتھ ہی کیونکہ جو تمنے مجاز اختیار کیا ہی اُس سے تمپر یہ لازم آتا ہی کہ دو مجاز کا تمنے ارتکاب کیا

ایک دعوت مین مجاز کیا کہ پیغمبر نے اپنے نفس کی تو دعوت بطور مجاز کے دوسرے شخص کے معنی کے
اطلاق مین پیغمبر کے اور مجاز اختیار کیا کہ متکلم مع الغیر کا اطلاق ایک پر کیا بخلاف اُسکے جو شخص کہ ایسی جگہ سے مجاز
لفظ نفس کے اطلاق مین لازم نہین آتا اور یعنی ہمارا یہ مجاز اپنے نظائر سے جو قرآن مین ہین ستا نفس ہو کیونکہ
حق تعالیٰ اسی آیہ مین فرماتا ہو ابناءنا ونساءنا اور یہ معلوم ہو کہ حسنین کے سوا اور اولاد کے کسی نے استعمال نہین کیا
اور اسی طرح جناب فاطمہ زہرا کے سوا کوئی النسوان سے مباہلہ مین شریک نہین ہوئین اور جناب سلطان العلما
طاب ثراہ نے اسکے جواب مین جو فرمایا ہی اسکا حاصل ترجمہ یہ ہو بعد سلطان الکلام دوسرے یہ کہ دعوت نفس کی از روے
حقیقت کے ممکن نہین ہو فلا یصار الیہ من غیر قرینہ ہان جو دعوت نفس کا اور اسکے مثل کا قائل ہو اسکا قول بطرق
مجاز صورت جواز کے رکھتا ہی لیکن اخیر دونون مجازون سے ارجح ہو اولیٰ اور اقرب ہو کیونکہ مجاز متعارف
اور متداول ہو کہ بمقام کمال اتحاد مین کہتے ہین ھو نفسی اور اہل عرب بھی کہتے ہین فلان جان من است و بمنزلہ
روح من است بخلاف دعوت نفسی کے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہو پھر راجح وہی ہوگا اور ظاہر ہو کہ اگر پیغمبر
اور حضرت امیر دونون مراد ہونگے جب بھی مجاز لازم آئیگا اور اگر تنہا جناب رسالتمآب مراد ہونگے پھر بھی
دو مجاز جو غیر متعارف ہین لازم آئینگے ایک دعوت مین اور دوسرا ابناءنا مین کیونکہ واحد پر اسکا اطلاق کلام
عرب مین متعارف نہین ہو جیسا کہ عنقریب ہی کہ تو اسپر مطلع ہوا انتہی ترجمہ کلامہ اور بہت ظاہر یہ امر ہی کہ اس مقام پر
مین خبرین ہین ایک دعوت کا لفظ دوسرے انفسنا کا لفظ تیسرے دعوت کا تعلق نفس کے ساتھ پس شیعون کے
مذہب کے موافق مجاز لفظ النفس مین منحصر ہی اور دعوت معنی حقیقی پر اپنے باقی ہی اور اسی طرح اسناد وقوعی کا بھی حال ہی
کہ وہ باوجود اسکے کہ مجاز شائع ہی محفوف بقرائن ہی جیسا کہ نقاد پر پوشیدہ نہین ہی اور بنا بر اہلسنت کی تاویل کے
خواہ مجاز لفظ دعوت مین ہو خواہ اسناد نسبت مین ہو کہ نفس داعی کی طرف نسبت دین یا غیر کی طرف اور نسبت
غیر کے ساتھ بر سبیل حقیقت ہو اِس صورت مین جمع ہونا حقیقت کا مجاز کے ساتھ لازم آیگا کیونکہ یہ بے شبہ ہی
کہ دعوت کا استعمال ابنا اور نسا کی نسبت بر سبیل حقیقت ہی کیونکہ لفظ دعوت ضیافت کی راہ سے دونون کی طرف
اپنے معنی حقیقی مین مستعمل ہی اور اسکے ملابستہ مین ہی پھر اگر ایسے استعمال مین نفس کی نسبت غیر آگے ہوا مین مستعمل ہو تو لازم
آتا ہی کہ استعمال واحد مین حقیقت و مجاز دونون جمع ہو جائین اور یہ ممتنع ہی جیسا کہ جمع معنی مشترک ہین ممتنع ہی علما
صرح بہ الرازی فی ذیل تفسیر ایۃ انما ولیکم اللہ اور قاضی محب اللہ بہاری نے بھی اپنی کتاب مسلم مین اسکی تصریح کی ہی
جیسا کہ کہا ہی ولا یجوز الجمع بینھما ای بین الحقیقۃ والمجاز مقصودین بالحکم بحراو ذلک الکنایۃ انتہی اور جناب سید سند نے ابو حامد غزالی سے
بھی نقل فرمایا ہی کہ انھون نے بھی تصریح کی ہو ساتھ اس بات کے کہ جمع کرنا درمیان حقیقہ و مجاز کے لغت کی راہ سے ممتنع ہی
اگرچہ عقلاً اُسے روا رکھا ہی اور ایک بام و دو ہوا نہین رکھتا ہی لیے شیعون نے استعمال لفظ دعوت کو اسکے ملابسات کے

نسبت ایک سلک مین کھینچا ہی اور مجاز کو نفس مین منحصر جانا ہی اور لیکن بنا بر قول جواز جمع کے جیسا کہ شافعیہ سے
منقول ہی پس اگر حقیقہ و مجاز کہین تو اسکا باطل ہونا واضح ہی جیسا کہ فاضل محب اللہ نے کہا ہی ویلزم کونہ حقیقۃ
ومجازا مع انہ قد اتفق علی منعہ کلبس ثوب بعضہ ملکا وبعضہ عاریۃ یعنی ایک چیز کے حقیقی اور مجازی ہونے سے باوجود اسلئے کہ اسکے منع پر
سب نے اتفاق کیا ہی لازم آتا ہی کہ ایک کپڑا ایسا پہنین کہ وہ مملوک بھی ہو اور عاریت بھی ہو فقط اور اگر مجاز صرف
کہین تو یہ لفظ مختلف فیہ اس مجاز سے کہ جسکے جواز پر اتفاق ہی البتہ مرجوح ہوگا اور اگر عموم مجاز کی تاویل کو پیش
کرین تو باوجود اسکے کہ جو مجاز ہونے کا مدعی ہی اسکی عبارت کے ساتھ کہ اسنے مجاز کی تخصیص بنسبت نفس کے
کی ہی موافق نہین اسکا فی نفسہ بھی البعید ہی کیونکہ اسکے بنا بر تو بالمرہ حقیقت ہاتھ سے جاتی ہی اور دعوت بنسبت
اپنے جملہ ملابسات کے کیا انفس اور کیا ابنا اور کیا نسا کے مجاز ہو جاتی ہی پھر تخصیص کہان رہیگی وہ تو عن اصلہ منتفی ہو جایگی
اور جب یہ حال ہو تو اس تقدیر مین بھی شیعون کے قول کا رجحان واضح ہی کیونکہ بنا بر اسکے قول کے مجاز منحصر ہونا
ایک لفظ انفس مین پس وہ ہی متعین ہی اور بھی موید ہی بنصوص اور خاص کر کے مفسرین کا اجماع اسپر متحقق ہی پھر
اسی کو مراد معتبر جاننا چاہیے اور جو اسکے سوا خلاف نصوص و اجماع مفسرین کے شاہ صاحب نے رنگا ہی
وہ محض تلمیع و تلبیس ہی تلک تعاقع کا اصل تھا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی بنسبت شیعون کی تقریر کے کہ یہ کلام
مشابہ ہی اس حجام کے کلام سے الخ یہ کلام شاہ صاحب کی شان کے خلاف ہی اگر کوئی جاہل مثل ویسے ہی حجام
جسکی حکایت شاہ صاحب نے لکھی ہی کہتا تو اسے زیبا تھا اور قائل اسکا ایسا ہی معلوم ہوتا ہی جب تو
سخن بے محل کہتا ہی اور جو حکایت جواز ونرگاو کی ذکر کی ہی اس سے مطلقاً مناسبت شیعون کے قول سے
نہین ہی کیونکہ یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا کہ دعوت کا اطلاق حقیقی ممنوع ہی اور مجاز مسلم خصم بھی ہی لیکن وہ مفید نہین ہی
شیعون کے مجاز کی ترجیح ثابت ہی اور کولھو کے پھرنے کا استعمال از بسکہ مجاز شائع ہی وہ جائز ہی اور اس جگہ
ایسا استعمال شائع مطلق نہین ہی اور اس مثال مین شاہ صاحب کی اور جو ہم کہتے ہین فرق ہی اسلیے کہ اس
مثال مین فی الحقیقت حرکت کولھو اور بیل دونون کے واسطے ہی اسلیے کہ بیل واسطہ فی الثبوت ہی لا فی العروض بخلاف
دعوت کے کہ وہ حقیقت مین متعلق غیر نفس داعی کے ساتھ ہوتی ہی اسلیے کہ اسکا مقتضا مغایرت ذات داعی کی
و مدعو کی ہی اور تعلق اسکا نفس نبی کے ساتھ مجاز ہی علاوہ اسکے جو حکایت حجام کی شاہ صاحب نے لکھی ہی وہ خود
انکے مذہب کے موافق نہین کیونکہ وہ حکایت صریح دلالت اسپر کرتی ہی کہ بیل کی حرکت حقیقی ہی نہ کولھو کی والا دونون کی
حرکت ثابت ہو اور جسطرح کہ کولھو کو بیل حرکت دیتا ہی اسی طرح بیل کو خدا اور قضا و قدر الہی پھیرتا ہی اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اور بھی پیغمبر خدا کی جانب سے الخ اسکے جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے فرمایا ہی محصل اسکا یہ ہی
کہ پہلے شاہ صاحب بیان کرین کہ مصداق نسائکم وابنائکم کا کون ہین اور اولاد اور داماد وقت نجران کے کون کون تھے

maablib.org

انکے سب کے نام معین اظہار کرین اسکے بعد مصداق انفسکم کو ہمسے پوچھین بالجملہ مباہلہ خدا کے حکم سے تھا اور آیت مین مذکور ہوا اور واب مباہلہ کا حاضر ہونا ان بزرگوارون کا تھا جو شریک مباہلہ بدعوت نبی ہوے تھے اور اسکا ذکر اخبار فریقین مین ہو رہی یہ بات کہ سب نصاریٰ کی طرف سے بھی حاضر تھے پہر اسکا اثبات کرین اور بعد اسکے شاہ صاحب کیا پوچھتے ہین کہ مصداق انفسکم کو بتاؤ اپنے محدثین و مفسرین سے پہلے پوچھین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ پس معلوم ہوا کہ حضرت امیر ابنا مین داخل ہین الخ یہ بھی خوب بات ہی یہ شاہ صاحب کو کہان سے معلوم ہوا حالانکہ جو جو تقریرین کہ پیشتر گذرین ہین انسے کبھی یہ معنی تازہ پیدا نہین ہوے اور نہ کوئی وجہ وجیہ کہ جس سے اس لازم کا لزوم ضروری ہو مذکور نہین ہوئی اور کوئی ربط اسے کلام ہاے گذشتہ سے نہین ہی اور ساتھ اسکے ہنوز کلام اسمین ہی کہ مجاز دعوت مین ہی یا مجاز انفس مین پس امامیہ مجاز انفس مین منحصر کرتے ہین اور اہلسنت دعوت مین مجاز کہتے ہین امام فخر رازی سے ترجیح مجاز کی انفس مین شیعون سے طلب کی تھی اب شاہ صاحب نے دونون مجاز جمع کیے یعنی ایک دعوت مین مجاز دوسرا داماد کو بیٹا کہتے ہین مجاز اور یہ بات ظاہر ہی کہ وہ مجاز پھر ایک مجاز کو رجحان ہی اور استناد اسکے محاورہ عرف کی طرف محض بیجا ہی اسلیے یہ قول شاہ صاحب کا توکان رکھنے کے بھی لائق نہین ہی اور کسی نے اب تک انکے بھی مفسرین اور علماے محققین مین سے کسی نے اس احتمال دوراز کار کو لکھا نہین لفظ انفس مین جو مجاز ہی کہ وہ موافق محاورات عرب و عجم کے شائع ہی اور اسکی تائید اخبار فریقین اور اقوال جمہور مفسرین مین واقع ہوئی ہی اس سے گریز کرنا اور ایسے احتمال دوراز کار کو لفظ دعوت مین مجاز کے قرار دینے کا مرتکب ہونا محض عصبیت سے اور بسبب بعض اہل ہند کے محاورہ کے ہے یہ التباس سے اختیار کرنا مثل مشہور کا مصداق ہوتا ہی جو عرب کہتے ہین فر من المطر و وقف تحت المیزاب جناب سلطان العلماء نے اسکے جواب مین جو فرمایا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ یہ سفاہت دیکھنے کے قابل ہی کہ اب تک کسی نے مفسرین سے نہین کہا ہی کہ حضرت امیر ابنا مین داخل ہین کون سی جگہ سے ہی کہ ہمیشہ موافق اسکے جو فریقین کی کتابون مین مذکور ہی یہ ہی کہ جمیع صحابہ حسنین علیہما السلام کو مخاطب بابن رسول کرتے تھے جناب امیر علیہ السلام کو کسی نے اس خطاب سے مخاطب نہین کیا ہان برادر رسول خدا کا اطلاق البتہ آنحضرت پر مسلم ہی اور احادیث مین وارد ہی جیساکہ حدیث مواخاۃ اسپر دلالت کرتی ہی اور ہا وہ حضرت خود بھی فرماتے تھے انا اخو رسول اللہ اور یہ بھی اگر وہ حضرت ابنا مین بھی داخل ہون جب بھی تو فضیلت ان جناب کے واسطے حاصل ہوگی جیساکہ حسنین علیہما السلام کے واسطے حاصل ہی اور جو ہم شیعون کا مطلوب ہی کہ یہ آیہ فضیلت پر آنحضرت کی دلالت کرتا ہی وہ بہرکیف جب بھی حاصل رہیگا اور بھی بیٹے کا اطلاق داماد پر اور اسکا محاورہ عرب مین شائع ہونا ممنوع ہی اور جو اسکا مدعی ہی وہ لائق مطالبہ دلیل ہی بغیر اسکے کہ اسکا قرینہ پایا جاے یہ اطلاق باطل ہی انتہیٰ ترجمۃ کلامہ رحمہ اللہ اور

بنابر اس تحقیق کے جو شاہ صاحب پر مکاشفات مین ظاہر ہوئی ہوگی کہ داماد بھی بیٹا ہے چاہیے کہ انکے قول کے
موافق جو عثمان بن عفان کو بھی ختن رسول کہتے ہین وہ بھی ابنا مین داخل ہون اور انکا بھی طلب کرنا و شریک
مباہلہ فرمانا جائز ہو حالانکہ جمہور اہلسنت کے نزدیک پیغمبر خدا نے انہین طلب نہین کیا اور انکی دعوت کو پسند
نہین فرمایا ایک سیوطی نے جو صحابہ کے ہمراہ عثمان بن عفان کے بھی آنے کو لکھا ہے وہ روایت شاذ و متروک ہے کہ
اسپر مفسرین فریقین نے اعتنا اور تعرض نہین کیا پس ثابت ہے کہ یہ قول لائق قبول نہین فتدبر بعد اسکے
شاہ صاحب نے کہا ہے کہ جیسا کہ حسنین علیہما السلام بھی حقیقت مین فرزندان نہین ہین انتہی پوشیدہ نہ رہے
کہ یہ کلام عداوت انضمام جو حالت جوش عصبیت مین شاہ صاحب کے منہ سے نکلا اور بے محل صادر ہوا
کیونکہ بیان ترجیح احد المجازین سے مطلب ہی یہ ہے کہ حسنین علیہم السلام ابنائے حقیقی رسول خدا کے تھے یا نہین یہ
اشارہ بھی پرانے شبہہ کا ہے جو قدماے اہل خلافت مثل بنی امیہ اور بنی عباس قدیم الایام سے بیٹے ہونے کی
نفی مین بلکہ حسنین علیہما السلام اور سائر ائمہ کرام علیہم السلام کے انتساب مین پیغمبر خدا کی طرف کہا کرتے تھے
اور دندان شکن جواب ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور انکے شیعون سے پاتے آئے ہین اور جواب سننے کے بعد
مصداق فبهت الذی كفر کا ہوتے آئے ہین اور اسی لیے انکے امام فخر رازی نے اسے بسمع قبول سنا ہے اور اس
بارے مین حق کی طرف رجوع کی ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کتاب کافی کلینی مین اور احتجاج طبرسی مین
مذکور ہے اور لفظ خبر یہ ہے عن ابی الجارود قال قال ابو جعفر ما يقولون فی الحسن والحسين قلت ينكرون علينا انهما ابنا رسول الله یعنی ابی جارود
جو راوی ہے کہتا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ دربارہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام
مخالفین کیا کہتے ہین مین نے عرض کیا کہ انکار کرتے ہین اس سے کہ وہ دونون بزرگوار فرزند رسول مختار کے ہین
یہ سنکر حضرت نے فرمایا فبای شیء احتججتم عليهم یعنی کس چیز سے تم انپر حجت لاے قلت يقول الله فی عيسى بن مريم ومن ذريته
الی قوله كل من الصالحين فجعل عيسى فی ذرية ابراهيم واحتججنا عليهم بقوله تعالى ندع ابناءنا وابناءكم یعنی عرض کیا مین نے کہ حجت لاے
ہم انپر حق تعالی کے قول سے جو دربارہ عیسی بن مریم فرمایا ہے کہ عیسی بن مریم کو ابراہیم کی ذریت سے قرار دیا ہے
اور حجت لاے ہم انپر قول خدا سے جو کریمہ قل تعالوا ندع ابناءنا مین فرمایا ہے راقم رسالہ کہتا ہے کہ اس حجت کو
تفسیر کبیر مین مصنف تفسیر نے پسند فرمایا ہے جیسا کہ ذیل مین اس آیہ کے کہا ہے اور واقع مین شاہ صاحب کے
قول کے رد کرنے کو انکے امام کا یہ قول کافی ہے هذه الآية دالة على ان الحسن والحسين كانا ابنی رسول الله صلى الله عليه وآله وعد ان
يدعو ابناءه فدعاهما فوجب ان يكونا ابنيه یعنی یہ آیہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ حسن و حسین دونون بیٹے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے
کیونکہ آنحضرت نے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنے بیٹون کو طلب کرونگا پس واجب ہے کہ یہ دونون بیٹے انجناب کے
ہون انتہی لیکن بڑے افسوس کا مقام یہ ہے کہ جو امام اور پیر ہو وہ اس آیہ کو آنحضرت کے فرزندان رسول خدا ہونے کی

دلیل قرار دی اور پیروی انکی مجاز کا ہو حاکم کے انکے فرزند حقیقی ہونے کی نفی کرے اور اپنی تعصبیت و عناد کو ظاہر
کرے حالانکہ انکے امام نے اسی دلیل پر اثبات میں بنوت حقیقی کے اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسری دلیل قرآن سے حسنین
علیہما السلام کے فرزند حقیقی ہونے پر بنسبت پیغمبر خدا کے ذکر کی ہے حیث قال ومما یؤکد ہذا فی سورۃ الانعام ومن ذریتہ داؤد و
سلیمان الآیۃ ومعلوم ان عیسیٰ انما انتسب الی ابراہیم علیہ السلام بالام لا بالاب فثبت ان ابن البنت قد یسمی ابنا یعنی اس معنی کو موکد ہے قول حق تعالیٰ کا جو سورۂ انعام میں
فرمایا ہے ومن ذریتہ داؤد الخ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہم السلام کی طرف منتسب نہیں ہوئے مگر اپنی
ماں کی طرف سے پس ثابت ہوا کہ تحقیق فرزند دختر کا بھی نام پسر رکھتے ہیں اور یہ کلام فخر رازی کا صاف اس بات
مشعر ہے کہ بیٹے کا اطلاق فرزند دختر پر بسبیل حقیقت ہوتا ہے جیسا کہ شیعوں میں بھی مذہب منصور ہے پھر اگر کوئی
شخص یہ کہے کہ یہ قول فخر رازی کا کہ قد یسمی ابنا مجاز ہونے پر دلالت کرتا ہے تو ہم اسکے جواب میں کہینگے کہ حرف
قد صیغہ مضارع پر لغت عرب میں اگرچہ تعلیل کے معنی کے واسطے آتا ہے لیکن معنی تحقیق کے بھی آتا ہے اور آیا ہے جیسا کہ
اپنے مقام پر ثابت ہے پس اس جگہ اسے معنی تحقیق کے سمجھنا چاہیے کیونکہ غرض اس بیان سے مصنف کی تائید
دلیل اول کی ہے جسکی دلالت فرزند حقیقی ہونے پر ظاہر ہے اور اثبات اس امر کا ہے جس سے بعض مخالفین کو انکار تھا
جیسا کہ عنوان کلام اسکا دلیل اول میں اسکا شاہد ہے کہ اسنے کہا ہے ہذہ الآیۃ دالۃ علی ان الحسن والحسین کانا ابنی رسول اللہ
صلعم اسنے بلفظ ان جو دلالت معنی تحقیق پر کرتا ہے اپنے دعوے کو مصدر و موکد کیا ہے اور اگر معنی تحقیق کی مراد نہوتی تو کہتا
کہ ہذہ الآیۃ دالۃ علی کون الحسن والحسین ابنی رسول اللہ اور جب قول اول میں تحقیق کا ارادہ ثابت ہو چکا تو قول ثانی
میں بھی اس حرف قد کو معنی تحقیق کے لیے مفید سمجھنا چاہیے والا کلام اول کی تائید کلام ثانی سے کیا حاصل ہوگی علاوہ
اسکے ہو سکتا ہے کہ تقلیل ابن مطلق کے اطلاق کی ابن البنت پر اس جہت سے ہو کہ اکثر واسطے ابن البنت کہتے ہیں جیسا کہ
فرزند کے فرزند کو ابن الابن کہتے ہیں نہ اس جہت سے کہ سلب کرنا ابن کا اس سے صحیح ہے اور وہ مجاز ہونے کی دلیل ہے
بلکہ اس اعتبار سے کہ عام کا استعمال خاص میں اس حیثیت سے کہ وہ بھی ایک فرد ہے عام سے حقیقت ہے اگرچہ خاص کو
اکثر تلفظ خاص تعبیر کرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو نفی کرنے والے آنحضرت کے فرزند رسول ہونے سے ہیں
انکا انکار اور مقصود اس لفظ سے نفی حقیقت کی ہے نہ مجاز کی کیونکہ مجاز میں تو کوئی مانع نہیں ہے یہاں تک کہ پسر
خواندہ کو بھی پسر کہتے ہیں پس مجیب کی غرض اثبات حقیقت ہی ہے سوا اسکے فند ہا اور پوشیدہ نہ رہے کہ جناب
سید سند نے فرمایا ہے کہ لفظ ابن اور ولد اور ذریت کا صادق آنا ابن البنت پر بسبیل حقیقت اگرچہ علمائے فریقین کے
نزدیک مختلف فیہ ہے جیسا قفال نے جو علمائے اہلسنت سے ہے اپنے بیٹے کی اولاد کا انتساب ابو البنت کی طرف
صحیح جانا ہے اور اسکی صحت کا حکم کیا ہے حیث قال کل احد ینسب الیہ اولاد بنیہ اور صاحب تلخیص نے جو اہلسنت سے ہے
اس انتساب کو خصائص نبی سے جانا ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر نے اپنے صواعق محرقہ میں کہا ہے وعد منہا [illegible]

قول صاحب التلخیص من اصحابنا ان من خصائصه صلی الله علیه وآله وسلم ان اولاد بناته ینسبون الیه صلعم واولاد بنات غیره لا ینسبون الیه جم فی الکفاءة وغیرها وذکر ذلک القفال وقال لا اختصاص بل کل احد ینسب الیه اولاد بناته ویوجه بحبر البیان کل نبی اب لا یصح ایکن حسنین علیہما السلام کے فرزندان رسول ہونے مین بلکہ جملہ بنی فاطمہ کے فرزندان رسول ہونے مین بنابر تصریح شیخ ابن حجر کے کوئی خلاف ظاہر نہین ہی اسی جگہ سے ہو کہ بعد چند سطرون کے شیخ ابن حجر نے کہا ہی ثم معنی الانتساب الیه صلی الله علیه الذی ہو من خصوصیاته انه یطلق علیه انه اب لهم وانهم بنوه فی الکفاءة والوقف علی الاولاد والوصیة لهم اما بنات غیره فلا یجری فیهم مع جدهم لامهم هذه الاحکام قال ومن فوائد ذلک ان یقال للحسنین ابنا رسول الله وهو اب لهما اتفاقا انتہی کلامه اور واضح ہو کہ شیخ ابن حجر نے آخر مین اپنے اس کلام کے کہا ہی کہ فائدون سے اسکے یہ ہو کہ حسنین علیہم السلام کو فرزندان رسول خدا کہتے ہین اور وہ حضرت انکے باپ ہین بالاتفاق یہ اس وا سطے بھی نہین ہو سکتا کہ کوئی گمان کرے کہ پیغمبر خدا نے انہین اپنا بیٹا قرار دے لیا تھا کیونکہ انقطاع تبنی کی تصریح قرآن مین بقوله تعالی وما کان محمد ابا احد من رجالکم ہو چکی ہو پھر کوئی کلام فرزند حقیقی ہونے مین حسنین علیہما السلام کی بہ نسبت جناب رسالتمآب کے نہین ہو لیکن بسبب پرانے شبہون کے اختلاف انتساب مین اولاد دختری کی طرف جد مادری کے علمائے فریقین مین جاری اور ساری ہوا اور یہی ذریعہ نفی کا حسنین علیہما السلام کے فرزند ہونے کی بہ نسبت جناب رسالتمآب کے منافقین کے نزدیک ہوا پھر اس صورت مین اگر بیان کو طول ہو لیکن تمہین ذاکر ہونا چاہیے کیونکہ اصل سبب یہی ہے اسلیے ایسی تحقیق ہونی چاہیے کہ جس سے کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اور حقیقت امر مثل روز روشن سب پر واضح ہو پس کہتا ہون مین باضافہ و تصریح بعض مطالب جو جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ منتسب ہونا اولاد دختری کا اجداد و جدات کی طرف میرے نزدیک ضعیف ہی بلکہ اولاد پسری اور دختری دونون اولاد ہونے مین اجداد کے خواہ وہ اجداد پدری ہون یا مادری ہون داخل ہین اور یہ مفاہیم مشہورہ ذریت اور نسل اور عقب اور بنوت کی مصداق ہین بسبیل حقیقت مندرج ہین اور دلیل انکے حقیقی ہونے پر وہ بھی ہی جو گذرا قول صاحب صواعق محرقہ اور قفال وغیرہ سے اور سوا اسکے اور بھی وجہین ہین پہلے یہ کہ روایت مین ہی کہ ابو الجارود نے جب آیہ مباہلہ سے جو احتجاج اسنے مخالفین پر کی تھی خدمت مین معصوم علیہ السلام کے عرض کی تو حضرت نے سنکر فرمایا فای شئ قالوا یعنی پھر اسکے بعد مخالفین نے کیا کہا قال قلت قالوا قد یکون ولد البنت من الولد ولا یکون من الصلب ابو الجارود کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہین کہ اولاد دختر کبھی ایسا ہو کہ اولاد سے ہو اولاد صلبی نہین ہوتی قال فقال ابو جعفر علیه السلام والله یا ابا الجارود لاعطینکهم من کتاب الله انهما من صلب رسول الله لا یردها الا کافر قال قلت جعلت فداک واین قال حیث قال حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم واخواتکم الی قوله وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم فسلهم یا ابا الجارود هل یحل لرسول الله نکاح حلیلتهما فان قالوا نعم فکذبوا والله ولئن قالوا لا فهما والله ابناه لصلبه وما حرمن علیه الا للصلب یعنی راوی کہتا ہو کہ پھر فرمایا آنحضرت نے کہ قسم بخدا ای ابا جارود وہ آیہ کتاب الله مین تجھے عطا کرتا ہون

ایسی حجت کو کتاب خدا سے کہ جو دلالت اسپر کرتی ہو کہ اولاد صلبی ہین اور رد نہین کرتا ہے مگر کافر جسنے عرض کیا
کرین آپ پر سے قربان ہون کہان ہو قرآن مین ایسی حجت جسکی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہو فرمایا کہ جہان کہین
خداوند عالم نے فرمایا ہو حرمت علیکم الآیہ یعنی حرام کی گئین تمپر مائین تمہاری اور بیٹیان تمہاری اور بہنین تمہاری
یہان تک کہ فرمایا کہ جورو ان بیٹون کی تمہارے جو تمہارے صلب سے باہر آئے ہین پسر اب پوچھ مخالفون سے کہ
آیا پیغمبر خدا پر حلال ہو کہ ازواج حسنین علیہما السلام سے نکاح کرین پہر اگر کہین کہ حلال ہو تو قسم خدا کی جھوٹ
کہتے ہین اور اگر کہین کہ حلال نہین ہو تو ہمارا کی قسم پہر لازم آئیگا کہ حسنین علیہما السلام فرزندان رسول خدا انکے
صلب سے ہون قسم بخدا کہ سبب تحریم ازواج کا انکی پیغمبر خدا پر نہین ہو مگر اندراج انکا حلائل ابناے صلب مین
دوسرے یہ کہ منتسب ہونے کی وجہ اولاد دختر کی کے اصلاب اجداد مادری سے یہ ہو کہ گویا مخالفین یہ
سمجھتے ہین کہ ماں محض ظرف ہو اور نطفہ مختص صلب داماد کے ساتھ ہو حالانکہ اولاد زن و شوہر دونون کے نطفہ سے
پیدا ہوتی ہو جیسا کہ دلالت کرتا ہو اسپر قول حکیم علیم یخرج من بین الصلب والترائب اور صلب صلب رجل ہو یعنی پشت
مرد کی ہو اور ترائب عورت کے سینہ کی ہڈیان ہین جنپر چھاتیان ہوتی ہین اور فرماتا ہو انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج
اور امشاج کی تفسیر یہ ہو کہ جو مختلط ہو اور جب مرد و عورت کی منی مین اختلاط ہو اسی وقت مصداق امشاج ہوگا
اور جملہ اخبار کی دلالت اسپر ہو کہ جو بچہ کبھی مشابہ ماں سے اور اسکے اقرباؤن سے ہوتا ہو اور کبھی باپ سے اور
اسکے عزیزون سے ہوتا ہو یہ باعتبار نطفہ کی سبقت کے ہوتا ہو مثلاً اگر پہلے باپ کا نطفہ نکلا ہو تو باپ سے
اور اسکے اقرباء سے مشابہ ہوگا اور اگر پہلے ماں کا نطفہ نکلا ہو تو بچہ ماں سے اور اسکے اقرباؤن سے مشابہ ہوتا ہو راقم
رسالہ کہتا ہو کہ یہ وجہ محتاج اس بیان کی ہو کہ آیا منی کا وجود مختص بہ رجال ہو یا مرد و عورت دونون مین پیدا ہوتی ہو
اور تخلیق جنین کا باپ اور ماں دونون کی منی سے ہو یا نہین پس جاننا چاہیے کہ شیخ الرئیس نے کتاب الشفا مین
کہا ہو کہ اطبا و حکما مین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہو جالینوس اور اطبا قاطبۃ اسکے قائل ہین کہ منی مرد و عورت دونون مین
ہوتی ہو اور ارسطو اور اسکے اصحاب اسپر ہین کہ منی مرد مین پیدا ہوتی ہو اور شیخ نے کبھی اس کتاب مین حمایت
جالینوس کی کی ہو اور کبھی ارسطو کی جیسا کہ یہ انکی عادت ہو کہ مسائل حکمیہ مین جو مختلف فیہ ہین کبھی کسی فریق کی
تحسین کرتا ہو اور کبھی کسی فریق کی تقویت یا تضعیف کرتا ہو لیکن کتاب قانون مین اسنے اسی مذہب کو اختیار
کیا ہو کہ مرد و عورت دونون مین منی پیدا ہوتی ہو اور دونون کی منی مادہ بچہ کے پیدا ہونے کا واقع ہوتی ہو
جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ اسکا بیان ہوگا لیکن مین پہلے کہتا ہون کہ یہ خلاف اس مسئلہ مین اس جہت سے
ہوا ہو کہ اطبا نے تو باعتبار مشاہدہ و تجربہ کی حقیقت امر کا اقرار کیا کہ دونون مین جوہر منی کو پایا اس سے اسکے
قائل ہوے اور اصحاب ارسطو نے جو نظر انکی تعریف پر کی کہ تعریف اسکی اسطرح کرتے ہین کہ منی جسم رطب سیال ہے

کہ اخلاط بدن سے اسکی طرف تحلیل ہوتا ہی ایسا استحالہ کہ جسکے ساتھ صلاحیت رکھے اسکی کہ اس سے دوسرا شخص
پیدا ہو اور باہر آتی ہی قضیب سے جھکتا ہوا تو چونکہ عورت مین انھون نے قضیب کو نہ پایا اور اچھلتے ہوئے
نکلتے نہ دیکھا جسطرح کہ مرد مین منی نکلتی ہی اس سے اسکا انکار کیا لیکن اس انکار کے ساتھ اسکے قائل ہین کہ ایک
رطوبت سفید عورت مین ہی کہ اسمین قوت قابلہ واسطے انعقاد و تصور کے ہی پھر یہ انکار از قبیل نزاع لفظی ہوگا کہ
اطبا اسے منی کہتے ہین اور حکما رطوبت بیضا قابلہ للانعقاد والتصور نام رکھتے ہین لیکن کچھ فرق اسکی حقیقت مین
نہین ہی حقیقت دونون کے موافق ایک ہی اور کوئی شبہ نہین ہی اسمین کہ وہ جسم رطب سیال جو رطوبات بدن سے
پیدا ہوتا ہی اور صلاحیت اسکی رکھتا ہی کہ اس سے دوسرا شخص پیدا ہو دونون مین موجود ہی اور اسپر اتفاق اطبا کا ہی
جیساکہ اسے فاضل قرشی نے بھی شرح قانون مین تسلیم کیا ہی اور استدلال چند مقدمات سے کرکے کہا ہی فوجب ان
یکون للمرءۃ منی الی آخرہ انتہی من شاء فلیرجع الیہ ضروری بات ہی کہ مرد کی منی مین تصویر کی قوت یعنی صورت بنانے کی
زیادہ ہی اور عورت کی منی مین صورت کے قبول کرنے کی اور صورت بننے کی قوت زیادہ ہی جیساکہ شیخ الرئیس نے
کہا ہی قانون مین وعند جالینوس و الاطباء ان الذکر و الانثی جمیعا لھما یقال علیہ اسم المنی فیھما باشتراک الاسم بل بالتواطؤ و لکل
واحد من الزرعین قوۃ التصویر و التصور معا لکن زرع الذکر اقوی فی القوۃ التی ھی مبدأ التصویر باذن اللہ و زرع الانثی اکثر فی القوۃ التی عنھا
مبدأ التصور وان منی الذکر یندفق فی قعر الرحم فیلعقہ الرحم بجذب شدید وان منی الانثی یندفق من داخل جرمھا من اوعیۃ و عروق الی موضع
الجنین و اما العلماء الحکماء فاذا تحصل مذھبھم کان محصولہ ان منی الذکر فیہ مبدأ التصویر وان منی الانثی فیہ مبدأ التصور فی الامر الخاص بقی ان
القوۃ للتصور فی منی الذکر تنزع الی التصیر الی شبہ ما انفصلت عنہ الا ان یکون عائق و منازع اور فاضل گیلانی نے شرح قانون مین کہا ہی
و اما کیف یکون التخلق من المنیین و لیس فی واحد منھما قوۃ فاعلۃ للتخلیق و التصویر کما ھو الحق و مذھبنا فلعلہ لان کل واحد من المنیین فلہ مادۃ للجنین
و صالح لتکون الجنین منہ و ذلک اذا کان علی المزاج المعتدل لکن منی الذکر ان اکثر حرارۃ و یبوسۃ من المعتدل و منی المرءۃ اکثر برودۃ و رطوبۃ من المعتدل فلذلک
لا یتولد من احد منھما شخص فی الاکثر و یکون کل واحد من الاثنیین خارجۃ عن الاعتدال علی ما ذکرناہ فلذلک انما یصلح کل واحد منھما لان یتکون عنہ الشخص
اذا امتزج بالآخر و حدث منھما مزاج معتدل و ذلک یکون فی الرحم اور حاصل اسکا یہ ہی لیکن کسطرح بچہ پیدا ہوتا ہی دونون منیون سے
حالانکہ کسی ایک مین ان دونون سے قوت فاعلہ تخلیق و تصویر کی نہین ہی جیساکہ وہی حق ہی اور ہم اطبا کا مذہب ہی
پس جاننا چاہیے کہ ہر ایک دونون منیون سے وہی مادہ ہی بچہ کے واسطے اور صلاحیت رکھتا ہی اسکی کہ اس سے
بچہ پیدا ہو اور یہ اسوقت ہی کہ جب وہ مزاج معتدل پر ہو لیکن مرد کی منی بہ نسبت معتدل کے گرم و خشک زیادہ ہی
اور عورت کی منی بہ نسبت معتدل کے سرد و تر زیادہ ہی اسی لیے ایک سے کوئی شخص پیدا نہین ہو سکتا یعنی
نہ تنہا مرد کی منی سے پیدا ہوتا ہی اور نہ تنہا عورت کی منی سے شخص پیدا ہو سکتا ہی اور اکثر مین یہ بات ہی کہ ہر ایک
انثیین کا مزاج اعتدال سے خارج ہوتا ہی جیساکہ ہمنے اسے ذکر کیا ہی پس اسی واسطے نہین صلاحیت رکھتا

ہر واحد دونون کے جوہر منی سے اس بات کی کہ اُس سے شخص پیدا ہو مگر جبکہ وہ دوسرے سے ملے اور مختلط
ہووے یہان تک کہ اُس امتزاج سے اعتدال حاصل ہو اور یہ رحم مین ہوتا ہی اور اس بیان سے بخوبی واضح ہوا
کہ منی مرد و عورت دونون مین ہی اور ہرگز ایک کی منی سے وجود شخص ممکن نہیں جب تک کہ امتزاج و اختلاط
رحم مین نہو اور بعد اختلاط کے بچہ اِن دونون سے پیدا ہوتا ہی اسی کی طرف حق سبحانہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہی
انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج اور شیخ الرئیس نے فصل رابع مین مقالہ تاسعہ کی کتاب حیوان الشفا مین
تصریح کی ہی حیث قال فاذا اجتمع المنی من الرجل والمرأۃ فی الرحم استدار علی نفسہ یعنی جبکہ مجتمع ہوتی ہی منی مرد سے اور عورت سے
رحم مین تو وہ بہیئت مستدیرہ رحم مین قرار پکڑتی ہی اور فاضل قرشی نے کہا ہی فلذلک اذا اجتمع المنیان فی الرحم و
اختلطا حصل من اختلاطہما مزاج انسانی استعد لذلک الممتزج من المنیین لقبول صورۃ الانسان والتعلق بنفس انسانیۃ حصل لہ ذلک من اللہ تعالیٰ
یعنی اسی لیے جبکہ مجتمع ہوتی ہین دونون منیان رحم مین اور مختلط ہوتی ہین اور ملتی ہین تو حاصل ہوتا ہی اُن
دونون کے ملنے سے مزاج انسانی ایسا مزاج کہ مستعد ہوتا ہی یہ ممتزج دونون منیون سے واسطے قبول کرنے
صورت انسان کے اور متعلق ہونے کے ساتھ نفس کے اور حاصل ہوتا ہی یہ خدا کی طرف سے پھر اب اِن
تصریحات کے بعد جو فحول علماے حکمت سے واقع ہوئی ہین پھر بھی محل باقی ہی کہ کوئی اس سے انکار کرے
اور کہے کہ نطفہ مختص والد کے ساتھ ہی اور مان محض ظرف ہی مگر یہ کہ چشم علم کور ہو یا تعصب و عناد غالب ہو
اور وہ اظہار کلمہ حق سے مانع ہو علاوہ اسکے اولاد صلبی سے کیا مراد لینگے سوا اسکے کہ منسوب الی الصلب کہین اور
اس صورت مین منسوب صلب کی طرف ہونے کے کیا معنی ہین اگر فقار ظہر یا وہ اعضا باپ کے جنہین فقار
پاے گئے ہین مراد ہین تو اُنسے بچہ کو کچھ تعلق نہیں ہی اور نسبت اُنکی طرف بے حقیقت ہی اور اگر خارج عن الصلب
مراد لین کہ وہ ماء رجل اور منی ہی تو البتہ یہ نسبت صحیح ہوگی لیکن حقیقت ما یخرج عن الصلب اور ما یخرج عن الترائب کی واحد ہی
کہ دونون جوہر جسم رطب سیال سفید ہین کہ مستحیل ہونے مین طرف اسکے اخلاط ہین اور صلاحیت رکھتا ہی اسکی کہ
اُس سے دوسرا شخص پیدا ہو جبکہ حاصل ہو اُسی امتزاج سے اعتدال لائق افاضہ صورت انسان و نفس کی جیسا
کہ کلام حکیم گیلانی و قرشی مین گذرا اور وہ دونون مادہ بچہ کے پیدا ہونے کا ہین بلکہ مشارکت مان کی زیادہ ہی جیسا
کہ اصحاب ارسطو قائل ہوے ہین کہ مرد کی منی رحم مین افادہ تولید و تصویر کا کرنے کے بعد باقی نہیں رہتی بلکہ
تحلیل ہو جاتی ہی اور مصنف موارد الحکم نے کہ شارح قانون ہی اسباب عسر حبل اور عقر مین کہا ہی وقد لا یحدث منہما ای
الزوجین ولد لکون منی الرجل مخالفا لما یثیر لما فی المنی المرأۃ مستعد للقبول و مشارکا علی احد المذہبین اشارۃ الی الخلاف وقع بین الاطباء ہل بعضہم
ان الجنین انما یتکون من منی المرأۃ فحسب و منی الرجل یؤثر فیہ تاثیرا یستعد بہ لان یخلق منہ المولود من غیر ان یصیر ہذا المنی جزء من بدنہ وقال بعض الآخر انہ
یتخلق من المنیین جمیعا فیکون کل واحد جزءا منہ حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ کبھی نہیں پیدا ہوتا ہی دونون مین یعنی مرد و عورت مین

جو جو رو اور خاوند مین بچہ بسبب اسکے کہ مرد کی منی تاثیر مین مخالف ہی عورت کی منی سے جن حالون کی عورت کی منی
مستعد القبول ہو یا مشارک بنا بر ایک دو مذہبون کے یعنی جبکہ عورت کی منی قبول صورت کے لیے مستعد ہو
اور مرد کی منی مین قوت افادہ تولید و تصویر کی نہو اور یہ بنا بر اس مذہب کے ہی جو کہتے ہین کہ منی مین عورت کی
استعداد قبول کی صورت کی ہی فقط اور جو کہتے ہین کہ مرد و عورت دونون کی منی مین قوت عاقدہ و منعقدہ ہی اور
دونون مشارک ہین بنا بر انکے منی عورت کی مشارک ہوگی یعنی اسمین قوت عاقدہ و منعقدہ ہوگی لیکن مرد کی
منی مین نہوگی تو اس صورت مین بچہ پیدا نہوگا اسی لیے شارح نے کہا ہی کہ یہ قول مصنف کا مستعد القبول او
مشارکا علی اختلاف المذہبین اشارہ ہی طرف اس اختلاف کے جو اطبا مین واقع ہی پس بعض نے کہا ہی کہ بچہ
بنتا نہین مگر مان کی منی سے فقط اور باپ کی منی اسمین تاثیر کرتی ہی ایسی تاثیر کہ مولود اس سے پیدا ہووے اسکے
کہ یہ منی باپ کی بدن مولود کا جزو واقع ہو اور دوسرے بعض نے کہا ہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہی دونون منیون سے
سب سے بس ہوتا ہی ہر واحد انسے جزو بدن مولود کا انتہی اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ مولود مین کسقدر مشارکت
مان کو ہی یہان تک کہ بعض اطبا اسکے قائل ہوگئے کہ باپ کی منی کو سوا افادہ قوت تولید و تصویر کے کچھ دخل ہی
نہین ہی اور باپ کی منی جزو بدن مولود کا ہوتی ہی نہین یہان تک کہ فاضل قرشی نے اقرار کیا ہی کہ کبھی بچہ
محض مان کی منی سے پیدا ہوتا ہی حیث قال فلذلک انما یعرض الحبل اذا اجتمع المنیان ومع ذلک یحصل فی النادر الحبل من منی المرأة وحدہا
اور یہ قول اسکا شرح مین قانون کے فن عشرون کے جو اعضاء تناسل کے امراض کے بیان مین ہی واقع ہی
من شاء فلیرجع الیہ علاوہ اسکے مشارکت مان کی تغذیہ جنین کے ساتھ اور تربیت اسکے نفس کی نفس جنین کے لیے
واضح ہی پھر ایسی حالت مین ظرف محض کہنا سوا بے علمی کے اور حماقت کے اور احتمال نہین رکھتا اور جب ثابت
ہوچکا کہ بچہ باپ اور مان دونون کی منی سے پیدا ہوتا ہی بلکہ مان کی مداخلت اور مشارکت بچہ کے بننے مین اور اسکے
بڑھنے مین باپ سے زیادہ ہی تو اب انتساب ابن لعبنت کا جد مادری کی طرف بھی البتہ حقیقی اور صحیح ہوگا
اور ویسا ہی ہی جیسا یہ انتساب طرف اجداد پدری کے حقیقی ہوتا ہی اور یہ ثبوت یقینی بذریعہ برہان لمی حاصل
ہوتا ہی جسکا مرتبہ بہت بڑا ہی استدلال عقلی مین اور یہ جو کچھ لکھا گیا موافق کتب عربیہ طبیہ کے ہی جسکے مصنفین اکثر
اہلسنت ہین ولیکن جو کچھ کہ حق اور صدق ہی وہ تحقیق حکماے متاخرین فرنگستان کے ہی جسے سواے تسلیم کرنے کے
کسی کو چارہ نہین ہی کیونکہ وہ تحقیق از قسم مرئیات ہی اور وہ یہ ہی کہ عورت کی منی مین بیضہ ہی اور مرد کی منی مین کثیر
ہوتا ہی یعنی ایک جسم مشابہ بہ کرم ہی اور اسمین حیات ہی صورت مین وہ مثل بچہ ماہی کے ہی جو اسی روز پیدا ہوتا ہی یہ حیوان
منی کے ساتھ زندہ رحم مین جاتا ہی اور بعد انزال کے اپنی حرکت ذاتی سے بھی تیرہ منٹ مین نصف انچہ آگے
بڑھتا ہی اگر منی عورت کی اپنے مقر اور محل تولد سے جو دونون کیسہ جانب یمین و یسار رحم مین ہین نکل کر رحم مین ہو

maablib.org

داخل نہین ہوئی تھی تو یہ حیوان رحم مین جا کر ان بیضات منویہ کے پس رحم مین متلاشی بحرکت دوری پھرتا ہی جب
نہین پاتا تو نکل آتا ہی اور نکلنے کے وقت مرجاتا ہی اور اگر منی رحم کے اندر قبل اِس حیوان کے پہونچنے کے آچکی تھی تو یہ
حیوان اپنا سر اُس بیضہ کے اندر گڑاتا ہی اور فوراً مرجاتا ہی اور بعد اُسکے رفتہ رفتہ مرد کی منی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رحم سے
نکلجاتی ہی فقط اِس حیوان کے ملنے سے بیضہ منویہ عورت کے ساتھ یہ اثر ظاہر ہوتا ہی کہ وہ بیضہ آناً فاناً وسیع
ہوتا جاتا ہی اور اُسمین خون جمع ہوتا ہی بعد اُسکے نقاط ثلثہ بڑھتے ہین جس سے دل و دماغ و جگر پیدا ہوتا ہی پھر سب
بچہ کامل ہوتا ہی جیسا کہ تفصیل خلق جنین لکھی ہی بالجملہ کوئی جز باپ کی منی سے جز بدن مولود نہین ہوتی سب
نکلجاتی ہی یہ خلاصہ تحقیق ہی پھر اب لائق غور ہی کہ بعد اُسکے اب بھی اِسکا محل باقی ہی جو کوئی نادانی سے بچے کو ماں
ظرف محض ہی حقیقت امر تو یہ ہی کہ جو کچھ ہی وہ ماں ہی اور تمام وجود و نشو و نمائے مولود اُسی سے ہی اور اِس صورت مین نسبت
بنوت کی ابن الام کے جد مادری کی طرف حقیقی اور اولیٰ ہی فتفکر و کن علی حق و لا تغفل اور جب یہ عموماً ثابت ہو چکا
تو ساتھ تائید آیات و اخبار کے یقینی جاننا چاہیے کہ حسنین علیہما السلام ابنائے صلبی حقیقی جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ کے تھے اور اِسی طرح جملہ بنی فاطمہ کا حال ہی فتدبر تیسری وجہ یہ ہی کہ ہارون نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے
پوچھا لہ جوزتم ان یقول الخاصۃ والعامۃ لکم یا بنی رسول اللہ وانتم بنو علی وانما ینسب المرء الی ابیہ وفاطمۃ انما ھی وعاء فقلت لو ان النبی
نشر فخطب الیک کریمتک ھل کنت تجیبہ فقال سبحان اللہ ولم لا اجیبہ بل افتخر علی العرب والعجم وقریش بذلک فقلت لہ ولکنہ صلی اللہ علیہ وآلہ لا یخطب
الی ولا ازوجہ فقال لم فقلت لانہ ولدنی ولم یلدک فقال احسنت یا موسی ثم احتج علیہ باشیاء السالفین یعنی کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہی کہ حضرت امام
موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ ہارون عباسی نے آنحضرت سے کہا کہ یہ تمنے کسلیے جائز رکھا ہی کہ خاصہ و عامہ تمھین ابنائے فرزند
رسول خدا کہتے ہین حالانکہ تم اولاد علی ابن ابیطالب سے ہو اور شخص منسوب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہی اور فاطمہ
ظرف محض ہین پوشیدہ نہ رہے کہ جو دوسری وجہ مین کہا گیا تھا کہ مخالفین ماں کو بچہ کی نسبت ظرف محض جانتے ہین
اِسکا ثبوت اِس روایت سے بہت واضح ہی بالجملہ جواب اِسکے جناب امام معصوم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اِسوقت زندہ ہون اور تجھسے تیری بیٹی کو اپنی زوجہ بنانے کے لیے طلب فرماوین تو آیا تو اُنکے خطبہ
و طلب کو قبول کریگا یا نہین ہارون نے کہا سبحان اللہ اگر پیغمبر خدا بیٹی کو میری طلب فرماوین تو کیون نہ قبول کرون
بلکہ افتخار کرون اِس سے تمامی عرب و عجم و قریش پر یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ لیکن وہ حضرت نہ ہمسے تمہاری بیٹی کو
طلب فرماوینگے اور نہ ہم اپنی بیٹی کو اُنکے نکاح مین دینگے یہ سُنکر ہارون نے کہا کہ اِسکی کیا وجہ ہی حضرت نے فرمایا کہ اِسکی
وجہ یہ ہی کہ ہم اُنکی اولاد سے ہین اور وہ حضرت ہمارے دادا ہین اور تمہارے دادا نہین ہین یہ سُنکر ہارون کہنے لگے کہا کہ واقعی آپنے
خوب فرمایا اے موسیٰ چوتھی وجہ یہ ہی کہ میراث منحصر ہی نسبت اور سبب مین اور وراثت باپ کے اقرباؤن مین اور ماں کے
اقرباؤن مین بسبب نسب کے ہی نہ سبب کے یعنی متقرب بین اب اور متقرب بین ام کی وراثت نسبی ہی نہ سببی پس اِس سے

ثابت ہوا کہ نسب طرفین کے واسطے ہی غایت مافی الباب یہ ہی کہ متقربین بالاب کا نسب متقربین بالام کے نسب سے
اقوی ہی فرائض شریفیہ مین بھی ولاخ الاخت لابوین و امھی بنت الاب لکونھا ابعد من القرابۃ وتقدیمھا علی الاخت للام لا قرابۃ الاب اقوی من قرابۃ الام
انتہی یعنی میت کی بہن حقیقی جو ایک مان باپ سے ہو دختر ابن سے موخر کی گئی اسلیئے کہ وہ ابعد ہی قرابت سے اور
مقدم ہونا بہن حقیقی کا مادری بہن پر اسلیئے ہی کہ باپ کی قرابت مان کی قرابت سے قوی تر ہی انتہی ولیکن قرابت کبھی
مختص غیر اولاد حقیقی کے ساتھ بھی ہوتی ہی کہ انہین قرابت ولادیت حقیقی کی حاصل ہوتی ہی کیونکہ اولاد کی اولاد اولاد ہی
اسی لیئے بعض اخبار خاصہ مین وارد ہی کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ انا ولدہ وما نحن بذوی قرابتہ یعنی ہم اولاد
پیغمبر خدا ہین اور اُنکے قرابت دارون سے نہین ہین وجہ پانچوین وہ روایت ہی جسے فاضل بخاری نے لکھا ہی
اور شیخ ابن حجر نے اُسے اپنی کتاب صواعق مین نقل کیا ہی حیث قال اخرج البخاری عن ابی بکرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ علی المنبر والحسن الی جنبہ ینظر الی الناس مرۃ والیہ مرۃ ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین قال واخرج
الترمذی عن اسامۃ انہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ والحسن والحسین علی ورکیہ فقال ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی
احبھما فاحبھما واحب من یحبھما یعنی فاضل بخاری نے ابی بکرہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ سے جبکہ وہ حضرت منبر پر تشریف رکھتے تھے اور امام حسنؑ اُنکے پہلو مین تھے کہ کسی وقت وہ
حضرت حاضرین کی طرف نظر فرماتے تھے اور کبھی امام حسن کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تحقیق کہ
بیٹا میرا یہ سید و سردار ہی اور یہ مضمون اتفاقی ہی اور بہت سی احادیث مین مثل اسکے وارد ہی اور بعد اسکے جو مضمون ہی
یعنی امید ہی خدا سے کہ وہ اُسکے ذریعہ سے اصلاح فرمائے درمیان دو لشکرون کے مسلمانون سے یہ یقینی شاذ و غریب ہی
اور ترمذی نے اسامہ سے نقل کیا ہی کہ اُسنے کہا کہ دیکھا مین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو جن حالون کے امام حسن اور
امام حسین علیہما السلام آنحضرت کی گود مین جانب راست و چپ تھے کہ فرمایا یہ دونون بیٹے میرے ہین اور میری بیٹی کے
بیٹے ہین خداوندا مین ان دونون کو دوست رکھتا ہون پس تو بھی اُنھین دوست رکھ اور دوست رکھ اُنھین جو انکو دوست
رکھین اور ظاہر اسکا یہی ہی کہ مراد اُس سے فرزند حقیقی ہی اور مثل اسی کے سبط ابن جوزی نے روایت کی ہی جناب
سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہی کہ اُنھون نے کہا بل ظاہر الشیخ الطوسی اجماع الامۃ علی ذلک فلاحظ کثرۃ استعمال ابنی
الحسن والحسین بل وباقی الائمۃ کثیرۃ بعد صحۃ ارادۃ المجاز اور واضح ہو کہ شاہ صاحب نے اپنے رسالہ سر الشہادتین مین یہ
اختیار کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے حسنین علیہما السلام کو اپنا فرزند بنالیا تھا اور سبب اِس قول کا بھی یہ ہی کہ تا اُنکے فرزند
حقیقی صلبی ہونے سے انکار باقی رہے لیکن جسطرح حمل لفظ ابن کا جو اُن احادیث سابقہ مین وارد ہی مجازی پر
نہین ہو سکتا اُسی طرح تبنی پر بھی یعنی فرزند قرار دے لینے پر بھی کہ وہ بھی قسم فرزند مجازی کی ہی اُنھین کے علما کی
تصریح کے موافق نہین ہو سکتا اور وہ حمل منافی ہی اُس سے جو صواعق محرقہ مین شیخ ابن حجر نے تصریح کی ہی کہ حکم تبنی کا

منقطع ہو چکا تھا قول خدائے تعالیٰ سے ما کان محمد ابا احد من رجالکم وغیرہ سے علاوہ یہ ہی کہ ہرگز ذہن سلیم اسے
قبول نہین کرتا خصوصاً بعد اسکے جو ہمنے ثابت کر دیا کہ ابن البنت کا بھی انتساب جد مادری کی طرف باعتبار
نطفہ ام کے حقیقی ہی کیونکہ جہان تحقیق حقیقت کا ممکن ہو وہان تکلفات کے ارتکاب کی کیا ضرورت ہی لیکن جو
شاہ صاحب نے حسنین علیہما السلام کے متبنّیٰ ہونے پر بمقام استشہاد کہا ہی فقد ثبت بطرق متعددۃ ان النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قال هما ابنای یعنی ثابت ہوا ہی بطریق ہاے متعددہ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ وہ دونون میرے بیٹے ہین
روی احمد فی مسندہ عن ابی اسحاق السبیعی عن هانی بن هانی عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ قال لما ولد الحسن جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیتہ حربا قال بل هو حسن فلما ولد الحسین قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال بل هو حسین فلما ولد الثالث
قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال بل هو محسن قال انی سمیتهم باسماء ولد هارون شبر وشبیر ومشبر اخرجه الطبرانی فی الکبیر والدار
قطنی فی الافراد والحاکم والبیهقی وابن عساکر کلهم عن علی رضی اللہ عنه واخرجه البغوی والطبرانی عن سلمان رضی اللہ عنه
مثله وفی القاموس شبر کبقم وشبیر کقمیر ومشبر کمحدث ابنا هارون علیه السلام انتهی یعنی روایت کی ہی
احمد نے اپنی مسند مین ابی اسحاق سبیعی سے کہ انھنے ہانی بن ہانی سے کہ انھنے امیر المومنین جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ فرمایا اُن جناب نے کہ جب امام حسن پیدا ہوے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاے اور
فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ اسکا کیا نام رکھا ہی مین نے عرض کیا کہ حرب نام رکھا ہی فرمایا بلکہ حسن اسکا نام ہی
اور جب امام حسین پیدا ہوے تو آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ اور اسکا کیا نام رکھا مین نے عرض کیا
کہ حرب فرمایا بلکہ وہ حسین ہی پھر جب تیسرا پیدا ہوا تو فرمایا کہ مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ کیا نام اسکا رکھا ہی مین نے
عرض کیا کہ حرب فرمایا کہ بلکہ محسن بعد اسکے فرمایا کہ مین نے اُن سب کا نام موافق ہارون کے فرزندون کے نام کے
رکھا ہی کہ انکے فرزندون کا نام شبر اور شبیر اور مشبر تھا اور اس سے روایت کیا ہی طبرانی نے کتاب کبیر مین اور
دارقطنی نے افراد مین اور حاکم اور بیہقی اور ابن عساکر سب نے علی رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا ہی اسے بغوی نے
اور طبرانی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے مثل اسی کے اور قاموس مین ہی شبر بقم کے وزن پر اور شبیر قمیر کے وزن پر
اور مشبر محدث کے وزن پر فرزندان ہارون تھے لیکن دیکھنے والے پر اسکے پوشیدہ نہ رہیگا کہ جو شاہ صاحب کو
نسبت حسنین علیہما السلام کے گمان ہوا ہی کہ وہ دونون بزرگوار فرزندان زبانی پیغمبر خدا کے تھے حقیقی نہ تھے اسپر دلالت
اس حدیث کی کسی طرح نہین ہوتی کیونکہ یہ بات بہت ظاہر ہی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اکثر مقامات پر
ابن البنت کو ابن فرمایا ہی جیسا کہ فریقین کی روایات اُس سے مملو ہین اور کسی طرح اُن مین اسکا اشعار نہین ہی کہ حضرت نے
انہین بیٹا بنایا تھا اور سوا شاہ صاحب کے اور کسی عالم نے علماے فریقین سے یہ نہین کہا کہ مراد ابن سے جو ان
روایات مین وارد ہی متبنّیٰ ہی اور کسی نے یہ نہین کہا کہ حسنین علیہما السلام بھی زید متبنّیٰ کی طرح پیغمبر خدا کے متبنّیٰ تھے

پھر جو شاہ صاحب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہو کہ وقت قرب ولادت مین حضرت رسول کا بلفظ
ابن فرمانا متبنّی کی دلیل ہی یہ ایسی بات ہو کہ اُس سے عداوت اور سفاہت ظاہر ہوتی ہی یہ تو جو وقت مین کہنا صحیح ہوتا
کہ اطلاق حقیقی کا ممکن نہوتا اور جب وہ ممکن ہی تو اسکی کیا ضرورت ہی کہ موافق کفار ہنود کے نواسے کو بیٹا یہ متبنّی بنائین
۔ بعد انقطاع حکم متبنّی جو بحکم خدا ہو چکا تھا پھر کہین کہ پیغمبر خدا نے اس فعل کو فرمایا اور بیٹا بنایا اور عمل متروک کو
رواج دیا ان نصوص سے متناص حقیقت لغویہ کا کیون نہین کرتے کیا وہ ممکن نہین ہی بلکہ وہی ظاہر ہی اور شاہد ہو اس
دعوے پر جو امامیہ کرتے ہین نہ اسپر جو شاہ صاحب کو مظنون از قسم ان بعض الظن اثم ہوا ہی پھر اگر کہین کہ اولاد دختری جد
مادری کی اولاد نہین ہی اسلیے ہم اسے متبنّی پر حمل کرتے ہین تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ تو پہلی نزاع ہی ہمارے تمہارے
کہ اسے ہمنے کہا ہی اور جو اسکی خلاف پر دلالت کرتا ہو لکھا ہی اور پھر عنقریب اسے لکھینگے یہان تک کہ منصف پر حقیقت تمام
ثابت ہو جائے جسکی وجہ یہ ہو کہ بنی آدم مین بلاشبہ فرزندان پسری اور فرزندان دختری داخل ہین جیسا کہ شیخ ابن حجر نے
صواعق محرقہ مین قفال سے اسے نقل کیا ہی کل احد ینسب الیہ اولاد بناتہ اگرچہ اسپر کہا ہو ویرد الخبر کل بنی ام ینتمون الی عصبۃ کیونکہ
انتساب قوی کے ساتھ اس انتساب کے جو ضعیف کے ساتھ ہو نفی نہین کرتا حق تعالیٰ فرماتا ہی واذ اخذ ربک من بنی آدم
من ظہورہم ذریتہم یعنی جبکہ نکالا رب نے فرزندان آدم سے انکی پشتون سے ذریات کو یعنی اولاد کو انکی اور حدیث قدسی مین ہی
یا ابن آدم ما تنصفنی اتحبب الیک بالنعم وتتبغض الی بالمعاصی یعنی اے فرزند آدم انصاف تو نہین کرتا کہ مین تو تیرے ساتھ اظہار محبت کرتا ہون
نعمتون کے وارد کرنے سے اور تو میرے ساتھ اپنی دشمنی اور مخالفت کو ظاہر کرتا ہی گناہ گاری کے ساتھ یعنی گناہون کا
مرتکب ہو کر اور فاضل بیضاوی نے ذیل مین کریمہ ومن ذریتہ داؤد الی قولہ عیسیٰ مین کہا ہی وہو ابن مریم وفی ذکرہ دلیل
ان الذریۃ تتناول اولاد البنت یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے ہین اور حق تعالیٰ نے بیچ قرآن مین ذکر فرمایا یہ
دلیل اسکی ہو کہ ذریت اولاد دختری کو بھی شامل ہی اور جو شاہ صاحب نے سر الشہادتین مین کہا ہی ان ابن البنت لہ حکم
ولہذا یعد عیسیٰ فی بنی اسرائیل یعنی فرزند دختر کے واسطے بھی ابن کا حکم ہی اور اسی لیے عیسیٰ بنی اسرائیل مین شمار کیے جاتے
ہین یہ مخالف ان مصرحات کے ہی جو فاضل بیضاوی اور امام فخر رازی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہی کیونکہ ان سب نے
اطلاق زبان کو عموم کا شاہد گردانا ہی نہ یہ کہ ابن البنت کو خارج جانکر حکم ابن کو اسکے لیے خارج سے استفادہ کیا ہو
جیسا کہ شاہ صاحب کو اسکا گمان ہوا ہی اور انکی رد مین کافی ہی انکے شیخ ابن حجر کا قول جو انھون نے کہا ہی اور کہا
ان معنی الانتساب الیہ صلوات اللہ علیہ الذی ہو من خصوصیاتہ انہ یطلق علیہ انہ ابوہم وانہم بنوہ حتی یعتبر ذلک فی الکفاءۃ الی ان قال وحتی ینظر
فی الوقف علی الاولاد واما بنات غیرہ فلا یجری فیہم مع وجود ہما کلام من ہذہ الاحکام نعم یستوی الجد للاب وللام فی الانتساب الیہما حیث یطلق
وانفس العقب علیہ فلا د صاحب التلخیص بالخصوصیۃ ما لہا القفال لعامۃ ذلک فلا خلاف بینہما یعنی معنی حسنین علیہما السلام کے منتسب
ہونے کے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ایسے معنی کہ وہ خصوصیات سے آنحضرت کے ہین یہ ہین کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ پر یہ اطلاق کیا جاتا ہی کہ وہ حضرت انکے باپ ہین اور وہ حضرات ان جناب کے بیٹے ہین یہان تک
کہ یہ بات کفایۃ مین بھی معتبر ہی یہان تک کہ شیخ مذکور نے کہا ہی کہ یہ باپ بیٹا ہونا اس درجہ تک ہی کہ وہ حضرات داخل
ہوتے ہین اس وقف مین جو آنحضرت کی اولاد کے لیے ہو اور لیکن آنحضرت کے سوا جو اورون کی بیٹیان ہین انمین
جاری نہین ہی انکے جد مادری کے ساتھ یہ احکام ہان جد پدری اور جد مادری اس بات مین برابر ہین کہ انتساب
اولاد دختری اور پدری کا دونون کی طرف ہوگا اس حیثیت سے کہ دونون پر اطلاق ذریت اور نسل اور عقب کا
ہوتا ہی پس صاحب تلخیص نے خصوصیت سے اس معنی کا ارادہ کیا ہی جو گذرا اور قفال نے عدم خصوصیت سے
یہ انتساب کا مراد لیا ہی پھر دونون مین کچھ خلاف نہین انتہی توجہ کلام بعیر اب اس تصریح کے بعد ابن البنت کس طرح
خارج ہو سکتا ہی خصوصًا ملخص فیہ مین یہ کہان متصور ہو سکتا ہی اور جب انتساب اولاد دختری اور پسری دونون کا
اجداد پدری اور مادری کی طرف برابر ہی تو پھر اس زعم باطل کا محل کہان ہی کہ ابن البنت کو خارج جانکر حکم
ابن کا انکے لیے خارج سے استفادہ کرین فتدبر ساتوین وجہ وہ ہی جو فاضل فیروز آبادی نے قاموس مین کہا ہی
والابن ہو الولد اور حق تعالی نے قرآن مین فرمایا ہی یوصیکم اللہ فی اولادکم اولاد پسری اور اولاد دختری دونون کو شامل ہی
پھر ان دونون مقدمون سے ظاہر ہوا کہ ابن البنت مثل ابن الابن کی دادا کے لیے آٹھوین وجہ یہ ہی کہ دادا خواہ پدری ہو
یا مادری ہو آبا مین داخل ہی اور ازواج اولاد پسری اور دختری دونون کے حکم حرمت حلائل ابنا مین داخل ہین
اور حضرات اہلسنت نے جد مادری کا نام جد فاسد رکھا ہی یہ خود قول فاسد ہی کتاب کافی مین روایت منقول ہی
حاصل اسکا یہ ہی کہ ایک روز ہارون رشید اور جناب امام ابو الحسن روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مین داخل ہوے
پس جناب ابو الحسن ہارون سے آگے بڑھے اور اشارہ قبر شریف کی طرف کرکے کہا حضرت نے کہ السلام علیک یا ابت یعنی
رحمت خدا نازل ہو آپ پر ای پدر عالی مقدار اسوقت ہارون نے کہا کہ جو حق تعالی نے یہ نسبت حضرت عیسی کے
فرمایا ہی وہ سنا ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان یہ سنکر ہارون نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ حضرت انکے باپ ہین
از روے حقیقت کے نوین وجہ یہ ہی کمال الدین ابن طلحہ شامی شافعی نے روایت کی ہی کہ شعبی آل رسول کی طرف
میلان رکھتا تھا اور اسکا یہ حال تھا کہ جب ذکر آل رسول ہوتا تھا تو کہتا تھا ہم ابنا رسول اللہ و ذریت یعنی وہ فرزندان
رسول خدا ہین اور انکی نسل و ذریت ہین یہی انکی کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول مین اسکے حال سے
لکھا ہی کہ یہ خبر حجاج بن یوسف کو پہونچی اور اکثر اسکی صحبت مین اسکا ذکر ہوا اور اکثر اشخاص نے اس سے کہا کہ شعبی کا
یہ حال ہی یہ سنکر اسے غصہ آیا اور شعبی کی نسبت آزردگی ظاہر کی اور اسے ایک روز اپنی صحبت مین طلب کیا
جسوقت کہ بزرگان مصر مین اور انکے علما اور قرا اسکے پاس مجتمع تھے جب شعبی آیا اور بیٹھا تو اسنے کہا کہ یہ کیا بات ہی
جو مجھے تیرے حال سے پہونچی ہی اور وہ گواہی دیتی ہی تیرے جہل و نادانی کی یہ سنکر شعبی نے کہا کہ وہ کیا بات ہی

اے امیر المومنین حجاج نے کہا کہ کیا تو یہ نہین جانتا فرزندان رجل منسوب نہین ہوتے مگر اپنے باپ کی طرف اور انساب
نہین ہوتے مگر آبا سے پھر تیرا کیا حال ہی کہ فرزندان علی کو فرزندان رسول و ذریت رسول کہتا ہی آیا انہین بہی
اتصال کچھ پیغمبر خدا سے ہی سوا اسکے کہ انکی مان فاطمہ ہین جو دختر رسول ہین اور نسب بدختران نہین ہوتا بلکہ
بہ پسران ہوتا ہی یہ سنکر شعبی نے ایک ساعت بھر گردن جھکائی یہانتک کہ حجاج نے انکار اطناب مین
اولاد دختری کے جد مادری کی طرف مبالغہ بہت کیا بعد اسکے شعبی نے کہا کہ یہ کیا سبب ہی کہ مین تجہے
کلام کرتے اس شخص کا دیکہتا ہون کہ جو کلام خدا اور سنت نبی سے جاہل ہو یا اس سے روگردان ہو یہ سنکر حجاج کا
غیظ و غضب اور بہی زیادہ ہوا اور کہا کہ مجہے شخص کے لیے تو ایسا کہتا ہی وائے ہو تجہپر شعبی نے کہا کہ ہان تم
قرا مصر مین موجود ہین آیا حق تعالی نے قرآن مین نہین فرمایا یا بنی آدم و یا بنی اسرائیل اور ابراہیم کی حکایت مین فرماتا ہی
ومن ذریتہ عیسی اور آیا عیسی کا اتصال تینون سے مان کے سوا اور کچھ تہا اور پیغمبر خدا سے نصیحت منقول ہی کہ فرمایا
ھذا ابنی سید جب یہ سخن شعبی کا تمام ہوا تو حجاج نادم ہوا اور شعبی کے ساتھ مدارا و تلطف کرنے لگا اور شعبی کا
قول حجت ہی سب اہلسنت کے واسطے دسوین وجہ یہ ہی کہ ابن البنت اپنی مان کا بیٹا از روے حقیقت کے ہی
اور اس سے معلوم ہوا کہ فرزند حقیقی ہونے کے لیے صلب سے پیدا ہونا ضرور نہین ہی اور مفہوم ابن مین صلب سے
پیدا ہونا معتبر نہین ہی کیونکہ ابن البنت جسطرح دختر کا بیٹا ہی اسی طرح اسکے شوہر کا ہی یعنی دونون کا فرزند حقیقی ہی
اور جسطرح دختر زادہ ابن البنت ہی اسی طرح پسر زادہ ابن الابن ہی غایت مرسیان یہ ہی کہ ابن الابن جو جد پدری کا
ابن ہی اسمین تکرار صلب ہی اور ابن البنت مین صلب مکرر نہین ہی بلکہ مان واسطہ ہی بالجملہ پوتا اور نواسہ دونون بواسطہ
فرزند ہین بے واسطہ نہین ہین پھر اگر واسطہ کا تحقق بیٹا ہونے کے منافی ہو تو چاہیے کہ پسر زادہ بہی بیٹا نہو جسطرح
کہ شاعر عرب نے کہا ہی بنونا بنو ابنائنا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ جو بعض ہمارے علما نے مثل شہید ثانی رضوان اللہ
علیہ کے بسبب اسکے کہ شبہہ اہل خلاف کا پہلے سے انکے ذہن مین مرتکز ہو گیا تہا کہا ہی کہ پسر دختر جد مادری کا
پسر نہین ہو سکتا بسبب اسکے کہ سلب بنوت اس سے صحیح ہی یعنی یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ اپنے نانا کا بیٹا نہین ہی
اور یہ مجاز کی نشانی ہی یہ انکا قول تمام نہین ہی ورنہ اس سے یہ لازم آتا ہی کہ ابن الابن بہی حقیقت مین دادا کا
بیٹا نہو واسطے صحیح ہونے اس بات کے کہ کہتے ہین کہ یہ فلان شخص کے فرزند کا فرزند ہی ساتھ اس بات کے کہ
سلب کا صحیح ہونا مجاز کی دلیل موقوف ہی کہ سلب حقیقی ہو ورنہ سلب مجازی جسطرح کہ بلید و احمق کو کہتے ہین
کہ انسان نہین ہی یہ اطلاق کے مجاز ہونے کے اوپر دلیل نہین ہو سکتا اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابن کا اطلاق ابن الابن اور
ابن البنت پر حقیقی ہی تو اس سے بنوت کے سلب کرنے کی صحت بمعنی عام یقینی مسلم نہو گی بلکہ مقصود نفی سے
اس جگہ ولدیت خاصہ کی نفی ہو گی جو بلا واسطہ ہوتی ہی اور عام جبکہ استعمال کیا جاے خاص مین بما ہو خاص

تو مجاز ہوتا ہی یقینا جیسا کہ فاضل بحرانی نے کتاب حدائق مین فرمایا ہی اما ما قال شیخنا الشہید الثانی فی قرینة المجاز من صحة السلب فی قول القائل انہ لیس ابنی بل ابن بنتی او ابنا بنی مردود بانہ غیر مسلم علی الاطلاق فان الاصل عدم صحة السلب لولد تحقیقه اذ المراد القرینة الصارفة عن المعنی الحقیقی اذ المراد بلا واسطة فان قال ابنی لیس من غیر الاتیان بالاضراب معنا و صحة السلب اما بقول شاعر بنونا بنو ابنائنا و بناتنا ابنائہن بنو الرجال الاباعد یعنی سلب بنوت کی صحت کو یعنی حقیقی بیٹا ہونے کی نفی کی صحیح ہونے کو جو شاعر کے کلام سے احتجاج کیا ہی کہ اُسنے کہا ہی کہ فرزند ہمارے ہماری اولاد ذکور ہی اور بیٹیان جو ہماری ہین اُنکے بیٹے غیر مردون کی اولاد ہین پس یہ اُن اولاد کے مقابل مین جو آیات قرآنی اور عقلیات اور احادیث نبوی وغیرہ سے مذکور ہوئین پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیسا کہ بعض افاضل عراق نے کہا ہی کہ یہ بیت ساتہ اسکے کہ اعرابی کا جاہل قول ہی معارض کتاب و سنت کو نہین ہو سکتے بلکہ وہ محمول ہی ارادہ متعارف معتاد پر جلب منافع دنیویہ اور رفع مضار پر اولاد پسری کے ساتھ نہ اولاد دختری کے ساتھ یعنی ایک مشہور بات ہی کہ پسر اور اسکی اولاد گھر کو اور اسکے مال کو اپنا گھر اور اپنا مال جانتے ہین اور خانہ دختر کو اور اسکی اولاد کے گھر کو خانہ غیر سمجھتے ہین مثل بیگانون کے جانتے ہین بلکہ شاید ظہور ارادہ اس شاعر کا مجاز سے اور مبالغہ کرنے سے نفی مین شاید بسبب ارادہ بیان وضع کا اور لغت کا بعید ہی بلکہ ممکن ہی کہ یہ اس طرح ہو جیسا کہ قول شاعر ہی ... ایک نوع مجاز ہی فقط علاوہ اسکے انتہائی بات جو اس بیت سے معلوم ہوئی ہی وہ یہ ہی کہ پسر دختر ... اور اس بنوت مین تو کچھ محل کلام کا نہین ہی لیکن جو مفہوم کی راہ سے وہ مشعر اسکا ہی کہ اس شاعر کا نواسہ اسکا بیٹا نہین ہو سکتا وہ محتمل اسکا ہی کہ قوت پر قرابت پدری کے اور ضعف قرابت مادری پر محمول ہو اور اسی طرح اولاد دختری کا شمار عرب کے قول مین فلان تمیمی اور ہاشمی بر تقدیر تسلیم اختصاص عرفی قوت پر نسبت پدری کے محمول ہوگا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ حلال ہونا صدقون کا ہاشمیون کے دختر زادون پر اور مستحق ہونا انکا خمس کے لیے جیسا کہ امامیہ کے نزدیک وہ مشہور ہی نفی نسب دختری کا مستلزم نہین ہو سکتا کیونکہ محتمل ہی کہ باپ کی طرف کا نسب اپنی قوت کی راہ سے حکم شرعی کا مناط ہو سو اُس نسب کے جو ان کی طرف سے ہی نہ اس راہ سے کہ نسب مادری واقع مین نہین ہی اور اسے قوت نسب پدری کی راہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ادعوہم لآبائہم والآیرث وغیرہ کے احکام مین نسب مادری کا ثابت ہونا واضح ہی اور اولاد پسری و دختری بقدر استحقاق اپنی میراث لیتے ہین پس اولاد و اولاد میت اور سب متقربان پدری اور متقربان مادری دونون وارث ہین اگرچہ نصیب متقرب پدری کا متقرب مادری سے زیادہ ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ کبھی قوت نسب پدری کی شرف جد مادری کے لیے معارض ہوتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ حسب مادری نسب پدری پر غالب آجاتا ہی پھر اس صورت مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا جو شرف ایسا ہی کہ جس سے کوئی شرف معارض نہین ہو سکتا کیونکہ قوی تر ہو اور حسنین علیہما السلام ابنا رسول اللہ

دونون حقیقۃً وعرفاً فان کل نسب منقطع الا نسبہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور اسی جگہ سے ہی کہ آیات واخبار اس بات مین اسامر کے
کہ وہ دونون بزرگوار فرزندان حقیقی رسول مختار کے ہین بھرے ہوئے ہین اور اہل عرف بھی اس سے انکار نہین کرتے
اور اسی جگہ سے ہی کہ حضرت امام جعفر صادق کو ہمیشہ ابن الصدیق کہتے تھے اسلیئے کہ والدہ شریفہ آنحضرت کی بنت
قاسم بن محمد بن ابی بکر تھین اور مخالفین اپنے گمان مین حضرت کا شرف جانکر یہ کہتے تھے اور اشتراک نسب کی راہ
علی ابن ابیطالب کی مدح مین وہ لکھتے ہین اول ہاشمی ولدہ ہاشمیین ونسبہ الی ہاشم من الجہتین قال سبط ابن الجوزی قال
اہل السیر لا یعرف خلیفہ ابواہ ہاشمیان سوی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام یعنی وہ حضرت اول ہیں جو دو ہاشمیون سے
پیدا ہوا اور آنحضرت کو دو جہتون سے یعنی باپ کی اور مان کی دونون کی طرف سے ہاشم کی طرف منسوب
کرتے ہین اور سبط ابن جوزی نے کہا ہی کہ اہل سیر واخبار کا مقولہ ہی کہ کوئی خلفا سے معروف اس بات مین نہین ہی کہ جسکے
باپ اور مان دونون ہاشمی ہون سوا امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ کے اگرچہ اس جگہ کلام کو طول زیادہ ہوا
لیکن یہ اسلیئے ہی کہ تا تنقیح مرام اور رفع اوہام بخوبی حاصل ہو اور وہ بحمد اللہ مثل روز روشن واضح ہو چکا اب ہم
بر تقدیر تنزل کہتے ہین کہ بالفرض اگر اولاد دختری کو پسران جد مادری بلکہ اولاد پسری کو بھی پسران جد پدری
باعتبار عرف کے نہ کہین جب بھی اس سے یہ نہین لازم آتا کہ اولاد جناب سیدہ کو بھی پیغمبر خدا کے فرزندان حقیقی
نہ کہین کیونکہ شیخ ابن حجر نے ذیل تفسیر آیہ مباہلہ مین بعد چند حدیثون کے ذکر کے کہا ہی اور اصل عبارت پیشتر مذکور
ہو چکی ہی اب حاصل اسکا لکھتا ہون اور وہ یہ ہی کہ احادیث سابقہ سے جانا گیا کہ وجہ صاحب تلخیص کے قول کی
جو ہمارے اصحاب سے ہی یہ ہی کہ خصائص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے یہ ہی کہ انکی اولاد دختری انکی
طرف منسوب ہوتی ہی اور انکی اولاد دختری انکے جد مادری کی طرف منسوب نہین ہوتی اور فاضل قفال نے اس سے
انکار کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ خصوصیت نہین ہی بلکہ ہر شخص کی اولاد دختری اپنے جد مادری کی طرف منسوب ہوتی ہی
انتہی توجہ کلامہ پھر کیا وجہ ہی کہ لفظ ابنا بوضع شرعی اسمین حقیقت نہو حالانکہ حقیقت شرعیہ اکثر الفاظ مین موافق
اکثر اصولیین کے ثابت ہی خواہ بوضع تخصیصی ہو کیونکہ اکثر الفاظ موضوع لغت سے اسکے غیر کی طرف منتقل ہوئے ہین
اور نقل انکی صریح ہی اور بسبب کثرت استعمال کے معانی شرعیہ مین اور معنی منقول الیہ مین حقیقت ہو گئے ہین اور معانی
لغویہ انکے چھوٹ گئے ہین اور بعد تتبع کرنے کے موارد استعمال ابن رسول مین جو عرف خاص مین ہی بلکہ عرف
عام مین بھی یہ معنی ایسے ہین کہ انکار کو اسمین دخل نہین ہو دو جہت سے پہلے یہ کہ فرزند رسول کا لقب حسنین
علیہما السلام کے ساتھ مختص نہین ہی بلکہ انکے فرزندان و ذریت پر بھی صادق آتا ہی اور کس مدت سے سادات
اسی نام سے مشہور و معروف ہین اور یہ لقب سادات کے واسطے عموماً گذشتگان سابق اور لاحق اور دوست
اور دشمن سب کی زبان پر جاری ہی پھر اگر اسکی وجہ یہ ہوتی کہ پیغمبر خدا نے حسنین علیہما السلام کو زبانی فرزند بنایا تھا

maablib.org

تو اُن دونون بزرگوارون سے آگے یہ نکلی اولاد تک تعبیر متعدی نہو تی دوسرے یہ کہ متبنی کو لازم نہین ہو کہ
اولاد بھی اُسکی متبنی ہو اسلیے حق تعالی نے قرآن مین زید کے فرزند ہونے سے نفی فرمائی پس اس صورت مین
حسنین علیہما السلام ابناے رسول موافق عرف شرعی مین ساتھ اسکے کہ وہ اولاد آنحضرت کی از روے حقیقے کے
ہین اور نسب ان بزرگوارون کا بلاشبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملتا ہے جیسا کہ صاحب صواعق نے کہا ہے شرح
آیہ مباہلہ مین ومن فوائد ذلک ان یقال الحسنین ابناء رسول اللہ وھو اب لھما اتفاقا ولا یجری فیہ القول الضعیف انہ لا یجوز ان یقال
انہ ابو المؤمنین ولا عبرۃ بمن منع ذلک حتی فی الحسنین من الامویین للخبر الصحیح الا ان فی الحسن ان ابنی ھذا سید ومعویۃ وان نقل عنہ التوقف
رجعہ من قد للہ غیر موبہ من بغیہ الامویین المانع لا یعتد بہ فقد تحقق لھم من النسب والجزئیۃ ما دخلوا فی عداد الذریۃ بنص القرآن قال
ارما علیہ السلام وکذلک خصصنا من اکتاس ال رسول اللہ بولادتنا منہ فولد الولد ولد حقیقۃ ان فرض عدمہ عرفا واختصوا باسم الا
لبطون الحفدۃ من لعل ولادتھم منہ فی الحقیقۃ لیکن جو کچھ کہ وقف کے مسائل مین ایک جماعت نے علماؤن سے
لکھا ہے کہ اولاد موافق عرف کے مختص ہے اولاد بلا واسطہ کے ساتھ پس جان تو کہ ان علماؤن کی نظر صحت سلب کے
ساتھ تھی اور اسکا جواب ہم اس سے پہلے کہ آے ہین صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے کہ ان علماء کے کلام کی بنا عرف پر ہے
اور حقیقت لغویہ کی نفی نہین کر سکتا جیسا کہ روایت ابی الجارود کو لکھکر کہا ہے وھذہ الروایۃ مما یدل علی ان ولد البنت
ولد حقیقۃ و بعناھا من الروایات کثیرۃ مع بعید لفظ الولد مما یقع فی الوقف ونحوہ الی الولد خلصۃ دون ولد الولد من حیث العرف
وان خالف اللغۃ وھو المحکم فی مثلہ حاصل یہ ہے کہ وقف کرنے والے کا کلام عرف و محاورے پر اسکے صاحب کے
محمول ہوگا نہ اصل موضوع لغت پر اور حق یہ ہے کہ اگر کسی سے اُسکے نواسے کو پوچھین کہ یہ تیری اولاد سے ہے تو یقینی وہ
یہ کہیگا کہ ہان میری اولاد سے ہے پھر مخالف ہونا عرف لغت کا مسلم نہین ہے اور اس سے قول خداے تعالی کا یوصیکم
اللہ فی اولادکم مؤید ہے لیکن کہہ سکتے ہین کہ اگرچہ اصل لفظ ولد حقیقت ہے معنی اعم مین لیکن جب اُسے مضاف کرین تو
اضافہ کی حالت مین اقرب اولاد کی طرف ذہن کا تبادر ہوتا ہے پس وقف مین قدر متیقن الارادہ مین اکتفا کرتے ہونگے
اگرچہ لفظ دونون امرون کا بحسب حقیقت محتمل ہو جیسا کہ وہ لفظ جو مشترک جزو کل مین ہو جبکہ کل کے ارادہ کا قرینہ
نہو تو جزو پر اکتفا کرتے ہین کہ وہ قدر متیقن بھی ہو سکتا ہے اور ایسا ہی لفظ ہین چونکہ بے واسطہ نبوت کا متحقق ہونا ممکن نہین ہے
پس قرینہ معنی عام کا ہوگا اور حاجت قرینہ کی طرف مجاز مین اصل معنی کے سمجھنے مین ہے اور عمومات اور مشترکات مین
حاجت اسکی ہے کہ تعیین مراد کو جانین اور متحقق بیان دوسرا ہی نہ پہلا پس وہ حقیقہ کی منافی نہوگا اور یہ بات اُس شخص پر
جو علم اصول کو اچھی طرح جانتا ہے مخفی و صحیح ہے اور بعد بر تقدیر تنزل کہا جاتا ہے کہ اگر مراد اسکی انتفاے نبوت حقیقی سے
مصطلحہ ہے جو مجاز کے مقابل ہے تو ہمین کچھ اس سے ضرر نہین ہے اور اگر مراد اسکی یہ ہے کہ آنحضرت کی اولاد سے حسنین
علیہما السلام حقیقت مین نہ تھے تو اسکا باطل ہونا جلی بدیہیات سے ہے اور اسکے مستند روایت ہین جیسا کہ فاضل بغدادی نے

ذیل تفسیر کریمہ حرمت علیکم امہاتکم الی قولہ وبنات الاخت مین کہاہی لیس المراد بہ ذوات النفس بل تحریم نکاحھن وامہاتکم تتصرف الی
او ولادت من ولادۃ وان علت وبناتکم یتناول من ولدتہ او ولدت من ولد تواوان سفلت الی آخرہا قال ان تجاہل اہلہا المکابرین للحائد وقسر بلا
یعنی نہین ہی مراد اس قول سے نفوس اشخاص انکے جو اس آیہ مین مذکور ہین بلکہ تحریم انکے نکاح کی ہی اور امہاتکم عام ہی
اُسے کہ جسکے بطن سے تو پیدا ہوا ہی یا تیرے باپ ماں اُس سے پیدا ہوے ہون اسی طرح جسقدر بلند ہوتی جاے
حرمت ساری ہوتی چلی جائیگی او بناتکہ شامل ہوتا ہی اُس سے جو تجھسے پیدا ہوے یعنی دختر صلبی اور وہ جو اُسکے
پیٹ سے پیدا ہوئی ہو اگرچہ کسی مرتبہ مین اسفل کے پہونچے یہان تک کہ آخر مین اُسکے کہا ہی کہ اگرچہ جسارت کرین اہل
مکابرین اور معاندین اور وہم ساری ہو انتہی توجمۃ کلامہ اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ اولاد دختری بھی اولاد ہی
اور نواسے کا بھی وہی حال ہی جو بیٹے کا ہی اور جب ولادت حقیقۃ ثابت ہوچکی تو وہ شرف و فخر کے سے کے لیے
کافی ہی ساتھ اس بات کے کہ حضرت نوح کا بیٹا بسبب بد اعمال کے بمفاد انہ لیس من اہلک حضرت نوح کے
بیٹا ہونے سے باہر ہوگیا اور حضرات سادات جوانان اہل بہشت بسبب قرب صوری او معنوی کے جناب
رسالتمآب کی فرزندی سے فائز ہوے پھر اگر حقیقت لغویہ نہو تو نہو ولادت اور ولایت اور عصمت اور کرم و
تقوی جو قصیٰ مرتبہ مین رکھتے تھے بمفاد ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم قریب اُنکا درجہ اعلیٰ سے متحقق ہی کانھم من طینۃ
واحد قطعات بجبلۃ بعضنا لبعض جسطرح سے کہ ہو وہ دونون بزرگوار فرزند رسول مختار بنص قران اور اقرار سید الانس
والجان ہین جیساکہ سبط ابن جوزی نے قصہ مباہلہ مین جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی کہ وخرج رسول اللہ وعلی بین
یدیہ والحسن عن یمینہ والحسین عن شمالہ وفاطمۃ خلفہ ثم قال ہلموا فہولاء ابنائنا واشار الی الحسن والحسین وہذہ نسائنا یعنی فاطمۃ
وہذا انفسنا یعنی نفسہ واشار الی علی فلما رای القوم ذلک خافوا وجاؤا الیہ الخبر اور امام فخر رازی نے جو کہا ہی اور لفظ انکا اوپر مذکور ہوچکا ہی
حاصل اُسکا یہ ہی کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ حسن و حسین فرزندان رسول خدا تھے کیونکہ آنحضرت نے
وعدہ کیا تھا کہ اپنے بیٹون کو طلب فرمائینگے پس واجب ہی کہ وہ دونون فرزند ہون آنحضرت کے اور بنا بریں کے
جو فخر رازی نے کہا ہی اور حدیث مین وارد ہوا ہی جس سے یہ لازم آتا ہی کہ جناب امیر ابنا مین داخل ہون اور
دوسرے اسمین اشعار اسکا ہی کہ یہ اطلاق حقیقی ہی جیساکہ بعضے علماے فریقین سے اسکے قائل ہوے ہین وہی لیے
سید شریف کو زکوۃ لینے سے منع کرتے تھے فثبت کونہما ابنائہ صلی اللہ علیہ الحقیقۃ وہو المطلوب اور جو شاہ صاحب نے
کہاہی وکان العرف بعد الحق ابنا من غیر ریبۃ فی ذلک یعنی عرف مین داماد کا شمار بیٹون مین ہوتا ہی بے اسکے کہ اسمین
کچھ شبہ نہو انتہی کلامہ یہ بھی عجب بات ہی عرف عام و خاص کا حسنین علیہما السلام کے فرزند رسول
ہونے سے انکار کرنا اور داماد کے بیٹا ہونے کا استناد عرف کی طرف کرنا انصاف کی جان پر ستم توڑنا ہی جہان
شاہ صاحب نے یہ کہا تھا وہان کاش کوئی سند بھی کلام عرب سے ایسی نقل کی کرتے کہ جسپر اعتماد و وثوق ہوتا

maablib.org

اور جب تک یہ نہو تو کلام لائق قبول نہیں ہے بعض فضلا نے اسکے جواب مین جو کہا ہے حاصل اسکا یہ ہے سید نور الدین نے اپنی
کتاب جواہر العقدین مین روایت مکالمہ رشید کی جو امام موسیٰ کاظم کے ساتھ ہوا ہے اور جسمین حضرات ائمہ معصومین
علیہم السلام کے انتساب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف انکار کیا ہے بقولہ انتم بنو علی و انما ینسب الرجل الی ابیہ
دون جدہ امام کا جواب بقولہ تعالی ومن ذریتہ داؤد و سلیمان الی قولہ وعیسی فمن ابو عیسی فقال لیس لعیسی اب فالحقہ بذراری الانبیاء من قبل امہ ذکر کی ہے
مین ہے کہ پھر آنحضرت نے اسکے بعد رشید پر حجت تمام فرمائی آیہ ابناءنا سے اور فرمایا کہ آنحضرت نے مباہلہ مین
دعوت نہیں فرمائی مگر علی اور فاطمہ اور حسنین علیہما السلام کی فقط ابناءنا اور یہ صریح ہے اسمین کہ مصداق ابن رسول کا
حسنین علیہما السلام مین ہے پھر اگر جناب امیر علیہ السلام بھی ابناءنا مین داخل ہوتے تو یہ حصر کسطرح درست ہوتا
جب یہ نہوا تو وہ حضرت بلاشبہ انفسنا کا مصداق ہونگے نہ ابناءنا کا جیسا کہ اخبار فریقین اسپر شاہد ہین علاوہ اسکے
اگر ہم مقولہ شاہ صاحب کو بھی تسلیم کرین تو اس صورت مین بھی حضرات اہلسنت پر زیادہ دشواری ہوگی کیونکہ
اہل عرف جسطرح داماد شخص کو اسکا بیٹا شمار کرتے ہین جبکہ اولاد پسری اسکی نہو اسی طرح اہل عرف داماد کو جملہ
امور مین خصوصا امر ریاست مین جب اولاد پسری نہ رکھتا ہو تو اسکا قائم مقام بھی جانتے ہین پھر اس صورت مین
شیعون کا تو مطلب بلا کلفت حاصل ہوگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہی نفس بمعنی قریب اور ہم نسب کے
اور ہم دین و ہم ملت کے آیا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے تخرجون انفسکم من دیارکم ای اہل دینکم اور فرماتا ہے ولا تلمزوا انفسکم
فلولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیرا پھر حضرت امیر کو چونکہ اتصال نسب و قرابت و دامادی و اتحاد دین و
ملت و کثرت معاشرت و الفت کا اس حد تک تھا کہ علی منی وانا من علی انکے حق مین ارشاد ہوا اگر نفس کے ساتھ بھی
تعبیر فرمایا ہو تو کیا بعید ہے پس اس سے مساوات لازم نہیں آتی جیسا کہ آیات مذکورہ سے مساوات لازم نہیں آتی
انتہی توجہ کلامہ ایک جواب اسکا وہی ہے جو جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے فرمایا ہے کہ بتقدیر شائع ہونے و متبادر
ہونے ان معانی کے ساتھ بھی ہمین ان معانی کا لینا اور ارادہ کرنا مستحسن نہیں ہے جیسا کہ شاہ صاحب نے مراد جانا کیا ہے
کیونکہ اقربا جناب رسول خدا کے مثل عقیل و عباس اور اہل مذہب و ملت آنحضرت کے بہت تھے پھر تخصیص
آنحضرت کی چاہیے عبث ہو ہان ارادہ ان معانی کا شیعون کو زیادہ مفید ہے کیونکہ نہ مومن و مسلم ہونا اصحاب ثلثہ کا
اور انکے تابعین کا اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہو کہ اہلسنت کے نزدیک اول اسلام انکے
صدیق ہین یعنی جو سب سے پیشتر مسلمان ہوا وہ ابوبکر ہین حضرات اہلسنت ہین پھر چاہیے کہ پہلے نفس مین جو
ہم مذہب کے معنی پر آیا ہے وہ بھی داخل ہون حالانکہ کسی خبر مین یہ نہیں وارد ہوا اور بھی اگر مجرد قرابت و ہم مذہبی ملحوظ
تو کوئی فضیلت نہیں ہے اور یہ اتفاقی ہے کہ آیہ مباہلہ فضیلت اہلبیت پر دلالت کرتا ہے انتہی توجہ کلامہ اور جناب
سید سند نے فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نفس کا اطلاق نفس شخص پر حقیقت ہے اور اسکے غیر پر مجاز ہے اور جب حمل کرنا حقیقت پر

ممتنع ہو تو حمل کرنا اس مجاز پر جو سب سے زیادہ قریب ہو لازم ہے جیسا کہ اسکی طرف اشارہ گذرا اور وہ یہ ہے کہ
اگر ایسا شخص جو سب طرح سے مماثل ہو اور مماثلت خاصہ جو تماثل فی الدین سے مقید ہے وہ بعید تر ہے اُس سے
جو سب طرح مماثل ہو پھر بلا ضرورت ابعد کی طرف نہیں پھر سکتا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر جناب امیر
علیہ السلام کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے ساتھ تعبیر فرمایا ہو تو کیا بعید ہے سبحان اللہ ہمارے
نزدیک اطلاق نفس نبی میں جناب امیرؑ پر ہرگز بعید نہیں بلکہ وہی متیقن اور متعین ہے لیکن تخصیص بلا مخصص البتہ
بعید ہے کہ تم مماثلت مطلقہ کو بوجہ دین وملت کے ساتھ تخصیص کرتے ہو اور اگر یہ مماثلت خاصہ دین و مذہب کی
ملحوظ ہوتی اور انفس سے سب ہم مذہب مراد ہوتی تو چونکہ صیغہ جمع جبکہ مضاف ہو تو مفید عموم کے واسطے
ہوتا ہے چاہیے کہ پیغمبر خدا سب صحابہ کو جمع فرماتے اور مباہلہ میں طلب کی تعلیم فرماتے اور جبکہ یہ اتفاق نہوا
تو ارادہ مماثلت خاصہ کا جو شاہ صاحب سمجھتے تھے باطل ہوا اور پھر وہی مماثلت مطلقہ ثابت ہوگی جیسا کہ
خود بھی شاہ صاحب نے مماثلت مذہب پر اکتفا نہ کر کے یکجہتی و کثرت معاشرت اور الفت و محبت کو
آنحضرت کی نسبت جناب امیر علیہ السلام کے بڑھایا ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی الفت و
محبت کی بنا دنیا کی محبت پر نہیں ہو سکتی بلکہ تقوی پر اور قرب و زلفی عند اللہ پر ہوگا جیسا کہ خود شاہ صاحب نے
اعتراف کیا ہے جس سے اوپر گذرا اور یہ جو شاہ صاحب نے کہکر جو استبعاد انکے نزدیک اس تعبیر میں تھا کہ
پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کو اپنا نفس فرمایا اور قرار دیا تھا دفع کیا لیکن خود ظاہر ہے
کہ ان امور کو وجہ تعبیر میں اور استبعاد کے رفع کرنے میں کوئی وجہ نہیں ہے اسلئے کہ تقریب اسکے معنی حقیقی کی طرف
کیجائے تا کہ تشبیہ تامتر ہو اور شیعوں کا مطلوب یہی ہے کہ مجازات میں جہاں تک ممکن ہو حقیقہ سے قریب ہونیکی
رعایت رہے اور اسکے ساتھ ہمارے قول کو جو ہم کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے باستثنا
مرتبہ نبوت اور فضائل میں مساوات ہے مؤید وہ حدیث ہے جسے خود شاہ صاحب نے مسلم رکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا علی منی وانا منہ کیونکہ سوا ان جناب کے یا انکے فرزند حقیقی کے جو سردار جوانان اہل بہشت ہیں اور کسی کے لیے
یہ خطاب مستطاب صادر نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت صادق نہیں آتی مگر اس شخص پر کہ جو مجالست اور
مماثلت اور قرب صوری اور معنوی رکھتا ہو نہ یہ کہ محض نسبی اتصاف رکھتا ہو یا الفت قلبی بغیر وجہ شرعی اسکے ہو
اور بہت تعجب کا مقام یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اس حدیث کے تسلیم کرنے کے بعد پھر بھی شیعوں کے قول سے
عدول کرنا پسند کیا اور جو شیعوں نے اس آیہ سے احتجاج میں ان مقدمات کو لکھا تھا اس سے چشم پوشی اختیار کی
بعد اسکے پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ دوسرے یہ ہے کہ اگر مساوی جمیع صفات میں مراد ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے
کہ حضرت امیر علیہ السلام نبوت اور رسالت اور خاتمیت اور بعثت میں جملہ خلق کی طرف اور چار سے زیادہ جورو

نکاح کے اختصاص مین اور درجہ رفیعہ مین جو روز قیامت مین پیغمبر خدا کے واسطے ہی اور شفاعت کبری اور مقام
محمود اور نزول وحی اور دیگر احکام مین جو خاص جناب رسالتماب کے لیے ہین چاہیے کہ شریک ہون اور
یہ بالاجماع باطل ہی اور اگر مساوی بعض مین مراد ہی تو اس سے کچھ فائدہ نہین ہو کیونکہ مساوی بعض اوصاف مین
یا افضل و اولی بتصرف ہین افضل و اولی بتصرف نہین ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہی انتہی توجہ کلامہ اور اسکے
جواب مین جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ مراد مساوات سے مساوات جمیع فضائل کی ہی الا اخرجہ
الدلیل کیونکہ جب حمل اتحاد حقیقی پر دو شخصون مین ممکن نہوا تو حمل اقرب مجازات پر حقیقت مین متعین ہوگا
اور چونکہ دلائل خارجیہ سے جناب خاتم النبیین کا اختصاص نبوت سے اور حلال ہونا ازواج نہ گانہ کا اور وجوب نماز
تہجد کا اور جو اسکے نظائر ہین بالاجمال ثابت ہو چکا ہی اسلیے یہ مستثنی ہونگے اور باقی مفاد آیہ مین داخل ہونگے جیسا کہ
پوشیدہ نہین ہی اس سے علاوہ یہ ہی کہ قیامت کے دن شفاعت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے لیے شیعون کے
نزدیک ثابت ہی پھر اسے خصائص نبی سے کیون شمار کیا گیا یہ باجماع امت کب مخصوص پیغمبر خدا کے ساتھ ہی
اور بھی ممکن ہی کہ مساوات سے مراد صفات نفسیہ کاملہ مین مساوات ہو کہ وہ موجب استحقاق کے درجہ نبوت
وغیرہ کے ہی اور یہ ظاہر ہی کہ حصول بعثت کا اور نبوت کا ختم ہونا اور سوا اسکے بالفعل افعال نفسیہ سے نہین ہین
جیسا کہ غزالی امام حضرات اہلسنت نے کہا ہی اور جناب سلطان العلماء نے اُسے کتاب احقاق الحق سے نقل فرمایا ہی
اور اسکا حاصل ترجمہ یہ ہی کہ نہین ہین احکام واسطے افعال کے صفات ذاتیہ اور نہین ہین وہی مگر شارع کا ارتباط ہی
ساتھ اُن افعال کے از روے امر کے اور نہی کے اور حسن و زجر کے پس محرم یعنی جو فعل کہ حرام کیا گیا ہی وہی وہ ہی کہ
کہا گیا ہی اسمین لا تفعل یعنی اسے عمل مین نہ لا اور وجب وہ ہی جسمین کہا گیا ہی کہ اسے ترک نہ کر اور وہ مثل نبوت کے نبی کا
ذاتی نہین ہی ولیکن وہ عبارت ہی کسی شخص کے مختص ہونے سے بخطاب تبلیغ انتہی اور جس درجہ رفیعہ کی تخصیص روز
قیامت کو پیغمبر خدا کے ساتھ کی ہی ممکن ہی کہ وہ جناب امیر کے لیے بھی حاصل ہو غایت امر یہ ہی کہ خصوصیت جناب
رسالتماب کی خاتم النبیین ہونے سے حضرت امیر کے مبعوث نہونے سے اور آنحضرت کو پیغمبر کہنے سے مانع
ہوئی اگرچہ درجہ کی راہ سے قابلیت آنحضرت کے واسطے بھی ہو جیسا کہ حق تعالی کے واسطے بھی مثل اسکے لفظ
جوہر کو بمعنی موجود لا فی الموضوع کے کہہ سکتے ہین اور یہ کچھ اس سے زیادہ بعید نہین ہی جو حضرات اہلسنت اپنے یہان
اخبار خاصہ درباب شیخین کے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بحق ابی بکر فرمایا کانا وابو بکر
کفرسی رہان اور عمر بن الخطاب کے حق مین کہا ہی کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب رواہ فی المشکوۃ عن الترمذی اور جو
شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بھی اگر یہ آیہ امامت کی دلیل ہو تو اس سے لازم آتا ہی کہ حضرت امیر حین حیات
پیغمبر خدا بھی امام ہون تو وہ بالاتفاق باطل ہی اور اگر تقیید کرین کسی وقت کی سوا دوسرے وقت کے تو یہ بات

ساتھ اس بات کے کہ اسپر دلیل کوئی لفظ مین نہین ہی مفید مدعی بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اہلسنت بھی حضرت
امیر کی امامت کو کسی وقت مین اوقات سے ثابت کرتے ہین انتھی کلامہ اور اسکے جواب مین یہ کہ سکتے ہین
کہ یہ آیہ دلالت ایسی فضیلت پر آنحضرت کی کرتا ہی جس سے استحقاق امامت وخلافت کا ثابت بنص قرآن ہوتا ہی
اور یہ استحقاق یقینی حین حیات سے پیغمبر خدا کے آنحضرت کے واسطے حاصل تھا اور یہی سے محتمل ہی کہ وہ حضرت
زمان حیات نبی سے متصف بامامت ہون اور کیونکر نہو حالانکہ بعض اخبار سے ثابت ہی کہ شب معراج حضرت
رسول نے فرمایا کہ عرش پر لکھا دیکھا مین نے لا اله الا الله محمد رسول الله ایدته بوزیره ونصرته بوزیره پوچھا مین نے کہ وہ
میرا وزیر کون ہی تعلیم ہوا کہ علی ابن ابیطالب اور یہ واقعہ معراج قبل ہجرت کا ہی اسی طرح جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین
نازل ہوا تو بعد اسکے جناب امیر علیہ السلام کو وزیر وخلیفہ اپنا آنحضرت نے فرمایا جیسا کہ اوپر گذرا اسپر کیونکر حین حیات
نبی مین متصف بامامت نہ تھے اور دلالت کرتا ہی اسپر بار بار آنحضرت کا اس معنی سے صحابیون کو خبردار کرنا جیسا کہ
روایت صحاح کی اس سے اسپر دلالت کرتی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انا وهذا حجة الله اور دلالت کرتی ہی اسپر حدیث
منزلت جو پیغمبر خدا نے فرمایا انت منی بمنزلة هارون من موسی اور دوسری مراد امامت کا عموم بحسب الاوقات ہو لیکن
اخرج ما اخرجه الدلیل من الاوقات تیسرے یہ کہ مراد بعض اوقات ہو لیکن یہ حضرات اہلسنت کو مفید نہین ہوسکتا کیونکہ
وہ حضرات بھی اگرچہ بعض اوقات مین حضرت امیر کو امام جانتے ہین لیکن بحسب نص امام نہین جانتے اور یہ
کلام کہ وہ حضرت امام بنص خدا ورسول ہین اور اسکے ساتھ بلافصل امام نہین یہ بلاشبہ اجماع مرکب کا خارق ہی
کیونکہ امامت آنحضرت کی باجماع اہل اسلام ثابت ہی شیعہ کہتے ہین کہ امام بنص خدا ورسول ہین اور بلافصل خلیفہ
رسول ہین اور اہلسنت کہتے ہین کہ خلافت آنحضرت کی منصوص نہین ہی اور بلافصل خلیفہ نہین ہین بلکہ بعد خلفائے
ثلثہ کے مرتبہ ہی پھر شاہ صاحب نے جو کہا کہ بعض اوقات کی امامت مفید مدعی نہین کیونکہ اہلسنت بھی بعض
اوقات مین خلافت حضرت امیر کو ثابت کرتے ہین اس سے یہ لازم آیا کہ مثل شیعون کے امام منصوص جانتے ہین
اور یہ بات کہ امامت بنص بھی ہو اور پھر اسکے ساتھ بلافصل امام نہ جانین یہ اجماع مرکب کے خلاف ہی وضح ہو
کہ یہان تک استدلال آیہ مباہلہ سے اس جہت سے کہ وہ مشتمل انفسنا پر ہی متعلق بتقریر اول نقض وابرام کی جہت سے تھا
اب دوسری تقریر واسطے استدلال کے آیہ کریمہ مباہلہ کے ساتھ اس سے قطع نظر کرکے کہ کلمہ انفسنا سے احتجاج کیا جاے
بعد تنزل وتسلیم کرنے اسکے کہ نفس سے تعبیر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہون یا نہون لیکن تشبیہ ہر وجہ سے
مراد نہو پس جو تقریر کہ امام حضرات اہلسنت فخر رازی کی نہایت العقول سے پیشتر منقول ہو چکی ہی اس سے واضح ہوا ہی
اور اب پھر اسکا خلاصہ ذکر کرکے دوبارہ اسکے مبانی کو محکم ومضبوط کیا جاتا ہی پس کہتا ہون مین کہ محصل اسکا یہ ہی
کہ کوئی شک نہین ہی اس مین کہ جناب رسول خدا صلی الله علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابیطالب کو مباہلہ کے وقت طلب فرمایا

ہووےکہ پہلے اخبار اسکے ساتھ قریب بتواتر ہین دوسرے یہ کہ وہی حضرت انفسنا سے مراد ہین کیونکہ شخص اپنے
نفس کی دعوت نہین کرسکتا اور سوا علی ابن ابیطالب کے دوسرا مدعو نہ تھا پس وہی حضرت انفسنا کی مراد
ہونگے قول خداے تعالی مین اور جب یہ معنی ثابت ہوچکا تو بہوتیری فضیلت اُن جناب کے واسطے ظاہر ہی
اس جہت سے کہ قصد جناب رسول خدا کا مباہلہ سے اپنے دین کے اظہار حقیقت تھی اور وہ اس سے
مقتضی ہی اور چاہتے تھے کہ مباہلہ مین ایسے حاضر کرین کہ جسکی نسبت اُن جناب کی رافت و شفقت نہایت
مرتبہ مین ہو والا منافقان کہتے کہ اگر آنحضرت کو یقین اور بصیرت اپنے دین مین ہوتی تو اپنے اقارب کو
مباہلہ مین شریک کرتے نہ اجنبیون کو اور ایسے جنکی ہلاکت سے کچھ حذر وپروا نہین اور ظاہر ہی کہ شفقت
اُن جناب کی حضرت امیر اور فاطمہ اور حسنین پر یا بسبب قرابت وخویشی کے تھی یا اس جہت سے تھی کہ حضرت
امیر اور فاطمہ وحسنین علیہم السلام قرب معنوی اور علو درجہ سے زیادہ فائز تھے پہلی وجہ باطل ہی والا جسطرح
حضرت امیر کو شریک مباہلہ فرمایا تھا عقیل وعباس کو بھی اہل مباہلہ مین داخل فرماتے اور جب یہ نہوا تو ثابت
ہوا کہ غایت اشفاق جناب رسالتمآب کا آنحضرات پر جنہین مباہلہ مین حاضر فرمایا تھا بسبب اُنکے کمال فضل او
نہایت بزرگی کے تھا پس اس سے لازم آیا کہ علی افضل خلق ہون پس وہی امام ہون اور اس تقریر کو فاضل
زمخشری نے کشاف مین اور اور بھی مفسران خاصہ وعامہ نے بیان کیا ہی اور بعد اسکے جو فاضل زمخشری نے
کہا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ یہین ایسی دلیل ہی کہ کوئی چیز اس سے زیادہ قوی بزرگی پر اصحاب کسا کے دلیل نہین ہی
اور روایت کی گئی ہی عائشہ سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ برآمد ہوے جن حالون کے دوش مبارک پر
آنحضرت کے چادر تھی کہ سیاہ بالون سے بنی ہوئی تھی بعد حضرت کے برآمد ہونے کے امام حسن علیہ السلام
آئے انھین بھی اُس چادر کے اندر داخل فرمایا پھر امام حسین علیہ السلام آئے انھکو بھی اُس چادر مین بٹھایا پھر
جناب سیدہ آئین پھر علی ابن ابیطالب علیہما السلام آئے بعد اسکے حضرت نے یہ آیہ پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم
الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا انتھی توجمہ کلامہ لیکن چونکہ تفضیل مفضول کو وہ حضرات جائز رکھتے ہین تو بعد اس
اظہار واقرار فضیلت کے پھر بھی اُسے مستلزم امامت کے لیے نہین جانتے جناب اخوند صاحب نے
حق الیقین مین فرمایا ہی کہ پھر ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار عزیزتر اور بڑے محبوب پیغمبر خدا اُنکے نزدیک تھے
تو چاہیے کہ اس زمان مین بعد جناب رسالتمآب کے بہترین خلق ہون کیونکہ ہر عاقل متدین پر یہ امر ظاہر ہو کہ
محبت آنحضرت کی مثل سائر ناس کے روابط بشریہ کی راہ سے نہ تھی بلکہ جو خدا کے نزدیک محبوب تر تھا
اُس سے وہ حضرت زیادہ محبت فرماتے تھے اور یہ کسطرح نہو حالانکہ آیات واخبار مین بہت مذمت محبت
اولاد کی اور اسی طرح آباء وعشائر کی وارد ہون اسلیے کہ دین کی وجہ سے ہو وارد ہوئی ہی اور بھی آنحضرت کی سیرت سے

معلوم ہو کہ خویشان نزدیک کو اپنے سے دور فرماتے تھے بسبب اسکے کہ وہ خدا کے دوست نہ تھے اور
جو دور تھے انکی رعایت فرماتے تھے بسبب اسکے کہ انہین خدا دوست رکھتا ہو مثل سلمان و مقداد وغیرہ کے اور
جو انکی طرح تھے جیسا کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام آنحضرت کے وصف مین فرماتے ہین والی فیک
الابعدین وعادی فیک الاقربین یعنی دوستی کی آنحضرت نے تیری خوشی کے لیے انسے جو بیگانہ اور دورتر تھے
اور دشمنی کی تیری راہ مین انسے جو بیگانہ اور نسب مین قریب تھے اور جب خدا کے نزدیک محبوب بدترین
مردم ہوے اور بہتر ثابت ہوے تو بنر امامت مین اورون کی تقدیم عقل کی راہ سے قبیح ہوگی انتہی تو جا بعض
کلامہ رحمہ اللہ اور یہ ایسی بات ہو کہ خود شاہ صاحب نے بھی اسکا اعتراف کیا ہی چنانچہ کہا ہو کہ اصل مین یہ آیہ اہلسنت کی
دلائل سے ہو جس سے نواصب کے مقابلہ مین وہ تمسک چاہتے ہین اور تمسک کی اسکے ساتھ وجہ ظاہر ہو کہ جناب
رسول خدا حضرت امیر اور حسنین اور جناب سیدہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے اور ان بزرگوارون کو مباہلہ مین
کہ بظاہر جسمین ہلاکت کا خطر تھا اسی لیے طلب فرمایا تھا کہ تا مخالفین پر حجت تمام ہو اور اعتماد و وثوق صدق نبوت
اپنی ہو اور خلقت حضرت عیسی کی حقیقت کا کہ جسکی خبر دیتے تھے یقین ہو کیونکہ کوئی عاقل جب تک اسکا یقین
نہین رکھتا کہ میرا دعوی صادق ہی اپنے تئین اور اپنے عزیزون کو معرض ہلاکت و استیصال مین نہین ڈالتا اور انپر
قسم نہین کھاتا اور یہی وجہ مختار اکثر اہلسنت اور شیعہ کی ہی جیسا کہ ملا عبد اللہ نے بھی اظہار الحق مین اسی وجہ کو
پسند کیا اور ترجیح دیا ہی پھر اس آیہ سے عزیز ہونا ان اشخاص کا پیغمبر خدا کے نزدیک ثابت ہوا اور چونکہ انبیا
محبت و بغض نفسانی سے معصوم ہین تو یہ عزیز رکھنا ان بزرگوارون کا ضرور ہی کہ بسبب دین و تقوی
و صلاح کے ہو گا پس یعنی ان اشخاص کے واسطے ثابت ہوے اور چونکہ نواصب کا مذہب اسکے خلاف ہی سلیے انکے
مقابلہ مین مفید ہوے انتہی ترجمہ کلامہ اب محل غور ہی کہ جب وثوق اس تقریر کا قول مخالف و موالف دونون کے
واضح ہوا اور روایت مین جو مستفیضہ فریقین مین ہی جیسا کہ فاضل زمخشری وغیرہ نے بھی اسے نقل کیا ہی جیسا کہ
اوراوپر بھی گذرا اور پھر ملخص اسکا مذکور ہوتا ہی کہ جب مباہلہ کے دن پیغمبر خدا صبح کو دولتخانہ سے باہر تشریف لائے
تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود مین لیے تھے اور ہاتھ امام حسن علیہ السلام کا پکڑے تھے اور جناب امیر
اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہما حضرت کے پشت سر چلی آتی تھین اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ انسے
فرماتے آتے تھے کہ جب مین دعا کرون تو تم آمین کہنا پس اسقف نجران نے کہا کہ اے گروہ نصاری مین ایسے
چند منہ دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے وہ دعا کرین کسی پہاڑ کے لیے کہ اسے اسکی جگہ سے ہٹا دے تو حق تعالی انکی
خاطر سے اسے ہٹا دیگا پھر چاہیے کہ تم مباہلہ نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤگے اور روے زمین پر کوئی نصرانی نہ رہیگا
روز قیامت تک الخ الحدیث اور یہ حدیث جسطرح کہ دیکھتے ہو بہت وضوح کے ساتھ دلالت کرتا ہی اسپر کہ انوار مقدسہ انکے

پیشانی منہاے خورشید طلعت کے اور تقرب و عظمت اور مرتبون کی آنحضرات کے بلندی حضرت رب العزت کی
درگاہ مین اس مقدمہ سے دوست و دشمن سب پر ظاہر ہوئی یہان تک کہ کافرون پر بھی اسکا ایسا ظہور ہوا کہ نصاری
نجران اس قوت و شوکت کے ساتھ جو انکے لیے حاصل تھی انھین بھی اسکے سوا اُسوقت کچھ نہ بن پڑا کہ میدان محاربہ مباہلہ سے
نکل گئے اور مجادلہ و مباہلہ سے روگردان ہوے اور خریہ دینا قبول کیا اور یہ معلوم ہو کہ سوا آنحضرات کے کوئی
اس درجہ بلند سے اور مرتبہ عظمیٰ سے فائز نہین ہوا اور اگر کوئی اور بھی ان مدایج تقوحلی اور قرب سے فائز ہوتا تو
پیغمبر خدا بالضرور اُسے بھی شریک مباہلہ فرماتے اور جلالت قدر آنحضرات کی اس آیہ سے اس خصوص مین مخالفین پر بھی
اس سے ظاہر ہوئی ہو کہ جار اللہ زمخشری نے بھی کہا ہو وفیہ دلیل لا شئی اقوی منہ فی فضل اہل الکساء جسکا ترجمہ پہلے اس سے
ہم لکھ چکے ہین اور فضل بن روزبہان نے بھی کہا ہو ثبت لامیر المومنین علی فی ہذہ الآیۃ فضیلۃ عظیمۃ وہی مسلمۃ یعنی ثابت ہی
واسطے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اس آیہ مین بڑی فضیلت و بزرگی ہی اور وہ زیادتی و فضیلت اہل اسلام کے
نزدیک مسلم ہی انتہی شکر ہی اُس خدا کا جسنے حق کو دشمنون کی بھی زبان پر جاری فرمایا اور یہ عمدہ فضائل سے آنحضرات کے
کہ حق تعالیٰ نے بذریعہ امین جبرئیل رسول جلیل پر تنزیل فرما کر انکے فضائل کو ظاہر فرمایا اور پھر بعد اسکے جاحدین و
منکرین و دشمنان دین کے دل مین ایسا القا فرمایا کہ جس سے باوصف عداوت کے پھر بھی وہ اقرار و اعتراف انکے
فضائل کا اپنی زبان سے کر گئے جس سے فضیلت آنحضرت کی اوروں سے جنھین انکے دشمنون نے خلفاء رسول بنایا
اور حقیت مذہب شیعہ کی اور عناد و عصبیت انکے دشمنون کی عقلا پر ظاہر ہوتی رہی وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم اور چونکہ مفضول کی تفضیل بدلیل معقول و منقول علماے محول کے نزدیک ممتنع ہی پھر یہ حجت
خوارج و نواصب کے مقابلہ مین مفید ہوئی اسی طرح شاہ صاحب کے زعم کے موافق اہلسنت کے بھی مقابلہ مین بھی
مفید ہوگی واضح ہو کہ شارح مواقف نے کہا ہو کہ ان الآیۃ تدل علی الفضیلۃ واما الافضلیۃ فلا یعنی یہ آیت دلالت کرتی ہی
اور فضیلت کے اور لیکن یہ دلالت آیت کی کہ وہ حضرت افضل تھے اوروں سے پس یہ لائق توجہ کے نہین ہی اور اسکی
تعلیل مین جو کہا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جو محبت پیغمبر خدا کی آنحضرات کے ساتھ تھی وہ مبنی اُنکے قرب زلفی کے
ساتھ نزدیک خدا کے ہی بنا بر اسکے کہ اسکا خصام نے اعتراف کیا ہی اور وہ مرجح ہی اسلیے کہ انکے غیر کی بہ نسبت اس
مقام پر انھین اختیار کیا جاے اور یہ وجہ انکی فضیلت مین اور کثرت ثواب مین اور انکے خدا کے نزدیک کرم ہونے مین
ظاہر ہی اور پھر شارح مذکور نے کہا ہو ومسئلۃ الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الجزم والیقین فیما بینک وبینہ یعنی مسئلہ افضل ہونے کا
ان جناب کے اور صحابہ و خلفاء سے پس اسمین گنجایش اسکی نہین ہو کہ کوئی جزم و یقین کی طمع کرے اور یہی طرح سے
جو اس شارح کے بعض اقوال سے ہو ولا قطع بان امامۃ المفضول لا یصح مع وجود الفاضل یعنی اسکا یقین نہین ہوسکتا کہ مفضول
کی امامت باوجود موجود ہونے فاضل کے صحیح نہین ہی پس اسکا جواب یہ ہی کہ آیہ کی دلالت فضیلت پر ہی لیکن وہ فضیلت

ایسی ہی کہ تحقیق اسکا اور کسی کے واسطے نہین ہوا ہی اور واقع مین وہ ایسی فضیلت ہی کہ مقتضی اسکو ہی کہ وہ حضرت خلیفہ
رسول اور امام امت ہون کیونکہ جب نفس نبی اور مساوی فضائل مین پیغمبر کے ساتھ ہوے تو اب ضرور ہوا کہ
یا پیغمبر ہون یا امام امت ہون لیکن چونکہ نبوت کا خاتمہ ہوا اسلیے بذریعہ اسی نص کے استحقاق ان جناب کا خلافت
رسول کے لیے ظاہر ہوا اور مماثلت نبی کے ساتھ جس سے مصداق انفسنا کا افضل الناس ہونے کے ہوے انحضرت کے واسطے
اوروں سے افضل ہونے کو بڑی قوی علت ہی کہ کوئی عاقل دیندار اس سے انکار نہین کر سکتا مگر یہ کہ کمال عناد
و عصبیت مجوفہ کی تشدید کرکے چشم بصیرت کو کور کر دے اور جو شارح مذکور نے تفضیل مفضول کے باوجود
موجود ہونے فاضل کے تقیضی صحیح ہونے سے انکار کیا ہی اسکی رد مین کافی ہی جو حق تعالی نے فرمایا ہی افمن یہدی
الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون یعنی آیا وہ شخص کہ راہ راست دکھاتا ہی اور حق کی طرف
پہونچاتا ہی وہ لائق و سزاوار اسکے ہی کہ اسکی اطاعت و بیعت کیجاے یا اس شخص کی جو خود ہدایت نہین پا سکتا
اور راہ راست پر نہین آ سکتا جب تک کہ اسے ہدایت کیجاے پس کیا ہوا ہی تمکو اور کسطرح حکم کرتے ہو اور یہ ارشاد
صدق بنیاد وجوب لا انقیاد ایسا ظاہر ہی کہ کچھ محتاج دلیل کا نہین ہی اور اسکے مقابل مین کوئی کلام جو مخالف اسکے
ہو قابل کان رکھنے کے نہین ہی جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے فرمایا ہی کہ یہ فضیلت کی تقریر جمیع خوارج و نواصب
و اہلسنت پر وارد ہوتی ہی کیونکہ طائفہ خوارج و نواصب تو یکسر انحضرت کی فضیلت سے انکار کرتے ہین اور
اہلسنت خلفاے ثلثہ سے اُن جناب کے افضل ہونے کے منکر ہین اور چونکہ اس آیہ سے بوجہ مذکور مستفاد ہوتا ہی
کہ وہ حضرت تمامی خلق سے اپنی زیادتی فضیلت کی راہ سے ممتاز تھے تو اہلسنت پر بھی الزام اس آیہ سے درست آتا ہی
تیسری تقریر وہ ہی جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین فرمائی ہی اور وہ یہ ہی هذه الآیة من ادل دلیل علی علو رتبة
امیر المومنین لانه حکم بالمساواة لنفس رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم وانه تعالی عینه فی استعانة النبی صلی اللہ علیه وآله فی الدعاء وای فضیلة
اعظم من ان یامر اللہ تعالی نبیه بان یستعین به علی الدعاء الی اللہ تعالی ویتوسل به فای فضیلة اعظم من هذه الفضیلة یعنی یہ آیت بہت بڑی دلیل ہی اوپر بلند مرتبہ ہونے
امیر المومنین علیہ السلام کے اسواسطے کہ وہ حکم کیا علی ابن ابیطالب کی برابری کا نفس رسول کے ساتھ اور یہ کہ حق تعالی نے
انہین معین فرمایا ہی اسلیے کہ نبی دعا مین اپنی ان سے اعانت طلب فرماوین اور اس سے زیادہ کون فضیلت ہی کہ حق تعالی
اپنے پیغمبر کو حکم فرماے کہ اپنی دعا مین ان سے استعانت فرماوین اور انکے ساتھ توسل کرین اور کسکے لیے یہ مرتبہ بزرگ
حاصل ہوا ہی انتہی ترجمہ کلامه رحمه اللہ اور اس تقریر کو شاہ صاحب نے بھی دوسری وجہ مین دونوں وجہوں سے
جو تخصیص کے لیے انکے طلب کرنے سے مباہلہ مین اور پیغمبر خدا کو انہین اختیار فرمانے مین انکے غیروں پر ہی اس
عنوان سے بیان کیا ہی کہ یہ بلانا اسلیے تھا کہ یہ حضرات بھی دعاے بد مین کہ جو کفار نجران پر منظور تھی شریک ہون اور
پیغمبر خدا کو اپنے آمین کہنے سے مدد دین کہ تا دعاے رسول خدا انکے آمین کہنے سے جلد قبول ہو جیسا کہ اکثر شیعوں نے

کہا ہی اور ملا عبد اللہ نے بھی ذکر کیا ہی اور اس تقدیر مین بھی اونکا مرتبہ بلند دین مین اونکی دعا کا مستجاب ہونا
ثابت ہوا اور یہ بھی نواصب کے مقابلہ مین مفید ہی انتہی توجمہ کلامہ اور دیکھنے والے کو اسکے معلوم ہو کہ ان بزرگوارون کی
تخصیص ترجیح مباہلہ کے ساتھ دونون وجہون سے بے وجہ نہین ہی اور نواصب جملہ مخالفین کے نقض کلام
نافرجام کے واسطے کافی و وافی ہی لیکن طرفہ امر یہ ہی کہ شاہ صاحب نے اس آیہ کی دلالت کو دونون وجہون سے
فضیلت حضرات پر تسلیم کرنے کے بعد خوارج و نواصب کے پردے مین اپنے نصب و تعصب کو اپنی کتاب مین
ظاہر کیا ہی اسطرح کہ خوارج کی طرف سے ان وجہون کے نقض کرنے کے درپے ہو کر کہا ہی کہ جو نواصب نے دونون
تقریرون مین قدح کیا ہی کہ پیغمبر خدا کا ان اشخاص کو مباہلہ مین اپنے ساتھ لیجانا نہ بنابر وجہ اول کے تھا نہ بسبب
دوسری وجہ کے تھا بلکہ اس راہ سے تھا کہ تا خصم کو الزام دیجیئے اس سے جو اسکے نزدیک مسلم ہی اور مخالفین کے
نزدیک جو کفار تھے مسلم تھا کہ جب تک قسم کرنے کے وقت اولاد کو اور داماد کو نہ حاضر کرین اور انکے ہلاک ہونے کی
قسم نہ کھائین تو قسم معتبر نہین ہوتی اِسلیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھی بطریق الزام اسی پر عمل فرمایا اور ظاہر ہی
کہ اقارب و اولاد جو کوئی کہ ہو باعتقاد مردم غیر اقارب سے زیادہ عزیز ہوتے ہین گو اس شخص کے نزدیک عزت
نہ رکھتے ہون اور دلیل اس وجہ پر یہ ہی کہ اگر اسطرح مباہلہ کرنا اور اولاد پر قسم کھانا پیغمبر خدا کے نزدیک بھی مسلم ہوتا
تو شریعت مین بھی وارد ہوتا حالانکہ شریعت مین ممنوع ہی کہ اولاد کو حاضر کرین اور انپر قسم کھائین پس معلوم ہوا کہ
یہ سب کچھ اسکات خصم کے لیے تھا اور اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ کا بھی کہ وہ بھی درست نہین ہی کیونکہ
مقابلہ وفد نجران کا چندان اہم مہمات سے نہ تھا اس سے زیادہ اور بہت سخت حادثے آنحضرت کو پہونچے اور
بڑی مشقتین واقع ہوئین لیکن کبھی ان اشخاص سے مدد دعا مین نہین چاہی اور متفق علیہ ہی کہ پیغمبر کی دعا کفار کے مقابلہ مین
اورون سے معارضہ مین یقینی مستجاب ہی ورنہ تکذیب پیغمبر کی لازم آئے اور غرض بعثت کا نقض متحقق ہو اور پیغمبر کو
اس دعا کی استجابت مین کس قسم کا تردد لاحق ہو سکتا ہی کہ اورون سے آمین کہنے مین استعانت کرین پس باطل و
فاسد ہی اور بفضل اللہ تعالیٰ انکے کلام کا اہلسنت نے قلع و قمع کیا ہی جیسا کہ واجب ہی اور چونکہ اس رسالہ مین مقام
اس بحث کا نہین ہی بخوف اطالت اسکے متعرض نہوا بالجملہ اصل مین یہ آیہ اس مدعا کی دلیل ہی شیوخ ثلثہ کی راہ سے
اس آیہ کو اہلسنت کے مقابلہ مین ذکر کیا اور لائے گس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد انتہی وجہ
کلام پوشیدہ نہ رہے کہ وہ دلالت آیہ کی ذکر کے بعد پھر قادح اور ناقص حجت کو بہت توضیح کے ساتھ لکھنا اور اسکے
جواب کو جو اسکا قاطع و قامع ہو نہ کہنا اور حوالہ اورون کے قول پر کرنا صاف دلیل اسکی ہی کہ اس شخص کو تضعیف
ان وجوہ کی در پردہ منظور ہی والا بعد ذکر وجوہ کے اور اس اقرار کے کہ یہی وجہ نواصب کے مقابل مین مفید ہی
کسی نے پوچھا تھا کہ پھر نواصب نے اس احتجاج کے بعد کیا کہا اور اگر اس سے کہا تھا تو اسکے قامع کو بھی ذکر کرنا تھا

جب ایک کلام زبان پر آگیا تو اسکا جواب دینا پھر خلاف مقام نہین ہے لیکن جسکا تعصب بڑھا ہو وہ کسطرح
اُسکے خلاف کرسکتا ہے بالجملہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے شاہ صاحب کی تیراندازی شیعون کو سکھانے کے
جواب مین فرمایا ہے کہ کاش یہ ثابت کرتے شاہ صاحب کہ اس آیہ سے استدلال کرنے مین اہلسنت کو تقدم حاصل ہے
کیونکر بالعکس کیون نہو کہ اس استدلال کو اہلسنت نے شیعون سے سیکھا ہو بلکہ حقیقت حال بھی اسی طرح ہے
کیونکہ پہلے اس آیہ سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے استدلال و احتجاج اہل شوری پر فرمایا ہے
انتہی اوجبہ کلامہ راقم رسالہ کہتا ہے کہ حدیث مناشدت جو مشتمل ہے اسپر کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے
اہل شوری پر اس آیہ سے استدلال مین فرمایا تھا موافق نقل شیخ ابن حجر مع ترجمہ مولنا احمد ارد دہلی اوپر مذکور ہو چکا ہے
جہان اثبات اسکا کیا گیا ہے کہ القربی سے وہی حضرت مراد ہین پھر حاجت اعادہ سند کی نہین ہے پھر وہ شعر جو صاحب تحفہ نے
اپنے آخر کلام مین لکھا ہے وہ سراسر بیجا ہے ہان شیعون کو اس شعر کے ساتھ تمثیل صحابہ کے بارے مین بہ نسبت اہلبیت
علیہم السلام کے کہنا زیبا ہے کہ انھون نے شعار اسلام کو دودمان سے آنحضرت کے حاصل کیا اور شمشیر علی مرتضی کی بدولت
جنھون نے کفار کو مار مار کر مطیع کیا پیغمبر خدا کے اور آنحضرت کے سایہ مین ساتھ آسائش کے بسر کی اور زاویہ نفاق
مین بیٹھکر غصب حقوق اہلبیت مین کیا کیا سعیان اور کوششین کین یہان تک کہ دختر رسول خدا کو کیسا کیسا
رنجیدہ و دلگیر کیا حالانکہ وہ پارۂ جگر رسول خدا تھین اور انکی اذیت رسانی کو اپنی اور خدا کی اذیت رسانی مقرر
فرمایا تھا اسی طرح انکے شوہر پر جو حقیقت مین وصی رسولؐ تھے کیسے کیسے ظلم اور بدعتین احداث کین اور انکے علما بھی
باوجودیکہ اپنا نام شیعۂ اولی رکھتے ہین اور جھوٹی نسبت شاگردی کی اپنے لیے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف
دیتے ہین اور اسے اپنے واسطے مایۂ مفاخرت قرار دیتے ہین لیکن شب و روز کیسے اعداے دین کی مدد مین اور اسکے
خلفاے راشدین کی اعانت مین سرگرم رہتے ہین پھر انپر البتہ صادق آتا ہے کہ کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد شیعون کو وہ کیا سکھاینگے یہ انسے سیکھنے والے ہین جنھون نے ملائکہ کو تقدیس و تسبیح
سکھائی ہان ایک بات ہے کہ اگر غاصبین حقوق اہلبیت انکے حقوق کو غصب نہ کرتے اور انکے مقابلہ مین ائمہ
کرام علیہم السلام احتجاجات نہ فرماتے تو نہ شیعہ اسکی تعلیم اپنے ائمہ سے پاتے نہ اسکے محتاج ہوتے اگر
یہ کہین وہ کہ ظلم اور غصب حقوق کرکے ہمنے شیعون کو محتاج احتجاج کیا تو بجا ہے جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے
اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ یہ ناصبی ادعاے مباحثہ کا اپنے نواصب کے ساتھ رکھتا ہے حالانکہ حقیقت مین خود بھی
انھین کے زمرے مین مشہور ہے اور بمقتضاے الکفر ملۃ واحدۃ سب کفر مین شریک حال ہین اور اہل حق کے
استدلال دونون قسمون سے تمام ہے اور جو لکھا کہ وجہ تمسک بین اہلسنت کی اس آیہ کے ساتھ نواصب کے الزام دینے کو
لکھا ہے وہی بعینہ شیعون کے تمسک کی وجہ ہے کیونکہ احتمال اول المعنی اس تخصیص کی وجہ کہ اہلبیت کو تنہا جو بالاتین

پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا وہ اُنکا خدا کے نزدیک صاحب رتبہ بلند ہونا ہی کہ وہی موجب پیغمبر خدا کی محبت کا
اُنکے ساتھ ہوا پس جاننا ہی تو نے کہ فخر رازی نے اسی تقریر کو شیعون کی طرف سے بیان کیا ہی اور اِس ناصب نے
بھی کچھ اسمین بڑھایا نہین ہان کچھ تھوڑا سا تغیر کیا ہی کہ وہ بھی بے اصل ہی جیسا کہ لکھا ہی کہ اہلبیت کا حضار
اسلیے تھا کہ تا انپر وہ حضرت قسم کھائین اور یہ کچھ اصل نہین رکھتا اور یہ تقریر بسبب ناصب پرور ہونے کے
بھی نہین ہے ہی کیونکہ وہ فضیلت سے اُن جناب کی راسا انکار رکھتے ہین اور یہ خلفاے ثلثہ پر آنحضرت کی
فضیلت کے منکر ہین اور چونکہ آیۂ مزبورہ سے بوجہ ناکو یہ مستفاد ہوتا ہی کہ وہ جناب سارے خلق سے بمزید
فضیلت ممتاز ہین تو سنیون پر بھی اِس آیہ سے الزام درست آتا ہی اور دوسرا احتمال جو ہی کہ حضرت نے
اہلبیت علیہم السلام کو اپنے ساتھ مباہلہ مین اسلیے لیا تھا کہ تا آمین کہنے کو اُنکی بھی استجابت دعا مین مداخلت ہو
پس یہ بھی کتب مین شیعون کے مذکور ہی اور اکثر امامیہ کا مختار ہی اور موید اِس احتمال کا ہی قول خداے تعالیٰ کا
جو فرماتا ہی ثم نبتہل کہ جمع کے صیغہ سے فرمایا ہی کہ وہ دلالت اِسپر کرتا ہی کہ ابتہال مخصوص آنحضرت کے ساتھ
نتھا بلکہ جمیع اہلبیت کو بہلہ شامل ہی پھر اگر انکی دعا کو مداخلت استجابت مین نہوتی تو صیغہ کا بطور جمع وارد کرنا
مستحسن نہوتا اور دلالت کرتا ہی جو قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر مین اور اور مفسرین اور محدثین نے بھی روایت کی ہی
اور اوپر مذکور ہو چکا ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ صبح روز مباہلہ کو جناب رسول خدا دولتخانہ سے برآمد ہوے اِس طرح
کہ امام حسینؑ کو گود مین لیے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑے تھے اور جناب سیدہ آنحضرت کے پس پشت
آتی تھین اور علی ابن ابیطالب اُنکے پیچھے آتے تھے اور پیغمبر خدا آنحضرات سے فرماتے آتے تھے کہ جب مین
دعا کرون تو تم سب آمین کہنا اور بھی موید اسکا وہ ہی جو فاضل بیضاوی نے اور جار اللہ زمخشری وغیرہ نے نقل کیا ہی
قال اسقف النصارى وهو المسمى بابي الحارثه حين تقادم رسول الله وجثى على ركبتيه والتجى جثى الابناء المباهله بالمحشر النصارى انى
لارى وجوها لو سألوا الله ان يزيل جبلا من مكانه لازاله فلا تبتهلوا الى آخره چونکہ ترجمہ اسکا مکرر ہو چکا ہی اسلیے حاجت اعادہ کی نہین ہی
سبحان اللہ نصاری تو معتقد اہلبیت کی استجابت دعا کے ہون اور ناصب با وصف ادعاے اسلام اُسکے منکر ہون
بالجملہ یہ تقریر بھی ناصب کے دونون گروہ پر قائم ہی کیونکہ وہ دلالت کرتی ہی اِس بات پر کہ وہ حضرت اپنے
غیر سے افضل ہین اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جو کچھ ناصب الخ اُسکے جواب مین جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ
براے خدا اِس ناصبی کی ناصبیت کو دیکھنا چاہیے کہ ظاہر مین منافقانہ اظہار محبت جناب امیرؑ کے ساتھ
کرتا ہی اور دربردہ کسطرح درپی اسکے ہی کہ آنحضرت کی فضیلتون کو مٹاے کیا دل سے خوش ہو کر ناصب کے کلمات کو
بکمال تحسین و نشاط و سرور بیان کرتا ہی تاکہ دربردہ سلب فضیلت آنحضرات کا کرے اور جواب اسکا مطلق نہین دیتا
بلکہ فقط خوف ملامت و تہمت و فضیحت سے کہتا ہی کہ سنیون نے اپنی کتابون مین قلع و قمع وہی کیا ہی لیکن یہ زبانی

محض ہی جسطرح بعض منافقین نے شہادتین کا اظہار کیا تھا اور عنقریب بیان کیا جائیگا کہ حقیقت مین یہ شبہ
سُنیون کا ہی اگرچہ نواصب بھی اُسمین شریک ہون پھر جان تو کہ جو کچھ نواصب سے نقل کیا ہی وہی قول اس
ناصب کے بزرگون کا تھا کیونکہ فضل ابن روزبہان نے علامہ حلی علیہ الرحمہ کے جواب مین کہا ہی کہ ارباب
مباہلہ کی عادت یہی تھی کہ مباہلہ کے وقت مین اپنے اعزہ و اقارب کو جمع کرتے تھے اسلیے پیغمبر خدا نے حضرات امیر
اور اور اہلبیت کو حاضر فرمایا تھا اب بنظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے احتمال اول کی رو سے
نواصب کی طرف سے نقل کیا ہی اسکا محصل مطلوب فضل ابن روزبہان کے موافق ہی یا نہین اور جو قاضی عبدالجبار
معتزلی نے اپنے شیخ ابو الہاشم سے نقل کیا ہی حیث قال انہ انما خصص صلی اللہ علیہ و آلہ من تقرب منہ فی النسب و لم یقصد الابانة
عن الفضل و دل علی ذلک بانہ علیہ السلام ادخل فیہا الحسن والحسین مع صغرہما لما اختصا بہ من قرب النسب اور جو کچھ کہ فخر رازی نے کہا ہی
لا نسلم دلالۃ علی الفضل قولہم الذین یحضرہم النبی للمباہلۃ یجب ان یکون فی غایۃ الشفقۃ علیہم قال قلنا ہذا مسلم لکن لا نسلم ان غایۃ شفقتہ
علیہم کان لفضلہم بل لقربہم منہ بدلیل انہ علیہ السلام احضر الحسن والحسین مع انہما لم یبلغا حد التکلیف لصغرہما و بتقدیر کونہما مکلفین فمن المعلوم
ان ثوابہما کان یزید علی ثواب من الحق من قبیل الغزو و دال فعلنا انہ لیس السبب فی الاحضار لاما ذکرنا انتہی اور پر ظاہر ہی کہ یہ کلام نواصب کا ہی
جیساکہ خود شاہ صاحب نے اسکی گواہی دی ہی پھر باعتراف شاہ صاحب فضل ابن روزبہان اور امام فخر رازی
نے بھی باوصف اسکے کہ اہلسنت مین معدود ہین لیکن نواصب مین داخل ہونگے جیساکہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی
حقیقت مین وہ اپنے علما کو نواصب کے ساتھ تعبیر کرتے ہین ہان مگر یہ ہو سکتا ہی کہ کہین کہ علمائے اہلسنت نواصب
نہین ہین بلکہ انکے شاگردون سے ہین کہ اس تقریر کو اپنے اُستادون سے لیا ہی اور اس سے کذب شاہ صاحب کا
اُس دعوے مین جو انھون نے مخاصمہ اہلسنت کا نواصب کے ساتھ کیا ہی بہت زیادہ واضح ہوتا ہی اور جب انکے
علما نے نواصب سے لیا تو اگر شیعہ حضرات اہلسنت کے الزام دینے کو اُنسے لیکر الزام دین تو محل استبعاد کا ہی
بالجملہ جو لکھا ہی وہ مردود ہی ساتھ اسکے کہ احضار اس جماعت کا قسم کھانے کے لیئے انپر نہ تھا اور اسکا ادعا
کذب فضیح اور دروغ صریح ہی اور اسی طرح یہ دعوی کرنا کہ احضار انحضرات کا فقط الزام کفار کے لیے تھا کیونکہ کسی نے
مورخین نے اور علمائے اسلام سے یہ نہین کہا کہ نصاری نجران یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک داماد اور اولاد حاضر نہ ہو
مباہلہ صحیح نہین ہوتا اور یہ معنی تبواتر ثابت ہوا ہی کہ یہ آیہ اہلبیت کی فضیلت پر مشتمل ہی پھر اگر کفار کا الزام دینا مراد ہوتا
تو فضیلت کو اسمین کیا دخل ہوتا اور اسقف نجران یہ کیون کہتا کہ مین ایسے چند منھ دیکھتا ہون کہ اگر خدا سے سوال کرین
الخ اور اگر اولاد و داماد کا احضار مباہلہ کی شرط ہوتا جیساکہ شاہ صاحب نے لکھا ہی تو یقینی حق تعالی تصریح اسطرح
فرماتا کہ ندع اولادنا و اولادکم و اصہارنا و اصہارکم لفظ نسائنا و ابنائنا سے تطویل بلا طائل کیون فرماتا بلکہ نسائنا تو
مشعر اسی کا ہی کہ باوجود اسکے کہ متبادر اس سے ازواج کا احضار ہی لیکن چونکہ انمین کسی کو اسکی قابلیت نہ تھی اس سے

انکی دعوت نہ فرمائی اور بھی اگر اِسی لیے داماد کا احضار تھا تو ذوالنورین کو کیون نہ ہمراہ لیا اور جو کہا ہے شاہ صاحب نے
کہ دلیل اسپر یہ ہی الخ وہ بھی مردود ہی بسبب اسکے کہ قسم کھانا اولاد کے ساتھ مذہب مین اور کلام مین کسی کے
مباہلہ کے معنی مین داخل نہین بلکہ مباہلہ عبارت اس سے ہی کہ بددعا کرین اور اولاد کے ساتھ قسم کھانا
کسی کتاب مین نہین معلوم ہوتا راقم رسالہ کہتا ہی کہ عرب وعجم کے محاورات مین یہ ہی کہ قسم اپنے اعضا کی اپنی
عمر کی کھاتے ہین لیکن اولاد و داماد کی قسم کھانا اسکا محاورہ نہ قرآن مین دیکھا نہ کتب عرب مین دیکھا گیا نہ
حجاز کے عربون سے جو اثناے حج مین صحبت ہوئی تو سنا یہ شاید شاہ صاحب نے ہندوؤن کے کم قوم
جاہلون کے محاورے کے موافق کہا ہوگا کہ وہ البتہ کہتے ہین کہ فرزند کا ہاتھ پکڑ کے لیکن داماد کو وہ بھی نہین اگر کہتا
پھر کسطرح یہ کہنا جائز ہوا علاوہ اسکے اگر مباہلہ مین اولاد و داماد پر قسم کھانی داخل ہوتی تو پھر بنتھل جمع کا
صیغہ حق تعالی کسطرح وارد فرماتا کیونکہ اولاد و داماد کے ساتھ قسم کھانا تو مخصوص جناب رسالتمآب کے ساتھ ہو سکتا ہے
نہ یہ کہ اور بھی قسم کھائین پھر اس صورت مین تو العیاذ باللہ کتاب خدا مین لغو لازم آتا ہی بالجملہ اب تک مباہلہ
شریعت مین جناب رسول خدا کے وارد اور شائع ہی اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی کرر روایتون سے
منقول ہوا ہی لیکن کہین یہ شرط شروط مباہلہ سے مذکور نہین ہی پھر ناصب کی دلیل ساقط ہوگئی اور آیہ کی
دلالت آنحضرت کی فضیلت پر جسکا انکار کرنا محض شقاوت و بے حیائی سے تھا ثابت ہوا جیسا کہ صاحب
کشاف وغیرہ نے اسپر نص کی ہی جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین مثل ایسی تقریرون کے فرما کر لیا خوب
فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ بالجملہ جو فضیلت کہ اس آیہ سے اہلبیت علیہم السلام کے لیے مستفاد ہوتی ہی وہ ایسی
واضح ہی کہ امام رازی کے سوا کسی پر پوشیدہ نہین ہی آیا نہین دیکھتا تو کہ فاضل زمخشری نے کہ معتزلہ مین بڑے
متعصب ہین لیکن اس جگہ پر بسبب کمال وضوح کے صاف کہا ہی وفیہ دلیل لاشی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء
اور فاضل روزبہان نے بھی اپنے اس تعصب کے ساتھ جو ظاہر ہی انکی کتاب سے لیکن اقرار کیا ہی حیث قال
نعم فیہ فضیلۃ عظیمۃ لامیر المومنین علی علیہ السلام اور قاضی عبد الجبار معتزلی کا جواب جناب سید مرتضی علم الہدی
کی کتاب شافی سے جو نقل فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ جو ابو ہاشم عبد الجبار نے حکایت کی ہی کہ اسنے کہا کہ پیغمبر خدا نے
آنحضرات کو اظہار فضیلت کے لیے مباہلہ مین ہمراہ نہین لیا تھا بلکہ قصد حضرت کا انکے احضار سے یہ تھا کہ جو نسب مین
قریب ہین انہین ساتھ لینا چاہیے پس اسکا باطل ہونا ظاہر ہی کیونکہ اگر ایسا ہوتا جسکا اسنے ادعا کیا ہی
تو واجب تھا کہ حضرت رسول خدا مباہلہ مین عباس کو اور انکے بیٹون کو اور عقیل کو بھی طلب فرماتے کیونکہ
عباس و عقیل کا اسلام اور انضمام پیغمبر خدا کے ساتھ بہت پیشتر قصہ مباہلہ سے ہو چکا تھا کیونکہ مباہلہ دسوین برس
ہجرت سے ہوا ہی جبکہ سید اور عاقب وغیرہ اساقفہ نجران سے پیغمبر خدا کی خدمت مین آئے ہین اور اس حال مین

maablib.org

اور عباس و عقیل کی ہمراہی پیغمبر خدا کے حاصل کرنے مین بڑا زمانہ بیچ مین گذرا ہی اور جناب رسول خدا کا خاص
جناب امیر علیہ السلام کو طلب فرمانا سوا ان اشخاص کے جو قرابت مین انکے قائم مقام تھے یہ اسی کی دلیل ہی جو
ہم شیعہ کہتے ہین کہ بسبب انکی فضیلت کے جو پیش خدا آنحضرات کو حاصل تھی اور انکے اظہار فضائل کے لیے تھا
اور لیکن تعلق اسکا ساتھ داخل ہونے حسنین علیہما السلام کے اس جماعت مباہلہ مین باوجود اسکے کہ سن
آنحضرات کے چھوٹے تھے پس معلوم ہی کہ سن کا چھوٹا ہونا اور حد بلوغ حلم سے ناقص ہونا کمال عقل کے
منافی نہین ہی اور شارع نے بلوغ حلم کو جو کہا ہی تو وہ اسلیے ہی کہ وہ احکام شرعیہ کے متعلق ہونے کی حد ہی
اور یہ تحقیق کہ سن اُن دونون صاحبون کے اس حال مین ایسے تھے کہ اسکے ساتھ کامل العقل ہونا ممتنع نہین ہی
کیونکہ امام حسن علیہ السلام کا قصہ مباہلہ مین سات برس سے زیادہ تھا اور امام حسین علیہ السلام کا سات برس کے
قریب تھا علاوہ اسکے ہم شیعون کے مذہب کے موافق تو یہ ہی کہ حق تعالیٰ خرق عادت کو ائمہ کے واسطے
جاری کرتا ہی اور انھین مخصوص کرتا ہی اس سے جو انکے غیر کے واسطے نہین ہی پھر اگر یہ بھی صحیح ہو کہ صغر سن کے ساتھ
کمال عقل معتاد نہین ہی تو آنحضرات مین جائز ہوگا کہ بسبیل خرق عادت ہو انتہی ترجمہ کلام رحمہ اللہ اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ وفد نجران کا ہلاک کرنا اہم مہمات سے نہ تھا یہ بھی کلام بہت سخیف اور واہی ہی کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ
مباہلہ مین نصاریٰ کو محتمل تھا کہ اگر دعا آنحضرت کی مستجاب نہوگی تو وہ جناب مع اتباع و احباب ہلاک ہو جائینگے
اور اسلام کا نام روے زمین سے محو ہو جائیگا اور وہ حضرت دعاے بد مین جو انکے لیے کرنے والے تھے
یہ چاہتے تھے کہ ایک بھی اُنمین سے زمین پر باقی نہ رہ جاے اور کوئی شک نہین ہی کہ یہ زبانی محاربہ محاربات سنانی سے
بمرتبہ سخت و شدید ہی کیونکہ اُن لڑائیون مین جو تلوار و نیزے کی ہوئین افنا قوم و مذہب مطمح نظر نہین ہوتا پھر ایسے
محاربے کو یہ کہنا کہ اہم المہمات سے نہ تھا بہت سخیف ہی باقی رہا کلام اعانت و امداد مین امیر المومنین جناب
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے جو اسلام کے آنحضرت نے فرماے کہ یہ بھی منجملہ اس سے امداد اسلام کی ہی پھر یہ تو
مثل روز روشن ظاہر و ہویدا ہی کہ کوئی مصیبت جناب رسالتمآب کے مصائب سے ایسی نہین کہ وہ حضرت
اُسمین مشارک نہین اور خرمن حیات کفار فجار کا صاعقہ ذوالفقار آتشبار حیدر کرار سے مثل خاک ہوا ہی اور ابتدا سے
انتہا تک غزوات رسول مختار مین کسی نے ایسی داد اعانت و شجاعت کی دی ہی کہ اسکے حق مین لا فتیٰ الا علی
لا سیف الا ذوالفقار نازل ہوا ہو اور اس سے تو کسی کو انکار زیبا ہی نہین ہی کہ موالف و مخالف اسمین سب کے
زبان ہین زور بازوے ترا اللہ اکبر شاہاست ٭ گر دل خصم تو منکر باش خیبر شاہد ہست بالجملہ حق تو یہ ہی کہ
جسوقت اعانت محاربہ سیفی و سنانی مین مطلوب ہوئی اسمین اعانت کی اور جسوقت حاجت اعانت کی وقت
اور محاربہ لسانی مین ہوئی اسمین آنحضرت نے اعانت فرمائی اور کیونکر نہوتا حالانکہ اُن جناب کو حق تعالیٰ نے ردء اول

وزیر اور ہو مدد اور معین وہ وکار اپنے حبیب مین مختار کا قرار دیا تھا اور جو شاہ صاحب نے نقل کیا ہی کہ نبی
کی دعا کفار کے مقابلہ مین بلا شرکت غیرے مستجاب ہی یہ عدم استعانت کا موجب نہین ہو سکتا ہی
کیونکہ جب باوصف نبوت کے اور نزول وحی کے احکام شرعیہ مین جناب رسول خدا کو حاجت اعانت و
مشورے کی خلیفہ ثانی سے حضرات اہلسنت کے ہوتی ہو بلکہ حق تعالی بھی خلاف رائے خلیفہ ثانی کے کبھی کوئی
حکم نہ فرماتا ہو جیسا کہ اُنکا مذہب ہی تو پھر اگر کسی امر مین آنحضرت کو حاجت اعانت کی جناب امیر سے ہوئی ہو
تو یہ عجب کو کیون دشوار ہوا اور اُنکا سینہ کیون فگار ہوا اور بھی بمقتضائے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما
درود وسلام کا بھیجنا جناب رسالتمآب پر لازم و متحتم ہی اور اس سے نہین لازم آتا کہ وہ حضرت ہمارے درود
وصلوۃ کے محتاج ہین بلکہ چونکہ وہ حضرت رحمت خدا کے مستحق ہین تو شاہ صاحب کے زعم کے موافق چاہیے کہ
ہماری دعائین عبث ہون اور پھر اس حکم کا کیا نتیجہ ہوگا بالجملہ استعانت آنحضرت کی دعامین بالانفراد نہین ہی
بلکہ اس جہت سے ہی کہ اہلبیت علیہم السلام کا آمین کہنا موجب تاکید و تعجیل کا استجابت دعا کے ہو اور اسکا فائدہ
اظہار ہی اسکا کہ اہلبیت کو درگاہ جناب باری مین زیادہ قرب حاصل ہی اور وہ اورون سے افضل ہین دوسرے یہ
کہ جو دعوی کیا ہی کہ انبیا کی دعا بمقابل کفار کے خود مستجاب ہی والا اس سے یہ فساد لازم آئین یہ خود انکے
مذہب کے موافق درست نہین ہو سکتا کیونکہ اجابت دعائے پیغمبر کی کلیت اہلاک امت مین اہلسنت کے نزدیک نہین ہی
جیسا کہ شرح مشکوۃ سے ظاہر ہوتا ہی حیث قال الطیبی فی شرح المشکوۃ متعقبا علی قولہ القائل فی ذیل حدیث رواہ صاحب المشکوۃ ان
جمیع دعوات الانبیاء مستجابۃ والمراد بہذا الحدیث لکل نبی دعاء علی امتہ بالاہلاک کنوح وصالح وشعیب وموسی وغیرہم واما نبینا فلم یدع علی اعدائہ واعطی
قبول الشفاعۃ عوضا عنہ ہکذا ہذا مشکل لانہ دعا علی احیاء من العرب بقولہ اللہم العن فلانا وفلانا الی ان قال والتاویل المستقیم ان معنی قولہ علیہ السلام لکل
نبی دعوۃ مستجابۃ ان اللہ تعالی جعل لکل نبی دعوۃ واحدۃ مستجابۃ فی حق امتہ فنال کل من الانبیاء ما لوہا بالاہلاک ثم سئل بوا انا ما مثلہا الی الدنیا حیث دعوت علی بعض
فقیل لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم فبقیت تلک الدعوۃ المستجابۃ فی الآخرۃ قال واما قولہ ان جمیع دعوات الانبیاء مستجابۃ فقد
عند قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ سئلت اللہ ثلثا فاعطانی اثنتین ومنعنی واحدۃ وہی ان لا یذیق امتہ بعض بعض حاصل اسکا یہ ہی کہ صاحب مشکوۃ نے
روایت کی تھی کہ جملہ دعائین پیغمبرون کی مستجاب ہین اور مراد اس سے کہنا تھا یہ ہی کہ ہر نبی نے ایک دعا امت کے
ہلاک کرنے کو کی اور وہ مقبول ہوئی جیسا کہ حال نوح وصالح وشعیب وموسی وغیرہ کا مشہور ہی لیکن ہمارے پیغمبر خدا نے
اپنے دشمنون کے واسطے دعائے بد نہ فرمائی اسکے عوض مین حق تعالی نے انھین رتبہ قبول شفاعت کا عطا فرمایا
شارح نے کہا کہ یہ بھی مشکل ہی اسلیے کہ بعض زندون پر قوم عرب سے آنحضرت نے نفرین فرمائی ہی اپنی قوم سے کہ
خداوندا لعنت کر تو فلان شخص کو اور فلان شخص کو یہان تک کہ پھر کہا اسنے کہ سیدھی تاویل اس حدیث
کی یہ ہی کہ جو حضرت نے فرمایا ہی کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہی اسکے معنی یہ ہین کہ حق تعالی نے ایک دعا کو

ہر نبی کے واسطے یہ مقرر فرمایا ہی کہ جب اپنی امت کے حق مین کرین تو اُسے حق تعالی قبول فرماے پس اور پیغمبرون نے
اپنی قوم کے ہلاک مین اُسے کہا اور اُسکے ذریعہ سے اپنی قوم کو ہلاک کیا اور لیکن قول آنحضرت کا کہ مین نے وہ دعا
دنیا مین نہین کی اس حیثیت سے کہ دعا بعض امت کے واسطے کی پس کہا گیا میرے لیے کہ نہین ہی تیرے لیے
امر سے کوئی چیز یہان تک کہ توبہ کرے اُنکے اوپر پس باقی رہی تیرے لیے ایک دعاے مستجاب آخرت مین
اور پھر شارح نے کہا ہی کہ لیکن یہ قول کہ جملہ دعائین پیغمبرون کی مقبول و مستجاب ہین پس یہ محل توقف ہی ثابت
نہین ہوتا اس قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے جو فرمایا ہی کہ تین امرون کا مین نے خدا سے سوال کیا تھا
وہ مجھے عطا فرماے اور ایک سے مجھے منع کیا یعنی نہ قبول فرمایا اور وہ یہ کہ امت آنحضرت کی اسکا اعتقاد نہ کرے
کہ بعضے مبعوث ہونگے انتہی ترجمۃ کلامہ اور جب یہ حال ہی تو جو دعوی استجابت دعاے انبیا کا کلیۃ
شاہ صاحب نے نقل کیا ہی وہ کیونکر صحیح اور اُنکے مذہب کے موافق ہو سکتا ہی اور جب سب دعائین قبول
نہوئین تو اور مقربان حدیث کا امین کہنے مین شریک کرنا بنظر استجابت کے کیا محل عجب ہو سکتا ہی کیونکہ
اسکے بنا پر پیغمبر کی دعا علت تامہ اجابت کی نہین ہی خصوصاً بنظر اس قول کے جو آنحضرت سے شارح نے روایت
کیا ہی کہ فرمایا و انما لنلقى الله بها حيث دعوة على بعض امتي بلکہ جو کلام کہ طیبی نے آخر مین کہا ہی اس سے تو استجابت
مطلق دعا کی محل کلام معلوم ہوتی ہی پھر اب تو اور صاحبان کرام کا اپنے ساتھ ملانا اور اُنسے استعانت حصول
مطلوب مین ہو سکتی ہی اور معین اپنے افعال انبیا ہین کہ اور پیغمبرون نے بھی اپنی دعاؤن کو جیسا کہ دعا کرنے والے کا
آداب ہی تحمید و تمجید کے وسیلہ سے اور ہمارے حسنی اور حقوق آباے طاہرین اور انوار مقدسہ حضرات
معصومین کی توسیط سے مؤید و مؤکد کرتے رہے ہین پھر اگر یہان بھی جناب رسالتمآب نے اُن بزرگوارون کے
آمین کہنے کو بھی دعا سے قریب فرمایا تو مانع کیا ہی اور اُن سب باتون سے تنزل کر کے ہم کہتے ہین کہ استعانت
اور استشارہ اور التماس دعا مین اور آمین کہوانے مین اُن مقدسین سے جو گناہون سے طاہر و پاک ہین
کسی طرح موجب منقصت کا جناب پیغمبر خدا کے لیے نہین ہو سکتا بلکہ محتمل یہ ہی کہ گو وہ حضرت واجب الاجابت
ہون لیکن یہ فعل آنحضرت کا مدارج تواضع اور خضوع و خشوع مین جو شارع کو مطلوب ہی منسلک ہوگا پھر حضرات
پیغمبران نے اپنی رایون اور دعاؤن کو ناچیز سمجھ کر گو حاجت نہ تھی لیکن اپنا محتاج اورون کی رایون کا اور دعاؤن کا
قرار دیا ہوگا اور یہ امر شارع کی بھی نظر مین مطلوب ہوتا کہ انبیا علیہم السلام بسبب اسکے عجب سے مبرا اور
خودنمائی اور خود فہمی سے معرا ہون تو تعجب کا مقام کیا ہی اسی جگہ سے ہی کہ جب حضرت موسی کے دل مین
یہ خیال آیا کہ مجھے علم مین اورون سے تفوق ہی تو اُس سے دفع ہونے کو مامور ہوئے کہ حضرت خضر کے پاس
رجوع کرین اور اگر ان سب سے تنزل کرین جب بھی تو یہ بات ہی کہ دعا مین شریک کرنا اس مباہلہ کے لیے

تو صیغہ جمع سے جو نص ہو آیت مین بہت ظاہر ہی اور لازم نہین ہی کہ مصالح ربانیہ اور حکمتہائے سبحانیہ کی تفصیل کوئی
انکو پا سکے پھر یہ از قبیل تعبدات کے ہوگا اور مصالح خفیہ کو خدا کے سوا کوئی بشر نہین جانتا اور ہمین کسی کو
نہین پہونچتا کہ چون وچرا کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بالجملہ یہ دلیل الخ جواب اسکا یہ ہی کہ واقع مین
یہ آیہ فضیلت اور امامت پر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے دلالت کرتا ہی جیسا کہ اوپر روایت مذکور
ہو چکی ہی کہ پہلے احتجاج واستدلال اسے آنحضرت نے اہل شوری پر فرمایا ہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین
لکھا ہی کہ مولانا ے مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین فصول شیخ مفید علیہ الرحمہ سے روایت نقل کی ہی کہ حاصل
اسکا یہ ہی کہ مامون نے جناب امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ بزرگترین آیہ جو اہلبیت علیہم السلام کی شان مین
قرآن مین وارد ہوا ہی وہ کونسا ہی تو ان جناب نے اشارہ اس آیہ کی طرف فرمایا اور اسکی شرح بیان فرمائی
اور یہ علی ابن ابیطالب کو نفس رسول نص آیہ کے موافق قرار دیا ہی سوقت اسنے کہا کہ آیا یہ نہین ہی کہ حق تعالی نے
لفظ ابنا کو صیغہ جمع سے ذکر کیا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خاص کر کے اپنے دونون فرزندون کو بلایا
نسا کو بھی حق تعالی نے بلفظ جمع فرمایا تھا لیکن پیغمبر خدا نے تنہا بیٹی کے سوا اور کسی کو نہ بلایا پھر کیون یہ جائز نہو
کہ حق تعالی نے جو فرمایا ہی کہ دعوت کرین اپنے نفس کی اس سے مراد دعوت آنحضرت کے نفس کی حقیقی ہو نہ دعوت
غیر انکے کی اور جب یہ جائز ہوا تو امیر المومنین کے واسطے یہ بزرگی اور فضیلت متحقق نہوگی یہ سنکر حضرت امام رضا
علیہ التحیہ والثنا نے فرمایا کہ جو تو کہتا ہی یہ نہین بنتا کیونکہ داعی کی دعوت نہین ہوتی مگر غیر کے واسطے اپنے
جیسا کہ حکم اسکا غیر کے لیے امر ہی اور علی الحقیقہ کوئی اپنے نفس کو طلب نہین کرتا اور نہ اس سے امر کرتا ہی اور جبکہ رسول خدا
کسی شخص کو مباہلہ مین سوا علی ابن ابیطالب کے نہ طلب فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ بعینہ نفس رسول وہی ہین جو
مراد انفسنا سے جو کتاب مجید مین وارد ہی وہی ہین اور تنزیل مین حکم انکا حکم رسول جلیل کا ہی یہ سنکر مامون نے کہا
اذا ورد الجواب سقط السوال و ارشاد کہ مامون نے یہ توہم کیا ہوگا کہ جسطرح جمع کا صیغہ لفظ ابنا اور نسا مین غیر معنی
جمع مین مستعمل ہوا اسی طرح لفظ انفس بھی غیر معنی جمع مین مستعمل ہوا پھر اس صورت مین تنہا نفس رسول کا ارادہ اس سے
مظنون نہوگا اور اب حضرت امیر کا اس فضیلت مین مندرج ہونا ثابت نہوگا اور گویا اسکے گمان مین اس آیہ سے
استدلال کی بنا اوپر صیغہ جمع کے تھی اور جو کچھ کہ حضرت نے انکے جواب مین افادہ فرمایا اسکا محصل یہ ہی کہ دعوت
نفس دعوت کنندہ کی قطع نظر کرکے استعمال جمع کا واحد مین بر سبیل حقیقت درست نہین ہی پس بلاضرورت
اسکا ارادہ کرنا مجوز نہوگا کیونکہ وہ ایسا مجاز ہی جو فائق وزائد ہی اس مجاز سے جو سائر الفاظ مین آیہ کے مخالفون نے اسکا
زعم کیا ہی اور بلاضرورت اسکی طرف ضرورت جائز نہین ہی پھر مراد غیر اسکا ہوگا اور چونکہ جناب رسول خدا نے باتفاق
مفسرین معتبرین فریقین سوا جناب امیر علیہ السلام کے اور کسی کو مباہلہ مین طلب نہین فرمایا تو مراد وہی حضرت ہونگے

نہ غیر اسکا پس ہوگا یہ لفظ بھی مثل اور سائر الفاظ کے مجاز متعارف غیر معنی جمع مین کہ نہ زیادہ ہو سکیگا اسمین کوئی دوسرا
مجاز کہ دل اور وجدان سلیم اسے قبول نہ کرے اور فریقین اسے مستحسن رکھین پس مامون اپنے سوال کے سند دیتے ہوگا
معترف ہوا جو شئے اس آیہ کے استدلال پر وارد کیا تھا کیونکہ محصول استدلال کا بہت بعید تھا اور مضمون اسکا بہت
اوثق و مضبوط تھا واللہ الحجۃ البالغۃ انتہی ترجمۃ کلامہ رحمہ اللہ بالجملہ اس بیان سے یہ بخوبی ثابت ہوا کہ استدلال شیعون کی
امامت اور افضلیت پر آنحضرت کے اس آیہ سے انکے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہی اور احتجاج و استدلال جناب امیر علیہ السلام کا
اہل شوری پر قدیم ہی اور اسوقت آنحضرت نے استدلال فرمائی ہی کہ نوصب کا فرقہ نہ پیدا ہوا تھا کہ جنکے مقابل مین
اہلسنت یہ استدلال کرنے کا ادعا کرتے ہین پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ شیعون نے اس استدلال کو ہمیشہ ایک
پھیر پھار دکیا یہ یقینی باطل ہی کیونکہ ہم منکرین فضیلت سے کیا لیتے تابعین قائل سلونی قبل ان تفقدونی پیروان عمر
اقیلونی اقیلونی فانی لست بخیرکم وعلی فیکم سے کیا لینگے اور اسپر اعتقاد کرینگے شیعہ جو کچھ استدلال مین انکے اقوال یا روایات
ذکر کرتے ہین وہ محض اسلیے کہ خصم پر حجت تمام ہو اور کچھ ہان یہ ضرور ہی کہ جو استدلال و بضاعہ اس آیہ سے شیعون کا تھا
کہ انکے ائمہ نے فرمایا تھا اسے شاہ صاحب نے اپنی طرف منسوب کرلیا اور بحمد اللہ کہ وہ چوری انکی ہمنے بخوبی
کھول دی اور پھر بحکم ھذہ بضاعتنا ردت الینا ہمین اس سے آگاہ کرتے ہین اور مصداق ہوتے ہین اس مصرع مشہور کا
چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد بالجملہ جو کچھ کہ مذکور ہوا اس سے جتنے شبہات کہ خصام کی طرف سے
ہوے تھے وہ سب دفع ہوے اور جو کچھ کہ فریقین کے مفسرین اور محدثین نے تفسیرات اور نقل روایت مین
لکھا تھا کہ انفسنا سے مراد امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور نسائنا سے مراد جناب سیدہ اور ابنائنا سے
مراد حسنین ہین وہ اپنے حال پر ثابت رہا اور اس سے استدلال شیعون کا جو تھا کہ یہ آیہ مباہلہ آنحضرت کی فضیلت
اور امامت پر دلالت کرتا ہی وہ درست اور صحیح رہا اور جو مطلوب تھا وہ باحسن وجہ ثابت ہوا بلکہ راقم رسالہ کہتا ہی
کہ جسطرح یہ آیہ دلالت کرتا ہی امامت پر جناب امیر علیہ السلام کی اسی طرح اسکی دلالت امامت پر حسنین علیہما السلام کے بھی ہی
اور یہ کہ وہ ابنائے رسول اور افضل خلق ہین ثبوت فرزند رسول ہونے کا بوجہ اکمل ہم دے چکے ہین اور وہی جو
فضیلت کو بھی کافی ہی دوسرے شریک فرمانا پیغمبر خدا کا انھین مباہلہ مین اور نہ طلب فرمانا اور یگانہ و بیگانہ کا
بخوبی اسپر دلالت کرتا ہی کہ قرب انکا خدا کے نزدیک سب سے زیادہ تھا اور دلالت اسکی آنحضرات کی امامت پر
اسلیے ہی کہ وہ حضرات افضل و اکمل افراد امت سے تھے جیسا کہ مولانا فاضل طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین
ابن ابی عسلان سے کہ وہ بھی ایک ائمہ معتزلہ سے ہی نقل کیا ہی کہ اسنے ابنائنا کی تفسیر مین کہا ہی کہ ھذا یدل علی ان
الحسن والحسین کانا مکلفین فی تلک الحال لان المباھلۃ لا تجوز الا مع البالغین یعنی یہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ حسنین علیہما السلام اس
مباہلہ کے وقت مکلف تھے کیونکہ مباہلہ جائز نہین مگر انکے ساتھ جو حد بلوغ کو پہونچے ہوے ہین انتہی اور ظاہر ہی

کہ مباہلہ دسوین برس ہجرت سے واقع ہوا ہی اور تزویج جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ
بعد ہجرت مدینہ منورہ مین ہوئی اور اُسوقت سن حضرت امام حسن علیہ السلام کا سات برس سے کچھ زیادہ تھا اور
امام حسین علیہ السلام کا سن قریب سات برس کے تھا پھر مکلف ہونا بحسب عمر جو معتبر شرع ہی کسی طرح ممکن نہین ہی
سوا اسکے کہ کمال عقل مراد لیوین اور مع ہذا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا جناب حسنین علیہما السلام کو ساتھ لیجانا
دلالت واضح رکھتا ہی کہ مباہلہ مین سب کا مکلف ہونا شرط نہین ہی اور وہ تنہا ایسی فضیلت ہی جو پہلے پیغمبرون کو نہین
اور اُس سے انہین استحقاق نبی ہونے کا حاصل ہوا اسی طرح یہ کمال عقل انحضرت کے واسطے ثابت ہوتا ہی جب تو پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہین باوصف صغر سن شریک مباہلہ فرمایا اور اسی فضیلت اور استحقاق امامت کے لیے انکے
حق مین فرمایا ابنای ہذان امامان قاما او قعدا فثبت کونہما علیہما السلام امامان بنص القرآن ایضا وباقرار سید الانس والجان صلوات
اللہ علیہم الملک المنان فتذکر چنانچہ اُن آیات سے آیہ کریمہ تطہیر ہی جو فرمایا ہی حق تعالی نے سورہ احزاب مین انما یرید اللہ لیذہب
عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا یعنی ارادہ نہین کیا ہی خدا نے مگر یہ کہ برطرف فرماے تمسے شرک و گناہ وشک کو
اور ہر بدی کو ای اہلبیت پیغمبر کے اور پاک کرے تمکو جو حق پاک کرنے کا ہی علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ مفسرین نے
اجماع کیا ہی اور جمہور نے روایت کی ہی مثل احمد حنبل وغیرہ نے کہ بتحقیق کہ یہ آیہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور
حسنین اور جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہم کی شان مین وارد ہوا ہی اور روایت کی ہی ابو عبیدہ محمد بن عمران مرزبانی نے
ابو الحمرا سے کہ کہا اُنسے کہ مین نے پیغمبر خدا کی نو دس مہینے کے قریب خدمت کی پر حال یہ تھا کہ ہر صبح کے وقت
اپنے دولتخانہ سے وہ جناب باہر نہ آتے تھے مگر یہ کہ دونون بازو علی ابن ابیطالب کے دروازے کے پکڑ کر فرماتے تھے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر اسکے بعد علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام جواب مین اسکے کہتے تھے کہ وعلیکم السلام
یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا دروازہ علی ابن ابیطالب کا صبح کو پکڑ کر پیغمبر خدا فرماتے تھے الصلوۃ رحمکم اللہ انما یرید اللہ
لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور بعد اسکے اپنے مصلا پر تشریف لیجاتے تھے اور کذب رجس سے اور کوئی خلاف
نہین ہی اسمین کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اپنے نفس کے لیے خلافت کا دعوی فرمایا تھا
پھر واجب ہی کہ وہ حضرت اس دعوے مین صادق ہون مولنا احمد اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین فرمایا ہی کہ امام
زمان کو چاہیے کہ صفت عصمت و طہارت سے متصف ہو اور گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عمدا و سہوا مباشر نہو اور آلودگی
ظاہر و باطن سے اور جو کچھ کہ نقص و عیب کا سبب ہو سکے منزہ ہو تا کہ مستحق مرتبہ خلافت رسول کا ہو اور مستوجب
نہایت قرب الہی کا ہو اور اسی لیے حق تعالی نے سورہ احزاب مین اہلبیت علیہم السلام کی عصمت و طہارت کی تصریح
فرمائی ہی اپنے قول سے انما یرید اللہ الایہ کہ وہ باجماع مفسران شیعہ و سنی امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور جناب سیدہ
اور حسنین علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا ہی اور محدثین اہلسنت نے اپنی احادیث کی کتابون مین اسے نقل کیا ہی

تفسیر آیۂ تطہیر

راقم رسالہ کہتا ہی سید ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب حجت الخصام مین مقصد ثانی کے باب اول مین طریق عامہ سے
یعنی حضرات اہلسنت کے موافق طریقون کے اکتالیس ۴۱ اور موافق شیعون کے طریقے کے چونتیس حدیث باب
ثانی مین اسکے نقل کی ہین جن سب کا حاصل یہ ہی کہ یہ آیہ شان مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور انحضرات کی نازل
ہوا ہی منجملہ احادیث منقولہ باب اول کے پہلی حدیث مسند احمد بن حنبل سے ہی روی عبد اللہ ابو عبد الرحمن بن احمد بن حنبل
عن والدہ احمد قال حدثنا محمد بن مصعب ہو القرسانی قال حدثنا الاوزاعی عن شداد بن عمارہ قال دخلت علی واثلہ بن الاسقع وعندہ
قوم فذکروا علیا فشتموہ فشتمتہ معہم فلما قاموا قال لی الا اخبرک بما رایت من رسول اللہ قلت بلی قال اتیت فاطمۃ علیہا السلام اسالہا عن علی علیہ السلام فقالت توجہ الی
رسول اللہ فجلست انتظرہ حتی جاء رسول اللہ فجلس ومعہ علی وحسن وحسین اخذ کل واحد منہما بیدہ حتی دخل فادنی علیا وفاطمۃ فاجلسہما بین یدیہ واجلس حسنا و
حسینا کل واحد منہما علی فخذہ ثم لف علیہم ثوبہ او قال کساء ثم تلا ہذہ الآیۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا ثم قال اللہم ہؤلاء
اہل بیتی واہل بیتی احق یعنی روایت کی ہی عبد اللہ ابو عبد الرحمن نے جو فرزند احمد کا ہی کہ وہ حنبل کا بیٹا ہی اپنے باپ احمد سے
کہ کہا اُسنے حدیث بیان کی مجھسے مصعب نے کہ وہ قرسانی ہی کہا اُسنے کہ حدیث کی مجھسے اوزاعی نے شداد سے جو
عمارہ کا بیٹا ہی کہ مین واثلہ بن اسقع کے جو صحابی تھا پاس گیا اور اُسوقت اُسکے پاس ایک قوم اور بھی حاضر تھی کہ اُنہون نے
جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا ذکر کیا اور آنحضرت کو بد کہا اور مین بھی اُنکے ساتھ شتم و بدگوئی مین شریک ہوا اُنکے
اُٹھ جانیکے بعد واثلہ نے کہا کہ آیا تو چاہتا ہی کہ مین تجھے خبر دون اُس حال سے جو مین نے پیغمبر خدا سے مشاہدہ کیا ہی مین نے کہا
کہ ہان اُسنے کہا کہ ایک روز مین جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت مین گیا تاکہ جناب امیر المومنین کے حال سے
پوچھون اور خبردار ہون کہ وہ حضرت کہان ہین اُن معصومہ نے فرمایا کہ وہ رسول خدا کی خدمت مین تشریف
لیگئے ہین یہ سنکر مین انتظار تشریف آوری مین آنحضرت کی بیٹھا رہا یہان تک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تشریف
لائے اور بیٹھے اور آنحضرت کے ساتھ اُسوقت جناب علی ابن ابیطالب تھے اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام
اسطرح آئے کہ دونون صاحبزادے ہاتھ آنحضرت کا پکڑے ہوئے تھے یہان تک کہ پیغمبر خدا کی خدمت مین
داخل ہوئے بعد اُسکے پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو اور فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے نزدیک بلایا اور
سامنے اپنے بٹھایا اور پھر حسنین علیہما السلام کو بلاکر دونون صاحبزادون کو اپنی ران پر بٹھایا اور پھر اُن سب پر
اپنا کپڑا اُڑھایا یا راوی نے چادر کو کہا کہ اُڑھایا پھر اس آیہ کو پڑھا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم
تطہیرا پھر فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور اہلبیت میرے سزاوار تر ہین اور پھر ایک حدیث
عبد اللہ بن احمد حنبل سے نقل کی ہی جو اُسنے موافق اپنے طریقے کے ام سلمہ سے روایت کی ہی کہ ترجمہ لفظی اُسکا یہ ہی کہ
کہا ام سلمہ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ایک روز میرے گھر مین تشریف رکھتے تھے پس جناب سیدہ فاطمہ زہرا
ایک دیگ سنگی مین خزیرہ پکا کر لائین اور وہ ایک غذا ہی جو گوشت اور آرد گندم سے مرکب ہی پس داخل ہوئین

اُسے لیکر خدمت مین جناب رسالتمآب کی آنحضرت نے فرمایا کہ اپنے شوہر کو اور اپنے فرزندون کو بلا لاو پھر
راوی نے کہا کہ علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام اور جناب سیدہ داخل اُسی حجرہ مین ہوے جہان
جناب رسالتمآب تشریف رکھتے تھے اور سب بیٹھے اور اُس غذا سے سب نے ملکر کھانا شروع کیا اور
وہ حضرت آنحضرت کے ساتھ ایک مکان مین تھے کہ وہ جگہ آرام فرمانے کی آنحضرت کے تھی کہ اسکے نیچے
ایک دوکان تھی اور ایک چادر خیبری آنحضرت کے ساتھ تھی ام سلمہ کہتی ہین کہ مین حجرے مین اپنے نماز پڑھتی تھی
پس حق تعالیٰ نے اس آیہ کو نازل فرمایا انما یرید اللہ الآیہ بعد اسکے پیغمبر خدا نے اس چادر کو لیا اور آنحضرات کو
اوڑھایا بعد اُسکے اپنے ہاتھ چادر کے اندر سے باہر نکالے اور کہا کہ یہ میرے اہلبیت ہین اور یہ میرے مخصوصین ہین
خداوندا الٰہی اور دفع کر اُنسے رجس کو اور پاک کر انکو جو حق ہے پاک کرنے کا ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے بھی اُس
مکان مین سر ڈالکر کہا کہ مین بھی تو آپ کے ہمراہ ہون اے رسول خدا فرمایا کہ تو بھی اچھی ہے تو بھی اچھی ہے اسی روایت کو
مالکی نے کتاب فصول مہمہ مین بھی نقل کیا ہے اور تیسری روایت ابو سلمہ سے مثل اسی کے ہے اور اسی جملہ سے روایت
اسی اسناد سے عبد الملک سے ہے کہ اُسنے داود بن ابی عوف بن اجحاف سے کہ اُسنے شہر بن حوشب سے کہ اُسنے بھی
ام سلمہ سے مثل اسی کے روایت کی ہے چوتھے یہ ہے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اور اسناد سے واثلہ بن اسقع سے
روایت کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ مین علی ابن ابیطالب کی جستجو مین آنحضرت کے مکان پر گیا پس جناب سیدہ نے
فرمایا کہ وہ پیغمبر خدا کے لینے کو گئے ہین راوی کہتا ہے کہ بعد اسکے دونون بزرگوار ساتھ ہی تشریف لاے اور گھر مین
تشریف لیگئے اور مین بھی انکے ہمراہ داخل خانہ ہوا پس اندر مکان کے جاکر پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو اپنے
جانب چپ اور جناب سیدہ کو جانب راست اپنے بٹھایا اور حسنین علیہما السلام کو اپنے آگے بٹھایا بعد اسکے جو
کپڑا اوڑھے تھے وہ انہین اوڑھایا اور فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور کہا کہ خداوندا
یہ میرے اہل ہین خداوندا یہ سزاوار تر اور حق ہین واثلہ کہتا ہے کہ مین نے بھی کنار خانہ سے پکار کر عرض کیا کہ مین بھی
آپ کے اہل سے ہون اے پیغمبر خدا حضرت نے فرمایا کہ تو بھی اہل سے ہے پھر واثلہ نے کہا کہ بس یہی وہ چیز کہ جسکی
امید رکھتا ہون مین جو چیز کہ امید رکھتا ہون اپنے عمل سے راقم رسالہ کہتا ہے کہ اس حدیث مین وارد ہے کہ جناب امیر
علیہ السلام کو پیغمبر خدا نے جانب چپ اپنے بٹھایا یہ مضمون غریب ہے اور معارض ہے اُن اخبار سے جنمین وارد ہے
جانب راست آنحضرت کو بٹھایا جیسا کہ روایت ام سلمہ مین ہے جو آئندہ عنقریب انشاء اللہ ذکر کیجائیگی پس یا تصرف
راوی کا ہے کہ اُسنے بھولے سے ایسا کہا ہو یا دانستہ بہ نیت فاسد تبدیل جہت کی ہو ولیکن بر تقدیر صحت وقوع امر
پس شاید مراد اس سے یہ ہوگا کہ اعزاز حضرت کا زیادہ ہوگا کیونکہ دل سینہ کے اندر جانب چپ مین واقع ہے
تو اس طرف جگہ دینا اسلیے ہوگا کہ تا دل سے وہ حضرت قریب ہون جیسا کہ یہ مثل حکما عقلا قاعدہ مروج ہے کہ جسے

زیادہ عزیز رکھتے ہین آپ سے دل کی طرف جانب چپ مین اپنے بٹھاتے ہین اور جو واثلہ کی زبانی ہو کہ اُسنے
عرض کیا کہ مین بھی آپ کے اہل سے ہون یہ اہلبیت تو حقیقی کسی طرح ہو نہین سکتے جیسا کہ ظاہر ہی شاید
اہل مذہب اور اہل اسلام ہونے کی طرف اُسنے اشارہ کیا ہوگا کہ اسکے موافق آنحضرت نے فرمایا ہوگا کہ ہان
تو بھی اہل اسلام سے اور میرے اہل دین سے ہی کیونکہ اہل آنحضرت کے بنا بر انکے اخبار کے تو وہ ہین جنپر
صدقہ حرام ہی یا وہ ہین جو واقع مین حق تعالی سے قرب معنوی اور مرتبہ اخلاص حاصل رکھتے ہین جیسا کہ آل عبا کا
حال ہی بہر گونہ یہ محمول مجاز پر ہوگا فتذکر اور روایت وہ ہی جو عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بذریعہ اپنی اسناد کے
اسے واثلہ بن اسقع سے کی ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جب سر مبارک فرزند رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام کا شہر
شام مین آیا تو راوی کہتا ہی کہ ایک شامی نے واثلہ سے ملاقات مین اظہار سرور کیا واثلہ اس مشاہدہ سے
غضبناک ہوا اور کہا کہ قسم ہی خدا کی کہ مین ہمیشہ دوست رکھتا ہون امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور امام حسن
اور امام حسین کو جبسے کہ سنا ہی مین نے پیغمبر خدا سے وقتیکہ وہ حضرت خانہ ام سلمہ مین تھے اور فرماتے تھے
انکے بارے مین وہ کچھ جو فرماتے تھے یہ کہکر واثلہ نے کہا کہ ایک روز مین پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا
اور اس دن وہ حضرت ام سلمہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے کہ اتنے مین جناب امام حسن علیہ السلام آئے اور انکو
آنحضرت نے اپنی گود مین جانب راست لیا اور بوسے انکے لیے اور اسکے بعد امام حسین آئے انھین بھی آنحضرت نے
اپنی گود مین جانب چپ اپنے بٹھایا اور بوسہ لیا اسکے بعد جناب سیدہ تشریف لائین انھین اپنے روبرو بٹھایا
بعد اسکے علی ابن ابیطالب کو بلایا جب وہ حضرت آئے تو ان سب پر چادر خیبری اپنی اڑھائی اور گویا مین دیکھتا ہون
کہ اسکے بعد فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا راوی حدیث کہتا ہی کہ مینے واثلہ سے کہا
کہ یہ کیا ہی واثلہ نے کہا کہ شک ہی بیچ خدائے عز و جل کے اور روایت پھر اسی محدث نے باسناد اپنے
ابن عباس سے نقل کی ہی کہ کہا انھون نے حدیث طویل ہین کہ پیغمبر خدا نے اپنا لباس لیکر اڑھایا علی ابن ابیطالب
اور جناب فاطمہ اور جناب حسنین علیہم السلام پر اور فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا
آٹھوین وہ روایت ہی جو اسے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بوسائط اپنی اسناد کے ام سلمہ زوجہ رسول خدا سے
روایت کی ہی کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ جب مدینہ مین خبر شہادت امام حسین علیہ السلام کی آئی تو ام سلمہ نے اہل عراق پر
لعنت کی اور بعد اسکے کہا کہ مارا انھون نے حسین کو خدا انھین مارے اور اس سے لڑے اور اسے ذلیل کیا خدا
انپر لعنت کرے پس تحقیق کہ مین نے پیغمبر خدا کو دیکھا ہی جبکہ جناب سیدہ آنحضرت کے واسطے کھانا طبق مین
رکھکر لائین اور آنحضرت کے سامنے رکھا تو فرمایا کہ تمھارے چچا کے بیٹے کہان ہین آنحضرت نے عرض کیا
کہ گھر مین ہین فرمایا کہ جاؤ اور انھین اور اپنے بیٹون کو لے آؤ ام سلمہ کہتی ہین کہ جناب سیدہ تشریف لیگئین اپنے

آنحضرات کو اپنے ساتھ لیکر پھر تین اس طرح کہ آگے آگے دونون صاحبزادے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے
اور جناب سیدہ کے پیچھے جناب امیر تشریف لاتے تھے یہان تک کہ رسول خدا کی خدمت مین یہ بزرگوار حاضر
ہوئے پس ان دونون صاحبزادون کو اپنی گود مین بٹھایا اور جناب امیر علیہ السلام جانب راست اور جناب سیدہ
جانب چپ رسول خدا کے بیٹھین بعد اسکے ام سلمہ کہتی ہین کہ آنحضرت نے عبائے خیبری کو جو میرے نیچے بچھی تھی نکالا
اور خود اوڑھا اور آنحضرات کو اڑھایا اور دونون جانب سے عبا کو پکڑکر دست راست اپنا خدا کے لیے بلند کیا
اور فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین انسے رجس کو دفع کر اور پاک کر انہین جو حق پاک کرنے کا ہے ام سلمہ
کہتی ہین کہ مین نے کہا کہ اے رسول خدا کیا مین آپ کے اہل سے نہین ہون فرمایا کہ ہان اہل سے ہو لیکن جب
دعا علی ابن ابیطالب اور اپنی بیٹی کے لیے اور حسنین علیہم السلام کے واسطے تمام فرما چکے اسوقت مجھے عبا مین
داخل کیا راقم رسالہ کہتا ہے کہ یہ مضمون کہ ام سلمہ کو بھی عبا مین بٹھایا مضمون جدید ہے کیونکہ روایت کہ طرق امامیہ کے
موافق وارد ہوئی ہے اسمین یہ نہین ہے اور غالب ہے کہ مضافات سے ہو اور یہ محض اسلیے ہو گا کہ تخصیص آل عبا کی
جو اس چادر مین بیٹھنے کی ہے اسے مٹائین لیکن معارض ہے اس مضمون کو وہ حدیث جو اسی محدث نے اپنے باپ
اور انسے پھر ام سلمہ سے نقل کی ہے اور وہ یون روایت ہے جو اسی محدث نے اپنے باپ سے انکی اسناد سے جو خبر سابق
اول ہے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ کاش اسوقت تم اپنے شوہر اور بیٹون سمیت
میرے پاس آتین یہ سنکر جناب سیدہ گئین اور علی ابن ابیطالب کو اور حسنین علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیکر تشریف
لائین جب یہ حضرات حاضر ہوے تو پیغمبر خدا نے چادر فدکی اپنے اوپر اڑھائی اور ام سلمہ کہتی ہین کہ بعد اسکے
حضرت نے اپنا ہاتھ آنحضرات پر رکھا اور فرمایا کہ خداوندا یہ آل محمد ہین نازل کر تو اپنی رحمتون کو اور برکتون کو
اوپر محمد اور آل محمد کے بتحقیق کہ تو صاحب حمد اور بزرگی کا ہے ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے اسکے بعد چادر کو اٹھایا تاکہ
انکے ساتھ داخل ہون اور شریک اصحاب کسا ہون پس آنحضرت نے میرے ہاتھ سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا
کہ تو بھی نیک راہ پر ہے اب اس روایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خود پیغمبر خدا کا سوا آنحضرات کے اور کا
شریک کرنا تو کیسا بلکہ جو ام سلمہ نے خود شریک ہونے کا ارادہ کیا تو مانع ہوے اور ردا کو انکے ہاتھ سے لے لیا
اور درخواست مشارکت کو انکی نہ قبول کیا اور واقع مین یہ ہے کہ اس روایت سے کسقدر صدق لہجہ اور راست گفتاری
جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ظاہر ہوتی ہے کہ انکے اظہار ورع اور تقدس کو کافی ہے اور حقیقت مین زوجہ رسول ہو
ایسی مقدسہ کو زیبا ہے جو حضوری اور غیبت رسول مین یکسان رہین اور جسطرح در باب اہلبیت علیہم السلام پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کو دیکھا تھا اور اقوال کو سنا تھا اسی کے موافق آنحضرات کے ساتھ ہمیشہ طریقہ خلوص
مودت ومحبت اور اظہار حقیقت کی رعایت کرتی رہین اور کبھی چشم زدن بھی انکی مخالفت کو پسند نہ کیا واقع مین جو

maablib.org

آنحضرت نے اُنکی بہ نسبت فرمایا تھا اب تک علی خیر سے کا اثر مشاہد ہوا اور منجملہ اُنہی کے حدیث وہ ہی جو اسے احمد حنبل نے
اپنے باپ سے بذریعۂ انکی اسناد کے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ میرے گھر مین تھے کہ خادم نے خبر دی کہ جناب علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور دونوں
یا حسن مکان مین کھڑی ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اٹھو اور میرے اہلبیت کو دیکھو
وہ کدھر ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ یہ سنکر مین اٹھی اور گھر مین مین نے دیکھا قریب ہی آنحضرات کو پایا بعد اسکے
علی ابن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام خدمت مین حضرت رسول کی حاضر ہوے جن
حالون کے یہ دونون بزرگوار کم سن تھے پس اُن دونون صاحبزادون کو پیغمبر خدا نے لیا اور اپنی گود مین بٹھایا
اور اُنکے بوسے لیے اور ایک ہاتھ سے علی ابن ابیطالب کو اپنے گلے سے لگایا اور دوسرے ہاتھ سے جناب
سیدہ کو گلے سے لگایا اور جناب سیدہ کا بھی بوسہ لیا اور اسکے بعد اُنپر لباس کہ خز یا صوف کا سیاہ تھا اُڑھایا اور
فرمایا کہ خداوندا تیری طرف نہ تیری آتش غضب کی طرف مین اور میرے اہلبیت ہین ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے
کہا کہ یا رسول اللہ مین بھی تو ہون آپ کے اہلبیت سے یہ سنکر فرمایا ام سلمہ اپنی جگہ پر رہو تو بھی اچھی ہے نیک راہ پر ہے
اور حدیث انھین سے وہ ہی جو صحیح بخاری سے نقل کی ہے لفظ اسکا الحادی عشر من صحیح البخاری من الجزء الرابع منہ
علی حد کراسین من اخر الجزء واجزاء البخاری من ثمانیة واجزاء مسلم من ستة وھذا من المتفق علیہ منہما صحیح البخاری و اخبر الشیخ الامام ابو بکر
عبد اللہ بن منصور بن عمران الباقلانی المقری ص الجامع بواسط العراق فی رجب من سنة اربع وثمانین وخمس مائة قال اخبرنا الشیخ الامام
الحافظ ابو الوقت عبد الاول بن شعیب عن الرجال المتصلین الی الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری یرفعہ الی مصعب بن شیبة عن صفیة
بنت شیبة عن عایشة قالت قالت عایشة خرج النبی غداة وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ
ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا حاصل اسکا یہ ہے کہ مصنف کتاب تجرید الصحاح نے
لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم دونون مین متفق علیہ ہے اور صحیح بخاری مین یہ توسط روات عائشہ سے منقول ہے کہ
کہا انھون نے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ صبح کو اس طرح بر آمد ہوے کہ دوش مبارک پر آنحضرت کے
ایک چادر منقش تھی کہ وہ سیاہ بالون سے بافتہ تھی پس آنحضرت کی خدمت مین امام حسن فرزند علی ابن ابیطالب آئے
اور انھین اُن جناب نے اُس ردا کے اندر داخل فرمایا اور اسکے بعد جناب امام حسین آئے اور اُس ردا مین داخل
ہوے بعد اسکے جناب فاطمہ زہرا آئین انھین بھی اُس ردا مین داخل فرمایا بعد اسکے علی ابن ابیطالب آئے انھین بھی
اُس ردا مین داخل فرمایا بعد اسکے یہ آیہ حضرت نے پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا مترجم رسالہ
کہتا ہے کہ فقرات عربی مین اس حدیث کے بہ نسبت اور حضرات کے ہے ثم جاء فادخلہ اور بہ نسبت جناب سید الشہداء کے
ثم جاء الحسین فدخل معہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سن شریف اُسوقت ایسا تھا کہ محتاج رعایت ادب نہ تھا ان کے

یا بقرینہ مقام حضرت کو اسکا علم حاصل ہو گیا ہو کہ میری شراکت بھی نانا کو منظور ہے یا بہ خرق عادت حق تعالیٰ
اسکا علم اُن جناب کو عطا فرمایا ہو گا لیکن رضامندی اس فعل سے آنحضرت کے جناب رسول خدا کی تحقیقی ظاہر ہے
اور اُسی جملہ سے روایت مسلم بن حجاج قشیری سے ہے کہ اُنھنے اپنے صحیحہ مین بتغیر او حافظ و اسناد روایت کو عائشہ سے
نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا برآمد ہوے جن حالونمین چادر سیاہ بالون کی اوڑھے تھے اور پھر وہی حدیث جو صحیح بخاری سے
منقول ہو چکی نقل کی ہے اور وہ روایت ہے جو ابو اسحق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے اپنی تفسیر مین قول خداتعالیٰ
طٰہٰ کی تفسیر مین کہا ہے کہ جعفر ابن محمد الصادق نے فرمایا کہ طہ طہارت اہلبیت محمدؐ کی ہے اور اسکے بعد قرات فرمائی
انما یرید اللہ الایہ کی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذیل تفسیر کریمہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ مین کہا ہے
سعد ابن ظریف نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت مین دو موتی ہین
بطنان عرش کے قریب کہ ایک اُنکا سفید ہے اور دوسرا اُنکا زرد ہے اور ہر ایک مین اُنکے ستر ہزار غرفے ہین کہ اُنکے
دروازے اور اکواب و اباریق ایک عرق سے ہین پس سفید اُنمین سے واسطے محمد و اہلبیت محمد کے ہین اور زرد اُنمین سے
واسطے ابراہیم اور اہلبیت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہین اور بعض اُنھین سے وہ روایت ہے جو ثعلبی نے بذریعہ اپنی
اسناد کے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ کہا اُنھون نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ آیہ انما یرید اللہ
الایہ نازل ہوا پانچ شخصون کے حق مین فیّ و فی علی و فی حسن و حسین و فاطمہ یعنی میرے حق مین اور علی ابن ابیطالب کے
حق مین اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب فاطمہ زہرا کی شان مین نازل ہوا راقم رسالہ کہتا ہے کہ جو تصریح و تخصیص کہ
مورد آیت کی اس روایت مین ہے اُسکے بعد کسی طرح ہرگز ممکن نہین ہے کسی کو کہ دوسرے کے حق مین ادعا اُسکے نزول کا
کیا کرے یا ارادہ تعمیم کا بہ نسبت ازواج وغیرہ کے کرین اور پھر ثعلبی نے اپنی اسناد سے ام سلمہ سے نقل کیا ہے اُس
روایت کو جو مشابہ ہے اُس روایت سے جسے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے وسائط سے نقل کیا تھا اور وہ موافق
مضمون اُن بعض روایات کے ہے جو یہان منقول ہو چکین کہ وہ دوسری روایت ہے پھر منجملہ اُنکے وہ روایت ہے جو
ثعلبی نے بنی الحرث بن تیم اللہ سے کہ اُسے مجمع کہتے ہین روایت کی ہے کہ کہا اُسنے کہ مین اپنی مان کے ساتھ عائشہ کے
مکان پر گیا پس مین نے اپنی مان سے پوچھا کہ تمنے کیا باتین عائشہ سے ہوئین اُسنے کہا کہ مین نے کہا عائشہ سے
کہ مین نے تمہارا خروج کرنا روز جمل دیکھا اُسکے جواب مین عائشہ نے کہا کہ یہ خدا کی طرف سے تھا اُسکے بعد مین نے
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حال سے پوچھا عائشہ نے کہا کہ تو اُسکے حال کو پوچھتی ہے جو سب سے زیادہ پیغمبر خدا کے
نزدیک پیارا اور محبوب تھا بہ تحقیق کہ دیکھا ہے مین نے علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کو جن حالون کہ پیغمبر خدا اُنھین
سب کو اپنی چادر مین جمع کیے تھے اور فرماتے تھے کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین اور مخصوص میرے ہین پس
دور کر اُنسے رجس کو اور پاک کر اُنھین جو حق پاک کرنے کا ہے اُسوقت مین نے کہا کہ اے رسول خدا مین بھی تو آپ کے

اہل سے ہون یہ سنکر فرمایا کہ ہٹ جا کنارے تو بھی خیر پر ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ رواۃ اسکی بہت معتبر ہین حضرات
اہلسنت کے کیونکہ ثعلبی نے لکھا ہی کہ خبر دی مجھے حسین بن محمد ثقفی نے عمر ابن الخطاب سے اور اُسنے یہ حدیث
نقل کی عبد اللہ بن فضل سے کہ اُسنے لیے روایت کیا امام حسن علیہ السلام سے کہ انھون نے روایت کی یزید
بن ہارون سے کہ کہا اُسنے خبر دی مجھے قوام بن حوشب نے کہ اُسنے اپنے چچا کے بیٹے سے کہ وہ بنی تیم اللہ کے
قبیلے سے تھا اُسے بیان کیا ہی ان کی زبانی سلسلہ روایت کہین قطع نہین ہوا اور ملاحظہ کتب رجال سے
واضح ہی کہ یہ رواۃ انکی معتبرین سے ہین پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ ام المومنین عائشہ نے بعد اسکے کہ
ملاحظہ اس حال کا خود کیا کیونکر جنگ جمل مین مقابلہ اُن جناب کا کیا اور اُنکی مخالفت و محاربہ کو اُنکے ساتھ پسند کیا
اور پھر بعد اسکے اس فعل قبیح کو خدا کی طرف سے منسوب کیا جو محبوب پیغمبر ہوا اور اُسکے لیے دیکھا ہو کہ نبی نے جنکی
دعا مقبول تھی دعا دفع رجس اور حصول تطہیر کی فرمائی اُسے یہ نہ جانا کہ یہ صادق ہین اور اُنسے سوا حق کے اب کچھ
صادر نہو گا پھر کسطرح خلاف حق کو اختیار کیا اور اُسے خدا کی طرف منسوب کیا یہ دوسرا اغوا شیطان کا تھا کہ جمل کو
اختیار کرایا اور پھر اُنکے ذہن مین اسکا رسوخ پیدا کرایا کہ یہ من اللہ ہوا حالانکہ یقینی وہ شیطانی امر تھا اور اس بھی
زیادہ حال اُن علما کا ہی جو اِس روایت کے سُننے کے بعد جسمین پیغمبر خدا کے ارشاد کی نقل ہی کہ جب عائشہ نے
درخواست اپنے اندراج کی اُس مجمع مین جو زیر چادر رسول خدا تھا اور اُنکے لیے حضرت دعا فرمارہے تھے کی
تو جواب مین حضرت نے فرمایا تنحی یعنی تو علیحدہ ہو اور کنارے ہٹ جا پھر معنی اہلبیت مین کلام کرتے ہین اور
غیرون کو شریک کرتے ہین اُس جماعت مین جسمین پیغمبر خدا نے کسی کو شریک نہین کیا اور اُسی جملہ سے روایت وہ ہی
جو ثعلبی نے باسناد اپنے اسمٰعیل بن عبد اللہ بن جعفر طیار سے روایت کی ہو کہ انھون نے جعفر طیار سے نقل کیا ہو ہکذا
لفظ الحدیث لما نظر رسول اللہ الی الرحمۃ ھابطۃ من السماء قال من یدعو مرتین قالت زینب انا یا رسول اللہ فقال ادعی لی علیا و فاطمۃ والحسن والحسین
قال فجعل حسنا عن یمینہ وحسینا عن شمالہ وعلیا وفاطمۃ تجاھہ ثم غشاھم کساء خیبریا ثم قال ان لکل نبی اھلا وھولاء اھل بیتی فانزل اللہ عزوجل
انما یرید اللہ الایۃ فقالت زینب یا رسول اللہ الا ادخل معکم فقال رسول اللہ مکانک فانک علی خیر ان شاء اللہ یعنی جب رسول خدا نے رحمت خدا
کی طرف نظر فرمائی اور دیکھا کہ وہ آسمان سے نیچے اُتر تی آتی ہی تو فرمایا دو بار کہ کسکو بلا مین ہم زینب نے عرض کیا
کہ مین ہون ای رسول خدا یہ سنکر فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین کو میرے پاس بلا لا جب یہ بزرگوار آے تو امام حسن کو
جانب راست اور امام حسین کو جانب چپ اپنے اور جناب علی ابن ابیطالب کو اور جناب سیدہ کو اپنے سامنے
بٹھایا اور چادر خیبری انھین اُڑھائی اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے واسطے اہلبیت ہوتے ہین اور یہ میرے اہلبیت
ہین پس نازل فرمایا حق تعالیٰ نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الایہ اُسوقت زینب نے عرض کیا کہ ای پیغمبر خدا آیا مین بھی
آؤن اور ردا مین داخل ہون آپ کے ساتھ حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر رہ تو بھی راہ صواب پر ہی انشاء اللہ تعالیٰ

اور ابراہیم محمد بن حمونی نے بھی اسی روایت کو اور اسناد سے نقل کیا ہو اور اسی سے روایت وہ ہو جو ثعلبی نے
اپنی اسناد کے ذریعہ سے واثلہ بن اسقع سے نقل کیا ہو کہ وہ مثل پہلی روایت کے ہی پھر وہ روایت ہو کہ جو ثعلبی نے
بذریعہ اپنی اسناد کے ابی حمرا سے نقل کیا ہو کہ کہا اُنہے کہ مین نو مہینے مدینہ منورہ مین مثل ایک دن کے رہا ہمیشہ یہ
دیکھا کہ ہر صبح کو پیغمبر خدا جب اپنے دولتخانہ سے آتے تھے تو علی اور فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہوتے تھے اور
فرماتے تھے الصلوۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور روایت پھر ثعلبی سے ہی کہ اُنہے بذریعہ اپنی
اسناد کے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ کہا انہون نے فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ حق تعالی نے خلق کی
دو قسمین کین پس مجھے جو اچھی قسم تھی اُن مین سے تھی اُسے پیدا فرمایا اور وہ قول ہو خدائے تعالی کا واصحاب الیمین ما اصحاب
الیمین پس مین بہترین اصحاب مین سے ہون بعد اُسکے دونون قسمون کی تین قسمین کین پھر مجھے جو سب سے
بہتر قسم تھی اُس سے گردانا اور وہ یہ قول ہو خدائے تعالی کا واصحاب المیمنہ ما اصحاب المیمنہ والسابقون السابقون پس مین
سابقین سے ہون اور بہترین سابقین ہون پھر اُن تینون قسمون کو قبیلون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہترین قبائل سے
گردانا بعد اُسکے قبائل سے گھر بنائے پھر مجھے اُس گھر سے کیا جو سب سے بہتر ہی اور وہ یہ قول ہو خدا کا انما
یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور بعض روایت اُنمین سے وہ ہی جو حمیدی سے نقل کی ہو کہ اُنہے
بہ نسبت اُسکے لکھا ہو الرابع والستون من المتفق علیہ من الصحیحین عن البخاری ومسلم من مسند عائشہ عن مصعب بن شیبہ عن صفیہ
بنت شیبہ عن عائشہ قالت خرج النبی ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل ثم جاءت
فاطمہ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ولیس لمصعب بن شیبہ عن صفیہ بنت
شیبہ فی مسند الصحیحین غیر ھذا اور چونکہ ترجمہ اسکا گیارھوین روایت ہی روایات مذکورہ سے اسلیے اب حاجت اسکے
اعادہ کی نہین ہی اور بعض اُنمین سے روایت وہ ہی جسکی نسبت مصنف کتاب نے یہ نسبت اپنی نقل کے اور سند کے
لکھا ہو ومن الجمع بین الصحاح الستہ من موطا مالک بن انس الاصبحی وصحیح مسلم والبخاری وسنن ابی داود السجستانی وصحیح الترمذی والنسخۃ
الکبیرۃ من صحیح النسائی من جمع الشیخ ابی الحسن رزین بن معاویہ العبدری السرقسطی الاندلسی من صحیح ابی داود السجستانی وھو کتاب السنن
فی تفسیر قولہ تعالی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا عن عائشہ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وعلیہ مرط مرحل
من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمہ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا قال وعن ام سلمہ زوج النبی ان ھذہ الایہ نزلت فی بیتہا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الایہ قالت وانا جالسۃ عند الباب فقلت یا رسول اللہ
الست من اھل البیت فقال انک الی خیر انک من ازواج رسول اللہ قالت وفی البیت رسول اللہ وعلی وفاطمہ وحسن وحسین فجللہم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنہم
الرجس وطھرھم تطھیرا یعنی یہ روایت منقول ہو جمع بین الصحاح الستہ موطا مالک بن انس اصبحی سے اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری
اور سنن ابی داود سجستانی اور صحیح ترمذی اور نسخہ کبیرہ صحیح نسائی سے کہ وہ جمع کردہ شیخ ابو الحسن رزین بن معاویہ عبدری

maablib.org

سرقسطی اندلسی ہی کہ اُسنے صحیح ابی داؤد سجستانی سے لیا ہی اور وہ کتاب حدیث کی ہی اُنہین تفسیر مین آیہ انما یرید اللہ الایہ
کی عائشہ سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ برآمد ہوے جن حالون کے لباس سیاہ بالون کا بنا ہوا دوش
مبارک پر تھا اُسکے بعد امام حسن آے اُنہین بھی آپنے داخل کیا بعد اُسکے امام حسین آے اُنہین بھی آپنے داخل کیا بعد
اُسکے جناب فاطمہ زہرا آئین اُنہین بھی آپنے داخل فرمایا پھر جناب علی ابن ابیطالب آے اُنہین بھی آپنے داخل فرمایا
پھر یہ آیہ پڑھا راقم رسالہ کہتا ہی کہ یہ روایت بھی مثل اُس روایت کے ہی جو صحیح بخاری سے اوپر اُسکا ترجمہ ہو چکا ہی فقط فرق
اتنا ہی کہ اُسمین بہ نسبت سید الشہدا علیہ السلام کے فدخل معہ تھا اُسمین فادخلہ ہی باقی مضمون واحد ہی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہی
کہ یہ آیت اُنکے گھر مین نہین نازل ہوئی کیونکہ وہ کہتی ہین خرج رسول اللہ یعنی وہ حضرت باہر تشریف لیگئے اُس لباس کے
ساتھ اور دلالت کرتی ہی وہ خبر جو اُنہین صحاح ستہ مین سے بعد اُس روایت کے ام سلمہ سے سید ہاشم مرحوم نے
نقل کی ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ ام سلمہ زوجہ رسول سے ماثور ہی کہ یہ آیہ اُنہین کے گھر مین نازل ہوا انما یرید اللہ الخ
اور وہ کہتی ہین کہ مین دروازے کے نزدیک بیٹھی تھی پس عرض کیا مین نے کہ ای رسول خدا کیا مین آپ کے اہل
نہین ہون حضرت نے جواب مین فرمایا کہ تو بھی اچھی طرف ہی اور تو ازواج پیغمبر خدا سے ہی اور کہا ام سلمہ نے کہ اُسوقت
گھر مین رسول خدا اور علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام فقط تھے پس اُنہین اپنی چادر اُڑھائی اور فرمایا کہ خداوندا یہ میرے
اہلبیت ہین پس دور کر اُنسے رجس کو اور پاک کر اُنہین جو حق پاک کرنے کا ہی انتہی بڑے تعجب کی بات ہی کہ
اس تصریح کے بعد پھر بھی محل اسکا باقی ہی کہ کوئی اُنکے سوا اس آیت مین جو لفظ اہلبیت وارد ہی اُس سے دوسرون کو مراد
لین اور تاویلات دور از کار قرار دین اور نص کے مقابل مین اجتہاد کرین اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو مثل اُسکے
کتاب صحیح ابی داؤد سے کہ کتاب سنن ہی مناقب حسنین علیہما السلام مین عائشہ سے منقول ہی جو قریب اللفظ یعنی ہی
اسلیے ذکر سند پر اُسکی اشارہ کافی ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو سنن ابی داؤد اور موطا مالک سے منقول ہی
انس سے کہ کہا اُسنے کہ جب سے یہ آیہ نازل ہوا اُسوقت سے چھ مہینے تک جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نماز
صبح کو تشریف لاتے تھے دروازے پر جناب سیدہ کے تشریف لیجاتے تھے اور فرماتے تھے الصلوۃ یا اہل البیت
انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور مالکی نے اس روایت کو ترمذی سے نقل کیا ہی اور بعض اُنسے
وہ روایت ہی جو مسلم بن حجاج نے اپنے صحیحہ مین زید بن ارقم سے نقل کی ہی کہ کہا اُسنے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
ایک دن خطبہ فرمانے کو کھڑے ہوے اُس مقام پر جو مکہ و مدینہ کے بیچ مین ہی اور اُسے خم کہتے ہین پس پہلے حمد
و ثناے الہی ادا فرمائی اور بعد اُسکے وعظ فرمائی اور خدا کی یاد سب کو دلائی بعد اُسکے فرمایا کہ ایہا الناس مین نہین ہون
مگر انسان ہون اور قریب ہی کہ میری طرف فرستادہ خدا کی طرف سے طلب کرنے کو آوے اور مین اُسے قبول کرون
حاصل یہ کہ خبر اپنی وفات کی حضرت نے سنائی اور فرمایا کہ مین دو چیز بزرگ تم مین چھوڑتا ہون ایک خدا کی کتاب

کہ تمھین نور و ہدایت ہی پس لو کتاب خدا کو اور اُسے قبول کرو اور اُس سے تمسک ہو پس کتاب اللہ کی طرف حث
و ترغیب فرمائی بعد اسکے فرمایا کہ میرے اہلبیت ہین مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین
مین تمھین یاد خدا کو دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین
مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے حق مین حصین نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ اے زید آیا اہلبیت
ازواج آنحضرت کے نہین ہین زید نے کہا کہ ہان وہ بھی اہلبیت ہین لیکن اہلبیت وہ ہین جنپر صدقہ بعد
آنحضرت کے حرام ہی اور پھر ابراہیم بن محمد حموینی سے بھی یہی روایت کو دوسری اسناد سے نقل کیا ہی کہ اُسمین
اہلبیت کی تصریح زید بن ارقم نے اسطرح کی ہی کہ جب یزید بن حیان نے اُنسے پوچھا من اہل بیتہ نساؤہ قال لا اہل بیتہ
عصبۃ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ آل علی و آل العباس و آل جعفر و آل عقیل اور دوسرے اور پھر اسی جملے سے یہی روایت کو ابراہیم
بن محمد حموینی نے اسی صحابی سے نقل کیا ہی جو اُسمین اذکرکم اللہ کے عدد کی تفصیل ثلاث مرات ہی اور اسکے بعد محدث مذکور نے
شیخ احمد بیہقی سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا قد بین زید بن ارقم ان نسائہ من اہل بیتہ وانہم اہل البیت المنساء بحقیق ہہنا والبیت
للاول لکل من حرم الصدقۃ من اولاد ہاشم و اولاد المطلب لقول النبی ان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا آل محمد واعطاؤہ الخمس الذی عوضہم من
الصدقۃ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب وقد یسمی ازواجہ الا بمعنی التشبیہ فاراد تخصیص الا عن اہل البیت بالذکر و لفظ النبی فی الوصیۃ بہم متناول للآل والازواج وقد
[illegible] دوسری روایت مفصل اسی کے انھین صحابی سے نقل اور سند سے کی ہی جو اسمین ہی کہ جب زید سے پوچھا
کہ آیا ازواج پیغمبر خدا کے اہلبیت آنحضرت کے نہین ہین تو زید نے اسکے جواب مین جو کہا لفظ اسکا یہ ہی قال لا ایم اللہ
ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدہر ثم یطلقہا فترجع الی اہلہا و قومہا اہل بیتہ اہلہ و عصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ حاصل اسکا یہ ہی کہ
قسم خدا تعالی نے یہ مقرر فرمایا کہ عورت مرد کے ساتھ مدت دراز تک رہتی ہی پھر وہ اُسے طلاق دیتا ہی پس وہ رجوع
کرتی ہی اپنے اہل و قوم کی طرف اہلبیت پیغمبر خدا کے وہ ہین جو اُنسے قریب ہین نسب مین اور صدقہ انپر حرام ہی راقم رسالہ
کہتا ہی کہ اب پھر اسکے بعد ازواج کو شریک اہلبیت کرنا جان انصاف پر ستم توڑنا ہی اور بعض اُنمین سے وہ روایت ہی
جو موفق بن احمد سے کہ صدر ائمہ اہلسنت سے اور خطیب الخطباء ہی اور اُنھون نے اپنی کتاب فضائل امیر المومنین مین باسناد
اپنی ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ بعد اسکے کہ جناب سیدہ علی ابن ابیطالب کے ساتھ
کتخدا ہو چکین چالیس صبح تک دروازے پر جناب سیدہ کے تشریف لیگئے اور جب تشریف لیجاتے تھے تو فرماتے تھے
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ الصلوۃ یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا اور دوسری روایت مین پھر
اسی محدث سے منقول ہی بذریعہ اسی صحابی کے کہ جب آیہ و امر اہلک بالصلوۃ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا
یہ حال تھا کہ نو مہینے تک ہر نماز کے وقت پر جناب سیدہ کے دروازے پر تشریف لیجاتے تھے اور فرماتے تھے
الصلوۃ رحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا اور ایک روایت اسی خطیب الخطباء اہلسنت سے

بذریعہ اپنی اسناد کے ام سلمہ سے نقل کی ہو جو مثل روایت منقولہ صحاح ستہ کے ہی اور منجملہ انہی کے وہ روایت ہی
جو ابراہیم بن محمد حموینی سے منقول ہو کہ انھون نے بذریعہ اپنی اسناد کے ثوبان غلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے
نقل کیا ہی کہ کہا انسنے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حسنین علیہما السلام کو دونون کو لونپر اپنے بٹھایا اور جناب
سیدہ کو اپنی گود مین بٹھایا اور علی ابن ابیطالب کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی یعنی خداوندا
یہ میرے اہلبیت ہین اور بعض انہی جملہ سے وہ روایت ہی کہ اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنی جناب علی بن الحسین
علیہما السلام سے نقل کیا ہو کہ فرمایا انحضرت نے کہ امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اُس شب کو کہ جس رات مین
جناب امیر علیہ السلام نے رتبہ شہادت کا حاصل فرمایا پس اُس خطبہ مین فرمایا کہ ایہا الناس بہ تحقیق کہ انتقال فرمایا ہی
آج کی رات اُس شخص نے کہ نہ پیش روی کی ہو جسپر سابقین نے اور نہ انکے رتبہ کو پایا ہو آخرین نے پشت زمین پر
انھون نے زرد و سفید مال دنیا سے سوا سات سو درہم کے کچھ نہین چھوڑا کہ انکی عطا و بخشش سے رہ گیا ہو اور یہی
اسلیے رہ گیا ہو کہ اس سے ارادہ تھا کہ غلام خدمت اہل و عیال کے لیے خرید فرماوینگے بعد اسکے فرمایا کہ ایہا الناس
جسنے مجھے پہچانا ہی اور جو مجھے نہین پہچانتا وہ جانلے کہ مین فرزند رسول خدا ہون اور مین فرزند اسکا ہون جسکا
لقب بشیر ہی اور مین اسکا فرزند ہون جسے خدا نے باسم نذیر یاد فرمایا ہی اور مین فرزند اسکا ہون جو داعی الی اللہ تھا
یعنی خدا کی طرف طلب کرتا تھا سب کو اسکے حکم سے اور سراج منیر تھا یعنی چراغ روشن تھا اور مین اُن اہلبیت سے ہون
کہ جبرئیل ہمارے بیچ مین نازل ہوتے تھے اور ہمارے پاس سے اوپر آسمان کے جاتے تھے اور مین اُن اہلبیت سے
ہون کہ حق تعالی نے انسے رجس کو دفع فرمایا ہو اور انھین پاک کیا ہی جو حق پاک کرنے کا ہی اور مین ان اہلبیت سے ہون
کہ حق تعالی نے انکی مودت و محبت کو ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہی اسکے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی جو حق تعالی
فرماتا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا پھر فرمایا کہ اقتراف حسنہ کا محبت ہم اہلبیت کی ہی
اور بعض انمین سے وہ ہی جو ابن ابی الحدید سے کہ اعیان علماء معتزلہ سے ہی اور اُسنے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی حاصل اسکا یہ ہی
کہ بہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے بیان فرمایا اپنی عترت کو کہ وہ کون ہین جبکہ فرمایا انی تارک فیکم الثقلین پس یہین فرمایا
وعترتی اھل بیتی اور دوسری جگہ پھر اپنے اہلبیت کا بیان فرمایا جب اُنپر اپنی چادر اُڑھائی اور فرمایا جبکہ آیہ انما یرید اللہ
الخ نازل ہوا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس بعد اسکے ابن ابی الحدید نے کہا ہی کہ اگر تو کہے کہ بعض عترت سے
جو پیغمبر خدا نے ارادہ فرمایا اس کلام سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہین تو مین جواب مین اسکے کہونگا کہ نفس امیر المومنین
اور انکی اولاد سے مراد ہین اور حقیقت مین اصل نفس امیر المومنین مراد ہین اسلیے کہ فرزند انحضرت کے انکے تابع ہین اور
انکی نسبت اُن جناب سے انکے زمان موجودگی مین روشن تارون کی نسبت ہی آفتاب سے جو طالع اور چمکتا ہو اور
بہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے اس مطلب پر اپنے قول سے تنبیہ فرمائی ہو وابوکما خیر منکما پھر اسکے بعد اور شرح بعض اقوال کی

و بیان صفات عترت میں ہیں لکھا گیا ہے فان قلت بہذا القول من علیہ السلام وسمعوا ان العترۃ معصومۃ فما قول اصحابکم
فی ذلک یعنی اگر تو یہ کہے کہ یہ قول جناب رسالتمآب کا اشعار کرتا ہے کہ عترت معصوم ہے پھر اس بارے میں
تمہارے علماء و اصحاب کا کیا قول ہے تو میں کہونگا کہ نص ابو محمد بن شوبیہ فی کتابہ الکفایۃ علی ان علیا معصوم ان لم یکن واجب
العصمۃ لا العصمۃ شرط فی الامامۃ لکن دلالۃ النصوص علی عصمتہ والقطع علی باطنہ ومغیبہ وان ذلک امر یختص ہو بہ دون غیرہ من صحابۃ والفرق
بین قولنا زید معصوم و بین قولنا زید واجب العصمۃ لانہ امام ومن شرط الامام ان یکون معصوما فالاعتبار الاول مذہبنا
والاعتبار الثانی مذہب الامامیۃ یعنی نص کی ہے ابو محمد بن شوبیہ نے کتاب کفایہ میں اس بات پر کہ علی علیہ السلام
معصوم ہیں اگرچہ واجب العصمت نہوں اور عصمت شرط امامت نہو لیکن نصوص انکی عصمت پر دلالت کرتے ہیں
اور آنحضرت کے حسن باطن و یقین کامل کا قطع اور یقین حاصل ہے اور یہ امر ایسا ہے کہ وہ حضرت اس سے مختص ہیں
سوا انکے غیر کے سب سے اور فرق ظاہر ہمارے اس قول میں کہ زید معصوم ہے اور اس قول میں کہ زید واجب العصمت ہے
اسلیے کہ امام ہے اور امام کی شروط سے ہے کہ معصوم ہو پس پہلا اعتبار ہمارے مذہب کے موافق ہے اور دوسرا اعتبار
امامیہ کا مذہب ہے انتہی اور اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ مراد عترت و اہلبیت سے صحاب کساء ہیں فقط اور کوئی
اور یہ کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی عصمت فی الحقیقت متفق علیہ ہے فرق فریقین میں فقط اعتباری ہے اور ہی جگہ ہیں
جو موافق ابن احمد نے کتاب فضائل علی میں بہ سائط اپنے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے کہ نقل اُنہوں نے
اپنے باپ سے کی ہے کہ کہا اُنہوں نے کہ جناب رسول خدا نے روز خیبر اپنا علم لشکر جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام
کو دیا پس آنحضرت کے ہاتھ پر حق تعالی نے فتح اسلام کو جاری فرمایا اور آنحضرت نے اُن جناب کو روز غدیر اپنے پاس
کھڑا کر کے سب خلق کو تعلیم فرمایا اور پہچنوایا کہ وہ جناب مولی ہر مومن و مومنہ کے ہیں اور اُنسے فرمایا کہ تو مجھسے ہے اور
میں تجھسے ہوں اور فرمایا آنحضرت سے کہ تم مقاتلہ کروگے تاویل پر جیسا کہ کفار کو قتل کیا ہے موافق تنزیل کے اور فرمایا
کہ تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہو موسی کے ساتھ یعنی جو منزلہ و مقام ہارون کو موسی کے ساتھ تھا وہ تمکو میرے ساتھ ہے
اور فرمایا اُن جناب سے کہ میں صلح و سلامتی خواہ ہوں اُس سے جس سے تم صلح و سلامتی چاہنے والے ہو اور برسر جنگ و
دشمنی ہوں اُس سے جس سے تم جنگ کرو اور اُس سے دشمنی چاہو اور اُنسے فرمایا کہ تم عروہ وثقی ہو اور اُنسے فرمایا کہ تم بیان
اور ظاہر کروگے اُمت پر میرے بعد جو اُنپر مشتبہ ہو جائیگا اور اُنسے فرمایا کہ تم امام ہو ہر مومن اور زن مومنہ کے اور
تم ولی ہو ہر مومن و مومنہ کے بعد میرے اور فرمایا اُن حضرت سے کہ تم ایسے ہو جسکی شان میں حق تعالی نے نازل
فرمایا واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر اور فرمایا اُنکے واسطے کہ تم میری سنت اور طریقہ کے لینے والے ہو اور
فساد کے دفع کرنے والے ہو میری ملت سے اور فرمایا اُنکے واسطے کہ میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے زمین میرے
واسطے شق ہوگی اور تم میرے ساتھ ہوگے شاید کنایہ عالم رجعت سے ہوگا اور فرمایا آنحضرت کے واسطے کہ میں تمہارے

حوض کے ہونگا اور تو میرے ساتھ ہوگا اور فرمایا آنحضرؐ کے واسطے کہ مین وہ ہون جو سب سے پہلے بہشت مین
داخل ہونگا اور میرے ساتھ داخل بہشت ہوگے تم اور حسنین اور فاطمہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین اور فرمایا اُن جناب سے
کہ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی کہ تیرے اظہار بزرگی کے ساتھ قیام کرون پس مین نے
اسکے اظہار مین قیام کیا آدمیون مین اور پہونچایا انہین وہ جسکے پہونچانے کو مجھے خدا نے حکم فرمایا تھا اور فرمایا انکے واسطے
کہ پرہیز کرو ان ضغائن اور کینون سے جو تمہارے واسطے سینون مین اُن اشخاص کے ہین جو ظاہر نہ کرینگے انہین مگر بعد میرے
مرنیکے اور وہ گروہ ہی کہ لعنت کرتا ہے انپر خدا اور لعنت کرینگے انپر لعنت کرنے والے اسکے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
روے پس اصحابون نے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ کسواسطے روتے ہین فرمایا کہ مجھے خبر دی جبرئیل نے کہ وہ
علی ابن ابیطالب پر ظلم کرینگے اور اُسے مانع ہونگے اُس سے جو حق اُسکا ہی اور اُسکے ساتھ مقاتلہ کرینگے اور اُسکی اولاد کو
قتل کرینگے اور انپر ظلم کرینگے بعد اُسکے اور خبر دی ہے مجھے جبرئیل نے خداوند جلیل کی طرف سے کہ یہ ظلم اُسوقت
زائل ہوگا کہ جب قائم آل محمد قائم ہوگا اور اُنکی بات بالا ہوگی اور اُمت اُنکی محبت پر مجتمع ہوگی اور دشمن اُنکے کم
رہ جاینگے اور اُنسے کراہت و بیزاری کرنے والے ذلیل ہونگے اور اُنکی مدح کرنے والے بہت ہوجاینگے اور
یہ اُسوقت ہوگا کہ جب شہر متغیر ہوجائین اور بندگان خدا ضعیف ہوجائین اور یاس و ناامیدی مبدل ہو فرح
و خوشی کے ساتھ پھر اُسوقت ظاہر ہوگا قائم انمین اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ نام قائم آل محمد کا مثل
میرے نام کے ہوگا اور اُنکے باپ کا نام مثل میرے باپ کے نام کے ہوگا وہ میری بیٹی کی اولاد سے ہوگا
حق تعالیٰ ظاہر فرمائیگا حق کو بسبب اُنکے اور باطل کو مضمحل اور کم زور کریگا اُنکی تلوارون کے زور سے اور سب خلق
اُنکی اطاعت کریگی جو اُنکی طرف راغب ہین اور دوست ہین وہ بھی اور جو اُنسے ڈرتے ہین وہ بھی راوی کہتا ہی
کہ یہ فرما کر پیغمبر خدا کا رونا ٹھہرا اُسکے بعد فرمایا کہ اے گروہ مسلمانان تمکو بشارت ہو ساتھ فرح اور کشادگی کے بہ تحقیق کہ
وعدہ خدا کا تخلف اور جھوٹا نہین ہوتا اور جو اُسنے حکم کیا ہی وہ نہین پھرتا اور وہ حکیم خبیر ہی اور بہ تحقیق کہ فتح خدا کے
قریب ہی خداوندا بہ تحقیق کہ وہ میرے اہل ہین پس اُنکے رجس کو دور کر اور پاک کر انہین جو حق پاک کرنے کا ہی
خداوندا تو اُنکی حفاظت کرنا اور اُنکی رعایت فرمانا اور اُنکے ساتھ ہونا اور اُنکی مدد فرمانا اور انہین عزت دینا اور ذلیل
نہ کرنا اور میرے قائم مقام ہونا اُنکے واسطے اور تو جو چاہے اُسپر قادر ہی انتہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اس روایت سے
دیکھنے والے کو علاوہ اِس فائدے کے جو تفسیر اہلبیت کا اختصاص آنحضرت کے ساتھ ہی اور بھی کسقدر فوائد ہین کہ
شیعون کو وہ امور عقادیہ مین مفید ہین اور موافق اور معین اُنکے دعوے کے ہین کیونکہ امامت کی بھی جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب کی نص ہی اور بیزاری و لعنت کرنے کی بھی ضرورت ثابت ہی اُنسے جنکے سینون مین ضغائن و کینے
اُن جناب کی نسبت تھے اور اُسے انھون نے بعد وفات جناب رسالتمآب ظاہر کیا اور اُس خلافت سے جو اُن جناب کا

ق خاص خدا اور رسول کی طرف سے تھا مانع ہوسے بالجملہ تولی و تبرا دونون امرون کا وجوب اور ثبوت اُس بخوبی واضح ہے اور کسقدر نبوت کی تصدیق مین یہ روایت مفید ہے کیونکہ جو خبار آئندہ متعلق بزبان غیبت وفات اپنے آنحضرت نے فرماے تھے اُنکا کیسا ظہور ہوا کہ اُس سے صدق لہجۂ نبی کا ظاہر ہوا جو تصدیق نبوت کے واسطے مفید ہے اور اسی طرح اعتقاد رجعت کے لیے بھی مفید ہے اور یقین واثق ہے کہ جیسا امر اول کے لیے جو فرمایا تھا اور وہ سب اُسی طرح ظاہر ہوا اسی طرح امر ثانی جو زمانہ رجعت ہی یہ بھی انشاء اللہ ظاہر ہوگا اور مومنین کی آنکھین ٹھنڈی ہونگی اور منکرین کے دل کباب ہونگے اللهم عجل فرجه وسهل مخرجه آلحلی ناظرنا بنظرہ منا الیه اور اسی جملہ سے ہے وہ روایت جو فاضل مذکور نے کتاب مناقب الفاخرة فی العترة الطاہرة سے باسناد مصنف کتاب مذبور شریک بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ کہا اُنہنے کہ دیکھا مین نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو ایک روز جن حالونکے وہ حضرت کھڑے تھے اور صحاب پیغمبر خدا کے گرد بیٹھے تھے اور وہ حضرت اُنسے مخاطب ہوکر فرمارہے تھے کہ مین تمہین قسم دیتا ہون کہ ایسا شخص کہ اُس سے بڑا تم مین نہو جو پیغمبر کا بھائی ہی میرے سوا کوئی اور بھی ہی سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین قسم دیتا ہون خدا کی کہ آیا ہی کوئی تم مین جو خدا اور رسول کے ساتھ ایمان مجھسے پہلے لایا ہو سبنے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین قسم خدا کی دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک تم مین ہی کہ اُسنے دو قبلون کی طرف نماز پڑھی ہو اور دو بار بیعت کی ہو مجھسے پہلے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ایک بھی ایسا ہی کہ جسکی زوجہ میری زوجہ کے مثل ہو کہ وہ معصومہ پارہ جگر رسول خدا اور جائے ظہور بزرگی و علا اور مریم کبری اور فاطمہ زہرا اور سیدۃ نساء عالمین ہین سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ایسا ہی کہ اُسکا بھی چچا مثل میرے چچا کے ہو جو حمزہ تھے کہ وہ شیر خدا اور شیر رسول خدا تھے اور فرشتون نے اُنہین غسل دیا ہو سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہی کہ اُسکی بیٹے مشابہ میرے بیٹون کے جو حسن و حسین سرداران جوانان اہل بہشت ہین ہون سبنے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہی کہ اُسکی قرابت پیغمبر خدا کے ساتھ نیز اور قوی ہو میرے سوا سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا ایک بھی تم مین ہی کہ جسنے میرے سوا پیغمبر خدا کو غسل دیا ہو سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ خدا کی قسم دیکر تمسے پوچھتا ہون کہ آیا تم مین کوئی ایک بھی ہی کہ اُسنے میرے سوا پیغمبر خدا کی آنکھین بعد وفات بند کی ہون سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ہی کہ جسنے اپنی جان پیغمبر خدا پر سے قربان کی ہو اور اُنکے فرش خواب پر سویا ہو اور اُنکے مقابل مین اپنی جان کو نہ عزیز کیا ہو سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمہین خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تم مین کوئی ایک بھی ہی کہ جب وہ کفار سے مقاتلہ کرتا ہو تو جبرئیل اُسکے دست راست کی طرف

حدیث مناشدہ امیر المومنین اصحاب رسول

اور میکائیل اُسکے دست چپ کی طرف رہتے ہون سوا میرے سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ تمکو خدا کی قسم دیکر مین پوچھتا
ہون کہ آیا کوئی ایک بھی تم مین ایسا ہو کہ جسکے ساتھ محبت کرنے کو جناب قدس الٰہی نے حکم فرمایا ہو قال قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین تمسے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون
کہ آیا وہ جسے خدا نے اپنی کتاب مین پاک و طاہر فرمایا ہے حیث قال فی کتابہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم
تطہیرا تم مین کوئی ہے سوا میرے اور میرے اہلبیت کے سب نے کہا نہین پھر فرمایا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون
کہ آیا کوئی ایک تم مین ہے کہ جسکا پیغمبر خدا نے روز غدیر خم ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہو کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ
وعاد من عاداہ سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ مین خدا کی قسم دیکر کہتا ہون کہ آیا کوئی تم مین ہے کہ جو
تین سہم لیتا تھا ایک سہم قرابت دوسرا سہم خاصہ تیسرا سہم ہجرت سوا میرے سب نے کہا کہ نہین پھر فرمایا کہ قسم خدا کی
تمہین دیکر پوچھتا ہون کہ آیا تم مین وہ شخص کہ جسکے لیے خدا و رسول نے اُسکے دروازے کو مسجد مین کھولنے کا
حکم دیا ہو بعد اُسکے کہ سب کے دروازے بند ہو گئے ہون سوا میرے یہان تک کہ میرے چچا کھڑے ہوگئے
اور کہا کہ ای پیغمبر خدا ہمارے دروازون کے بند ہونے کو آپ نے حکم دیا اور علی کے دروازے کو کھولا پس فرمایا
آنحضرت نے کہ قسم ہے خدا کی مین نے علی ابن ابیطالب کو اِس مین ساکن نہین کیا بلکہ اُسے خدا نے اِسمین رکھا
اور تمھین نکالا یہ سنکر سب نے کہا کہ سچ فرماتے ہین آپ اسکے بعد اُن جناب نے فرمایا کہ خداوندا تو شاہد رہنا
اور خدا کی گواہی کافی ہے انتہی اور اضح ہو کہ یہ خلاصہ اُن روایات کا ہے جو کتب و طرق اہلسنت سے جامع کتاب
حجت الخصام نے نقل فرمایا تھا اور غرض اِنکی نقل سے راقم رسالہ کو اظہار اِسکا ہے کہ نزول اِس آیہ کا جناب امیرالمومنین
علی ابن ابیطالب کے حق مین اور دلالت اِسکی امامت اور فضیلت پر آنحضرت کی متفق علیہ بین الفریقین ہے اور
محدثین کا اِسپر اجماع ہے جیسا کہ صاحب کتاب المبین نے اِس آیہ کو نقل کر کے فرمایا ہے روی الثلثۃ عشر من السبعۃ
انہا نزلت فی النبی وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین ہم اصحاب الکساء علیہم السلام یعنی روایت کی ہے تیرہ محدث نے سات شیخصون سے کہ
یہ آیہ نازل ہوا جناب پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ اور جناب فاطمہ زہرا اور جناب امام حسن مجتبیٰ اور جناب
امام حسین سید الشہدا کے حق مین اور وہی بزرگوار صحاب ردا ہین بالجملہ حاصل اِس نقل کا احادیث اہلسنت کے
الزام و اسکات خصم اور تائید اپنی احادیث خاصہ کے ہے ولیکن جو لائق تمام اعتماد اور قابل اعتقاد ہین پس وہ
احادیث و روایات خاصہ ہین کہ جسکے راوی ثقات مومنین اور اصحاب خاص ائمہ طاہرین کے ہین کہ جنہون نے
اہلبیت صادقین اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے احادیث صادقہ کو نقل کیا ہے اسلیے اب مین خلاصہ اُن
روایات خاصہ کا پہلے نقل کرتا ہون کہ تا شیعہ اُسکے موافق اعتقاد کرین اور بعد اُسکے پھر انشاء اللہ جو علما کے
فریقین مین اِس آیہ کے محل استدلال مین لانے سے کلام ہوا ہے اُسے بھی نقل کرونگا تا بغض و عناد اور عصبیت

اور لہذا حضرات اہلسنت کا جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی اور حق پسندی اور صراط مستقیم پر چلنا شیعون کا
اور انکا رسوخ مودت اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہو اور وہ اعتقاد جازم ثابت کا سبب ہو کیونکہ جبتک
انسان حق کو حق اور باطل کو باطل نہین جانتا ہی اسوقت تک اُسکو کسی ایک کی طرف اُن دونون سے جزم و یقین
نہین حاصل ہوتا اور یہ اسی وقت مین ممکن ہی کہ جب فریقین کی دلیل کو سُنے اور اُسکے مقدمات مین غور و خوض کرے
تو علم حقیقت کا حاصل ہوتا ہی ہذا کی وضیح ہو کہ سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجت الخصام کے دوسرے باب مین
مقصد ثانی کے موافق طرق شیعہ چوبیس حدیث نقل کی ہین بعض انمین سے وہ ہی کہ محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے
کتاب کافی مین بذریعہ اپنی وسائط کے ابو بصیر سے روایت کی ہی کہ انھون نے کہا کہ مین نے پوچھا جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر آیہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کو فرمایا کہ یہ آیہ شان مین علی بن ابیطالب
اور حسن اور حسین علیہم السلام کی نازل ہوا ہی ابو بصیر کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ اہل خلاف یہ کہتے ہین کہ خدا کو
کیا امر مانع تھا کہ اپنی کتاب مین علی ابن ابیطالب اور اُنکے اہلبیت کے نام کی تصریح نہ فرمائی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا
کہ اُنسے یہ کہو کہ پیغمبر خدا کے واسطے اور انکی امت کے لیے حق تعالی نے نماز کو واجب فرمایا لیکن حق تعالی نے یہ تعیین
نہین فرمایا کہ تین بار یا چار بار نماز پڑھیں یہانتک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے امت کے واسطے اسکی تفسیر بیان
فرمائی اسی طرح قرآن مین زکوۃ نازل ہوئی اور یہ نہین نام رکھا کہ ہر چالیس درم سے ایک درم ہی یہانتک کہ پیغمبر خدا نے
امت کے واسطے اسکی تفسیر فرمائی اور حق تعالی نے حج کو واجب فرمایا اور یہ بندون کے لیے بیان نہ فرمایا کہ سات
طواف کرو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وہ ہین جنھون نے اسکی بھی تفسیر فرمائی اور امت کے واسطے طریقہ اسکا بیان
فرمایا اسی طرح نازل ہوا کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم شان مین امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور
حسنین علیہما السلام کی پس فرمایا جناب رسول خدا نے حق مین اُن جناب کے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور فرمایا
آنحضرت نے کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون ساتھ کتاب خدا کے اور اپنے اہلبیت کے بتحقیق کہ مینے خدائے عزوجل سے
سوال کیا ہی کہ کتاب مین اور میرے اہلبیت مین جدائی نہ ڈالے اور اُن دونون کو ملا رکھے یہانتک کہ حوض پر
اُن دونون کو میرے پاس پہونچاوے اور حق تعالی نے یہ سوال میری قبول فرمائی اور جو مین نے طلب کیا تھا
وہ مجھے عطا فرمایا بعد اسکے فرمایا امت سے اپنی خطاب فرماکر کہ تم انکو کچھ تعلیم نہ کرنا پس تحقیق کہ وہ تمسے بہت بڑے
جاننے والے ہین اور فرمایا کہ وہ میرے اہلبیت تمکو ہدایت کے دروازے سے نہ نکالینگے اور گمراہی کے دروازے مین
داخل نہ کرینگے پھر اگر پیغمبر خدا سکوت فرماتے اور اسکے بعد یہ نہ بیان فرماتے کہ اہلبیت آنحضرت کے کون ہین تو فلان کے
اہلبیت اور فلان کی آل اسکا ادعا کرتی کہ ہم وہ اہلبیت رسول ہین ولیکن اللہ جل جلالہ نے اپنی کتاب مین
تصدیق کے واسطے اپنے پیغمبر کے نازل فرمایا کریمہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا پس آیت

جناب علی ابن ابیطالب اور حسن اور حسین اور جناب فاطمہ زہرا علیہم السلام آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے انھین پیغمبر خدا نے اپنی چادر مین داخل فرمایا ام سلمہ کے گھر مین اور پھر فرمایا کہ خداوندا ہر نبی کے واسطے اہل و ثقل ہوتے ہین اور یہ میرے اہل و ثقل ہین بعد اسکے ام سلمہ نے عرض کیا کہ آیا مین آپ کے اہل سے نہین ہون فرمایا کہ تم بھی اچھی ہو لیکن یہ میرے اہلبیت ہین اور میرے ثقل ہین پھر جبکہ رسول خدا نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا تو علی ابن ابیطالب سب خلق کی بہ نسبت اولی تھے اسلیے کہ امیر خلق اور ولی امور انکے ہوتے اسلیے کہ انکے بارے مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بہت کثرت سے تبلیغ فرمائی تھی اور تعین خلق کے واسطے قائم مقام اپنا مقرر کیا تھا اور انکا ہاتھ پکڑ کر سب کو انکی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا پھر جبکہ جناب امیر المومنین نے بھی اس عالم سے انتقال فرمایا تو اب یہ نہ ممکن تھا کہ وہ حضرت بعد وفات بھی کار خلافت کا سرانجام فرماتے اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ حضرت محمد بن علی یا عباس بن علی یا اور کسی کو اپنی اولاد سے امر ولایت مین اور میون کے دخیل کرتے کیونکہ اگر وہ حضرت ایسا کرتے تو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام یہ کہتے کہ جناب حق سبحانہ تعالی نے ہمارے بارے مین بھی نازل فرمایا جیسا کہ آپ کے بارے مین نازل فرمایا اور ہماری اطاعت کرنے کو خلق کو حکم دیا جیسا کہ آپ کی اطاعت کے واسطے حکم فرمایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ہمارے لیے بھی تبلیغ فرمائی جیسا کہ آپ کے لیے تبلیغ فرمائی اور جس کو خدا نے ہمسے ویسا ہی دفع کیا کہ جیسا آپ سے دفع فرمایا پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو امام حسن علیہ السلام امر خلافت کے لیے اولی تھے بسبب اپنے بڑے ہونے کے اور جب آنحضرت نے بھی وفات فرمائی تو یہ غیر ممکن تھا کہ اپنی اولاد کو دخیل فرماتے ورنہ ہوسکتا تھا کہ جیسا حق تعالی فرماتا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض اسکے موافق اپنی اولاد کو اس منصب جلیل پر مقرر فرماتے کیونکہ اگر وہ حضرت ایسا کرتے تو امام حسین کہتے اس وقت مین کہ حق تعالی نے خلق کو میری اطاعت کا حکم دیا جیسا کہ آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کے باپ کی اطاعت کا حکم دیا اور پیغمبر خدا نے تبلیغ میرے لیے فرمائی جیسا کہ آپ کے لیے اور آپ کے والد بزرگوار کے لیے اور حق تعالی نے رجس کو مجھسے دفع فرمایا جیسا کہ آپکے اور آپ کے والد بزرگوار سے دفع کیا پھر جبکہ امام حسین علیہ السلام درجہ شہادت سے فائز ہوئے تو اس وقت کوئی اہلبیت سے انکے ایسا نہ تھا کہ اُسے یہ ممکن ہوتا کہ وہ دعوی خلافت آنحضرت پر اسطرح کرسکتا کہ جسطرح آنحضرت کو ممکن تھا کہ اپنے بڑے بھائی اور والد بزرگوار کے سامنے عرض کرتے جبکہ وہ حضرات یہ چاہتے کہ خلافت کو سوا آنحضرت کے دوسرے کو دین اور دونون صاحبون کو یہ ممکن نہوسکا کہ خلافت اورون کو دین بلکہ سید الشہدا علیہ السلام کے واسطے یہ زمان اختیار تفویض خلافت کا ہاتھ آیا پس آنحضرت نے موافق آیہ واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ کے تاویل جاری فرمائی پھر بعد آنحضرت کے یہ منصب جناب علی ابن الحسین کے واسطے ہوا

اور آنحضرت کے بعد جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطے ہوا اور فرمایا کہ رجس وہی شک ہی اور قسم ہی خدا کی کہ ہم کبھی اپنے خدا کے بارے مین شک نہین کرتے اور اسی کتاب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر مین اس آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا سے منقول ہی کہ فرمایا یعنی الائمۃ وولایتہم من دخل فیہا دخل فی اہل بیت النبی اور جسکی تفتیش کرنا ساتھ خدا کے احادیث خاصہ مین وارد ہی جیسا کہ اس سے پہلے حدیث مین بھی مذکور ہوا اور سوا اسکے بھی محمد بن یعقوب کلینی اور ابن بابویہ علیہما الرحمہ نے روایات موید اس معنی پر نقل کی ہین اور بعض اس سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے بوسائط حدیث روایت نقل کی ہی حاصل اسکا وہ ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ مین ام سلمہ کے گھر مین پیغمبر خدا کی خدمت مین داخل ہوا جن حالونکہ یہ آیہ نازل ہوا تھا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الایہ پھر مجھسے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ یا علی یہ آیہ تمھاری شان مین اور تمھارے دونون بیٹے اور جو ائمہ کہ تمھاری اولاد سے ہونگے انکی شان مین ہی مین نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کتنے امام بعد آپ کے ہونگے فرمایا کہ تم ہو اے علی اور بعد تمھارے حسن ہی اور انکے بعد حسین ہی اور انکے بعد انکے بیٹے علی ہین اور بعد علی کے انکے بیٹے محمد ہین اور بعد محمد کے انکے بیٹے جعفر ہین اور بعد جعفر کے انکے بیٹے موسیٰ ہین اور بعد موسیٰ کے انکے بیٹے علی ہین اور بعد علی کے انکے بیٹے محمد ہین اور بعد محمد کے انکے بیٹے علی ہین اور پھر علی کے بعد انکے بیٹے حسن ہین اور انکی اولاد سے حجت علیہ السلام و علی آبائہ الکرام ہین اسی طرح سے نام انکے ساق عرش پر لکھے ہین مین نے حق تعالیٰ سے اسے پوچھا تھا فرمایا کہ اے محمد یہ ائمہ ہین جو تیرے بعد ہونگے اور وہ سب مطہر و معصوم ہین اور دشمن انکے ملعون ہین اور بعض انھین سے وہ روایت ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بذریعہ وسائط حدیث اپنے عبد الرحمن بن کثیر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے کیا ارادہ فرمایا ہی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ سے آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ نازل ہوا ہی شان مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور امیر المومنین اور حسن اور حسین اور فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہم اجمعین کی پھر جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو جوار رحمت مین اپنے طلب فرمایا تو امیر المومنین علیہ السلام امام واجب الطاعت ہوے بعد انکے حسن بعد انکے حسین امام ہوے اور بعد آنحضرت کے آیہ واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض کی تاویل نص جناب رسالتماب علی اسماءہم کا ذکر واقع ہوئی اور علی ابن الحسین علیہما السلام امام ہوے اور انکے بعد یہ قاعدہ جاری ہوا ائمہ مین جو اوصیاؤن کی اولاد سے ہین پس طاعت اُن سب کی خدا کی طاعت ہی اور نافرمانی انکی خدا کی نافرمانی ہی اور بعض انمین سے وہ روایت ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بوسائط اپنے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے والد بزرگوار اور اپنے جد نامدار سے انسے نقل فرمایا ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جب ابوبکر خلیفہ بن چکے اور اکثر اشخاص کی بیعت انکے ساتھ ہو چکی اور جو کچھ کہ جناب امیر المومنین

علی ابن ابیطالب خلیفہ برحق رسول خدا کے ساتھ انہین کرنا تھا وہ کر چکے تو روز بروز ابوبکر پر آثار مسرت وخوشی کے
ظاہر ہوتے تھے اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام پر آثار ملال اور دلتنگی کے ہویدا ہوتے جاتے تھے یہ امر ابوبکر پر دشوار
ہوا اور اُسنے یہ چاہا کہ جب جناب امیر تنہا ہون تو وقت غفلت وخلوت مین آنحضرت سے ملاقات کرے اور
معذرت کرے اُسکی جو اجتماع بیعت پر اُسکے واسطے ہوا ہی اور سب نے ملکر اُسے خلیفہ بنایا اور ظاہر کرے آنحضرت پر
کہ یہ بات اُسکی خواہش سے نہ تھی بلکہ وہ اِس سے بیزار ہی پس اسی ارادے سے وہ غفلت کے وقت آیا اور
آنحضرت سے طالب خلوت ہوا اور جب تنہا آیا تو کہا کہ قسم خدا کی اے ابوالحسن یہ جو امر ہوا ہی میری رغبت وتدبیر سے
نہین ہوا نہ مجھے اسکی حرص تھی اور نہ اطمینان مجھے اِسکا ہی کہ جسکی طرف امت محتاج ہی اسکا مجھے علم ہی نہ میرے پاس
مال کی قوت ہی نہ کثرت عشائر وقبائل کی ایسی ہی کہ اُس سے مجھے قوت ہو پھر کیا وجہ ہی کہ آپ میری طرف سے دل مین
کدورت رکھتے مین اور اپنی کراہت مجھسے بسبب اِس امر کے ظاہر فرماتے ہین اور دشمنی کی آنکھ سے مجھے دیکھتے ہین
جب یہ سخن ابوبکر کا تمام ہوا تو امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر کسنے تجھے اسکے
قبول پر برانگیختہ کیا جبکہ تجھے اُسکی طرف رغبت نہ تھی اور تجھے اِسکی حرص نہ تھی اور تجھے اپنے نفس پر اِسکا وثوق نہین ہی
کہ جسکی طرف امت محتاج ہو اسکا علم تجھے حاصل ہی اور نہ قوت ہی تجھے کسی طرح کی ابوبکر نے کہا کہ جو حدیث مین نے
پیغمبر خدا سے سنی تھی کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ بتحقیق کہ حق تعالی میری امت کو گمراہی وضلالت پر جمع نہ کریگا پھر جب
مین نے دیکھا کہ امت کا اجتماع ہو گیا تو حدیث نبی کی مین نے پیروی کی اور محال سمجھا مین کہ اجتماع انکا خلاف
ہدایت پر ہوا ہو اور انکی درخواست کو قبول کیا اور اگر مین جانتا کہ کوئی ایک بھی خلاف اِس اجتماع کے کریگا تو مین
ممتنع ہوتا اور اسے قبول نہ کرتا معصوم علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسوقت جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تو نے
حدیث نبی کو ذکر کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی تو آیا مین بھی امت سے آنحضرت کی ہون
یا امت سے بھی نہین ہون ابوبکر نے کہا کہ کیون نہین آپ امت سے ہین اور اسی طرح حضرت نے فرمایا کہ اور
جو جماعت کہ وہ مجتمع نہین ہوئی اِس بیعت مین مثل سلمان وعمار وابی ذر ومقداد اور ابن عبادہ اور جو اُسکے ساتھ اور
انصار ہین یہ بھی امت سے ہین یا نہین ابوبکر نے کہا کہ یہ سب امت سے ہین پھر فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ
اب کسطرح تو احتجاج اِس حدیث سے پیغمبر خدا کی کر سکتا ہی جبکہ ایسے اشخاص نے تیرے ساتھ بیعت نہ کی حالانکہ
نہ کوئی آج امت مین سے اُنپر طعن کر سکتا ہی نہ صحبت رسول مین اُنسے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہی ابوبکر نے کہا کہ مجھے
اُنکا بیعت سے انکار کرنا بعد اِسکے کہ امر خلافت واقع ہو چکا معلوم ہوا اور اُسوقت مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر مین اب
اسے چھوڑ دون تو بات بہت بڑھ جائیگی یہان تک کہ اکثر لوگ دین سے پھر جائینگے اور اُنکا موافق رکھنا دین مین
اِسکے قبول کرنے سے بہت سہل تھا بہ نسبت اِسکے کہ اُنمین سے بعض کو بعض کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا یہان تک کہ

وہ پھر رجوع کرین کفر کی طرف اور مین یہ جانتا تھا کہ اب بھی مجھکو کم نہین مین ہی امر مین کہ ہنکے بحالت سلام
باقی رہنے کو پسند کرینگے یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جو تو نے کہا وہ معلوم ہوا لیکن تو مجھے یہ تبلا کہ
مستحق اس امر خلافت کا کون شخص ہی اور استحقاق کس جہت سے پیدا ہوتا ہو ابو بکر نے کہا کہ نصیحت سے اور وقار سے
اور رفع کرنے سے مداہنہ اور محابات کے یعنی امامت کے لائق وہ ہو جو نفاق سے خالی ہو یہ نہو کہ اسکے دل مین
کچھ ہو اور ظاہر کچھ کرے اسی طرح کسی کی مروت و امانت اور گھمد شت ہے نہو ان صفات رذیلہ سے اپنے تئین
خالی کر چکا ہو اور استحقاق اسکا پیدا ہوتا ہی حسن سیرت سے اور اظہار علم سے اور عدل سے ساتھ کتاب کے اور سنت کے
اور فصل خطاب سے ساتھ زہد کے دنیا مین اور قلت رغبت سے اُسے دنیا مین اور انصاف کرنے سے مظلوم کے
ظالم سے خواہ وہ قریب سے ہو یا بعید و بیگانہ ہو پھر اسکے بعد ابو بکر چپ ہو رہا اور فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ
اے ابا بکر مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون کہ آیا تو یہ خصلتین اپنے نفس مین پاتا ہو یا مجھ مین ابو بکر نے کہا بلکہ آپ مین اے
ابو الحسن بعد اسکے علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ذکر فرمایا اُن امور کو جسے ابی بکر پر احتجاج فرمایا تھا اُن خبرون سے
جو قرآن مین وارد ہین آیات سے اور اقوال نبی سے اور ہر بات پر ابو بکر اقرار و اعتراف کرتا جاتا تھا یہان تک کہ منجملہ اُسکے
اس احتجاج مین فرمایا کہ مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون اپنے لیے اور اپنے اہلبیت و اولاد کے لیے کہ آیا آیۂ تطہیر رفع رجس کے لیے
میرے واسطے نازل ہوا اور میرے اہلبیت کے لیے یا تیرے واسطے اور تیرے اہلبیت کے لیے ابو بکر نے کہا کہ
بلکہ آپ کے لیے اور آپ کے اہلبیت کے اور اولاد کے لیے نازل ہوا پھر فرمایا کہ قسم دیتا ہون مین تجھے خدا کی اور
پوچھتا ہون کہ مین ہون اور میرے اہلبیت و اولاد صاحب دعوت رسول کے ہین جس دن کہ چادر مین اپنی بٹھا کر یہ
دعا فرمائی تھی کہ اللھم ھؤلاء اھلی الیک لا الی النار یا تو ہو ابو بکر نے کہا کہ بلکہ آپ ہین دعا کے صاحب آپ ہین اور آپ کے
اہلبیت و اولاد ہین جنکے لیے یہ دعا پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اسی طرح ستر منقبت و فضائل اپنے حضرت نے جو
مخصوص تھے وہ ابو بکر کو یاد دلائے بعد اسکے حدیث مین مذکور ہی ستر منقبت کے بعد کہ حاصل اسکا یہ ہی کہ اسی طرح
برابر وہ حضرت اپنے مناقب اور فضائل کا جو حق تعالی نے آنحضرت کے ساتھ مخصوص فرمائے تھے شمار فرماتے
جاتے تھے یہان تک کہ ابو بکر نے اقرار کیا کہ اسکے ساتھ اور جو شایان فضائل کے متصف ہو مستحق ہوتا ہی کہ قیام ساتھ
امور امت محمدؐ کے کرے یعنی استحقاق امامت اور خلافت رسول کا اُسوقت حاصل ہوتا ہی جب صاحب ان
فضائل کا ہو جب یہ اقرار ابو بکر کر چکا تو فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ پھر کس چیز نے تجھے مغرور کیا اور دھوکے
مین ڈالا کہ تو بھول گیا خدا کو اور رسول خدا کو اور دین خدا کو حالانکہ تو خالی ہی اُس سے جسکی طرف اہل دین رسول خدا کے
محتاج ہین راوی کہتا ہی کہ اسکے بعد ابو بکر رویا اور کہا اُسنے کہ سچ فرمایا آپ نے اے ابا الحسن مجھے آپ مہلت دیجیے کہ
آج کے دن مین تدبیر کرون اُسمین کہ جسمین مین ہون اور سنئیے جو آپ سے مین نے سُنا ہی یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام نے

فرمایا کہ یہ جہلت تیرے واسطے ہوئی ابابکر بعد اسکے ابوبکر پھر کر حضرت امیر کی خدمت سے گھر پر آیا اور تمام دن اپنے
مقام پر تنہا بیٹھا رہا کسی کو حکم اسکا نہ دیا کہ اسکے پاس آئے رات تک اور عمر ابن الخطاب سب کے پاس دوڑتا پھرتا تھا
جب سے اُسنے یہ سُنا تھا کہ ابابکر نے جناب امیر علیہ السلام سے خلوت و تنہائی کی ہی بعد اسکے ابوبکر شب کو سویا اور خواب
مین جناب رسالتمآب صلعم کو دیکھا کہ جسطرح حضرت اپنی مجلس مین بیٹھتے تھے بیٹھے ہین پس ابوبکر بڑھا اور قریب جاکر چاہا کہ
سلام کرے آنحضرت پر کہ دیکھا اُسنے کہ آنحضرت نے اپنا روے مبارک اسکی طرف سے پھیر لیا پس اسوقت ابوبکر نے
عرض کیا کہ اے رسول خدا آیا آپ نے کوئی حکم فرمایا تھا کسی امر کے لیے کہ مین اُسے نہ بجالایا اسکے جواب مین فرمایا
حضرت رسول نے کہ اپنے سلام کو لینے اور پھیرون حالانکہ تو دشمنی کرتا ہی اُس سے جسے خدا اور رسول نے ولی امر کردیا ہی
جب تک کہ تو حق کو اسکے اہل پر نہ پھیرے ابوبکر نے بیان کیا کہ اسوقت مین نے کہا کہ وہ حق کا اہل کون ہی حضرت
رسول نے فرمایا کہ جسنے حق کے واسطے تجھپر عتاب کیا اور وہ علی ابن ابیطالب ہین ابوبکر نے کہا کہ مین پھیر دونگا اُنپر
اُنکے حق کو آپ کے حکم سے اے رسول خدا جب صبح ہوئی تو ابابکر رویا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ آپ
ہاتھ پھیلائیے جب حضرت نے ہاتھ پھیلایا تو ابوبکر نے بیعت کی اور سارا امر خلافت کو حضرت کے سپرد کیا اور کہا کہ
اب مسجد رسول خدا مین تشریف لیچلیے کہ مین سب کو خبر دون اس حال سے جو مین نے شب کو دیکھا ہی اور جو میرے
اور آپ کے درمیان مین گذرا ہی اور اپنے تئین مین اس سے باہر کرون اور امر خلافت کو آپ کے سپرد کرون
حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا بعد اسکے ابوبکر جناب امیر علیہ السلام کے پاس سے باہر نکلا اور اسوقت اسکا
رنگ متغیر تھا پس راہ مین عمر ابن الخطاب سے اس سے ملاقات ہوئی کہ وہ اسکی طلب مین پھر رہا تھا بعد ملاقات
اُسنے کہا کہ اے خلیفہ رسول تیرا کیا حال ہی اُسنے اُس سے سب سرگذشت اپنی اور جو خواب مین دیکھا تھا اور جو فعل اُسنے
جناب امیر کے ساتھ بیعت کرنے سے کیا تھا اور جو وعدہ تفویض امر خلافت کا آنحضرت کے ساتھ کیا تھا وہ سب
بیان کیا یہ سنکر عمر نے کہا کہ اے خلیفہ رسول مین تجھے خدا کی قسم دیتا ہون کہ تو سحر بنی ہاشم سے دھوکا نہ کھا جائیو کچھ انکا
پہلا سحر نہین ہی بالجملہ اسی طرح برابر اُسے برانگیختہ کرتا تھا یہان تک کہ جو ارادہ ابوبکر کا تھا اُس سے اُسے پھیرا اور اُسے
خلافت پر راغب کیا اور کہدیا کہ اب اُسپر قائم اور ثابت رہنا پھر فرمایا حضرت علی ابن الحسین نے کہ بعد اسکے جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب موافق وعدے کے مسجد مین تشریف لائے اور دیکھا حضرت نے کہ مسجد مین کوئی
نہین ہی حضرت نے جانا کہ شر اُنسے پہنچا ہوا بعد اسکے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر پر آئے مگر وہ حضرت بیٹھے نہین
عمر ابن الخطاب آیا اور کہا کہ جو آپ چاہتے تھے اسکے خلاف ہوا یہ سنکر حضرت سمجھے کہ جو بات ہی یہ سمجھکر اٹھ کھڑے ہوے
اور اپنے گھر کی طرف تشریف لے آئے اور بعض نسخون احادیث سے وہ ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی کوئی
روایت کی ہو کہ کہا اُسنے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ بہ تحقیق اصحاب سے پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ

وآلہ کے مستحفظون ہین یعنی یاد رکھنے والے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انمین ایک بھی نہین ہو کہ جسکے لیے کوئی منقبت
اور فضیلت ہو مگر یہ کہ مین انمین شریک ہون اور اس سے درجہ افضل ہین ان مین فضیلت کے ہون اور میری ذات کے لیے
ستر فضیلتین ایسی ہین کہ جسمین میرا کوئی شریک نہین ہی مکحول کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ مجھے بھی ان سے آگاہ فرمایے
یہ سنکر حضرت نے اپنے فضائل خاصہ بیان فرمانے شروع کیے یہان تک کہ فرمایا آنحضرت نے کہ لیکن شیعون یعنی
سترہوین فضیلت پس یہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے آرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس لٹایا اور بی بی میری فاطمہ زہرا اور بیٹے میرے
حسن اور حسین کو بھی لٹایا بعد اسکے ہم سب پر اپنی چادر قطوانیہ یعنی چادر سفید اوڑھائی پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا
انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا بعد اسکے جبرئیل نے عرض کیا کہ مین تمسے ہون ای محمد پس اس
چادر مین پانچ ہم سب تھے اور چھٹے جبرئیل تھے اور بعض انمین سے وہ روایت ہی جو علی ابن ابراہیم نے باسناد اپنی جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہو کہ فرمایا آنحضرت نے حدیث فدک مین کہ جناب امیر علیہ السلام نے ابی بکر سے
فرمایا کہ ای ابابکر تو نے کتاب خدا کی تلاوت کی ہی اسنے کہا ہان یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ پس مجھے خبر دے قول
خدائے عزوجل سے جو وہ فرماتا ہی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا یہ کسکے
حق مین نازل ہوا ہو ہم اہلبیت کے حق مین یا ہمارے غیر کے حق مین ابوبکر نے کہا کہ آپ ہی کے حق مین نازل ہوا ہی
اور بعض انمین سے وہ ہی جو محمد بن عباس نے ام سلمہ رض سے بتوسط اپنی اسناد کے روایت نقل کی ہو کہ کہا انھون نے کہ
یہ آیہ میرے گھر مین نازل ہوا اور اسوقت سات شخص میرے گھر مین تھے جبرئیل اور میکائیل اور جناب رسول خدا
اور علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن اور حسین علیہم السلام اور ام سلمہ نے کہا کہ مین دروازے پر تھی بعد اسکے
مین نے عرض کیا کہ ای رسول خدا کیا مین آپ کے اہلبیت سے نہین ہون حضرت نے فرمایا کہ تو بھی راہ نیک پر ہی تو ازواج
رسول سے ہی یہ نہ فرمایا کہ تو اہلبیت سے ہی اور بعض انمین سے وہ ہی جو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی مین باسناد اپنی
ام سلمہ سے روایت کی ہو کہ انھون نے کہا یہ آیہ میرے گھر مین نازل ہوا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس پس مجھے
پیغمبر خدا نے حکم فرمایا کہ کسی کو بھیج کر علی ابن ابیطالب اور فاطمہ زہرا اور حسن اور حسین کو بلواؤن جب وہ سب آئے
تو علی ابن ابیطالب کو جانب راست کی طرف سے گلے لگایا اور حسن کو جانب چپ کی طرف اپنی اور حسین کو اپنے
پیٹ پر بٹھایا اور فاطمہ کو اپنے پاؤن کے قریب بٹھایا اور اسکے بعد فرمایا اللھم ھؤلاء اھلی وعترتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم
تطھیرا بالجملہ اسی طرح مصنف کتاب مذکور نے اور بہت سی روایات متضمن اسی مضمون پر نقل کی ہین اور اور بھی کتابون مین
علمائے امامیہ کی مسطور ہین کیونکہ زیادہ ضرورت نقل کی ان روایات کی نہین ہو اسلیے چند حدیثین نقل کی گئین وہ اعتقاد
کرنے کو کافی ہین کہ کلام صادقین اور معصومین کا ہو اور تکرار نقل سے ثابت ہو گیا کہ یہ متواتر المعنی ہی اور واجب التصدیق ہی
خصوصا جبکہ روایات عامہ مین بطرق متعددہ وارد ہوئی تو بخوبی حق کالنور علی شاھق الطور ظاہر ہوتا ہی و الفضل ما

شہدت بہ الاعداء اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ آیہ شان مین آنحضرت کی اور انکی اولاد کرام کی نازل ہوا ہی تو مراد اہلبیت سے
وہی حضرات ہونگے جنکے لیے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ مین دو بزرگ چیزین چھوڑتا ہون کتاب خدا اور اپنی عترت
یعنی اہلبیت اور انکی اطاعت کو واجب فرمایا تھا پس ثابت ہوا کہ وہی حضرات حجت خدا و جانشین رسول و امام
واجب الاتباع بعد نبی مختار ہین اور یہی طرح انکی اولاد معصومین سے سب جناب صاحب العصر تک خلفاے رسول
اور مفترض الطاعت ہین ثبتنی و ثبتک اللہ بالقول الثابت اب مین رجوع کرتا ہون طرف بیان کلام کے جو تاویل مین
اس آیہ کے علماے فریقین مین ہوا ہی پس کہتا ہون مین کہ مولنا احمد اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ مین ابو الحمرا کی روایت کو
نقل کرکے فرمایا ہی کہ حق تعالی نے اس آیہ مین رجس کو آنحضرات سے دفع فرمایا ہی یعنی جو کچھ کہ موجب آلودگی اور
برائی کا ہوتا ہی مثل اُسکے کہ گناہونکا ارتکاب اور ظاہری ناشائستگیان اور جو باعث دوری کا درگاہ الٰہی سے ہو
مثل حسد کے اور کینہ کے اور نفاق کے اور دنیا کی دوستی کے اور جاہ و ریاست کی محبت اور خود پرستی اور ریا اور
جو اُسکے سوا نجاسات باطنی سے ہون اُن سب کو اُنسے دور فرمایا ہی اور اُسکے دفع فرمانے مین بہت اہتمام تمام فرمایا ہی
جیسا کہ دلالت کرتا ہی اُسپر سیاق آیہ کا کہ یطہرکم تطہیرا اور یہ ظاہر ہی اور غرض حق سبحانہ تعالی کی اس آیہ سے
اظہار عصمت اور استحقاق امامت اور اس عطیہ کا انحصار اہلبیت رسالت مین ہی جیسا کہ لفظ انما کا جو حصر کے لیے
مستعمل ہی اُسپر افادہ کرتا ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے کہا ہی کہ شیعہ کہتے ہین کہ مفسرین نے اجماع کیا ہی کہ یہ آیہ
حق مین علی و فاطمہ و حسن و حسین کے نازل ہوا ہی اور انکی عصمت پر بتاکید تمام دلالت کرتا ہی اور غیر معصوم امام نہین ہوتا
اور اس جگہ پر بھی سب مقدمات مخدوش ہین پہلے یہ کہ مفسرین کا اجماع ممنوع ہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ یہ آیہ ازواج نبی کے حق مین نازل ہوا اور ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کی ہی کہ وہ بازارون مین
پکارتا تھا کہ قول خداے تعالی کا انما یرید اللہ لیذہب الایہ ازواج نبی کے حق مین ہی اور لستن کاحد من النساء سے
تا قولہ تعالی واطعن اللہ [illegible] والحکمۃ تک خطاب ساتھ ازواج مطہرات کے ہی اور امر و نہی انکے ساتھ واقع ہوتی ہی بیچ اثناے
کلام مین اورون کے حال کو مذکور کرنا بے اسکے کہ تنبیہ اُسپر کیجاے کہ کلام سابق منقطع ہوا اور دوسرا کلام نئے سر سے
شروع ہوا روش بلاغت کے مخالف ہی کہ اُس سے کلام یکدیگر کو پاک جاننا چاہیے انتہی توجیہ کلامہ اور جواب اُسکا
یہ ہی کہ مراد اجماع مفسرین سے اجماع مفسرین شیعہ کا اور اکثر مفسرین اہل خلاف کا ہی اور یہ ایسی بات ہی کہ اُس سے انکار
اور خدشہ کرنا سواے تعصب کے اور کسی پر محمول نہین ہوسکتا کیونکہ مفسرین شیعہ کا اجماع تو ظاہر ہی اب رہا یہ کہ اکثر
مفسرین اہل خلاف نے بھی اسی کو اختیار کیا ہی پس یہ باعتراف انکے علما کے ثابت ہی جیسا کہ ابو بکر نقاش نے باوجود
اسکے کہ اسکا تعصب مذکور ہو چکا ہی اس آیہ کی تفسیر مین لکھا ہی اجمع اکثر اہل التفسیر علی انہا نزلت فی علی و فاطمۃ والحسن والحسین و شیخ
ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق مین لکھا ہی کہ اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی و فاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ

وقیل نزلت فی نسائه لقوله واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات الله ونسب لابن عباس ثم کان مولاه عکرمة ینادی به فی السوق وقیل المراد النبی صلی الله علیه وسلم وقال آخرون نزلت فی نسائه لانهن فی بیوتکن ولقوله واذکرن ما یتلی فی بیوتکن واهل بیته لانهم من بنی هاشم الصدقة علیهم اعتمد جمع ورجحوه وایده ابن کثیر بانهن سبب النزول وهو داخل قطعا اما وحده علی قول او مع غیره علی الاصح وورد فی ذلک احادیث منها ما یصلح متمسکا للاخیر وهو اکثرها والاول هو المعتمد خلاصہ اس عبارت کا یہ ہو کہ شیخ ابن حجر نے چار قول اس جگہ نقل کیے ہین اوّل اقوال جو کثیر و اشہر ہو وہ یہی ہو کہ یہ آیہ شان مین حضرت علی ابن ابیطالب اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نازل ہوا اور اسے سب سے پہلے ذکر کیا اور موافق قاعدہ عرب کے یہی استعمال کیا اور قوت دی اور دوسرا قول جو انکے بعض کا ہے وہ یہ ہو کہ شان مین ازواج نبی کی نازل ہوا اسکی تضعیف بلفظ قیل بھی کی اور اسناد مین بھی صیغہ مجہول کا استعمال کیا اور تیسرا قول یہ کہ شان مین خود پیغمبر خدا کی نازل ہوا اور اسے بھی بلفظ قیل ضعیف جانا اور چوتھا یہ قول کہ شان مین ازواج نبی کی اور آل عبا کی یہ آیہ نازل ہوا اور اسے اصح الاقوال خود جانا ہی بالجملہ بنا بر قول اوّل اور قول اخیر کے شیعون کا مطلب حاصل ہوتا ہی اور جو دونون قول بیچ مین ذکر کیے ہین یعنی دوسرا اور تیسرا وہ بسبب اسکے کہ انکا شاذ اور غیر صحیح ہونا ظاہر ہی معارض اسکے نہین ہو سکتے پھر تعجب کی یہ بات ہی کہ شاہ صاحب نے ایسی شاذ روایت کو عکرمہ کذاب کی جسکا حال ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسنے نصب اختیار کیا تھا روایات صحیحہ کے معارضہ کے لیے استدلال مین قدح کرنے کو ذکر کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ جامع کی مراد اتفاق شیعہ و سنی کا ہی اسپر کہ یہ آیہ آل عبا کے حق مین نازل ہوا ہی اس معنی سے کہ قدر متفق علیہ خاصہ و عامہ مین اسکا نازل ہونا آل عبا کی شان مین ہی نہ یہ کہ جمیع اہلسنت کا اسپر اتفاق ہی ورنہ یہ دعوی کسنے کیا ہی شیعون سے کہ اسمین خدشہ ہوا اور ظاہر ہی یہ بات کہ اجماع و اتفاق بعض مفسرین اہلسنت کی موافقت سے مفسرین امامیہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہی اور یہ بخوبی ثابت ہی اور دوسری طرح اسکے جواب کی تقریر یہ ہو کہ اتفاق فریقین سے مراد یہ ہی کہ دونون فریق اس قول پر موافق ہین اگرچہ بعض فرق نے اسمین اختلاف کیا ہو نہ یہ کہ اجماع جمیع امت کا مراد ہو اسطرح کہ کسی نے اسمین اختلاف نہ کیا ہو کیونکہ ایسا اجماع و اتفاق تو یا ممتنع ہی یا شاذ ہی اور اس معنی سے اتفاق کے صادق آنے کو بعض کی بھی موافقت کافی ہوتی ہی نہ یہ کہ جمہور و اکثر کی موافقت پائی گئی ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر کا کلام اور ابو بکر نقاش کا جو مذکور ہو چکا اسپر شاہد ہی علاوہ اسکے یہ بھی ممکن ہی کہ مراد اجماع کی دعوے سے قبل ظہور مخالف ہو اور مخالف کا اسکے وجود بہ نسبت سابقین متقدمین کے حادث ہی کیونکہ جنسے اسکے خلاف کی روایت کی ہی اسکا مرتبہ بعد ثعلبی اور احمد حنبلی کے تھا اور جو کچھ کہ پہلے بیان اجماع مین آیہ انما ولیکم الله کی بہ نسبت ہم لکھ آئے ہین وہ یہان بھی جاری ہو گا انکی طرف چاہیے کہ طالب رجوع کرے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ وہ آیہ ازواج نبی کے حق مین نازل ہوا اور ابن جریر نے عکرمہ سے

روایت کی ہے کہ وہ بازار مین پکارتا تھا کہ یہ آیہ شان ازواج مین نازل ہوا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ روایات شاذہ
مختلفہ جو خلفاے جور کی خوشی خاطر کے واسطے بنائی گئین اور اُنپر علامات وضع و اختلاق کی ظاہر ہین کہ اپنے
فائدون کے لیے بے دینون نے بنائی ہین وہ اُن اخبار کے جو متواتر المعنی اور متفق علیہا بین الفریقین ہین معارض
نہین ہوسکتین خصوصا عکرمہ کی دروغ گوئی اِس سے پہلے کتب اہلسنت سے مشروحا ہم ثابت کر چکے ہین
اور یہ کہ وہ ابن عباس پر تہمت و افترا کیا کرتا تھا پھر اُسنے بازار مین جو ندا دی اِسکا حال نہین معلوم کہ یہ کیا زمانہ تھا
اگر خلفاے جور کا زمانہ تھا جسمین اُسنے اُنکی خوش آمد کے لیے ندا دی تھی تو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے ساتھ
اِسکے کہ وہ خود بھی دشمن اہلبیت تھا اور طریقہ خوارج کو اُسنے اختیار کیا تھا پس بعید نہین ہے کہ یہ اُسنے اسلیے کہا ہو کہ تا
دشمنان اہلبیت سے اِسکے باعث سے تقرب حاصل کرے اور اُنسے منتفع ہو اور اگر زمان رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ مین یہ اُسنے ندا دی تھی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ازواج رسول اور صحابی بڑے بڑے جو اِسکے راوی ہین
وہ اِس سے آگاہ نہوے اور اِسکے برخلاف اُنھون نے روایت کی جیسا کہ اکثر اُنکے اِس سے پہلے مذکور ہو چکین
علاوہ اِسکے عکرمہ کا بازار مین ندا کرنا یہ صاف اِسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ قصہ نزول آیہ تطہیر کا آل عبا کے حق مین ایسا
مشہور تھا پہلے سے کہ ہر ایک اُس سے آگاہ تھا اِسلیے عکرمہ کذاب کو خوش آمد خلفاے جور کے لیے یا اپنی عداوت
اِسکی حاجت پڑی تھی کہ بازارون مین جاکر پکارے تا کہ جو بات کہ عہد جناب رسالتمآب سے اور وقت نزول آیہ سے
سب کو معلوم و مشہور ہے اِسکے مخالف ظاہر کرے اور سب کے دل سے نکالے والا کیا ضرور تھا کہ بازار مین پکارتا اُس
بات کو جو واقع مین تھی اور سب اُسے جانتے تھے پس اِسی سے معلوم ہوتا ہے عاقل کو یہ بازار مین اِسکا پکارنا خلاف حق
و مشہور کے ہے اُسکی عداوت سے اور خوش آمد اہل جور کے واسطے ہوگا نہ اظہار حقیقت امر علاوہ برین جناب سید سند نے
عکرمہ کے بیان مثالب مین اِس جگہ بعض اپنے معاصرین کے کلام سے حدیقہ مین اِسطرح نقل فرمایا ہے انہ تطعن جامع
الاصول ان هذه الروایة رواها جریر عن عکرمة وقد اتضح انه کان علی رای الخوارج لیکن ابن جریر کے ناصبی ہونے کا اثبات پس اِس
جہت سے ہے کہ اِسکا باپ کہتا تھا لنا امامنا ولکم امامکم یعنی ہمارے لیے امام ہمارا ہے معویہ اور تمھارے لیے امام تمھارا ہے
یعنی علی ابن ابیطالب اور صاحب لسان المیزان نے کہا ہے ہو من رجال البخاری ثقة ثبت لکنه رمی بالنصب اور بھی اُسنے کہا ہے
من المعروف ان یزید بن هارون قال رایت المغیرة فی المنام فقال لی یا یزید لا تکتب عن حریز یعنی مشہور و معروف ہے کہ یزید بن ہارون نے کہا کہ
مین نے مغیرہ کو خواب مین دیکھا پس کہا اُسنے کہ اُسکی حدیث کو نہ لکھ اے یزید یعنی جریر بن عثمان کی حدیث کو نہ لکھنا
سب علیا اِسلیے کہ وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بہ نسبت سب و شتم کرتا تھا اور اِن سب کے ساتھ اُسنے کہا ہے کہ یہ
روایت اصح ابی حاتم کی معارض ہے اِس روایت سے جیسے حافظ عبد العزیز نے کتاب معالم العترہ مین طریق ابن
ابی سفینہ سے روایت کی ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ حدیث کی مجھسے یحیی بن عبد الحمید نے کہا اُسنے حدیث کی قبیصہ نے

اعمش سے اُنہنے عباد بن ربعی سے اُنہنے ابن عباس سے مرفوعاً کہ فرمایا پیغمبر خدا نے بدرستیکہ حق تعالیٰ نے تقسیم کیا
خلق کو دو قسم پر بدلیل قول حق سبحانہ فاصحاب الیمین پس مین اصحاب یمین سے ہون بیان تمک کہ فرمایا پس گردانا
مجھے بہترین قبائل سے بدلیل قولہ تعالیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل اور گردانا مجھے بہترین گھرون سے بدلیل انما یرید
اللہ لیذھب عنکم الرجس الآیہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ یہ حدیث تمام وکمال ضمن مین اُن احادیث کے جو موافق
طرق اہلسنت کے پہلے یکجا مین نے نقل کی ہین مذکور ہو چکی ہی اور صاحب جواہر العقدین نے اِس حدیث کے بعد
کہا ہی اخرجہ الطبرانی عن طریق یحیی بن عبد الحمید ایضا ھو الحمانی عتد وثقہ یحیی بن معین وضعفہ غیرہ واخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ
اور یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہی اِسپر کہ بنی ہاشم سب عرب کے قبیلون سے بہتر تھے اور چونکہ پیغمبر کی ازواج
باتفاق اُمت بنی ہاشم سے نتھین پس اِس مرتبہ مین پیغمبر خدا کے ساتھ شریک نہین ہو سکتا مگر وہ جو بنی ہاشم سے ہو
اور وہ وہی ہین جو شریک تھے اور آل عبا ہین اور تصریح اُنکے اسمائی اخبار کثیرہ سے ثابت ہی کہ وہ علی وفاطمہ وحسن و
حسین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہین پس اِس سے بخوبی واضح ومعلوم ہوا کہ ابن ابی حاتم کی روایت موضوع ہی بسبب
اِسکے کہ وہ اِس حدیث سے جو ابن عباس سے منقول ہی اور اور احادیث سے جو ابن عباس اور اور صحابیون سے بکثرت
منقول ہین اور صحاح اہلسنت مین مسطور ہین اور اسی جملہ سے ہی جو صاحب جواہر العقدین نے اِس حدیث کے بعد
طفیل سے روایت کی ہی کہ حسین ابن علی علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور بعد حمد خدا اور ثنائے رسول مجتبیٰ کہا کہ
انا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذین فرض اللہ مودتھم جناب سلطان العلما نے کیا خوب
بات فرمائی ہی کہ اکثر مفسرین اہلسنت کے اقوال اور ہی طرح اُنکی روایتین دلالت اِسی پر کرتی ہین کہ یہ آیہ اہلبیت
طاہرین کی شان مین وارد ہوا پھر اِسکے بعد ایک دو روایتین موضوعہ اُن اخبار متفق علیہا سے کیا معارض ہو سکتی ہین
خصوصاً جبکہ امامیہ کا اجماع اور اُنکی روایات اُنکی تقویت اور معاضدت کرین راقم رسالہ کہتا ہی کہ مین نے چالیس
روایت کے قریب اِسی کتاب مین طرق اہلسنت سے نقل کی ہی کہ سب کا حاصل یہ ہی کہ یہ آیہ شان مین رسول خدا اور
علی بن ابیطالب اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کی نازل ہوا ہی پھر اِسکے بعد روایات شاذہ موضوعہ جو کوئی
بیان کرے اِسکے مقابل مین وہ اُنکی بے حیائی اور تعصب پر محمول ہوگا بلکہ منصف اِسکے دیکھنے کے بعد کبھی اِس سے
انکار وعدول کو پسند نہ کریگا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور جیسا کہ شاہ صاحب نے اخبار صحاح کو پس پشت
ڈالا اور شیعون کا دو روایات موضوعہ سے مقابلہ کیا اور یہ نہ سمجھے کہ دیکھنے والے ہین کیا کہینگے اُس سے طرفہ یہ امر ہی
کہ بعد اِسکے پھر شاہ نے جو کہا ہی کہ ظاہر بلاحظہ سے سباق وسیاق آیہ کے بھی یہی ہی کیونکہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء
کی ابتدا سے لطیف اللہ بلکہ والحکمہ تک خطاب ازواج مطہرات کے ساتھ ہی اور امر ونہی اُنکے ساتھ واقع ہوتا ہی
پھر اثنائے کلام مین اور ون کا حال مذکور کرنا بے اِسکے کہ انقطاع کلام سابق پر تنبیہ کیجائے اور کلام سے افتتاح کرنا

ساتھ ان آیات کے بیچ مین جنمین خطاب ازواج نبی کے ساتھ ہی نہ واقع ہوتا اور اسکے امثال قرآن مین بہت وارد
ہین انتہی خلاصۃ کلامہ اور واقع مین یہ ہی کہ آیات کی ترتیب مطابق اس جمع کی ترتیب نزول کے برخلاف ہی
اور اہلسنت کے بھی نزدیک یہ توقیفی اور تعبدی ہی جیسا کہ ایک جماعت نے اُنمین سے اسکی تصریح کی ہی پس یہ کہ نظم کی
علت سے مرام ایک سلک مین کلام کے ہو جاوے پس صورت مین فہم مطالب کی بنا سیاق آیات پر بنا فاسد کی فاسد ہی
اور ہمارے طریق کی حدیث مین وارد ہی کہ فرمایا لیس شئی ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن ان الآیۃ تکون اولہا
فی شئی واخرہا فی شئی وھو کلام متصرف علی وجوہ اور اسی واسطے فریقین کی روایات مین قرآن کی تفسیر کرنی راے سے ممنوع ہی
پھر شاہ صاحب کا قول احادیث کے خلاف نص کے مقابل مین اجتہاد ہی اور خلاف روش تفسیر کے ہی کہ کلام
الہی تفسیرون سے ایک جاننا چاہیے اور مناظرہ عقلا کے بھی خلاف ہی جیسا کہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ
یہ بے حیائی دیکھنے کے قابل ہی کہ شاہ صاحب یہان تو کہتے ہین کہ اثناے کلام مین علیحدہ امر کا بیان کرنا بسبب
کہ جسمین انقطاع کلام سابق پر کی گئی ہو روش بلاغت کے خلاف ہی حالانکہ بمقتضاے لما تقولون ما لا تفعلون خود
وضو کی آیت مین حکم ادخال مسح سر کے ساتھ قبل جملہ اولی کے تمام ہونے کے جو بیان غسل اعضاے مغسولہ کو
متضمن ہی کرتے ہین جیسا کہ اسکی تفصیل مع مالہ وما علیہ رسالہ سیف ماسح مین مذکور ہو چکی ہی اور بھی قول انکا ساتھ
اسکے کہ اس جگہ آیات مین مناسبت بھی نہین ہی مقدوح ہی بنظر اسکے کہ شاید اس سے مراد سرزنش ازواج کی ہو کہ با وجود
اسکے کہ وہ بھی محشور اہلبیت کے ساتھ ہین پھر کیا وجہ ہی کہ مثل انکے اطاعت الہی مین نہین مصروف ہوتین یا اس
توہم کے دفع کرنے کو ہو کہ ہرگاہ ازواج امر شنیعہ کی مرتکب ہو سکتی ہین تو محتمل تھا کہ کوئی توہم کرنے والا یہ توہم کرتا کہ
العیاذ باللہ اہلبیت بھی مثل انہین کے ہونگے پس حق تعالی نے اس توہم کا دفع بیان تطہیر انکے ساتھ فرمایا انتہی
ترجمہ کلامہ اب جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین حضرات اہلسنت کے جو جواب مین فرمایا ہی اسکا
حاصل یہ ہی کہ جو کچھ کہ بعض مخالفین نے کہا ہی کہ یہ آیہ بیچ مین ان آیتون کے ہی کہ جنمین خطاب پیغمبر خدا کی ازواج کے
ساتھ ہی پھر چاہیے کہ اس آیہ مین بھی خطاب انہین کے ساتھ ہو اور یہ باطل ہی کئی وجہون سے پہلے یہ کہ ضمیر مونث کا
ضمیر مذکر کے ساتھ تغیر اسلوب اسی کی دلیل ہی کہ خطاب ازواج کے ساتھ نہین ہی اور جسنے کہ آیات قرآنی کا تتبع کیا ہی
وہ جانتا ہی کہ آیتون مین اس قبیل سے بہت ہی کہ ایک قصہ مین دوسرا قصہ مذکور ہوتا ہی اور خطاب مین تغیر بہت
ہوتا ہی جیسا کہ اس سورے مین واقع ہوتا ہی کہ زوجات نبی کے خطاب کے بیچ مین اس سے عدول فرماکر خطاب
مومنین کے ساتھ ہوا ہی اور پھر انکے بعد نبی کے واسطے حکم ہوا ہی کہ ازواج سے مخاطبہ فرماوین سات اس بات
کہ بیان مناسبت تام ہی اگر کوئی بانصاف تدبر کرے تو جانے کیونکہ اس جگہ کلام مین جو تغیر ہوا ہی وہ تغیر نسبت
ازواج کے ہی کہ تم اور اہلبیت سب پیغمبر کے ساتھ محشور ہو بلکہ تمھاری معاشرت پیغمبر کے ساتھ زیادہ ہی جیسا کہ وجہ

کہ طہارت مین اور نزاہت اور رعایت آداب معاشرت مین مثل انکے نہین ہو مین یا یہ کہ مبادا کوئی یہ توہم کرے
کہ ازواج باوجود اس اختصاص کے جب انسے اس قسم کے اعمال صادر ہوے تو ممکن ہی کہ آنحضرت کے اہلبیت علیہم السلام سے
بھی العیاذ باللہ مثل اسی کے صادر ہوا اسلیے انکی طہارت و عصمت کے بیان فرمانے کے لیے اس آیہ کو بیچ مین
داخل فرمایا ہو اور اسکے بعد اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ دو وجہین جو فقیر کے ذہن مین گذری ہین یہ بہ نسبت
اُن وجہون کے جنھین مفسران قرآن ربط و نظم آیات مین ذکر کرتے ہین بہت واضح اور ظاہر ہین دوسرے یہ کہ
جو کچھ حضرات اہلسنت بہ نسبت اس آیہ کے کہتے ہین اگر یہ کچھ حقیقت مین ہوتا بھی تو اُسوقت حجت کے لائق ہوتا
کہ جب قرآن سے کوئی چیز ساقط نہوئی ہوتی اور یہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ صاحب جامع الاصول نے زید ابن ثابت سے
نقل کی ہی کہ بعد اسکے کہ مین مصاحف لکھ چکا آیہ رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه کو خزیمہ بن ثابت سے پایا اور پھر
ملحق کیا پھر اسکے بعد ممکن ہی کہ اور بہت سی آیتین گر گئی ہون سابق اور لاحق سے اس آیہ کے کہ اُسے ملحق نہ کیا ہو اور
جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ سورہ احزاب مین بہت فضیحتین زنان و مردان قریش کی تھین اور یہ
سورہ سورہ بقرہ سے زیادہ بڑا تھا اور انھون نے کم کر دیا اور تحریف کی انھین راقم رسالہ کہتا ہی کہ اخوند صاحب نے جو
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت بہ نسبت اس سورے کے فرمائی ہی اسکی بہ نسبت حضرات اہلسنت
اگر کوئی صاحب یہ خیال فرماوین کہ یہ روایت اخبار خاصہ سے شیعون کے ہی حجت کی قابلیت نہین رکھتی تو اسلیے
مین کہتا ہون کہ یہ مضمون حضرات اہلسنت کے یہان بھی روایات مین موجود ہی جیسا کہ جناب غفران مآب نے
فاضل جلال الدین سیوطی سے کہ اُسنے زرین سے روایت کی ہی نقل فرمایا ہی کہ کہا اُسنے کہ کہا مجھسے ابی بن کعب نے
کاین بعد سورة الاحزاب قال قلت اثنين وسبعين اية او ثلثا وسبعين اية قال كانت لتعدل سورة البقرة وانا كنا لنقرء فيها اية
الرجم قلت وما اية الرجم قال اذا زنيا الشيخ والشيخة فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم الى غير ذلك مما هو مطابق لما هو في كتب العامة من الروايات
الصريحة في التحريف والتنقيص من المصحف یعنی حاصل روایت یہ ہی کہ کہا ابی بن کعب نے کہ کتنی ہی آیتین سورہ احزاب کی
قرآن سے نکالی گئین زرین کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ بہتر یا تہتر آیت ابی بن کعب نے کہا کہ یہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے
برابر تھا اور ہمنے اُسمین آیہ رجم کو پڑھا تھا زرین نے پوچھا کہ آیہ رجم کونسی آیت تھی اُسوقت اُسنے پڑھ کر بتایا کہ وہ یہ آیت تھی
اذا زنا الشيخ والشيخة الخ مصنف کتاب مصطلحات الفنون نے ذیل بیان لفظ حدیث مین کتاب اتقان سے انواع
نسخ قرآن کے بیان مین نقل کیا ہی قال ابو عبيد حدثنا اسمعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع عن ابن عمر قال لا يقولن احدكم
قد اخذت القرآن كله وما يدريه ما كله فانه قد ذهب منه قرآن كثير وليقل قد اخذت منه ما ظهر یعنی ابن عمر نے کہا کہ کوئی تم مین سے
یہ نہ کہے کہ ہمنے سب قرآن پایا ہی اور لیا ہی کیونکہ یہ کوئی نہین جانتا کہ سب قرآن کتنا تھا بتحقیق کہ جو موجود ہی اس سے
قرآن بہت زیادہ تھا کہ وہ جاتا رہا و لیکن یہ کہنا چاہیے کہ جو قرآن ظاہر ہی اُسے ہمنے لیا ہی و قال حدثنا ابن ابی مريم

عن ابی لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ بن الزبیر عن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرأ فی زمان النبی مائتی آیۃ فلما کتب عثمان
المصاحف لم یقدر منہا الا علی ما ہو الآن یعنی عائشہ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ پیغمبر خدا کے زمانے میں سورۂ احزاب میں
دو سو آیہ پڑھا جاتا تھا عثمان نے جو قرآن لکھے تو وہ جسقدر اب آیات موجود ہیں وہی لکھ سکا سب کے لکھنے کی
نہ قدرت پائی اُسنے پھر صاحب اتقان سے اسی کی مثال میں چند آیات لکھیں ہیں کہ یہ آیہ مجھی سے کہیں ہیں با لجملہ
اس سے بگواہی ام المومنین عائشہ ثابت ہے کہ جمع و ترتیب عثمانی کامل نہیں ہے اور جب بہت کچھ تصرف آیات میں
انکی بھی روایات کے موافق ثابت ہے اور خاص اس سورۂ احزاب میں بھی بہت تصرف ہونا آیات میں اسکی انکے
علما خود لکھتے ہیں تو پھر اب اس سے بہت صاف واضح ہے کہ اس سورۂ احزاب میں تحریف و تنقیص ضرور ہوئی ہے
اور جب یہ معلوم ہو چکا تو پھر کسطرح وہ قول حضرات اہلسنت کا حجت ہونے کی لیاقت رکھتا ہے پھر خود صاحب
فرماتے ہیں کہ تیسری وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ نظم و ترتیب قرآن کا جو اب ہے یہ نزول کے نظم کے موافق ہو کیونکہ
بہت سے انکی سوروں میں تصریح اسکی کی ہے کہ انکی بعضی آیتیں مدنی ہیں اور بالعکس اسکے بھی پھر ممکن ہے کہ اور وقت میں
یہ آیہ نازل ہوا ہو اور اُسے جاہلی یا بے علمی سے یہاں الحاق کر دیا ہو چوتھے یہ کہ جب احادیث صحیحہ متواترہ سے عام
و خاصہ کی یہ معلوم ہو چکا کہ یہ آیہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے تو اگر ایک ربط کی جہت ہمپر نہ معلوم ہو تو
ہمیں کوئی ضرر نہیں ہے انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ اور شاہ صاحب نے کہا ہے کہ جو کچھ ملا عبد اللہ نے لکھا ہے کہ
لا بعد ان یقع بین المعطوف والمعطوف علیہ فاصل وان طال یعنی بعید نہیں ہے کہ معطوف و معطوف علیہ میں یہ آیہ فاصل
واقع ہوا ہو اگرچہ طویل کیوں نہو جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل ثم قال بعد تمام ہذہ
الآیۃ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ قال المفسرون ان اقیموا الصلوۃ معطوف علی اطیعوا انتہی ترجمہ کلامہ واقع میں یہ ہے کہ یہ تو پہلے بھی کلام سے زیادہ پوچ ہے
کیونکہ معطوف و معطوف علیہ میں فصل کا واقع کرنا ایسے امر سے کہ جو من حیث الاعراب اجنبی ہو کہ وہ صنعت نحاۃ سے
متعلق ہے بلاشبہ جائز ہے لیکن وہ ہمیں ضرر نہیں ہو سکتا کیونکہ مطلب فیہ میں اجنبیت اور مغایرت باعتبار دوات
آیات لاحقہ سابقہ کی لازم آتی ہے اور منافی بلاغت کے لیے یہ ہے کہ وہ اسی لیے جناب سلطان العلما نے فرمایا ہے کہ
شاید ملائے مذکور کی یہ مراد ہوگی کہ معطوف و معطوف علیہ میں اجنبی کے ساتھ فاصلہ ہو سکتا ہے اگرچہ طولانی ہو پھر اگر
آیات سابقہ اور لاحقہ کے بیچ میں کہ خطاب ازواج کے ساتھ ہے اجنبی سے فاصلہ واقع ہو تو کیا استبعاد رکھتا ہے اور
شاہ صاحب نے جو ملا عبد اللہ کے اس کلام کو اپنے تائید کلام میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ پہلے آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول الآیہ واقع ہے بعد اسکے آیہ وعد اللہ الذین آمنوا کہ بزعم شاہ صاحب خلفا کی شان میں ہے واقع ہوا ہے اور
پھر اسکے بعد اقیموا الصلوۃ وارد ہے کہ خطاب مومنین کے ساتھ ہے اور اسکا نازل ہونا سارے مومنین کے حق میں ہے اور سبب
ظاہر وہ آیہ کہ مشتمل بشارت پر خلفا کی اُنکے زعم کے موافق ہے کوئی ربط اس آیہ سے جو اقامت صلوۃ پر مشتمل ہے اور اس

maablib.org

آیہ سے جو مشتمل اور حکم اطاعت خدا اور رسول کے ہو نہین رکھتے اور موارد کا بھی اختلاف ہو اور کسی وجہ بعید کی کو تلاش
ربط کے لیے کیجاے تو ملاحظہ مین بھی ہو سکتی ہو اور اگر ایسی ہی حیثیت کو شاہ صاحب تسلیم نکرین تو ہم بھی تسلیم نکرینگے
بسبب اسکے کہ جاتا ہو تو نے وجوہ ربط کو بہتر ہو کہ ملاے مذکور نے اپنے کلام کے لیے آیہ اطیعوا اللہ سے استشہاد
کیا ہو وہ آیہ تطہیر کے مطابق ہو اور جو شاہ صاحب نے اسکے اپنی تائید کے لیے کہا ہو وہ بیکار ہو پھر شاہ صاحب نے
کہا ہو کہ جو بعض مفسرین نے نقل کیا ہو کہ اقیموا الصلوۃ اطیعوا الرسول پر معطوف ہو تو صریح الفساد ہو اسلیے کہ اقیموا الصلوۃ کے بعد
پھر لفظ اطیعوا الرسول واقع ہو پھر اس سے عطف شی کا اپنے نفس پر لازم آتا ہو انتہی اور اسکے جواب مین جناب
سلطان العلما نے فرمایا ہو کہ قاضی بیضاوی نے تصریح کی ہو ساتھ اس بات کے کہ اقیموا الصلوۃ کا اطیعوا پر عطف ہو اور
کشاف نے کہا ہو کہ اقیموا الصلوۃ معطوف علی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولیس ببعید ان یقع بین المعطوف والمعطوف علیہ فاصل وان طال لان
حق المعطوف ان یکون غیر المعطوف علیہ وکررت طاعة الرسول تاکیدا انتہی اور جب یہ بیان مفسرین اہلسنت کا ہو تو حکم اس احتمال کے
فساد کا ہمکو خبر نہین ہو سکتا گوشت خر دندان سگ اور عبارت جو ملا کی نقل کی ہو اسمین فقط اطیعوا لکھا ہو اور پھر
اس جگہ خود ہے نقل کیا ہو تو کہا ہو کہ عطف اطیعوا الرسول ہو وحالانکہ یہ لفظ بعینہ اس آیہ مین وارد نہین ہو بلکہ اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول ہو انتہی اور واقع مین تو یہ ہو کہ جو شاہ صاحب نے آیہ تطہیر کا نازل ہونا بحق ازواج نبی بقرینہ
سیاق وسیاق کہا ہو یہ بتقدیر تسلیم بھی اسوقت سننے کے قابل ہوتا کہ کلام ملک علام مین سیاق کی تبدیل ضمیر
مذکر کے ساتھ نہوئی ہوتی اور بجاے عنکم اہل البیت عنکن ہوتا کہ وہ افتراق کا موجب نہوتا اور جبکہ علیم خبیر نے
تو ہی ضمیر موئنث کے بعد ضمیر مذکر کو فرما کر تغیر اسلوب پر تنبیہ فرمائی ہو تاکہ جو غفلت زدگان وادی ضلالت مین
وہ آگاہ بھی ہو جائین تو پھر اتحاد اسلوب کا حکم کرنا قرینہ سیاق سے خارج از اسالیب ہوگا جیسا کہ سید نور اللہ
مرحوم نے احقاق الحق مین فرمایا ہو کون لانہ الاولی فی انوالجہۃ لا یمنع منہ کون ما ھو فی قربہا متصلا بعدھا فی غیرھن
دقاہ الدلیل علی ذلک دھو تذکیر ضمیر کم … اور جو شاہ صاحب نے کہا ہو یہ صیغہ مذکر کا وارد کرنا عنکم مین بلحاظ اہل کے
اور عرب کا قاعدہ ہو کہ جب کسی غیر کو جو حقیقت مین موئنث ہو بلفظ مذکر ملاحظہ کرین اور چاہین کہ اس لفظ سے
اسے تعبیر کرین تو اس موئنث کے حق مین مذکر کے صیغے استعمال کرتے ہین جیسا کہ حق تعالی کا قول ہو جبکہ سارہ
علیہا السلام کی طرف خطاب مین فرمایا ہو اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید انتہی ترجمہ کلامہ لیکن یہ
کئی امر وارد ہوتے ہین پہلے یہ کہ یہ قول انکا ائمہ اہلسنت کے قول کے منافی ہو کیونکہ سابق مین قول ابن حجر ہم
نقل کر چکے ہین کہ انھون نے کہا ہو اپنے صواعق مین اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی وفاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ
پس یہ دلیل تذکیر ضمیر کی شیعون کے قول کی تصدیق کو اور قول مخالفین کے ابطال کو حجت ہو اور ایسی حجت ہو
کہ اسکا نظیر نہین ہو کیونکہ اسکے کمال وضوح کے باعث سے اکثر اہلسنت سے انکے شیخ کی گواہی کے موافق قبول کیا ہو

پس بر فرض تسلیم ترتیب آیات بھی تغیر اسلوب دلیل ثانی ہمارے واسطے فقرات مفادہ آیات مین بحث ہے
سلطان العلماء نے اسکے جواب مین فرمایا ہی کہ عربیت دان ہی انکے علماء ان کی دیکھنے کے لائق ہوا ہی جیسے
جو کہا ہی کہ اکثر مفسرین بنابر تذکیر ضمیر کے قائل اسکے ہوئے ہین کہ مراد اس سے آل عبا ہین اور شاہ صاحب نے لکھا ہی
کہ تذکیر بنا بر ملاحظہ لفظ اہل کے ہی یا ملاحظہ اپنے اللہ کے اقوال کو اور دلائل مین اور اسی جگہ سے یہ کہ ہین احتمال ہی کہ
اپنی مشہور تفسیرون مین ذکر نہین کیا بلکہ تاویلین اور توجیہات کی ہین جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین کہا ہی
و خاطب خطاب المذکرین بقولہ لیذھب عنکم الرجس ... وہ سوا اسکے قول شاہ صاحب پر یہ وارد ہوتا
کہ جو انہون نے کہا ہی کہ تذکیر ضمیر کی بلحاظ لفظ اہل ... تو بلا شبہ اعتبار نہین ہی اور محل کے
خلاف ہی اور اسکا ارادہ مستحسن ہی اور یہی توجیہون مین ہی کہ حق تعالی نے ضمیر مؤنث سے بتذکیر ضمیر عدول فرمایا ہی
اور یہ لائق تسلیم کے نہین ہی کہ اس سے عدول کرنا رعایت لفظی کے لیے مستحسن ہو خلاصہ کلام یہ ہی کہ ظاہر سے
عدول بے ضرورت کے کلام مین جائز نہین ہی اور اس جگہ صرف کی ضرورت کا ہونا مسلم نہین ہی یہی جگہ ہے اکثر
اہلسنت کے ذہنون مین معنی ظاہر کے سوا اور معانی نے سبقت نہین کی اور یہ اعتبار حقیقت کی دلیل ہی اور اگر ظاہر
ضرورت صرف کی ہوتی تو اس سے ارادہ آل عبا علیہم السلام ... سب حمل نہ کرتے اور ضرورت ظاہر سے صرف
کرنے کی کیسی ہی یہان تو ظاہر پر حمل کرنے کی ضرورت بلحاظ ان نصوص کے جو شان نزول مین اس آیہ کی وارد ہین
موجود ہی اور اسکے خلاف پر حمل کرنا اجتہاد مقابلہ نصوص متفق علیہا اور متواترہ ہی جیسا کہ مستفیضا یہ مضمون مروی ہی
کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کو اور جناب سیدہ کو
اور حسنین علیہم السلام کو جمع فرمایا اور چادر جو فدک کی تھی یا قطوانی تھی یا سیاہ بالون کی تھی وہ سب پر اڑھائی بعد اسکے
فرمایا ھؤلاء اھل بیتی فاذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اور یہ مضمون احادیث مین انکی وارد ہی جیسا کہ
ہم پیشتر صحاح وغیرہ سے نقل کر چکے ہین اور ان روایات سے صاف یہ نتیجہ ہی کہ اہلبیت انھین مین محصور ہین
بلکہ انھین کی روایات مین تصریح مذکور ہی کہ ازواج نبی نے چاہا کہ انھین شریک ہون اور پیغمبر خدا سے درخواست کی
لیکن آنحضرت نے انھین شریک نہ فرمایا بلکہ حصر عدد کا اس خصوص مین بھی انکی روایات سے ثابت ہی جیسا کہ
شیخ ابن حجر نے جو روایت نقل کی ہی ... ابو سعید خدری سے ... اس عبارت سے موجود ہی انھا نزلت فی
خمسۃ النبی وعلی وفاطمہ والحسن والحسین قال اخرجہ ... بلفظ نزلت ھذہ الآیہ فی خمسۃ ... اور اسی سے مندفع ہوا
جو فاضل بیضاوی نے کہا تھا کہ جو شیعہ اہلبیت کی تخصیص فاطمہ و علی اور انکے دونون فرزندون کے ساتھ کرتے ہین
بسبب اسکے کہ روایت مین آیا ہی کہ پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ ایک روز برآمد ہوئے جن حالونکے چادر سیاہ بالون کی
اوڑھے تھے بعد اسکے جناب سیدہ آئین انھین اس چادر مین بٹھایا پھر علی ابن ابیطالب آئے انھین بھی چادر مین

بٹھایا پھر حسن وحسین آئے ان دونون کو بھی چادر مین بٹھایا پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت اور اسکے
احتجاج انکی عصمت پر کرتے ہین اور انکا اجماع اسپر حجت ضعیف ہی سواسطے کہ تخصیص انکے ساتھ مناسب نہین ہی
اُس سے جو اس آیہ کے پہلے ہی اور جو اس آیہ کے بعد ہی اور حدیث مقتضی اسکو ہی کہ وہ اہلبیت ہین نہ یہ کہ انکے سوا
اور اہلبیت نہین ہین انتہی خلاصۃ کلامہ اور وجہ اندفاع کی ظاہر ہی کیونکہ شیعہ جو تخصیص کرتے ہین اسکا سبب اتفاق
نصوص کا ہی نہ خواہش نفسانی پھر جب نص ہین وارد ہوچکا کما بینا نزلت فی خمسۃ تو اب تخصیص کی وجہ وہی ہی کہ جو
انکی نصوص مین گذرا کہ پیغمبر خدا نے انھین حضرات کو اپنے ساتھ زیر چادر بٹھا کر باسم اشارہ تعین فرمائے کہ اھل بیتی
یعنی یہی میرے اہلبیت ہین کہ ظاہر اس سے حصر ہی دوسرے جب عدد کا حصر ہوچکا تو اس سے بھی حصر مستفاد ہوا
علاوہ اسکے اسی قول سے بیضاوی کے دلالت تسلیم پر شیعون کے مطلوب کی حاصل ہی کیونکہ شیعون کا مطلوب یہی
کہ مراد آیہ تطہیر سے آل عبا ہین اور یہ قول بیضاوی سے بخوبی ثابت ہی کہ آل عبا مراد آیہ سے ہین اگرچہ انکے ساتھ وہ
ازواج کو بھی شریک کرے نہ یہ کہ مطلوب ازواج ہین تنہا جیسا کہ شاہ صاحب کا مزعوم ہی اور جب یہ ہوا تو
آل عبا علیہم السلام کا مراد ہونا تو متفق علیہ فریقین ہوا اور ازواج کا ہین بدون دلیل پھر دلیل کا محتاج ہی
اور قرینہ سیاق کا بقرینہ تذکیر ضمیر معارض ہی پس اسپر تعویل و اعتماد نہین ہوسکتا خصوصاً جبکہ ظاہر نصوص کا تخصیص ان ہین
حضرات کا ہو حتی کہ جناب سید سند نے بعض فاضل سے فاضل دہلوی کے جواب کو اسطرح نقل فرمایا ہی کہ
انھون نے کہا ہی کہ قواعد نحویہ مین یہ مقرر ہی کہ الفاظ اشارہ تعین و تخصیص کے لیے ہین اور اگر کوئی سوا انکے داخل بھی
اس شرف و منزلت مین داخل ہوتا تو چاہیے کہ پیغمبر خدا فرماتے اللھم ھولاء من اھل بیتی یعنی من کی لفظ کو جو تبعیض کے
معنی کے واسطے ہی داخل فرماتے کہ اسکے معنی یہ ہوتے کہ خداوندا یہ بعض میری اہلبیت سے ہین جیسا کہ حضرت
نوح نے کہا تھا کہ ان ابنی من اھلی اور جب حضرت نے اسطرح نہ فرمایا تو ظاہر ہی کہ انحصار اہلبیت کا انھین مین ہی اور
خود شاہ صاحب نے بارھوین باب کے دوسرے مقدمہ مین خواص امت کو تین فرقہ مین تقسیم کیا ہی اہلبیت ازواج
و صحابہ اور اس تقسیم سے انکی جو بر سبیل تحقیق ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پیغمبر کی ازواج انکے نزدیک بھی اہلبیت مین
داخل نہین ہین اور ہمارا مقصود بھی یہی ہی تیسرا ایراد جو شاہ صاحب کے قول پر وارد ہوتا ہی یہ ہی کہ ہم اس جگہ کہتے ہین
کہ اہلبیت سے ازواج کا ارادہ کرنا صحیح نہین ہی موافق اس روایت کے جو مسلم نے بذریعہ زید بن ارقم پیشتر نقل کرچکے ہین
اور صاحب صواعق نے بھی باب عاشر مین اپنی کتاب کے اسے نقل کیا ہی کیونکہ اسمین صاف موجود ہی کہ جب سائل نے
زید بن ارقم سے پوچھا کہ من اھل بیتہ نسائہ یعنی اہلبیت رسول سے ازواج انکے ہین قال لا ایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل
العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا و قومھا اھل بیتہ اصلہ و عصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ اور ابن اثیر نے جو جامع الاصول
مین روایت کی ہی مثل اسی کے اور وہ بھی پیشتر نقل ہوچکی ہی کہ اسمین بھی تصریح اسکی موجود ہی کہ راوی کہتا ہی فقلنا

من اهل بيته نسائه قال لا ايم الله ان المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع الى ابيها وقومها اهل بيته اصله وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده
چونکہ ترجمہ اسکا بھی اوپر ہو چکا ہی تو حاجت اعادہ کی نہین ہی بالجملہ چونکہ روایات حضرات اہلسنت مین بھی اس سے ازواج
کی نفی وارد ہو چکی ہی اسی لیے سید نور اللہ نے فرمایا ہی کہ زید بن ارقم کے اس قول سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ اہلبیت کا اطلاق
ازواج پر موافق اصل وضع لغت کے نہین ہی اور ازواج کو اہلبیت کہنا نہین ہی مگر بسبیل مجاز اور ممکن ہو کہ اس سے
مراد انکی یہ ہو کہ جو کچھ اس حدیث مین یا اسکی امثال مین لفظ اہلبیت وارد ہی لائق یہ ہی کہ وہان اس سے اہل و عصبہ
مراد لیے جائین جنکی نسبت پیغمبر خدا کے ساتھ اصلا زائل ہو نہ ازواج کہ انمین یہ بات ممکن نہین ہی اور ہر طرح سے
وہ شیعون کے لیے حدیث مؤید قوی ہی اسی لیے جناب سلطان العلماء نے بھی احتمال اول کو ترجیح دی ہی جیساکہ
فرمایا ہی کہ متبادر اہلبیت سے وہ ہی جو بسبب عرف ذریت و اقارب سے اسکی ہو نہ ازواج اور متبادر حقیقت کی
دلیل ہی اور جو روایت کہ زید بن ارقم کی مذکور ہوئی اُس سے اس قول کو مؤید فرما کر فرمایا ہی کہ ظاہر کلام ابن ارقم کا یہ ہی
کہ اہلبیت مختص با عدائے ازواج ہی اور عنقریب خود ہی شاہ صاحب تصریح کرتے ہین کہ عبید و جواری چونکہ
محل تحول و تبدل کا ہین تو وہ اہلبیت مین داخل نہین ہو سکتے یعنی لونڈی غلام جب تک اپنے آقا پاس ہین
اسکی طرف منسوب ہوتے ہین لیکن بذریعہ بیع یا ہبہ یا آزادی اسکے پاس سے چلے گئے تو پھر اُس آقا کی طرف منسوب
نہین ہو سکتے پس در واقع مین جو شاہ صاحب نے محل تحول ہونے کی راہ سے عبید و جواری کو اہلبیت مین
داخل ہونے سے منع کیا اسی طرح تو ازواج کا بھی حال ہی کہ وہ بھی بطلاق زوجیت سے خارج ہو جاتی ہین
جیساکہ کلام زید بن ارقم سے یہ بخوبی مستفاد ہوتا ہی اور تحقیق اسکی یہ ہی کہ اہلبیت کا اطلاق دو محمل رکھتا ہی ایک
معنی اضافی ہی اور وہ ظاہر ہی کہ باعتبار لغت اہل کے معنی صاحب کے ہین اور بیت کے معنی گھر کے ہین پس
اسکی بنا پر تو جو جو گھر مین رہتے ہین ازواج و اطفال و خدم و حشم سے وہ سب اس معنی لغوی کے مصداق ہو سکتے ہین
جیساکہ اہل قریہ مین جتنے رہنے والے وہان کے کہے جاتے ہین وہ سب اُنمین داخل ہین اور وہ ما نحن فیہ سے بالاتفاق
خارج ہین جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ فاضل نسفی سے بہت تعجب کا محل ہی کہ اُسنے تفسیر مدارک مین آیۂ تطہیر سے
استدلال اسپر کیا ہی کہ ازواج اہلبیت مین داخل ہین حیث قال وفیہ دلیل علی ان نسائہ من اہل بیتہ وقال عنکم لانہ اراد الرجال والنساء
من آلہ کیونکہ یہ استدلال فرع اسکی ہی کہ ازواج اہلبیت مین داخل ہون پھر [illegible] مثل سائر ثبت العرش
ثم انقش کے پہلے ازواج کا اہلبیت ہونا بمعنی اُس مراد کے جو ہماری ہی ثابت کرین بعد اسکے انکا انسلاک اس
آیہ کے سلک مین بیان کرین ورنہ مطلوب اول پر مصادرہ لازم آئیگا اور یہ ظاہر ہی کہ بشہادت زید بن ارقم کے
ازواج اہلبیت سے خارج ہین پھر کس طرح اُنکے فرعوم کے موافق آیہ کی دلالت ہو گی اور دوسرے معنی عرفی ہی
اور ظاہر ہی کہ اُسمین ایک اعتبار اضافی سے زیادہ ملحوظ ہی اسی لیے شاہ صاحب نے بھی لونڈی غلامون کو اس سے

خارج جانتا ہی اور زید بن ارقم نے ازواج کے خارج ہونے کی اس سے تصریح کی ہی اور اسمین کوئی شبہہ نہین ہی کہ زید
بن ارقم اہل زمان سے ہین اور انکا قول لائق اعتماد و اذعان کے ہی مگر زیادہ تخصیص کا محتاج ہی جیسا کہ سید نور اللہ
نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جمہور کا مناقشہ نہین پیدا ہوا مگر اس سے کہ انھون نے لفظ بیت کو جو آیہ
و حدیث مین وارد ہوا ہی حمل کیا اس بیت پر جو گھر کے معنون پر ہی یعنی بمعنی اضافی کہ جو بنایا جاتا ہی مٹی اور لکڑی سے
اور وہ حجرون پر مشتمل تھا ایسے حجرے جنمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مع اہلبیت و ازواج رہتے تھے کیونکہ جب یہ معنی
ارادہ کیے جائین تو جو وہ سمجھتے ہین اسکا محتمل ہوگا لیکن ظاہر عقل کے نزدیک یہ ہی کہ مراد اہلبیت سے یہان مطابق
انکے قول کے اہل اللہ اور اہل قرآن اور اہلبیت نبوت ہین اور بلاشبہہ یہ منوط ہی کمال اہلیت اور غایت استعداد سے جو مستعقب
تنصیص و تعیین کی خدا اور رسول کی طرف سے واسطے انکے ہوئی جو اس سے متصف ہی جیسا کہ آیہ و حدیث مین واقع ہوا ہی
اور ام سلمہ اس اہلبیت سے محتاج اس سوال کی ہوئی تعیین کہ آیا مین داخل ہون انتہی ترجمہ کلامہ اور حقیقت مین اس بات کو
وہ خبر مؤید ہی جو پیشتر ذکر نقل احادیث اہلسنت مین مذکور ہوئی کہ اسے شیخ ابن حجر نے بھی اس قصہ کے بیان مین
نقل کرکے کہا ہی کہ ابن معین نے اسکی توثیق کی اور انکے غیر نے اسکی تضعیف کی ہی کہ اسمین لفظ عربی حدیث کا یہ ہی کہ
فرمایا پیغمبر خدا نے ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرہم بیتا و ذلک قول اللہ عز و جل انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الآیہ اور عرف بھی اس سے
مساعد ہی جیسا کہ ملا نفیس کرمانی نے شرح موجز مین کہا ہی دکت من اہلبیت مشہورین بہذہ الصناعۃ بلکہ یہ اس سے بھی اخص ہی
جو زید بن ارقم نے کہا تھا کیونکہ انھون نے اہل سے فقط عشیرہ مراد لیا ہی اور جو کہ صدقہ انپر حرام ہی لیکن وہ سب انکو کافی
تعیین اور اس لائق تعیین پس جو کہ سید نے فرمایا ہی متعین عند اہل العقل وہی ہی کہ جنکا تقرب پیش خدا اور رسول زیادہ ہو وہی اہلبیت
مراد ہین اور اس سے یہ بات مؤید ہی کہ ازواج خطاب کی گئی ہین ساتھ ردادع کے بسبب اسکے کہ انسے منکرات
ظاہر ہوئی پھر کسطرح اس سلک مین وہ منسلک ہوسکتی ہین چہ جاے یہ کہ اخبار دلالت کرتے ہین اسپر کہ ازواج اس
سلک مین منسلک نہین جیسا کہ ام سلمہ کی روایات مین جو اوپر مذکور ہو چکین کہ بعض مین ہی کہ ام سلمہ نے در وازے سے
اذن دخول ردا مین چاہا اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہ اور بعض مین ہی کہ چادر کا کونا اٹھا کر چاہا کہ داخل ہون
حضرت نے انسے چادر کا کونا چھین لیا یا ام المومنین عائشہ نے داخل ہونا چاہا اور حضرت نے داخل نہ فرمایا بلکہ
ہٹا دیا اور شیخ ابن حجر نے کہا ہی کہ دعا انہ صلی اللہ علیہ و آلہ جعل ہو لاء تحت کساء و قال اللہم ہو لاء اہل بیتی و خاصتی ای خاصتی اذہب
عنہم الرجس و طہرہم تطہیرا فقالت ام سلمۃ فانا معہم قال انک علی خیر اور جو شل اسکے ہین کہ جنمین اسکی طرف اشارہ کیا ہی پھر یہ ارادہ
کیونکر صحیح ہوسکتا ہی اور جو کچھ کہ جواب مین شاہ صاحب نے اسکے لکھا ہی انشاء اللہ عنقریب اس سے بھی تعرض کیا جائیگا اور یہ جو
یہ کہ جو شاہ صاحب نے استشہاد کریمہ تعجبین من امر اللہ سے کیا ہی وہ بھی مقدوح ہی اس سے جو جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہی کہ یہ آیہ شاہ جی کے واسطے حجت نہین ہوسکتا کیونکہ کریمہ مذکورہ مین خطاب حضرت سارہ کے ساتھ نہین ہی

والا علیکم مین ضمیر کا بصیغہ جمع ہونا کس وجہ سے ہوتا اور یہ بھی معلوم ہو کہ لفظ اہل کا اطلاق واحد پر بھی اشتباہ سے
خالی نہین ہی بلکہ احتمال اسی کا رکھتا ہی کہ خطاب علیکم کا حضرت ابراہیم اور انکے تمام اہلبیت کے ساتھ ہوا تھا یہ ہو کہ حضرت
سارہ بھی انھین شریک ہون پھر یہ تو ہمارے مدعی کا شاہد ہی کیونکہ پہلے اتعجبین صیغہ مونث واحدہ کے ساتھ وارد ہوا
بعد اسکے خطاب کی توجہ حضرت ابراہیم اور انکے اہلبیت کے ساتھ ہوئی اور تذکیر ضمیر باعتبار تغلیب ہوئی یعنی چونکہ
غلبہ مردون کو تھا اسلیے ضمیر مذکر فرمائی اور اسی راہ سے جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا بھی اسی خطاب آیہ تطہیر مین شریک
ہوئین اور خواجہ نصر اللہ کابلی کا کلام بھی جسکے کلام کی چوری شاہ صاحب نے کی ہی شعر اسی کا ہی جو انھنے کہا ہی
حیث قال وتذکیر الضمیر یدل علی دخول غیرھن معھن وھو مثل قولہ تعالی اتعجبین من امر اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت
فان المخاطبۃ مع سارہ ام اسحاق زوجۃ ابراھیم حین بشرھا جبرئیل بالولد فقالت االد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا انتہی مذکر لانا ضمیر کا دلالت بہم
کرتا ہی کہ انکے ساتھ غیر انکے بھی شریک تھے اور وہ مثل قول خدا تعالی کے ہی جو فرمایا ہی کہ آیا تعجب کرتی ہی تو خدا کے
حکم سے اور رحمت خدا کی اور برکات اسکی تمپر نازل ہون اے اہلبیت پس تحقیق کہ یہ مخاطبہ بھی ساتھ سارہ کے ہی
جو مادر اسحاق اور زوجہ ابراہیم تھین جسوقت کہ انکو بشارت دی جبرئیل نے ساتھ فرزند کے پیدا ہونے کے اور کہا
انھون نے کہ آیا مین جنونگی حالانکہ مین زن پیر زال اور بانجھ ہون اور یہ شوہر میرا مرد پیر ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور
واقعی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ وقت اظہار تعجب جناب سارہ اور حضرت ابراہیم قریب تھے جب تو لفظ ہذا سے
انھون نے اشارہ کیا تھا اور بعد اسکے جو فرمایا اتعجبین من امر اللہ یہ مختص حضرت سارہ کے ساتھ ہونا چاہیے اور خطاب
برحمت اول حضرت ابراہیم سے ہونا بہتر ہی جنہون نے کمال یقین کی راہ سے اپنے خرق عادت کے ظہور سے
تعجب نہین فرمایا اور انکے ساتھ اور بھی انکے اہلبیت کو شریک ہونا چاہیے جسمین حضرت سارہ بھی ہین اور کلام
خواجہ نصر اللہ صریح شعر اسکا ہی کہ نہ آیہ تطہیر مین خطاب تنہا ازواج کے ساتھ مختص ہی نہ کریمہ اتعجبین من امر اللہ مین
اختصاص خطاب کا حضرت سارہ کے ساتھ ہی اور شاہ صاحب نے دعوی اختصاص خطاب کا کریمہ تطہیر مین بھی
بہ ازواج کیا اور آیہ اتعجبین من امر اللہ الخ مین بھی اختصاص خطاب کا بحضرت سارہ کیا اسی لیے جناب سلطان العلماء نے
فرمایا ہی کہ عجب ہی کہ ناصبی نے چوری کرنی سیکھی حالانکہ مسروق عنہ کے مطلب تک نہ پہونچا چاہتا ہی کہ آیہ تطہیر کو
تنہا حق ازواج مین قرار دے اور آیہ اتعجبین من امر اللہ سے تمسک کرے حالانکہ اس غلام کے آقا نے تفرد ازواج کی
تکذیب کرکے اشتراک کی تمثیل کریمہ اتعجبین من امر اللہ سے دی ہی اور اور بھی ہمارے مطلوب پر دلالت کرتا ہی جو
مولانائے طبرسی نے نقل فرمائی ہی کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ایک جماعت پر سے گذرے اور انپر
آنحضرت نے سلام فرمایا انھون نے جواب مین کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ یہ سنکر آنحضرت نے
فرمایا کہ لا تجاوزوا بنا ما قالت الملائکۃ لابینا ابراھیم رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت اور پھر دوسرے مقام پر جیسے اس قول حق تعالی کو

خطاب بسارہ کہا ہی اُسنے اپنی جہالت سے لکھا ہی والّا ہم تسلیم نہین کرتے کہ اُنہین خطاب فقط سارہ کے ساتھ ہی بلکہ
حضرت ابراہیم اور اُنکے سائر اہلبیت مخاطب ہین ہان حضرت سارہ بھی اُنہین داخل ہین جسطرح کہ حضرت فاطمہ
صلوٰۃ اللہ علیہا بھی آیہ تطہیر مین داخل ہین اور تذکیر تغلیب کے سبب سے ہی اور یہ ہم نہین کہتے کہ مطلق دخول مونث کا
خطاب مذکر مین نہین ہوتا علاوہ اسکے خود پہلے شاہ صاحب لکھ چکے ہین کہ جمع کا اطلاق واحد پر خلاف اصل ہی پھر
کسطرح اہلبیت سے تنہا حضرت سارہ کو مراد لیتے ہین اور یہان جائز کیونکر رکھتے ہین قل الذی یدعی فلسفۃ حفظت
شیئا وغابت عنک اشیاء اور شاہ صاحب نے جو کہا ہی کہ جو کچھ ترمذی اور دیگر صحاح مین مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے اُن
چار شخصون کو بھی ایک چادر مین لیا اور دعا فرمائی کہ اللّٰھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اور
ام سلمہ نے کہا کہ مجھے بھی شریک کیجیے فرمایا انت علی خیر او مکانک وہ دلیل صریح اِسپر ہی کہ نزول آیہ کا بحق ازواج ہوا تھا
اور پیغمبر خدا نے اِن چار شخصون کو اپنی دعا سے اِس وعدے مین داخل کر دیا اور اگر یہ آیہ اُنکے حق مین نازل ہوا ہوتا تو دعا کی
حاجت کیا تھی اور وہ حضرت کیون تحصیل حاصل فرماتے اور اِسی لیے ام سلمہ کو اِس دعا مین شریک نہ فرمایا کہ اُنکے
حق مین اِس دعا کو تحصیل حاصل سمجھا انتہی ترجمۃ کلامہ اور جواب اُسکا یہ ہی کہ نہین معلوم یہ کلام شاہ جی نے کسطرح لکھ دیا
لکھا ہی کہ نہ اُسوقت اُسکا خیال آیا ہی کہ مضامین احادیث کی مخالفت نہونے پائی نہ اپنے علماؤن کے کلام پر نظر کی
بلکہ سنت پیروان سابق کی اپنے پیروی اختیار کی کہ جسطرح وہ حیات جناب رسالتمآب مین کہا کرتے تھے کہ علی ابن
ابیطالب کی محبت مین فریفتہ ہین اِسی جہت سے اُنکے مناقب و فضائل زیادہ بیان کیا کرتے ہین اور یہ نہ سمجھتے تھے
کہ کوئی قول و فعل آنحضرت کا بے حکم خدا نہوتا تھا اِسی طرح اُنھون نے بھی بعد وفات آنحضرت کے کہا کہ یہ آیہ ازواج
کی شان مین نازل ہوا تھا مگر پیغمبر خدا نے دعا کر کے اُن چارون بزرگوارون کو اِس وعدے مین شریک کر دیا کیا کہنا
[illegible] عداوت کے یہ معنی ہین کہ شاہ صاحب نے نباش اول کو بھی اپنے پیچھے ڈالا شیخ ابن حجر باوصف اُس
سنگدلی کے تو ابو سعید خدری سے روایت نقل کر گئے کہ انھا نزلت فی خمسۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ و
الحسن والحسین اور تفسیر اُسی کی یہ نسبت کہا کہ واخرجہ ابن جریر مرفوعا بلفظ انزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی علی والحسن والحسین وفاطمۃ علیہم السلام
اللہ ادخل اولئک تحت کساء علیہ و قرء ھذہ الآیہ اور یہ کہ بسبب تذکیر ضمیر کے اور ان روایات کی اکثر مفسرین نے
تصریح کی ہی کہ انھا نزلت فی علی وفی فاطمۃ والحسن والحسین اور جب بشہادت اِس ناصل کے یہ ثابت ہی کہ اکثر علمائے
اُنکے نزول کو اِس آیہ کے خمسہ آل عبا کے حق مین اقرار کیا ہی لیکن اُنھون نے راسا اُنکے حق مین نازل ہونے سے
انکار کیا اور بمقابل نصوص کے اور قول اکثر کے جو اجماع امامیہ کے مطابق ہی اجتہاد اختیار کیا تو وہ معتبر نہوگا اور دوسری
کیا خوب بات ہی کہ آیہ بحق ازواج نازل ہوا تھا مگر پیغمبر خدا نے دعا کر کے اُنکو اِس وعدے مین شریک کر دیا اب
بڑی مصیبت یہ ہی کہ اگر شاہ صاحب کو سچا بنائین تو خدا اور رسول مین سے ایک ملزم ہوگا کیونکہ یہ تشریک بلا استحقاق

ہوئی یا باستحقاق پھر اگر یہ بزرگوار اس وعدے کے مستحق تھے اور خدا نے اُنکے لیے نہ کیا اور استحقاق سے اُنھین محروم رکھا تو خدا کی طرف یہ امر عائد ہوتا ہو کہ خلاف استحقاق فرمایا اور اگر استحقاق نہ تھا تو پیغمبر خدا نے کسطرح دعا فرمائی اور غیر مستحق کو شریک کرنیکی درخواست کی اور وہ کیونکر قبول ہوئی علاوہ اسکے جنکی شان مین اُنکے زعم مین آیہ نازل ہوا تھا بلکہ بدعاے نبی شریک وعدہ ہوئے اُنکی بہ نسبت تو یہ اہتمام و اعزاز نبی نے فرمایا کہ اُنھین اپنی ردا مین اپنے ساتھ بٹھایا اور جنکی نسبت آیہ نازل ہوا تھا اُنھین سے جنھنے ارادہ شریک ہونے کا آپ کے ساتھ کیا یا درخوست کی تو موافق اُنھین کی روایات کے کسی سے فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر رہ کسی کے ہاتھ سے چادر کا کونا چھین لیا اور نہ داخل ہونے دیا کسی کی درخوست کے جواب مین فرمایا کہ الگ ہٹ جا اگر یہ وعدہ ازواج کے ساتھ حق تعالی نے فرمایا تھا اور نبی نے اپنی دعا کے ذریعہ سے اُنحضرات کو اُنھین شریک فرمایا تھا تو چاہیے کہ پہلے اُنھین چادر مین بٹھاتے پھر اُنھین تاکہ جسطرح وعدے مین شریک فرمایا اُسی طرح ظاہر مین بھی چادر مین شریک فرماتے نہ یہ کہ اُنھین ہٹاتے اور منع فرماتے اس سے کہ شریک آل عبا ہون اور اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ شاہ صاحب نے کہا ہے تو کیا ازواج نبی کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ تحصیل حاصل فعل اچھا نہین ہی کہ اُسکی مباشر ہوتین اور پیغمبر خدا سے درخوست کی اور کسطرح کہ جو صورت شکایت مین ہو کہ الست من اھلک یعنی کیا ہم آپ کے اہل نہین ہین اور پیغمبر نے اسکے بعد بھی پیغمبر خدا نے یہ نہ فرمایا کہ تمھارے لیے تو نازل ہو چکا ہی تمکو کیا ضرورت ہی تاکہ اُنکے موجب خوشی کا ہوتا بلکہ برعکس اسطرح فرمایا کہ انت علی خیر اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ اگر یہ آیہ آنحضرت کے حق مین نازل ہوا ہوتا تو پیغمبر خدا کو دعا فرمانے کی کیا ضرورت تھی اور اسکے لیے روایت ترمذی سے متمسک ہوئے ہین وہ روایت بھی تو روایات سابقہ کے منافی نہین ہی کیونکہ غرض اس سے یا تاکید و درخوست انجاز دعوے کی ہی جیسا کہ حق تعالی کے قول مین ہے وعدا علینا یا محض اظہار انقطاع ہی کہ جس سے مقصود یہ ہی کہ تخصیص ان اشخاص کی اور اظہار اُنکے تعین شان کا سبب ہے اور یہ بات کہ آیت بحق ازواج نازل ہوئی تھی پیغمبر خدا نے دعا سے اُنھین بھی اس وعدے مین جو ازواج کے ساتھ خدا نے فرمایا تھا شریک کر دیا یہ بالکل بے معنی ہی کیونکہ اگر ایسا ہوتا کہ پیغمبر خدا نے درخوست بعد اسکے فرمائی ہوتی تو مراد حضرت کی اس سے یہ ہوتی کہ مثل اُسی وعدے کے اُنحضرات کے ساتھ بھی فرمائی اور اس صورت مین دوسرا آیہ نازل ہوتا و لیکن ایک آیہ تطہیر کے سوا دوسرا نہین ہی تو یا دعا آنحضرت کی قبول نہوئی والا اثر استجابت ظاہر ہوتا اور یا وہ دعا انجاز وعدے کے لیے تھی اور اُسکا اثر یہی آیہ ہی اور یہ آیہ بحق اُنھین حضرات کے ہی لا غیر بالجملہ اس بیان سے شاہ صاحب کی معرفت نبی کے ساتھ بھی معلوم ہوئی کہ بہت کامل ہی کیونکہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا کی بھی دعا مثل اُنکی دعاؤن کے ہی کہ جو حاصل ہی اُسکے لیے دعا نہین کرتے جو نہین ہی اُسکے واسطے دعا کرتے تھے حالانکہ یہ بات ظاہر ہی کہ دعا ایک قسم عبادت کی ہی کہ اُسسے تقرب خداوند کریم نے

حاصل کرتے ہین اور انبیا اور اوصیا جنہین مشیت کا علم عطا فرمایا ہو انکی دعا جو امور کائن ہین انہین کے واسطے ہوتی ہی
نہ غیر کائن کے لیے اور یہی سبب ہی کہ چونکہ وہ امور کائنہ کی درخوہست قریب اسکے وقت ظہور کون کی کرتے ہین ہمیشہ
مقبول ہوتی ہین اور جو نہین جانتے وہ کائنہ اور غیر کائنہ سب کے لیے دعا کرتے ہین اسلیے انکی دعاؤن کا اثر کمتر ظاہر
ہوتا ہی حضرت کو یقینی علم اسکا حاصل تھا کہ مجھسے معصیت نہین ہوئی اور حق تعالی نے اُنسے وعدہ بھی فرمایا تھا کہ ذنوب
متقدم و متاخر تمھارے سب مغفور ہین لیکن ہمیشہ استغفار فرماتے تھے اسی طرح جانتے تھے کہ حق تعالی نے یقینی انھین
اہل بہشت سے گردانا ہی اور موعود بہ بہشت تھے لیکن ہمیشہ درخوہست بہشت کی فرماتے تھے اور جانتے تھے کہ
یقینی جہنم آنحضرت پر حرام ہی لیکن ہمیشہ اُس سے استعاذہ فرماتے تھے اسی طرح لڑائیون مین بھی کہ جبرئیل وعدہ و بشارت
فتح دے جاتے تھے لیکن پھر فتح کی دعا کرتے تھے اور ظاہر ہی کہ ہر جگہ یہ دعا انجاز وعدے کے واسطے اور اظہار خلوص عبودیت
اور تقرب کے واسطے تھی اسی لیے آنحضرت نے یہان بھی دعا فرمائی ہوگی کیونکہ آنحضرت کو معلوم تھا کہ یہ حضرات مستحق ہین
اس وعدے کے واسطے اور وقت ظہور اسکا قریب ہی اسلیے یہ دعا فرمائی اور اثر اسکا ظاہر ہوا کہ یہ آیہ بحق آنحضرات کے
نازل ہوا نہ یہ کہ اگر انکے لیے آتا تو دعا کیون کرتے کہ تحصیل حاصل فعل حکیم کا نہین دعا کبھی مخلصین کی تحصیل حاصل نہین ہی
بلکہ ہمیشہ اُسپر ثواب مترتب ہوتا ہی اور لطف خلوص نہین جانتا ہو شاہ صاحب اپنے اوپر انبیا کا قیاس فرماکر انکے افعال کی
توجیہ فرماتے معاف کرین جسطرح بہ نسبت اہلبیتؑ کے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ انھین تعلیم نہ کرو کہ وہ تمسے زیادہ جانتے ہین
اسی طرح ہم بھی دعاے رسولؐ کی وجہ اُنسے زیادہ جانتے ہین اُنکے سمجھانے کی حاجت نہین ہی علاوہ اسکے شیخ
ابن حجر نے جو روایت من وثقہ ابن معین و ضعفہ غیرہ مین وہ فقرہ نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انتم حجل القبائل ہو تا نجعلنی
فی خیرھم بیننا و ذلک قول اللہ عز وجل انما یرید اللہ لیذھب الآیہ پس اس روایت سے کہ مطابق روایات سابقہ کے ہی اور اگر کچھ ضعف بھی ہو
تو اعتقاد عمل کثیر سے اور اور اخبار کی تائید سے وہ منجبر ہوگیا واضح ہوتا ہی کہ بیت سے مراد قبیلہ و خاندان نبوی ہی نہ
ازواج کہ وہ اور خاندان سے ہین پھر کسطرح ازواج اسمین داخل ہو سکتی ہین اور یہ روائتین بمقدار اشتہار و اعتبار رکھتی ہین
کہ شیخ ابن حجر نے بھی یہان ارادہ جمع بین الروایات کا کیا ہی نہ یہ کہ آل عبا کو مورد آیہ سے خارج کرین جیسا کہ شاہ صاحب نے
کہا ہی کیونکہ شیخ ابن حجر نے جو اخبار کہ آیہ کے ازواج نبی کے حق مین نازل ہونے کے بارے مین وارد ہین اور جو
اخبار کہ اُسکے نازل ہونے مین بشان خمسہ آل عبا وارد ہین انھین جمع کیا ہی جیسا کہ کہا ہی والحاصل ان اھل بیت السکنی
داخلون فی الآیہ لانھم المخاطبون بھا ولما کان اھل بیت النسب یخفی ارادتھم منھا بین صلی اللہ علیہ وآلہ بما فعلہ مع من مر ان المراد باھل البیت ھنا من جمعھم
ھما بیت مسکناہ کازواجہ واھل بیت نسبہ وھم جمیع بنی ھاشم والمطلب وقد ورد عن الحسن من طرق بعضھا سند حسن وانا من اھل البیت
الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطہیرا فبیت النسب مراد فی الآیہ کبیت السکنی و محصل ترجمہ اسکا یہ ہی کہ حاصل یہ ہی کہ گھر کے رہنے والے
پیغمبر خدا کے آیہ مین داخل ہین اسلیے کہ وہی اُسکے مخاطب ہین اُنکے ساتھ ہین اور چونکہ اہلبیت نبی کا ارادہ اُس سے پوشیدہ تھا اسلیے

maablib.org

پیغمبر خدا نے اُسے بیان فرمایا اُس فعل کے فرمانے سے جو کیا اُنکے ساتھ جسکا بیان ہوا یعنی حضرات معصومین کو عبا کے اندر
بٹھایا اور آیہ کو پڑھا اور مراد اہلبیت سے یہان پر آیہ مین وہ ہین جو عام ہین اُنکے گھر کے رہنے والون کو شامل ازواج کے
اور اُنکے نسبتی اہلبیت کو اور وہ سب بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ہین اور امام حسن علیہ السلام سے منقول ہو بسند حسن کہ
فرمایا ہم اُن اہلبیت سے ہین جنسے خدا نے رجس کو دور فرمایا اور پاک کیا انہین جو حق پاک کرنے کا ہو پس بیت نسب
آیہ مین مراد ہین اُسی طرح جیسا کہ بیت سکنی مراد ہین انتہی ترجمہ کلامہ مع مافیہ لیکن شاہ صاحب نے جو عطف آل عبا کو
مورد آیہ سے نکال ڈالا اسکا سبب بجز اظہار تعصب و حمیت مذہب کچھ نہین کہا جا سکتا جناب سلطان العلماء نے جو
اسکے جواب مین فرمایا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ دعا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی رجس کے دفع ہونے کے لیے تھی
نہ اسلیے کہ اہلبیت علیہم السلام کو اُس وعدے مین داخل فرماوین اور اگر ام سلمہ کا داخل ہونا اہلبیت مین قطعی اور یقینی ہوتا
تو پھر اپنے داخل ہونے کی استدعا پیغمبر خدا سے کیون کرتین کیا وہ اہل زبان اور عربیت دان مثل شاہ صاحب کے
نہ تھین اور پیغمبر خدا اسطرح تنحی عن اہل بیتی یعنی میرے اہلبیت سے علیحدہ ہو یا حصر کا کلمہ حق مین آل عبا کے فرماتے
بلکہ سزاوار یہ تھا کہ درخواست ازواج کی بعد فرماتے کہ انت منہم قطعا اور جب یہ نہوا تو ظاہر ہی کہ ام سلمہ کی درخواست
تحصیل حاصل کی نہ تھی بلکہ جو مرتبہ اُنکے لیے غیر حاصل تھا اُسکی تحصیل کا ارادہ کیا تھا اور واقع مین یہ بہت واضح ہی
مگر جب غشاوہ عداوت دیکھنے مین دے تو مجبوری ہی بقول شاعر اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر
اور اس جگہ پر یہ کہنے والے کو جو منحرفین سے ہو نہین پہونچتا ہی کہ کہے کہ شیعہ آنحضرات کی نسبت اعتقاد عصمت کا
کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ بزرگوار اول عمر سے آخر تک معصوم تھے پھر اگر رجس اول عمر سے زائل تھی تو پیغمبر خدا کو
دعا کی کیا حاجت تھی کیونکہ اگر ایسے ہی شبہے کیے جائین تو اسلام کی بنا ٹوٹ جاے اور اگر اسی طرح کہا جاے تو
ہمیشہ پیغمبر خدا نماز مین اهدنا الصراط المستقیم کی تلاوت فرماتے تھے پھر اُسکی کیا حاجت تھی اور اسی طرح آنحضرات پر
درود جو بھیجا جاتا ہی اور ہمیشہ کہتے ہین اللھم صل علی محمد وآل محمد اُسکی کیا حاجت ہی کیا العیاذ باللہ ہدایت اُن
ہادی خلق کو پہلے سے حاصل نہ تھی یا رحمت اُنپر نازل نہین ہو چکی ہی اور طرفہ یہ ہی کہ جو حدیث کہ ابن حنبل سے
اوپر مذکور ہو چکی ہی اُسمین یہ فقرہ موجود ہی کہ اللھم الیک لا الی النار انا واہل بیتی بعد العبا فان ہذہ دعا مستلزم عدم استحقاق کو
نہین ہو سکتی انتہی تلخیص کلامہ رحمہ اللہ اور راقم رسالہ کہتا ہی کہ خدا اور رسول دانا تر مصالح اور عواقب امور سے ہین
محتمل ہی کہ یہ دعا فرمانا دفع رجس کے لیے پیغمبر خدا کا اور حق تعالی کا اُسکے بعد آنحضرات کی شان مین آیہ تطہیر کا
نازل فرمانا جو واقع مین اُنکے اظہار عصمت اور استحقاق امامت و خلافت کے لیے ہی ہو اسلیے ہو کہ تا اہل حق
اُس سے استدلال اُنکی عصمت پر کرین اور منکرین عصمت پر اُسے حجت گردانین بالجملہ غرض اس دعا سے علاوہ اسکے
کہ درخواست انجاز وعدہ کی فرمائی ہو یا زیادتی مدارج فضیلت و عصمت کے لیے دعا کی ہو یہ بھی ہو سکتی ہی کہ تا

یہ فعل منکرین فضائل و عصمت پر حجت ہوا اور موید اس سے یہ امر ہی کہ فریقین کے اخبار جو اس بارے مین وارد ہین
انکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ فعل مکرر آنحضرت نے فرمایا ہی ہر چند آیہ ایکبار نازل ہوا ہو کیونکہ کسی مین ردائے خیبری کا
کسی مین قطوانیہ ہی اور کسی مین ردائے فدکی ہی کسی مین ہی کہ علیہ مرط مرحل کسی مین فقط لفظ ثوب ہی کسی کی روایت
ام سلمہ سے کوئی زینب سے ہی کوئی عائشہ سے کوئی ابن عباس سے ہی ہی طرح اور صحاب سے انکا جمیع اسی طرح
ممکن ہی کہ کبھی ردائے خیبری مین آنحضرت کو بٹھا کے آیہ پڑھا کبھی ردائے فدکی مین کبھی کسی مین کبھی کسی مین تاکہ سب
دیکھین اور شاہد رہین اور اس سے زیادہ یہ ہی کہ انھین روایات مین ہی کہ بعد نزول اس آیہ کے چھ مہینے تک کسی مین ہلال
کسی مین نو مہینے تک جب صبح کو نماز کے لیے برآمد ہوتے تھے تو جناب امیر کے دولتخانہ پر جا کر اس آیہ کو پکار کر پڑھتے تھے
پھر ان سب کا حاصل سوا اسکے اور کیا ہی کہ تا حال ناظرین پر ظاہر ہو کہ مراد آیہ یہ ہین اور صاحب استحقاق عصمت
یہ ہین بالجملہ جو خدا نے اس آیہ کے نازل کرنے سے ارادہ فرمایا تھا اُسے نبی نے اعلان و اظہار سے سب پر آشکار فرمایا
کہ تا حجت خدا و رسول کی تمام ہو اسی لیے چادر مین بھی بٹھایا ہو اور دعا بھی فرمائی ہو کہ ایک فعل جدید ہی سب کو
یاد رہے سوا اسکے اور بھی مصالح ہونگے کہ اُسے خدا و رسول بہتر جانتے ہین اور تفصیل بھی عنقریب آتی ہی جبکہ کلام
دلالت مین کہا جائیگا اور اس سے شاہ صاحب کے کلام کا فساد بخوبی ظاہر ہوتا ہی جو انھون نے ادعا کیا ہی کہ یہ آیہ
خاصہ حق الزواج مین نازل ہوا ہی نہ خمسہ آل عبا کی شان مین یہان تک کہ کہا ہی انھون نے کہ اگر آنحضرات کی شان مین
آیہ نازل ہوا ہوتا تو دعا کی کیا حاجت تھی اور یہ قول انکا محض انکے دل کی بات ہی اور مخصص انھین کے ساتھ ہی اسی لیے
خود انھون نے بعد اسکے کہا ہی کہ اور محققین اہلسنت کا اتفاق اسی پر ہی کہ ہر چند آیہ ازواج نبی کے مخاطبہ مین واقع ہی
مگر بحکم العبرۃ العموم اللفظ لا لخصوص السبب جمیع اہل البیت اس بشارت مین داخل ہین اور جناب پیغمبر خدا نے اس دعا کو چار
شخصون کے حق مین فرمایا وہ بنظر خصوص سبب کے تھا انتہی ملخصا کلامہ اور بحمد اللہ کہ اس سے واضح ہوا کہ شاہ
صاحب نے اپنے قول کو جو در باب اختصاص ازواج نزول آیہ مین کیا ہی خود درجہ تحقیق سے خارج جانا ہی اور اُنکے
نزدیک محققین اہلسنت نے اُنکے قول کو نہین پسند کیا پھر اب لائق انصاف ہی کہ جب انکے محققین کا یہ مذہب ہی
تو اب دعا کی حاجت کس لیے ہوئی اور تحصیل حاصل کیونکر نہ لازم آئیگی پھر بمفاد بخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین
ضعف اور وہن اُس قول کا شاہ صاحب کے کہ آیہ کا نزول بحق ازواج مختص ہی فریقین کے نزدیک واضح اور
لائح ہوا اب آگاہ ہو کہ ہم توسن قلم کی عنان میدان بیان ابطال قول تشریک اور اثبات اختصاص آیہ کو غیر ازواج
کے ساتھ زیادہ کر کے اسپر جو کہہ چکے ہین پھیرتے ہین اور ابتدا کرتے ہین ہم کلام جناب سلطان العلماء طاب ثراہ سے
جو اس جگہ فرمایا ہی انھون نے کہ خلاصہ انکا یہ ہی کہ اب ہم بر سر دفع قول خواجہ اور جو انکی نظیر آئی ہین ور کہتے ہین کہ
جو انھون نے کہا ہی کہ ملعونہ مین ازواج بھی داخل ہین اور تذکیر ضمیر کے بنا بر تغلیب کے ہی انتہی یہ قول انکا مدفوع ہی

ساتھ اِس بات کے کہ قطع نظر کرکے اِس سے کہ اشتراک ازواج کا اور آل عبا کا اِس آیہ مین مستحدث ہی اور متاخرین
اہلسنت کا مخترع ہی کیونکہ قدماے مفسرین اہلسنت اسکے ساتھ قائل نتھے اور یہ قول مستحدث رازی اور
اُنکے امثال کا ہی کہ جب شیعون کے استدلال کے جواب سے عاجز ہوے تو یہ بات پیدا کی اور اُس سے چارہ جوئی کی
جیساکہ بعض صحاب نے ہمارے اسکی تصریح کی ہی ہم کہتے ہین کہ وہ قول مردود اِس سے ہی کہ اِس تقدیر مین فساد معنی
آیہ کا لازم آتا ہی کیونکہ ازواج کی طہارت بالاجماع نہین ہی جیساکہ اُسپر تو عنقریب مطلع ہوگا اور دوسرے یہ کہ اخبار
صحاح اور غیر صحاح کے جو کتب حضرات اہلسنت مین موجود ہین اُنسے مخالفت لازم آتی ہی یا نہین دیکھنا تو کہ
احمد حنبل نے جو روایت ام سلمہ سے کی ہی وہ صاف ہی کہ ان النبی کان فی بیتہا فاتت فاطمہ ببرمۃ فیہا خزیرۃ فقال ادعی لی زوجک
وابنیک فجاء علی والحسن والحسین فجلسوا یاکلون من تلک الخزیرۃ فانزل اللہ ہذہ الایۃ انما یرید اللہ الایہ فاخذ رسول اللہ فضل
الکساء فغشاہم ثم اخرج یدہ فالوی بہا الی السماء فقال اللہم ہولاء اہل بیتی وخاصتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا فقلت انا معکم یا رسول اللہ فقال انک علی خیر انک علی خیر
اور اسی طرح نظائر اسکی بہت ہین پھر اِس سے صاف ظاہر ہی کہ آیہ ازواج سے بر طریق اعراض اور آل عبا سے
بطور التفات نازل ہوا ہی اور تذکیر ضمیر کو تغلیب کے بنا پر کہنا ساتھ اسکے کہ ازواج عدد مین مردون سے زیادہ تعین
اور پہلے خطاب اُنکے ساتھ تھا حیز اعتبار سے ساقط ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ اصل یہ ہی کہ تذکیر ضمیر کا حمل کرنا تغلیب پر
خلاف ظاہر ہی کیونکہ ضمیر کم کا یہ حکم ہی کہ وہ جماعت مذکرین کے لیے موضوع ہی اور اُسکا صرف ظاہر سے نہین ہوسکتا
مگر جب کوئی ضرورت داعی ہو اور اُسکی تقدیر بقدر ضرورت ہوتی ہی اسی لیے شاہ صاحب کے مذہب والون نے
شیخ ابن حجر کی تصریح کے موافق ازواج کو اُس سے خارج جانا ہی اور اسی ضمیر مذکر کو دلیل گردانا ہی اسکی کہ وہ آیہ
مختص غیر ازواج کے ساتھ ہی اگرچہ جناب سیدہ کو مفاد آیہ مین داخل کرتے ہین بسبب اسکے کہ نصوص کثیرہ اُنکے
بارے مین بالاتفاق وارد ہین اور لازم نہین ہی کہ جب دروازہ مجاز کا کھلے تو ہر طرح کے مجاز کو لفظ مین راہ دین
کیونکہ جب ضرورت مجاز ابعد کی طرف نہو تو مجاز جو حقیقت سے اقرب ہو وہی متعین ہوگا اور جب یہ واضح
معین ہوچکا تو جو اُسنے تعلیل مین کہا تھا کہ علی القولین مجاز لازم آتا ہی وہ مندفع ہوگیا اور التفات یہان اہل معانی کے
مصطلح نہین ہی جیساکہ وہ اسکے عالم پر پوشیدہ نہین ہی پھر جناب سلطان العلما نے ذیل مین روایات اہلسنت کے
جو دلالت اسپر کرتی ہین کہ اِس آیہ کا اختصاص خمسہ آل عبا کے ساتھ ہی فرمایا ہی کہ ثعلبی نے ابو سعید خدری سے
کہ انھون نے جناب رسول خدا سے روایت کی ہی کہ قال نزلت ہذہ الایہ فی خمسۃ فی علی وفی الحسن وفی الحسین وفاطمہ
وہی انما یرید اللہ الخ اور اسی طرح ابو الحسن واحدی نے جو بڑے عالمون سے اہلسنت کے ہین تفسیر وسیط مین المقبوض
والبسیط مین روایت کی ہی اور یہی احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین بطرق متعدد روایت کی ہی جملہ سے شہر بن حوشب سے
عن ام سلمۃ ان رسول اللہ قال لفاطمہ ائتنی بزوجک وابنیک فجاءت بہم فالقی علیہم کساء فدکیا ثم وضع یدہ علیہم ثم قال ان ہولاء آل محمد فاجعل

صلوٰتک و برکاتک علی محمد و آل محمد انک حمید مجید قالت ام سلمۃ فرفعت الکساء لادخل معہم فجذبہ من یدی وقال انک علی خیر اور
حقیقت مین یہ حدیث صریح اسمین ہی کہ پیغمبر خدا نے ام سلمہ کو جو آنحضرت کی حبیبہ تھین ردا مین داخل نہ فرمایا اور
چادر کو اُنکے ہاتھ سے کھینچ لیا ترجمہ اسکا اوپر ہو چکا ہی حاجت اعادہ کی نہین ہی اور احمد حنبل کی روایت مین اسطرح ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا اللہم ہولاء اہل بیتی وخاصتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا اور ام سلمہ نے عرض کیا کہ مین بھی تو آپ کے ساتھ ہون
ای رسول خدا فرمایا کہ انک علی خیر انک علی خیر اور یہ بھی ہمارے مطلوب کے لیے نص صریح ہی کیونکہ ام سلمہ کا ردا مین داخل ہونے کو
مستدعی ہونا اور حضرت کا جواب مین انک علی خیر کہنا اور انک من اہل بیتی نہ کہنا یہ صریح دلیل اسی کی ہی کہ ازواج اہلبیت مین
نہ داخل تھی اور یہی کو موید ہی جو ترمذی نے روایت کی ہی اور ذیل روایات اہلسنت مین ترجمہ اسکا مذکور ہو چکا ہی لیکن
یہان چونکہ محل استدلال خاص ہی اسلیے لفظ اسکا نقل کیا جاتا ہی فقال حدثنا قتیبہ محمد بن سلیمان بن الاصبہانی عن یحیی بن عبید
عن عطاء بن ابی رباح عن عمر بن ابی سلمہ ربیب النبی قال لما نزلت ہذہ الآیۃ علی النبی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا فی
بیت ام سلمہ فدعا فاطمۃ وحسنا وحسینا فجللہم بکساء وعلی خلف ظہرہ فجللہ بکساء ثم قال ہولاء اہل بیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا
قالت ام سلمۃ وانا معہم یا نبی اللہ قال انت علی مکانک وانت علی خیر اور یہ بھی خبر افادہ مطلوب مین شیعون کے جو وہ اختصاص آیت کا پنجتن آل عبا کے تئین
صریح ہی لیکن محشی سے ترمذی کے جناب سید سندی نے نقل فرمایا ہی کہ اُنسے اِس حدیث مین تاویل یہ کی ہی کہ معنی انت علی مکانک
کے محتمل اسکے ہین کہ تو بھی بر سر خیر ہی اور اپنے مکان پر ہی ای من کونک من اہل بیتی یعنی تو بھی میرے اہلبیت ہونے سے
اپنے اِس مرتبہ پر ہی لیکن جو روایت کہ ابن اثیر نے جامع الاصول مین ام سلمہ سے نقل کی ہی اور ترجمہ اسکا بھی اوپر گذرا اسمین صاف
یہ ہی کہ ام سلمہ نے کہا کہ اُسوقت مین دروازے پر بیٹھی تھی جب اِس آیت کا نزول دیکھا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
الست من اہل البیت فقال انک علی خیر انت من ازواج رسول اللہ یعنی ای پیغمبر خدا کیا مین اہلبیت سے نہین ہون اِسکے جواب مین آنحضرت نے
فرمایا کہ تو بھی اوپر نیکی کے ہی تو پیغمبر کی بیبیون سے ہی اور اسی رزین سے روایت کی ہی اور اسکا ظاہر صاف یہ ہی کہ ام سلمہ
اور سب ازواج اہلبیت سے نہ تھین ور اگر ایسا ہوتا جو ترمذی کے محشی نے زعم کیا ہی تو اسکے جواب مین کافی یہ تھا کہ
پیغمبر خدا لفظ نعم یا بلی فرماتے پھر اُس سے جو عدول فرماکر یہ فرمایا کہ انت علی خیر وانت علی مکانک وانت من ازواج رسول اللہ
موافق اختلاف عبارات کے بحسب اختلاف روایات تو وہ دلیل واضح اسی کی ہی کہ ازواج اہلبیت سے نہ تھین پس
ظاہر یعنی پہلی روایت کے جسمین انت علی مکانک کا لفظ ہی یہ ہین کہ انہم ای اہل بیتی فی درجتہم وانت علی درجتک یعنی میرے
اہلبیت اپنے درجے مین ہین اور تم اپنے درجے مین ہو پس دلالت اسکی اسپر ہی کہ درجات اہلبیت و ازواج کے جدا جدا ہین
ایک نہین ہین اور اسی محشی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ لا حاجۃ لک فی الدخول تحت الکساء یعنی تمھین حاجت
چادر مین داخل ہونے کی نہین ہی اور در واقع مین ہم کہتے ہین کہ ظاہر مراد تو اُس ارشاد سے یہ ہی کہ تمھین داخل ہونا بسبب اختلاف
درجات کے اہلبیت کے ساتھ ردا مین جائز نہین ہی پھر کہا ہی اُسی محشی نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو ردا مین

داخل ہونے سے ام سلمہ کو منع فرمایا تھا تو گویا یہ منع فرمانا اسلیے تھا کہ علی ابن ابیطالب تھے چادر مین حیث قال کانہ منعہا
عن ذلک لمکان علی اقول رسالہ کہتا ہی کہ دروغ گو را حافظہ نباشد سبحان اللہ یہی روایت مین ہی کہ جناب امیر پس پشت پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ کے تھے پھر اگر وہ حضرت ام سلمہ کو اپنے آگے بٹھاتے تو کیا قباحت لازم آتی تھی لیکن محشی مذکور کی یہ تقریر اقرار کا ہی
کہ پیغمبر خدا نے منع فرمایا اور پہلے جو تاویل کی تھی اسکا منشا یہ تھا کہ منع نہین کیا بلکہ یہ فرمایا کہ تم بھی اہلبیت ہونے سے میرے
اسی درجے مین ہو اور تمہین حاجت ردا مین داخل ہونے کی نہین ہی اور پھر اسی محشی نے کہا ہی ویحتمل ان یکون المعنی انت
علی خیر وان لم تکونی من اہل بیتی یعنی محتمل یہ ہی کہ معنی اسکے یہ ہون کہ تم بھی بر سر خیر ہو اگرچہ میرے اہلبیت سے نہین ہو انتہی
اب ہم کہتے ہین کہ یقینی یعنی متعین ہین احتمال کیسا اور سیاق کلام سے یہ بات بخوبی ظاہر ہی اور موافق اجماع امامیہ کے ہی
اور پھر فصل خطاب سے اسی محشی نے نقل کیا ہی کہ اسنے امام رازی سے نقل کیا ہی کہ اولی یہ ہی کہ کہا جاے کہ اہلبیت
اولاد و ازواج پیغمبر خدا کی ہین اور علی علیہ السلام آنحضرت کے اہلبیت سے ہین بسبب اسکے کہ پیغمبر خدا کی بیٹی کے ساتھ
معاشرت اور ملازمت آنحضرت کی تھی وقد جاء اطلاق اہل البیت بحیث یفہم اختصاصہ بفاطمۃ وعلی والحسن والحسین یعنی
یہ اطلاق حدیث مین اسطرح وارد ہوا ہی جس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ لفظ اہلبیت مختص ہی ساتھ فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین
علیہم السلام کے انتہی اور حقیقت مین اولاد کا آنحضرت کی اہلبیت مین داخل ہونا تو بہت سی نصوص سے ثابت ہی اور
اکثر علماے اہلسنت کا عموماً اور امام اہلسنت امام رازی کا خصوصاً یہی قول ہی لیکن جو انکے امام نے ازواج کو
اہلبیت مین داخل کیا ہی یہ تفسیر قرآن کی اپنے دل سے ہی جو منہی عنہ ہی کہ قرآن کی تفسیر راے سے اپنی نکرنی چاہیے
صحت اسکی محتاج اسکی ہی کہ اسکا اثبات نص متفق علیہ سے کیا جاے اور جب وہ نص متفق علیہ نہین ہی تو اسکی
صحت بھی نہین ہی اور جو تکلف اسنے علی ابن ابیطالب کے اہلبیت مین داخل کرنے کو کیا ہی وہ محتاج اس تکلف کا
نہین ہی کیونکہ لفظ اہل کچھ مختص اولاد ہی کے ساتھ نہین ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی اور اوپر گذرا کہ مراد اہلبیت سے
یہان وہ ہین جو عام ہین اہلبیت سے جو گھر کے رہنے والے مثل ازواج ہین اور جو اہلبیت نسبی آنحضرت کے ہین کہ وہ سب
بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ہین فقط اور اس تصریح سے انکی ظاہر ہی کہ جو جو شریک نسب ہین وہ اہلبیت مین داخل ہین
اور اس وقت مین جناب امیر کا داخل اہلبیت ہونا بلا تکلف واضح ہی حاجت اس تکلف کی کیا ہی لیکن جو تعمیم کہ شیخ ابن حجر نے
کی ہی وہ اہل نظر کے نزدیک مقبول نہین ہی کیونکہ مخاطب آیۂ تطہیر مین اور مراد اس سے اہلبیت رسالت ہین پھر اسمین
جو اہل کہ بسبب عقد نکاح وغیرہ کے وارث سببی ہون کسطرح داخل ہو سکتے ہین جیسا کہ صحابی رسول ابو سعید خدری نے
اس تعمیم سوال کے جواب مین فرمایا ہی کلا وایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدہر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا اور
اسی طرح ہر ایک شریک نسبی بھی داخل نہین ہو سکتا بلکہ اہلبیت وہ وہی حضرات ہین جو مخصوصین اور مشار الیہم اس قول
نبی کے ہین جو فرمایا تھا ہولاء اہل بیتی یا جو کہ انکے مقابل انکی عترت طاہرہ سے مدارج قرب الہی مین شریک ہون

اور اس سے موید ہو جو حق تعالیٰ نے حضرت نوح سے خطاب فرمایا تھا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یعنی وہ
تیرے اہل سے نہین ہو اسنے عمل بد کیا ہی عکرمہ سے مروی ہی کہ اسنے کہا کہ نوح کا بیٹا انکے مخالف نیت وعمل مین تھا
اسی سبب سے کہا گیا کہ وہ تیرے اہلبیت سے نہین ہی پھر جب بنا اہل مین ہونے کی عمل اور صدق نیت پر ہی
تو اسی طرح مراد اہلبیت سے وہ ہونگے جنکا رتبہ اہل البیت مخصوصین کے رتبے کے قرب الٰہی مین برابر ہو نہ ازواج
اور جو اور قرابت منان نسبی کہ بہ نسبت پیغمبر خدا کے طریقہ وسیرت کے متباعد اور مخالف ہون اور بہت وضوح سے
دلالت کرتا ہی اسپر قول آنحضرت کا ھؤلاء اھل بیتی دخلتی اور قول آنحضرت کا ھؤلاء اھل بیتی جو حصر کے واسطے
مفید ہی اسی طرح واثلہ بن اسقع کی روایت مین اللھم ھؤلاء اھل بیتی اور احمد حنبل کی روایت مین جو ام سلمہ سے
منقول ہو اور اوپر گذری کہ حسنین علیہما السلام کو گود مین بٹھایا اور علی ابن ابیطالب کو ایک ہاتھ پھیلا کر گلے سے
لگایا اور جناب سیدہ کو دوسرا ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا اور بعد اسکے چادر سیاہ سب کو اڑھائی اور فرمایا اللھم الیک
لا الی النار انا واھل بیتی اور جب ام سلمہ نے عرض کیا کہ ای پیغمبر خدا مین تو حاضر ہون تو فرمایا انت علی خیر اور
بعض روایت مین ہی کہ فرمایا انت علی الخیر وانما اھل بیتی ھؤلاء یعنی تو بھی بر سر خیر ہی اور یہی ہین میرے اہلبیت
مگر یہی جو در ردا مین ہین اور یہ بہت تصریح اور حصر ظاہر ہی اور ثعلبی کی روایت جو عبد اللہ بن جعفر طیار سے گذری
جسمین ہی کہ زینب زوجہ رسول نے بھی درخواست کی تھی کہ ردا مین داخل ہون انسے بھی حضرت نے یہی
فرمایا کہ انت علی خیر اور روایت ثعلبی کی مجمع سے جو گذری جسمین ہی کہ ام المومنین عائشہ نے فرمایا کہ دیکھا مین نے
کہ پیغمبر خدا نے آنحضرات کو اپنے لباس کے اندر جمع کر کے دعا کی کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت اور مخصوص
میرے ہین پس انسے رجس کو دفع کر اور انہین پاک کر جو حق پاک کرنے کا ہی پھر اسکے بعد مین نے چاہا کہ مین بھی
انمین داخل ہون مجھسے فرمایا کہ تو الگ ہو یہ سب دلالت اسی پر کرتا ہی کہ آیت انکی شان مین مخصوص تھی بحق ازواج
والا اسطرح ازواج سے کیونکر فرماتے اور یہ بھی غور کے قابل ہی اور موافق انہین کی روات کے ہی کہ درخواست ام سلمہ
اور زینب کے بعد تو انہین مشرف بخطاب انک علی خیر فرمایا اور جناب عائشہ کی درخواست کے بعد فرمایا تنحی
یعنی علیحدہ ہو انک علی خیر نہ فرمایا پس یہ فرمانا جناب رسالتماب کا دلالت کرتا ہی اسپر کہ ام سلمہ مومنہ تھی اور ام المومنین
عائشہ کے حق مین فرمایا کہ تنحی کہ یہ کلمہ عام ہی ایمان وعدم ایمان سے فاعتبروا یا اولی الابصار اور انہین کی روایات
مین ہی کہ چھ مہینے تک خانہ جناب سیدہ پر بعد نزول اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جا کر تلاوت اس آیت کی
فرمایا کیے ازواج کے دروازون پر کبھی ایک دن بھی کھڑے رہ کر اس آیت کی تلاوت نہ فرمائی پھر کسطرح ہو سکتا ہی
کہ یہ بات لائق کان رکھنے کے ہی کہ نزول آیت کا بحق ازواج ہو اور آل عبا کو حضرت نے شریک کر دیا تھا علاوہ اسکے
خوارزمی کی حدیث جو گذری اسمین صاف ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے سب صحابون سے پوچھا کہ انشدکم باللہ

هل فیکم احد انزل فیہ التطہیر حیث قال لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا غیری سب نے اُسکے
جواب میں کہا اللہم لا اگر واقعی ایسا ہوتا جو شاہ صاحب کو موہوم ہوا ہی تو اصحاب کہا ہی خدا کی قسم کے بعد تکذیب
اسکی کرتے اور کہتے کہ نہیں آیت حق ازواج نازل ہوئی ہی تمکو پیغمبر خدا نے شریک کر دیا تھا نہ یہ کہ اُس دعوے کی
تصدیق کرتے اور جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہی کہ تیسری وجہ یہ ہی کہ اگر آیت سے مراد ازواج ہوں تو معنی آیت کے
صحیح نہیں رہتے کیونکہ رجس سے مراد نجاست ظاہری تو بالاتفاق نہیں ہی پھر مراد یا صدقہ ہوگا یا نجاست گناہ و
معصیت کی مراد ہوگی جیسا کہ اُنکے ساتھ مفسرین نے تفسیر کی ہی اور معنی اول ازواج میں درست نہیں آتے کیونکہ انپر
صدقہ حرام نہیں جیسا کہ زید ابن ارقم کی خبر میں اسکی تصریح موجود ہی اور وہ اوپر گذر چکی اور جو رجس سے صدقہ مراد لینا
خلاف ظاہر اُن روایات کے ہی جو دلالت اسپر کرتی ہیں کہ آیت کا اختصاص بعض اہلبیت کے ساتھ ہی جو خمسہ آل عبا ہیں
کیونکہ صدقہ کی حرمت انہیں کے ساتھ مخصوص نہیں ہی پھر وہی معنی مراد ہونگے جس سے جو اکثر مفسرین نے کہا یعنی
مراد اس سے ذنب و عصیان ہی انتہی کلامہ اور زیادہ اس سے بیان پھر آتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ پھر شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اور بھی قرینے خصوصیت کے ازواج کے ساتھ سابق ولاحق سے کلام کے دریافت کر کے پیغمبر خدا یہ ڈرے کہ مبادا
ازواج کے ساتھ یہ خاص ہو لہذا روایت صحیحہ بیہقی میں مثل اسی معاملہ کے معاملہ عباس اور اُنکے بیٹوں کے ساتھ بھی بجا
اور مدعا آنحضرت کا یہی تھا کہ اپنے سب قریبوں کو لفظ اہلبیت میں کہ خطاب الٰہی میں واقع ہوا ہی داخل کر دیں مانند
اسکے کہ بادشاہ کریم کسی کو اپنے مصاحبوں میں سے یہ فرما دے کہ اہلخانہ کو اپنی حاضر کر تاکہ خلعت دوں اور نوازش
انپر کروں اُسوقت یہ صاحب عالی ہمت اپنے سب متوسلوں کو لیجا کر کہے کہ یہ سب میری اہلخانہ ہیں تاکہ خلعت اور
نوازش بادشاہی میں سب کا حصہ ہو اخرج البیہقی عن ابی اسید الساعدی قال قال رسول اللہ للعباس بن عبد المطلب یا ابا
الفضل لا ترم منزلک انت وبنوک غدا حتی آتیکم فان لی فیکم حاجۃ فانتظروہ حتی جاء بعد ما اضحی فدخل وقال السلام علیکم
فقالوا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قال کیف اصبحتم قالوا اصبحنا بخیر نحمد اللہ تعالیٰ فقال لہم تقاربوا فزحف بعضہم الی بعض حتی
اذا مکنوہ اشتمل علیہم بملائتہ قال یا رب ہذا عمی وصنو ابی وہولاء اہل بیتی فاسترہم من النار کستری ایاہم بملائتی ہذہ قال فامنت اسکفۃ
الباب وحوائط البیت فقالت آمین آمین آمین اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو بطور اختصار روایت کیا ہی اور محدثین نے بھی
اس قصہ کو بطرق متعددہ اعلام النبوۃ میں روایت کی ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور ناظرین پر پوشیدہ نہوگا کہ جو کچھ شاہ صاحب نے
کہا ہی اس سے کسقدر حسن معرفت شاہ صاحب کا بہ نسبت خدا و رسول کے ثابت ہوتا ہی دعویٰ تو یہ کیا کہ آیہ تطہیر خاص
حق ازواج میں نازل ہوا تھا اسکے بعد پھر کہا پیغمبر خدا نے آل عبا کو انہیں بذریعہ اپنی دعا کے شریک کر دیا اب کہتے
ہیں کہ پیغمبر خدا قرائن سابقہ اور لاحقہ کلام کے دریافت کر کے ڈرے کہ آیہ مخصوص مبادا ازواج کے ساتھ ہو سبحان اللہ
قرائن کلام خدا سے مطلب کا سمجھنا ہمارے لیے ہی نہ پیغمبر خدا کے واسطے انکے علم کے لیے قرینہ ظاہری کیا چیز ہی

عالم وحی کو اور مہبط تنزیل کو اسکی کیا حاجت تھی یہ بدگمانی پیغمبر خدا کے ساتھ یقین ہے کہ کسی دیندار کو خوش نہ آئیگی اور
بقول شاہ صاحب ظاہر ہوا کہ پیغمبر خدا کو یقین نہ تھا کہ یہ آیہ بحق ازواج نازل ہوا ہے جیسا کہ شاہ صاحب کو اسکا
یقین ہے جب تو کہا کہ قراین سے وہ حضرت ڈرے کہ مبادا مخصوص بازواج ہو غرض شاہ صاحب مدینۃ العلم کے
علم کو اپنے علم پر قیاس کرتے ہیں اور ڈرنے کی وجہ پیغمبر خدا کو کیا تھی کیا تطہیر ازواج کے خلاف مزاج تھی اور انکا
اختصاص اس نزول آیہ کے ساتھ منظور نہ تھا العیاذ باللہ جیسا شاہ صاحب کو اختصاص خمسہ آل عبا کا نزول آیہ کے ساتھ
شاق ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح انکی تعمیم کر کے فضائل اہلبیت کو مٹائیں اسی طرح پیغمبر خدا کو بھی یہ اختصاص ازواج کے
ساتھ شاق تھا اور انکا ابطال فضائل منظور تھا کہ ایسے افعال ہو افق انکے اقوال کے فرماتے تھے اور اگر ایسا ہی حال تھا
کہ حق تعالی کا ارادہ کچھ ہوتا تھا اور پیغمبر خدا کچھ کرتے تھے تو کسطرح حق تعالی نے انکی اطاعت کو واجب فرمایا تھا
اور پھر کیونکر اقوال وافعال نبی کے واجب الاتباع ہو سکتے ہیں اور جو شاہد کلام اپنی روایت انھوں نے بیہقی سے
نقل کی ہے اول تو وہ لائق احتجاج شیعوں کے مقابلہ پر نہیں کیونکہ انکی روایات مختصہ موضوعہ سے ہے شیعوں کی
کتب میں کہیں اسکا اثر نہیں ہے اور حجت متفق علیہ سے لائی جاتی ہے پھر اسے شیعہ کب مانتے ہیں دوسرے اسے آیہ تطہیر سے
کیا علاقہ ہے اور اسکے بعد کونسا آیہ نازل ہوا جسے مفسرین فریقین نے لکھا ہو تا کہ اس سے نظیر کامل ہو چھت اور
دیواروں کا مکان کی آمین کہنا برفرض تسلیم نبی کا معجزہ ہوگا یہ قصہ ہمسر تنزیل نہیں ہو سکتا اور چادر تطہیر کے قصہ کی
برابری کسی طرح نہیں کر سکتا اور جو انھوں نے کہا ہے کہ مدعا حضرت کا یہ تھا کہ لفظ اہلبیت میں جو خطاب الہی میں وارد ہے
اپنے سب اقربا کو داخل کریں یہ بھی طرفہ امر ہے کیونکہ پہلے یہ دعوی کر چکے کہ یہ آیہ بحق ازواج جو بالاتفاق اقربائے
سببی میں نازل ہوا اور جب یہ کہہ چکے تو کسطرح کہتے ہیں کہ مدعا پیغمبر خدا کا یہ تھا کہ لفظ اہلبیت میں اپنے جمیع اقارب کو
داخل کریں کیونکہ حضرت نے جنھیں داخل فرمایا وہ اقربائے نسبی ہیں کسی قریب سببی کو اجازت دخول کی نہیں دی
اور وہ صاف قرینہ اسی کا ہے کہ جن اقربائے نسبی کو ردا میں داخل فرما کر آیہ کو پڑھا انھیں کے حق میں نازل ہوا تھا
نہ انکے غیر کے حق میں ہاں مثل شیخ ابن حجر جنھوں نے اہلبیت سے تعمیم کا ارادہ کیا ہے انکے مذہب پر یہ تاویل ہو سکتی ہے
اور شاہ صاحب اختصاص ازواج کے قائل ہو چکے پھر انکے موافق یہ مدعا پیغمبر کا کیونکر ہوگا اور پھر اسکے ساتھ
وہ قول اختصاص نزول آیہ کا بحق ازواج بفعل نبی کہاں باقی رہیگا اور یہ جو مثال بادشاہ و مصاحب کی دی ہے
یہ بھی لائق غور ہے بادشاہان دنیا اور انکے مصاحبین کے علم وحلم کو دیکھنا چاہیے اور علیم خبیر کے علم وحلم کو سمجھنا
چاہیے سلاطین دنیا کا مرتبہ یہ کب ہے کہ لا یخفی علیہ خافیہ انپر صادق آئے اور حق تعالی کا علم ہر کلی وجزئی کو احاطہ
کیے ہے سلاطین دنیا میں یہ ممکن ہے کہ انھوں نے ایک حکم یا وعدہ نوازش وخلعت کا کیا تھا مصاحب نے انھیں اس
خیال سے کہ بادشاہ کو علم اقارب خبریہ قریبہ وبعیدہ کا تو ہے نہیں جسے میں اپنا قریب کہدونگا وہ اس وعدے میں

میری گواہی سے داخل ہو کر خلعت شاہی سے سرفراز ہو جائیگا لیکن علم الٰہی مین کہان اسکی گنجائش ہو سکتی ہے
خصوصًا جبکہ بقول شاہ صاحب ارادہ اور وعدہ اقارب نبی کے ساتھ ہوا ہو اور یہی پیغمبر خدا العیاذ باللہ
جنسے ارادہ وعدہ کا نہین اُنھین بھی شریک فرماوین حاشا یہ اعتقاد علم خدا کے ساتھ علم سلاطین دنیا کا اور فعل
پیغمبر خدا کے ساتھ فعل مصاحبین سلاطین دنیا کا کسی طرح دیندار کو جائز نہین ہے اور یہ انھین کا کام ہے جو معرفت
خدا و رسول مین قاصر ہین تعجب ہے کہ اس معرفت کے ساتھ اس فاضل نے لقب شاہی کا کسطرح حاصل کیا
جناب سید سند نے حدیقہ مین اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اور بھی قرائن خصوصیت
ازواج کے ساتھ سابق و لاحق کلام سے دریافت کر کے ڈرے کہ مبادا اخاص ازواج کے ساتھ ہو الخ
یہ تاویل کلیل اور تعلیل علیل انکے دل سے تراشی ہے ہرگز کان رکھنے کے قابل نہین ہے لیکن پہلے پس اس جہت سے
کہ نزول آیات کا مواقع متعددہ پر ہوتا تھا یہ خوف و بیم پیغمبر خدا کے دل مین ہرگز خطور کے قابل نہ تھے بلکہ وہ
اول امر سے مراد الٰہی کو جانتے تھے اور خوب پہچانتے تھے کہ ازواج اس خطاب مستطاب کے لائق نہین ہین
ہر ایک زوجہ کو اپنی ارشادات سے جو اوپر گذرے کہ کسی سے انت علی مکانک فرمایا اور کسی سے خطاب تنبیہی ارشاد
کر کے اُنکے درجہ مین بٹھایا اور جدا فرمایا پھر جو کچھ کہ انھون نے کہا ہے محض وسوسہ شیطانی ہے کہ انکے دل مین گذرا اور
تائید اس خیال باطل کی جو بیہقی کی روایت سے اور انکی امثال سے جو اہل خلاف سے ہین کی ہے کہ وہ مطلق بہرہ صدق
و انصاف سے نہین رکھتے شیعہ کب قبول کرینگے کہ شیعون پر الزام دینے مین اس سے حجت لاسکین ایسی روایتین
انکے یہان اخبار موضوعہ سے ہوا ہین جو پیشوایان اہل نفاق نے آل عبا کے فضائل کے چھپانے کو خلفاے بنی امیہ
و بنی عباس وغیرہ کی خوشآمد کے واسطے ہر ہر فضیلت اہلبیت کے مقابل مین جو حق تعالیٰ نے انھین کرامت فرمائی انھین
خلفاے جور کے لیے بھی فضائل وضع کیے تھے تاکہ حضرات اہلبیت علیہم السلام کے واسطے کوئی زیادتی اور
فضیلت اُنپر نہ باقی رہے لیکن باین ہمہ حق تعالیٰ نے انکے فضائل کو ایسا ظاہر فرمایا کہ جو حق ظہور ہے یریدون
لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون مگر پیغمبر خدا نے جمیع اقارب کو اپنے اس مرتبہ کے لائق نہین
جانا اور تبت یدا ابی لہب کی نص سے دوسرے اپنے چچا کے کفر کا اظہار فرمایا اور جو لیاقت اصطفا کی نہ رکھتے تھے
اور اسکے مستحق نہ تھے یا اہل جور و عصات سے نہ تھے انھین مصداق اس آیت کا نہین فرمایا معاذ اللہ خدا و
رسول نے یہ معنی ہرگز ارادہ نہین فرمائے بلکہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ کو مطمح نظر تقویٰ و پرہیزگاری تھے
نہ مطلق قرابت جیسا کہ ذیل آیہ مین پہلے انھون نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے اور جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہے کہ
جو قول انکا ہے کہ مانند اسکے الخ جواب اسکا یہ ہے کہ اگر پیغمبر خدا نے جمیع متوسلین کو اہلبیت مین داخل فرمایا تھا
تو کیا پھر تمھارے خلفا متوسلین حضور سے نہ تھے بلکہ مردودین درگاہ سے تھے والا انھین بھی اہلبیت مین داخل

maablib.org

فرماتے ہین اگر یہ کہا جاوے کہ وہ تحت ازواج مین داخل ہین اور اُنکے حکم مین ہین اور جو کچھ کہ بیہقی سے روایت نقل کی ہے
وہ موضوع ہی کی گواہی اُنہی کے دم سے لینی ہی اور بہر تقدیر تعجب ہی کہ ایسا معاملہ جناب ابوبکر و عمر کے ساتھ نہ فرمایا باوجودیکہ
کہ یہ اصحاب اور بہی قرابت کے تھے اور بہی اُسی روایت مین قول آنحضرت کا ہذا عمی وہولاء اہل بیتی صریح ہی کہ انہین عباس
کو اہلبیت مین داخل نہین فرمایا اور بنابر تمہارے قول کے چونکہ اقربا و متوسلین سے تھے چاہیے کہ انہین بھی اہلبیت مین
داخل فرماتے پھر اس صورت مین تو احتجاج اس حدیث سے بہی باطل ہوے اور بہی اس خبر کی صحت کے بنا پر جو عمر نے
کیا ہو پھر کیا قصور عباس سے ہوا کہ انہین عشرہ مبشرہ کے زمرے سے باوجود اسکے کہ پیغمبر خدا انکے حق مین ستر بار کی دعا
فرما چکے تھے انہین خارج کیا مگر یہ کہ پیغمبر کی استجابت دعا کے قائل نہونگے اور بہی بنابر حدیث صحیح مسلم کے کہ عمر نے اعتراف
کیا ہو ساتھ اس بات کے کہ عباس اور حضرت امیر اُسے کاذب و خائن و غادر جانتے تھے کیونکہ اُنکے قول کو برحق نہین
جانتے انتہی توجمہ کلامہ پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جو کچھ کہ ملا عبد اللہ نے کہا ہو کہ مراد بیت سے بیت النبوۃ ہو اور
اہلبیت لغت کی راہ سے شک نہین ہی کہ شامل ازواج کو بلکہ خدمت گذاروں کو بہی ہی لیکن معنی لغوی اس وسعت سے
باتفاق مراد نہین ہی پس مراد اُنسے خمسہ آل عبا ہونگے کہ حدیث کسا نے تخصیص اُنکی کی ہو انتہی کلامہ اور یہ بہی سخنان گذشتہ سے
کیونکہ اگر معنی لغوی اس وسعت کے ساتھ مراد ہو تو اُس سے جو محذور کہ لازم آتا ہی تو وہی عموم عصمت کا ہی جو شیعون کے
نزدیک اس سے ثابت ہوتا ہی اور چونکہ اہلسنت شیعون کے ساتھ فہم عصمت مین اس آیہ کے ساتھ اتفاق نہین رکھتے
اور عصمت کے معتقد آل عبا کے حق مین اور ازواج مطہرہ کے بہی حق مین نہین ہی پھر وہ نفی عموم مین بہی کیون اتفاق
کرینگے کہ رحمت واسعہ الٰہی کا تنگ کرنا ہی انتہی کلامہ اور یہ بات صاف ظاہر ہی کہ مراد ملا عبد اللہ کی ظاہرا استدلال
اجماع مرکب سے اسطرح ہی کہ اہلسنت یا ازواج کو تنہا اس آیہ سے مراد لیتے ہین یا قرابت نسبیہ کے ساتھ اور شیعہ
خمسہ آل عبا کو مراد لیتے ہین پھر اگر معنی لغوی مراد لیے جائین تو وہ خلاف اجماع ہی کہ خدام بہی اُسمین داخل ہو جائینگے اور
اگر معنی لغوی سے ہاتھ اُٹھائین پھر رجوع کرنا معنی اہلبیت مین اہلبیت نبوۃ کی طرف کہ جو اختصاص ساتھ وصایت
اور قرب و زلفی کے حضرت رب العزت کے ساتھ رکھتا ہی لازم ہو گا کیونکہ جب معنی لغوی باطل ہوے تو پھر تخصیص
کرنی بعض کے ساتھ سوا بعض دوسرے کے بے اسکے کہ استناد کسی سند مخصص کی طرف ہو تحکم محض اور باطل ہوگا
بخلاف اس تخصیص کے کہ جس نحو سے ہم ذکر کرتے ہین کیونکہ وہ مستند طرف نصوص کے ہی بالخصوص پھر بنا کلام کی ملا عبد اللہ
کی اسپر جو شاہ صاحب سمجھے ہین نہوگی اور کیونکر ہوگی اگر بنا کلام کی اسپر ہوتی تو ازواج کا مصداق آیہ سے خارج ہونا
اول امر سے حاصل ہوتا نفی تعمیم کی کیا حاجت ہوتی اور اگر اسے بہی ہم تسلیم کرین تو جب ہمنے آیہ کی دلالت عصمت پر
ثابت کر دی تو اگر حضرات اہلسنت اسکی نفی کرین تو اُس سے ہمین کیا ضرر ہوگا اور یہ عبارت بہی شاہ صاحب کی
اہل انصاف کے دیکھنے کے لائق ہی کہ کسقدر جوش عصبیت و عناد اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی کہ اُس سے اُنہین کچھ نہین

معلوم ہوتا کہ مین کیا کہتا ہون اور اس سے زیادہ مصنف کے سمجھنے کو بطریق سہولت اور کیا ہوگا کہ سمجھے کہ شاہ صاحب کو سوا ابطال حق کے اعانت حق سے مطلقا کام نہین ہو والا ایسی بیہودہ سرائی نہ کرتے کیونکہ صاف انہون نے اجمال مین کہا ہو کہ اہلسنت معتقد عصمت کے آل عبا کے حق مین اور ازواج مطہرہ کے بھی حق مین نہین مین سبحان اللہ یہ امر اتفاقی ہو کہ خمسۂ آل عبا مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بھی ہین اور اہلسنت کی روایات سے جو ہم اوپر ذکر کر چکے ہین ثابت ہو کہ بعض مین ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ میری اور علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کی شان مین نازل ہوا اور شیخ ابن حجر نے بھی جو روایات نقل کی ہو انمین تصریح ہو کہ نزلت فی خمسة محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین اور جتنی احادیث مذکور ہوئین سب مین ہو کہ آنحضرت نے آنحضرات کو اپنے ساتھ چادر مین جمع فرما کر دعا کی اور آیہ نازل ہو تو آل عبا مین جناب رسول خدا کا ہونا ضروری ہو پھر جب یہ کہا کہ اہلسنت معتقد عصمت کے خمسۂ آل عبا کے نہین تو انکار رسول خدا کی مطلق عصمت سے بھی یقینی ہو چکا اور عصمت قبل نبوت کی اور بعد نبوت کی سب باطل ہوئی اور انکار پر وہ جو پہلے کہا تھا کہ اہلسنت مطلق عصمت سے انکار نہین کرتے اب سب کھل گیا اور ہرگز گنجائش تاویل کی نہ رہی کیا کہنا ہو این کار از تو آید و مردان چنین کنند کبرت کلمة تخرج من افواههم ایسے شخص کے اسلام کی بہ نسبت متعصبین جو دیندار ہین کیا کہتے ہین اور بس کافی ہو کہ اسی پر جمیع اقوال انکے محمول ہون اور سمجھا جاوے کہ جسقدر انکار انکا شیعون کے اقوال سے ہو وہ سب منوط انکی حمیت مذہب اور عداوت پر ہو اور یہ بھی تعجب کی بات ہو کہ رحمت الہی تو وسیع ہو پھر پیغمبر خدا کے خدمہ سے اسکی نفی کیون کرتے ہین حقیقت تو یہ ہو کہ یہ رحمت خاصہ ہو کہ ہر ایک کو نصیب نہین ہو سکتی ہو ہان رحمت الہی دنیا مین مومن و کافر کے واسطے وسیع ہو اور آخرت کی رحمت مختص اہل ایمان کے ساتھ ہو پھر ہر رحمت کو وسیع کرنا شاہ صاحب کا کام ہو اسی لیے جو چاہتے ہین وہ بہ نسبت خدا اور رسول کے اعتقاد کرتے ہین اور کہتے ہین خدا سے نفی عدل عقلی کی پیغمبر سے نفی عصمت کی ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے ابطال فضائل اور امامت کرتے ہین اور باوجود اس مخالفت کے پھر شیعہ اولی اپنا نام رکھکر امیدوار رحمت آخرت کے ہوتے ہین اور فی الواقع یہ بھی وساوس شیطانی سے ہو کیونکہ وہ بھی روز قیامت حق تعالی کی وسعت رحمت کو جو مومنین گنہگار ان کی بخشش مین مشاہدہ کریگا چاہیگا کہ اپنے تئین بھی شریک رحمت کرے لیکن لاخلاق له ولاتباعه الخارجين عن الولاية بای نی للعنی پھر اس ارادے سے آخرت مین محروم ہونے کے سوا اسے اور اسکے اتباع کو کچھ حاصل نہوگا اور یہ بھی سوا اسکے یہ ہو کہ جیسا شاہ صاحب نے کہا ہو کہ رحمت الہی اس جگہ وسیع ہو تو چاہیے کہ ہر ایک کو شامل ہو سکے اور اس صورت مین ممدوحین کی مدح اصلا آیہ سے مستفاد نہوگی پھر اگر ازواج مراد لیے جائین تو ہمین کیا ضرر پہونچیگا مدح وثنا کا استفادہ اس سے نہ کیا اور اگر عصمت اہل نبوت کی ثابت نہوگی تو جو وہ ازواج مطہرات کی مدح کہتے ہین وہ بھی باطل ہو جائیگی کیونکہ جب تک یہ رحمت خاصہ ہو اور اختصاص اسکا کسی کے ساتھ بذریعہ نصوص ثابت ہو تو وہ مخصوص بالمدح ممدوح ہونگے

اور جب وہ عام ہوئے تو اختصاص مخصوص اُس سے کہاں مراد ہو سکتے ہیں اور جب استفادہ مدح خاص کا نہوا تو اہلبیت
و ازواج کسی کے حق میں مدح کے واسطے نہ مفید سمجھا جائیگا جناب سلطان العلما نے فرمایا ہو کہ خادمہ و جواری کا دخول
آیۂ تطہیر میں خلاف اجماع ہی اور اس سے جو محذور کہ لازم آتا ہی وہ فقط عصمت اہلبیت علیہم السلام کی نفی نہیں ہی بلکہ محذور یہ
کہ اذہاب رجس میں جس معنی سے کہ رجس کی مراد کیے جائیں تو خادمہ و جواری کا دخول لازم آتا ہی اور کاش شاہ صاحب
آیہ کے معنی بیان کیے ہوتے کہ ہم بھی اُس سے مستفید ہوتے کہ کس معنی سے تطہیر خادمہ میں متحقق ہوتی ہی اور اگر انکا اخراج
رحمت واسعہ کو تنگ کرتا ہی تو جو اخبار کہ اہی کے طریقون سے اوپر مذکور ہوئے اُنسے صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر خدا نے
ازواج کو خصوصاً عائشہ کو خارج فرمایا ولا یقول بہ مسلم پھر معلوم ہوا کہ وہ رحمت واسعہ کے بھی قابل نہ تھیں پھر شاہ
صاحب نے کہا ہی کہ اور یہی معنی لغوی کا ارادہ اس وسعت سے اگر مراد نہو تو اس جہت سے نہوگا کہ قرینے جو دلالت کرنے والے
آیات سابقہ و لاحقہ سے ہیں تعیین مراد کرتے ہیں اور عقل بھی تخصیص کرتی ہی اس لفظ کے عرف میں انکے ساتھ کہ جو گھر میں
رہنے والے ہیں لیکن کہیں چلے جانے کا انکا قصد نہو اور تحول و تبدل آئین عادت کی راہ سے جاری نہو مثل اولاد و
ازواج کے نہ خدمتگاران و کنیزان و غلامان کہ انکے واسطے حیثیت تبدل و تحول کی انتقال کے ایک کے ملک سے
دوسرے کے ملک میں اور اعتاق و ہبہ و بیع و اجارہ سے حاصل ہی اور وہ محل انتقال میں ہیں اور تخصیص کسا کے ساتھ
بوقت دلالت ان چند شخصون کی خاص اہلبیت ہونے پر کرتے کہ دوسرا فائدہ اُس تخصیص سے ظاہر نہوتا اور اس
جگہ پر فائدہ اُسکا اس مظنہ کا دفع کرنا ہی کہ یہ اشخاص اہلبیت سے نہ تھے نظر بانیکہ مخاطب ازواج ہیں فقط انتہی وجہ بطلان
ناظرین پر پوشیدہ نہوگا جو کچھ اوپر گذرا اُس سے بخوبی واضح ہو چکا ہی کہ جسے شاہ صاحب نے قرینہ قرار دیا تھا وہ قرینہ
واقعی نہیں ہی اور تعیین جسکی انھون نے کی وہ تعیین بھی انکی غلط فہمی تھی کیونکہ انھین کے محققین نے انکے برخلاف کہا ہی اور
نصوص کی دلالت جو جو انھون نے کہا ہی سبکی مبطل ہی پھر اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہرگاہ برتقدیر تسلیم قرائن سابقہ و لاحقہ
اس مراد کی تعیین پر جو شاہ صاحب کے دل سے پیدا کی ہی دلالت آیہ کی ہو تو پھر کسطرح رحمت واسعہ الہی مبدل تنگی
رحمت کے ساتھ نہوگی اگر کہیں کہ گو اہلبیت اُن سب پر صادق آتا تھا جو گھر میں ہون لیکن ازواج ہی فقط مراد ہیں
اور پھر تنگی رحمت کی نہیں ہوئی تو یہ محض مکابرہ ہی اور اسکا باطل ہونا مثل آفتاب روشن کے سب پر ظاہر ہی اور انکے
وجب اختصاص آیہ میں بحق ازواج رحمت کا تنگ ہونا لازم نہ آئیگا تو ہمارے قول پر جو اختصاص اسکا خمسہ
آل عبا کے لیے کہتے ہیں یہ لزوم کب مسلم ہوگا اور اگر کہیں کہ رحمت کا تنگ ہونا وعدۂ الہی کے موافق عیب
نہیں ہی تو ہمارا بھی جواب انکے پہلے قول سے یہی ہوگا اور جو انھون نے کہا ہی کہ عقل بھی اہی کی تخصیص کرتی ہی
اسکا جواب یہ ہی کہ عقل سلیم تخصیص اُسی کی کرتی ہی جسکی تخصیص نصوص نے کی ہی نہ وہ کہ جو اپنے دل کے موافق کہا جائے
اور مستند وہی ہی جو ہمنے پہلے نصوص نقل کی ہیں اور جو انھون نے کہا ہی کہ نہ خدمتگار اور لونڈی غلام کہ وہ لیاقت تبدل کی

رکھتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ ازواج بھی اسی قبیل سے ہین کیونکہ وہ معرض طلاق مین ہین جیساکہ زید ابن ارقم نے
اسکی گواہی دی ہی اور جب انکے لیے بھی عرضہ طلاق وافتراق کا ہوا تو وہ بھی مثل کنیزان اور خدمتگاران کے ہوئے
اور پھر جب وہ داخل اہلبیت مین نہوے تو وہ بھی اسی طرح ہونگے پھر وہ موید ہمارے قول کے لیے ہوگا نہ تمہارے
قول کے اور جو شاہ صاحب نے تخصیص کسا کا فائدہ یہ کہا ہی کہ وہ اس مظنہ کے دفع کے لیے تھا کہ کوئی گمان نہ
کرے کہ وہ اہلبیت سے نہین یہ بھی خوب بات ہی شاہ صاحب ہی کو یہ مظنہ ہوا ہی اور تو کسی کو انکے اکابر سے اسکا
مظنہ نہین ہوا شائد انہین کے دفع مظنہ کے واسطے انکے زعم مین یہ فعل فرمایا ہوگا والا انکا اہلبیت ہونا تو سب کے
اقرار کے موافق ہی یہان تک کہ شاہ صاحب بھی اسکی تین قسمین کہ گئے ہین پھر یہ مظنہ کس سے تھا جسے دفع فرمایا اور
کہا ہی شاہ صاحب نے کہ عجب ہی کہ باتفاق اہل اسلام کیا شیعہ اور کیا اہلسنت سب حضرات کی تعظیم ازواج
مین لفظ مطہرات کہتے ہین جیساکہ کلام قاضی نور اللہ شوشتری اور کلام ملا عبد اللہ مشہدی اور اور علماؤن کے کلام مین
ہزار جگہ دیکھا گیا ہی اور نہایت ظاہر ہی کہ آیہ سے ماخوذ ہی اور لفظ ازواج مطہرات کا بے شک و ریب و غدغہ انکے
منصفون کی زبان پر جاری ہوتا ہی اگر یقین کہ آیہ تطہیر مشعر تطہیر ازواج کا ہی تو پھر رگ گردن اٹھا کر بحث و جدال مین لگاتے
ہین انعیاذ باللہ انتہی ترجمہ کلامہ اور اسکے جواب مین وہی کہنا مناسب ہی جو جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ شیعون کے
نزدیک لفظ مطہرہ کا کہنا مثل عائشہ و حفصہ کے ممنوع ہی مگر بسبیل تعریض کہتے ہین ورنہ انکے سوا اور ازواج کو جو کہتے ہین
تو اسکی دلیل آیہ مین نہین ہی کیونکہ طہارت عصمت سے عام ہی اور آیہ مذکورہ مین مراد عصمت ہی نہ اطلاق مذکور اور اشتراک
بحسب لفظ مفید نہین ہوتا اور یہ قول مشابہ اس سے ہی کہ کوئی کہے کہ اس آیہ سے مراد ازواج مومنین ہین جو بہشت
مین ہین کیونکہ انکی شان مین حق تعالی نے فرمایا ہی وفیہا ازواج مطہرۃ پھر یہ آیہ دلیل عصمت کی ہوگا اور بھی معارض
ہوگا اسمین سے جو ائمہ معصومین کو ائمہ اطہار اور آل عبا کہتے ہین کہ وہ قرینہ دلالت کرنے والا اسکے اختصاص پر ذریت اطہار کے
ساتھ ہی جیساکہ بعض اوقات مین یہ الفاظ سنیون کی بھی زبان پر جاری ہوجاتے ہین اور دوسرے بڑے تعجب کا
مقام یہ ہی کہ شاہ صاحب اس جگہ پر جو نصوص ہین اور مفسرین کے کلام مین ہین کیا سنی اور کیا شیعہ انکی تصریح موجود ہی کہ
یہ آیہ کریمہ شان آل عبا مین وارد ہوا ہی نظر نہین کرتے اور کثرت کے ساتھ اقرار کے ایک دو روایت وضعی ہین
بعضے مفسرین نے اپنے اپنے نصب و عناد کے باعث سے جو اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ انہین حاصل تھا ذکر کیا نہ
اجماع مفسرین مین جو درباب نزول آیہ بشان اہلبیت ہو اپنی عصبیت سے قدح فرماتے ہین اور اس جگہ لفظ مطہرات کے
اطلاق پر بنسبت ازواج نبی کے دعوے اتفاق اہل اسلام کا کرتے ہین باوصف اسکے کہ اکثر مقام پر کلام اہل اسلام کا اس
اطلاق سے خالی ہی اور اس سے دلیل اسپر لاتے ہین کہ آیہ شان ازواج مین نازل ہوا ساتھ اسکے کہ سب شیعہ تصریح
اسکی کرتے ہین کہ آیہ شان ازواج مین ہرگز نہین نازل ہوا حالانکہ اگر بعض شیعون کا استعمال بعض مقامات مین تہذیب

ناشاد و ثابت نہوگا تو جو تصریح وہ کرتے ہین اُسکے قرینہ سے یہ کہنا اُنکا محمول توسع اور مجاز پر ہوگا کیونکہ وہ سب متفق
ہین کہ ازواج معصومات نہ تھین اور نہ مورد آیہ تطہیر کی تھین پھر اس ذریعہ سے یہ استعمال مجاز ہوگا بلکہ وہ تعرض
جو اُنھون نے کی ہو کہ مصداق اصولیون کے قول کی ہو جو وہ کہتے ہین کہ الاستحال اعم من الحقیقۃ اُنکی راہ سے رگ گردن
کو اُٹھانا اور اُسے مایہ افتخار اپنا جاننا اپنے پاؤن پر آپ تیشہ مارنا ہو کیونکہ خود شاہ صاحب نے اِسی کتاب مین بیشتر
ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان مین لفظ ائمہ اطہار کا استعمال کیا ہو اور بیان بسبب اپنے تعصب کے اُس سے انکار
اختیار کیا ہو اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ یہ نعمت ظاہر ہی کہ آیہ سے ماخوذ ہو ورالا شیعہ آیہ کے بحق ازواج نازل
نہونے پر اتفاق کرتے ہین انتہی سبحان اللہ جملہ علماے شیعہ کی کتب اور اُنکی تصریحات موجود ہین کہ سب کا اتفاق
اسی پر ہو کہ خمسہ آل عبا کے حق مین نازل ہوا ہو ازواج کی شان مین نہین نازل ہوا پھر باوجود ان تصریحات کے بھی
شیعون پر تہمت باندھی جاتی ہو کہ وہ بھی نزول آیہ کے بحق ازواج قائل ہین یہ کمال اعوجاج ہو اور از قبیل تاویل القول
بمالا یرضی بہ قائلہ ہو کاش شاہ صاحب نے یہ بھی افادہ فرمایا ہوتا کہ کون کون علماے شیعہ سے کس کس کتاب مین
اسکا قائل ہوا ہو کہ تا شیعہ اُس سے مستفید ہوتے اور جو اُنھون نے کہا ہی کہ اگر کہین کہ آیہ تطہیر مشعر بہ تطہیر ازواج ہو تو رگ
گردن کو اُٹھا کر بحث و جدال کے ساتھ آویزش کرتے ہین اُسکا جواب یہ ہو کہ منصف پر اس قول کی شناعت پوشیدہ
نہین رہ سکتی اور یہ خود ظاہر ہو کہ جو اپنی عادت ہو وہ شیعون کے واسطے تجویز کرتے ہین کیونکہ یہ اہلسنت کا اعتقاد امر ہی کہ
جو چیز کہ اپر نص قرآن جسکی تفسیر نصوص سید الانس والجان سے موجود ہوا ور مما اتفق علیہ الفریقان سے ہو دلالت کرتا ہو اور
خود اہلسنت اُسے اپنی کتب صحاح مین روایت کرتے ہین جب شیعہ اُس سے احتجاج کرتے ہین تو جنھین نصب و عداوت
زیادہ ہی وہ اپنی رگ گردن کو اُٹھا کر اور خوف خدا و رسول کو دل سے بُھلا کر بحث و جدل کرتے ہین اور شیعہ تو بسبب
اسکے کہ متمسک ثقلین کے ہین جو دامن خدا اور عترت رسول خدا ہی وہ نصوص متفق علیہا سے آویزش کرتے ہین اور مفاد
جادلھم بالتی ہی احسن قول خدا اور رسول سے حجت لاتے ہین اور اہلسنت مکابرہ و جدل کی راہ سے فضائل منصوصہ
انکار کرتے ہین پھر شاہ صاحب نے کہا ہو دوسرے یہ کہ دلالت اس آیہ کی عصمت پر چند بحث پر متبنی ہی ایک یہ کہ
لیذہب عنکم الرجس کا کلمہ ترکیب نحوی مین کیا محل رکھتا ہی یرید کے لیے مفعول لہ ہی یا مفعول بہ ہی دوسرے یہ کہ
اہلبیت سے کیا معنی مراد ہین یعنی کیا چیز لفظ اہلبیت سے مقصود ہی اور رجس سے کیا ارادہ کیا ہو اور تینون مقامون مین
بہت گفتگو ہو کہ بڑی تفسیرون مین دیکھنا چاہیے اور بعد اللتیا والتی اگر لفظ لیذہب مفعول بہ ہی اور اہلبیت بھی
منحصر انھین چار شخصون مین ہین اور مراد رجس سے مطلق گناہ ہو پھر بھی تو دلالت عصمت پر مسلم نہین ہو بلکہ عدم عصمت پر
دلالت کرتا ہو کیونکہ جو چیز کہ ایک ہوا سے نہین ہو سکتا کہ کہے کہ مین چاہتا ہون کہ پاک کرون غایت ما فی الباب یہ ہی
کہ محفوظ ہونا ان چند شخص کا بعد اس ارادے کے متعلق ہونے کے رجس و گناہ سے ثابت ہوتا ہو لیکن وہ بھی

پیشتر کلام محقق طوسی سے اسے ہم ثابت کر چکے ہیں اور بعض افاضل اہلسنت نے بھی شیخ ماتریدیہ سے اپنی کتاب
عصمت الانبیاء میں اسے نقل کیا ہے پس مراد علت تامہ سے استتباع اور عدم انفکاک ہوگا تعبیرا عن اللازم باسم الملزوم
پس مراد اذہاب سے فعل لطف ہوگا کہ حاصل ہو نزدیک اسکے اذہاب رجس نفوس مقدسہ سے اور نظیر اسکی معنی ہدایت
وضلال کے ہیں جنکی نسبت اور اضافت حق تعالیٰ نے اپنے نفس علیا کی طرف فرمائی ہے اپنے قول میں یضل من یشاء ویہدی
من یشاء ساتھ اپنے اس قول کے جو فرمایا ہے من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور اسی جگہ سے ہے جو مولانا طبرسی نے مجمع البیان میں
بعد بیان فرمانے حصر کے جو کلمہ انما سے مستفاد ہوتا ہے فرمایا ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ جب یہ مقرر ہو چکا تو اس سے
خالی نہیں ہو سکتا کہ لفظ ارادہ جو آیت میں وارد ہے وہ یا بمعنی ارادہ محض کے ہو یا ایسے ارادے کے کہ اس کے
تطہیر واذہاب رجس تابع ہو یعنی وہ ارادہ مستتبع تطہیر کا ہو اور وجہ اول یعنی ارادہ مطلق جائز نہیں ہے اسلیے کہ حق تعالیٰ نے
ہر مکلف سے ارادہ مطلق کا ارادہ فرمایا ہے اس میں اختصاص اہلبیت کو اور خلق کی بہ نسبت کیا ہے اور چونکہ یہ قول مدح
وتعظیم کے لیے اہلبیت کے بلا شک وشبہ مقتضی ہے اور ارادہ مجردہ میں کوئی مدح نہیں ہے پس وجہ دوسری
یعنی وہ ارادہ جو مستتبع تطہیر واذہاب رجس ہو ثابت ہوگا اور اسکے ثبوت میں عصمت انکی جو معین ہوں سب قبائح سے
بذریعہ اس آیہ کے ثابت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ سوا انحضرات کے جنھیں شیعہ اہلبیت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں اور
کسی کی عصمت کا قائل نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آیہ مختص انھیں حضرات کے ساتھ ہوگا بسبب باطل ہونے
اسکے تعلق کے انکے غیر کے ساتھ اور مولانا احمد اردبیلی نے اس تقریب کے اتمام میں اور جو فخر الدین رازی وغیرہ کے
قریب سے عوام کو اوہام پیدا ہوتے تھے اسکے دفع کرنے کو اسطرح فرمایا ہے کہ الف ولام کلمہ رجس میں یا جنس کا ہے
یا استغراق کا اور بہر تقدیر وہ عصمت کا افادہ کرتا ہے اور جبکہ رجس کی حقیقت اور اسکی ماہیت اسکی جملہ افراد کے ساتھ
اہلبیت کے مادہ میں منتفی ہو تو مستلزم عصمت کو ہوگا کیونکہ عصمت کے معنی یہی ہیں کہ کوئی فرد ان افراد سے کہ جو
رجس کے ساتھ نام رکھی جائے یعنی جسے رجس کہیں وہ ان میں صادق نہ آئے اور مراد حق تعالیٰ کی اس آیت میں ذہاب
رجس انھیں چند حضرات سے ہے نہ مطلقاً یہانتک کہ وارد ہو نہ ارادہ فرمانا اذہاب رجس کا اور پیغمبروں سے جیسا کہ
رازی نے اسکا زعم کیا ہے فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الذنب المدنس لعرضکم
وہو تعلیل لامرہن ونہیہن علی الاستیناف لذلک عمم الحکم اہل البیت علی النداء او المدح ویطہرکم من المعاصی تطہیرا واستعار الرجس للمعصیۃ والترشیح
بالتطہیر للتنفیر عنہا یعنی حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ نہیں چاہتا ہے خدا مگر یہ کہ لیجائے تم سے رجس کو یعنی اس گناہ کو جو چرک و
خباثت پیدا کرنے والا ہے تمھاری عرض وابرو میں اور وہ تعلیل اسکی ہے کہ امر ونہی انکے واسطے بر سبیل استیناف ہے یعنی
جملہ مستانفہ ہے اور اسی لیے حکم کی تعمیم فرمائی اور اہلبیت منصوب ہے یا اسلیے کہ محل ندا میں منادی واقع ہے یا اسلیے کہ محل
مدح میں ہے اور یطہرکم یعنی پاک کرتا ہے تمکو گناہوں سے جو حق تطہیر پاک کرنے کا ہے اور استعارہ رجس کا معصیت کے ساتھ

اور ترشیح یعنی پانی ٹپکانا ساتھ تطہیر کے اسلیے ہو کہ تا وہ معاصی سے نفرت کریں اور رجس سے دور ہوں اور بعد اسکے کہا ہی وتخصیص الشیعۃ اهل البیت بفاطمۃ وعلی وابنیهما لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاءت فاطمۃ فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم جاء الحسن والحسین فادخلهما فیه ثم قال انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت والاحتجاج بذلک علی عصمتهم وکون اجماعهم حجۃ ضعیف لان التخصیص بهم لا یناسب ما قبل الآیۃ وما بعدها والحدیث یقتضی انهم اهل البیت لا انه لیس غیرهم یعنی شیعوں کی تخصیص کرنی اہلبیت سے جناب فاطمہ زہرا اور حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے ساتھ بسبب اس روایت کے جسمین وارد ہی کہ پیغمبر خدا ایک روز برآمد ہوئے جس حالت مین کہ وہ حضرت چادر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی اوڑھے تھے پس جناب فاطمہ آئین انھین بھی اسمین بٹھایا پھر جناب امیر آئے انکو بھی اسمین بٹھایا پھر حسنین علیہما السلام آئے انھین بھی اسمین بٹھایا بعد اسکے آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور احتجاج شیعہ کا ان حضرات کی عصمت پر کرتے ہین اور انکے اجماع کو حجت جانتے ہین وہ ضعیف ہی کیونکہ تخصیص انکے ساتھ مناسب نہین ہی ماقبل و مابعد آیت کے خلاصہ انتہی ترجمہ کلامہ اور جناب سید سند نے فرمایا ہی اسکے جواب مین کہ جو کچھ کہ اس مفسر نے تفسیر مین ذکر کیا ہی وہ مطابق اسکے ہی جو شیعہ شان نزول آیہ مین کہتے ہین اور تقریر اثبات عصمت مین خضرات کی کرتے ہین کیونکہ رجس کا دفع کرنا جو بمعنی ذنب و دنس کے ہی وہی عصمت ہی پس اس صورت مین قول اسکا کہ اس سے احتجاج شیعون کی عصمت اہلبیت علیہم السلام پر ضعیف ہی خود ضعیف ہی کیونکہ اس مفسر نے خود انکی ایسی تفسیر کی جس سے عصمت لازم ہی اگرچہ زبان سے اسکا انکار کیا اور اسی طرح اس مفسر کا انکار کرنا اس سے کہ اجماع معصومین حجت ہی یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ عصمت کا مقتضا یہ ہی کہ ایک کا بھی قول ان مین سے تنہا حجت ہو پھر اجماع کا انکے حجت ہونا تو بطریق اولی معتبر ہوگا اور اسی طرح وہ بھی قول اسکا ہی کہ شیعون کی تخصیص اہلبیت سے انھین حضرات کے ساتھ قبل و بعد آیہ کے لحاظ سے مناسب نہین ہی کیونکہ یہ اجتہاد نصوص کے مقابلہ مین ہی اور اسلیے کہ ضمیر عنکم جو مذکر ہی وہ مناسب اسکے نہین ہی کہ آیہ کو بحق ازواج مراد لین اگرچہ انکے غیر کے بھی ساتھ کیوں نہو اور ترتیب جو قرآن مین ہی وہ تلاوت کے لیے مفید ہی معانی کے سمجھنے مین اور مراد لینے مین حجت نہین ہی وہ محض حکم تعبدی ہی جیسا کہ انکے علما نے بھی اسکی تصریح کی ہی اور معانی کے سمجھنے مین معتبر ترتیب نزول آیہ کی ہی وقت واحد مین اور سوا اسکے جو اور وجوہ آیات گذر رہین اور جو آیندہ آوینگی وہ اس مفسر کے اقوال کے باطل کرنے کو کافی ہین اور فرمایا ہی کہ بعض فاضل نے شیعون سے اس آیہ کی تفسیر مین بعد ذکر کرنے نصوص کے جو اسمقام پر وارد ہین وجہ استدلال مین کہا ہی کہ ارادہ اذہاب رجس کا جو جمہور کے نزدیک معصیت کے ساتھ مفسر ہی یا وہ ارادہ محض ہی یا وہ ارادہ ہی کہ جسکے لیے حصول اور تحقق مراد کا تابع ہو پہلے کی طرف راہ نہین ہی کیونکہ حق تعالی نے اس ارادے کو ہر مکلف سے ارادہ فرمایا ہی پھر اسکے اختصاص کی اہلبیت کے ساتھ کوئی وجہ نہین ہی اور مقتضی اختصاص کو شوق کلام اور خطاب اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہی

پس متعین معنی ثانی ہین اور شک نہین ہو کہ عصمت نہین ہو مگر طہارت جمیع معاصی اور خطاؤن سے اور جو ہمنے تقریر کی
اُس سے تجھپر ظاہر ہوا ہوگا کہ آیہ بھی دلالت کرتا ہو لفظ اہلبیت کی تخصیص پر ساتھ جناب علی اور جناب سیّدہ اور جناب
حسنین علیہم السلام کے کیونکہ کسی نے امت سے اُنکے غیر کی عصمت کا دعوی نہین کیا اور موئد ہو اس سے وہ حدیث
جسے مسلم نے اپنی صحیح مین اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین اور ابن مغازلی شافعی نے اپنی مناقب مین زید بن ارقم سے
اور ابو سعید خدری سے اور زید بن ثابت سے روایت کی ہو کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ مین تم مین دو بزرگ چیز چھوڑے جاتا ہون
جب تک تم اُنسے متمسک رہوگے میرے بعد گمراہ نہ رہوگے ایک اُنمین سے زیادہ ہو دوسری سے کتاب خدا کی
وہ رسن ہو کہ پھیلائی گئی ہو آسمان سے زمین تک اور میری عترت ہو کہ وہ میرے اہلبیت ہین آگاہ ہو کہ وہ دونون ہرگز جدا
نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہون پس ظاہر ہو کہ اِسمین پیغمبر خدا نے عترت کی تفسیر اہلبیت سے
فرمائی اور حدیث کی دلالت اُنکی عصمت پر بہت واضح ہو اور تحقیق کہ ہمنے اُسے بیان کیا ہو تفسیر مین خداے تعالی کے
قول کی جو اُسنے فرمایا ہو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اور تحقیق کہ ظاہر ہوا باطل ہونا اُسکے قول کا جسنے یہ حکم کیا تھا کہ تخصیص
اہلبیت کی اُنکے ساتھ جنکی ہمنے تخصیص کی تھی ضعیف ہو اور احتجاج آیہ سے اُنکی عصمت پر ضعیف ہو اور انکا اجماع حجت
نہین ہو کیونکہ یہ حکم کرنا اُس کہنے والے کا نہین ہو مگر اس راہ سے کہ اُسکی حدیث مین تتبع کم ہو اور آیہ مین اُسنے تدبر نہین کیا
اور اگر سوچتا اور غور کرتا تو سمجھتا لیکن نصب و عداوت نے اہلبیت کے اُسے تتبع حدیث سے اور غور کرنے سے
آیہ مین باز رکھا انتہی توجہ کلامہ اور جو کچھ مولانا ے طبرسی نے اور اُنکے غیرون نے علما سے فرمایا ہو کہ آیہ تطہیر مقتضی
مدح و تعظیم کو ہو وہ بہت امر صحیح اور واضح ہو کہ اُسکے کمال وضوح کے باعث سے علماے اہلسنت کو بھی انکار کی
مجال اُسمین نہین ہو اور اُنکے بڑون نے بھی مبالغہ تمام اُسمین برام و اقرار کیا ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر نے بھی اپنی صواعق
مین کہا ہو ہذہ الآیۃ منبع فضائل اہل بیت النبوی لاشتمالہا علی غرر من مآثرہم والاعتناء بشانہم حیث ابتدئت بانما المفیدۃ
لحصر ارادتہ فی امرہم علی اذہاب الرجس الذی ہو الاثم او الشک فیما یجب الایمان بہ عنہم و تطہیرہم من سائر الاخلاق
و الاحوال المذمومۃ و سیاتی فی بعض الطرق تحریمہم علی النار وہو فائدۃ ذلک التطہیر و غایتہ اذ منتہی الہام الانابۃ الی اللہ وادامۃ الاعمال الصالحۃ
و من ثم لما ذہبت عنہم الخلافۃ الظاہرۃ لکونہا صارت ملکا و لذا لم تتم للحسن عوضوا عنہا بالخلافۃ الباطنۃ حتی ذہب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمن لا یکون الا منہم
و من تطہیرہم تحریم صدقۃ الفرض بل و النفل علی قول لمالک علیہم لانہا اوساخ الناس یعنی یہ آیہ اہلبیت نبوی کے لیے اُنکی فضیلتون کا منبع ہو واسطے
مشتمل ہونے اُسکی طرح طرح کی فضیلتون پر اُنکے فضائل سے اور اعتقاد و توجہ پر خدا کے ساتھ اُنکی شان کی اِس حیثیت سے
کہ ابتدا اِس آیہ کی بلفظ انما ہو جو مفید اِس سے ہو کہ ارادہ باری کا انحصار اُنکے بارے مین ہو اسلیے کہ دفع کرے رجس کو
اُنسے ایسا رجس کہ وہی گناہ ہو یا شک ہو اُس چیز مین کہ ایمان اُسکے ساتھ واجب ہو اور پاک کرے اُنھین سب اخلاق اور
احوال سے جو بد ہین اور عنقریب بعض طرق حدیث سے آتی ہو وہ چیز جو دلالت کرتی ہو اسپر کہ آگ جہنم کی اُنپر حرام ہو

اور وہ فائدہ اور غایت اس تطہیر کی ہی اور منتہی المام کا یہ ہی کہ ہمیشہ انابت خدا کی طرف اور اوامت اعمال صالحہ کی
انھین حاصل رہے اور اسی جگہ سے ہی کہ جب خلافت ظاہری انسے جاتی رہی بسبب اسکے کہ وہ ملک ہو گیا اور
اسی لیے امام حسن علیہ السلام کے واسطے یہ امر بالتمام نہ حاصل ہوا تو انھین اسکے عوض مین خلافت باطنہ سے عوض
دیا گیا یہان تک کہ ایک قوم کا مذہب یہ ہی کہ قطب اولیا ہر زمانے مین نہین ہوتا مگر انھین سے اور انھین کی بعض تطہیر
یہ ہو کہ صدقہ فرض یعنی زکوۃ انپر حرام کیا گیا بلکہ صدقہ مستحب ہی موافق قول مالک کے انپر حرام ہوا اسلیے کہ وہ صدقہ آدمیون کی
چرک و میل ہی یہان تک کہ شیخ مذکور نے کہا ہو ومن ثم کان للعتمد دخول اہل بیت النسبی فی الآیۃ یعنی اسی جگہ سے معتمد یہ ہوا
کہ اہلبیت نسبی آنحضرت کے داخل آیہ ہون کیونکہ صدقہ انھین پر حرام ہی بعد اسکے شیخ مزبور نے تحقیق مین اصناف صدقہ کے
جو محرم ہین کلام کو طول دیا ہی اور پھر کہا ہی وقیل ازواجہ وھو ضعیف یعنی بعض نے کہا ہی کہ مراد اہلبیت سے جو آیہ مین ہین
ازواج رسول ہین اور وہ قول ضعیف ہی اور پھر ایک کلام کے بعد کہا ہی کہ ختم الآیۃ بالتطہیر المبالغۃ فی وصولہم لاعلاہ و
فی رفع التجوز عنہ وتنوینہ تنوین التعظیم والتکریم ثم اکد صلی اللہ علیہ وآلہ کلہ بتکریر طلب ما فی الآیۃ لہم بقولہ اللھم ہولاء اہل بیتی الی آخر ما مر و
ادخالہ نفسہ معہم فی العد لتعود علیہم برکۃ اندراجہم فی سلکہ بل فی روایۃ انہ ادرج معہم جبرئیل و میکائیل اشارۃ الی علو قدرہم واکدہا ایضا
بطلب الصلوات علیہم بقولہ فاجعل صلواتک الی آخر ما مر واکدہ ایضا بقولہ انا حرب لمن حاربکم الی آخر ما مر ایضا وفی روایۃ انہ قال بعد ذلک
الا من اذی قرابتی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ وفی اخری والذی نفسی بیدہ لا یؤمن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوی قرابتی فاقامہم مقام نفسہ ثم
ثم انہ صلعم قال انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی والحقوا بہم ایضا فی قصۃ المباہلۃ فی قولہ تعالی فقل تعالوا
ندع ابناءنا وابناءکم الآیۃ ہولاء ہم اصحاب الکساء فہم المراد فی آیۃ المباہلۃ کما انہم من جملۃ المراد بآیۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس
فالمراد باہل البیت فیہا وفی کل ما جاء فی فضلہم او فضل الآل او فضل ذوی القربی جمیع آلہ وہم مؤمنو بنی ہاشم والمطلب انتہی کلامہ یعنی ختم فرمایا خدا نے آیہ کو
تطہیر کے ساتھ واسطے مبالغہ فرمانے کے انکے پہونچنے مین اعلی مرتبہ تطہیر تک اور تجوز و تسامح کے رفع کرنے کو اس سے اور پھر اس لفظ
تطہیر کو تنوین تعظیم و تکریم سے اعراب دیا تا انکی تعظیم و تکریم سب پر ظاہر ہو اور اسکے بعد پیغمبر خدا نے جو جو کچھ کہ آیہ مین تھا
اس مضمون کو موکد فرمایا دعا فرما کر اہلبیت کے لیے اپنے قول سے اللھم ہولاء اہل بیتی الخ اور خود اپنے نفس کو انکے ساتھ
ہمشمار کرایا تاکہ برکت اندراج کی انکے اوپر عود کرے بلکہ بعض روایت مین ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جبرئیل اور میکائیل کو بھی انکے ساتھ ردا مین داخل فرمایا اور یہ رتبہ بلند انکی طرف اشارہ ہی اور بھی موکد فرمایا صلوات
کی طلب کرنے سے انکے اوپر بقولہ فاجعل صلواتک الخ اور بھی موکد فرمایا اپنے قول سے کہ مین دشمن ہون اور لڑنے والا
ہون اس سے جو تمسے لڑے الخ اور روایت مین ہی کہ بعد اسکے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ جسنے اذیت پہونچائی میرے قرابت دارون کو
اور یگانون کو اسنے مجھے اذیت پہونچائی اور جسنے مجھے اذیت پہونچائی اسنے خدا کو اذیت پہونچائی اور دوسری روایت
مین ہی کہ فرمایا قسم ہو مجھے اسکی جسکے دست قدرت مین میری جان ہی کہ کوئی بندہ میرے ساتھ ایمان نہین لاتا جب تک

maablib.org

اگر مجھسے محبت نہ رکھے اور دوست نہیں رکھتا مجھے جب تک کہ میرے قرابتمندون کو نہ دوست رکھے پس اِن
احکام مقام اپنی ذات کے فرمایا اور اسی جگہ سے صحیح ہوا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین تم مین دو چیزین بہت بھاری چھوڑتا ہون
جب تک تم اُنسے متمسک ہوگے گمراہ نہوگے کتاب خدا اور عترت میری اور نہین قصہ مباہلہ مین لاحق فرمایا جو قول خدا
مین ہو فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الآیہ اور یہی بزرگوار جو شریک مباہلہ تھے وہی اصحاب کسا ہین پس وہی مراد آیہ
مباہلہ مین ہین جیسا کہ وہی مراد آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس کی ہین پس مراد اہلبیت سے اُس آیت مین اور جہان
اُنکی فضیلت مین یا آل کی فضیلت یا ذوی القربی کی فضیلت مین حدیث وارد ہو جمیع آل پیغمبر خدا کی ہی اور وہ وہ
اشخاص ہین جنھون نے بنی ہاشم او بنی عبد المطلب سے ایمان کو اختیار کیا اور مومنین ہین انتہی ترجمہ کلامہ اور یہ
کلام شیخ اہلسنت کا دلالت صاف تخصیص پر کرتا ہی نہ تعمیم پر کیونکہ نہ ہر شخص آنحضرت کے قبیلہ سے جو بنی ہاشم اور
بنی عبد المطلب سے ہین اور نہ ازواج سے صلاحیت اسکی رکھتے ہین کہ اُنسے تمسک کیا جاے اور خود انھون نے کہا ہی اور
احادیث مین حث و ترغیب تمسک پر ہی اہلبیت کے ساتھ اشارہ کرنے کو اوپر اِس بات کے کہ اُن حضرات کا وجود
قیامت تک باقی رہیگا منقطع نہوگا جیسا کہ قرآن باقی رہیگا اور ہمیشہ اہل ایمان کو چاہیے کہ دونون سے تمسک کرتا رہے
جیسا کہ شیخ مذکور نے تصریح کی ہو کہ ہمیشہ ہر زمانے مین ایک اُنسے قطب الاولیا ہوتا رہتا ہی اور ازواج مین یہ بات
کسطرح ہوسکتی ہی کیونکہ وہ سب اِس عالم سے بذریعہ وفات نقل کر گئین کوئی دائم البقا نہین اور سوا اسکے بعض اُنسے جناب
علی ابن ابیطالب سے لڑین اور یقینی اُنسے لڑنے والا محارب پیغمبر خدا کے ساتھ ہی جیسا کہ شیخ ابن حجر نے خود یہ روایت
نقل کی ہی اور یہ بہت قرینہ واضحہ ہی کہ مراد اُس سے غیر ازواج ہین اور جسنے تتبع احادیث کا کیا ہی اُسپر یہ بات پوشیدہ نہین
ہوسکتی کہ لفظ اہلبیت کا استعمال احادیث مین اہلبیت نبوت کے حق مین ہی نہ حق ازواج بلکہ فضلاے اہلسنت کے بھی
کلام مین یہ بات موجود ہی کہ جب فضائل کو لکھتے ہین تو فضائل ازواج کے علٰحدہ لکھتے ہین اور اہلبیت کے فضائل جدا
لکھتے ہین پھر یہ بات بہت انصاف و غور کے لائق ہی هذا ید لا تلتفت یمینا و شمالا اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے
کہ شاہ صاحب اِس جگہ اپنے کلام مین بہت اجمال کو کام مین لاے ہین تا کہ اُنکے شبہے عوام کی نظر مین زیادہ رونق پذیر
ہون لیکن علماے فریقین کی نظر مین وجوہ دلالت آیہ کے یقینی مستحکم و مبرہن اور اُنکے شبہات اوہن من بیت العنکبوت ہین
اور بہت قریب انشاء اللہ اُنکے شبہون کو ہم بتفصیل دفع کرتے ہین لیکن جو اُنھون نے کہا ہی کہ اِس آیہ کی دلالت عصمت پر
چند بحثون پر مبنی ہی ایک یہ کہ لیذہب عنکم الرجس نحوی ترکیب مین کیا محل رکھتا ہی یرید جو فعل مضارع ہی اسکا مفعول ہی یا
مفعول لہ ہی اور اسکے بعد جو انھون نے اشعار تنزل مین بہ تسلیم کرنے سے دوسرے احتمال کے یعنی مفعول لہ ہونے سے
کیا ہی پس وہ مخدوش ہی ساتھ اسکے کہ ترکیب نحوی اِس جگہ جاے تشکیک نہین ہی اور دونون احتمال صحیح ہین اور کوئی
اُن دونون سے افادہ مقصود شیعہ مین مخل نہین اگرچہ شاہ صاحب نے شک مین ڈال کر مردم کو محتاج رجوع کرنے کا

بڑی تفسیرون کی طرف کیا ہی حالانکہ سب سے بڑی تفسیر کبیر امام المشککین کی انکے اہلیین وان مباحث کی تحقیق سے خالی ہے
اور اور مفسرین اہلسنت کی بھی تفسیرین اس آیہ کی ذیل مین ان مدارج کی تحقیق سے قاصر ہین اور سب نے اہمال و اجمال
کیا ہی اور تحقیق حال اور تفصیل اس اجمال کی اسطرح ہی کہ ہم پہلے شق ثانی کو اختیار کر کے کہتے ہین کہ لیذہب عنکم الرجس ترکیب
نحوی کی راہ سے مقام مفعول بہ کار کہتا ہی اور لام جو اسمین ہی وہ ایسے مقامات مین موافق تصریح صنادید علماے ادب
و عربیہ جائز ہی کہ بنا بر مزید تاکید اور اہتمام زائد کے ہو پس الغرض بلا تکلف حرف انکے مقدر ہونے کے ساتھ بتاویل
مصدر ماول اور مفعول بہ واقع ہوگا جیسا کہ فاضل فیروزآبادی نے قاموس مین تصریح کی ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ لام جو
آخر اسم مین جر یعنی زیر پیدا کرتا ہی اور اسے لام جارہ کہتے ہین وہ بائیس معنون پر آتا ہی استحقاق کے لیے جیسے الحمد للہ
مین ہی اور اسی طرح گنتی گنتی کہا ہی والتوکید وھی اللام الزائدۃ کما فی قولہ تعالی نزاعۃ للشوی یعنی اور تاکید کے لیے آتا ہی
اور وہ لام زائدہ ہی جیسا کہ حق تعالی کے قول مین ہی نزاعۃ للشوی اور فرمایا ہی یرید اللہ لیبین لکم ای یرید اللہ
ان یبین لکم اور فاضل طریحی مرحوم نے مجمع البحرین مین لام جارہ کے وجوہ مین فرمایا ہی واختلف فی قولہ تعالی لیبین
لکم فقیل انھا زائدۃ وقیل انھا للتعلیل کہ قول ہمارے تعالی مین جو فرمایا ہی لیبین لکم اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین
کہ لام زائدہ ہی اور بعض نے کہا ہی کہ لام تعلیل ہی اور پہلے احتمال کو جو بیان مین فاضل مرحوم نے مقدم فرمایا اسمین
اشعار اسکا ہی کہ وہ راجح ہی اور فاضل زمخشری کا کلام اگرچہ اس آیہ کی ذیل مین مشعر اس سے ہی کہ وہ لام تعلیل ہی لیکن جہان
اسنے تفسیر یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کی ہی اسمین پھر اسی تصریح کی ہی کہ جس سے پھر شک وشبہ اسکا باقی نہین
رہ جاتا اور تعیین حاصل ہوتا ہی کہ وہ لام زائدہ ہی کیونکہ وہان کلام اسکا یہ ہی کہ کہا ہی اصلہ یریدون ان یطفؤا کما جاء فی سورۃ
براءۃ وکان ھذہ اللام زیدت مع فعل الارادۃ تاکیدا لہ لما فیھا من معنی الارادۃ کما فی قولک جئتک لاکرامک کما زیدت
اللام فی لا اباک تاکید المعنی الاضافۃ فی لا اباک یعنی اصل اسکی اسکی یریدون ان یطفؤا ہی جیسا کہ سورۂ برات مین آیا ہی اور
گویا یہ لام زیادہ کیا گیا ساتھ فعل ارادہ کے واسطے تاکید کرنے اسکے جو اسمین ارادہ کے معنی ہین جیسا کہ تیرے قول
مین ہی کہ آیا ہون مین تیرے یہان تیرے اکرام کے واسطے جیسا کہ زیادہ کیا گیا لام لا اباک مین تاکید کے لیے
معنی اضافت کے جو لا اباک مین ہی اور واقعی اس تصریح کے بعد کوئی شک نہین ہی کہ لام زائدہ ہی کہ جو تاکید
کے لیے آتا ہی اور بر تقدیر تنزل کہتے ہین کہ ممکن ہی کہ لام تعلیل ہو جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہی انما یرید اللہ لیذھب عنکم
الرجس ھو تعلیل لامرھن ونھیھن علی الاستیناف ولذلک عمم الحکم اھل البیت اور یہ احتمال اگرچہ مرجوح ہی اور خود اسی فاضل نے
آیہ یریدون لیطفؤا نور اللہ کی تفسیر مین کہا ہی ای یریدون ان یطفؤا واللام مزیدۃ لما فیھا من معنی الارادۃ تاکیدا لہا کما زیدت لما
فیھا من معنی الاضافۃ تاکیدا لہا فی لا اباک او یریدون الافتراء اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ دونون آیتین ایک سلک مین
منسلک ہین لیکن ہمارے واسطے دوسرے احتمال کو متعین کیا ہی منصف دیکھنے کے بعد سمجھ لیگا کہ ایک بام دو ہوا

maablib.org

نہین ہوسکتی اگر ارادے کے معنی پر مشتمل ہونے سے لام زائدہ تاکید کے لیے وہان ہو تو یہان بھی احتمال یعنی ارادے کا ہے
بیان تعلیل کی کیا ضرورت ہو وہی لام زائدہ تاکید کے لیے ہونا چاہیے مگر انکی غرض بیان تعلیل کی تاویل کی یہ ہو کہ تا
اس وسیلہ کے ذریعہ سے آیات سابقہ کے ساتھ ربط حاصل کرین اور اس آیہ کو ازواج کی شان مین اگرچہ انکے غیر کے
ساتھ بھی ہو داخل کرین کیونکہ بنا بر انکی تقریر کے کلام کی تقدیر اسطرح ہو گی کہ انما یرید اللہ امرھن ونہیھن لیذھب عنکم
الرجس لیکن تعلیل کا احتمال بھی ہمارے مطلب کے منافی نہین ہو کیونکہ جب تقدیر پر بنا ہو تو دروازہ تقدیر کا کشادہ ہو
اور اس سے اختصاص انھی سے نہین ہو جو انکے زعم مین ہو بلکہ ہم بھی کہینگے کہ تقدیر انکی یہ ہو کہ انما یرید اللہ ما یرید من الالطاف
العاصمہ لیذھب منکم الرجس ای المعاصی ویطھرکم تطھیرا بلکہ یہ ظاہر ہو خصوصًا نصوص شان نزول کے قرینہ سے پس کلام مین
استیناف عصمت کے بیان کا ہو اہل نبوت کے لیے خصوصًا انکے لیے جو گھر مین رہنے والے ہین ازواج وخدام سے
کہ نہین نہ عصمت کی قابلیت ہو نہ کوئی انکی عصمت کا قائل ہوا ہو اور اسی جہت سے بعض ہمارے مفسرین بھی
احتمال تعلیل کو جائز رکھتے ہین جیسا کہ مولٰنائے طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہو قولہ لیذھب اللام یتعلق بمحذوف
والتقدیرہ وارادتہ لیذھب ویجوز ان یتعلق بیرید اور مولٰنا احمد اردبیلی سے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہو کہ انھون نے کہا ہو
فی قولہ ما یرید لیجعل علیکم ولکن یرید لیطھرکم ان اللام للعلۃ فمفعول یرید محذوف وھو کما مر فی الموضعین قیل زائدۃ ولیجعل ولیطھرکم مفعولہ
التقدیر ان یجعل وان یطھرکم ولیس فیہ قصور وضعف لان لا تقدیر بعد اللام المزیدۃ کما قالہ البیضاوی لان الشیخ المحقق الرضی قدس
سرہ قال فی شرح الکافیۃ وکذا اللام الزائدۃ فی لا اباللک عند سیبویہ وکذا اللام المقدرۃ بعدھا ان بعد فعل الامر والارادۃ کقولہ
تعالی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین علی انہ قال البیضاوی ایضا فی تفسیر قولہ تعالی یرید اللہ لیبین لکم ان یبین مفعول
یرید واللام مزیدۃ لتاکید معنی الاستقبال اللازم للارادۃ وھل ھذا الا تناقض یعنی جو حق تعالی نے فرمایا ہو کہ
ما یرید لیجعل علیکم ولکن یرید لیطھرکم اسمین لام تعلیل کا ہو پس یرید کا مفعول محذوف ہوگا اور وہی بات دونون
مقامون پر ہو یعنی آیہ تطہیر مین بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اور بعضون نے کہا ہو کہ یہ لام زائدہ ہو اور مفعول یرید کا لیجعل و
لیطھرکم ہو اور تقدیر اسکی ان یجعل وان یطھرکم ہو اور اسمین کوئی قصور اور ضعف نہین ہو کیونکہ حرف ان لام زائدہ کے بعد
مقدر نہین ہوتا جیسا کہ بیضاوی نے کہا ہو اسواسطے کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے شرح کافیہ مین فرمایا ہو کہ اسی طرح لام زائدہ
لا اباللک مین ہو نزدیک سیبویہ کے جو نحوی تھا اور اسی طرح لام جو مقدر ہوتا ہو اسکے بعد ان بعد فعل امر اور ارادے کے
جیسا کہ حق تعالی کا قول ہو وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین علاوہ اسکے کہ پھر فاضل بیضاوی نے تفسیر کرنے مین
یرید اللہ لیبین لکم مین کہا ہو ان یبین مفعول ہو یرید کا اور لام مزید تاکید معنی استقبال کے لیے ہو جو ارادے کے واسطے
لازم ہو اور ظاہر ہو کہ اسمین تناقض ہو کیونکہ ایک جگہ تو کہا کہ لام مزید کے بعد ان مقدر نہین ہوتا اور دوسری جگہ پھر کہا کہ
یہان لام مزید ہو اور ان مقدر ہو فافھم پھر شاہ صاحب نے جو کہا ہو کہ معنی اہلبیت کے اس آیہ مین کیا ہونگے اسکا جواب

یہ ہی کہ مراد اہلبیت سے اہلبیت نبوت ہین نہ سوا انکے جو پیشتر ہم مفصل کہہ آئے اور ثابت کر آئے کہ ازواج وخدام
کسی طرح مراد نہین ہو سکتے پھر ازواج کو اس سے بالکل بہرہ نہین ہو سکتا اور جو انھون نے کہا ہی کہ رجس سے کیا
ارادہ لیا جائیگا کہ ان تینون مقامون مین بڑی تفسیرون مین بہت گفتگو ہی دیکھنا چاہیے اسکا جواب یہ ہی کہ بڑی
تفسیرین بھی دیکھی گئین ان مباحث مین ایسی چیز جو توجہ وعتنا کے لائق ہو سوا مویدات کے اور کچھ نہین دیکھی گئی
اور جو کچھ ہم پہلے نقل کر چکے ہین اُس سے اسی کی تصدیق ہوتی ہی کہ فریقین کی تفسیرون سے واضح ہی کہ رجس سے
مراد گناہ ہی تفسیر بیضاوی سے جو قول کہ پیشتر نقل ہوا ہی اُس سے لائح ہو چکا کہ مراد رجس سے ذنب مدنس ہی اور
جار اللہ زمخشری نے کشاف مین کہا ہی واستعار للذنوب الرجس وللتقوی الطہر لان عرض المقترف للمقبحات یتلوث
ویتدنس کما یتلوث بدنہ بالانجاس یعنی حق تعالی نے جو ستعار لیا گناہون سے بہ رجس اور تقوے سے بہ طہر فرمایا اسلیے ہی کہ
آبرو گناہ کرنے والے کا چرک آلود ہو جاتا ہی جسطرح بدن اسکا نجاسات سے آلودہ ہوتا ہی اسی طرح امام اہلسنت
فخر رازی نے بھی تفسیر کبیر مین رجس کو معصیت تفسیر کیا ہی جیسا کہ کہا ہی لیذہب عنکم الرجس ای یزیل عنکم الذنوب
ویطہرکم ای یلبسکم خلع الکرامۃ اور فاضل نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا ہی استعار للذنوب الرجس وللتقوی التطہیر اور جناب
سید سند نے صاحب مجمل اللغت سے نقل فرمائی ہی کہ کہا اسنے التطہیر ہو التنزیہ عن کل اثم وقبیح اور اسی طرح
راغب صفہانی سے نقل فرمائی ہو کہ اُسنے کہا التطہیر یقال فی الاجسام والاخلاق والافعال جمیعا قال اللہ تعالی وثیابک
فطہر ای ازل عنہا الاوساخ وقال انما یرید اللہ ومعلوم انہ لم یرد التطہیر عن النجاسۃ فی الثوب والبدن وانما اراد تطہیر النفس
الذی بہ المدح اور جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ تخصیص رجس کا احتمال شرک وکبائر وفواحش کے ساتھ
جیسا کہ روزبہان نے یہان پیدا کیا ہی یا اسکی تخصیص بعض کبائر کے ساتھ مثل زنا کے کمال تحکم وبے حیائی ہی کیونکہ
رجس عام ہی بسبب اسکے کہ آیہ مورد مدح مین وارد ہوا ہی اور اذہاب شرک مین یا بعض کبائر کے دور کرنے مین
کوئی مدح نہین ہی دمعنا کونسا کبیرہ زیادہ اس سے ہو سکتا ہی کہ نفس رسول سے محاربہ کرے اور مفرد جو محلی لام کے
ساتھ ہو وہ اگرچہ استغراق کے معنی کو مفید نہو لیکن جب قرینہ لازم عہد ہونے کا نہو تو عموم کا افادہ کرتا ہی تاکہ افادہ سے
کلام ساقط نہو جیسا کہ قول خدا تعالی مین ہو احل اللہ البیع وحرم الربوا پس ضرور ہی کہ محمول عموم پر ہو انتہی توجیہ
کلامہ رحمہ اللہ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی بعد اللتیا والتی کہ اگر لیذہب مفعول بہ ہو اور اہلبیت بھی منحصر نہین
چار شخصون مین ہون اور مراد رجس سے مطلق گناہ ہو جب بھی تو آیہ کی دلالت عصمت پر مسلم نہین ہی اسکا جواب یہ ہی
لیذہب کا مفعول بہ ہونا واضح ہی جیسا ہم اسے بہت توضیح کے ساتھ ثابت کر آئے اور مفعول لہ ہونا بھی شیعون
کو مضر نہین ہی جیسا کہ اسکی طرف بھی ہم اشارہ کر آئے اور اہلبیت کا منحصر ہونا پانچ شخصون مین نہ چار مین اور اسی طرح
رجس سے مراد مطلق گناہ کا ہونا ہم سب بہ دلیل ثابت کر آئے پھر جو کچھ کہ ہمنے بہ دلیل ثابت کر دیا اُسے تسلیم نہ کرنا

سبب اسکے کہ انکے مقدمات مین قدح کرکے نہ تسلیم کرین کیا معنی سوا اسکے کہ مکابرہ وجحد کی راہ اختیار کرین اور اس راہ سے جو کوئی تسلیم نہ کرے تو اُسے ہمارے مذہب کی حقیقت کو مضرت نہین جیسا کہ اور جاحدین ومنکرین کے انکار الوہیت سے بعد اتمام دلیل کوئی اہل اسلام کو نقصان نہین عاید ہوتا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ بلکہ دلالت آیہ کی عدم عصمت پر ہے کیونکہ جو چیز کہ پاک ہے اُسے نہین کہہ سکتے کہ ہم چاہتے ہین پاک کرین غایت ما فی الباب محفوظ ہونا ان چند اشخاص کا بعد تعلق اس ارادے کے رجس وگناہ سے ثابت ہوتا ہے لیکن وہ بھی بنا بر اصول اہلسنت کے اسکا جواب یہ ہے کہ محفوظ ہونے کے معنی بحسب اصول اہلسنت قریب معنی عدالت کے ہین اور اسی جگہ سے ہے جو فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ ذہاب رجس عدالت مین بھی متصور ہے اور عصمت کو لازم نہین اور یہ معلوم ہے کہ الف اور لام رجس کا یا لام جنس ہے یا لام استغراق ہے اور بہر تقدیر جمیع اصناف رجس کی نفی لازم آتی ہے اور یہی معنی عصمت کے ہین پھر اگر کوئی کہے کہ جس تقدیر مین کہ لام جنس کا قرار دیا جاے تو ماہیت کی نفی البتہ لازم آتی ہے اور جس صورت مین کہ اُسے لام استغراق کہین تو سلب موجبہ کلیہ کے سور پر وارد ہوگا اور وہ سلب ایجاب کلی کے معنون کا مفید ہوگا جو سلب جزئی کا مساوق ہے نہ مستلزم سلب کلی کا تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ پہلے لام لام جنس مین معنی حقیقت ہے پھر غیر کی طرف اُسکے بلاضرورت اُسے کیون پھیرین دوسرے یہ کہ یہ تقریر بنا بر قوانین منطق کے ہے والا عرف مین یہ فرق نہین ہے اور قرآن موافق محاورات عرفیہ کے ہے علاوہ اسکے ایک اور وجہ بھی جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین فرمائی ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ اگر کہا جاے کہ رجس لفظ مفرد ہے اور معرف باللام ہے اور اپنے مقام پر مقرر ہے کہ مفرد جو محلی باللام ہو وہ استغراق کا فائدہ نہین دیتا پھر کیون یہ جائز نہوا کہ معنی اس آیہ کے اذہاب بعض گناہون کا ہو انحضرات سے اور جب یہ ہوا تو اب اس آیہ سے عصمت کا ثبوت نہین ہو سکتا تو ہم کہینگے کہ یہ تو نے پہچانا ہے کہ آیہ تعظیم اہلبیت مین اور اُنکی شان کے بڑھانے مین وارد ہوا ہے اور جو ایک گناہ کا فقط ارتکاب نہو اور اُسکے ساتھ اس گناہ کے سوا اور سب گناہون کا صادر ہونا جائز ہو تو کوئی تعظیم کے قابل بات نہین ہے اور بھی لام جب عہد کا نہو تو ضرور ہے کہ عموم کا افادہ کرے تاکہ کلام افادہ سے ساقط نہو جاے اور یہ ایسا ہے کہ جسطرح حق تعالی نے فرمایا ہے احل اللہ البیع وحرم الربوا اور اس جگہ بھی اسی طرح ہے پس محمول عموم پر ہوگا اور یہ وجہ بھی بہت متین ہے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ نہ اصول شیعہ کے موافق کیونکہ مراد الہی کا واقع ہونا اُسکے ارادے کے موافق اُنکے نزدیک لازم نہین ہے بہت سی چیزین ہین کہ حق تعالی ارادہ فرماتا ہے اور شیطان و بنی آدم اُسے واقع نہین ہونے دیتے جیسا کہ الہٰیات مین گذرا بالجملہ اگر عصمت کا ارادہ منظور ہوتا تو فرماتا ان اللہ اذہب عنکم الرجس اہل البیت وطہرکم تطہیرا اور یہ بہت ظاہر ہے کہ کند ذہن بھی سمجھتے ہین اُسے جو تیز راے ہین انھین سمجھنے کو کیا چاہیے انتہی ترجمہ کلامہ پہلے منصفین پر شاہ صاحب کی زکاوت ثابت کرنی چاہیے کہ وہ لائق غور ہے جیسا کہ ہم پیشتر بھی اسے کہ آے ہین جہان انھون نے مطلق آل عبا سے عصمت

انکار کیا تھا اب یہ دوسری خطا انکی ہے کیونکہ نصوص سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بھی اِس
آیہ کی مصداق میں داخل ہیں بلکہ جبرئیل و میکائیل بھی اہل میں ہیں جیسا کہ شیخ ابن حجر کی روایت سے بھی ظاہر
ہو چکا ہے پھر طعن شاہ صاحب کی انحضرات پر بھی رجوع کرتی ہے اور شاید جناب معصومین کی جو اپنے قول میں تخصیص
کرتے تھے وہ اسی امر کے احتراز کے واسطے ہو لیکن جب ارادہ مشترک ہے تو تخصیص کا پھر کیا فائدہ ہے جب وہ حضرات
مصداق آیہ ہیں تو ارادہ میں بھی اُنکے شریک ہونگے پھر شاہ صاحب کے زعم کے موافق ملائکہ اور پیغمبر خدا جو بہترین
انبیا ہیں چاہیے کہ رجس محظور سے محفوظ نہ ہوں اور اگر کوئی منافق انہیں کے محاورات پر کہے کہ یہ آیہ عدم عصمت
نبی آخر الزمان اور ملائکہ مقربین پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو پاک ہوئے نہیں کہہ سکتے کہ پاک کرنا چاہتے ہیں تو پھر اسکا
کیا جواب ہوگا پناہ بخدا ایسے تعصب سے جو ایسی باتیں کہلاوے کہ اس سے کیسی کیسی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں نہ
خیال انجام بینی ہے کہ اس کہنے سے علما اور اذکیا کی نظر میں کیا بات ثابت ہوگی نہ لحاظ دین کا ہے کہ کن کی نسبت کیا
کہتے ہیں نہ مخالفت علما کا اپنے خیال ہے کہ وہ گواہی عصمت کی دے چکے ہیں اب ہمارے انکار سے سوائے اظہار
تعصب کیا فائدہ ہوگا ہاں چونکہ حضرات اہلسنت بعثت سے پہلے پیغمبروں کو گناہ کبیرہ سے بھی محفوظ نہیں جانتے
تو تعجب نہیں کہ شاہ صاحب نے اس امر شنیع کا التزام فرمایا ہو کہ اصول اہلسنت کے موافق اسمیں کچھ ڈر نہیں لیکن مشکل
تو یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ تو بعد بعثت چند برس کے بعد نازل ہوا ہے پھر اب چاہیے کہ اسوقت تک العیاذ باللہ رجس کذائی
انحضرت میں موجود ہو کیونکہ نفی و اثبات کا مورد لا محالہ ایک ہے پھر جو تم اسکا جواب دوگے وہ ہم اسکا جواب دینگے دوسرے
جو شاہ صاحب نے کہا ہے اور بحث ارادے کو یہان دخل دیا ہے اور حوالہ اسکا مبحث الٰہیات کے کیا ہے پھر اسکا جواب تو
صوارم میں جناب غفران مآب نے دیا ہے اور ہم بھی کتاب الٰہیات میں لکھ آئے ہیں لیکن بعنوان دیگر بطور مجمل بیان کیے
کرتے ہیں کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر خدا کو اظہار عصمت انکا منظور ہوتا تو فرماتا ان اللہ اذھب عنکم الخ یہ امر
واضح البطلان متدبر خبیر پر ہے اور اسکی ضرورت کیا ہے کہ حق تعالیٰ اذھب اللہ فرماتا حق تعالیٰ کا ارادہ شیعوں کے اصول کے
موافق اس مطلب کے افادہ کے واسطے کافی و شافی ہے کیونکہ تحقیق مقام یہ ہے کہ خداوند عالم کا ارادہ جو خود اسکے افعال کے
ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ متکلمین کے نزدیک عبارت ہے نفس علم سے جو متعلق بمصلحت ہو اور داعی فعل اسی کو کہتے ہیں پس
جبکہ اسکا ارادہ اذہاب رجس کے ساتھ کہ فعل خاص خدا کا ہے بنا بر اسکے کہ مذہب مفعول بہ ہو جیسا کہ ظاہر ہے یا الطاف
عاصمہ کے ساتھ جیسا کہ اُنکی تقدیر بھی واضح ہے جبکہ لام کو تعلیل کے معنی پر موافق نصوص نبوی کے لیں لیکن کہ وہ بھی
خدا کا فعل ہے اور اذہاب سے مراد بھی گویا یہی ہے متعلق ہوا تو لا محالہ مصلحت کا متحقق ہونا اسمیں ثابت ہوا اور یہ ظاہر ہے
کہ حکیم مصلحت کو مہمل نہیں چھوڑتا پھر ضرور ہے کہ اذہاب رجس کا عمل میں آیا ہو اور اب اس صورت میں جو تمہید میں
مذکور ہوئی مراد حق تعالیٰ کی اسکے ارادے سے متخلف نہیں ہو سکتی اور یہ عدم تخلف اس راہ سے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ

بجبر و اضطرار کی راہ سے خلاف اسکے نہین ہو سکتا بلکہ حکمت و مصلحت کی مراعات کی راہ سے حکیم کا فعل مصلحت سے
خالی نہین ہوتا اور شیعون کے محدثین کے نزدیک ارادہ عبارت نفس فعل و ایجاد سے ہی اور اس تقدیر مین بھی بنابر
اصول حدیث شیعہ کے مراد کا تخلف ارادے سے نہین ہو سکتا کیونکہ بس تقدیر مین ارادے کے معنی ایجاد کرنا ہی ہونگے
اور ایجاد اس وجود سے جو اسکی مطاوع ہی تخلف نہین ہو سکتا اور یہ امر حق تعالی سے بالنسبت بندون کے افعال کے
صحیح نہین ہی مگر اس مشیت مین جو حد الجا کو پہونچے اور وہ یہان منتفی ہی بلکہ ارادہ اور دوسرے معانی سے ایسے مقامات پر
استعمال مین آتا ہی کہ افعال عباد کی بہ نسبت اسکا تحقق متصور ہی اور ایجاد کے معنی اس جگہ متصور نہین ہو سکتے کیونکہ جبر نہین ہی
اور منجملہ ان معانی کے جو افعال عباد مین انکا تحقق متصور ہی محبت ہی اور محبوبیت ہی اور طلب ہی اور مطلوبیت ہی اور اذن ہی
اور رضا ہی اور علم ہی اور اہمال ہی اور لطف ہی اور جو اسکے مثل ہین اور یہ سب معانی اپنے دل سے بنائے نہین بلکہ وہ سب
بعض احادیث مین ماثور ہین جناب سید سند نے زید بن عمر سے کہ انسے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی
کہ انجناب سے سوال کیا کہ آیا خدا کے واسطے مشیت و ارادہ ہی اسکے جواب مین فرمایا کہ لیکن طاعات پس انمین ارادہ
خدا کا اور مشیت اسکی یہ ہی کہ اسکے لیے حکم فرماوے اور اسکے بجالانے سے راضی ہو اور اسکے عمل کرنے پر اعانت
فرماوے اور لیکن ارادہ و مشیت اسکی معاصی مین پس یہ ہی کہ اس سے نہی فرماوے اور اسکے کرنے سے بیزار ہو اور
اسکے کرنے والے کو اپنی رحمت سے دور کرے انتہی ترجمہ کلامہ صلوات اللہ علیہ اور اس سے بخوبی ظاہر ہی کہ یہ
معانی حصول مراد کو مستلزم نہین ہین الا اختیار اور امتحان اور ابتلا اور تکلیف باطل ہو جائے اور ما لا یطاق کی تکلیف
لازم آئے جناب مولنا طبرسی نے یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر کی تفسیر کی ذیل مین کیا خوب فرمایا ہی کہ
اسکا حاصل یہ ہی کہ اس آیہ مین دلالت اسی پر ہی کہ مجبرہ کا قول باطل ہی اسلیے کہ حق تعالی نے بیان فرمایا ہی کہ افعال مکلفین
مین جو حق تعالی ارادہ فرماتا ہی وہ یسر ہی اور جسکا ارادہ نہین فرماتا ہی وہ عسر ہی اور چونکہ حق تعالی انمین عسر کا ارادہ
نہین فرماتا تو مید غالب ہی کہ تکلیف ما لا یطاق کا بھی انسے ارادہ نہ فرمائے اور جو کچھ کہ ہمنے کہا اس سے واضح ہوا کہ
جو کچھ کہ ہمارے علما نے ارادے کی تخصیص مین فرمایا ہی بسبیل تنزل اور مماشات ہی والا اس مقام پر حاجت عام کی
تخصیص کی نہین ہی کیونکہ مفعول بہ جو متن کلام مین موجود ہی وہ دلیل اسکی ہی کہ ارادہ علم بہ مصلحت کے معنی پر ہی یا
ایجاد کے معنی پر ہی اور جو مراد ہی وہ دائر ہی اذہاب رجس اور الطاف دونون مین اور دونون فعل کے مستلزم ہین پھر
عموم ہی کہان جسکی تخصیص کیجائے اور اشتراک نہین ہی مگر لفظی اور اسی تقریر کے موافق مولنا عماد دہلوی نے جواب
فخر الدین رازی کا حدیقۃ الشیعہ مین دیا ہی جیسا کہ فرمایا ہی کہ جو کچھ فخر رازی نے کہا ہی کہ لازم نہین ہی کہ جب ارادہ الہی
کسی چیز کے ساتھ متعلق ہو تو یقینی وہ چیز ہو جائے اسی کے بنا پر ہو سکتا ہی کہ جو حق تعالی نے فرمایا ہی انما یرید اللہ تا
ارادہ ذہاب رجس کا فرمایا ہو لیکن وہ نہوا ہو اور مرتبہ فعلیت مین نہ آیا ہو اور جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین فرق ہی کہ حق تعالی کا

maablib.org

ارادہ دوسرے کے فعل سے متعلق ہو یا اپنے فعل سے پہلی صورت مین ممکن ہی کہ وہ نہو کیونکہ اس جگہ بندے کے بھی
ارادے کو دخل ہی نہین کہ وہ فعل ہو جاے اور لیکن دوسری صورت مین پس ممکن نہین ہی اور جب خدا کا ارادہ
کسی چیز کے حاصل ہونے کے ساتھ متعلق ہو تو البتہ یہ چاہیے کہ وہ امر موجود ہو جاے کیونکہ اس صورت مین
محض خدا کا ارادہ علت تامہ موجود ہونے کی ایک ہی اور معلول کا تخلف اپنی علت تامہ سے محال ہی پس جبکہ
عصمت ایسا فعل ہی کہ حق تعالی کسی شخص مین اُسے اپنے ارادے سے پیدا کرتا ہی اور اسکے ارادے کو اسکے ہونے
اور نہونے مین کچھ دخل نہین ہی تو چاہیے کہ بے تاخیر و تامل کے متحقق ہو دوسرے یہ کہ جب ذہاب رجس کا
ارادہ حق تعالی کی طرف سے ہوا تو چاہیے کہ یقینی وہ ہوا ہو نہ یہ کہ نہو فان اللہ تعالی عن ذلک علوا کبیرا اور اس جگہ سے
واضح ہوا کہ محض ارادے کا ارادہ کرنا اس آیہ مین ہرگز متصور نہین ہو سکتا پھر شاہ صاحب کا کلام غلط محض اور
انکی غلط فہمی پر محمول و مبنی ہوگا اور یہ بہت واضح بات ہی کہ حال خواب مین بھی اسے آدمی سمجھ سکتا ہی پھر جو انھون نے
کہا ہی کہ خدا نے جو ارادہ ذہاب رجس کا فرمایا اس سے یہ لازم نہین کہ اسکا وقوع بھی ہوا ہو یہ راست رفتاری سے
خارج ہی اسی لیے اسکے جواب مین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے جو فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی قولہ دوم آنکہ الخ
یہ طاویل بلا طائل کہ اپنی تفسیر دانی کے اظہار کے واسطے مریدان باصفا کے نزدیک اپنے فرماتے ہین اسکا فائدہ انکے
حال خسران مآل کے لیے عاید نہین ہوتا کیونکہ اخبار سابقہ سے اور اکثر مفسرین اہلسنت کے اقوال سے اور پیغمبر
خدا کی دعا سے جو اذہاب رجس کی دعا فرمائی واضح ہوا کہ ارادہ اذہاب رجس کا جو گناہ کے معنی پر ہو اتفاق تفسیر رازی
وغیرہ کے ہو مراد ہی پھر مفعول لہ یا مفعول بہ جو کچھ کہ ہو مطلب معلوم ہو چکا اور یہی مستفاد ہوا کہ آیہ آل عبا کی شان مین
نازل ہوا انتہی بترجمہ کلامہ اور بر تقدیر تنزل جو تقریر کہ پہلے شروع کلام مین بعض اعلام سے نقل کی گئی ہی وہی شافی
اور کافی ہی کیونکہ جس تقدیر مین کہ ارادے سے ارادہ مطلقہ مراد ہو تو اس جگہ مقام کے قرینہ سے وہ مخصص ہوگا اس سے
جو بنظر حکمت علت تامہ اذہاب کے اور علت مستتبعہ ذہاب رجس کی ہو والا مدح کی جگہ نہو گی حالانکہ باتفاق اہلسنت یہ
آیہ مدح اہلبیت علیہم السلام مین سب سے زیادہ ہی جیسا کہ کلام شیخ ابن حجر جو مذکور ہو چکا اسکا شاہد ہی اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ شیعون کے نزدیک بہت سی چیزین ہین کہ حق تعالی نے انکا ارادہ فرمایا ہی اور شیطان و بنی آدم اُسے واقع
نہین ہونے دیتے انتہی پھر یہ بات تو وہم کا پیدا کرتی ہی کہ شیعون کے نزدیک بندے حق تعالی کے ارادہ حتمی کے
معارض و اسکے فعل کے مضاد ہین حالانکہ اگر الجا و مضطر کرنے کی حد خدا کی طرف سے متحقق ہو جاے تو کسکی مجال ہی
اور وہ کون ہی کہ کسی ایک کے نزدیک بھی اس ارادے کا خدا کے معارض ہو سکے خود قرآن مین اسکی تصریح فرمائی ہی
ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا اور سوا اسکے بہت سے افعال حق تعالی کے ایسے ہین مثلاً جلانا اور مارنا ہی کہ
جب اسکے ساتھ ایسا ارادہ اُسکا متعلق ہوتا ہی تو کسکی طاقت ہی کہ اُس سے معارض ہو سکے اسی لیے موت کو علامات

غالبہ قدرت سے اپنی گرو اناہی کرہا جو واسطے کہ کہیے کیسے بادشاہ اور اقویا اور حکما چاہتے تھے ہین اور ہمیشہ اسی کو چاہا کیے کہ
ہمیشہ زندہ رہین لیکن جب اسکا ارادہ حتمی ہوا کچھ مرنے کے سوا کسی سے نہو سکا پھر ایسی بات جو واضح ہی اسے شیعہ
کیونکر کہینگے اور یہ شیعون پر یقینی تہمت ہی ہرگز ارادہ حتمی کی نسبت حق تعالیٰ کے شیعون کا یہ قول نہین ہی اور اگر غرض
شاہ صاحب کی یہ ہی کہ شیعہ اس ارادے کو جو بمعنی طلب ہی مطلوب سے جدا جانتے ہین تو اسکی یہ نسبت انکی تعریض
بیجا ہو کیونکہ اسکا صدق تو بہت ظاہر ہی کیونکہ یقینی حق تعالیٰ نے طاعت کے لیے حکم فرمایا ہی اور شیاطین اور
عصات ہمیشہ اوامر الٰہی کی مخالفت کرتے ہین اور یہ بہت واضح ہی اہلسنت کو اس سے مقام انکار کا نہین ہی بھلا تک
کہ شیاطین اور اتباع شیاطین ہین انکا فعل یہی آئین پر ہی کہ اوامر و نواہی الٰہی کی مخالفت کرتے ہین اور وساوس اور
شبہات برپا کرتے ہین اور برخلاف مراد اور مرضی الٰہی کے باتین کرتے ہین اور مرادات الٰہی کو جو طاعات ہین مخالف
اسکے حکم کے واقع کرتے ہین نہ یہ کہ اسکے ایقاع کے مانع ہوتے ہین اور قرآن کی تاویل جو موافق نصوص متفق
علیہا کے ہی چھوڑ کر اپنے دل کے موافق کرتے ہین اور بسبب اسکے اپنے تئین والذین فی قلوبہم زیغ کے حکم مین
داخل کرتے ہین اور خسران اخروی حاصل کرتے ہین اور ابطال فضائل آل عبا مین کوششین بیحد کرتے ہین اور یہ
نہین ڈرتے کہ اعمال امت روز پیغمبر خدا پر عرض کیے جاتے ہین پھر اس سے کسقدر آنحضرت کو اذیت پہونچتی ہوگی
اور یہ امر منصف پر پوشیدہ نہین ہی بالجملہ یہ بات جو شاہ صاحب نے عوام کے بدظن ہونے کے لیے کہی تھی
وہ بھی اس بیان سے ہمارے مثل ہباء منثورا دفع ہوگیا اور جو شاہ صاحب نے کہا تھا کہ پاک ہونا ارادہ تطہیر کے
بعد ہی نہ اس سے پہلے بلکہ وجود رجس کا اس سے پہلے اس آیہ سے ثابت ہوتا ہی انتہی پوشیدہ نہ رہے کہ اسی کا نام
ابطال فضائل آل ہی کہ مدح کے عوض مین جس سے وہ منزہ ہین اسے ثابت کرتے ہین اور جواب اسکا بطور
معارضہ اوپر ہم دے آئے ہین اب بطور حل ہم کہتے ہین کہ قرآن موافق عرب کے محاورات کے نازل ہوا ہی
انہین کی زبان مین اور جو متتبع محاورات عرب کا ہی اسپر یہ بخوبی واضح ہی کہ ایسی عبارت مقام عدم وجود رجس مین
اسلیے مستعمل ہوتی ہی کہ تا آئندہ کی حفظ و صیانت پر رجس سے دلالت کرے اور اسکی بنا ذہنی تخییل پر ہوتی ہی عماد الاسلام
مین جناب غفرانمآب نے فرمایا ہی کہ اگر کہا جاے کہ اذہاب رجس مستلزم نہین ہی مگر وجود رجس کے بعد پھر یہ آیہ وقوع
رجس پر آنحضرات سے دلالت کرتا ہی پس یہ مفید ہمارے لیے ہی جو کہتے ہین کہ اہلبیت معصوم نہ تھے نہ تم شیعون کے واسطے
جو مدعی انکی عصمت کے ہین تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ قول مدفوع اس سے ہی کہ مبنی اس قول کا تخییل ذہنی ہی
پس ثابت نہوگا آیا دیکھتا ہی تو کہ تو مخاطب سے کہتا ہی کہ خدا تجھسے ہر بیماری کو دور کرے اگرچہ یہ تئین حاصل نہو اور مینے
آیہ کو اس معنی پر اسلیے حمل کیا کہ گناہون کا دفع کرنا ایسے گناہ کہ کسی شخص سے صادر ہو چکے ہون حقیقت کی راہ سے اسکے معنی
کچھ نہین ہین کیونکہ جو چیز کہ اسکا صدور ہو چکا اب اسے کیونکر دور کر سکتے ہین جیسا کہ پوشیدہ نہین ہی اور اسمین بھی شک نہین ہی

اگر مقتضائے آیہ کا عصمت اہلبیت علیہم السلام کے بعد نزول آیہ ہی اور جو کوئی کہ انکی عصمت کا بعد نزول آیہ قائل ہو
اُسے چاہیے کہ قبل نزول آیہ بھی قائل ہو اور نہین تو قول ثالث لازم آئیگا اور حقیقت مین یہ بات شاہ صاحب نے
بہت بے سمجھی ہوئی کہی اور بہت بُری بات کہی کیونکہ جو عصمت کے منکر ہین وہ بھی اثبات صدور معاصی کا
بہ نسبت انحضرات کے نہین کرتے لیکن شاہ صاحب نے بذریعہ آیہ قرآنی اثبات صدور معاصی کا کرنا چاہا اور کیا
اور جو اسکی خرابی تھی اسپر نظر نکی اسی لیے وارد ہوا انکے قول پر وہ جو کچھ کہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کہ بنا بر اسکے
معلوم ہوا کہ اولاً ازواج رسول خدا جو انکے زعم مین پہلے مورد آیت ہین ناپاک تھین پس استصحاب کے موافق مقتضا
جب تک کہ رافع اسکا پایا جاے رجس انسے مرتفع نہوگا اور یہ بھی جب شرک و زنا وغیرہ ابن روزبہان وغیرہ کے قول کے
بنا بر رجس سے مراد ہوا اور آیہ حق ازواج مین نازل ہوا تو پھر اہلسنت کے نزدیک جب تک کہ وہ نازل ہوا العیاذ
باللہ ازواج پیغمبر مشرک و کافر اور ملوث بادناس و فواحش رہین کیا کہنا این کار از تو آید و مردان چنین کنند یہ بات تو
جو شیعہ بہ نسبت بعض ازواج کے کہتے ہین اُس سے بھی زیادہ فحش ہی اور تخییل ذہنی استعمال اذہاب کو کافی ہی اور
محاورات عرب مین شائع ہی کہ کہتے ہین اذہب اللہ عنک المرض گو مخاطب بالفعل بیمار نہو اور یہی جگہ ہے علماے
حضرات اہلسنت کی عربیت دانی اور قرآن فہمی کو سمجھنا چاہیے کہ کیا کچھ اپنے اوپر وارد کرایا اور یہی حضرات حسنین علیہما السلام
اسوقت یقینی صغیر السن تھے اور بالاتفاق آیہ تطہیر اور آل عبا مین داخل ہین اور کسی طرح رجس کا صادر ہونا انسے اور یہی طرح
اذہاب رجس کا انسے کوئی معنی نہین رکھتا پھر اس صورت مین جو تم جواب اذہاب رجس کا یہان دوگے وہی ہمارا
جواب ہوگا انتہی اصل کلامہ رحمہ اللہ اور یہ بہت ظاہر بات ہی کیونکہ اگر جواب مین اسکے یہ کہین کہ حق تعالیٰ نے باعتبار
تغلیب یہ فرمایا تو ہم کہینگے کہ بلاشبہ آیہ مین پیغمبر خدا اور حسنین علیہم السلام داخل تھے اور رجس سے بری تھے اور قاعدہ
فصحاے عرب کا یہ ہی کہ اشرف کو غیر اشرف پر اکثر تغلیب کی راہ سے غالب کر دیتے ہین اور اس تغلیب کے استعمال
مین رعایت کرتے ہین پھر ہرگاہ انحضرات پر رجس اول سے جائز نہ تھا تو یہ عبارت جو شاہ صاحب کے زعم مین مثبت
رجس کی ہی اس موقع پر استعمال مین نہ لاتا بلکہ فرماتا کہ الرجس بعد عنکم غرض یہ کہ بنا بر تغلیب کے اُس رجس کو جو غیر اشرف مین تھا
غیر اہل رجس مین تغلیب کی راہ سے اثبات فرماتا پھر اس سے بخوبی واضح ہی کہ یہ عبارت اگر اس ابہام سے جو شاہ صاحب نے
پیدا کیا ہی خالی نہوتی تو خلاف محاورہ فصحا کلام ملک علام مین جاری نہوتی ساتھ اس بات کے کہ کبھی تغلیب کثرت
کی بھی راہ سے واقع ہوتی ہی اور اس صورت مین بھی کثرت برات کی جانب مین ہی کیونکہ خمسہ آل عبا مین ایک جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جنکی عصمت اتفاقی اہل اسلام ہی اور دونون امام یعنی امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کہ یہ دونون
صاحبزادگہ صغیر السن تھے انکی طرف بھی رجس کا احتمال نہین اور جب تین بزرگوار یقینی رجس سے بری ہوے تو کثرت جانب برات مین
متحقق ہو چکی کیونکہ ادھر پھر دو بزرگوار باقی رہتے ہین جو تین سے کم ہین فتامل اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بھی اگر یہ کلمہ

عصمت کے واسطے مفید ہو تو چاہیے کہ سب صحابہ علی الخصوص جنگ بدر کے حاضر ہونے والے معصوم ہون کیونکہ
حق تعالی نے انکی شان مین فرمایا ہو ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون اور فرمایا ہو ویذھب عنکم
رجز الشیطان اور ظاہر ہو کہ اتمام نعمت صحابہ کے حق مین زیادہ عنایت ہوئی بسبب اس لفظ کے جو پہلے عصمت پر واقع ہو
کیونکہ تمامی نعمت کے بدون حفظ کے معاصی سے اور شر شیطان سے متصور نہین ہو اور وہ تخصیصات کہ لفظ تطہیر مین اور
اذہاب رجس مین بطریق احتمال راہ پانے تھے یہان ھباءً منثوراً ہو گئے انتہی اور اسکے جواب مین یہ کہنا چاہیے کہ بڑے
تاسف کی یہ بات ہو کہ جو کچھ ہمنے مراد آیہ پر استدلال کیا وہ موافق نصوص متفق علیہما کے اور موافق اقوال مفسرین کے ہو اور
شاہ صاحب جو کہتے ہین وہ مخالف اپنے مفسرین کے بھی کہتے ہین نصوص کا کیا ذکر ہو مورد آیہ تطہیر مین طہارت مطلقہ
مراد ہو بیان طہارات خاص مراد ہو جیسا کہ انکے مفسرین نے تفسیر کی ہو دوسرے یہ کہ باوجود قرینہ تذکیر ضمیر ہمین تو سیاق
وسباق آیہ کا قرینہ دکھانے تھے اور جو صاف بیان طہارات مایہ اور ترابیہ مین واقع ہوا اسے چھپا کر دوسرے معنی
مراد لیتے ہین کیا یہ سمجھتے ہین کہ شیعہ قرآن نہین پڑھتے یا العیاذ باللہ جسطرح انحضرات نے ثقلین مین سے باتباع اپنے پیشوا ان کے
حسبنا کتاب اللہ پر اکتفا اپنا ظاہری کیا ہو اسی طرح شیعہ بھی اہلبیت سے متمسک ہو کر قرآن سے دست بردار ہوے ہین
کہ جو چاہین وہ آپین بحوالہ قرآن کہ دین اور وہ بسبب اپنی بے علمی کے چپ ہو رہین حالانکہ ایسا نہین ہو بلکہ قرآن آل کے
ساتھ ہو اسنے کبھی جدا نہو گا یہان تک کہ دونون باہم حوض پر پہونچین متمسک آل کا دونون کا متمسک ہو اور تعلیم آل کر
اہل ذکر ہین علم قرآن صحیح شیعون کے سوا کسے حاصل ہو سکتا ہو بھلا تلبیس شیعون پر کہان پوشیدہ ہو سکتی ہو بالجملہ کلام
جو اسکے جواب مین جناب سلطان العلما نے فرمایا ہو اور حاصل اسکا یہ ہو کہ تولا اور بھی اگر یہ کلمہ الخ ماشاء اللہ عجب مفسر کہ تفسیر قرآنی
مین نمونہ خلیفہ ثانی ہو جیسا کہ یہ کہ لفظ تطہیر کو اور اسکے مشتقات کو دیکھتا ہو اسی تطہیر کو جسمین بحث فریقین مین ہوئی ہو مراد
لیتا ہو اور اپنی تفسیرون کی طرف رجوع نہین کرتا کیونکہ یہ قول حق تعالی کا ولکن یرید لیطہرکم اس سے مراد وہ تطہیر ہو
جو تنظیف کے معنی پر ہو یا تطہیر ان گناہون سے ہو جو لائق تکفیر ہین نہ طہارت مطلقا کیونکہ وہ آیہ بیان مین طہارت مایہ
اور ترابیہ کے واقع ہو پھر بڑے تعجب کی بات ہو کہ خود فضیحت و دیگران را نصیحت ہمین تو ملاحظہ سیاق آیہ کو حکم کرتے
اور خود اسنے چشم پوشی کرتے ہین بالجملہ قاضی بیضاوی نے لیطہرکم کی تفسیر مین کہا ہو لینظفکم او لیطہرکم فان الوضوء
یکفر الذنوب او لیطہرکم بالتراب اذا اعوزکم التطہیر بالماء پھر جب یہ اقرار انکے مفسرین کا ثابت ہو چکا تھا تو اب وہ طہارت
جو عصمت کے معنون پر ہو ہرگز اس آیہ سے مراد نہو سکے گی والا جو کوئی کہ وضو اور غسل کرے وہ معصوم ہو اور یہ اجماعاً منفی ہو
اور ایتمام نعمتہ کی تفسیر مین کہا ہو لیتم بشرعہ ما ھو مطہرۃ لابدانکم ومکفرۃ لذنوبکم نعمتہ علیکم فی الدین او لیتم برخصہ
انعامہ علیکم بعزائمہ پھر اس صورت مین قیاس کرنا مطہر فیہ سے کہ جسمین ازالہ رجس کی تصریح واقع ہو بہت تاکیدون کے ساتھ
ایسے آیہ سے کہ اس سے طہارت بدنیہ مراد ہو قیاس اول مع الفارق سے کم نہین ہو اور جو حق تعالی نے فرمایا ہو ویذھب عنکم

رجز الشیطان کی تفسیر مین بیضاوی نے کہا ہے یعنی الجنابۃ لانہ من تخییلہ او وسوستہ او تخویفہ ایاہم من العطش جناب سید مرتضی
بعض معاصرین سے اپنے کہ انھون نے شرح قسطلانی سے جو صحیح بخاری کی شرح ہے نقل کیا ہے کہ اُسنے کہا ہے وینزل علیکم
من السماء ماء لیطہرکم کی تفسیر مین کہا ہے من الحدث والجنابۃ وھو الطہارۃ الظاہرۃ اسی لیے جناب سلطان العلما نے
فرمایا ہے اس جگہ پر کہ اس پیر نابالغ کی تفسیر کو دیکھنا چاہیے کہ اب تک رجز مین جو جنابت کے معنی پر ہے اور جس مین کہ
گناہ ہے فرق نہین کیا اور ظاہر ہے کہ احتلام گناہ نہین ہے اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ اتمام نعمت حق صحابہ مین
زیادہ ہوا بسبب اُس لفظ اول کے جو عصمت پر واقع ہوا کیونکہ اتمام نعمت بے اسکے کہ حفظ معاصی اور شر شیطان سے
کیا جائے متصور نہین ہے انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ ہر صاحب فہم سلیم پر پوشیدہ نہوگا کہ اس اتمام نعمت کے معنی جو انکے بڑے
مفسر فاضل بیضاوی نے کیے تھے وہ ہم پہلے انکی تفسیر سے نقل کر آئے اور پھر اُسکے معنی بطور ترجمہ ہم لکھتے ہین کہ
فاضل مذکور نے لیتم نعمتہ علیکم کی تفسیر مین جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ تاکہ اتمام کرے حق تعالیٰ شرعی ہونا اُس چیز کا جو پاک کرنے والی
واسطے تمھارے بدنون کے اور مکفر ہے یعنی گرانے والی ہو تمھارے گناہون کے واسطے نعمت وارد کرنے کو تمھارے
اوپر دین مین اور تاکہ تمام کرے انکی سہولت سے اپنی نعمتون کو تمپر ساتھ اپنے عزائم اور ارادون کے انتہی اور یہ اتمام نعمت
بہو خاص جیساکہ اس مفسر نے بتصریح کہا ہے بالاتفاق عصمت کے معنی کو مفید نہین ہے ہان اکمال دین اور اتمام نعمت بروجہ
کمال اس روز متحقق ہوا کہ جو مصداق الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کا تھا اور وہ وہ دن تھا کہ جس دن حق تعالیٰ نے
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی ولایت کو اور انکے وصی ہونے کو خلق پر ظاہر فرمایا کیونکہ کمال دین اور تمام نعمت
ہلاکتون سے نجات اور بہشت ہمیشگی کے ساتھ رستگاری اُسکے باعث ہے انکے لیے جو مشرف بشرف ایمان تھے حاصل ہوئی
جیساکہ پیشتر یہ قصہ نقل ہو چکا ہے اور وہ بھی سب کے واسطے عصمت کا موجب نہین ہے بلکہ اُسی کے لیے موجب عصمت ہے کہ
جسکے لیے حق تعالیٰ نے چشم عاصمہ سے اپنی اُسکی عصمت فرمائی کیونکہ اتمام دین تکمیل اصول عقائد دین اور تعیین شرائع شرع
متین جناب رب العالمین کی طرف سے واقع ہوئی تاکہ جو زندہ ہو وہ دلیل و بینہ کی راہ سے زندہ ہو اور جو ہلاکت اخروی
مین پڑے وہ بھی بینہ کی راہ سے مردہ ہو اور یہ مستلزم ظہور اثر تمام نعمت کا باضافت ہر واحد کے نہین ہے پھر اتمام
نعمت اتمام حجت کے لیے ہی نہ اور کچھ اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اتمام نعمت بے اسکے کہ حفظ معاصی سے اور
شر شیطان سے کیا جائے متصور نہین ہے یہ بھی بے حقیقت بات ہے کیونکہ اگر یہ اتمام نعمت کہ جس سے مراد احکام شرعیہ
ہین عصمت کو مستلزم ہوتا تو چاہیے سب خلق شرع کی تابع ہوتی اور جب یہ نہین ہے تو وہ دعوی بھی بے اصل ہے اور
یہ امر خوب مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ ہزارہا آدمی احکام شرعیہ سے سرتابی کرتے ہین اور تطہیر کا ارادہ تشریع احکام سے مستلزم
طاعت کے واسطے نہین ہے کیونکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اتمام نعمت اتمام حجت کے ساتھ اور تعریض طاعت کے ساتھ
فرمادے اور اس بیان سے رجز شیطان کا اذہاب مثل گمراہون کے تمکین کے ہے کہ انکے لیے بھی شرائع ادیان کو اور انکے

مسالک مین سلوک کا طریقہ ظاہر فرمایا ہی فقط بخلاف اُنکے جسمین ہم کلام کرتے ہین اور یہ بات عقیل پر پوشیدہ
نہین ہوسکتی جیساکہ بیشتر ہم سب وجوہ دلالت اور مراد کے اُس آیہ کی تفصیل کر آئے ہین پھر اگر وہ یہ کہے کہ یہ کیون جائز
نہین کہ اذہاب رجس مین بھی جو تم کہتے ہو شل اِسی اذہاب رجز کے ارادہ کیا جاے تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے
کہ حاشا وہان یہ مراد نہین ہوسکتی کیونکہ اِن آیات مین جنکو شیعون کے مقابلہ مین ذکر کیا ہی اذہاب خالق کی مدح ہی
نہ مخلوق کی مدح الامن اتخذ الی ربہ سبیلا اور جسمین ہمارا دعویٰ اور کلام ہی اُسمین جو اذہاب مراد ہی وہ بالاتفاق اشخاص
مخصوصین کی مدح پر مشتمل ہی جیساکہ شیخ ابن حجر نے اُسکی گواہی دی ہی اُس قول سے جو گذرا ہذہ الآیۃ منبع فضائل
اہل البیت الخ اور موئد ہی اور شاہد ہی اُس سے قول فاضل نورالدین سمہودی کا جسے جناب سید سندنے نقل فرمایا ہی جو
ہین حاصل اُسکا یہ ہی کہ فاضل مذکور نے بعد ذکر کرنے اُن احادیث کے جو مذکور ہو چکی ہین اور اِسی طرح اختلاف مفسرین کا
اس آیہ مین جو ہوا ہی اُسے ذکر کرکے اپنے مذہب اہلسنت کی ترجیح اور مذاہب پر لکھی ہو بعد اُسکے کہا ہی کہ مین نے قسم ثانی اپنی
اس کتاب کی جو فضائل اہلبیت نبوی مین ہی شروع نہین کی مگر اس جہت سے کہ مین نے اِس آیہ مین تامل کیا اور جو
اخبار متقدمہ اُسکی شان نزول مین وارد ہوے ہین اُنمین تامل کیا اور غور کیا اُمین کہ اُسکے نازل ہونے کے بعد پیغمبر خدا نے
کیا امر فرمایا پس مجھپر ظاہر ہوا کہ بدرستیکہ یہ آیہ منبع فضائل اہلبیت نبوی کا ہی کیونکہ وہ ایسے امور عظیمہ پر مشتمل ہی کہ جو کسی کو
نہین دیکھا کہ اُس سے تعرض کیا ہو اور اُن امور سے پہلے یہ ہی کہ آنحضرات کی بہ نسبت کسقدر جناب باریتعالیٰ نے توجہ اور
اعتنا فرمائی ہی اور اُنکی بلندی قدر کی طرف اشارہ فرمایا ہی کیونکہ اُنکے حق مین اُسے نازل فرمایا ہی دوسرے حق تعالیٰ کا اِس
آیہ کو کلمہ انما کے ساتھ مصدر فرمانا کہ وہ حروف حصر سے ہی اِس افادہ کے لیے کہ ارادہ حق تعالیٰ کا مقصور ہی اِس معنی کے
ساتھ کہ وہ منبع خیر ہی اور اُنکے غیر کی طرف تجاوز نہین کرسکتا تیسرے حق تعالیٰ کا اُنکی تطہیر کے لیے تاکید فرمانا مصدر کے
لانے سے تاکہ اُس سے جانا جاے کہ یہ تطہیر اعلیٰ مراتب مین انواع تطہیر کے ہی چوتھے اُس مصدر کا نکرہ لانا جیساکہ فرمایا ہی
تطہیرا اور اِس سے یہ اشارہ ہی کہ تطہیر خدا کی آنحضرات کے ساتھ جو متعلق ہوئی ہی وہ تطہیر بھی عجیب و غریب ہی خلق کی
معہود و معروف نہین ہی اور ادراک کرنے والا اُسکی نہایت کا احاطہ نہین کرسکتا اُس سے جو مین نے سلام کی بحث
مین واضح کیا ہی کہ حق تعالیٰ اپنے انبیا اور صفیا پر سلام کو بصیغہ نکرہ بھیجتا رہا ہی اور یہ مسئلہ مین نے اپنی کتاب مین جو موسوم
بطیب الکلام فی فوائد السلام ہی لکھا ہی اور بھی اس تنکیر مین اشارہ تنکیر و تعظیم کی طرف بمقتضا مقام ہی ویسا ہی کہ جیسا قول
خدا تعالیٰ مین ہی جو فرمایا ہی فقد کذبت رسل من قبلک ہذا اور بہ تحقیق کہ بعضے اہل اصول اِس طرف گئے ہین کہ اسم نکرہ سیاق
امتنان مین جیساکہ اِس مقام پر ہی اگرچہ مثبت ہو عام ہوتا ہی یعنی جمیع انواع تطہیر مترجم کہتا ہی کہ یہ اہلبیت کی عصمت کی
دلیل ہی اگرچہ کہنے والے نے اِس کلام کے اِس معنی کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ اُسکے نزدیک یا آیہ ازواج پیغمبر کو شامل ہی اور
ازواج پیغمبر خدا سے عصمت بالاتفاق منفی ہی پانچوین پیغمبر خدا کی زیادہ توجہ فرمانی اُنکے حال پر اور اپنے اہتمام کا اظہار

یعنی ان امور کا فضائل سے اہلبیت کے جنمین بقول فاضل سمہودی منتظم ہو

اس معنی پر اور مہربانی فرمائی باوجود اسکے کہ اس مطلب کے حاصل ہونے کا فائدہ بخش چکا تھا پھر بھی وہ حضرت
ہمیشہ درپے تحصیل کے اس معنی کے واسطے انکے لیے تھے کیونکہ آنحضرت نے اپنے آقاے عز و جل سے اس معنی کو
یعنی انکی عطوفت و مہربانی کو طلب کیا اپنے اس قول سے کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے خاص ہیں پس تحقیق کہ
تو نے اپنے ارادے کو مقصور کر دیا ہے اوپر اذہاب رجس کے انسے اور انکی تطہیر پر پس دور کر انسے رجس کو اور پاک کر انکو تطہیر
خوب پاک کرنے کا ہے اسطرح کہ تجدید ظاہر انکے لیے مزید تعلق کو ارادے کے اس معنی سے جو کچھ کہ لائق تیری عطا کے ہے
اور اس معنی سے اشارہ اسکا ہے کہ عطاے سابق کو عطاے حال کے لیے سبب گردانا واسطے توسل کرنے اسکے انعام کے
اور انعام کے واسطے اسکے چاہنے آنحضرت کا داخل ہونا آنحضرات کے ساتھ اس معنی میں بنا بر اسکے جو پہلے مذکور ہوا ابو سعید
خدری کے قول سے کہ نزلت فی خمسة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الخ بلکہ اس روایت میں جس سے حافظ جمال الدین
زرندی مدنی نے اسے اپنی کتاب میں لکھا ہے ذکر جبرئیل و میکائیل کا بھی بہ ترتیب ہے و لفظہ عن ام سلمة قالت نزلت ہذہ
فی بیتی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت فی سبعة جبرئیل و میکائیل و رسول اللہ و علی و فاطمة و الحسن و الحسین ع اس معنی میں مزید کرامت
اور بلندی تطہیر کی انکی اور دور کرنا رجس کا کہ وہ گناہ ہے یا شک ہے ان میں کرایا ان اسکے ساتھ واجب ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اسکا
موقع اولوا الالباب کے نزدیک مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر کلام کا ہے اسکا مقصود اس جگہ حرف تردید سے جو بیچ معنی
رجس میں کہا کہ گناہ یا شک اپنے مذہب کی رعایت ہے تاکہ اہلبیت کی عصمت ثابت نہو حالانکہ پیغمبر خدا اور حضرت جبرئیل
اور میکائیل کا شریک ہونا صاف دلیل عصمت کی اہلبیت علیہم السلام کی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ انکی تطہیر اور طہورے جو
اور انکی تطہیر اور طہورے ہو ساتویں پیغمبر خدا کا دعا فرمانا ہے اس سے کہ آیہ کریمہ اسپر مشتمل ہے اسطرح کہ نازل کرے خداے تعالی
اپنی برکات کو و مغفرت و رضوان کو آنحضرت پر اور انکے اہلبیت پر اور یہ اسلیے تھا کہ ظاہر ہو کہ وہ بزرگوار کہ جنکے واسطے
حق تعالی کا ارادہ انسے اذہاب رجس کا اور انکی تطہیر کا مقصور تھا وہ ان امور کے لیے سزاوار ہیں آٹھویں یہ کہ بدرستیکہ
مقصود ان امور کے طلب فرمانے سے اپنے واسطے اور اپنے اہلبیت کے لیے یہ تھا کہ تا تعظیم انکی قدر کی اور بلندی
انکی منزلت کی ظاہر ہو کیونکہ اپنے نفس کو اس معنی میں انکے ساتھ برابر فرمایا جیسا کہ اوپر گذرا کہ وہ حضرت داخل ہیں
ان امور میں کہ جس سے آیہ کریمہ شامل ہے نویں یہ ہے کہ پیغمبر خدا اس معنی کے طلب کرنے میں اپنے آقاے اعظم اور ابلغ
اسلوب کے سالک ہوے اسطرح کہ طلب مناجات پر بار تعالی سے مقدم کیا اسے جسپر قول آنحضرت شامل ہے اللہم
قد جعلت صلواتک و رحمتک و مغفرتک و رضوانک علی ابراہیم یعنی پہلے یہ جملہ خبریہ جو تحقیق کے ساتھ مقرون ہے کہ اس بات کے
واقع ہونے کے متحقق ہونے کو خدا کی طرف سے مفید ہے پہلے فرمایا بعد اسکے اپنے اس قول سے مناجات کی کہ
اللہم انہم منی و انا منہم اور یہ بھی از قبیل اخبار ہے بعد اسکے تفریع کی اس معنی پر جملہ طلبیہ کے ساتھ جیسا کہ فرمایا فاجعل صلواتک
الخ اور یہ سلوک آنحضرت کا ایک راز لطیف کی جہت سے ہے کہ وہ مجھپر ظاہر ہوا دو وجہ کی راہ سے پہلے یہ کہ تمام مناسبت

ابوت ابراہیم ہین کہ آنحضرت کو حق تعالی نے عطا فرمائی تھی یعنی جسطرح ابراہیم ان اشخاص کے باپ تھے اور یہ
انکی نسل سے تھے اسی طرح پیغمبر خدا بھی ان اشخاص کے باپ تھے اور یہ انکی نسل سے پیدا ہوے ہین یعنی اس حدیث
اور اس دعا کا مقتضا ہو اور یہ کہ عطا فرماے جو کچھ کہ طلب کیا ہے اس مراد سے اپنے نفس کے لیے اور اپنے اہلبیت کے لیے
جیساکہ عطا فرمایا اس مراد کو انکے والد بزرگوار ابراہیم کے لیے دوسرے یہ کہ وہ حضرت از جملہ آل ابراہیم ہین جیساکہ یہ بات
ثابت ہے ابن عباس سے کہ انھون نے تفسیر کریمہ ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین مین کہا ہے کہ
محمد آل ابراہیم سے ہین پس جبکہ متحقق ہوا کہ بدرستیکہ یہ ہو حق تعالی نے ابراہیم کو اور آل ابراہیم کو عطا فرمے تھے اور وہ حضرت
آل ابراہیم سے ہین تو پھر بتحقیق کہ ثابت ہوا عطا فرمانا اُس کا آنحضرت کے واسطے زمان ماضی مین اور آل ہمارے پیغمبر کی
آل ابراہیم ہوگی جیساکہ حلیمی نے
انسے ہی جیساکہ خود آنحضرت نے دعا مین فرمایا کہ انھم منی وانا منھم تو پھر آل آنحضرت کی آل ابراہیم ہوگی جیساکہ حلیمی نے
اسکی تصریح کی ہے پس یہ ہو رہ انکے لیے زمان ماضی سے ثابت ہین پھر طلب نہین فرمایا آنحضرت نے حال انعام مین
گر نعمات ماضیہ کو یعنی جو ماضی مین عطا فرما چکا تھا اسی حال مین طلب فرمایا پس توسل فرمایا طلب انعام مین اُسے
یاد دلا کر انعام سابق کو کہ تا طلب عطوفت مین وہ ابلغ ہو اور شاید کہ اس تشبیہ کا بھی یہی راز ہو جو آنحضرت کے قول مین ہے
کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم دسوین یہ کہ دعا آنحضرت کی مستجاب ہے خصوصا طلب صلوات مین اپنے اوپر پروردگار
اور تحقیق کہ دعا کی اپنے آقا سے ساتھ اس بات کے انھین مخصوص فرماے اور انکی آل کو مخصوص فرماے ساتھ
صلوات کے انپر اور انکی آل پر پھر دعا صلوات کی اپنے اوپر خدا سے مستجاب ہوگی اور اسی لیے صلوات بھیجنے کی کیفیت
مین انکے ساتھ کہ جو بقول خداے عز و جل مامور ہے ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما
اس طریق سے شروع فرمایا کہ آل کو بھی شریک کیا اور منشا اس شریک کرنے کا وہی چیز ہے جو مقدم ہے انکی مشارکت سے
آنحضرت کے ساتھ تطہیر مین اور آیہ سے مستفاد ہوتی ہے اور اسی لیے دعا نہین کی مگر وقت نازل ہونے آیہ مذکورہ کے
جیساکہ بیان ما سبق سے وہ ظاہر ہوتا ہے گیارھوین یہ کہ بدرستیکہ آنحضرت کا جمع فرمانا آنحضرات کو اپنے ساتھ اس قطعیکا مین
اور جو اس تطہیر سے پیدا ہوا صلوات کا بھیجنا آنحضرت پر اور آنحضرات پر اور مانند اسی کے وہ مقتضی ہے انکے الحاق کا ہے اپنے نفس
شریف کے ساتھ جیساکہ اشارہ کرتا ہے اسکی طرف قول آنحضرت کا اللھم انھم منی وانا منھم اور اسی لیے بعض طریقون مین
حدیثون کے جو اوپر گذرین فرمایا ہے انا حرب لمن حاربھم و سلم لمن سالمھم و عدو لمن عاداھم اور بعض طرق حدیث مین
جو آیندہ مذکور ہونگے حائشہ کے ذکر مین فرمایا الا من اذا قرابتی فقد اذانی و من اذانی فقد اذا اللہ تعالی پس آنحضرات کو
اس معنی مین بھی قائم مقام اپنے نفس کے اور اسی طرح محبت مین بھی جیساکہ آیندہ آئیگا آنحضرت کے اقوال سے بعض طرق
مین کہ فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یومن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب قرابتی یعنی قسم ہے اسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے
کہ بندہ ایمان نہین لاتا جب تک کہ مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہین رکھتا جب تک کہ میری ذریت کو نہ دوست

رکھے اور اسی طرح قول آنحضرت کا انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا کتاب الله وعترتی اور اسی طرح قول آنحضرت کا
جو حدیث آئندہ مین فرمایا ہی انی تارک فیکم الثقلین الحدیث اور اسی طرح لاحق کیے گئے یہ حضرات پیغمبر خدا کے
ساتھ قصہ مباہلہ مین مشار الیہا ساتھ قول خدا تعالیٰ کے قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الایہ مین درحالیکہ وہ حضرت
امام حسن اور امام حسین کا ہاتھ پکڑے ہوے تھے اور پس پشت انکے جناب سیدہ صلوات الله علیہا چلی آتی تھین اور
علی ابن ابیطالب انکے پیچھے آتے تھے اور یہی بزرگوار اہل کسا ہین پس وہی حضرات دونون آیتون کی مراد ہین باوجود
اسلیے کہ داعی بمباہلہ پر بس خصوصیت مین یہ تھا کہ کاذب کا اظہار ہو اور یہ ایسا امر ہی کہ خصوصیت پیغمبر خدا کے ساتھ تھی اور
اُس سے مختص تھا جو آنحضرت کی تکذیب کرتا تھا پس لاحق فرمایا اہل کسا کو بسبب انکے جنکی طرف اوپر ہمنے
اشارہ کیا ہی بسبب اسکے کہ موکد ہی دلالت کرنے مین آنحضرت کے وثوق پر بحال تکذیب کرنے اپنے دشمن کے کیونکہ
اقتصار اپنے نفس پر نہ کیا بلکہ جرأت کی مرنے پر اپنے عزیزون کے اور جگر گوشون کے اور یقین تھے وہ اپنے صادق ورستی پر
اور محبوب ترین مردان کو اپنے معارض ہلاکت مین لاے تھے تاکہ انکا دشمن اپنے دوستون پر اور عزیزون کے ساتھ
ہلاک و مستاصل ہو جاے اگر مباہلہ تمام ہو جاتا اور خاص کیے گئے ابنا اور نسا اسلیے کہ یہ عزیز ترین اہل سے ہین
یہان تک کہ اس فاضل نے کہا کہ قال فی الکشاف ولا دلیل اقوی من هذا علی فضل اصحاب الکساء اور بارھوین ان امور سے
یہ ہی کہ بدرستیکہ ارادہ الٰہیہ کا قصر آنحضرات کے بارے مین اذہاب رجس مین اور تطہیر مین اشارہ طرف اسکے کرتا ہی
جو آئندہ آئیگا بعض طرق حدیث مین کہ آتش دوزخ آخرت مین انپر حرام ہی پس جو کوئی کہ مفارقت کرے کسی قدر
گناہون سے تو امید اسکی ہی کہ تدارک کرے تطہیر سے ساتھ الہام کرانے اناتون کے اور اسباب مثوبات سے اور
انواع مصائب و آفات سے اور مثل اسکے جو مکفرات مین اور دفع انکا ہی اس سے جو انکے غیر کے واسطے ہی خطوط دنیویہ کے
ساتھ اسکے جو واقع ہوتی ہی شفاعات نبویہ سے جیسا کہ اشارہ کرتا ہی انکی طرف جو آئندہ ذکر سادس مین آئیگا مترجم
کہتا ہی کہ یہ توجیہ رکیک اپنی رعایت مذہب کے لیے ہی جواز کا قول ہی کہ اہلبیت نبوی معصوم نہین ہین اور حالانکہ احادیث
جو وارد ہوئی ہین اس مضمون سے کہ آتش دوزخ اہلبیت نبوی پر حرام ہی وہ صریح دلیل انکی عصمت کی ہین اور جو اس سے
خلاف کرے وہ صریح مکابرہ ہی جیسا کہ اس توجیہ کی رکاکت واضح ہی تیرھوین ان امور سے یہ ہی کہ پیغمبر خدا کا حث
فرمانا آنحضرات کو اس معنی پر کہ کمال دوری کرین گناہون کی حرکت سے اور ان مخالفتون سے جو مورث
گناہون کی ہین اور حرص دلائی انکی کہ امتثال مامورات الٰہی کا کرتے ہین جیسا کہ دلالت کرتا ہی اسپر جو پہلے
مذکور ہوا قول آنحضرت کا جو آنحضرات کے لیے نماز کے یاد دلانے مین فرماتے تھے الصلوۃ رحمکم الله انما
یرید الله الایہ چودھوین ان امور سے یہ ہی کہ بدرستیکہ قول آنحضرت کا روایت سابقہ مین فجعلنی فی خیرھم بیتا فذلک
قوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الایہ دلالت اسپر کرتا ہی کہ یہ بہترین خلق ہین اور قریب ہی کہ آوے دلالت اس

یعنی پر اس ذکر کے آخر مین اور بتحقیق کہ عطا کی گئی ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو نعمت انبیا کے ہونے کی
انکے اہلبیت سے اور ہمارے پیغمبر خدا کو بسبب انکے خاتم النبیین ہونے کے اس نعمت کا ملنا منتفی تھا پس
اسکے عوض مین آنحضرت کے اہلبیت کو کمال طہارت دیا گیا کہ بسبب اسکے خلق کثیر انہین سے درجہ وراثت
و ولایت کو پہونچی الخ مترجم کہتا ہی کہ اس ناصبی کے تعصب کو دیکھنا چاہیے کہ امر حق کے مقدمات کو تو ترتیب
دیتا ہی لیکن نتیجہ کے پیدا کرنے مین چشم پوشی کرتا ہی جیسا کہ اس مقام پر نتیجہ حق یہ ہو کہ کہا جاے کہ چونکہ اکرام ہمارے
پیغمبر خدا کا بسبب انکے خاتم النبیین ہونے کے مقتضی اس معنی کا تھا کہ نبوت آنحضرت کے اہلبیت مین نہو پس
بمقتضاے مقابلہ چاہیے کہ پیغمبرون کے اوصیا جو عبارت ائمہ معصومین سے ہین وہ انکے اہلبیت سے ہین
اور خلق کثیر کا انہین سے درجہ وراثت و ولایت کو پہونچنا کچھ اصل نہین رکھتا اور سوا ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے
کسی کو مرتبہ وراثت انبیا کا اور ولایت خلق کا حاصل نہین ہی پھر اس فاضل نے کہا ہی کہ نیدرھوین ان امور سے
یہ ہی کہ بدرستیکہ جب آیہ کریمہ نے اسکا افادہ کیا کہ طہارت آنحضرات کی ذروہ علیا مین ہی اور انکی مساوات پیغمبر خدا کے
ساتھ اسکے حاصل مین ہی تو یہ معنی منشا الحاق کا انکے پیغمبر خدا کے ساتھ تحریم صدقات مین کہ اوساخ ناس ہوتا ہی
اور اسکے عوض مین انکے لیے خمس فی و غنیمت کا جو اطیب اموال ہی اور عزت کا موجب ہی اسکے جو اسکا لینے والا ہو
اور ذلت کا سبب انکی ہی کہ جس سے لیا جاے مقرر ہو قال اللہ تعالی واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ
خمسہ وللرسول ولذی القربی و قال اللہ افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری للرسول ولذی القربی انتہی ترجمہ کلام السید السمہودی الشافعی
اور یہ سب مقدمات نقل کیے گئے عصمت آل عبا پر دلالت کرتے ہین جیسا کہ مستبصر عاقل پر پوشیدہ نہین ہی
اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ وہ تخصیصات لفظ تطہیر مین اور اذہاب رجس مین بطرق احتمال راہ پاتے تھے
ہباءً منبثا ہوے اسکے جواب مین جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ ایسے احتمالات اتباع شیاطین انس پیدا کرتے ہین اسکا
قلع مادہ پہلے ہی عمل مین آچکا ہی اور تخصیصات اس جگہ واقع ہی یعنی آیہ کریمہ ویذہب عنکم رجز الشیطان مین نہ اس جگہ
یعنی آیہ تطہیر مین پھر سعی نا مشکور شاہ صاحب کی بحمد اللہ ہباءً منبثا ہوئی اور فضیلت اہلبیت کی باعتراف شیخ
ابن حجر باتم وجہ اس آیہ سے واضح ہوئی وللہ الحمد علی ذلک اور غریب تربات یہ ہی کہ آیہ مین رجز الشیطان واقع ہی
اور شاہ صاحب نے اسے رجس کے ساتھ تصحیف و تغییر کی تاکہ تغلیط عوام کے لیے مناسبت دونون آیتون مین لفظ و
معنی کی راہ سے پیدا ہو بعض فاضل نے اس قول کے جواب مین فرمایا ہی کہ تحقیقات سابقہ سے واضح ہوا کہ تخصیصات
آیہ کریمہ ویذہب عنکم رجز الشیطان کی ہی کہ جسے ناصب نے بلفظ رجس تبدیل کیا ہی تاکہ اس سے مماثل امر تطہیر کا کرین
اور اس خصلت کو فضل ابن روزبہان سے سیکھا ہی جیسا کہ کلام قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہ سے معلوم ہوتا ہی اور
حاصل قول قاضی صاحب کا یہ ہی کہ جو کچھ کہ فاضل ابن روزبہان نے ذکر کیا ہی آیہ محرفہ سے کہ وہ سورہ انفال مین ہی اور

حکم کیا ہو اور اُسکے مماثل ہونے کی آیت ہے جس سے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے استدلال کی ہو آیہ تطہیر سے پس
بتحقیق کہ اس بیان مین دلیل واضح ہو اُسکے کفر و الحاد پر اور اُسکی مشابہت پر یہود سے تحریف کلام مین اور اُسکی جرأت پر
خدا تعالیٰ کی مخالفت کے لیے اور اُسکے بغض و عداوت پر ساتھ پیغمبر خدا کے اور اُنکے اہلبیت کے کیونکہ بدلا ہی
حرف جر کے متعلق کو جو آیہ انفال مین ہی اور وہ قول خدا کا ینزل علیکم من السماء ہی کو اپنے قول سے یرید اللہ لیذہب
عنکم سے اور پھر بدلا ہی رجز کو جو آیہ مذکور مین ہی لفظ رجس سے تاکہ اس سے مماثلت کا دعویٰ میسر ہو فقط پھر
شاہ صاحب نے کہا ہو کہ تیسرے یہ ہو کہ غیر معصوم امام نہین ہوتا یہ ایک مقدمہ ہی جو باطل و ممنوع ہی کتاب خدا
اور اقوال عترت اُسکی تکذیب کرتے ہین انتہی اور جواب اُسکا یہ ہی بادلہ قاطعہ اور براہین ساطعہ جو شرائط امامت مین
وجوب عصمت امام کی نسبت ہم لکھ آئے ہین واضح و ثابت ہو چکا ہی کہ وجوب عصمت امام ہونے کا مقدمہ صحیحہ ہی
اور کتاب خدا اور اقوال عترت و آل کے اُسپر دلالت تام کرتے ہین اور جسے شاہ صاحب نے منافی جانا ہی وہ منافی
نہین ہی شاہ صاحب نے اپنی سوء فہمی سے اُسے منافی جانا ہی حاشا کہ ایسا مقدمہ باطل ہو بلکہ وہ مقدمہ مصداق
اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا ہی اور اُسکا شاہ صاحب کی نظر مین باطل ہونا اُسکے نفس الامر مین باطل ہونے کا
سبب نہین ہو سکتا پھر شاہ صاحب نے کہا ہی کہ ہم مانا لیکن اس دلیل سے حضرت امیر کی امامت کی صحت
ثابت ہو اور اس قاعدہ سے کہ کوئی خرق کرنے والا نہین ہی تمسک کرنا دلیل عجز کی ہی اسواسطے کہ جو اعتراض کرنے والا ہی
اُسکے واسطے کوئی مذہب نہین ہی اور اُسکا جواب یہ ہی کہ مقدمات کے تسلیم کرنے کے بعد حکم کرنا ساتھ ثبوت صحت
امامت حضرت امیر کے بلافصل و بلا نکیر سوا انحضرات کے جو غیر انحضرت کے عترت نبی سے ہین یہ خرق اجماع مرکب کا ہی
پھر اگر اجماع مرکب کو خرق کر سکین تو شق عصائے مسلمین کا اور مخالفت سب کے اجماع کی جائز ہوگی اور یہ تیشہ وہ
اپنے ہی پاؤن پر مارتے ہین کیونکہ جب ابوبکر منصوص الامامت نہوے اور اجماع بھی بے اصل ہوا تو اُنکے خلیفہ اول کی
بنائے خلافت ظاہر و باطن مین درہم و برہم ہو جائیگی اور چاہیے کہ پھر اہلسنت کے نزدیک بھی باطل ہو جناب
سلطان العلماء نے اُسکے جواب مین فرمایا ہی کہ علاوہ اُسکے کہ مقدمہ خرق اجماع کا بیچ مین فریقین کے شائع و ذائع ہی پھر
اگر غبی لامذہبی کو اپنی دخل دیتا ہی تو دلیلین سُنیون کی بھی برباد جاتی ہین والحمد للہ کیونکہ حجت ہونا اجماع بسیط کا
اجماع مرکب کی حجت ہونے کو مستلزم ہی اور اُسکا بطلان مستلزم اُسکے بطلان کا ہی اور خلافت ابوبکر کی شیعون کے
نزدیک پس ہر تقدیر مین باطل ہی اور اُسپر اجماع اصل سے اُسکے حاصل نہین ہی جیسا کہ عنقریب اُسکی تفصیل ہم کرینگے اور ذکر
کرینگے ہم اُنکے معایب و مثالب سے ایسی باتین جو اُنکی امامت کی صحت مین قدح کرنے والی ہین باستدلال کتاب
سنت سے اور خدا سے زیادہ راست گفتار کون ہی انتہی ترجمۃ کلامہ اور سب سے زیادہ غریب یہ ہی کہ اس مقدمہ
مذکورہ کے باطل کرنے کو شاہ صاحب نے اپنے اس قول سے معطل کیا ہی کہ اذا المعترض لا مذہب لہ اور خود آپ بھی

شاہ صاحب یہان معترض ہین تو آپ خود اپنے اقرار سے شاہ صاحب لامذہب ہوئے اسی لیے جناب سلطان العلما
فرمایا ہی اسکے جواب مین کہ یہ معترض شیعون پر لامذہب ہی لیکن ہم پہلے اُنسے تکلیف دیتے ہین کہ مسلمان وذریعہ گی
عقائد کا منعقد ہو پھر اثبات امامت وغیرہ مین اُس سے گفتگو کرینگے فقط بالجملہ یہ خلاصہ اُس کلام کا جو علماے
فریقین مین اس آیہ کریمہ کی نسبت ہوا ہی اور فہم منصف کو کافی ہی کہ اسے دیکھکر علم حقیقت امر کا جو کتاب خدا اور سنت
سید الانبیا سے ثابت ہوا جانین اور جس قدر اعوجاج اور تعصب وعناد کو حضرات علماے اہلسنت عمل مین لائین
پہچانین اور ہمیشہ جمیع اقوال کو اُنکے اسی پر محمول کرتا ہو اور اُنکی ناحق کوشی کو ہر امر مین سمجھتا رہے اللهم اهدنا الصراط
المستقیم وثبتنا علی القول الثابت وطهر قلوبنا یا مفیض الخیر والیقین بحق الذین اذهبت عنهم الرجس وطهرتهم تطهیرا
ساتوین آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ہی کیونکہ ماثور ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حاضرین نے جناب
رسول خدا سے عرض کیا کہ یا رسول الله وہ اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت کو آپ نے ہمپر واجب فرمایا ہی پسنکر
آنحضرت نے فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور اُنکے بیٹے ہین واضح ہو کہ جامع کتاب بحث الخصام نے ستر حدیثین
پانچوین باب مین مقصد ثانی کے طرق حضرات اہلسنت سے نقل کی ہین جو دلالت کرتی ہین اسپر کہ لفظ قربی جو اس
آیہ مین وارد ہی مراد اس سے جناب امیر المومنین ہی اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام ہین چنانچہ اُنھی سے یہ روایت ہی
جسکا حاصل یہ ہی کہ حدیث مسند احمد بن حنبل سے ہی کہ اُسنے اپنے باپ احمد سے نقل کیا کہ کہا اُسنے کہ جو میری طرف
محمد بن عبد الله بن سلیمان حضرمی نے لکھا اُسمین ذکر کیا ہی کہ تحقیق کہ حارث بن حسن طحان نے اس سے حدیث کی اور
کہا کہ مجھسے حدیث کی حسین اشقر نے قیس سے اُسنے اعمش سے اُسنے سعید بن جبیر سے اُسنے ابن عباس رض سے کہ کہا اُنھون نے
کہ جب نازل ہوا قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی قالوا یا رسول الله من قرابتک الذین وجبت علینا مودتهم قال علی وفاطمة
وابناهما یعنی اصحاب نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا وہ اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت ہمپر بحکم خدا واجب ہوئی ہی
پسنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور اُن دونون کے بیٹے ہین اور اسی کتاب مین حدیث خبر سادس صحیح
بخاری سے نقل کی ہی جو تفسیر مین اس آیہ کے ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ کہا حدیث کی مجھسے محمد بن بشار نے کہا حدیث کی
مجھسے محمد بن جعفر نے کہا حدیث کی مجھسے شعبہ عبد الملک بن میسرہ سے کہا اُسنے سنا مین نے طاوس سے اُسنے ابن
عباس سے کہ پوچھا اُنسے قول خدا تعالی سے الا المودة فی القربی کہا سعید ابن جبیر نے کہ قربی آل محمد صلوات الله علیهم ہین
اور شعبہ اُسکے صحیح مسلم کے پانچوین خبر سے تفسیر قوله تعالی قل لا اسئلکم علیه اجرا الخ مین ہی کہا اُسنے ابن عباس رض سے
اس آیت کو پوچھا گیا پس کہا ابن جبیر نے کہ وہی قربی آل محمد ہین اور اسی سے ہی جو ثعلبی سے تفسیر مین اس آیہ کے منقول ہی
حاصل اُسکا یہ ہی کہ کہا اُسنے کہ قرابت رسول خدا مین اختلاف کیا تھا جنکے لیے حق تعالی نے حکم وجوب مودت کا
اُنکے فرمایا پس اس اختلاف کے رفع کرنے کو خبر دی مجھے حسین بن محمد ثقفی نے جو صاحب عدالت تھا کہ حدیث کی

مجھسے برہان بن علی صوفی نے کہ حدیث کی مجھسے محمد بن عبد اللہ بن سلیم حضرمی نے کہ حدیث کی مجھسے حرب بن
حسن طحان نے حدیث کی مجھسے حسین اشقر نے قیس سے اعمش سے سعید بن جبیر سے ابن عباس سے کہا اُنھون نے
کہ جب نازل ہوا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ تو کہا اصحاب نے کہ ای رسول خدا وہ اقربا آپ کے اہین
کون ہین جنکی مودت ہمپر واجب ہوئی ہی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور اُنکے بیٹے ہین صلوات اللہ
علیہم اجمعین وسلامہ اور اسی جملہ سے تفسیر ثعلبی سے بوسائط رواۃ موافق اُنکے دیلمی سے منقول ہی کہ جب جناب
علی بن الحسین مقید ہوکر داخل شام ہو چلے تو ایک مکان کے دروازے پر حضرت کھڑے تھے کہ ایک شخص اہل شام
آکھڑا ہوا اور اُسنے کہا کہ شکر ہی اُس خدا کا جسنے تمکو مارا اور تمہارا استیصال کیا اور تمہارے فتنہ وفساد سے شہرون کو
بچایا یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تو نے قرآن پڑھا ہی اُسنے کہا ہان حضرت نے فرمایا کہ آل حم کو پڑھا ہی اُسنے کہا قرآن
تو پڑھا ہی لیکن آل حم کو نہین پڑھا حضرت نے فرمایا تو نے یہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کو قرآن مین پڑھا ہی اُسنے
کہا کیا تم اُنہین سے ہو حضرت نے فرمایا کہ ہان ہم اقربای رسول ہین اور اسی کتاب مین ثعلبی سے منقول ہی کہ اُسنے اپنی
تفسیر مین ابن عباس سے روایت کی ہی کہ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا کی تفسیر مین اُنھون نے کہا کہ مراد اس سے مودت
آل محمد کی ہی پھر اسی کتاب مین جمع بین الصحاح ستہ سے جو ابی الحسن رزین کی ہی اُسکے دوسرے جز سے جو اجزاء اربعہ
تفسیر سورہ حم مین قل لا اسئلکم الخ کے بیان مین ہی کہ ابن جبیر نے کہا کہ قربی آل محمد ہین اور اُسی کتاب مین محمد بن جریر سے
کہ اُسنے اپنے رجال کے ساتھ کتاب مناقب مین روایت کی ہی کہ جناب پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن
ابیطالب سے فرمایا کہ تم باہر نکلو اور ندا دو کہ آگاہ ہو کہ جو شخص کسی صاحب اُجرت پر اُسکی مزدوری کے ادا کرنے مین
ظلم کرے گا اُسپر خدا کی لعنت ہی اور آگاہ ہو کہ جو دوستی کرے گا سوا اُنکے جو آقا اور موالی حقیقی ہین پس اُسپر بھی لعنت خدا
کی ہی آگاہ ہو جو شتم و ناسزا اپنے مان باپ کو کہیگا اُسپر لعنت خدا کی ہی پس بموجب ارشاد صادق بنیاد جناب رسول خدا
حضرت امیر المومنین نے پکار کر یہ سب کو سُنایا بعد اُسکے عمر بن الخطاب اور ایک جماعت مسلمانون سے پیغمبر خدا کی
خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ آیا کچھ تفسیر بھی اس ندا کی ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان ہی بہ تحقیق کہ حق تعالی فرماتا ہی
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ پس جو کوئی کہ ہمپر ظلم کرے گا اُسپر لعنت خدا کی ہی اور حق تعالی فرماتا ہی النبی
اولی بالمومنین من انفسہم اور جسکا مین مولی ہون اُسکا علی مولا ہی پھر جو کوئی سوا اُسکے اور اُسکی اولاد کے اور کسی کے ساتھ اطاعت
کرے گا اُسپر لعنت خدا کی ہی اور مین تمہین گواہ کرتا ہون کہ مین اور علی باپ ہین ایمان لانے والون کے پس جو کوئی
سب وشتم کرے کسی ایک کے ساتھ ہم دونون سے پس اُسپر لعنت خدا کی ہی پس یہ سنکر آنحضرت سے جب سب باہر نکلے تو
عمر بن الخطاب نے کہا کہ ای اصحاب محمد کسقدر پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کے لیے غدیر مین تاکید فرمائی ہی اور جو
آج اُنہین تاکید شدید فرمائی ہی وہ بھی اُس تاکید کے غیر نہین ہی حسان بن ارث نے کہا ہی کہ یہ واقعہ اُنیس روز پیشتر

وفات نبی کا ہی اور اُسی کتاب مین علی بن الحسین بن محمد اصبہانی سے منقول ہی جو اُسنے کتاب مقاتل الطالبین مین
روایت کی ہو کہ جناب امام حسنؑ نے اپنے پدر عالیمقدار کی وفات کے بعد خطبہ پڑھا اور یہ بھی فرمایا کہ ای گروہ
آدمیان جسنے مجھے پہچانا ہو اُسنے پہچانا ہی اور جو مجھے نہین پہچانتا وہ پہچانے کہ مین ہون حسن بیٹا محمد کا مین ہون
بیٹا بشارت دینے والے کا مین ہون بیٹا ڈرانے والے کا مین اُسکا بیٹا ہون جسنے بحکم خدا سب کو دین اسلام
کی طرف طلب کیا مین ہون بیٹا اُسکا جو چراغ روشن کرنے والا سارے عالم کا تھا مین ہون اُن اہلبیت سے
جنسے خدانے رجس کو دور کیا اور پاک و طاہر فرمایا جو حق پاک کرنے کا ہی اور ایسے ہین وہ کہ جنکی مودت کو فرض و
وجب فرمایا خدانے اپنی کتاب مین اسلیے کہ فرمایا ہو ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا پس حسنہ مودت ہم اہلبیت کی ہی
اور اُسی جملہ سے ہی جو موفق بن احمد نے مقاتل اور کلبی سے روایت کی ہو کہ جب یہ آیہ قل لا اسئلکم الخ نازل ہوا تو
منافقین نے کہا آپس مین اپنے کہ آیا اس سے بھی زیادہ لائق تعجب کے ہی کہ ہمارے دوستون کو منسوب بسفاہت
وحماقت کرتے ہین اور ہمارے خداؤن کو ناسزا کہتے ہین اور قتل کرنا ہمارا تجویز کرتے ہین اور پھر یہ طمع کرتے ہین کہ
ہم انہین دوست رکھینگے بعد اُسکے یہ آیہ نازل ہوا کہ قل ما سئلتکم من اجر فہو لکم یعنی کہو ای محمد کہ جو کچھ مینے اجر رسالت کو
تمسے طلب کیا تھا وہ تمھارے ہی واسطے ہی یعنی میرے واسطے اس اجر سے کچھ فائدہ نہین ہی کیونکہ مودت کی منفعت
تمھاری طرف عود کرتی ہی کہ وہ ثواب ہی خدا کا اور اُسکی رضا ہی اور اُسی جملہ سے وہ روایت ہی جو ابن معالی شافعی نے
کتاب مناقب مین باسناد اپنی سدی سے روایت کی ہی تفسیر قول خدا تعالیٰ مین ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا کہ
اُسنے کہ مودت آل محمد مین جو رسول خدا ہین منحصر ہی اور کہا ہی اُسنے کہ جو خدا نے فرمایا ہو ولسوف یعطیک ربک فترضی صاحب کی
یہ ہو کہ اُنکے اہلبیت بہشت مین داخل ہون اور اُسی کتاب مین صاحب مناقب فاخرہ فی العترت الطاہرہ سے روایت
منقول ہی کہ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ نازل ہوا تو اصحاب نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
من ہولاء الذین امر اللہ تعالیٰ بمودتہم قال علی و فاطمہ و ولداہما اسی طرح اور بھی بہت سی روایات موافق طرق اہلسنت کے
اسی پر دلالت کرتی ہین کہ اقربا سے یہی حضرات اور انکی اولاد امجاد جو معصوم ہین مراد ہین جیسا کہ صاحب کتاب الجمع بین
نے سوا ان روایات کے جو منقول ہوئین اور پانچ روایتین بھی اسی مضمون کے موافق اپنی کتاب مین موافق طرق
حضرات اہلسنت کے جو نقل کی ہین انکا مجملاً مع اسم شیخ حدیث ذکر کرتا ہون کہ معلوم رہے اور وہ دوسری روایت
اور جمع بین الصحاح الستہ سے ہی اور ایک روایت ابراہیم محمد بن حموینی سے اور ایک روایت ابو نعیم صاحب حلیۃ الابرار سے
اور ایک روایت مالکی سے فصول مہمہ سے منقول ہی اور پھر دوسری روایت مالکی سے ہی اور سوا اسکے آیندہ ذکر اور بعض کا
انکے مباحث علما مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اُسی کتاب کے چھٹے باب مین مقصد ثانی سے بائیس ۲۲ حدیثین موافق طرق
امامیہ کے نقل کی ہین جنسے یہ مقصود بہت صراحت سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ انہین سے وہ روایت ہی جو محمد بن یعقوب

کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی زرارہ سے نقل کی ہی کہ جناب ابو جعفر سے عبداللہ بن عجلان نے تفسیر قول خداتعالی کو پوچھا کہ جو فرمایا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ آیہ مین قربی سے کون مراد ہین فرمایا آنحضرت نے ھم الائمۃ یعنی وہ ائمہ علیہم السلام ہین اور اسی جملہ سے وہ روایت ہی جسے احمد بن محمد بن خالد برقی نے کتاب محاسن مین حسن بن علی خزاز سے کہ اُنہے مثنی حناط سے اور اُنہے عبداللہ بن عجلان سے روایت کی ہی کہ کہا اُنہے کہ پوچھا مین نے امام ابو جعفر علیہ السلام سے مراد قول خداتعالی کو جو آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ ہی فرمایا کہ قربی وہی ائمہ ہین لیسے کہ جو صدقہ نہین کہاتے تھے اور نہ صدقہ اُنکے واسطے حلال ہی اور ایسی سے ہی جو عبداللہ بن جعفر حمیری نے کتاب قرب الاسناد مین بذریعہ مشائخ حدیث جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے نقل فرمایا ہی کہ جب یہ آیہ جناب رسول خدا پر نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی تو وہ حضرت مجمع اصحاب مین کھڑے ہوے اور فرمایا کہ ایہا الناس بیشک خدائے بزرگ نے میرے واسطے کچھ تم پر واجب فرمایا ہی پس آیا تم اُسے ادا کروگے پس کسی نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ حضرت پھر کر تشریف لائے اور جب دوسرا دن ہوا تو پھر حضرت رسول مجمع مین آئے اور جو کچھ کہ پہلے دن فرمایا تھا اُسکا اعادہ کیا اور پھر کسی نے جواب نہ دیا اور اُس روز بھی حضرت پھر آئے پھر تیسرے روز بھی اسی طرح جناب رسول خدا نے سب سے پوچھا اور کسی نے جواب نہ دیا اُسوقت فرمایا آنحضرت نے کہ ایہا الناس وہ جو خدا نے میرے لیے تم پر واجب کیا ہی وہ سونا اور چاندی اور کھانا پینا نہین ہی جب یہ فرمایا تو بعض نے عرض کیا کہ وہ کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے مجھپر نازل فرمایا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی جب یہ سنا تو سب نے کہا کہ یہ کیا بات ہی بہتر ہی ہم اُسے ادا کرینگے اسکے بعد جناب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ اِس وعدے پر وفا نہین کی مگر سات شخصون نے کہ وہ سلمان اور ابوذر اور عمار اور مقداد بن اسود کندی اور جابر ابن عبداللہ انصاری اور ایک غلام رسول خدا کا جنکا نام ثبیت تھا اور زید بن ارقم تھے اسی طرح اور بہت روایات خاصہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہین کہ قربی سے مراد حضرات امیر المومنین اور ائمہ کرام ہین اور یہ ایسی بات ہی کہ جسنے انصاف کے ساتھ دیکھا ہی یا دیکھے وہ جانتا ہی اور جانے گا کہ یہ تفسیر و بیان متفق علیہ اہل اسلام ہی کہ فریقین کے مفسرین و محدثین نے اِس آیہ کی تفسیر مین اِن روایات کو نقل کیا ہی اور سیر و اخبار کے بھی دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہمیشہ حضرات ائمہ اِس آیہ سے اپنے اظہار فضل و شرف کے مقام پر تمسک اور استدلال فرماتے رہے ہین اور سب اہل اسلام سے یہان تک کہ معاندین بھی اُنکے اُسے تسلیم کرتے آئے ہین اور صلحائے اصحاب و تابعین اور سائر مومنین آنحضرات کی مودت کے واجب ہونے کا موافق اِسی آیہ کے اقرار و اعتراف کرتے آئے ہین بلکہ آنحضرات کے حفظ و صیانت کے لیے جانین اپنی قربان کرتے آئے ہین جیسا کہ حال اصحاب سید الشہدا کا جو روز عاشورا اُن بزرگوارون نے اِسی وجوب مودت کی راہ سے کارہائے نمایان کیے مشہور ہی اور بڑا شاہد عادل صدق مطلوب کا ہی لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے کتاب تحفہ مین نسبت

اس آیہ کی دلالت کے بیچ کلام فرمایا ہو اور مفصل اُنکا یہ ہو منجملہ قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فانہا
روت قالوا یا رسول اللہ من قرابتک ھٰؤلاء الذین وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمۃ وابناہما بعد اسکے کہا ہو جاننا چاہیے کہ یہ دلیل اہلسنت کی ہو جو وہ
نواصب کے مقابلہ مین محبت اہلبیت کے واجب ہونے کے بارے مین اُسے استدلال کرتے ہین چنانچہ قرطبی
اور اور علماے اہلسنت نے کہ شام و مغرب کے ناصبیون کے ساتھ مناظرے رکھتے تھے اِس آیہ کو انھون نے اس
مقام پر اپنا متمسک بنایا ہو اور شیعون نے اُسے اہلسنت کی کتابون سے چوری کر کے نفی امامت خلفاء ثلثہ کی دلیل
گردانا ہو اور تقریر مین دو تین کلمہ بڑھاے ہین اور کہتے ہین کہ اہلبیت واجب المحبت ہین اور جو واجب المحبت ہو وہ واجب الاطاعت ہو
پس علی واجب الاطاعت ہین اور وہی امام کے معنی ہین اور غیر علی واجب المحبت نہین ہو پس واجب الاطاعت نہ ہوگا
اور جواب اس استدلال سے یہ ہو کہ مفسرین مین اس آیہ کی مراد مین اختلاف فاحش ہو طبرانی اور امام احمد نے
ابن عباس سے اس قسم سے روایت کی ہو لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کی تضعیف کی ہو کیونکہ یہ سورہ یعنی
سورہ شوریٰ سب مکی ہو اور اس جگہ امام حسن اور امام حسین نہ تھے اور نہ حضرت فاطمہ کو جناب امیر سے زوجیت کا
تعلق حاصل ہوا تھا اور اس روایت کی سند مین بعض شیعہ غالی واقع ہین اور جنسے محدثین سے اس شیعہ غالی کو
صدق و راستی کے ساتھ وصف کیا ہو وہ بنا بر ظاہر حال کے اُسکے وصف کیا ہو باطنی عقیدے سے اُسکے اُسے
خبر نہ تھی اور ظن غالب وہ ہو کہ اُس شیعہ مذہب نے بھی جھوٹ نہ کہا ہو بلکہ روایت بالمعنی کی ہو حدیث کا لفظ
[...] ہوگا اُس شیعہ مذہب نے اہلبیت کو تعیین چار شخصون مین حصر کیا جیسا کہ بخاری نے ابن عباس سے
مِن وعن نقل کیا ہو اور اُسمین یہ لفظ واقع ہو کہ الا القربیٰ من بینہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرابۃ وقتادۃ وسدی کبیر وسعید
بن جبیر نے تقیید کیا ہو ساتھ اُسکے کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ سوال نہین کرتا ہین تمسے تبلیغ و دعوت پر کسی اجرت کا
لیکن سوال کرتا ہون تمسے دوستی کا اپنے ساتھ بجہت اُس قرابت کے جو تمھارے ساتھ رکھتا ہون ابن عباس سے بھی
یہ روایت بخاری مین موجود ہو اور مفصل مذکور ہو کہ کوئی بطن بطون قریش سے نہ تھا مگر یہ کہ آنحضرت کو اُنسے قرابت
تھی اور اُس قرابت کو یاد دلاتے تھے اور اُس قرابت کا اداے حقوق لا اقل یہ ہو کہ انھین اذیت نہ پہونچاے کہ یہ
ادنیٰ مرتبہ صلہ رحم کا ہو اُنسے چاہتے تھے پس استثنا منقطع ہو اور امام فخر رازی اور سب مفسرین متاخرین نے اسی
معنی کو پسند کیا ہو کیونکہ پہلے معنی شان نبوت کے مناسب نہین یہ خصلت طالبان دنیا کی ہو کہ کوئی کام کرین
اور اُس کام کا ثمرہ اپنی اولاد و اقارب کے واسطے چاہین اور اگر اتنا بھی اس قسم کے اغراض کو مد نظر رکھتے ہون
تو نبین اور دنیا دارون مین کچھ فرق نہ رہے اور موجب تہمت کا اور التباس کا اُنکے اقوال و افعال مین ہو اور غرض
بعثت کا نقض لازم آوے اور بھی پہلے معنی بہت سی آیات کو منافی ہین خدا فرماتا ہو ما سألتکم من اجر فہو لکم ان
اجری الا علی اللہ اور خدا کا قول ام تسألہم اجرا فہم من مغرم مثقلون [...] اور یہی سورۂ شعرا مین جمیع انبیا کی زبانی سوال اجر کی

نفی کی حکایت فرمائی ہو پھر اگر خاتم الانبیا ابرکا سوال کرین تو انکا مرتبہ اور پیغمبرون کے مرتبہ سے کم ہو جاے اور یہ
خلاف اجماع ہو اور دوسرا جواب یہ ہو کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ جو واجب المحبت ہو وجب الاطاعت ہو اور نہین
تسلیم کرتے کہ جو وجب الاطاعت ہو صاحب امامت ہو یعنی ریاست عامہ کے لیکن پہلا پس اسلیے کہ اگر محبت کا
وجب ہونا اطاعت کے وجب ہونے کے مستلزم ہو تو لازم آتا ہو کہ جتنے علوی ہین پس سب وجب الاطاعت
ہون کیونکہ شیخ ابن بابویہ نے کتاب اعتقادات مین اپنی لکھا ہو کہ ان الامامیہ اجمعوا علی وجوب محبۃ العلویۃ اور یہی اس
دلیل سے لازم آتا ہو کہ حضرت فاطمہ بھی امام ہون اور یہ اجماع کے خلاف ہی اور یہی لازم آتا ہو کہ ہر ایک ان
چارون سے زمان حیات مین پیغمبر خدا کے امام ہون اور سبطین حضرت امیر کے زمانے مین امام ہون اور وہ
بالاتفاق باطل ہو اور لیکن دوسرا پس اسلیے کہ ہر وجب الاطاعت صاحب خلافت کبری ہو تو لازم آتا ہو کہ ہر نبی
صاحب خلافت کبری ہو اور یہ بھی باطل ہو کیونکہ شموئل علیہ السلام نبی واجب الاطاعت تھے اور طالوت صاحب
زعامت کبری تھے قرآن کی نص سے جو فرمایا ہو ان اللہ بعث لکم طالوت ملکا اور جواب یہ ہو کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ محبت کا
وجب ہونا منحصر انھین چار شخصون مین ہو بلکہ اورون مین بھی پایا جاتا ہو کہ حافظ ابو طاہر سلفی نے اپنی مشیخت مین
انس سے روایت کی ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ محبت ابو بکر کی اور انکا شکر میری سب امت پر وجب ہو اور یہی طرح ابن عساکر
نے بھی اس سے روایت کی ہو اور دوسرے طریق سے سہیل ابن سعد ساعدی سے بھی مثل اسی کے مروی ہو اور حافظ
عمر بن محمد بن خضر ملا سے کہ اُنھنے اپنی سیرت مین رسول خدا سے روایت کی ہو کہ فرمایا خدا تعالی نے وجب کیا ہو تمپر محبت کو
ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی کی جیسا کہ فرض کیا ہو تمپر نماز کو اور زکوۃ کو اور روزے کو اور حج کو اور ابن عدی نے انس سے
روایت کی ہو پیغمبر خدا سے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ دوستی ابو بکر و عمر کی ایمان ہو اور دشمنی انکی نفاق ہو اور ابن عساکر نے
جابر سے روایت کی ہو کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ دوستی ابو بکر و عمر کی ایمان سے ہو اور دشمنی ان دونون سے کفر ہو اور
ترمذی نے روایت کی ہو کہ ایک جنازہ کو پیغمبر خدا کی خدمت مین لائے پس آنحضرت نے اسپر نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ
عثمان کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا پس خدا نے اس سے بیزاری فرمائی اور ہر چند کہ یہ روایات اہلسنت کی کتابون مین ہین
لیکن چونکہ شیعون کو اس مقام پر الزام دینا اہلسنت کو منظور ہو اور بدون ملاحظہ کرنے انکی جملہ روایتون کے یہ مقصود
حاصل نہین ہوتا اور ایک روایت سے اہلسنت شیعہ کا الزام نہین کھاتے اور اگر شیعہ اہلسنت کو تنگ کرین تو کتاب
اللہ سے اور عترت کے قول سے خلفاے ثلثہ کی محبت کے وجب ہونے کو اہلسنت ثابت کر سکتے ہین جو خدا نے
فرمایا ہو یحبہم ویحبونہ یہ لفظ بالاجماع مقاتلین مرتدین کے حق مین واقع ہو اور یہ سرگروہ مقاتلین مرتدین کے تھے اور جسے
خدا دوست رکھے وہ وجب المحبت ہو وعلی ہذا القیاس انتہی خلاصۃ کلامہ اب راقم رسالہ کہتا ہو کہ العجب کل العجب مین
جمادی وجب جناب شاہ صاحب نے اس بیان مین خود پہلے اقرار فرمایا کہ یہ دلیل یعنی اس آیہ سے موافق روایت مذکورہ

سوودت حضرت امیرمومنان اور جناب سیدہ اور سبطین علیہم السلام کو واجب جاننا اور لفظ قربی سے نعین حضرات
کو مراد لینا اہلسنت کی دلیل ہی کہ نواصب کے مقابلہ مین اثبات وجوب محبت اہلبیت مین وہ اسی سے استدلال کرتے ہین
اور اسکے بعد اعاظم علماے اہلسنت کا بھی نام بتصریح کہ وہ قرطبی ہین اور اور علما کی طرف جنہون نے اس سے استدلال کیا
اشارہ فرمایا کہ انحضرات نے نواصب شام و مغرب کے مناظرات مین اس جگہہ اس ایت سے استدلال کیا ہی اس بیان سے
یہ ثابت ہوا کہ روایت صحیح ہی اور لائق اسکے ہی کہ اس سے حجت لائی جاے اور معلوم ہوا کہ اکثر علما نے انکے اس سے
استدلال و احتجاج کیا ہی پس جب وہ حدیث بھی انکی معتبر کتابون مین منقول ہو چکی اور احتجاج و استدلال اسی سے قدماے علماو
محدثین انکے کر چکے جس سے انکی تصحیح بہ نسبت اس روایت کے ثابت ہو چکی تو پھر شیعون نے جو اسے استدلال کیا
اسلیے درپے تضعیف حدیث متفق علیہ بقول متاخرین ہوے اور تکذیب اقوال و ابطال اقوال علما کا اپنے فرمایا عمدہ
تو ان نواصب شام و مغرب کا تھا جنہہ مناظرات مین بقول شاہ صاحب انکے علما نے اس حدیث سے استدلال
احتجاج کیا تھا کہ ایسے کلمات کہنے شاہ صاحب کو جو اپنے تئین شیعہ اولی فرماتے ہین موافقت و اعانت اہلسنت کی
زیبا تھی نہ یہ کہ طرفداری نواصب کی اور تکذیب و ابطال اہلسنت کا کرتے اور جب محدثین اہلسنت ایک روایت کو
جو کتب شیعہ مین بھی ہی اپنی کتب مین نقل کر چکے اور انکے علما اسے محل احتجاج و استدلال مین لا چکے تو یقینی وہ متفق
علیہ او مجمع علیہ ہو چکی پھر اسکے بعد اگر متاخرین سے کوئی بسبب اغراض فاسدہ کے اسکی نقیض کرے اور تضعیف چاہے
تو البتہ صاحب خبرت اور منصف کے نزدیک وہ اعتبار سے ساقط سمجھا جائیگا کیونکہ جیسا حال اخبار و روایات کا
متقدمین کو معلوم ہو سکتا تھا وہ متاخرین کو علم نہین حاصل ہو سکتا اور یہ کلام شاہ صاحب سے ثابت ہی کہ انکے
قدماے علما نے اسے اپنی کتب حدیث مین نقل بھی کیا ہی اور اسے لائق استدلال و احتجاج کے جانا ہی اور اس سے
استدلال کیا ہی اور جب ہمہ تن شاہ صاحب کو اسکی تضعیف ہی منظور تھی تو کاش پہلے اس بیان سے اسکی تقویت
نہ ظاہر فرماتے لیکن شاید یہ اسلیے فرمایا کہ تا سرقہ کی نسبت شیعون کی طرف جو اسکے بعد کی ہی ممکن ہو لیکن جو اس سے
لازم آیا وہ بہت قبیح ہی کیونکہ اس تضعیف سے اور تکذیب و ابطال فعل علما سے یہ ضرور لازم آتا ہی کہ انکے علما کا استدلال
یقینی باعتراف شاہ صاحب بھی صحیح نہین ہوتا اور وہ اباطیل ضعاف کو محل احتجاج مین ذکر کرتے ہین اور جب یہ
مسلم و ثابت ہو چکا تو جو شاہ صاحب نے بھی اخبار اس جواب مین ذکر فرماے ہین وہ بھی ایسے ہی سمجھے جاینگے
اور لائق اعتنا و اعتماد کے نہونگے کیونکہ شاہ صاحب بھی انھین علما سے ہین اور خلاف سیرت و سنت و طریقہ اپنے
علما کے نہ فرماوینگے یہ پہلی خرابی ہی جو اس قول سے لازم آتی ہی اب مفصل جواب ہر ہر امر کا اس سے یہ ہی قولہ
اور شیعون نے اسے اہلسنت کی کتابون سے چوری کر کے الخ اور جواب اسکا یہ ہی کہ اس سرقہ کی نسبت
شیعون کی طرف ویسی ہی جیسا اخوان یوسف نے حضرت یوسف کی طرف کی تھی اور حق تعالی نے اسے نقل فرمایا

ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل اور جو اسکا جواب حضرت یوسف نے دیا تھا وہی اسکا جواب حقیقت کی راہ سے
زیبا ہی لیکن منصف خبیر پر یہ بات ظاہر ہی کہ شیعون نے ہر چیز کو تعلیم اپنے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے جانا ہی اور
جو انسے پایا ہی اسی کو معتبر جانتے ہین اور سوا معصوم کے اور کسی جائز الخطا کے قول پر کان نہین رکھتے اگر لفظ قربیٰ کی تفسیر
انحضرات کے ساتھ روایات اہلسنت ہی مین وارد ہوئی ہوتی جب بھی اس کلمہ کے کہنے کا کچھ محل ہوتا لیکن جب
اخبار اہلبیت علیہم السلام اسکی تفسیر مین موافق شیعون کے طریقے کے بھی بہت ہین تو پھر شیعون کا ماخذ وہ ہونگے
نہ اخبار اہلسنت ہان وہ کبھی بطور الزام خصم یا بطور تنبیہ تغافلین انکے اخبار کا ذکر کر دیتے ہین کیونکہ حضرات
اہلسنت بسبب اسکے کہ ارادہ انکا یہ نہین ہی کہ درپے تحقیق و تحصیل امر حق ہون اسلیے جو کچھ اخبار کہ انکے یہان فضائل
اہلبیت علیہم السلام کے بارے مین ہین بھی انکی طرف یا متوجہ نہین ہوتے اور نتائج و مآل پر انکے نظر نہین کرتے
یا اگر کہیے سننے سے کسی کے دیکھا بھی تو دشمن کی نظر سے دیکھتے ہین اور اصل مطلب اور تاویل صحیح نہین اختیار کرتے
بلکہ بسبب حمیت مذہب کے ایسی تاویلین کرتے ہین جس سے اثبات فضیلت نہو بلکہ اسکا سلب لازم آوے
اور اگر کہین خلاف حمیت مذہب نقل محل فضیلت مین بھی کر گئے جب بھی اسطرح کہ اسکے مدلول سے مطلب نہین
بلکہ جسطرح کوئی بے دیکھے راہ چلے اسطرح روایت کو نقل کرتے ہین کہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہین مراد معانی
انکے دل مین نہین جگہ لیتے اسلیے شیعہ انہین مدلول بتا دیتے ہین اسی طرح یہان بھی ہوا ہی اور یہ بات تو ایسی ہی کہ اس سے
کمال کی نسبت شیعون کی طرف کیجاتی نہ یہ کہ عیب سرقہ انکی طرف منسوب ہوتا اور شیعہ کیا چرائینگے انہین تو چورون سے
فرصت خود نہین ملتی قرآن سے کیا کیا آیتین کیسے کیسے لفظ نکل گئے انکی دولت و سلطنت کو خود ایسے نقصان پہونچایے
گئے ہین کہ لائق انصاف اولوالالباب ہی قولہ اسے دلیل نفی امامت خلفاے ثلثہ کی گردانتے ہین اور تقریر مین دو تین
کلمہ بڑھا کر کہتے ہین الخ غالبا یہ اشارہ ہی طرف جناب علامہ حلی رہ کے جنہون نے کتاب کشف الحق مین فرمایا ہی
وجوب المودۃ یستلزم وجوب الطاعۃ اور اسے اثبات خلافت حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین انھون نے لکھا ہی
ہان نفی امامت خلفاے ثلثہ کی بلکہ جملہ خلفاے جور کی اور اسی طرح اثبات امامت جملہ ائمہ دوازدہ گانہ اہلبیت معصومین
علیہم السلام کی اس سے حاصل ہوتی ہین کیونکہ مدار وجوب مودت کا عصمت پر ہی پھر جو معصوم ہوگا اسی کی مودت
واجب ہوگی اور وہی واجب الاطاعت بھی ہوگا اور جو جائز الخطا ہی اسکی مودت و اطاعت دونون واجب نہونگی باقی
ان صاحبون کی نفی امامت کے لیے یہی دلیل نہین ہی وہ ادلہ بہت ہین جو آیندہ مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالی ابھی تو
ناحق شاہ صاحب نے معنی آیت کو بگاڑا اور خلاف مراد الہی تاویل کی اور رسول خدا کی نسبت بدگمانیان
فرمائین جسے کوئی صاحب دین پسند نہ کریگا اور اسکا بیان تفصیل آتا ہی انشاء اللہ تعالی قولہ جواب اس استدلال سے
یہ ہی کہ مفسرین کو اس آیہ کی مراد مین اختلاف فاحش ہی طبرانی اور امام احمد نے ابن عباس سے اس قسم کی روایت کی ہی

لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ تنہا طبرانی اور امام احمد نے روایت
نہیں کیا جیسا شاہ صاحب فرماتے ہیں بلکہ متعدد طریق سے اس مضمون کو ہم حضرات اہلسنت کے محدثین کی کتابوں سے
اوپر نقل کر آئے ہیں اور فاضل بیضاوی اور جار اللہ زمخشری صاحب کشاف اور مصنف تفسیر کبیر یعنی امام فخر رازی نے
اپنی تفسیر کبیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور ابو القاسم نے شواہد التنزیل میں اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب میں
اور امام ابو الحسین بغوی نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ ابن حجر نے احمد و طبرانی اور ابن ابی حاتم
اور حاکم سے ابن عباس سے صاف اسطرح نقل کیا ہے کہ ان هذه الآية لما نزلت قالوا یا رسول الله من قرابتک هؤلاء الذین
وجبت علینا مودتهم قال علی و فاطمة و ابناهما اور پھر اسکے بعد کہا ہے و فی سنده شیعی غال لکنه صدوق یعنی اسکی سند میں
راوی شیعہ غال بھی ہے لیکن وہ براست گو ہے اور پھر کہا ہے و روی ابو الشیخ و غیره عن علی کرم الله وجهه قال فینا فی آل حم آیة
لا یحفظ مودتنا الا کل مؤمن ثم قرأ قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ یعنی ابو شیخ اور سوا انکے اور علماؤں نے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب
سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ سورۂ آل حم میں ہمارے بارے میں ایک آیت ہے کہ حفاظت نہیں کرتا ہماری
مودت کا مگر مومن اور یہ فرما کر اسی آیت قربیٰ کی تلاوت فرمائی اور بعد اسکے چند روایتیں منجملہ ان روایات کے
جو اوپر مذکور ہو چکیں نقل کی ہیں کہ وہ ایک امام حسنؑ کے خطبہ پڑھنے کی روایت کی ہے اور افتراض مودت کہ ہر
مسلمان پر روایت ہے اور جناب امام زین العابدین نے جو شام میں مرد شامی سے فرمایا وہ روایت ہے اور ثعلبی اور
بغوی نے جو طبرانی سے روایت کی ہے بخیال تکرار اب اسکا اعادہ نہیں کیا جاتا اور شیخ ابن حجر نے امام شافعی کے
ایک شعر اپنی کتاب صواعق میں نقل کیا ہے جس سے گواہی اسکی ثابت ہے اور وہ یہ ہے یا اهل بیت رسول الله حبکم فرض من
الله فی القرآن انزله کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلاة له پھر شاہ صاحب نے جو فقط طبرانی اور امام احمد کا نام نقل
روایت میں لیا یہ کسطرح صحیح ہو سکتا ہے اور اختلاف مفسرین کو جو کہتے ہیں تو اس اختلاف کو تو ثعلبی اپنی تفسیر میں ذکر
کر کے رفع کر چکے اور نقل روایت میں انکے ساتھ اتفاق اکثر مفسرین کا مذکور ہو چکا پھر اسکے بعد اگر کوئی متاخرین سے
مخالفت اس سے کرے تو وہ محمول اسکے تعصب و حمیت مذہب پر ہوگا اور پایہ اعتبار سے ساقط سمجھا جائیگا کیونکہ
جب متقدمین مفسرین نقل روایت میں اتفاق و اجماع کر چکے تو متاخر کا منصب اسکی تضعیف و مخالفت کا نہیں ہے
اور یہ عبارت تفسیر ثعلبی کی ہے علی ما نقله صاحب الکتاب المبین ان اختلفوا فی قرابة رسول الله الذین امر الله تعالیٰ بمودتهم فاخبرنی الحسین
بن محمد الثقفی العدل و ساق الاسناد الی الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت الآیة قالوا یا رسول الله من قرابتک هؤلاء الذین
علینا مودتهم قال علی و فاطمة و ابناهما صلوات الله علیهم قال و دلیل ذلک ما حدثنا ابو منصور الحمشادی و ساق الاسناد الی زید بن علی بن الحسین
عن ابیه عن جده عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه قال شکوت الی رسول الله حسد الناس لی فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعة اول من یدخل
الجنة انا و انت و الحسن و الحسین و ازواجنا عن ایماننا و شمائلنا و ذریتنا خلف ازواجنا و شیعتنا من خلف ذریتنا و روی باسناده الی

maablib.org

السدی عن ابیه انه قال لما جی بعلی بن الحسین اسیرا فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اهل الشام فقال الحمد لله الذی
قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنة فقال له علی بن الحسین اقرات القرآن قال قرأت سورة آل حم قال قرات القرآن ولم تقرأ
آل حم قال قرات قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی قال لانتم هم قال نعم وروی باسناده عن شهر بن حوشب عن ام سلمة
عن رسول الله انه قال لفاطمة ائتینی بزوجک وابنیک فجاءت بهم فالقی علیهم کساء ثم رفع یده علیهم فقال اللهم هؤلاء
آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد فانک حمید مجید قال قالت فرفعت الکساء لادخل معهم فاجتذبه وقال
انک علی خیر وروی الامام ابن حنبل فی مسنده باسناده عن الحسین بن علی عن ابیه عن امه فاطمة بنت رسول الله قالت
خرج علینا رسول الله عشیة عرفة وقال ان الله عز وجل باهی بکم وغفر لکم عامة ولعلی خاصة وانی رسول الله
الیکم جمیعا غیر محاب لقرابتی ان السعید کل السعید حق السعید من احب علیا فی حیوته وبعد موته الی ان قال الثعلبی
والدلیل علی صحة مذهبنا فیه ما اخبرنا به ابو محمد عبد الله بن حامد وساق الاسناد الی جریر بن عبد الله البجلی قال
قال رسول الله من مات علی حب آل محمد مات شهیدا الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له الا ومن مات علی حب
آل محمد مات تائبا الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب آل محمد بشره ملک
الموت بالجنة ثم منکر ونکیر الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها الا ومن مات علی حب
آل محمد جعل الله زوار قبره الملائکة بالرحمة الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة الا ومن مات علی بغض
آل محمد جاء یوم القیمة مکتوبا بین عینیه آیس من رحمة الله تعالی الا ومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة ویدل
ذلک ما روی ابو هریرة قال نظر رسول الله الی علی وفاطمة والحسن والحسین فقال انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم

یعنی صاحب کتاب مبین نے قول ثعلبی کو انکی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ کہا انھون نے تفسیر مین اس آیت کی کہ خلاف کیا ہے
علمانے پیغمبر خدا کے اقربا کے بارے مین جنکی دوستی کے لیے خدا نے حکم فرمایا ہے پس خبر دی مجھے حسین ابن محمد ثقفی نے
جو صاحب عدالت ہین یہ کہکر حدیث کو پہونچایا ثعلبی نے طرف اعمش کے سعید بن جبیر سے کہ انھون نے ابن عباس رض سے
کہ کہا انھون نے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو اصحاب نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا وہ قرابت دار آپکے جنکی مودت ہمپر واجب
ہوئی ہے کون ہین یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ علی ہین اور فاطمہ ہین اور انکے دونون بیٹے ہین صلوات اللہ علیہم اور بعد اسکے
ثعلبی نے کہا ہے کہ دلیل اسکی صحت پر یہ ہے کہ حدیث نقل کی ہے ابو منصور حمشاوی نے اور سلسلہ حدیث کو پہونچایا طرف زید بن
علی ابن الحسین کے کہ انھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھون نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے کہ
فرمایا آنحضرت نے کہ مین نے پیغمبر خدا سے شکوہ کیا کہ مجھسے لوگ بہت حسد رکھتے ہین یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تم
راضی نہین ہوتے کہ چوتھے ان چارون سے ہو جو پہلے بہشت مین داخل ہونگے اور وہ مین ہون اور تم اور حسن اور حسین ہین
اور ازواج ہماری ہمارے راست و چپ ہونگی اور اولاد ہماری ہماری ازواج کے پیچھے ہونگی اور دوست ہمارے

ہماری ازواج کے پیچھے ہونگے اور روایت کی ہے ثعلبی نے باسناد اپنی سدی کی طرف ابی دیلم سے کہ جب جناب
علی ابن الحسین مقید ہوکر داخل شام ہوئے تو ایک درجہ پر دمشق کے حضرت کو کھڑا کیا تھا اسوقت ایک شامی نے آکر
بطور شماتت آنحضرت سے کہا کہ شکر خدا کا جسنے تمہین مارا اور تمہارا استیصال کیا اور فتنہ وفساد کو زمین سے قطع کیا یہ سنکر
آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تو نے قرآن پڑھا ہے اور تمین سورہ آل حم کی قراءت کی ہے اسنے کہا قرآن تو پڑھا ہے لیکن سورہ آل حم
نہین پڑھا حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ تو نے پڑھا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی یہ سنکر اسنے کہا کہ کیا تم انہین سے ہو
حضرت نے فرمایا کہ ہان اور نیز ثعلبی نے باسناد اپنی شہر بن حوشب سے ام سلمہ رض سے کہ انھون نے پیغمبر خدا سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت نے جناب سیدہ فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ اپنے شوہر کو اور اپنے دونون بیٹون کو لیکر میرے پاس آؤ جب
حضرت انکو ہمراہ لیکر آئین تو انپر چادر اوڑھائی اور بعد اسکے اپنا ہاتھ اپنے بلند کر کے فرمایا کہ خداوندا یہی آل محمد ہین پس نازل کر
اپنی صلوٰة وبرکات کو اوپر آل محمد کے بہ تحقیق کہ تو حمید مجید ہے ام سلمہ کہتی ہین کہ مین نے بھی چادر اٹھائی تاکہ انکے ساتھ
داخل ہون پس آنحضرت نے چادر کو انکے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو بھی نیکی پر ہے اور روایت کی ہے امام ابن حنبل نے
اپنی مسند مین باسناد اپنی حسین ابن علی سے کہ انھون نے اپنے باپ سے اور مان فاطمہ سے جو بیٹی رسول خدا کی ہین
روایت کی ہے کہ فرمایا انھون نے کہ پیغمبر خدا شب عرفہ کو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ بہ تحقیق کہ خدائے
عزوجل نے تمہارے ساتھ مباہات فرمائی ہے اور عموماً تمہاری سب کی مغفرت فرمائی اور علی ابن ابیطالب کے لیے
خاصة بخشا ہے اور مین پیغامبر ہون خدا کا تم سب کی طرف اور محبت قرابت سے نہین کہتا بہ تحقیق کہ سعید اور کل سعید اور حقا
سعید وہ ہے جو علی کو دوست رکھے انکی حیات مین اور بعد انکے مرنے کے یہان تک کہ اس قسم کی روایات جمع کرلانے
کی نقل کرنے کے بعد ثعلبی نے کہا کہ اور دلیل ہمارے اس مذہب کی صحت پر کہ اقربائے رسول بھی بزرگوار ہین وہ یہی جو خبر دی
ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن حامد نے اور پہونچایا حدیث کو جریر ابن عبد اللہ بجلی تک کہ کہا اسنے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ جو مر جائے
دوستی آل محمد پر وہ شہید مریگا اور آگاہ ہو جو مر جائے دوستی آل محمد پر وہ مغفور مریگا آگاہ ہو اور جو دوستی آل محمد پر مریگا
وہ تائب مریگا اور آگاہ ہو کہ جو مرے دوستی آل محمد پر وہ مومن مستکمل الایمان مریگا اور آگاہ ہو کہ جو مریگا دوستی آل محمد پر اسے
بشارت دینگے ملک الموت ساتھ بہشت کے بعد اسکے منکر ونکیر بشارت دینگے آگاہ ہو کہ جو دوستی آل محمد پر مریگا وہ
مزین وآراستہ ہوکر بہشت کی طرف جائیگا جیسا کہ دولھن کو بازینت کرکے خانہ شوہر مین اسکے لیجاتے ہین آگاہ ہو
کہ جو دوستی آل محمد پر مریگا حق تعالیٰ اسکی قبر پر زیارت کرنے کو فرشتون کو رحمت کے ساتھ مقرر فرمائیگا آگاہ ہو جو
مریگا دوستی آل محمد پر وہ مریگا اوپر سنت وجماعت کے آگاہ ہو جو مریگا اوپر دشمنی آل محمد کے وہ روز قیامت کو اسطرح
آئیگا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ مایوس ہے رحمت خدا سے آگاہ ہو جو مریگا دشمنی آل محمد پر وہ بوئے بہشت کو نہ
سونگھیگا اور موید ہے اس سے وہ جو روایت کی ہے ابو حاتم نے ابو ہریرہ سے کہ کہا انھون نے کہ نظر فرمائی پیغمبر خدا نے

طرف علی و فاطمہ اور حسنین علیہما السلام کے پس فرمایا کہ مین لڑنے والا ہون اُس سے جو تمسے لڑے اور بر سر سلامتی ہون
اُس سے جو تمسے بسلامتی پیش آے اور صلح چاہے انتہی ملخصًا کلامہ اور یقین ہو کہ اسکے دیکھنے سے صاحب عقل کو
جو ہم اوپر کہہ آئے اُسکا یقین بسہولت حاصل ہوگا اور اب ایسی تحقیق و رفع اختلاف و ترجیح مذہب کے بعد جو انکا علما
مفسرین و محدثین لکہ گئے پہر اس اختلاف کو نقل کرنا اور بعض متاخرین کے کلام سے اُن تحقیقات سابقہ کی تردید پیش
عقلا کب مفید ہوسکتی ہی علاوہ اسکے اسی روایت کو جو ثعلبی نے اس صحت مذہب پر ابو محمد عبد اللہ بن حامد سے نقل کی ہی
امام فخر رازی نے بھی صاحب کشاف سے نقل کی ہی اور بعد اسکے کہا ہی وانا اقول آل محمد ہم الذین یؤول امرہم الیہ
فکل من کان مآل امرہم الیہ اشد واکمل کانوا ہم الآل ولا شک ان فاطمۃ وعلیا والحسن والحسین کان التعلق بینہم وبین رسول اللہ اشد التعلقات
وہذا کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ہم الآل انتہی اور مین کہتا ہون کہ آل محمد وہی وہ ہین کہ رجوع کرین امر انکا طرف پیغمبر خدا کے پس
جو جو شخص کہ اُنکے امر کی رجوع پیغمبر خدا کی طرف اشد و اکمل ہوگی آل رسول وہی ہونگے اور کوئی شک نہین ہی
کہ فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین اُنمین اور پیغمبر خدا مین تعلق اشد تعلقات سے تھا اور یہ ایسی بات ہی کہ مثل معلوم کے ہی
بسبب نقل متواتر کے پس واجب ہی کہ وہی حضرات آل رسول ہون مترجم رسالہ کہتا ہی کہ امام حضرات اہلسنت نے اگرچہ یہ حکم
اگرچہ مطابق واقع کے کہا ہی لیکن لفظ کالمعلوم البتہ محل نظر ہی کیونکہ کاف تشبیہ کی ضرورت کیا ہی جب متواترات مفید
یقین کو ہین تو جب اپنی آنکہ سے دیکھنے سے اور کان کے سُننے سے علم و یقین حاصل ہوتا ہی وہی ان اخبار کے ملاحظے سے
یقین کامل حاصل ہوتا ہی وایضا اختلف الناس فی الآل فقیل ہم الاقارب وقیل ہم امتہ فان حملناہ علی القرابۃ فہم الآل وان حملناہ علی الامۃ
الذین قبلوا دعوتہ فہم ایضا آل فثبت علی جمیع التقدیرات انہم آل واما غیرہم فہل یدخلون تحت لفظ الآل فمختلف فیہ فثبت علی جمیع التقدیرات انہم آل محمد
اور بھی اختلاف کیا ہی ناس نے لفظ آل مین پوشیدہ نہ رہے کہ لفظ ناس کا لانا بھی اشارہ اسپر ہی کہ محققین علما سوا
انحضرات کے اور کسی کو آل رسول نہین جانتے بلکہ اختلاف جنھون نے لفظ آل کے معنی مین کیا ہی وہ عوام الناس سے ہین
باطلہ انمین سے بھی بعض نے کہا ہی کہ آل رسول اقارب رسول ہین اور بعض نے کہا ہی کہ آل رسول امت رسول ہین
پس اگر ہم آل کو قرابت پر حمل کرین جب بھی وہی حضرات آل رسول ہونگے اور اگر حمل کرین ہم اُمت پر جنھون نے
دعوت کو انحضرت کی قبول کیا پہر اب بھی وہی حضرات آل رسول ہونگے پس ثابت ہوا کہ ہر تقدیر مین وہی حضرات
آل رسول ہین پہر اسکے بعد کہا ہی صاحب الکشاف انہا لما نزلت ہذہ الآیۃ قیل یا رسول اللہ من قرابتک ہؤلاء الذین وجبت علینا مودتہم
فقال علی وفاطمۃ وابناہما فثبت ان ہؤلاء الاربعۃ اقارب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صاحب کشاف نے روایت کی ہی کہ جب یہ آیہ
نازل ہوا تو پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اے پیغمبر خدا وہ اقربا آپ کے کون ہین جنکی مودت ہمپر واجب
فرمائی ہی یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ علی ہین اور فاطمہ ہین اور اُنکے دونون بیٹے یعنی حسنین ہین پس ثابت ہوا
کہ یہی چارون بزرگوار اقربائے نبی ہین پہر اسکے بعد کہا ہی واذا ثبت ہذا وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم

ویدل علیہ وجوہ الاول قولہ تعالی الا المودۃ فی القربی وجہ الاستدلال بہ ما سبق الثانی لا شک ان النبی کان یحبھا قال النبی فاطمۃ بضعۃ منی یؤذینی ما یؤذیہا وثبت بالنقل المتواتر عن محمد انہ کان یحب علیا وفاطمۃ والحسن والحسین واذا ثبت ذلک وجب علی کل الامۃ مثلہ لقولہ واتبعوہ لعلکم تہتدون ولقولہ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ولقولہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ولقولہ سبحانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الثالث ان الدعاء للآل منصب عظیم ولذلک جعل ھذا الدعاء خاتمۃ التشہد فی الصلوۃ وھو قولہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وارحم محمدا وآل محمد وھذا التعظیم لم یوجد فی حق غیر الآل فکل ذلک یدل علی ان حب آل محمد واجب اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وسلم وقال الشافعی یا راکبا قف بالمحصب من منی واھتف بساکن خیفہا والناھض سحرا اذا فاض الحجیج الی منی فیضا کملتطم الفرات الفائض ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

یعنی تمہید واستدلال مذکور کے بعد کہا ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا تو واجب ہوا کہ وہی چارون بزرگ منصوص ہونگے مزید تعظیم کے ساتھ اور اسپر بہت وجہین دلالت کرتی ہین پہلے ہی قول خدا تعالی کا الا المودۃ فی القربی اور اُس سے استدلال کی وجہ وہی ہے کہ جو اوپر مذکور ہو چکی دوسرے کوئی شک اسمین نہین ہے کہ پیغمبر خدا آنحضرات کو چاہتے تھے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ فاطمہ کلیجہ کا ٹکڑا ہے اذیت ہو پہنچایگا مجھے وہ جو اُسے اذیت دیگا اور نقل متواتر ثابت ہے حال سے محمد مصطفیٰ کے کہ وہ دوستی رکھتے تھے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے ساتھ اور جب یہ ثابت ہوگا تو سب امت پر یہ واجب ہو چکا بسبب قول خدا کے جو فرماتا ہے فاتبعوہ لعلکم تہتدون یعنی پس متابعت کرو تم سب نبی کی تاکہ ہدایت پاؤ اور اُسکے قول سے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ اور چاہیے کہ پرہیز کرین وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہین اُسکے حکم سے اور بسبب قول خدا کے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی کہو اے محمد کہ اگر تم دوست رکھتے ہو خدا کو تو میری اطاعت کرو کہ خدا تمہین دوست رکھے اور موافق قول خدا کے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی بہ تحقیق کہ تمہارے واسطے واجب ہے کہ پیغمبر خدا کی پیروی کرو کہ وہ نیکی ہے تیسرے یہ کہ دعا کرنا بدر یعہ آل کے منصب عظیم ہے اسی لیے پیغمبر خدا نے اس دعا کو نماز کے تشہد کا خاتمہ گردانا اور وہی قول ہے آنحضرت کا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وارحم محمدا وآل محمد اور یہ تعظیم سوا آل کے حق کے دوسرے کے حق مین نہین پائی گئی اور یہ سب دلالت کرتی ہین اس بات پر کہ محبت آل رسول کی واجب ہے اور اس مذہب مختار پر اپنے استدلال امام شافعی کے شعر سے بھی کیا ہے اور اس سے ارادہ اس مذہب کی تقویت کا ہے فقط پھر اب ایسے مفسرین و محدثین کے اجماع کے بعد ذکر خلاف اور جوابات شاہ صاحب نے دیے ہین وہ نظر عقلا مین جو مراد الہی اور وہی مقصود فرقہ شیعہ ہے اُسے کیا مضر ہو سکتے ہین اور ایسے اقرار و تصریح کے بعد بجز تاویل کرنے کا محل نہین ہے بلکہ فقط اظہار تعصب ہے تنبیہ جو کچھ کہ قول امام حضرات اہلسنت مفسر تفسیر کبیر بیان نقل کیا گیا ہے اگرچہ اسمین اعتراف اسکا ہے کہ مودت اور تعظیم اہلبیت کی واجب ہے اور واقع مین حق تعالی نے بیان حق کو انکی زبان پر جاری فرمایا ہے لیکن فریق کی تفسیر مین تقیید تقصیہ ہے اور مودت و تعظیم کی کچھ تفسیر

نہین کی جیسا کہ شاہ صاحب نے بزعم دلی فرمایا گر ادنی مرتبہ کا یہ قرار دیا ہی کہ انھین اذیت نہ پہونچاؤ مین اپنے فروع
کہ دونون امرون کی تفسیر کچھ تھوڑی تھوڑی بیان کیجاے جاننا چاہیے کہ کوئی شبہ نہین ہو کہ خطاب اس آیہ مین
اصحاب وامامت کی طرف ہی جنسے مودت کو واجب فرمایا تھا پس یقیناً وہ قربی مین داخل نہین ہو سکتے ورنہ آیہ کے
معنی مین فساد ہو جاے کیونکہ اگر وہ بھی قربی مین داخل ہون تو معنی یہ ہونگے کہ مین تمسے سوال نہین کرتا اجر رسالت کا
مگر یہ کہ تم اپنے تئین دوست رکھو اور یہ معنی بے معنی ہین پس لا محالہ قربی اصحاب اور انکی جناب کے سوا ہونگے
اسی طرح مراد اُس سے سب اقارب رسول نہین ہو سکتے اگرچہ آیہ مین تعمیم بہ نسبت اقرباے رسول کے ہی لیکن حدیث
صحیح نے انکی تخصیص کی ہی اور ظاہر ہی کہ بنا مودت ومحبت کی عصمت پر ہو جس سے تشبیہ رسول کے ساتھ صحیح ہو
اور نہین سب طرح کے اشخاص تھے پس ضرور ہی کہ مراد اس سے معدودین منصوصین ہون اسی لیے اصحاب نے بھی کہ
وہ زبان دان تھے وجوب مودت قربی کی تعمیم جائز نہ کی اور حضرت سے پوچھا کہ قرابتک اللذین اوجب اللہ علینا
مودتهم اور جناب پیغمبر خدا نے انکے جواب مین جو مراد قربی سے تھے انھین معین فرما دیا بقوله علی وفاطمه و
الحسن والحسین اور یہ نہ فرمایا کہ العباس وعقیل وغیرهما جیسا کہ یہ روایات سابقہ سے جو موافق طرق حضرات اہلسنت کے
مذکور ہوئین ظاہر ہی اور انھین روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہی کہ لفظ قربی سے نفس نفیس رسول خدا کا احتمال بعید ہی
اگرچہ یہ بھی ارادہ اگر کیا جاے جب بھی شیعون کا مطلب حاصل ہوگا کیونکہ اس تقدیر مین بھی نفس رسول مراد ہوگا اور محبت
ان جناب کی عین محبت اہلبیت کی ہی کیونکہ جو کسی کو چاہتا ہی وہ اسکے محبوب کو ضرور دوست رکھتا ہی اور یہ بالاتفاق
ثابت ہی کہ آل عبا پیغمبر خدا کے محبوب تھے جیسا کہ امام حضرات اہلسنت نے انکی تصریح کی ہی اسی طرح قربی سے تقرب
خدا کا ارادہ کرنا بھی مستبعد ہی پھر اگر مراد بھی اس سے حاصل ہو جب بھی متبادر نہین ہوتا کیونکہ تقرب خدا کی طرف حاصل
نہین ہوتا مگر محبت خدا کے ساتھ اور خدا کی محبت محبت اسکے رسول کی ہی اور محبت رسول کی محبت اہلبیت کی ہی اور
جب یہ مجملاً معلوم ہو چکا تو اس سے ظاہر ہی کہ سوا جناب سیدہ اور ائمہ علیہم السلام کے اور کوئی قربی کی مراد نہین ہو سکتا
اب رہا بیان مودت کا پس اس سے مراد زبانی مودت نہین ہی جیسا کہ حضرات اہلسنت اسکے مدعی ہوتے ہین لیکن
کوئی اثر اسپر مترتب نہین ہوتا اور ایسی مودت پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور اہل نظر اسے خوب پہچانتے ہین اور ناظران خوب
میدانند پھر بالضرور مراد اس سے وہ مودت ہوگی جو دل سے اور حقیقی ہو اور وہ ایک کلی مشکک ہی کہ اولیت اور اولویت
اور شدت وضعف کی راہ سے متفاوت ہوتی ہی پس مودت اکمل افراد قربی کی جو آل عبا مین چاہیے کہ اکمل افراد ہو
مودت سے اور اسی طرح جملہ معصومین کی مودت جو انکی آل سے ہین چاہیے کہ اکمل ہو کیونکہ مطلق مودت مراد
نہین ہو سکتی ورنہ فرق محبت اہلبیت مین اور سب مومنین کی محبت مین باقی نہ رہیگا اور اس صورت مین تخصیص
انکے ساتھ بے وجہ ہو جائیگی پھر اس صورت مین وہی محبت ومودت کاملہ مراد ہوگی جو صحابہ وجملہ مومنین کی مودت سے

زیادہ ہو اور اگر یہ مراد نہوتی تو چاہیے کہ پیغمبر خدا اصحابون کے ساتھ مودت کا سوال اہلبیت سے فرماتے اور الا المودۃ فی الاصحاب
کلام خدا مین ہوتا نہ بالعکس اور جب یہ نہوا تو متعین یہ ہی کہ مودت سے مراد وہ مودت کاملہ ہی جو اصحاب وسائر مومنین
کی مودت سے زیادہ ہو اور اس مودت کو چاہیے کہ بعد مودت رسول خدا کے اسکا مرتبہ ہو اور ادنی مرتبہ اسکا یہ ہی کہ
بعد جناب رسالتماب کے انہین سب سے افضل اور مفترض الطاعت جانے اور انکی خوشی سے خوش اور انکے غم سے
غمگین ہو نہ وہ جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ انہین اذیت نہ پہونچاے یہ ادنی مرتبہ مودت ہی اور حقیقت مین یہ
مودت ایسی ہی کہ جیسا بعض کتب ظرائف مین ایک حکایت لکھی ہی کہ ایک شخص کے گھر مین ایک مہمان آیا اسنے جو
لوازم مہمانداری تھے انہین اچھی طرح ادا کیا جب مہمان جانے لگا تو اسنے کہا کہ مین نے تمپر احسان کیا مہماندار نے کہا
کہ بجا ہی آپ نے مجھے سرفراز کیا عزت بخشی یہ سنکر مہمان نے کہا کہ نہین مین نے تمپر احسان کیا اور تمھاری جان و
مال کا حفظ کیا تمھین چاہیے کہ اسکا عوض کرو اسوقت انھون نے مہمان سے پوچھا کہ وہ کیا امر ہی جب مہمان نے کہا
کہ تمنے مجھے اپنے گھر مین رکھا اگر مین اگ لگا دیتا تو تمھارا گھر اور مال اور اہلخانہ سب جل جاتے پھر جو آگ نہ لگائی
یہ احسان نہین کیا اسی طرح یہ ادنی مرتبہ مودت ہی کہ انہین اذیت نہ پہونچائی یہ خوب احسان ہی اور کیا اچھی مودت ہی
لیکن غنیمت ہی کہ شاہ صاحب نے اتنا ہی کہا اور بزرگوارون نے اذیت رسانی مین بھی دریغ نہ کیا اور بخوبی
ظاہر ہی کہ حضرات اہلسنت ہرگز یہ مودت حضرات ائمہ سے نہین رکھتے بلکہ جسقدر کہ اصحاب کے ساتھ انکے آثار مودت
ظاہر ہوتے ہین اسکا عشر عشیر بھی اہلبیت کے ساتھ نہین ہی بلکہ خلاف مودت آثار اسنے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہین
ادنی امر اس کا یہ ہی کہ ہمیشہ انکے ابطال فضائل کے درپے رہتے ہین اور جن آیات و اخبار سے کہ انکی فضیلت منصوص و
ظاہر ہی بالمرۃ انکی تاویلین اسطرح کرتے ہین کہ جس سے وہ تفضیلت فضیلت نہ رہنے پاے اور انکا افضل ہونا اورون سے
لازم نہ آے بالجملہ یہ بات ظاہر ہی کہ وہ مودت کا ملہ جو مطلوبہ و مسئولہ ہی وہ مستلزم اسکی ہی کہ انقیاد اور امتثال اوامر و نواہی
مین اہلبیت کے ساتھ امور دینیہ و دنیویہ مین کیا جاے فان محب الشئی محب المحبوبہ و محبیہ اور اسی طرح مستوجب اسکے ہی
کہ جو دشمنان اہلبیت ہون انسے عداوت کیجاے کیونکہ دوست کا دشمن و بدخواہ دشمن ہوتا ہی اسکے دوست کا
اور کبھی دوستی اور دشمنی ایک دل مین جمع نہین ہوسکتی قال امیرالمومنینؑ صدیقک ثلاثہ صدیقک و صدیق صدیقک
و عدو عدوک الخ اب اس جگہ پر منصفین سے لائق سوال یہ امر ہی کہ بخوبی ثابت ہی کہ مودت اہلبیت کی جو واجب ہی اور جس مودت کا
سوال جناب رسالتماب نے اصحاب و امت سے فرمایا تھا اور حق تعالی نے اسے اجر رسالت قرار دیا ہی اور
بالضرور حق تعالی روز قیامت کو اس مودت مفروضہ مسئولہ سے اپنے بندون سے سوال فرمائیگا جیسا کہ فرمایا ہی
ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا اور فرمایا ہی وقفوھم انھم مسئولون آیا یہ مودت یہی تھی اور یہی کہ اہلبیت رعیت ہون اور
اصحاب امیر مومنان ہون اور اہلبیت تابع ہون اور اصحاب متبوع ہون اور اہلبیت محکوم ہون اور اصحاب حاکم ہون

آیا وہ مودت یہ ہی کہ اہلبیت فدک کو مانگین اور اپنا حق کہکر طلب کرین اور شیخین یہ سمجھا جاوے کہ مسئلہ شرعیہ
نہین جانتے تھے اور صحابہ جو حاکم شرع اور عالم مسائل کے تھے وہ اہلبیت کو ایک روایت لانورث ولانورث
سے متمسک ہوکر اُس حق کے پانے سے مانع ہون اور باوجود اس روایت کے سُننے کے پھر بضعہ رسول اپنے
دعوے پر اصرار کرین اور بمفاد غضبت فاطمہ ولم تتکلم حتی ماتت تظلم اور ادعاے ناحق سے دست بردار نہون اور
مدینۃ العلم کا دروازہ خلیفہ ثانی کے بھی عہد مین جسطرح پہلے انکا دعوی کیا تھا پھر اُس سے فدک کا ادعا پیش
کرین اور اُسکے جواب مین خود خلیفہ ثانی یہ فرماوین کہ تم خلیفہ اوّل کو کاذب اور غادر اور خائن جانتے تھے مجھے بھی
اُسی طرح جانتے ہو امام حضرات اہلسنت سے بہت تعجب ہی کہ اپنی عبارت مین حدیث فاطمہ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا
کو ذکر فرماتے ہین پھر اُسکے بعد جب حدیث لم تتکلم حتی ماتت صحیح ہی تو اب جناب خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کی محبت نسبت
اُن بضعہ رسول کے پھر بھی باقی سمجھتے ہین اور اگر کوئی اب بھی ایسا کرے کہ کسی کے حق کو اُس سے چھین لے اور اُسے
محتاج و فقیر کردے اور عالم کو جاہل بناے اور صادق کی تکذیب کرے تو اُسکے اس فعل کو محمول اُسکی محبت پر کرینگے
یا عدم محبت اور دشمنی پر اور اگر مودت اسکا نام ہی تو دشمنی شاید قتل کرنے کا فقط نام ہوگا اس سے زیادہ یہ ہی کہ
آیا مقتضی مودت کا یہی تھا کہ بضعہ رسول اس عالم سے انتقال فرماوین اور جناب شیخین نماز مین نہ شریک ہوں اور
وہ مخدومہ معصومہ اپنے پدر بزرگوار کی قبر مطہر کے پاس نہ دفن ہونے پائین اور صحابہ کی لاشین وہان دفن ہون
اور آیا اس محبت کا حق یہی ہی کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات مسموع ہو تو خال المومنین سجدہ شکر
کرین اور باواز بلند تکبیر کہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے کتاب بوارق مین کتاب ربیع الابرار سے صاحب
کشاف سے جو نقل کیا ہی وہ عبارت بعینہ یہ ہی کہ لما کتب مروان الی معاویۃ بشکایۃ کتب الیہ ان اقبل المطی الی بخبر الحسن
ولما بلغہ و تم سمع تکبیر من الخضراء فکبر اہل الشام لذلک التکبیر قالت فاختۃ بنت قرظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینیک یا امیر المومنین
ما الذی کبرت قال مات الحسین قالت اعلی موت ابن فاطمۃ تکبر قال واللہ ما کبرت شماتۃ بموتہ ولکن استراح قلبی وصفت لی الخلافۃ وقد
کان ابن عباس بالشام فدخل علیہ فقال لہ یا ابن عباس اتدری ما حدث فی اہل بیتک قال لا ادری ما حدث الا انی اراک مستبشرا وقد بلغنی تکبیرک
وسجودک قال مات الحسن قال انا للہ رحم اللہ ابا محمد ثلثا ثم قال واللہ یا معاویۃ لا یسد حفرتہ حفرتک ولا یزید یومہ فی عمرک ولئن کنا اصبنا بالحسن لقد اصبنا
بامام المتقین و خاتم النبیین فسکن تلک العبرۃ وجبر تلک المصیبۃ وکان اللہ الخلف علینا من بعدہ اور محل انصاف ہی کہ آیا اس مودت کا حق یہی ہی کہ
امام حسن اپنے نانا کے روضہ مین دفن نہو پائین اور شیخین دفن کیے جائین ربیع الابرار مین موجود ہی قال الحسن لاخیہ الحسین
اذا انا مت فادفنی مع رسول اللہ ان وجدت الی ذلک سبیلا وان منعوک فادفنی فی بقیع الغرقد فلبس الحسین و موالیہ السلاح فخرج الیہ
مروان فی موالی بنی امیۃ فمنعوہم من دفنہ مع رسول اللہ انتہی جناب سلطان العلما نے قاضی محب الدین ابو الولید سے کہ اُسنے کتاب
روضۃ المناظر مین لکھا ہی نقل کیا ہی کہ جعدہ بنت اشعث نے جناب امام حسن کو بحکم معویہ یا بحکم یزید زہر سے شہید کیا اور

آنحضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ اپنے نانا کے پاس دفن کیے جائیں لیکن جناب عائشہ ام المومنین نے منع کیا اور صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہو کہ جناب رسالتمآب کی قبر اطہر پاس قبر امام حسن علیہ السلام کی کھودی گئی اور جنازہ وہاں رکھا گیا جب جناب عائشہ کو معلوم ہوا تو خچر پر سوار ہو کر آئین اور منع کرنے لگین اسوقت مردم حاضرین دو فرقے ہوے اور انمین تیر اندازی شروع ہوئی چنانچہ چند تیر حضرت امام حسن کے جنازے پر لگے اسوقت امام حسین نے بنابر اپنے بھائی کی وصیت کے جنازہ آنحضرت کا اٹھا کر گورستان بقیع مین لیگئے اور وہان دفن کیا اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہو کہ عائشہ ترکبت بغلۃ وجوّل الغائل فیوما علی جمل و یوما علی بغل اور کتاب مختصر اخبار خیر البشر مین جناب امام حسن کے قصہ وفات کے لکھنے کے بعد مروان کی ممانعت کرنے کے بعد لکھا ہو کہ ام المومنین جناب عائشہ نے فرمایا البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ فدفن فی البقیع پھر بھی ان سب کے بعد حضرات اہلسنت وجماعت مروان اور سوالیان بنی امیہ کو مومن جانتے ہین اور بلفظ اللھم اغفر للمومنین والمومنات کے انکے حق مین دعا کرنے کو جائز رکھتے ہین یا نہین اگر جائز رکھتے ہین تو کیا شیعون کا جرم اُس سے بھی زیادہ ہی کہ اُنکے لیے دعاے خیر نہین فرماتے بلکہ چاہتے ہین باوجود اہل قبلہ ہونے کے اُنہین مسلمان بھی نہ کہین اور اگر اُنکے حق مین یہ دعا تجویز نہ فرماوین تو پھر دعاے بد کرنے سے اُنکے واسطے کیون آزردہ ہوتے ہین جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے اس جگہ ایک دقیقہ بہت خوب فرمایا ہی وہ یہ کہ کیا وجہ ہی کہ حضرت امام حسن کو جناب رسالتمآب کے پہلو مین نہ دفن ہونے دیا اور اصحاب دفن ہوے اور بیان اُسکا یہ ہی کہ اگر امام حسن علیہ السلام وہان دفن ہوتے تو جو بساط کہ غصب فدک کے لیے حدیث لا نورث کی بنیاد پر بچھائی گئی تھی وہ درہم برہم ہوتی اور بمفاد ما ترکناہ صدقہ وہ اہلبیت پر حرام تھی اور چونکہ اصحاب پر صدقہ خوری حرام نہ تھی اُنکے واسطے مباح سمجھا گیا اس بنا پر دفن فرزند رسول کے لیے ممانعت اور دفن شیخین کے لیے اباحت واجازت ہوئی لیکن جب یہ حدیث صحیح ہو تو بڑی خرابی دفن مین جناب رسالتمآب کے پیدا ہوتی ہی کیونکہ بعد آنحضرت کے وہ زمین جسمین قبر شریف ہی مصداق ما ترکناہ کی یقینی تھی اور جب وہ سب صدقہ ہوا اور صدقہ پہلے آنحضرت پر حرام ہوا ہی پھر اہلبیت کا مرتبہ ہی تو چاہیے آنحضرت کا بھی دفن اسمین جائز نہو اور اگر آنحضرت کا دفن اُس زمین مین جائز تھا تو اہلبیت کو بھی اسمین دفن ہونا صحیح تھا اور اصحاب کو بلا اجازت اہلبیت جو وارث شرعی تھے اسمین دفن ہونا غیر جائز اور وہ حدیث غیر صحیح ہی فقط بو اور آیا وہ مودت یہی ہی کہ جو پیغمبر خدا نے بارہ خلیفہ کی قریش سے بشارت دی ہی اور کتب سماویہ مین بھی یہ بشارت موجود ہی اسکی تاویل مین خلفاے بنی عباس اور خلفاے بنی امیہ کو مبشر بہ اس بشارت کا کہتے ہین تا کہ خلافت ائمہ اہلبیت دوازدہ گانہ صلوات اللہ علیہم اجمعین ثابت نہونے پاے اور آیا یہ مودت دی ہی کہ یزید پلید اور دیگر قاتلان پر جفا نے جگر گوشہ رسول خدا کو لب فرات گرسنہ و تشنہ با جمیع اعوان و انصار کس کس بے دردی سے شہید کیا اور مخدرات عصمت کو مثل اسیران کفار با سرہاے شہدا اشتران بے کجاوہ کی

پہلو پر شعلہ کرکوچہ بکوچہ و دیار بدیار پھرایا اور جملہ تابعین با احسان نے یہ احسان سوراانس وجان کے ساتھ کیا اور پھر اب تک حضرات اہلسنت انکی حمایت فرماتے ہیں و لعن کرنے کو منع کرتے ہیں اور اس سے بالا تر یہ ترقی ہو کہ جو کتنے ہیں ان نعسین نے قتل بسبب خطا و بعض لکھتے ہیں کہ جو ہسنے کیا کیا ہو کہ ایک مسلمان کو مار ڈالا ایک مسلمان کے مارنے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا نہایت امر یہ ہو کہ گناہ کبیرہ کیا جو قابل عفو ہو اور پھر بھی کچھ نہیں بلکہ ماتم و عزا کے مانع ہوتے ہیں و فضیلت روز عاشورہ کے بیجا اخبار موضوعہ نقل کر کے اس روز عید گردانتے ہیں اور زینت طرح طرح کی اس روز اور اظہار فرح و سرور کرتے ہیں اور جب کہ ال فراو قربیٰ کے ساتھ یہ ادا سے مودت ہی تو انکی اولاد اور بنی فاطمہ کس شمار میں ہیں اور جو کچھ سادات کے ساتھ کیا ہو وہ کتب اخبار میں موجود ہو بیان تک کہ سادات علویہ کو طبقہ سادات سے خارج کر کے اولاد مشائخ کے بے شیوخ ہیں انہیں بھی شمار کرتے ہیں اور از انجملہ تقصیر معرفت مودت کاملہ سے ہی جو امام اہلسنت نے اپنی تفسیر کبیر میں اسکے قائل ہوئے کہ آیہ یہ دلالت کرتا ہو محبت اہلبیت کی اور صحابہ کی وجوب ہو لقولہ تعالیٰ السابقون السابقون اولٰئک ھم المقربون اور یہ مفسر مذکور نے خیال نہ فرمایا کہ قربیٰ تقرب کے معنی پر نہیں ہو اور جو فرق قربت و قرابت کا بسبب استعمال شائعہ ہو پھر بھی لحاظ نہ کیا کیونکہ عبادات کی نیت میں قربۃً الی اللہ منوی ہوتا ہو قرابۃً الی اللہ نہیں ہوتا کیونکہ کسی کو خدا کے ساتھ قرابت نہیں ہی اور بیان سابق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا کہ مخاطب خطاب لا اسئلکم کے اصحاب میں پس وہ بالضرور غیر قربیٰ ہونگے اور خود مفسر مذکور نے اعتراف کیا ہی کہ تقرب بسبب محبت کے ہوتا ہی پھر جو صحابی کہ اہلبیت کے دوست نہونگے وہ مقرب خدا کے کسطرح ہو سکتے ہیں گو شمار انکا اصحاب میں ہو اور آل و اہلبیت کا اطلاق اصحاب پر ہرگز متعارف نہیں ہی اور جب یہ سب معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ اس آیہ سے استدلال کی وجہ مقصود یہ ہو کہ کسی شخص کی مودت علی الاطلاق واجب نہیں ہو سکتی مگر جب وہ شخص معصوم ہو کیونکہ وقوع خطا کے ساتھ ترک کرنا اسکی مودت کا واجب ہوگا بمفاد قولہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ پس اس صورت میں محبت علی الاطلاق واجب نہوگی اور جب یہ نہوا تو متعین ہوگا کہ مفترض المودت معصوم ہو اور سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے یا انکی اولاد معصومین کے جتنے خلافت کے مدعی ہوئے ہیں انمیں سے کوئی متصف بعصمت نہیں ہی اجماعاً پس بالیقین وہی حضرت افضل ہونگے پھر امامت بھی انہیں کی ثابت ہوگی فلا تذھب بمیناً و شمالاً اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ سورۂ شوریٰ مکیہ ہی الخ جواب اسکا یہ ہو کہ یہ تو پرانی بات ہی اور پیشتر بکرّر ثابت کر آئے میں کہ آیات کی ترتیب میں بہت تصرفات ہوئے آیات مدنیہ مکیہ میں اور آیات مکیہ سورہ ہاے مدنیہ میں شامل ہیں بالجملہ آیات ایک طرح نازل نہیں ہوئے محل نزول انکے مختلف اور بکرّرا و متفرق تھے ایکبار نہیں نازل ہوئیں بلکہ باعتبار نزول اکثر آیات سورہ کو مکی اور مدنی کہتے ہیں علاوہ اسکے جب جمع سور و آیات کی جناب عثمان بن عفان کی ہو

بیان وجہ استدلال

maablib.org

تو اُس سے شیعہ ملزم نہین ہو سکتے بلکہ یہ نقض واقع مین جسطرف رجوع کرتا ہو وہ اہل عقل پر ظاہر ہی اور اسکا جواب
تو تفسیر مجمع البیان سے ظاہر ہی کہ مولٰنا ے طبرسی نے ابن عباس وقتادہ سے روایت کی ہی کہ ان دونون صاحبون نے
کہا ہی یہ نسبت اِس سورۂ شوری کے کہ هی مکیة الا اربع ایات منها نزلت بالمدینة منها قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ یعنی
مکی ہی مگر چار آیتین اُس سے مدینہ مین نازل ہوئی ہین کہ بعض اُن چارون سے یہ آیہ قربیٰ ہی پھر شیعون کو اُس سے کیا ضرر ہی
اور جس بنیاد پر شاہ صاحب نے احتجاج فرمایا تھا وہ اب کہان باقی رہا علاوہ اسکے اگر یہ سارا سورہ مکیہ ہوتا تو مفسرین
اور محدثین اُنکے بچکے ہما مفصل مذکور ہوے اِس روایت کو کیون نقل کرتے اور بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہین کہ اگر شاہ صاحب کا
قول صحیح جانا جاے یعنی یہ تسلیم کیا جاے کہ سورۂ شوری سب مکیہ ہی جب بھی تو حدیث کی تضعیف نہین ہو سکتی کیونکہ
وقت نزول آیہ جمیع اشخاص کا وجود جو مراد قربیٰ سے ہین موافق حضرات اہلسنت بھی ضرور نہین ہی کیونکہ خود بنا بر حدیث
فاضل بخاری کے جو تفسیر قربیٰ مین لکھی ہی کہ المقربی من بینه وبین النبی قرابة یعنی قربیٰ وہ ہین کہ انمین اور پیغمبر خدا مین
نسبت قرابت وعزیز داری کی ہو اور ظاہر ہی کہ وہ عام ہی اُن اشخاص سے جو وقت نزول آیہ موجود ہون یا بعد
اسکے پیدا ہون پھر اِسی طرح شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ بر تقدیر تسلیم تمھارے کہنے کے کہ سورۂ شوری سب مکیہ ہو
تو بھی کیا ضرر ہی ممکن ہی کہ حضرت رسول نے بالہام خدا اسماے قربیٰ کو جو معدود ہین اور مخصوصین مراد خدا تھی بتایا
ہو گا بلکہ اُنہین اور زیادہ فضیلت حاصل ہو گی کہ قبل اُنکے پیدا ہونے کے خدا نے مودت اُنکی واجب فرمائی
اور پیغمبر خدا نے اُس سے تفسیر وبشارت فرمائی پھر اِس استدلال سے جو تضعیف حدیث صحیح کے لیے کی حضرات
اہلسنت کو کیا فائدہ ہو گا اور شیعون کو کیا ضرر ہو چکیگا قولہ سند مین اُسکی شیعہ غالی واقع ہی الخ جواب اسکا یہ ہی
کہ یہ اپنے علماے مذہب سے کہنا چاہیے جنھون نے شیعہ غالی کی روایت پر اعتماد کیا اور اُسے لائق احتجاج سمجھکر محل
احتجاج مین بقول تمھارے لاے اور جمہور مفسرین ومحدثین نے اُسے نقل کیا اور یہ بات تو اُسوقت لحاظ کے قابل
ہوتی جو اُن علما کو اِسکا علم نہوتا اور جب انھون نے اِس جاننے کے بعد بھی راوی کو معتمد سمجھا اور اُسکی روایت کو قبول
کر کے نقل کیا تو پھر یہ جرح کیا مفید ہی جیسا شاہ صاحب فرماتے ہین اگر صحیح ہوتا تو کبھی وہ علما نقل نہ کرتے اور یہ کہ بعد
جو کہا ہی کہ علما نے بنا بر ظاہر حال کے اُس غالی کا وصف بصدق کیا ہی اور عقیدۂ باطن سے اُسکی خبر نہ رکھتے تھے تو وہ
شاہ صاحب کے بھی اقرار سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ظاہر حال اُن راویون کا اچھا تھا اور لائق صدق وصحت تھا اور
شرع مین حکم ظاہر کا ہی علم باطن کی تکلیف تو کسی کو نہین ہی ہان شاہ صاحب نے شاید مکاشفات مین کچھ حال
باطن علماے سابق سے اگر زیادہ دریافت فرمایا ہو گا تو وہ علم اُنھین کے واسطے یا جو اُنکے کشف کو صحیح جانتے ہون
مفید ہو گا شیعون پر اُس سے کچھ حجت نہین لا سکتے اِس سے علاوہ باطن سے معلوم نہین کیا مراد قرار دی ہی کیونکہ اگر عقیدۂ
باطن سے مراد تشیع اور غلو ہی تو یہ تو شیخ ابن حجر یقینی جانتے تھے جب تو صواعق مین کہا ہی وفی سندہ غال لکنه صدوق

اور اس سے صاف واضح ہی کہ باوجود اسکے کہ راوی مذہب کو جانتے تھے لیکن اُسکے راست گو ہونے کا
حکم کیا ہی اور اگر مذہب اور عقیدے کے سوا باطن سے مراد اسرار ضمائر ہین تو انکا جاننا سوا کشفی کے اور کس سے
ہو سکتا ہی پھر اس صورت مین تو حضرات اہلسنت کی بھی رواۃ کا حال کسکو معلوم ہی بالجملہ یہ بھی ایسی بات
کہی ہی کہ از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہی اور صدق کچھ تشیع کے منافی نہین ہی عقیدہ اور چیز ہی اور صادق وکاذب ہونا
دوسری چیز ہی کبھی جھوٹ بولنے والے بھی سچ بول جاتے ہین اور صدق تو صفات مختصہ امامیہ سے ہی کیونکہ غیر انکے
علما اور اصحاب حدیث اغراض دنیویہ سے خالی تھے کبھی تقرب ملوک وسلاطین کے لیے وضع حدیث کی
انہین نہین ہوئی اور پھر خود شاہ صاحب بھی تو بیان فرماتے ہین کہ ظن غالب یہ ہی کہ اس شیعی نے جھوٹ نہ کہا ہو
بلکہ نقل بالمعنی کی ہو کہ لفظ حدیث اهل بیتی ہو اور اس شیعی نے اہلبیت کو انہین چار مین حصر کیا ہو الخ اس سے یہ
معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو مکاشفہ مین بھی اس شیعی کی برائی نہین معلوم ہوئی بلکہ صدق باطن کو پایا جب تو ظن غالب
اسکے صدق کے ساتھ ظاہر فرمایا انکی گواہی تو شاید ظاہر و باطن دونون حالون کی ہوگی اب رہا جو احتمال نقل بالمعنی کا
فرمایا ہی اسکا جواب تو یہ ہی کہ ہم پیشتر بادلہ ثابت کر آئے ہین کہ آیۂ تطہیر نص ہی اس بات پر کہ آل عبا منحصر پانچ مین ہین
جو آل عبا ہین پھر چاہے نقل حدیث کی لفظ کے ساتھ ہو یا معنی کے ساتھ ہو صحیح ہوگی اور سوا اسکے یہ ہی کہ ہمنے یہ
مضمون اور بھی روایات سے موافق انہین کی طریقون کے مکرر نقل کیا ہی اور جب اور بھی روایات اس روایت کے
معاضد ہین کہ انکی سند مین خلل نہین ہی تو پھر ایک روایت کی سند مین اگر جرح کرینگے تو انہین قدح نہین ہو سکتا اور
اگر شاہ صاحب ایسی نظر دقیق فرماتے ہین تو انصاف سے ملاحظہ کرین کہ انکی کتابون مین جو روائتین منقول ہین
انکی رواۃ خارج اور نواصب اور وضاع حدیث کس کثرت کے ساتھ ہین کچھ یہ بات شیعون سے مختص نہین ہی
اور جو روایت فاضل بخاری کی نقل کی ہی وہ روایت اول شیعون پر احتجاج کے قابل نہین دوسری بمقتضای
مامن عام الا وقد خص یہ چاہتی ہی کہ لفظ قربی اگرچہ عام ہی لیکن اہلبیت کے ساتھ مخصص ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر نے بھی
تخصیص کی ہی اور ظاہر ہی کہ صاحب عقل کی عقل انکار کرتی ہی اور ہرگز نہین قبول کرتی کہ مودت مطلق قربی کی باوصف
اسکے کہ انسے افعال شنیعہ بھی صادر ہون اجر رسالت ہو اور خدا اسے واجب فرمائے یہ احتمال خود ایسا ہی کہ اسے کہتے ہوے
شرم آتی ہی اور برتقدیر تسلیم پھر ہم کہینگے کہ آیہ کا ظاہر گو محبت قربی کا واجب ہونا مطلقا ہو لیکن مخصص اسکا قول
نبی ہی فیخرج ما اخرجہ الدلیل ویبقی الباقی علی حالہ اور جو آیہ کے معنی شاہ صاحب نے قتادہ وغیرہ سے نقل کیے ہین کہ
مین سوال نہین کرتا تمسے تبلیغ و دعوت پر کسی اجر کا لیکن سوال کرتا ہون تمسے دوستی کو اپنے ساتھ بجہت اس قرابت کے
جو تمھارے ساتھ رکھتا ہون اور ابن عباس سے بھی یہ روایت بخاری مین موجود ہی اور اس سے صاف واضح ہی
کہ آنحضرت نے سوال مودت کا اپنے نفس نفیس کے لیے فرمایا پھر اس سے کیا ضرر شیعون کے واسطے تجویز فرمایا ہی

وہ تو اُنکے مطلوب کے لیے بہت نافع ہی کیونکہ پیغمبر کی دوستی عین اُنکے اہلبیت کی دوستی ہی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اِسی طرح ہم ثابت کر آئے ہین کہ آیہ مباہلہ شاہد عادل ہی کہ جناب علی بن ابیطالب نفس رسول ہین اور حدیث فاطمہ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی الخ والحسن والحسین ریحانتی اور حدیث واحبونی لحب اللہ واحبوا اہلبیتی لحبی من احب علیا فقد احبنی ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جیسا کہ یہ شیخ ابن حجر کے صواعق مین اور اور کتب معتمد حضرات اہلسنت مین موجود بکثرت ہین اور وہ سب گواہ عادل ہین اِس بات پر کہ دوستی جناب پیغمبر خدا کی اُنحضرات کی دوستی ہی اور اُنحضرات کی دوستی پیغمبر خدا کی دوستی ہی اور اِس سے وجوب مودت اُنحضرات کا ہر طرح ثابت ہوتا ہی وہو المقصود خنید قولہ اُس قرابت کو یاد دلایا اور ادائے حقوق اُس قرابت کا کہ لااقل ترک ایذا ہی جو ادنی مرتبہ صلہ رحم کا ہی اُنسے چاہا فقط پوشیدہ نہ رہیگا صاحب عقل پر کہ حاصل اِس بیان کا بھی شاہ صاحب کے یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے اجر رسالت مین مودت کو صحابہ و اُمت سے طلب کیا خواہ وہ اپنے ساتھ مودت ہو یا اقربا کے ساتھ ہو لیکن تفسیر جو مودت کی فرمائی ہی کہ لااقل ترک ایذا کہ ادنی مراتب صلہ رحم ہی اُنسے چاہا یہ لائق غور ہی اول یہ کہ کلی منصرف ہوتا ہی طرف فرد کامل کے یہ فرد ناقص اُس مودت کے معنی جسے خدا نے واجب فرمایا تھا اور وہ رسول عنہار وز قیامت ہی کیونکر ارادہ کیے گئے ہان جیسا صاحب کشاف نے کہا ہی ولکن اسئلکم ان تودوا اقرابتی الذین ہم قرابتکم ولا تؤذوہم کہتے جب بھی ایک بات تھی یعنی دشمنی کے عوض مین دوستی کرو اور اِس صورت مین پھر مودت باقی رہتی ہی اور جو معنی شاہ صاحب نے کیے ہین اُسکا حاصل یہ ہی کہ اذیت رسانی کو منع کیا سوال مودت کا فائدہ نہین حاصل ہوتا اور اُسکے لیے وہ حکم کافی تھا جو خدا نے فرمایا ہی وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ اور والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم نہ یہ کہ مودت قربی کا تو سوال کرین اور مراد اُس سے ترک اذیت رسانی نبی کی یا اُنکی مراد لین دوسرے خطاب کا سئلکم کے مخاطب سوا اصحاب حاضرین خصوصًا اور سب اُمت کے عمومًا دوسرا نہین ہو سکتا کیونکہ سوال مودت اُنہین سے ہوگا جو دشمن نہین کوئی عاقل دشمن و بدخواہ سے اپنے نہ امید محبت و مودت کی رکھتا ہی نہ اُنسے کہتا ہی کہ تم ہمسے دوستی اور مودت کرو پھر وہ حضرات اِنہین سے کون تھے جو رسول خدا کو باوجود اُنکے صحابی اور اُمت مین ہونے کے اذیت پہونچاتے تھے یا زمان آیندہ مین اُنسے اذیت رسانی کا اندیشہ تھا جسکے لیے یہ سوال ترک ایذا کا فرمایا اور اگر مودت کے یہی معنی ہین کہ ایذا نہ پہونچائے تو خصوصیت پیغمبر خدا کی اور حاجت اِس سوال کی اور اِس آیہ کے نازل ہونے کی کیا تھی یہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ضروری ہی کہ اُسے اذیت نہ پہونچائے تو سیط قرابت کیسا ضرور تھی اور اجر رسالت کا سوال اُسکے لیے عبث تھا اسلام کافی تھا اور اِس مراد کے ساتھ مودت مین نبی کی اور سب مسلمانون کی کیا فرق باقی رہتا ہی جسکے لیے خدا نے حکم فرمایا کہ طلب کرو کیا اِس سے پہلے کوئی سوائے کفار اور اقربائے رسول سے بھی اُنہین ایذا دیتے تھے جو اِس آیہ کے ذریعہ سے اُسے حرام کیا اور اگر مطلب اِس سے یہ ہی کہ پیغمبر خدا

مودت اقربا کے لیے فرمایا عموماً اور انکی اذیت رسانی کے لیے منع کیا تو پھر اس معنی سے جو دلالت اسپر کرتے ہین
کہ مودت سے مراد مودت نفس رسول ہی چھپان نہین فتدبر و کیف کان اجر رسالت کے عوض مین مودت کا
سوال کرنا اس معنی کی بھی راہ سے ثابت ہی اور جو کچھ کہ شاہ صاحب پہلے معنی مشہور پر وارد کرتے تھے وہ انکی
تقریر کے موافق اسپر بھی وارد ہوتا ہی اور کچھ فرق نہین ہی اور جیسا بے دین کو مودت اقربا کی طلب مین شبہ پیدا ہوتا ہی
اسی طرح یہان بھی وہ کہہ سکتا ہی کہ یہ طالب دنیا کا کام ہی کہ کوئی کام کرین اور اسکی اجرت اپنے لیے چاہین اور
موجب تہمت و التباس کا اقوال و افعال مین ہو اور نقض غرض بعثت کا اس سے لازم آتا ہی لیکن اہل دین و معرفت
وہ کبھی ایسے اوہام شیطانیہ کو پسند کرتے ہین نہ انکے اذہان ان بدگمانیون کی طرف جاتے ہین اور کیونکر ہو سکتا ہی
ایسی بدگمانی آنحضرت کی طرف کیجاے بعد اسکے کہ وہ حضرت فرما چکے کہ فائدہ اس اجر رسالت کا تمہارے واسطے ہی
میرے واسطے اس اجر سے کچھ فائدہ نہین ہی کیونکہ مودت کی منفعت تمہاری طرف عود کرتی ہی کہ وہ ثواب ہی
خدا کا اور رضامندی اور یہ مضمون مصرح ہی اس روایت مین جو موفق بن احمد نے مقاتل اور کلبی سے نقل کی ہی اور پیشتر
جہان روایات اہلسنت جو متعلق تفسیر اس آیہ کے منقول ہوئی انمین نقل ہو چکی ہی بقدر ضرور یہان اُسے نقل کیا لیکن
شاید شاہ صاحب کے نزدیک موفق بن احمد یا مقاتل و کلبی بھی مقبول نہونگے و الا ایسے الفاظ بہ نسبت جناب
رسالتمآب کے نہ فرماتے اور کسکی مجال ہی کہ مصداق ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کی طرف مسلمان ہونے کے بعد
ایسی بدگمانیان کرین ہان ابطال وجوب مودت قربی البتہ بے ایسے مقولات کے نہین ہو سکتا اعاذنا اللہ و جمیع
المومنین عن ھفوات الزنادقۃ و الملحدین اور اگر ایسی ہی بدگمانیان نبی کی نسبت اور انکے اقربا کی طرف ہین تو معلوم نہین آیہ
واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ وللرسول ولذی القربی کے معنی ایسے حضرات بجاے خود کیا کیا کچھ خیالات و اوہام کو استعمال
فرماتے ہونگے قولہ پس استثنا منقطع ہی الخ یہ قول اول فاضل روزبہان کا ہی جو جواب کشف الحق مین کہا ہی اور اسکا جواب
جناب شوستری مرحوم نے احقاق الحق مین جو فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ محققین اہل عربیہ اور اصول کے نزدیک مقرر ہی
کہ استثناء منقطع مجاز ہی کہ خلاف اصل پر واقع ہوتا ہی اور جہان استثناء متصل نہ بن سکے اور متعذر ہو وہان استثنا کو منقطع پر
حمل کرتے ہین بلکہ مباح ہی کہ ظاہر لفظ سے کہ جو ذہن کی طرف متبادر ہوتا ہی عدول کر کے دوسرے معنی کو جو اسکے مخالف ہو
محض اس غرض سے کہ تا استثناء کو متصل واقع کر سکین کہ ظاہر استثناء سے وہی ہی اور اس مضمون کی تائید و تصدیق مین
انھون نے قول شارح عضد کا ذکر کیا ہی جو انھون نے کہا ہی واعلم ان الحق ان المتصل اظہر فلا یکون مشترکا ولا المشترک بل حقیقۃ
فیہ و مجاز فی المنقطع فلذلک لم یحملہ علماء الامصار علی المنفصل الا عند تعذر المتصل حتی عدلوا للحمل علی المتصل عن الظاہر و خالفوہ و من ثم قالوا فی قولہ عندی
مایۃ درہم الا ثوبا و لہ علی ابل الا شاۃ معناہ الا قیمۃ ثوب او قیمۃ شاۃ فیکون الاضمار و ہو خلاف الظاہر لیصیر متصلا و لو کان فی المنقطع ظاہرا لما ارتکبوا مخالفۃ الظاہر [illegible]
عنہ انتہی پھر جب حقیقت امر یہ ہی اور استثناء متصل بھی بن سکتا ہی یہان تک انکے مفسرین نے بھی لکھا ہی تو پھر کیا

ضرورت کہ خلاف محققین عربیہ واصول ونیز مخالف مفسرین وصل قرآن مین مراد لیا جاے صاحب کشاف نے
کہا ہی کہ یجوز ان یکون استثناء متصلا ای لا اسئلکم اجرا الا ہذا وہو ان تودوا اہل قرابتی ولم یکن ہذا اجرا فی الحقیقۃ لان قرابتہ قرابتہم
فکانت صلتہم لازمۃ لہم فی المودۃ ویجوز ان یکون منقطعا ای لا اسئلکم اجرا قط ولکن اسئلکم ان تودوا قرابتی الذین ہم قرابتکم ولا تؤذوہم انتہی اور قاضی بیضاوی نے
تفسیر مین الا المودۃ فی القربی کے کہا ہی ان تودونی لقرابتی منکم او تودوا قرابتی وقیل الاستثناء منقطع والمعنی لا اسئلکم اجرا قط ولکن اسئلکم
المودۃ فی القربی وحال منہا ای الا المودۃ ثابتۃ فی ذی القربی متمکنۃ فی اہلہا او فی حق القرابۃ ومن للبیان انتہی اور ظاہر ہی کہ لفظ قیل کو کہنا اِس احتمال کا کہ دلالت
اِسپر کرتا ہی کہ احتمال استثناء منقطع کا ضعیف ہی اور کیونکر نہو جب کہ محققین عربیہ متصل کو حقیقی اور منقطع کو مجاز کہتے مین تو
کون عاقل باوجود اِسکے کہ استثناء متصل بن سکتا ہی منقطع کو ترجیح دیگا اور مجاز کو حقیقت سے بہتر جانے گا باقی رہا
شیعون کو تو کچھ اِس سے بحث نہین ہی کیونکہ اُنکا مطلب تو دونون صورتون مین حاصل ہوتا ہی جب انقطاع کہین تو
غایت امر یہ ہی کہ مودت قربیٰ پر اجر کا اطلاق نہوگا لیکن یقینی مسئول ہوگا کیونکہ مستثناء منقطع اگرچہ مستثنا منہ مین داخل
نہین ہوتا لیکن مستثنا منہ کے نقیض کا حکم اُسکے لیے ثابت ہوتا ہی پس مودت واجب ہوگی مثل پیغمبر خدا کی مودت کے
اور ہمارا مقصود بھی یہی ہی پھر ہمین تو کچھ حاجت اِسکی نہین کہ درپی ترجیح متصل کی منقطع پر ہون جو کچھ لکھا بطور بیان
نفس الامر تھا اور اِسی طرح جو کچھ آیندہ انشاء اللہ بہ نسبت اِسکے لکھین گے وہ بھی تبرعا سمجھا جاے قولہ اِسواسطے کہ معنی اول
مناسب شان نبوت کے نہین ہین الخ اگرچہ پیشتر بھی جواب مین ہم اِسکی نسبت کہہ آے ہین لیکن چونکہ از قسم [illegible]
[illegible] اِسلیے پھر ہم کہتے ہین کہ یہ بات از قسم یضحک علیہ الثکلان ویلعب بہ الصبیان ہی بچند وجہ پہلے یہ کہ معنی اول و ثانی مین
کچھ تفاوت استثناء متصل اور منقطع کے بارے مین نہین ہی معنی اول مین بھی احتمال دونون قسم کی استثنا کا جاری ہوسکتا ہی
اور استثناء متصل کے منافات منصب نبوت کے مناسب اُنکے گمان کے موافق دونون معنون مین متطرق ہوتی ہی پھر جو
شاہ صاحب نے عدم مناسبت کی تخصیص پہلے معنی کے ساتھ فرمائی ہی وہ بے وجہ ہی اور جو کچھ کہ اُنکی دلیل سے
مستفاد ہوتا ہی برتقدیر تسلیم وہ یہ ہی کہ منقطع کو متصل سے ترجیح ہی اور وہ پہلے معنی بھی قائم ہوسکتے ہین غایت مافی الباب یہ ہی
کہ درصورت نہایت امر انقطاع اجر رسالت نہوگا لیکن مودت کا واجب ہونا اور اُسکا مسئول ہونا وہ ہر طرح ثابت ہی
پھر کیا ہمنے کچھ اور کہا تھا ہم بھی تو یہی کہتے ہین کہ مودت واجب ہی اور مسئول ہی دوسرے یہ کہ برفرض محال اگر تمھاری
دلیل سے ترجیح ثابت ہو تو ساتھ نہ منطبق ہونے کے مدعا پر جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہوا مخالفت کیسی کیسی
روایات کی جو صحاح اور کتب معتمدہ مین حضرات اہلسنت کے مذکور ہین اُس سے ہوگی تیسرے وہ ہی جو جناب
سلطان العلما نے بوارق مین اِس جگہ پر فرمایا ہی اور حاصل اُسکا یہ ہی کہ معنی اول راجح ہی اور استثنا یہان پر استثناء متصل ہی
کیونکہ ارادہ کرنا اُسکے معنی مین تودوا قرابتی کا یعنی دوست رکھو میرے اقربا کو معاضد ہی بہت سے اخبار سے جو کتب حضرات
اہلسنت مین موجود ہین اور اجماع سے بخلاف معنی ثانی کے کہ وہ خبر واحد ہی اور کسی سے معاضد نہین پھر وہی ارجح ہوگا الخ

شان نبوت سے بھی اُس سے ہرگز منافات نہین کیونکہ فاضل جار اللہ زمخشری نے تصریح کر دی ہی کہ ان ھذا لیس باجر حقیقۃ
اور یہ جواب نعین کے بیان کا ہوا اور منافی اُن آیات کو بھی نہین ہی کہ جو عدم سوال اجر پر متضمن ہین اور شاہ صاحب نے اپنی
تائید کلام مین اُنھین نقل کیا ہی کیونکہ حقیقت مین اجر اُسکا نام ہی جسکا فائدہ اجر کی طرف عائد ہوا اور مودت قربی حقیقت مین
مخاطبین کا نفع ہی اور یہی معنی قول خدا کے ہین ما سألتکم من اجر فھو لکم اور اگر استثنا منقطع ہو تو بتقدیر اُسکے منقطع ہونے
اجر کا سوال واقع ہوا اور ما سألتکم من اجر کا مقتضی یہ ہی کہ اجر کا سوال متحقق ہوا ہو اور یہی محمل ہی اور آیات کا بھی حل کرنا ہی
اور جو استثنا متصل کی ترجیح پر منقطع سے دلالت کرتا ہو وہ قول ہی جو سیرت الامین ہی قال ابن حجر ویصح دعوی المتصل بحیث المنقطع
سبحانہ ان اللہ جعل اجری علیکم المودۃ فی القربی وانی سائلکم عنھم غدا ولعل تسمیۃ ذلک اجرا مجاز انتھی تعجب ہے تاسف کی بات ہی کہ خدا نے اجر رسالت کو
منحصر مودت قربی مین فرمایا اور اُسکے لیے سوال کرنے کا حکم نبی کو دیا اور شاہ صاحب اُس سے تو منافی شان نبوت کی
فرماتے ہین اور خود بخاری سے حدیث جو نقل کرتے ہین کہ معنی اُسکے یہ ہین کہ سوال کرتا ہون مین تمسے اپنی دوستی کا
اُسکی تصحیح و ترجیح کرتے ہین معنی اول سے اور آپ دنیا داری نہین جانتے اپنے لیے سوال اجرت دنیا داری ہوا اور
اقربا کے لیے سوال مودت نبوت کی شان کے مخالف اور دنیا داری مین محسوب ہی تو کل بھی آپ پر ہنسینگے اور عاقل صاف
کہیگا کہ یہ انکار محض اسلیے ہی کہ اقربا کی فضیلت سے انکار رہوا اور اُنکی فضیلت ثابت ہونے پاے حالانکہ یہی سوال
اجر رسالت وہ ہی کہ جسکا فائدہ مخاطبین کی طرف عائد ہوتا ہی اور اگر اس سے انکار ہی تو پھر ما سألتکم من اجر اور کون ہی
اُسے بتائیے کہ اُسکے سوا اور کیا طلب کرنے کو مامور ہوے تھے اگر یہ کہین کہ اُس سے مراد وہ ہی جو ابن عباس سے مروی ہی
مرفوعا کانہ قال لا اسئلکم علی ما اتیتکم من البینات والھدی اجرا الا ان تودوا اللہ وتتقربوا الیہ بطاعتہ تو اُسکے جواب مین کافی وہ ہی جو شیخ ابن
حجر نے کہا ہی ان من جملۃ مودۃ اللہ والتقرب الیہ مودۃ رسولہ واھل بیتہ پھر اُسکے سوا دوسرا اور نہین ہو سکتا اور جب رجحان
استثنا متصل کا منقطع پر ہم ثابت کر چکے تو کہتے ہین کہ جو شاہ صاحب نے فرمایا تھا اگر خاتم الانبیا اجر کا سوال کرین
تو اُنکا مرتبہ اور پیغمبرون سے کم ہو جاے اور وہ خلاف اجماع ہی فقط یہ بھی قول بہت قصور معرفت سے اور عدم تدبر سے
صادر ہوا ہی کیونکہ فضیلت کو خساستہ و نقص پر حمل کرتے ہین اول دیکھنا چاہیے کہ حق تعالی نے جناب رسالتمآب کو
جو فضل سب سے فرمایا تو محض باعتبار آخرت کے نہین ہی بلکہ بحسب اسباب دنیا بھی فضائل عطا فرماے مثلا کتاب
آنحضرت کی اور کتب سماویہ سے نظم و معانی سب کی راہ سے افضل ہی اسی طرح شریعت آنحضرت کی سہلہ ہی حکم جہاد
حضرت کو دیا جس سے سرکشان کفار کے سرون کو توڑا اور کفر کو ذلیل کیا محض بیان و نصیحت لسانی پر اکتفا نہین فرمایا
آنحضرت کو صاحب جنود و افواج فرمایا ملائکہ کو اُنکی نصرت کے لیے بھیجا کہ اُس سے شان آنحضرت کی رفیع سب کی
نظر مین ظاہر ہوئی اسی قبیل سے ہی کہ اقربا اور اہلبیت آنحضرت کو ایسے کرامت فرماے جو جملہ انبیا کے اقربا سے قرب
و زلفی مین خدا کے نزدیک زیادہ ہین اور بعد نبی کے وہ جملہ مخلوقات سے بہتر ہین اور وہ ایسے ہین کہ حق تعالی نے

انکی مودت واطاعت کو وجب فرمایا جیساکہ اپنے اور اپنے نبی کی مودت واطاعت کو خلق پر وجب فرمایا پس
واقع مین یہ فضائل وخصائص سے آنحضرت کے ہی کہ اگر یہین مخالفت اور انبیا سے ہوئی تو کیا قباحت لازم آتی ہے
اور کسطرح مرتبہ آنحضرت کا اورون سے کم تجویز کرتے ہین فضیلت کا نام نقص رکھا جاتا ہے اگر سب انبیا کے ساتھ
ہر امر مین آنحضرت کو برابری ہوتی تو مساوی سب کے ہوتے نہ افضل رہتے اور اگر ایسا ہی ہے تو ظاہر ہے کہ ملت ابراہیم کے
دین یہ تھا کہ اقرار توحید کیا جاے طاعت مین نبی کا نام کب لیا جاتا تھا کس نبی پر درود بھیجنا واجب تھا نماز مین
کس نبی کا نام لینا ضرور تھا خمس کس کے لیے واجب ہوا تھا اور جب سوال اجر رسالت بحکم خدا ہوا تو پھر شبہ کا محل
نبی کی نسبت اُنہین کو ہی جو عتقاد نزول وحی کا نہ رکھتے تھے جیسا کہ یزید پلید کا یا اسکے امثال کا یہ عتقاد تھا اور اسکے اشعار
جو اسنے بعد ورود اہلبیت اور سر جناب سید الشہدا دربار مین پڑھے لعبت ہاشم بالملک فلا الخ اپنے اور اسکے اور اسکے
امثال کے افعال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام لسانی کسب دنیا کے لیے رکھتے تھے اور جو نبوت کا معتقد تھا یا ہے وہ کیونکر
یہ کہہ سکتا تھا خصوصا جبکہ وہ اجر حقیقی نہو اور نفع اسکا عائد مخاطبین کی طرف ہو بالجملہ واقع مین فضیلت خاص
آنحضرت کی تھی جو اور انبیا کو نصیب نہین ہوئی اور یہ سبب اسکا ہے کہ رتبہ آنحضرت کا اُسکے بہ نسبت اور انبیا کے زیادہ
اور اعلی جانا جاے جو مجمع علیہ ہے نہ یہ کہ کم سمجھا جاے اور یہ مضمون بعض احادیث خاصہ مین بھی وارد ہے اور معاند بعقل
اور مجمع علیہ اولوالالباب ہے جیساکہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی روایت کی ہے ریان بن صلت سے کہ کہا اسنے
کہ جناب امام رضا ایک روز مجلس مامون رشید مین تشریف لاے اور اُس دن ایک جماعت اہل عراق سے کہ انمین
علما بھی تھے اسکی صحبت مین تھے اُسوقت مامون نے آل وامت کے فرق کی حدیث ذکر کی اور جناب امام نے
اُسوقت اصطفا آل کے اثبات مین ظاہر قرآن سے بارہ آیتین ذکر فرمائین یہان تک کہ فرمایا چھٹی آیت قول ہو عز وجل کا
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی اور فرمایا کہ یہ خصوصیت پیغمبر خدا کے واسطے روز قیامت تک ہے جو اور انبیا کو
نصیب نہین ہوئی اسواسطے کہ حق تعالی نے حضرت نوح کا ذکر قرآن مین جو فرمایا ہے وہ اسطرح ہے یا قوم لا اسئلکم علیہ مالا ان
اجری الا علی اللہ وما انا بطارد الذین امنوا انہم ملاقوا ربہم ولکنی اریکم قوما تجہلون اور حضرت ہود کے حال کی حکایت یہ فرمائی کہ انہونے
قال یا قوم لا اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی افلا تعقلون اور جناب نبی آخر الزمان کے واسطے یہ فرمایا یا محمد قل لا اسئلکم علیہ
اجرا الا المودة فی القربی ومن یقترف حسنة نزد لہ فیہا حسنا اور وہ کہ جنکی مودت کو خدا نے وجب فرمایا ہے یہ بعد اسکے ہے کہ خدا نے
اپنے علم مین اُنہین یہ جان لیا ہے کہ یہ کبھی دین سے نہ پھرینگے اور کبھی گمرہی کی طرف رجوع نہ کرینگے اور دوسری یہ
بات ہے کہ جب ایک شخص ایک شخص کے ساتھ دوستی رکھے اور اسکے اہلبیت سے بغض وعداوت رکھتا ہو تو کبھی اُس
شخص کا دل اُس سے صاف اور سالم نہوگا پس خدا نے یہ چاہا کہ پیغمبر خدا کے دل مین بہ نسبت مومنین کے
کوئی برائی نہ رہے پس مومنین پر ذوی القربی کی اُنکی محبت ومودت کو وجب فرمایا پس جس شخص نے کہ اُسے اختیار کیا

اور پیغمبر خدا کو دوست رکھا اور اُنکے اہلبیت سے دوستی کی تو اب پیغمبر کو مناسب نہین ہی کہ اُس سے عداوت فرماوین
اور جنہنے کہ اُسے ترک کیا اور اس مودت ذوی القربیٰ کو اختیار نہ کیا پس اُسکے لیے واجب ہو پیغمبر خدا پر کہ اُسکے ساتھ
دشمنی فرماوین کیونکہ اُسنے فریضہ کو فرائض الہی سے ترک کیا ہو پھر کون سی فضیلت اور کون شرف ہی سے متقدم ہی
یا اسکے برابر ہی پس ہو اسطے حق تعالی نے اس آیہ کو اپنے نبی پر نازل فرمایا اور جب وہ نازل ہوا تو وہ حضرت اپنے
اصحابون مین کھڑے ہوے اور حمد وثناے الہی ادا فرماکر فرمایا کہ ایہا الناس بتحقیق کہ حق تعالی نے میرے لیے
تمپر ایک امر کو فرض کیا ہی پس آیا تم اُسے ادا کرنے والے ہو یہ سنکر کسی نے جواب نہ دیا بعد اُسکے فرمایا کہ ایہا الناس
وہ سونا چاندی نہین ہی نہ کھانا پینا ہی اُسکے بعد کہا سب نے کہ اب بیان فرمایئے کہ وہ کیا ہی بعد اُسکے حضرت نے
اس آیہ کو پڑھا پس یہ سنکر انہون نے کہا کہ یہ کیا بڑی بات ہی اچھا ہم ادا کرینگے لیکن پھر بھی اکثر نے وعدے پر
وفا نہ کی اور کسی نبی کو حق تعالی نے نہین مبعوث فرمایا مگر یہ کہ اُسکی طرف وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے اجر طلب
نہ کرے کیونکہ خدا خود انبیا کے اجر کو دینے والا ہی اور محمد مصطفی کے اقربا کی مودت کو اُنکی اُمت پر واجب
فرمایا اور آنحضرت کو حکم فرمایا کہ اپنے اجر کو اپنے اقربا مین گردانین تاکہ آنحضرت کی اُمت اُنکی دوستی کو
اُنکی قرابت مین ظاہر کرین اور مودت اقربا آنحضرت کو دوست رکھین اور یہ حکم خدا نے بسبب معرفت
فضل اقربا کے جنکی مودت واجب فرمائی ہی فرمایا کیونکہ احسان بقدر معرفت فضل ہوتا ہی پھر جبکہ خدا نے
اس مودت کو واجب فرمایا تو یہ گران وثقیل ہوے واسطے ثقل وجوب طاعت کے فقط حدیث یہ بڑی ہی
لیکن بقدر ضرورت اُسے نقل کیا گیا اور یہ مضمون اگرچہ اخبار خاصہ کا ہی لیکن یہان اسلیے اسکی ضرورت ہوئی
کہ تا سرگشتگان بادیۂ ظلمت وجہل اُسے جانین اور سمجھین کہ یہ سوال اجر کا جو بحکم خدا جناب رسالتمآب نے فرمایا
وہ کسی طرح مورث منقصت رتبہ کا آنحضرت کے نہین ہو سکتا بلکہ باعث مزید اعزاز آنحضرت کے من ہند ہی و فضائل
مختصہ سے اُن جناب کے ہی اور حقیقت یہ ہی کہ اگر ایسے اقربا اور اوصیا آنحضرت کے ختم المرسلین ہونے کے ساتھ
اُن جناب کے نہوتے تو کسطرح شریعت اُن جناب کی تا قیامت باقی رہتی اور ضرورت بعثت انبیا کی ساقط ہوتی
انہین حضرات کے وجود سے کہ سب صاحب بینات وہدایت اور معصوم خطا وزلل سے تھے یہ دین مبین
محفوظ رہا اور رہیگا الی یوم القیامت قولہ دوسرا جواب یہ ہی کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ جو واجب المحبت ہی
وہ واجب الاطاعت ہی الخ حقیقت مین یہ قول فاضل روزبہان کا ہی جو انہون نے جواب کشف الحق مین کہا ہی اور
حاصل اُسکا یہ ہی کہ اگر ہم اِس آیت کو جمیع اقرباے نبی کی بہ نسبت عام نہ کہین اور اُسکی تخصیص کرین انہین کے
ساتھ جو شیعہ کہتے ہین جب بھی یہ آیہ دلالت خلافت پر آنحضرت کی نہین کرتا بلکہ مودت کے واجب ہونے پر آنحضرت کی
دال ہی اور ہم کہتے ہین کہ مودت اُن جناب کی واجب ہی سب مسلمانون پر اور نہ ہر مودت طاعت کے ساتھ ہوتی ہی

اور نہ ہر مطاع کو واجب ہی کہ صاحب امامت کبریٰ ہو الخ اگرچہ شاہ صاحب کا جواب بطور حل ہم پیشتر لکھ آئے ہین
ہرگاہ اِس جواب ثانی مین شاہ صاحب نے پھر انتحال فرمایا ہی تو ہمین چاہیے کہ پہلے اصل ہی کا جواب دے دین
کہ وہی جواب فرع کا بھی ہوگا پس کہتے ہین ہم کہ منشا اِس قول کا یا جہل ہی یا تجاہل ہی کیونکہ محبت تو کلی مشکک ہی
اور اُسکی افراد متعدد ہین بعض افراد اُسکی وہ ہین کہ واجب المحبت واجب الاطاعت یقینی ہی اور جہان تحقق اُسکا ہوگا
وہان محبوب واجب الاطاعت ہوگا اور مقصود و ملحی فیہ مین وہی ہی نہ غیر اُسکے اور بعض افراد اُس سے وہ ہین کہ
اُسکا یہ حال نہین اور وہ ملحی فیہ سے خارج ہی اور واقع مین وہ واجب المودت بھی مثل اوّل کے نہین ہی اور تفصیل
اِس اجمال کی یہ ہی کہ وداد اور حب ہم معنی ہین اور علما نے اختلاف کیا ہی معنی محبت مین پس بعضون نے کہا ہی کہ
مترادف ارادہ یعنی مائل ہونے کا نام محبت ہی اور یہ مختلف ہی مثلاً خدا کی جو محبت بندون کے واسطے ہی وہ عبارت
اِس سے ہی کہ حق تعالیٰ ارادہ اُنکی کرامت کا اور ثواب کا ہمیشہ کے لیے فرماے اور بندون کی محبت خدا کے واسطے
اُسکی طاعت ہی اور بعض نے کہا ہی کہ ہماری محبت خدا کے واسطے ایک روحانی کیفیت ہی کہ وہ مترتب ہوتی ہی
اُس کمال مطلق کے تصور پر جو خدا مین ہی علی الاستمرار اور مقتضی توجہ تام کا اُسکی حضرت قدس کی طرف بلافتور و قرار
اور لیکن ہماری محبت غیر خدا کی طرف پس وہ کیفیت ہی جو مترتب ہوتی ہی تخییل پر کمال کے کہ وہ محبوب مین
پایا گیا ہو لذت سے یا منفعت سے یا مشاکلہ سے ایسی تخییل جو برابر رہے مثل محبت کرنے عاشق کے اپنے معشوق کے
ساتھ یا منعم علیہ کی اپنے منعم کے ساتھ یا باپ مان کی محبت اپنی اولاد کے ساتھ یا دوست کا محبت کرنا اپنے
دوست کے ساتھ هكذا نقل صاحب مطلوب عن شرح المواقف وشرح المطالع في بحث تعالی اور امام حضرات اہلسنت فخر رازی
اپنی تفسیر کبیر مین ذیل کریمہ ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادا يحبونهم كحب الله مین کہا ہی اختلف العلماء فی معنی المحبة
فقال جمهور المتكلمين انها نوع من الارادة والارادة لا تعلق لها الا بالجائزات فيستحيل تعلق المحبة بذات الله تعالى وصفاته
فاذا قلنا نحب الله فمعناه نحب طاعته وخدمته او ثوابه واحسانه الخ اور اِس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ مودت و محبت کیفیت ہی روحانیہ اور
جب مقولہ کیف سے ہوے تو بالضرور شدت اور ضعف اور اولویت سب کو قبول کرے اور اِسی اعتبار سے
افراد اُسکی متعدد ہون اور ہر فرد کا حکم جدا ہو پس وہ از جملہ کلیات مشکک ہوگی اور یہ کہ محبت و مودت بمعنی
ارادہ طاعت کے بولے جاتے ہین جیسا کہ بندون کی محبت خدا کے لیے اِسی معنی پر ہی اور غیر اللہ کے ساتھ جو
محبت ہوتی ہی تو اُسکے تصور کمال سے ہوتی ہی خواہ وہ اذیت ہو جیسا عاشق و معشوق مین ہی یا کمال منفعت ہو جو
منعم علیہ کو منعم سے بسبب حقیقت منفعت کے ہوتی ہی یا کمال مشاکلہ ہو جو باپ بیٹے کی نسبت اور دوست کو
دوست کی نسبت پائی جاتی ہی پھر اِس مودت مسئولہ کو جسے خدا نے واجب فرمایا کسکے تحت مین داخل کرینگے
لائق ہی کہ سکتے ہین کیونکہ لذت ظاہری دنیا اور اِسی طرح منفعت دنیا اور انعام اور مشاکلہ تو اُسکا منشا ہو نہین سکتے

ہاں کمال عصمت جو خدا نے انہیں عطا فرمایا تھا وہی علت افتراض مودت ہی جیسی مشابہت رسول خدا کے ساتھ
انہیں حاصل ہی اور اگر یہ نہوتا تو گنہگار سے ترک مودت واجب ہوتا پس یقینی یہ بھی کمل افراد مودت ہوگی جیسا کہ
مودت خدا و رسول کی مودت صادقہ قلبیہ ہوتی ہی کہ انمیں سوا اطاعت محبوب کے مخالفت کے ارادے کو
دخل نہیں اور جب یہ ہوا تو یہ مودت تالی مرتبہ مودت الٰہ ہوگی اور اس صورت میں جسطرح خدا واجب المودت
نبی واجب المودت ہی طرح اقربائے مخصوصین نبی واجب المودت ہونگے اور جسطرح خدا واجب الاطاعت نبی
واجب الاطاعت اقربائے مخصوصین واجب الاطاعت ہونگے بالجملہ اس فرد مودت خاص کا یہ حکم یقینی کہ وہ واجب المودت
واجب الاطاعت ہی اور اگر باعتبار اور افراد ناقصہ مودت کے لا نسلم تمہارا صحیح ہو تو ہمکو اس سے بحث ہی نہیں ہی
دوسرے خود اقرار فاضل روزبہان کا ہو اپنے اس قول میں کہ ہم کہتے ہیں کہ مودت آنحضرت کی سب مسلمانوں پر واجب ہی
فقط اور ہمنے ثابت کر دیا کہ محبت کی افراد متعدد ہیں اور یہ فرد محبت الٰہ کی اور جو اسکے قریب ہی وہ ہی کہ انمیں طاعت کا
نام اور جب طاعت کا نام مودت و محبت ہی تو پھر واجب الاطاعت ہونے سے انکار کیا اور ہم کہتے ہیں واجب المودت
میں منحصر ہونے کا مرتبہ تو بہت بڑا اور اسکا واجب الاطاعت ہونا تو ظاہر کالنور علی شاہق الطور ہی ہر محبوب کے لیے
ضرور ہی کہ اسکا جاننے والا اسکی مخالفت نہیں کرتا اور ہمیشہ اسکی رضاجوئی کے درپی رہتا ہی کیونکہ جب منشا اسکا
ایک کمال ہوتا ہی تو پھر اسکے باقی رہنے کے ساتھ مخالفت محبوب کی کہاں ہوسکتی ہی یہاں تک کہ عیوب ظاہری بھی
معشوق معیوب کے نظر عاشق میں برے نہیں معلوم ہوتے اسی لیے کہا ہو کہ حب الشئی یعمی و یصم پھر جب محبت
مجازیہ کا یہ حال ہی کہ انہیں محبت کرنے والے کو بجز استحسان و اطاعت معشوق و محبوب اور کچھ خیال نہیں ہوتا
اور اسی سے ہر امر میں اسے مقدم رکھتا ہی اور اسکی رضاجوئی اور ترک مخالفت کا ملزم ہوتا ہی تو اس محبت حقیقی
صادقہ میں جو بامر اللہ اور اجر رسالت جناب رسالت پناہ اور نافع بسوے خلق امور دین و دنیا میں ہی اور فرض ہی
کیونکر ہوسکتا ہی کہ واجب المودت واجب الاطاعت نہو اور اسی طرح ایسا واجب الاطاعت صاحب امامت کبریٰ نہو
تو پھر کیا جائز الخطا اور جنکے ساتھ ترک مودت واجب ہی وہ واجب الاطاعت اور صاحب زعامت کبریٰ حقیقی
ہونگے باقی جو فاضل مذبور نے کہا تھا کہ یہ آیہ وجوب مودت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ پر دلالت کرتا ہی
خلافت پر آنحضرت کی دلالت نہیں کرتا واقع میں یہ کلام غایت بیخبری سے سرزد ہوا ہی کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہی
کہ آیہ دلالت ظاہر کرتا ہی اسپر کہ مودت آنحضرت کی حسب مقتضی آیہ واجب ہی اس حیثیت سے کہ حق تعالیٰ نے اجر
ارسال کہ جس سے استحقاق ثواب دائمی کا حاصل ہوتا ہی ذوی القربیٰ کی محبت کو گردانا اور یہ وجوب نہیں ہوا مگر
انکی عصمت کے باعث سے ورنہ وقوع خطا کے ساتھ ترک مودت انکی لازم ہوتی لقولہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون
باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الخ اور سوا علی ابن ابیطالبؑ کے بالاتفاق کوئی اور معصوم نہیں ہی

پس متعین ہوا اس سے کہ وہی حضرت امام ہین اور اس سے علاوہ شیعون کو دلیل امامت علی ابن ابیطالب کی
واسطے اہلسنت پر قائم کرنا کب واجب ہو کیونکہ وہ بھی تو آنحضرت کے بعد رسول خدا امام ہونے پر متفق ہین ہان اس
قدر فرق ہو کہ شیعہ بلا واسطے امام جانتے ہین وہ حضرات بعد چند خلفا اثبات امامت کا کرتے ہین اور دلیل
مثبت کے لیے ضرور ہو کہ قائم کرے نہ نفی کرنے والے پر پھر شاہ صاحب کو یا انکے ہمیش رد کو بس لا نسلم کا
کیا فائدہ ہوا چاہیے ہر واجب المودت واجب الاطاعت ہو یا نہو اور اسی طرح ہر واجب الاطاعت صاحب نجابت
کبریٰ اور امام ہو یا نہو لیکن جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام بالضرور بالاتفاق امام ہین اور اس امامت مین تو حاجت
دلیل کی نہین ہو کیونکہ اتفاق اہل اسلام کا انکی امامت پر ہو چکا ہو ہان اگر خرق اجماع انکار امامت مین صاف کرین تو
البتہ اس لا نسلم کا نفعین موقع ہاتھ آئے اور شیعون پر ادلہ قاطعہ کا انہی قائم کرنا ضرور ہو والا جو کچھ ادلہ ہم آنحضرت کی
امامت پر ذکر کرتے ہین وہ تبرعاً کہتے ہین فافہم قولہ کیونکہ شیخ ابن بابویہ نے کتاب اعتقادات مین لکھا ہو
ان الامامیہ اجمعوا علی وجوب محبۃ العلویۃ الخ جواب اسکا یہ ہو کہ شاہ صاحب نے غور نہین فرمایا ہرگز شیخ ابن بابویہ کا
یہ مراد اس سے نہین ہو کہ علویہ کی محبت علی الاطلاق واجب ہو پھر کسطرح اس سے استدلال ممکن ہوگا اور مگر یہ کہ
یہ مراد شیخ نہین دلیل اسپر یہ ہو کہ بعد ذکر وجوب محبت علویہ انھون نے فرمایا ہو واعتقادنا فی المسیء منہم ان لہ ضعف
العقاب فی المحسن منہم ضعف الثواب الی ان قال قال الصادق من خالف دین اللہ و والی اعداء اللہ او عادی اولیاء اللہ فالبراءۃ منہ واجبۃ کائنا من
کان من ای قبیلۃ پھر اگر مثل امام معصوم محبت علویہ کی بھی علی الاطلاق واجب ہوئی تو جو برات بمقتضاے اس حدیث کے
اسنے واجب ہو کیونکہ متصور ہوتی اور پھر اسی کے اخیر مین فرمایا ہو وسئل الصادق عن قولہ تعالیٰ ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ
وجوہہم مسودۃ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین قال من زعم انہ امام ولیس بامام قیل وان کان علویا فاطمیا قال وان کان علویا فاطمیا و
قال الصادق لیس بینکم و بین من خالفکم الا المضمر قیل فای شیء المضمر قال الذی تسمونہ البراءۃ فمن خالفکم و تجاوز فابرءوا منہ وان کان علویا فاطمیا قال
الصادق لابن عبد اللہ انہ لیس علی شیء مما انتم علیہ برئ اللہ عز وجل منہ اور حقیقت یہ ہو کہ علوی اور فاطمی کے ساتھ جو مودت و محبت کیجاتی ہو
وہ بواسطہ انکی علوی اور فاطمی ہونے کے ہو نہ شخص علوی اور فاطمی کے ساتھ پس یہ مودت بواسطہ اور
بشرط محسن ہونے کے ہو اور وہ مودت جو مسئولہ حضرات مخصوصین کے ساتھ واجب ہو وہ بسبب انکے
معصوم ہونے کے ہو اور مرتبہ علی الاطلاق مین ہو کیونکہ انسے صدور خطا جائز ہی نہین پھر اس فرد مودت پر اس
مودت کا محل کسطرح اور حکم کسطرح صحیح ہو سکتا ہو جو شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے لازم آتا ہو کہ سب علوی
واجب الاطاعت ہون فلیس ہذا من ذاک قولہ اور بھی لازم آتا ہو کہ جناب سیدہ بھی امام ہون اور جناب امیر
زمان حیات جناب رسالتمآب مین اور حسنین زمان حیات نبی اور حیات جناب امیر مین امام ہون الخ جواب
اسکا یہ ہو کہ پہلے مطلب اور مراد کلام جو شیعون کے ہو اسے سمجھیے پھر ایراد فرمایے انکا مطلب یہ ہو کہ جب عصمت

سبب مودت واطاعت کے وجوب کا ہی تو جو معصوم امامت کا ادعا کرے وہ امام برحق ہو نہ یہ کہ نہ معصوم ہو وقت
مین امام ہوتا ہی جو آپ ایراد فرماتے ہین اور نہ جناب سیدہ نے امامت کا ادعا فرمایا اور نہ حسنین علیہما السلام
زمان حضور رسول خدا مین اور زمان جناب امیر مین مدعی امامت کیا باقی رہا یہ امر کہ جناب امیر و حسنین علیہما السلام
زمان حضور رسالتمآب مین امام تھے یا نہین یہ سخن دوسرا ہی اور واقع مین یہ ہی کہ کوئی زمانہ بے حجت خدا کے
خالی نہین رہ سکتا والا مکلفین کی حجت تمام ہو کر ہم کیا کرتے اور کس کی طرف رجوع کرتے اور کس سے پوچھتے ہی سبب
نزول انبیا کا ہوتا رہا کہ تا زمین خالی حجت خدا سے نہ رہے اور ہمیشہ خدا کی حجت مکلفین عباد پر تمام رہے جب تک
کہ خود رسول خدا تشریف رکھتے تھے اور وحی و کتاب نازل ہوتی تھی تو حاجت امام کی کیا تھی سب انہین سے
رجوع کرکے حلال و حرام کا علم حاصل کرتے تھے لیکن چونکہ آنحضرت پر ختم رسالت ہوئی اور نبی کا مبعوث ہونا موقوف
ہوا لہذا حفظ و تبیین شریعت کے لیے ان جناب کے حق تعالی نے ائمہ دوازدہ کو معین و مقرر فرمایا کہ تا ہدایت خلق
موقوف و مسدود ہونے پائے اور جو غرض بعثت تھی وہ حاصل رہے لیکن ظہور سکا وقتا فوقتا ہونا چاہیے تھا
ایک کو دوسرے کے زمانے مین اظہار وادعاے امامت کی کیا ضرورت تھی اسی لیے بعد حیات جناب
رسالتمآب جناب امیر نے امامت کا ادعا فرمایا اور بعد انکے جناب امام حسن علیہ السلام نے اور بعد انکے جناب امام
حسین علیہ السلام نے اور اسی طرح اور ائمہ کرام نے گو قابلیت اس مرتبہ کی ان بزرگوارون کے واسطے پہلے سے
حاصل تھی اور سب انہین سے ہمیشہ سے معصوم تھے اور دلالت کرتا ہی اسپر قول آنحضرت کا جو جناب امیر علیہ السلام
کی طرف اشارہ کرکے فرمایا انا وھذا حجۃ اللہ اور بنسبت سبطین علیہما السلام کے فرمایا ھما امامان قاما او قعدا
اور من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ پیغمبر خدا نے کیا ارادہ فرمایا تھا سوا اسکے کہ انکے امام ہونے کو ظاہر فرماوین اور اگر
واقع مین یہ نہین تو پھر اسکی تاویلین کیون فرمائی جاتی ہین اور سب سے زیادہ اسی کے معنی حقیقی بگاڑے جاتے ہین
بالجملہ آنحضرات اربعہ سے اور انکے بعد انکی اولاد معصومین سے جنھے ادعا امامت کا عصمت کے ساتھ کیا اور معصوم
سابق نے لاحق کے واسطے نص امامت فرمائی وہ سب امام ہین خواہ زمان حضور رسول خدا مین امام ہون یا نہون
قولہ ولیکن دوسرا پس اسلیے کہ اگر ہر واجب الاطاعت صاحب خلافت کبری ہو تو لازم آئے کہ ہر نبی صاحب
خلافت کبری ہو اور یہ بھی باطل ہی کیونکہ شمویل علیہ السلام نبی واجب الاطاعت تھے اور طالوت صاحب زعامت
کبری تھا بنص قرآن ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا انتہی پوشیدہ نہ رہے کہ یہ وہ کلام ہی جو شاہ صاحب بار بار اظہار علم کے لیے
لکھ دیتے ہین اس سے پہلے شرائط امامت مین امام کے افضل خلق ہونے مین بھی اس تقریر کو فرما چکے ہین اور ہم
بفضلہ جواب باصواب بہت بسط کے ساتھ دے آئے ہین اب یہان پر اسی کو مناظرہ مین لائے ہین لیکن خلاف
واب مناظرہ ہی کیونکہ پہلے یہ چاہیے کہ شاہ صاحب اسے ثابت فرماتے کہ شمویل صاحب خلافت کبری نہ تھے

پھر طالوت کا ملک ہونا کیسے کیونکہ یہ امر دلیل کو طلب کرتا ہو اور نبوت و امامت مین منافات نہین ہو کہ نبی ہونگے
پھر امام ہوسکین اور جب اجتماع دونون رتبون کا جائز ہو تو اب ضرور ہو کہ اسے ثابت کرین کہ فقط نبی تھا اور
برتقدیر تسلیم یہ کہان سے پیدا ہوا کہ مخصص ومخرج عموم سے نہین مشتق ہوا بالجملہ تصور اسا حال طالوت اور نص
قرآنی کا جسکا دعا شاہ صاحب نے فرمایا خدمت سامعین مین عرض کیا جاتا ہو یہ نص قرآنی ہو کہ حق تعالی فرماتا ہو
الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله یعنی آیا نہین دیکھتا تو طرف حال بزرگان بنی اسرائیل کے
جبکہ کہا انھون نے اپنے پیغمبر سے کہ بھیج ہمارے واسطے ایک امیر کو ہم بھی مقاتلہ کرین راہ خدا مین فاضل بیضاوی نے
اپنی تفسیر مین خود کہا ہو کہ نبی یوشع یا شمعون یا شموئیل علیہم السلام تھے کہ بنی اسرائیل نے اُنسے کہا تھا اقم لنا امیرا ننهض
معه نقاتل تقدیم و نصدر فیه عن رایه اور تفسیر صافی مین مجمع اور عیاشی سے حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہو کہ
فرمایا آنحضرت نے کہ کان الملک فی ذلک الزمان هو الذی یسیر بالجنود والنبی یقیم له امره و ینبئه بالخبر من عند ربه یعنی ملک اُس زمانے مین وہ
شخص ہوتا تھا جو لشکر کو لیکر چلے اور پیغمبر اُسے مقرر کرتے تھے اور جو کچھ خدا کی طرف سے حکم آتا تھا وہ اُسے
فرماتے تھے کہ تعمیل کرے اور اِس سے صاف ظاہر ہو کہ طالوت خود ملک بلکہ امیر تھا خلیفہ نہ تھا اور سردار امیر
لشکر کو ملک کہتے تھے جیسے اب بھی امرا فوج سلطنت روم مین بلفظ پاشا ملقب ہوتے ہین اور اسی لیے اُنکے
نبی نے اُنسے فرمایا تھا کہ ان الله قد بعث لکم طالوت ملکا یہ مقولہ نبی کی حکایت ہو پھر جب یہ معلوم ہوا تو امیر لشکر کو جو نبی کی طرف سے
مقرر ہو گو بعد وحی الہی ہو خلیفہ رسول کا مصداق قرار دینا بدون اثبات کیونکر ہوسکتا ہو کجا امام و خلیفہ جو
رئیس عام ہو اور کجا امیر و سرگروہ لشکر جو پیغمبر و امام کے تابع ہوتے ہین اور طرفہ مضمون یہ ہو کہ خود بھی شاہ صاحب نے
خلیفہ و ملک کے معنی مین تفرقہ کیا ہو اور اسی کے موافق معنی خبر مین جو اہلسنت کے یہان وارد ہو الخلافة بعدی ثلثون
سنة ثم ملکا عضوضا کیا ہو کہ کبھی امامت بمعنی بادشاہی و ریاست کے بھی بولی جاتی ہو کیونکہ بادشاہ اگرچہ خوش سیرت
ہو لیکن بعض امور دین مین مثل جہاد کے اور غنائم کی تقسیم کے اور جمعہ اور اعیاد کے برپا کرنے مین وہ پیشوائی رکھتا ہو
اور جبکہ دین مین جمیع امور مین پیشوائی ہو تو خلافت حقہ بھی ہو جو پانچ شخصون مین منحصر ہو اور زمین مین تصرف باوصف
استحقاق کے اور شوکت و غلبہ کو بھی خلافت مین اہلسنت کے نزدیک شرط جانا ہو الخ پھر اب لائق غور ہو کہ
ہر گاہ طالوت موافق نص قرآن کے ملک ہو تو کیا لازم ہو کہ خلیفہ بھی ہو خصوصاً جبکہ جمیع امور دین مین اُسکے لیے
پیشوائی حاصل نہو بلکہ شریعت کے امور متعلق شموئیل یا دوسرے پیغمبر کے ساتھ ہو اور تاریخ حبیب السیر مین صاف
موجود ہو کہ جب شموئیل کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو مشرف بہ رسالت ہوے اور بنی اسرائیل بڑی خوشی سے اُنکے ساتھ
ایمان لاے اور حضرت موسی کی شریعت کے احکام اُنسے سیکھنے لگے اور شموئیل سے درخواست کی کہ ہمارے لیے کوئی
بادشاہ معین فرمائیے تا اُسکے ساتھ جبابرۂ شام اور کافران خون آشام سے جہاد و قتال کرین اور شموئیل نے بموجب

وہی سے کے طالوت کو سلطنت کے ساتھ موسوم کیا اور طالوت جالوت کے مقابلہ پر کہ وہ ان دونوں میں طفیلی حاکم تھا گیا اور جالوت کو نصرت داود کے پتھر سے مارا اور مظفر و منصور ہوکر مراجعت کی پس اتنی توجہ کلام پھر اب اس سے صاف ظاہر ہوکر منصب خلافت الٰہیہ اور حفظ قوانین شریعت موسویہ مفوض شمویل کو تھی نہ طالوت کو طالوت محض امیر لشکر تھا اور ایسا جناب رسالتمآب کے زمانے میں بھی اکثر ہوتا تھا کہ منصب امارت لشکر کا عمرو عاص اور خالد بن ولید وغیرہ کو بھی سپرد ہوتا تھا منشی یہ ہو کہ زمان جناب رسول خدا میں ایسے امر بہت ستھے اور فوت اسلام زیادہ تھی اور اس وقت فقط ایک طالوت ہی امیر فوج تھا اور اگر بجہت شاہ صاحب کو طالوت کی خلافت کا یقین ہو کہ خدا کی طرف سے اسکی بادشاہی ثابت ہی تو استخلاف اسکا بھی زمین میں ہمدر ہوگا اور خلافت اسکی خلافت حق ہوگی تو یہ بھی کوئی دلیل محکم نہیں ہو کیونکہ مطلقا استخلاف فی الارض خلافت حقہ نہیں ہو کیونکہ بہت سے ظالم اور جابر اور فراعنہ ملک و ملت پر مسلط ہوچکے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بسبب مصالح و آزمائش کے انکے اور انکے مطلوب میں جو ریاست و سیاست ہو تخلیہ فرمایا ہو اور انہیں اسلئے مانع نہیں ہوا کہ انکا معارض بھیجا جو اس سے لڑتا اور دفع کرتا جیسا کہ بخت نصر کے معرکہ میں حضرت ارمیاہ سے فرمایا تھا کہ میں بدترین بندے کو اپنے انپر مسلط کرونگا اور انہیں ذلیل کرونگا اور انہیں فتنہ برپا ہوگا پھر اس تسلیط مجازی سے استخلاف شرعی نہیں لازم آسکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ بخت نصر اور اور ظلمہ اور کفار بھی خلیفہ ہوں اور بادشاہ بنانا اور شاہت کا لے لینا یہ کار خاص حق تعالیٰ کا ہو جیسا کہ دلالت کرتا ہو یہ قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء اور ظاہر ہو کہ سب سلاطین و ملوک خلیفہ بحق نہیں ہوسکتے پھر کسطرح طالوت کو صاحب امامت کبریٰ گردانتے ہیں علاوہ اسکے دعوی اجماع حضرات اہلسنت کا طالوت کے معصوم نہونے کا بھی محل منع میں ہو کیونکہ جب انکے امام فخر رازی تفسیر کبیر میں یہ فرما گئے کہ ومن الناس من قال كان طالوت نبيا لان الله اظهر المعجزة على يده ومن كان كذلك كان نبيا ولا يقال ان هذا كان من باب كرامة الاولياء لان الفرق بين الكرامة والمعجزة ان الكرامة لا تكون على سبيل التحدي وهذا كان على سبيل التحدي فوجب ان لا يكون من جنس الكرامات انتهى اور جب طالوت نبی ہونگے تو معصوم بھی ہونگے اور اب یہ اجماع کسطرح صحیح ہوگا فتدبر اور زیادہ تفصیل اسکے جواب میں شرائط امامت میں مذکور ہوچکی ہو من شاء فليرجع اليه قولہ اور دوسرا جواب یہ ہو کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وجوب محبت منحصر انہیں چار میں ہو الخ سبحان اللہ یہ معلوم نہیں کسکا جواب ہو اور یہ کسنے ادعا کیا ہو کہ مطلق وجوب محبت منحصر چار میں ہو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جملہ دوستان خدا سے محبت رکھنا اور دشمنان خدا سے دشمنی رکھنا عبادت ہو کلام اس مودت مسئولہ میں جو اجر رسالت سے ہو اور ظاہر ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے بعد استفسار و سوال کرنے اصحاب کے جو قربیٰ کی تفسیر میں فرمایا وہ یہ ہو کہ اس مودت کو منحصر انہیں چار بزرگواروں میں فرمایا اور کسی کا نام نہیں ارشاد کیا اور ایسے ہمنے

موافق نصوص صحیحہ متفق علیہا اور تصریحات علماے حضرات اہلسنت کے ثابت کر دیا کہ یہ وجوب مودت
قربیٰ قبول نبی منحصر چارہ بزرگوار دن مین ہی پھر اُسکے بعد اختیار ہی چاہے قول نبی پر اعتماد کرین تو بجبر تسلیم کے چارہ نہین
اور اگر قول نبی کو رد کرین تو عدم تسلیم کا بھی اختیار ہی اور اُسکا علاج موقوف بر وقت موعود ہی باقی جو شاہصاحب نے
حافظ ابو طاہر سلفی کی روایت یا اور بعض اخبار مختصہ اپنے در بارہ وجوب مودت اصحاب نقل فرماے ہین اُنکا حال یہ ہی
کہ اگر اُس سے روات وضاع نے بھی حضرات اہلسنت کے دفع نہ فرمایا ہو جب بھی وہ معارض اُن روایات سے ہونگے
جو بیان مثالب مین وارد ہین اور دلالت اسپر کرتے ہین کہ معادات اصحاب ثلثہ واجب ہی اور پھر اُسکے ساتھ غیر متفق علیہ
معرض اعتبار سے ساقط ہی اور لائق احتجاج نہین اور غالب یہ ہی کہ اصحاب ثلثہ کی مودت تو حضرات اہلسنت کے بھی
نزدیک علی الاطلاق واجب نہو گی پس بالضرور عموم اُسکا مخصص ہو گا بالاجماع اور جب علی الاطلاق وجوب مودت
مراد نہوا تو قابل لحاظ و اعتماد کے نہین ہو سکتا اور ہم اسلیے کہتے ہین کہ اگر خلفاے ثلثہ حضرات اہلسنت کے مودت
علی الاطلاق واجب ہوتے تو جو کچھ کہ تخالف و تشاجر اصحاب مین ہوا یہ کیونکر ہوتا اور کسطرح سعد بن عبادہ بیعت
نہ کرتے اور کیونکر چھ مہینے تک پہلے صاحب کی بیعت کرنے سے بنی ہاشم انکار کرتے اور کسطرح ہو سکتا تھا
کہ وجوب مودت علی الاطلاق کے ساتھ ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ خلیفہ ثالث کے حق مین اقتلوا نعثلا
قتل اللہ نعثلا فرماتین اور پھر اسپر بھی اکتفا نہ فرمایا بلکہ پھر کہا کہ اشهد ان عثمان جيفة على الصراط غدا پھر جبکہ جیفہ ہونے کی
نسبت برام المومنین گواہی دین وہ کیونکر واجب المودت ہو سکتا ہی خصوصاً اس کلام مین تو بعض کو یہ گمان ہی کہ یہ حدیث
ام المومنین نے نقل فرمائی ہی اور کسطرح ہو سکتا ہی کہ وجوب مودت مطلقہ کے ساتھ جناب خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت
عبد الرحمن پسر خلیفہ اول کو کہتے کہ دويبة سوء لهو خير من ابيه یہ اعتقاد واجب المودت کے ساتھ اور ایسا لفظ اُنکی
نسبت کہنا یقینی خلاف مودت ہی اور روایت شاہصاحب نے جو بحق خلیفہ ثالث نقل کی ہی کہ پیغمبر خدا نے
نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ عثمان سے عداوت رکھتا تھا اُس سے خدا بھی اُسکے ساتھ عداوت رکھتا ہی یہ قول اگر
حق ہوتا اور یہ مودت واجب ہوتی تو اعیان صحابہ اور جمہور تابعین نے جناب عثمان بن عفان کو جو محصور کیا اور کسی نے
اس سے انکار نہ کیا اور بزرگ نہ جانا اور اُنکی دفع مین کوشش نہ کی بلکہ انکار و زجر کرتے تھے بہ نسبت اُسکے جو اسے
جائز نہ رکھتا تھا یہ کسطرح ہوتا آیا یہ سب صحابہ و تابعین جو اس جلسہ قتل عثمان مین تھے یہ اس خبر سے نہ آگاہ تھے اور
اس وجوب مودت سے مطلع نہ تھے اگر کہو کہ ہان تو عقل قبول نہین کرتی کہ حاضرین خدمت رسول خدا کو اُسکا
علم نہ تھا اور متاخرین اہل اسلام نے علم اُس حدیث کا حاصل کیا اور اگر کہین کہ باوجود علم وجوب مودت صحابہ نے
محصور کیا تھا تو خاطی ہونا اصحاب کا یقینی ثابت ہوتا ہی اور پھر جو اُس سے خرابی لازم آتی ہی وہ ظاہر ہی اور اگر مودت
واجب ہوتی تو عبد الرحمن بن عوف بہ نسبت خلیفہ ثالث کے یہ کسطرح کلمات نفرین کہتے کہ اللهم ان عثمان خذلني ان يقبله

بلکہ فافعل بہ مافعل اور اگر یہ مودت علی الاطلاق واجب ہوئی تو جب خلیفہ اول سے نص و تعین خلافت کی خلیفہ ثانی کے لیے مرض الموت میں فرمائی تو طلحہ نے کہا کہ کیا جواب خدا کو دیگا جبکہ وہ پوچھیگا کہ کیون بندون پر فظ غلیظ کو والی کیا ایسا لفظ واجب المودت کی نسبت کہنا کسطرح جائز ہوا بالجملہ جس مودت کو شاہ صاحب فرماتے ہین کہ موافق انکی روایات خاصہ کے واجب ہو اسکا حال وہ ہو جو سنا گیا کہ اکثر اصحاب رسول کا عمل نتھا اور انکے افعال و اقوال سے اس مودت کا واجب ہونا ثابت نہین ہوتا اور وہ متفق علیہ بھی نہین ہین پھر شیعون پر اس سے احتجاج نہین ہوسکتی اور زیادہ لائق تعجب یہ ہو کہ روایت جو حافظ سے نقل کی ہو اسکی روسے محبت جناب امیر کی مثل صوم و صلوۃ کے واجب ہو پھر اس صورت مین جو ام المومنین جناب عائشہ اور خال المومنین جناب معویہ سے محاربات خلیفہ زمان سے واقع ہوئی اس سے محبت کی منافی جانتے ہین یا نہین بر تقدیر اول چاہیے کہ وہ دونون بزرگوار ہالک ہون اور بر تقدیر ثانی مذاہب کے خلاف قول ہوا اور اگر یہ منافی محبت نہو تو شیعون کو بھی خلفاے ثلثہ کا دوست کیون نہین سمجھتے انکا ایک ہی قصور ہو کہ تبرا اور بیزاری دشمنان اہلبیت سے کرتے ہین پھر جب حرب و پیکار منافی مودت نہین تو یہ کیا اس سے بھی زیادہ ہی اور بر تقدیر تسلیم قول شاہ صاحب اس محبت کا قیاس کرنا اس محبت پر جو اجر رسالت بشہادت و ارشاد خداوند عالم ہو نہایت انصاف سے بعید ہی فقد بر تولہ لیکن چونکہ شیعون کو اس مقام پر الزام دینا اہلسنت کا منظور ہو تو بدون ملاحظہ انکی جمیع روایات کے یہ مقصود حاصل نہین ہوتا اور ایک روایت سے اہلسنت الزام نہین کھاتے فقط جواب اسکا یہ ہو کہ شیعہ خوب آپ کی روایات اور روایات کے حال کو دیکھ چکے ہین اور وہ ایک روایت سے الزام نہین دیتے بلکہ آیات کتاب اللہ اور اخبار کثیرہ سے جو متواتر ہین بالمعنی یا باللفظ بحسب مقامات مین کہ بعض انمین سے پہلے تفسیر آیہ مین مذکور ہو مین الزام دیتے ہین اور یہ بات اپنے مقام پر مقرر ہو کہ اقرار العقلاء علی انفسہم مقبول دون اقرارہم لہم لیکن جس روایت کی آپ تضعیف کرتے ہین وہ ایک ایسی روایت ہی جسے آپ کے علما نے قبول و نقل کیا ہی اور لائق احتجاج بمقابل نواصب آپ کے اقرار سے جانا ہو اور بڑے تعجب کی بات ہی اگر حضرات اہلسنت بھی روایت کو ایک روایت کے بہتر ہونے سے لائق اعتماد نہ جانین اور اس روایت کی تضعیف کرین کیونکہ لا نورث ما ترکناہ صدقہ بھی تو ایک ہی روایت اور ایک ہی اسکا راوی تھا وہ کیسی لائق اعتماد سمجھی جاتی ہو کہ عموم حکم آیات محکمہ و نظایر مندرجہ کتاب اللہ اور سنت رسول کا جو در باب میراث ہو اسکے آگے لائق لحاظ نہوا نہوتا ہو اور جب ایسے امر عظیم مین ایک روایت مقبول ہوئی اور بمقابل اسکے تصریحات و محکمات قرآنیہ مضمحل اور معطل ہوے اور وہ فعل جائز سمجھا گیا تو اگر یہان بھی اس روایت سے تنہا شیعہ حضرات اہلسنت کو انکے طریقے اور عمل درآمد کے موافق الزام دیتے یا دین تو وجہ مقبول کرنے کی اسکے کیا ہی ایک بام دو ہوا نہین رکھتا جو ایک جگہ تو ایک روایت کو مان لین اور دوسرے مقام پر ایک روایت مقبول نہو

حالانکہ وہ مختص ہے اور یہ متفق علیہ اہل اسلام ہے مگر شاہ صاحب اسلیے کہ اس روایت سے ذوالقربیٰ کو میراث سے محروم
رہنا اور اُنکا محتاج و ضعیف ہونا لازم آتا تھا اسلیے اُسے قبول کیا اور اس روایت سے اُنکی فضیلت اور اُنکا واجب المودۃ
ہونا ثابت ہوتا تھا جس سے الزام ترک مودت اصل پر عود کرتا تھا اسلیے مدعیان مودت لسانی ہے ایک روایت کے
ہونے سے قابل قبول نہیں جانتے فافہم قولہ اگر شیعہ اہلسنت کو تنگ کریں تو کتاب اللہ اور قول عترت سے
وجوب محبت خلفاے ثلثہ کے اہلسنت ثابت کر سکتے ہیں قولہ تعالیٰ یحبہم ویحبونہ الخ اور جواب اسکا یہ ہے کہ شیعہ
تنگ نہیں کرتے تم چاہتے ہو کہ ناحق کو لباس حق پہناؤ وہ بن نہیں پڑتا اس سے تنگ ہوتے ہو اور شیعہ یہ
چاہتے ہیں کہ خدا جملہ اہل اسلام کو انشراح صدر اسلام کے لیے عطا فرماے اسی لیے بار بار بیدار کر دیتے ہیں والا
وہ خوب حقیقت امر کو سمجھے ہوے ہیں محتاج آپ کے اخبار و روایات کے نہیں ہیں اور کیا آیات سے ثابت کرینگے
سب استدلال سُنے اور دیکھے ہوے ہیں اور شیعہ سب کا جواب دے چکے ہیں اور اقوال عترت کا حال اہلسنت
کیا جانیں اهل البیت ادری بما فی البیت حاشا کوئی آیت قرآن میں ایسی نہیں ہے جس سے خلفاے ثلثہ کی مودت کا
وجوب مثل وجوب مودت ذوی القربیٰ ثابت ہو سکے اور جو استدلال آیہ یحبہم ویحبونہ کے عموم کے ساتھ کرتے ہیں اسکا
جواب بھی ہم تفصیل دیتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ جس سے حقیقت امر واضح ہو جاے بحمد اللہ بالجملہ وجوب مودت ذوالقربیٰ کو
ہم ثابت کر چکے اب ہم آیہ یحبہم ویحبونہ کی مراد کو بیان کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے اس استدلال کا اور
جو استدلال پہلے اثبات خلافت جناب خلیفہ اول کے لیے آپ نے فرمائی ہے اسکا بھی جواب واضح ہو جائیگا جاننا چاہیے
کہ حق تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین
اعزۃ علی الکافرین یجاهدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم
ظاہر معنی اسکے یہ ہیں کہ اے وہ گروہ جو ایمان لاے ہیں جو تم میں سے پھر جائیگا اپنے دین سے یعنی بعد اظہار ایمان کفر اختیار
کریگا تو کچھ ضرر دین خدا میں نہ آئیگا اور خدا اپنے دین کو خالی نہ کر دیگا ایسے اشخاص سے جو دین کی حمایت کریں پس
عنقریب ہے کہ خدا ایسی قوم کو لائیگا اور پیدا کریگا جو دوست رکھیں خدا کو اور خدا انھیں دوست رکھے جن حالوں کے
وہ رحیم دل ہونگے مومنین پر اور غلاظ و شداد ہونگے کافرین پر جیسا کہ اسکی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے وهم للمومنین
کالولد لوالدہ والعبد لسیدہ وهم فی الغلظۃ علی الکافرین کالسبع علی فریستہ اور وہ قوم کیسی ہوگی کہ جہاد کرنے والے ہونگے راہ
خدا میں اور جہاد و طاعت میں خدا کی خوف نہ کرینگے ملامت کرنیکا ملامت کرنے والوں کی اور یہ خدا کا فضل ہے بہ نسبت
اس دین حق کے عطا فرماتا ہے اُس فضل کو جسے چاہتا ہے اور حق تعالیٰ بہت صاحب وسع و قدرت ہے اور دانا و آگاہ ہے
حال عباد سے اور ظاہر اس آیہ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ صدر اسلام میں تو مسلمین اور منافقین سے اندیشہ
اکثر لگا رہتا تھا کہ پھر کفر ظاہر میں نہ اختیار کر لیں اور اسی لیے اکثر تالیف قلوب منظور رہتی تھی جیسا کہ ام المومنین جناب

عائشہ سے مروی ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تیری قوم سے اندیشہ اسکا نہوتا کہ ترک اسلام کرینگے تو خانہ کعبہ کو بنیاد
بر بناے ابراہیم علیہ السلام بنا دیتا اور بعض اشخاص کی وجہ سے تبلیغ بلغ ما انزل مین تامل فرماتے تھے یہانتک کہ جب
تاکید اور وعدہ عصمت خدا کی طرف سے ہوا اسوقت غدیر خم مین اسکے اعلان کی نوبت آئی پھر جب خود جناب رسالتمآب
کو اسکا اندیشہ وخیال رہتا تھا تو ممکن ہو کہ بعض صحابہ کو بھی یہ خیال آیا ہو کہ اگر مسلمان اسوقت ارتداد اختیار کر لیتے تو کیا
ہوگا اور پھر کون جہاد کریگا اور کسطرح اسلام کو رونق واستقرار ہوگا یا جو بدنفس ہونگے انھون نے عجب کی راہ سے
کہا ہو کہ ہمارے باعث سے رونق اسلام ہو اگر ہم ابھی ارتداد اختیار کر لین تو پھر کسطرح یہ شوکت اسلام باقی رہے
تو اس شبہہ یا عجب کے رفع کرنے کو یہ آیہ نازل ہوا ہو کہ اگر ایسا ہوگا کہ تم سے مسلمان مرتد ہو جائین تو خدا ایسی
قوم کو لائیگا جو تمسے بہتر ہونگے کہ وہ سب مطیع ودوست خدا ورسول کے ہونگے اور خدا ورسول انھین دوست رکھینگے
اور وہ ایسے ہونگے کہ مومنین کے حال پر مہربان ہونگے اور کفار پر غلاظ وشداد ہونگے اور خدا کی راہ مین جہاد
کرنے والے ہونگے اور انھین بمقابل اطاعت حکم حق اور رسول کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے کچھ خوف
نہوگا اور ظاہر عنوان اسکا ویسا ہو جیسا کہ فرمایا ہو یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید ان یشا یذہبکم ویات
بخلق جدید وما ذلک علی اللہ بعزیز بالجملہ آیہ مین رفع شبہہ وعجب قوم حاضرین کا اور بیان صفات حمیدہ کا اس قوم کی جو
وقت نزول آیہ موجود نہ تھے اور آیندہ انکے لانے کا بشرط مومنین کے مرتد ہو جانے کے انھین وعدہ فرمایا ہو اور اس سے
ظاہر ہو کہ سب قوم حاضرین مین یہ صفات نہ تھے ورنہ قوم آیندہ جو ممدوح آیہ مین ہو اس سے انپر ترجیح نہوتی اور طرز
بیان کا مقتضا یہ ہو کہ قوم آیندہ انسے افضل ہوا اور جو قوم کا لفظ آیہ مین ہو اس سے قوم صحابہ حاضرین مراد نہین ہین جیسا
کہ اسکا اعتراف مفسرین نے بھی کیا ہو اور امام حضرات اہلسنت نے اسکی تصریح کی ہو اور لفظ سوف جو استقبال کے لیے
استعمال مین مختص ہو اسپر دلالت کرتا ہو اور حقیقت مین یہ آیہ عام ہو مورد خاص اسکا آیہ مین مذکور نہین مگر مفسرین کو
اسمین اختلاف ہو کہ موصوف ان اوصاف سے کون ہو علماے حضرات اہلسنت نے جو اس اختلاف اقوال کو پایا اور
ساتھ اسکے یہ دیکھا کہ علماے امامیہ زیادہ توجہ اس آیہ سے استدلال کی طرف نہین کرتے تو غنیمت جان کر بنا بر اپنی
بعض روایات مختصہ کے اسمین بہت دست وپا مارے یہانتک کہ بتائید اپنی ادلہ عقلیہ ونقلیہ کے اس آیہ کو
مخصوص ساتھ فضیلت خلفاے ثلثہ کے گردانا اور اس سے شیعون پر حجت لانے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ شیعہ سب
کچھ جانتے ہین لیکن دو وجہین کم توجہی کی انکی تھین ایک یہ کہ وہ اثبات فضیلت اہلبیت علیہم السلام مین بے نیاز
ہین کتاب وسنت دونون اس سے مملو ہین کس کس کو محل استدلال مین ذکر کرین دوسرے وہ متفق علیہا بین الفریقین
سے استدلال واحتجاج کرتے ہین اور جسمین اختلاف ظاہری پاتے ہین اس سے جو موافق اقوال صادقین علیہم السلام
ہو اسپر اعتماد کرتے ہین اور لائق اعتماد جانتے ہین اگرچہ اسے بمقابل خصم لائق احتجاج نہ جانین اسی طرح اس آیہ کو بھی جو متفق

روایات معصومین علیہم السلام کے جناب امیر کی شان مین جانتے تھے کہ نازل ہوا ہی لیکن چونکہ ظاہر آیہ کا عام ہی
اور روایات شان نزول آیہ کے اور مضمون سے بھی وارد تھے اسلیے مناسب نہ سمجھے کہ اُسے نصوص مین ذکر کرین لیکن
جب دیکھا کہ اہلسنت اس باریکی کو تو پہونچتے نہین بلکہ اپنی حق پوشی سے جو عادت قدیمہ اُنکی ہی بڑہ کراتے اثبات
باطل اور ابطال حق مین صرف کرتے ہین تو ضرور ہوا کہ اب اظہار حق کیا جاے اسی لیے جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے
اُسے محل اثبات امامت و خلافت و فضیلت جناب وصی برحق ذکر فرمایا اور مدار شیعون کے استدلال و احتجاج کا اس
آیہ سے اُن اخبار و احادیث پر ہی جسے علماے فریقین نے اپنی تفسیر و احادیث کی کتابون مین نقل کیا ہی اور اسی
طرح مودات ہین یعنی وہ احادیث و اخبار جنہین فریقین نے قبول اور نقل کیا ہی اور اُنسے تائید قول علماے امامیہ کی
حاصل ہوتی ہی چنانچہ بعض اُنمین سے اب مذکور ہوتی ہین اور بعض اثناے بیان اختلاف و کلام علما مین مذکور ہونگی انشاء اللہ
تعالی واضح ہو کہ پہلی حدیث موافق طرق حضرات اہلسنت وہ ہی جسے ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذیل تفسیر کریمہ فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ مین کہا ہی ہو علی بن ابی طالب اور دوسرے حدیث[?] ثعلبی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی حدثنا عبد اللہ بن
حامد بن محمد اخبرنا احمد بن محمد بن الحسن حدثنا محمد بن یحیی حدثنا احمد بن شبیب حدثنا ابی عن یونس عن ابن شہاب عن ابن المسیب عن ابی ہریرۃ انہ
کان یحدث ان رسول اللہ قال یرد علی یوم القیمۃ رھط من اصحابی فیحلؤن عن الحوض فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انہم ارتدوا علی ادبارہم القہقری
اور موافق طرق امامیہ وہ حدیث ہی جسے مولاناے طبرسی نے مجمع البیان مین اس آیہ کی تفسیر مین ذکر اختلاف کے بعد
نقل کیا ہی اور عبارت انکی یہ ہی قیل ہم امیر المومنین علی واصحابہ حین قاتل من قاتلہ من الناکثین والقاسطین والمارقین اور بہ نسبت اسکی سند کے
یہ کہا ہی وہ نیون[?] روی ذلک عن عمار وحذیفہ وابن عباس اور کہا ہی وہو المروی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ ع انہ قال یوم البصرۃ واللہ ما
قوتل اہل ہذہ الایۃ حتی الیوم وتلا ہذہ الایۃ اور محمد ابن الحسن شیبانی نے اپنی تفسیر نہج البیان مین اس آیہ کے معنی مین لکھا ہی والمروی عن ابی جعفر
والصادق ان ہذہ الایۃ نزلت فی علی اور علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر مین اس آیہ کے معنی مین کہا ہی قال مخاطبۃ لاصحاب رسول
اللہ الذین غصبوا آل محمد حقہم وارتدوا عن دین اللہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ نزلت فی علی بالجملہ جب محدثین نے یہ مضمون نقل کیا
اور شیعون نے اُسے صادقین علیہم السلام سے سُنا اور موافق اخبار حضرات اہلسنت کے بھی دیکھا اور مودات بھی
اُسکے بہت کچھ اخبار متفق علیہا پاے تو اُسے لائق اعتماد جانا اور قابل احتجاج کے سمجھا اور اُس سے اعتقاد کیا اور اُس سے
استدلال کی اور یہ بات ایسی ہی کہ تھوڑے سے غور کرنے سے حقیقت اسکی منصف پر بخوبی واضح ہو جاتی ہی اور اسکی وجہ
یہ ہی کہ جو اختلاف بہ نسبت اس آیہ کے شان نزول کے مفسرین مین ہوا ہی جب اسکی طرف غور کیا جاتا ہی تو یہ ثابت ہوتا ہی
کہ مراد اُس سے جناب امیر علیہ السلام ہین لا غیر کیونکہ فاضل روزبہان نے جو جواب علامہ حلی علیہ الرحمہ مین کہا ہی اُسکا
حاصل یہ ہی کہ مفسرین اِس طرف گئے ہین کہ یہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہی اور کہا گیا ہی کہ جب یہ آیہ نازل ہوا اور
پیغمبر خدا سے اِس قوم کو پوچھا تو آنحضرت نے پشت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ ہو و قومہ اور ظاہر ہی کہ

maablib.org

یہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہو اور ظاہر یہ ہو کہ وہ آیہ حق مین اُس قوم کے نازل ہوا ہو جو خود ایمان نہین لائی تھی یہ
واسطے دلالت کرنے سوف یاتی اللہ کے جو استقبال کے لیے ہو یعنی پر اور علی تو اول اسلام سے مومن تھے
پھر کیونکر انکی شان مین یہ صحیح ہو فقط اور تفصیل اسکی یہ ہو کہ امام حضرات اہلسنت فخر الدین رازی اور قاضی
بیضاوی اسطرف گئے ہین کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے ابو موسی اشعری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا
کہ وہ قوم اسکی قوم ہین اور یہ بھی محل بحث ہو کیونکہ اگر اہل یمن سے مراد یہ ہو کہ بلاد یمن کی طرف منتسب ہوا گرچہ
وہ شعر یہ نہون جیسا کہ طائفہ ہمدان کا حال ہو تو انھون نے بھی جہاد نہین کیا مگر علی ابن ابیطالب کے ساتھ ان
حضرت کی لڑائیون مین جیسا کہ سیر و اخبار کی کتابین اس مضمون سے مشحون ہین اور اگر مراد اُس سے قوم اشعری ہو
جیسا کہ سیاق روایت کا مقتضی اس سے ہو جب بھی ان مین سے کسی نے خلیفہ اول کے زمانے مین اہل ردہ سے
مقاتلہ نہین کیا مگر یہ کہ بعض کا اُس قوم سے مقاتلہ کرنا مراد لین جیسا کہ جنگ صفین مین ابو موسی ظاہر مین جناب
امیر علیہ السلام کے ہمراہ قاسطین مرتدین کے مقاتلہ مین تھا اور اس حالت مین مآل اس روایت کا اُس روایت کے
ساتھ جو متضمن اس سے ہو کہ آیہ علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ایک ہوگا اور لیکن موافق اُس روایت کے
جو فاضل رفیع الشان نے مفسرین سے لینی کہ وہ صاحب کشاف اور بیضاوی ہین نقل کی ہو کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ مراد اُس قوم سے جو اس آیہ مین ممدوح ہین سلمان اور انکی قوم ہو تو انہین یہ بات ہو کہ لفظ وہ سے مراد اصحاب
سلمان ہین اور وہ یقینی امیر المومنین اور جملہ اہلبیت ہین کیونکہ سلمان انھین سے ہین موافق ارشاد جناب
رسالتمآب کے جو فرمایا ہو سلمان منا اہل البیت اور بھی بخوبی معلوم ہو کہ خود سلمان رضم کسی محاربہ مین اہل ردہ کے
نہین شریک ہوئے اور اسی طرح انکے سوا جو اور اہل فرس سے تھے وہ بھی خلیفہ اول کے زمانے مین جہاد
اہل ردہ مین نہین لڑے اور یہ جواب سکا ہو کہ اگر کوئی لفظ وہ سے مراد اس قوم سلمان کو لے جو اہل فرس تھے
اور جب یہ نہوا تو جواب متعین یہی ہوگا کہ حمل کرین لفظ وہ کو اسی معنی پر جو پیشتر مذکور ہو چکے اور بعد مآل اس روایت کا
بھی اس روایت کے ساتھ جسے ثعلبی اور امامیہ نے نقل کیا ہو کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا جو ان
حضرت نے ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جہاد فرمایا ایک ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ سلمان اس زمانے تک
کب زندہ رہے جب ان فرق ثلثہ کے ساتھ لڑائیان واقع ہوئین نہ انھون نے جہاد کیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ جماعت کی
طرف فعل کی نسبت کے صحیح ہونے کو یہ کافی ہو کہ انکے اکثر سے وہ فعل صادر ہوا ہو خصوصاً جب یہ مروی ہو چکا کہ سلمان
مداین مین جا کر رہے تھے اور وہان بنی کندہ کی قوم سے شادی کی تھی اور انسے اولاد ہوئی تھی اور وہ اولاد انکی
بعض لڑائیون مین جناب امیر علیہ السلام کی خدمت مین حاضر تھی پھر جبکہ جناب رسول خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ
بیٹون سے اچھے کام جو ہوتے ہین وہ حسن طینت سے باپ کے ہوتے ہین اسلیے سلمان کے بیٹون کے افعال کو

انکے باپ کی طرف منسوب فرمایا ہو تو کوئی استحالہ عقلی نہین ہو اور یہ یقینی ہو کہ بسبب کمال علم و ایمان کے سلمان
اہلبیت علیہم السلام مین منسوب ہین اور اسی لیے جناب رسالتماب نے فرمایا کہ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من فارس
اور اس سے اشارہ سلمان فارسی کی طرف فرمایا اور جب یہ متحقق ہو چکا تو ذووہ سے مراد پھر وہی اہلبیت علیہم السلام
ہو گئے اور جو روایت کہ امام حضرات اہلسنت نے اور فاضل بیضاوی نے نقل کی ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا
تو حضرت رسول نے ابو موسی اشعری کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ ہم قوم ہذا یہ بھی کیا خوب لطیفہ ہو کہ حضرت نے
قوم ابو موسی کو فرمایا اور ابو موسی کو انکے حکم سے خارج فرمایا بسبب اسکے کہ وہ حضرت جانتے تھے کہ انجام کار
ابو موسی کا برا ہوگا اور وہ علی ابن ابیطالب سے انحراف کریگا لیکن اسکی جماعت اہل یمن سے کہ جو اشراف و افراد
یمن سے تھے کہ ایک ایک انمین سے ہزار ہزار قبیلہ کے برابر شمار مین تھا وہ سب شیعہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام
کے تھے کہ منجملہ انکے سب طائفہ ہمدان کا تھا اور اویس قرنی تھے جو واقعہ صفین مین شہید ہوے اور سلمان کے حق مین
فرمایا ہذا و ذووہ پس انمین قوم سلمان کو اس حکم مین تابع سلمان فرمایا اور قوم سلمان کو بلفظ ذو تعبیر فرمایا کہ وہ اشارہ
اسکا ہو کہ متصف ہو اس صفت سے کہ جو سلمان کے لیے حاصل ہو معرفت ولایت سے اور متابعت سے انکی جنکی متابعت
واجب ہو وہ اس حکم مین داخل ہو گا اور اگر یہ نہو تو خارج ہو گا اسی طرح جو اور بعض مفسرین نے مثل علی بن ابراہیم بن ہاشم
نے کہا ہو کہ یہ آیہ نازل ہوا ہو جناب امام مہدی اور انکے اصحابون کی شان مین اور اول اسکا خطاب ہو واسطے
انکے جو ظلم کرے آل محمد پر اور انہین قتل کرے اور انکے حقوق کو غصب کرے اور اسکی تائید مین فاضل نیشاپوری نے
کہا ہو کہ ولعل المراد بخروج المہدی ہو ذلک فانہ محاربتہم وان یعین الا داخلا فی محاربتہ لادہم اور مولنائے طبرسی نے بھی اس
قول کو قول منصور کیا ہو بسبب اسکے کہ قول خدا تعالی فسوف یاتی اللہ بقوم مین فعل مضارع پر لفظ سوف ہو جسکے لیے
اختصاص معنی استقبال کے ساتھ ہو اور وہ موجب اسکا ہو کہ قوم وقت نزول آیہ موجود نہون پس وہ شامل ہوگا انہین
جو اس صفت کے ساتھ ہون قیامت تک پھر اس قول کی راہ سے بھی مورد آیہ جناب امیر علیہ السلام ہوتے ہین
اور مولنائے طبرسی نے فرمایا ہو کہ بعض نے کہا ہو کہ یہ آیہ عام ہو حق مین کل انکے جو مستجمع ان صفات کا ہو روز
قیامت تک فقط اور اسکی راہ سے بھی اکمل افراد مستجمعین صفات سے وہی حضرت ہین کیونکہ انہین حضرت کے حق مین
پیغمبر خدا نے فرمایا تھا جنگ خیبر مین لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرار غیر فرار اسی قول سے
ظاہر ہو کہ وہی حضرت خدا و رسول کو دوست رکھتے تھے جو دوست رکھنے کا حق ہو یہان تک کہ رسول خدا نے
اسکی گواہی دی اور خدا و رسول انہین دوست رکھتے تھے پہلی صفت یحبون اللہ و رسولہ ویحبہم اللہ و رسولہ کی
باقرار نبی ثابت ہوئی کرار غیر فرار یہ کمال جنگ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ہو اور لایخافون لومۃ لائم یہ صفت مشہور
آنحضرت کی ہو کہ بمقابل طاعت خدا کے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے اور زیادہ ظہور اسکا

جنگ جمل اور محاربہ قاسطین و مارقین مین ہوا کہ بسبب مقابلہ زوجہ رسول اور اصحاب رسول اور دیگر متظاہرین بالاسلام
کے کیسا خوف ملامت کا دشمنان دین کے تھا لیکن کچھ پروا نہ فرمائی نہ آنحضرت نے نہ انکے اصحاب مخصوصین نے اور
رحم دلی آنحضرت کی مومنین کے ساتھ اور غلظ و شدت بنسبت کفار کے آنحضرت کا ایسا مشہور ہو کہ کسی کو اس سے انکار
ممکن ہی نہین اور کتابین انکے بیان سے مملو ہین پھر بسبب اختلاف مفسرین مین بھی غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ
جمیع اختلافات کا مآل ایک ہو اور جتنی کہ روایات منقول ہوئین سب کی دلالت و شہادت لفظی اور صریح یا معنوی
اسی پر ہو کہ مورد آیہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین اس جہت سے شیعون نے اُسے لائق اعتقاد و
اعتماد اور قابل استدلال جانا لیکن حضرات اہلسنت نے محض اپنے اخبار خاصہ سے اور ان اخبار کی تائید سے
جنکا موضوع ہونا انکے علما کی بھی تصریح سے ثابت ہی نزول انکا بحق خلفائے ثلثہ قرار دیا اور شیعون پر اس سے حجت
لائے بلکہ ابطال مذہب شیعہ کے لیے اسی استدلال کے لہذا اسکا جواب دینا ضرور ہوا تاکہ حق ظاہر ہو اور منصف
و طالب حق کے لیے مفید ہو چنانچہ جو شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحفہ مین فرمایا ہی اسکا ترجمہ لفظی لکھکر راقم بعونہ
انشاء اللہ جواب دیتا ہی واضح ہو کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ اس
آیہ مین مدح ان اشخاص کی جنھون نے مرتدین کے ساتھ قتال کیا ہی ان اوصاف کمال کے ساتھ کہ اس سے بالا وصاف
اصطلاح قرآن مین کوئی چیز نہین ہی اول یہ کہ قرب و منزلت اور انکا معاملہ خدا کے ساتھ کیسا اچھا ہو نہ ہو پس
اس سے وہ محبوب و محب الٰہی ہوے دوسرے معاملہ انکا مومنین کے ساتھ تیسرے معاملہ انکا کافرین کے ساتھ
چوتھے معاملہ انکا منافقین و مردم ضعیف الایمان کے ساتھ اور ظاہر ہو کہ امام کو یا معاملہ خالق کے ساتھ ہی یا خلق کے
ساتھ اور خلق یا مومن ہی یا کافر یا منافق و ضعیف الایمان اور جب ایمان چارون معاملہ مین پسندیدہ خدا ہوا اور سچا
نکلا تو امام بحق ہوگا لہذا آخر آیت مین ان اوصاف کو نہایت پسند فرماکر ارشاد فرمایا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور
مرتدین سے مقاتلہ بالاجماع خلیفہ اول اور انکے اتباع سے واقع ہوا ہی کیونکہ آخر عہد مین پیغمبر خدا کے تین گروہ مرتد
ہوے تھے اول بنو مدلج قوم اسود عنسی ذو الحمار کی کہ اسنے یمن مین دعوی نبوت کیا تھا اور فیروز دیلمی کے ہاتھ سے
وہ مارا گیا دوسرے بنو حنیفہ جو اصحاب مسیلمہ کذاب تھے کہ ایام خلافت خلیفہ اول مین وحشی امیر حمزہ کے قاتل کے
ہاتھ پر مارا گیا تھا تیسرے بنو اسد قوم طلیحہ بن خویلد جسنے اپنے تئین پیغمبر بنایا تھا اور جناب رسول خدا نے خالد کو بھیجا تھا
اور وہ خالد کے ہاتھ سے بھاگ کر شام کی طرف گیا اور آخر کو ایمان لایا اور خلیفہ اول کے زمانے مین سات گروہ
مرتد ہوے تھے پہلے بنو فزارت عتبہ بن حصین کی قوم دوسرے غطفان قرہ بن سلمہ کی قوم تیسرے بنو سلیم ابن
عبد یالیل کی قوم چوتھے بنو یربوع مالک بن نویرہ کی قوم پانچوین بعضے بنو تمیم جو قوم سے سجاح بنت منذر کے تھے
کہ وہ زوجہ مسیلمہ کذاب کی متنبیہ تھی چھٹے بنو کندہ جو اشعث بن قیس کندی کی قوم سے تھے ساتوین بنو بکر جو بحرین

مین تھے اور ایک فرقہ خلیفہ ثانی کے بھی زمانے مین مرتد ہو کر نصاریٰ سے ملحق ہوا تھا اور ہر ایک کو فرقہاے
مذکورہ سے خلیفہ ثانی نے بیخ و بن سے کھود کر پھینک دیا اور مسلمان کیا تھا جیسا کہ مورخین کا اسپر اجماع ہے اور حضرت
امیر کو کبھی مرتدین کے ساتھ مقاتلہ کا اتفاق نہین پڑا بلکہ خود فرماتے تھے کہ امرت بقتال اهل القبلہ جیسا کہ امامیہ نے
اُسے اپنی کتابون مین روایت کیا ہے اور اگر امامیہ انھین بسبب امامت سے انکار کرنے کی راہ سے مرتد کہین تو
ہم کہینگے کہ عرف قدیم و جدید مین مرتد اصل دین کے منکر کو کہتے ہین اور اگر تاویل باطل کی راہ سے کسی مقام اسلام کا
انکار کرے تو اُسے مرتد کے ساتھ نام رکھنا عرف مین جاری نہین ہے اور معانی قرآنیہ کا حمل معانی عرفیہ لغت پر
ہوتا ہے نہ اُن معانی اصطلاحیہ جو مخصوص ایک قوم سے ہون اور دوسری قوم اُسے نہ کہتے ہون اور معہذا لفظ
عن دینہ اُس مین صریح ہے کہ انکار انکا تمام دین متین اور اُسکی اصل مین ہو نہ ایک مسئلہ مین اُسکے مسائل سے اور مانعین
زکوٰۃ کو جو عہد خلیفہ مین مرتد کہتے تھے وہ اس جہت سے تھا کہ وہ وجوب زکوٰۃ کے منکر تھے اور جو کچھ ضروریات دین سے
انکار کرے اُسنے اصل دین سے انکار کیا ہے اور امامت باقرار علماے شیعہ ضروریات دین سے نہین ہے کہ اس
انکار کرنے مین کفر و ارتداد حاصل ہو جیسا کہ کلام فاضل کاشی مین جو دوسرے باب مین از روے روایات
کافی وغیرہ کے مین گذرا اور ملا عبد اللہ صاحب اظہار الحق ایک سوال و جواب کو اپنی کتاب مین لاے ہین کہ وہ بہت
چسپان ہے اگر کوئی کہے کہ درباب خلافت مرتضیٰ اگر نص صریح نہین ہوئی تو امامیہ کاذب ہین اور اگر نص متحقق
ہوئی تو چاہیے کہ جماعت صحابہ کی جنھون نے مسئلہ خلافت مین مخالفت کی مرتد ہوے ہون اور جواب اس
بحث کا اس عبارت سے لکھا ہے کہ انکار اس نص کا جو موجب کفر ہے وہ ہے کہ امر منصوص کو باطل اعتقاد کرے اور
حضرت پیغمبر کی حاشا اس تنصیص مین تکذیب کرے لیکن اگر حق واجب کو دانستہ بسبب ترک اغراض دنیویہ اور
حب جاہ کے لیے کرے تو یہ از قسم فسوق و عصیان کے ہوگا مثلاً زکوٰۃ کا ادا کرنا باجماع امت واجب ہے اور
قرآن و احادیث مین منصوص ہے پھر اگر کوئی اُسکے واجب ہونے سے انکار کرے تو کافر و مرتد ہوگا اور اگر اُسکے
واجب ہونے کا اعتقاد کرے اور پھر بخل اور روپیہ کی دوستی سے ادا نہ کرے اور اپنے ذمہ مین رکھے تو گنہگار
ہوگا اور جو کہ خلیفہ اول کی خلافت پر متفق ہوے تھے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا نے نص کی تھی لیکن جھوٹ
کہا تھا بلکہ بعض وقتون مین بعض شخص تحقق نص کا انکار کرتے تھے اور بعضے پیغمبر خدا کے کلام کی تاویل و [illegible]
کرتے تھے انتہی ترجمہ کلامہ ملخصاً اور بھی حضرت امیرؑ نے اپنے خطبہ مین جو امامیہ کے نزدیک بطریق صحیح مروی ہے
جیسا کہ عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ فرمایا ہے اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی مادخل فیه من الزیغ والاعوجاج والشبهة والتاویل
اور بھی حضرت امیرؑ اپنے مقاتلین کے سب و شتم کو بہت شدت سے منع کرتے تھے جیسا کہ رضی نے نہج البلاغت مین
اُسے لکھا ہے اور مرتدین کے سب ممنوع منہ نہین ہے اور اگر ان سب سے قطع نظر کرین اور مسلم رکھین یہ بات کہ حضرت

امیر نے بھی اپنے وقت مین مرتدین کے ساتھ قتال کیا ہی لیکن جو مرتدین کہ زمان پیغمبر خدا اور خلیفہ اول مین تھے انکا بھی کوئی مقاتل اور دافع ہوگا اور وہ مقاتل و دافع اس مدح مین شریک ہوگا اور اسی سے مدعی ثابت ہوتا ہی اور اہل اصول کا قاعدہ مقرر ہی کہ جب حرف من مقام شرط و جزا مین واقع ہوتا ہی تو عام ہو جاتا ہی جیسا کہ مثال من دخل حصنی فلہ کذا مین کہا ہی پھر اس آیہ مین بھی جو کوئی کہ مرتد ہوگا اُسکے لیے ایک قوم موصوف ان صفات کے ساتھ پیدا ہوگی اور چونکہ زمان خلیفہ اول مین ارتداد کثرت و شدت کے ساتھ واقع ہوا تو اگر ایک قوم موصوف ان صفات کے ساتھ بھی اُنکے مقابلہ مین موجود نہو بلکہ خود بھی مرتد مثل انہین مرتدون کے ہو تو خلف وعدۂ الٰہی مین لازم آتا ہی اُس قوم کے تابعین سے اُس زمانے مین کلام اس مین ہوتا ہی کہ وہ کون تھے حضرت امیر بلاشبہ مدافعہ مین اُنکے اور اُنکے قیام نہ کر سکتے تھے پھر ضرور ہی کہ کوئی دوسرا ہوگا اور بھی یار و رفقا اور اہل لشکر حضرت امیر کے ان صفات سے جو آیہ مین مذکور ہین موصوف نہ تھے جیسا کہ پیشتر باب اسلاف شیعہ مین شکایت جناب امیر کی اُنکی نسبت نہج البلاغہ سے منقول ہو چکی ہی اور اگر بنا بر اس مضمون کے تاکید کی عبارت کو حضرت امیر کی نہج البلاغہ سے یہان ہم نقل لائین تو مناسب ہی تاکہ اس رسالہ کو اُس کلام ارشاد نظام سے زیب و زینت حاصل ہو اور سننے والے کو اُسکے سننے سے فائدے پر فائدہ ہو ہو للسلک ما کرد تفتیشہ نہج البلاغہ مین مذکور ہی کہ جناب امیر نے مقام شکایت مین اپنے یارون کے اور یہ کہ وہ اُن جناب کی دعوت کو قبول نہین کرتے اور موعظہ و نصیحت کو اُنکی نہین سُنتے اور یہ عبارت سراسر ہدایت ارشاد فرمائی ہی اما والذی نفسی بیدہ لیظہرن ہؤلاء القوم علیکم لا انہم اولی بالحق منکم ولکن لاسراعہم الی باطل صاحبہم وابطائکم عن حقی ولقد اصبحت الامم تخاف ظلم رعاتہا واصبحت اخاف ظلم رعیتی استنفرتکم للجہاد فلم تنفروا واسمعتکم فلم تسمعوا ودعوتکم سرا وجہرا فلم تستجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا اشہود کغیاب وعبید کارباب اتلو علیکم الحکم فتنفرون واحثکم علی جہاد اہل البغی فما آتی علی آخر قولی حتی اریکم متفرقین ایادی سبا ترجعون الی مجالسکم وتتخادعون عن مواعظکم اقومکم غدوۃ وترجعون الی عشیۃ کظہر الحنیۃ عجز المقوم واعضل المقوم ایہا الشاہدۃ ابدانہم الغائبۃ عنہم عقولہم المختلفۃ اہواؤہم المبتلی بہم امراؤہم صاحبکم یطیع اللہ وانتم تعصونہ وصاحب اہل الشام یعصی اللہ وہم یطیعونہ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرہم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلا منہم اور یہ بھی جب دونون عامل اُن جناب کے کہ وہ عبید اللہ بن عباس اور سعد بن عمران تھے پھر آئے اور انہون نے بسر ابن ارطاۃ کا مسلط ہونا جو امرائے معاویہ سے تھا اُس ملک پر بیان کیا اور یہ حادثہ اس سے ہوا کہ جناب امیر کی کمک نہ پہونچ سکی اور جناب امیر نے لوگون کو اس امداد کے واسطے مین کے عاملون کی تاکید فرمائی تھی لیکن فوج والون نے ہرگز نہ سُنا یہان تک کہ ہاتھ سے کام نکل گیا اور عامل اُٹھکر چلے آئے تو حضرت اُسوقت یہ فرماتے تھے انبئت بسرا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ہؤلاء القوم سیدالون منکم باجتماعہم علی باطلہم وتفرقکم عن حقکم وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتہم امامہم فی الباطل وبادائہم الامانۃ الی صاحبہم وخیانتکم وبصلاحہم فی بلادہم وفسادکم فلو ائتمنت احدکم

علی قصب عثیث ان یذهب بولاءه الکهان قد مللتهم و ملونی و سئمتهم و سئمونی فابدلنی بهم خیرا
منهم و ابدلهم بی شرا منی اللهم مث قلوبهم کما یماث الملح فی الماء لوددت والله لو ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم
لو دعوت اتاک منهم فوارس مثل ارمیة الحمیم اور دوسرے خطبہ سے جسکا ایک پارہ اس سے پہلے تیسرے باب مین مذکور ہو چکا ہی فرماتے ہین
واللہ لاظن بکم لو حمس الوغی و استحر الموت قد انفرجتم عن ابن ابی طالب انفراج الراس اور بھی دوسرے خطبہ مین فرماتے ہین
الحمد للہ علی ما قضی من امر و قدر من فعل و علی ابتلائی بکم ایتها الفرقة التی اذا امرت لم تطع و اذا دعوت لم تجب ثم قال بعد کلام الی
یصحبہ رجل الکم فیکم اور جب حضرت امیرؑ کو خبر پہونچی کہ معویہ کے لشکر نے شہر انبار کو غارت کیا تو بنفس نفیس دولتخانہ سے
پیادہ روان ہوے اور اُس موضع تک جسکا نخیلہ نام ہی اور شہر کوفہ کے باہر ہی پہونچے اسکے بعد بعض صحابون نے
آنحضرت کے دوڑے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین نحن نکفیکهم اسکے جواب مین فرمایا واللہ ما تکفوننی انفسکم فکیف
تکفوننی غیرکم ان کانت الرعایا قبلی لتشکو حیف رعاتها فانی الیوم لاشکو حیف رعیتی کاننی المقود و هم القادة او الموزوع و هم الوزعة فقال
الیہ رجلان من صحابہ فقال احدهما یا امیر المومنین انی لا املک الا نفسی و اخی فمرنا بامرک ننفذ له فقال و این تقعان مما ارید اور یہی حضرت
کلام ارشاد الئیام جناب امیرؑ کا ثابت ہی اور سب نہج البلاغہ مین جو شیعون کے نزدیک اصح الکتب اور متواتر ہی
موجود ہی کسی کو اُسکے انکار کرنے کی جگہ نہین ہی اور اس کلام صادق سے صریح معلوم ہوتا ہی کہ وہ صفات کہ مقاتلین
مرتدین کے بارے مین حق تعالی نے بیان فرمائی ہین ان صفات کے اضداد حضرت امیرؑ کے لشکر والون مین متحقق تھے
خائن و سارق تھے وان اللہ لا یحب الخائنین اور مفسد تھے وان اللہ لا یحب المفسدین اور اولو الامر کا اتباع اور اسکی
اطاعت کہ محبت الٰہی کا نتیجہ ہی اور اسکے محبوب ہونے کا سبب ہی لقولہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
نہین کرتے تھے پس کلمہ یحبهم و یحبونہ اصلا انکے حق مین راست نہین آسکتا اور جناب امیرؑ پر تکبر و تحکم کرتے تھے اور رنج
وایذا دیتے تھے پس اعزة علی المومنین بل علی یعسوب الدین ہوے اور بغات و خوارج سے ڈرتے تھے پس اذلة علی
الکافرین ہوے اور جہاد سے بھاگتے تھے اور مضمون یجاهدون فی سبیل اللہ سے بمراحل دور پڑے تھے اور بجاے
لا یخافون لومة لائم کے لا یسمعون نصیحة ناصح انکے حق مین درست تھا کہ نصیحت حضرت امیرؑ کی نہ سُنتے تھے پس جو
اوصاف کہ حق تعالی نے اس آیہ مین یاد فرماے ہین انکا لشکریان جناب امیرؑ پر صادق آنا ممکن نہین ہی بسبب اسکے
کہ اجتماع ضدین محال ہی اور بھی سباق و سیاق آیہ سے صریح مستفاد ہوتا ہی کہ اس قوم کی سعی فتنہ مرتدین کا دفع
ہوگا اور دین کی اصلاح متحقق ہوگی کیونکہ سوق آیہ تسلیہ و تقویت مومنین کے لیے اور انکے ازالہ خوف کے واسطے مرتدین سے ہی
اور مقاتلات حضرت امیرؑ کے بالاجماع منحصر اصلاح کے ساتھ نہوے اور غلبہ متحقق نہوا اور بغات کا تسلط روز بروز
زیادہ ہوتا گیا اور دین کا فساد ترقی پر رہا یہ تینون آیت ہاے ناطق کتاب مجید سے حقیت خلافت و امامت خلفاے
ثلثہ کو اس طرح ارشاد فرماتی ہین اور تقییدات و تخصیصات رکھتی ہین کہ ہرگز غیر کا انکے احتمال موافق قواعد دانشمندی کے

باقی نہین رہتا اور اگر خارج قاعدۂ عقل سے بعض علماے شیعہ بسبب تجاہل کے کوئی احتمال ذکر کرے تو وہ مخاطب
جواب کا نہین ہوسکتا کیونکہ کلام عقلاء کے ساتھ ہوتا ہی نہ ارباب اوہام اور متجاہلین کے ساتھ اور جسکو تفصیل ان
استدلالات کی اور تکمیل اس بحث کی اور احاطہ اسکے جواب کا اور اور استدلالات اسکے کہ جو بہت سی آیتون سے اس
مطلب پر واقع ہو دیکھنا منظور ہو وہ کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کو دیکھے کہ اُسنے اس بارے مین کلام کو
حد تک پہونچایا ہی اور مخدرات معانی کتاب اللہ کو خلعت ظہور پہنایا ہی اور چونکہ مقصود اس مقام پر یہ ہو کہ شیعون کی
مخالفت ثقلین کے ساتھ ہر مسئلہ فروعی و اصولی مین بیان کیجاے اور اس مخالفت مین ایک آیا اور دو آیہ برابر ہین
طول کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا انتہی ترجمہ کلامہ اب راقم رسالہ کہتا ہو کہ جو استدلالات شاہ صاحب نے
اثبات خلافت خلفاے ثلثہ کے لیے اس آیہ سے فرماے ہین اور اکثر اُس سے اگلے اہل نحلہ نے پہلے ہی ذکر کیے ہین
اور اُنکے جوابات متکلمین علماے امامیہ نے دندان شکن اس کثرت سے دیے ہین کہ اگر انھین جمع و نقل کیا جاے تو
ایک کتاب مستقل ہو و لیکن یہ رسالہ انکے ذکر کی گنجائش نہین رکھتا اسمین جواب مختصر اسی قدر لکھا جاتا ہی جو متعلق
آیہ مسطورہ کے ساتھ ہی پس کہتے ہین ہم کہ پہلے غلطی اس کلام مین یہ ہی کہ حضرات معنی آیت ہی نہین سمجھے والا صحت
خلافت خلفاے ثلثہ پر اس سے احتجاج نہ فرماتے اور یہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہین اور پھر کہتے ہین کہ قول خداے تعالی مین جو
فسوف یاتی اللہ واقع ہی اسمین صریح دلالت ہی اسپر کہ وہ قوم وقت نزول آیہ موجود نہ تھی اور اس سے انکے علما نے اور
مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہی جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا پھر یقینی مراد اُس سے غیر صحابہ موجودین ہونگے اور آنحضرات کے زعم کے
موافق مقاتلین مرتدین کے اکثر آنحضرت کی قوم صحابہ سے ہین پھر اُنکا متصف ہونا جملہ اُن صفات کمالیہ سے جو آیہ مین بیان
فرمایا ہی ثابت نہین ہوسکتا اور آیہ اُنکے حق مین نازل نہوا ہوگا علاوہ اسکے بالخصوص آیہ مین مقاتلہ مرتدین کے ساتھ بھی
مذکور نہین پھر مقاتلین مرتد کے ساتھ جو تخصیص فرمائی جاتی ہی اُسپر کیا دلیل ہی اور دعوی بلا دلیل مقبول نہین ہوسکتا ہان
یہ بات ظاہر ہی کہ چونکہ اکثر تابعین و مجاہدین جو جناب امیر کے اتباع سے غیر قوم صحابہ تھے اگر اُنکے لیے کہا جاے کہ
وہ مراد ہین تو البتہ ممکن ہوسکتا ہی دوسرے شاہ صاحب وغیرہ کی تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیہ رفقاے خلیفہ اول کے
حق مین نازل ہوا ہی پھر اگر یہ آیہ مفید امامت کے واسطے سمجھا جاے تو چاہیے کہ وہی حضرات پیغمبر خدا کے خلفا ہون
جو متصف ان صفات کمالیہ سے ہون نہ خود جناب ابن ابو قحافہ اور یہ یقینا باطل ہی اور جو بعض انکے علما نے مثل مفسر
تفسیر کبیر یہ کہا ہی کہ رئیس و مطاع چونکہ ابو بکر تھے اور حمل کرنا آیہ کا اُسپر جو اصل و رئیس ہو اولی ہی اُس سے کہ مطیع پر حمل کیا جاے
یہ بات ابلہ فریبی کی ہی کیونکہ جو متصف اُن صفات کمالیہ کے ساتھ ہو جیسے خدا نے فرمایا واقع مین استحقاق اُسی کے
واسطے ہی اور حق تعالی کے نزدیک رئیس و مرؤس اور مطاع و مطیع دنیا کی کیا حقیقت ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
جسے وہ معزز فرماوے اور مطاع معین کرے وہی مطاع ہوگا یہ تو اہل دنیا کی باتین اور تفرقہ ہی اُسکے نزدیک مخلوق

maablib.org

برابر ہین جسکی اطاعت وبندگی زیادہ ہو وہی اچھا ہی یہ خوب بات ہو کہ جو ایسے ہون کہ محبوب خدا ہون اور خدا و رسول کو دوست رکھین اور راہِ خدا مین خود مجاہدات کرین اور خوف ملامت انھین راہِ خدا مین و تعمیل احکام الٰہی مین نہو وہ تو محروم خلافت سے رہین اور جو گھر بیٹھے رہین وہ مستحق صحت خلافت ہو جائین دوسرے خود شاہ صاحب نے صاف تصریح فرمائی ہو اور آیات مین کہ جمع کا اطلاق واحد و تثنیہ پر خلاف اصل ہو جیسا کہ تفسیر کریمہ انما ولیکم اللہ وغیرہ مین گذرا پھر موجب انکی تصریح کے جمع کے صیغے جو اس آیہ مین مراد ہین یہ کس پر محمول ہو سکتے ہین خلفائے ثلثہ پر یا کسی ایک پر ان خلفا سے انکے لشکر سمیت بر تقدیر اول خلیفہ ثالث کا جہاد فرمانا مرتدین کے ساتھ اثبات مین محتاج دلیل ہو اُسے ثابت کرنا چاہیے اور یجاھدون فی سبیل اللہ اور اور اوصاف کے جو آیہ مین مذکور ہین تخصیص کی وجہ خلفا کے ساتھ باوجودیکہ رفقائے انکے متصف بجہاد تھے اپنی ذات سے انھون نے جہاد نہین فرمایا بیان فرمانے کے لائق ہو بلکہ واقع مین تو یہ ہو کہ اصلی ان خلفا کے متصف ہونے مین جہاد کے ساتھ کلام ہو اور وہ کسی طرح ثابت نہین ہوتا ہان مجازاً البتہ اتصاف جہاد سے انکا ممکن ہو اور جب تک بطور اصل و حقیقت جہاد سے اتصاف ثابت نہو اگرچہ بطور شرکت صف جنگ مین کیون نہو اثبات خلافت کا اس آیہ کے بموجب دشوار ہو اور کانٹا کھٹکتا ہو اور تقدیر ثانی کے بموجب خلافت رفقائے مذکورین کے ساتھ قائل ہونا پڑتا ہو کیونکہ جو متصف ان اوصاف کے ساتھ ہو وہی خلیفہ ہوگا تیسرے یہ کہ جو شاہ صاحب نے معنی معین فرمائے ہین کہ مراد اس آیہ سے خلیفہ اول ہی ہین یہ خود اکثر مفسرین کے اقوال سے جو انکے اہل نحلہ مین مخالف ہو کیونکہ فضل بن روزبہان نے جواب کشف الحق مین تصریح کی ہو بہ نسبت اس آیہ کے کہ وہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا تھا جو کہ اس وقت موجود ین مومنین نہین نازل ہو لیث قال ذھب المفسرون الی انھا نزلت فی اھل الیمن وقیل لما نزلت ھذہ الآیۃ سئل رسول اللہ عن ھذا القوم فضرب بیدہ علی ظہر سلمان فقال ھذا وقومہ والظاھر انھا کانت نازلۃ لقوم لم یومنوا بعد لان قولہ فسوف یاتی اللہ یدل علی ان من اعطاہ اللہ من اول الاسلام فکیف یصح ذکرہ فیہ انتھی یعنی اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہو کہ وہ آیہ اہل یمن کے حق مین نازل ہوا ہو اور کہا گیا ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا ہو تو پیغمبر خدا سے پوچھا گیا کہ یہ قوم کون ہین جنکے اوصاف اس آیہ مین مذکور ہوئے ہین یہ سنکر آنحضرت نے سلمان کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ مراد اُس سے وہ اور اسکی قوم ہو اور ظاہر یہ ہو کہ وہ آیہ نازل ہوا تھا اس قوم کے لیے جو ہنوز ایمان نہین لائی تھی بسبب اسکے کہ فسوف یاتی اللہ دلالت اسی پر کرتا ہو نہ اُس شخص پر جسے خدا نے اول اسلام سے ایمان عطا فرمایا ہو پھر کسطرح اسکے حق مین نزول اسکا صحیح ہو سکتا ہو انتھی ترجمہ کلامہ اور بنا بر اس تقریر کے دو امر لازم آتے ہین ایک مخالفت اکثر مفسرین کی دوسرے وہ حضرات جناب ابوبکر کو مسلمان ہونے مین اول و اقدم کہتے ہین پھر یقیناً انھین داخل کرنا موصوفین آیت مین صحیح نہوگا اور فاضل روزبہان کا کلام حضرات اہلسنت کے الزام دینے کو کافی ہو اور اگر یہ احتمالات عقلی بھی ہوتے اور انکے

اکابر کی شہادت سے ہوتے جب بھی کافی ہوتے کیونکہ استدلال بعد صحت احتمال باطل ہو جاتی ہو اور جبکہ یہ
وجوہ و محامل روایات و اقوال اکابر حضرات اہلسنت کے موافق ہین تو پھر کسطرح لائق انکار سمجھے جائینگے و نیز
جو روایت ثعلبی سے ہمنے پیشتر نقل کی ہو کہ وہ اکابر مفسرین اہلسنت کی روایت ہو اُس سے صاف واضح
کہ یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالب نازل ہوا ہی اور اسکی صحت پر یہ امر صریح دلالت کرتا ہو کہ جو اوصاف کہ آیہ مین
مذکور ہین مثل محبت الہی اور محبوب الہی کے اور جہاد کرنا کفار وغیرہ سے وہ مخصوص انہین حضرت مین ہین جیسا کہ
انشاء اللہ آیندہ عنقریب یہ بیان کیا جائیگا اور تعاضد اُس روایت کا روایات امامیہ سے اور تفسیر مجمع البیان سے
بھی ہم ثابت کر آئے ہین اور حقیقت مین تفسیر آیہ یہی ہین جو مفسر کبیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ ایک قوم نے کہا ہی یہ آیہ
علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا اور دو وجہین اُسپر دلالت کرتی ہین پہلی کہ جب پیغمبر خدا نے بروز
جنگ خیبر اپنا علم لشکر اُن جناب کو دیا تو فرمایا تھا لادفعن الرایۃ الی رجل یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ اور یہ وہ
صفت ہی کہ جو آیہ مین مذکور ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے اِس آیہ کے ذکر کے بعد آیہ انما ولیکم اللہ کو
قرآن مین فرمایا ہی اور یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالب ہی پس اولیٰ یہ ہی کہ یہ آیہ بھی چاہیے کہ انہین حضرت کی شان مین
سمجھا جاے یہ بہت بڑا قرینہ عقلی مویدات سے اُس روایت کے ہی پھر اسکے ساتھ تخصیص اسکی خلیفہ اول
یا خلفاے ثلثہ کے ساتھ سوا رعایت مذہبی اور اخفاے حق کے کس پر محمول ہو سکتا ہی اور یہ امر جدید
شاہ صاحب ہی کا نہین ہی بلکہ انکے قدما بھی اِسی صفت پر تھے جیسا کہ مفسر تفسیر کبیر نے ذیل تفسیر آیہ مذکور مین جو
کہا ہی خلاصہ تقریر کا انکی یہ ہی کہ یہ آیہ اول دلیل اسپر ہی کہ مذہب امامیہ فاسد ہی اور اسکی تقریر یہ ہی کہ انکا
مذہب یہ ہی کہ جنھون نے خلافت و امامت ابی بکر کا اقرار کیا ہی انھون نے کفر و ارتداد کیا ہی کیونکہ اُس
نص جلی کا انکار کیا ہی جو پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کی امامت کے لیے فرمائی تھی اور ہم کہتے ہین کہ
اگر ایسا ہوتا تو خدا اُس قوم کو لاتا جو اُنسے مقاتلہ اور محاربہ کرتی اور مقہور کرکے انہین پھر دین حق پر پھیرتی
بدلیل قولہ تعالیٰ من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم الخ اور جبکہ ایسا نہوا بلکہ امر بالضد ہوا کیونکہ روافض ہمیشہ سے
مقہور رہین اور ممنوع ہین اِس سے کہ اپنے مقالات باطلہ ظاہر کرسکین تو ہمنے جانا کہ انکے مقالات اور مذہب
فاسد ہین اور منصف کے آگے کلام ظاہر ہو انتہی توجمہ کلامہ اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام
مین اسکے جواب مین جو فرمایا ہی اُس سے باضافہ بعض مطالب نقل کیا جاتا ہی چنانچہ حاصل اسکا بعد استدلال فرمانے کے
اکثر روایتون سے حضرات اہلسنت کے جو فرمایا ہی یہ ہی کہ جو وجہ رکیک رازی نے فساد مذہب امامیۃ کے لیے
نقل کی ہی اُسپر بہت امور وارد ہوتے ہین بعض اُنسے یہ ہی کہ جائز ہی کہ مدلول آیہ دفع کرنا اسکا ہو جو بعض صحابہ کے
دل مین یہ آتا ہو کہ اگر یہ مسلمان مرتد ہو جائین تو پھر خدا کو یہ بندے کہان ملینگے جو خدا اور رسول کے ساتھ

ایمان لائین اور راہ خدا مین جہاد کرین اس صورت مین حاصل آیہ یہ ہوگا کہ اپنے ایمان سے محجوب نکرو
اور یہ گمان نکرو کہ اگر تم مرتد ہو جاؤ تو خدا بندہ مومن مجاہد پھر نہ پائیگا بلکہ امر بالضد ہو کہ اگر تم سب یا بعض
تمسے ارتداد اختیار کرینگے تو خدا ایسے لائیگا کہ وہ علی اور انکے شیعہ ہین اور بعض انمین سے یہ ہو کہ برتقدیر تسلیم کرنے
اسکے کہ معنی آیہ کے وہی ہین جو امام حضرات اہلسنت سمجھے ہین کہ اگر بعض مسلمین سے ارتداد اختیار کرینگے تو خدا پر
واجب ہو کہ ایسی قوم کو لاوے کہ انکا استیصال کرین جب بھی تو یہ بات ہو کہ یہ جملہ جملہ شرطیہ ہو اور شرطیہ کا حاصل
آنا اسکو مقتضی نہین ہو کہ بالفعل مقدم متحقق ہو پھر اب معنی یہ ہونگے کہ اگر تم مین سے مرتد ہو جائینگے تو علی اور انکے شیعہ انکا
استیصال کرینگے اور چونکہ ارتداد نہ پایا گیا اس سے استیصال و جہاد نہوا اور جو انھون نے کہا ہو کہ مذہب شیعہ پر
کہ جنھنے اقرار کیا امامت خلفاے ثلثہ کا الخ انمین یہ امر ہو کہ پہلے ہم یہ ثابت کر آئے ہین کہ اکثر اصحاب نے ابی بکر کی
بیعت کرنے کے بعد توبہ کی اور پشیمانی اپنی ظاہر کی اور پہلے جو بیعت کر لی تھی وہ فعل بسبب شبہ کے
واقع ہوا تھا اور بعض اصحاب پہلے سے مومن ہی نہ تھے کہ ارتداد لازم آئے پھر کیونکر تمھارا استدلال صحیح
ہو سکتا ہو اور بعض ان امور سے یہ ہو کہ برتقدیر تسلیم اس امر کے کہ انھون نے ارتداد کیا یہ ہم کب تسلیم کرتے ہین
کہ حضرت امیر نے انسے جہاد نہین کیا اور جو جہاد کہ ناکثین و قاسطین و مارقین سے ہوا یہ وہی جہاد ہو اور موید
اس سے وہ خبر ہو جو پہلے مجمع البیان سے منقول ہوئی کہ حضرت امیر المومنین نے روز جنگ بصرہ فرمایا کہ واللہ ما
قوتل اهل هذه الآية حتى اليوم وتلا هذه الآية اور بھی اسی کے معین ہو جو انکی تفسیر مین کہا گیا ہو کہ هم امیر المومنین و اصحابه
حين قاتل من قاتله من الناكثين والقاسطين والمارقين وروى ذلك عن عمار وحذيفة وابن عباس وهو المروي عن ابي جعفر وابي عبد الله و بعض
انھین ایرادات سے وہ ہو جو فاضل نیشاپوری نے شیعون کی طرف سے جواب دیا ہو کہ جائز ہو کہ کسی کو نہین
کمان سے معلوم ہوا کہ خدا ایسی قوم نہ لائیگا جو انسے محاربہ کرین اور شاید کہ خروج آل محمد سے مراد یہی ہو کیونکہ
محاربہ کرنا اسکا جسکا دین انلوگون کے دین پر ہو انلوگون کا محاربہ ہو انتہی ترجمہ کلام الفاضل النیشاپوری اور مخفی نرہے کہ
فقرہ اخیرہ کا مدلول جاری ہوتا ہو محاربین مین جو بکسر را ہین اور محاربین ہو جو بفتح را ہین پس محاربہ جناب مہدی ہادی کی
کہ جو اولاد امیر المومنین اور نائب و وصی آنحضرت کے ہین تابعین مرتدین کے ساتھ محاربہ علی ابن ابیطالب کا
مرتدین کے ساتھ ہی پس یہ کوئی توہم نکرے کہ فاضل نیشاپوری کا جواب اسکے مخالف ہو جسکے ہم درپے ہین کہ
یہ آیہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا ہو اور یہ جو امام اہلسنت نے کہا ہو کہ جب موافق وعدہ الہی کے
بلکہ امر بالضد ہوا الخ جواب اسکا یہ ہو کہ پہلے وہ آیہ کے معنی ہی نہین ہین جو وہ سمجھے ہین جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا جو
انھون نے کہا ہو وہ متوجہ نہین ہوتا اور دوسرے یہ کہ جو انھون نے کہا ہی کہ شیعون کا امر بالضد ہو یہ خود غلط ہو
کیونکہ ضد صادق ہی نہین آتا اور مضاد کا تحقق ہی نہین یہ اسوقت مین صحیح ہوتا جب وہ یہ حکم کرتے کہ شیعون نے

ارتداد کیا بسبب اسکے کہ مسئلہ امامت مین انھون نے اہلسنت کی مخالفت کی اور یہ وہ کہہ نہین سکتے کیونکہ انکا
مسلم و معتقد یہ ہو کہ امامت کا مسئلہ فروع سے ہی اور مجتہد جو کسی مسئلہ فروع مین مخالفت کرے اور وہی طرح
اُسکا سفلہ فاسق نہین ہو سکتے تو کیا یہ مرتد ہون غایت مافی الباب یہ ہو کہ انکے مذہب کے بنا پر یہ ہوگا کہ شیعہ مقہور رہے
اُنسے جو انکے زمانے مین زمین پر مستولی ہو گئے اہل ردہ و مرتدین سے پھر اس صورت مین وہ اپنے امام کے
انتظار مین بسر کرتے ہین اور جس وقت کا حق تعالی نے وعدہ فرمایا ہو بقولہ فسوف یاتی اللہ بقوم الخ اُس سے اسکی
راہ دیکھتے ہین اسی لیے شیخ محی الدین عربی نے کہا ہو اسعد الناس بالمہدی علیہ السلام شیعۃ الکوفۃ دوسرے
یہ کہ امام اہلسنت کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ امام شیعہ کا اور اُنکی قوم کا غلبہ نہین ہوا جسکے لیے روافض دعوی کرتے
ہین کہ یہ آیہ انکی شان مین نازل ہوا ہی دیکھو جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان مین کون غالب آیا اور حق
وعدہ خدا کے کیا نہین ہوا اور جو انھون نے کہا ہو کہ روافض ہمیشہ سے مقہور و ممنوع رہے ہین الخ جواب
اسکا پہلے یہ ہو کہ عادت خدا کی اسی طرح جاری ہو کہ انکے مقالات حجج کو نصرت دین مبین کے لیے گوش ملحدین
و مرتدین تک پہونچایا ہو جیسا کہ یہ مقالہ امام رازی کے بھی کان تک بسبب ایفاے وعدہ کے پہونچا جو فرمایا ہی
وکان حقا علینا نصر المومنین اور دوسرے یہ کہ پہلے بھی ہم کہہ آے ہین اور پھر کہتے ہین کہ آیہ مین یہ دلالت
نہین ہو کہ حق تعالی ایسی قوم کو لائیگا جو مرتدین سے محاربہ کرین اور انھین تلوار و برچھی ہی سے مقہور کرین
جیسا کہ امام اہلسنت کہتے ہین بلکہ مدلول آیہ صریح یہ ہو کہ حق تعالی مرتدین کے مقابلہ مین ایسی قوم کو لائیگا کہ جو
دین مین راسخ ہون اور یقین دین حق کے ساتھ موید ہون عام ہی اس سے کہ انکے درمیان مین قتال واقع ہو یا نہو
پھر جائز ہو کہ کبھی خدا ایسی قوم لاے جو دین مین نصرت اور استیصال مرتدین کا نیزہ و شمشیر سے کرین اور کبھی
ایسی قوم کو لاے جو حجت و براہین کے ذریعہ سے دین حق کی مدد کرین اور اسکی راہ سے منصور ہون اور
جب بحسب حقیقت قہر و غلبہ عام ہوئی اس سے کہ بسیف و سنان ہو یا بحجت و بیان ہو تو پھر جو مفسر تفسیر کبیر نے قضیہ
شرطیہ بنایا ہو اور اس سے امر بالضد کا نتیجہ نکالا ہو کہ شیعہ ہمیشہ سے مقہور و ممنوع رہے یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہی
حالانکہ وعدہ خدا کا پورا ہوا کیونکہ جب بعد جناب رسالتمآب کے اکثر صحابیون نے راہ صواب کو چھوڑ کر خلیفہ
رسول کی امانت سے ہاتھ کھینچا اور خود ساختہ خلفا کی بیعت کرکے نص رسول کی مخالفت اختیار کی تو اُسوقت جملہ
اصحاب سے چند شخص معدود باقی رہ گئے تھے جو دنیاداران حق پوشان کے شریک نہین ہوے تھے بعد اسکے
حق تعالی نے شیعیان علی ابن ابیطالب کی جماعت سے اور آنحضرت کی اولاد امجاد سے ایسے اشخاص کو ظاہر فرمایا
کہ جنھون نے محاربات سیفی مین بھی مثل مالک اشتر اپنے آقاے مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا کیا مجاہدات کیے
جو مشہور ہین اور اُس سے کیسا استیصال مرتدین کا کیا کہ وہ کتب سیر و تواریخ مین مذکور ہو بعد اسکے اور ائمہ

معتدین نے اور علماؤن نے اُنکے شیعون سے محاربات لسانی مین کیا کیا جد وجہد راہ خدا مین کیے ہین اور باوجود اسکے کہ دشمنان دین کیسی کیسی اذیتین پہونچاتے تھے اور ملامتین کرتے تھے لیکن کسی کا خوف نہ کیا اور اعلان کلمۂ دین مین سرگرم رہے یہان تک کہ حق کو ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ منصفین بتائید و ہدایت حق تعالیٰ دین حق کو قبول کرتے گئے یہان تک کہ مثل اسلام ایمان نے بھی بتدریج مرتبہ کثرت کا حاصل کیا کہان وہ زمانہ کہ جناب پیغمبر خدا کے بعد بجز سلمان و ابوذر و عمار و مقداد و حذیفہ بن یمان شیعہ علی ابن ابیطالب کا ظاہر مین نام نہ تھا اور کہان بفضل اللہ یہ زمانہ کہ کوئی شہر و قصبہ ایسا نہین ہی کہ جہان شیعہ نعوذ للہ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور اس سے زیادہ ایفاے وعدۂ الٰہی کا ظہور کیا چاہتے ہین کہ باوصف اسکے کہ دشمنان دین کیسا انکی تمین رہے لیکن اعلان کلمۂ دین اُنسے ہوا اور اظہار مقالات کیسا کتب کلامیہ اور کتب احادیث اُنکے سب مرتب ہو گئے اور ایسے غالب آئے کہ کسی طرح اُنکے ائمہ دین اور علما کے مقابلہ کی اُنھین قدرت نہین رہی اور جملہ استدلالات کو انکی شیعون نے توڑ دیا اور بے حقیقت کر دیا پھر ابھی فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم کا ظہور نہین ہوا اگر امام فخر رازی ایام سلطنت ملک اودھ مین جب بقبضہ دولت سلاطین منصوریہ تھے ماہ محرم مین وارد لکھنؤ ہوتے تو اظہار مقالات شیعہ کو خوب سُنتے باقی رہا زوال سلطنت اور اضمحلال اہل ملت پر دلیل حقیقت کی نہین ہی بلکہ حق تعالیٰ موافق مصالح کے جسے چاہتا ہی صاحب سلطنت و عزت کرتا ہی اور جب چاہتا ہی خلع انتزاع مملکت اس سے کرتا ہی جو شوکت و رونق اسلام کو پہلے تھی وہ اب کہان ہی بالجملہ یہ امور لایق استدلال نہین ہین بلکہ منشا انکا عناد و انحراف ہی واقع مین معانی اور مراد آیات قرآنی کا مدار اخبار پر ہی اور ہمین ظاہر یہ ہی کہ جو اخبار فریقین کے موافق ہو وہی صحیح ہی نہ یہ کہ ایسی عقلیات جو محض بے حقیقت ہین اور اگر ایسا ہی ہو تو اکثر انبیا بھی ہمیشہ مقہور و ممنوع رہے اور منکرین الوہیت بلکہ مدعیان الٰہ نے کیسی سلطنتین اور حکومتین کین ہین اور اس وقت بھی منکرین نبوت کی کیسی کثرت اور کسقدر شوکت و قوت ہی حالانکہ غلبہ اسلام کا وعدہ ہی لیکن وعدہ الٰہی کا علم کسے ہی کہ کس بنا پر اور کس وقت کے لیے فرمایا ہی کیا فسوف یاتی اللہ بقوم اقتربت الساعۃ سے بھی زیادہ ہی اور کیا عجب ہی کہ مراد الٰہی اس وعدے سے زمان ظہور صاحب العصر ہی ہو جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہی پھر کیا ہو زمانہ گذر گیا جو قضیہ شرطیہ بنایا گیا ہم تو انتظار کر رہے ہین انھم یرونہ بعیدا و نراہ قریبا اور حق پوشی امام رازی کی دیکھنے کے لائق ہی جس سے شاہ صاحب کی شکرگذاری کرنی چاہیے کیونکہ شاہ صاحب نے یہ تسلیم کر بھی لیا کہ تین فرقے پیغمبر خدا کے زمانے مین بھی مرتد ہوے اور حضرت نے اُنکے واسطے فوج بھجوائی تھی لیکن امام رازی تو انسا اس سے بھی انکار کر گئے جناب امیر کا امر تو بعد نبوت ہی اُنھون نے تو خلیفہ اول کے اختصاص کے حاصل کرنے کو پیغمبر خدا سے بھی محاربہ مرتدین کی نفی کی چنانچہ دوسرے مقام مین اُنھون نے کہا ہی کہ ہم دعویٰ کرتے ہین کہ آیا

واجب ہی کہ ابی بکر کے حق مین نازل ہوا ہو اور دلیل اُسپر دو وجہین ہین پہلے یہ کہ یہ آیہ مختص ہی محاربہ مرتدین مین
اور ابی بکر وہی وہ شخص ہی جو متولی محاربہ مرتدین کا ہوا بنابر اسکے کہ اسے ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور یہ ممکن نہین ہے
کہ اُس سے خود رسول خدا مراد ہون کیونکہ آنحضرت کو کبھی محاربہ مرتدین کا اتفاق نہین ہوا اور حرف سین فرمایا ہے
کہ قریب ہی لاے خدا اور یہ استقبال کے لیے ہی نہ حال کے لیے پس واجب ہی کہ یہ قوم وقت نزول اس
خطاب کے موجود نہو فقط اور عاقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ اِسمین کسقدر نفسانیت کو کام مین لائے ہین
کیونکہ جو پہلی وجہ کہی ہی کہ یہ آیہ مختص ہی محاربہ مرتدین مین یہ خود صحیح نہین ہی کیونکہ آیہ مین وصف یہ ہی یجاهدون
فی سبیل اللّٰہ یہ تخصیص جہاد کی نہ محاربین مرتدین پھر یہ اختصاص کیونکر صحیح ہو سکتا ہی دوسرے جب اخبار شان
نزول کے متعدد ہین اہل یمن کے بھی حق مین خبر وارد ہی قوم ابو موسیٰ اشعری کے لیے بھی روایت مین
تصریح ہی سلمان کے بھی نام کی روایت ہی جناب امیر کے واسطے تو اتفاق فریقین ہی خبرین پھر یہ دعویٰ
اختصاص کا کیونکر صحیح ہو دوسرے پیغمبر خدا کے زمانے مین مرتدین کا پایا جانا ایسا نہین ہی کہ کتب سیر
و اخبار سے کوئی اُسے نکال سکے اِسی طرح آنحضرت کا اُنپر فوج بھجوانا اور حکم قتل کرنا بہت مشہور ہی جیسا کہ شاہ صاحب
نے بھی تصریح کی اور وہ خانگی گواہی ہی پھر اُس سے راسا انکار کرنا محض اسواسطے کہ تا خلیفہ اول کے لیے اپنے اختصاص
پیدا کرین بڑی دلاوری ہی اور کتنی حق پوشی ہی اگر یہ کہے کہ چونکہ جناب رسالتمآب نے قتل مرتدین کے لیے فوج
بھجوائی خود تشریف نہین لیگئے اور آپ محاربہ نہین فرمایا تو جناب خلیفہ اول بھی تو گھر ہی مین رہے کس دن محاربہ کے لیے
صف جنگ مین تشریف لاے اور محاربہ مرتدین کا کیا ذکر ہی اِن زمانے مین تو خود صاحب ملک و فوج تھے بھلا
خانہ سلطنت کس سے چھوڑا جاے عاشق دنیا ہی کے لیے تو غدیر خم کی بیعت توڑ ہی گئی تھی جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کے ساتھ مجاہدین کے ہمراہ جاتے تھے اُسوقت بنفس خود نہ یہ نہ دونون شریک ریاست اُنکے کسی ادنی کافر بھی
لڑے نہ کسی کو زخمی کیا ابطال عرب کا مارنا تو بہت بڑی بات ہی اُنکے مقابلہ مین اور شدت جنگ کے وقت مین
تو لشکر مین بھی کھڑا رہنا دشوار تھا اور اگر ایسے ہوتے تو عتبہ بن ربیعہ نے جو کچھ کیا اور وہ قصہ کتاب منتفی مین مذکور ہی
نہونے پاتا اِسی طرح اگر یہ بزرگوار لڑنے والون مین ہوتے تو کفار سے بوقت مقاتلہ و جہاد کیون بھاگتے اور اِسکی
نوبت کاہے کو آتی کہ جو ابن ابی الحدید کے قصائد مین منظوم ہو تا دلا یکون فی حنین فرار و ففی احد قد فرحو فا و خیبر سبحان اللہ
پیغمبر خدا سے تو محاربہ مرتدین کی نفی کیجاے اور جناب ابو بکر کے واسطے محاربہ مرتدین ثابت کر کے یجاهدون فی
سبیل اللّٰہ مین شمار کیا جاے بلکہ یہ وصف مخصوص انہین کے واسطے جاننا چاہیے پھر اس حمایت مذہب و ناحق
کوشی کو کیا کہہ سکتے ہین عاقلان خوب میدانند بالجملہ اُنکے استدلال کا یہ حال ہی اور اِسمین سب برابر ہین شاذ و نادر
کوئی اگر منصف ہی تو کلمہ حق اُنکی زبان پر خدا جاری کر دیتا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے اُنکی تفسیر مین موافق اقتضا کے بھی

انکے ہی آیہ سے استدلال خلافت خلیفہ اول کے لیے اپنے کیا تھا اسکے جواب مین جو جناب سید مرتضی علم الہدیٰ
رحمہ اللہ نے کتاب شافی مین فرمایا ہی لائق ملاحظہ منصفین ہی اور نہایت کلام متین ہی محصل اسکا یہ ہی کہ یہ تو نے
کہان سے کہا کہ یہ آیہ ابوبکر اور انکے اصحاب کی شان مین نازل ہوا ہی پھر اگر قاضی کہے کہ اس جہت سے کہا کہ ابوبکر
اور انکے اصحابون نے بعد رسول خدا کے مرتدین سے مقاتلہ کیا اور سوا انکے اور کسی نے مرتدین سے قتال و جہاد
نہین کیا تو اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ وہ کون ہی جو اس بات کو تیری مسلم رکھے آیا یہ نہین ہی کہ امیر المومنین نے
بعد رسول خدا کے ناکثین و قاسطین و مارقین کو مارا اور انسے محاربہ کیا اور یہ سب ہمارے نزدیک دین سے ارتداد
کرنے والے ہین اور یہ احتمال اگرچہ فی نفسہ بھی صحیح ہی اور آیہ سے مستفاد ہوتا ہی مگر شاہد اسکی صحت پر وہ ہی جو جناب
امیر سے مروی ہی کہ روز جنگ بصرہ فرمایا تھا واللہ ما قوتل اہل ہذہ الآیہ حتی الیوم و تلا ہذہ الآیہ یعنی قسم ہی خدا کی کہ آج کے
دن تک اس آیت والون سے کوئی نہین مارا گیا ہی اور بعد اسکے یہ آیہ پڑھا حضرت نے اور یہ روایت ایسی ہی کہ
عمار و حذیفہ وغیرہ اصحاب نبی اسکے راوی ہین پھر اگر قاضی کہے کہ میری دلیل اس آیہ کے نازل ہونے پر ابوبکر
اور انکے اصحاب کی شان مین اہل تفسیر کا قول ہی تو اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ آیا سب اہل تفسیر اسی کے قائل ہین
اگر قاضی کہے کہ ہان تو اسنے مکابرہ کیا ہی کیونکہ احتمال اس آیہ کے نازل ہونے کا علی ابن ابیطالب کی شان مین جسے
ہمنے کہا ہی وہ بھی منقول ہی اور ناقل اہل تفسیر و تاویل ہین اور اگر کوئی اہل تفسیر سے اسکا ناقل نہوتا تو جو روایت کہ
جناب امیر المومنین سے مروی ہوئی اور جن صحابیون نے انھین نقل کیا کہ ہمنے ذکر کیا ہی وہی وجوہ کافی ہو جاتے
اور اگر قاضی کہے کہ میری حجت بعض مفسرین کا قول ہی تو ہم کہینگے کہ اس بعض کے قول مین کیا حجت ہی اور جو بعض کہ
تیرے قول کے قائل ہین انکی حقیت کیونکر ثابت کی نہ اس بعض کی جنکی تفسیر ہمارے قول کے موافق ہی اور یہ ظاہر ہی
کہ جب اجماع نہین تو بعض بعض سے مشابہ ہین ایک بعض کے قول کو حق جاننا اور دوسرے بعض کے قول کو نہ
ماننا محتاج بیان ہی اور بعد اسکے کہا جاتا ہی کہ حق تعالیٰ نے آیہ مین قوم مذکورین کو ایسے چند اوصاف سے منعوت
فرمایا ہی کہ ان صفات مین تامل و مراعات کرنا واجب و لازم ہی تاکہ معلوم کرین کہ وہ اوصاف ہمارے صاحب مین ہین
یا تمہارے صاحب مین کیونکہ وصف انکا فرمایا ہی ساتھ یحبہم و یحبونہ کے اور یہ وہ وصف ہی کہ ہمارے صاحب مین
مجمع علیہ ہی اور تمہارے صاحب مین مختلف فیہ ہی اور جناب پیغمبر خدا نے ہمارے صاحب کو روز جنگ خیبر صاحب
ان اوصاف کا فرمایا تھا جبکہ بھاگے تھے جو بھاگے تھے کافرون سے پس فرمایا تھا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ
و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرارا غیر فرار بعد اسکے علم لشکر آنحضرت کے سپرد فرمایا تھا اسکے بعد حق تعالیٰ کا قول ہی اذلۃ علی
المومنین اعزۃ علی الکافرین اور یہ بھی ہمارے قول کو مقتضی ہی کیونکہ حال جناب امیر کا تخاشع اور تواضع اور فروتنی اور
کوچک دلی اور ضبط غیظ و غضب مین معلوم ہی وانہ ما رئی قط طائشا ولا مستبطرا فی حال من الاحوال اور اس بارے مین

تمھارے دونون صاحبون کا بھی حال معلوم ہی لیکن پہلے صاحب پس انھون نے اپنی طوع و خوشی سے بلا اکراہ
یہ اعتراف فرمایا کہ ان لی شیطانا یعتورنی عند غضبہ اور دوسرے صاحب تو درشتی و تندی و عجلت مین معروف اور
فظاظت و غلظت مین مشہور ہین اور لیکن عزت کافرون پر پس اسکا تحقق تو نہین ہوتا مگر قتل و جہاد کفار سے اور
یہ حال تو ایسا ہی کہ اسمین آنحضرت سے کوئی ہمسری گذشتہ و آیندہ مین کر نہین سکتا اور خدا فرماتا ہی یجاھدون
فی سبیل اللہ اور یہ بھی وصف بالاتفاق انھین حضرت کی شان مین ظاہر ہی اور ابوبکر اور انکے صاحب سے بالکل
منتفی ہی کیونکہ کوئی کشتہ کفار سے ایسا نہین جو مصاف جنگ مین انکے ہاتھ سے مارا گیا ہو نہ کبھی پیغمبر خدا کے سامنے
انھون نے جہاد کیا اور جبکہ اوصاف مذکورہ حضرت امیر مین حاصل ہوے اور نہ حاصل ہوے ان شیخین مین
جنکی شان مین تم کہتے ہو کہ آیت نازل ہوئی ہی کیونکہ بعض ان اوصاف کے ایسے معلوم الانتفا ہین سب جانتے ہین
بخوبی کہ انمین نہ تھے جیسا کہ وصف جہاد فی سبیل اللہ کا حال ہی اور بعض انکے محتاج ثبوت ہین مثل ان اوصاف کے
جو سوا جہاد کے ہین تو اب چاہیے کہ جو اس آیہ سے استدلال کرتا ہی انکی صحت خلافت پر وہ خارج سے ان اوصاف کا
اثبات کرے تاکہ آیہ کریمہ کی دلالت اسکے مطلوب پر تمام ہو نہ یہ کہ فقط اسی آیہ سے استدلال پر اکتفا کرین کیونکہ اب
آیہ مین دلیل نہین باقی ہی انتہی ملخص کلامہ رحمہ اللہ اور جو ہم اوپر کہہ آئے ہین کہ کبھی حق تعالیٰ کلمہ حق کو حضرات
اہلسنت کی زبان پر جاری فرما دیتا ہی کہ اس سے حقیت و صداقت کلام مومنین کی سب پر ظاہر ہوتی ہی اُسی
قبیل سے یہ ہی کہ جناب سید کے اس کلام کو ابن ابی الحدید معتزلی نے نقل کر کے جو کہا ہی اسکا حاصل ترجمہ یہ ہی کہ یہ
جملہ اس کلام کا ہی کہ جو سید مرتضی نے کہا ہی اور بہ تحقیق کہ ممکن ہی کہ سید اس احتجاج سے جو اہلسنت اس آیہ سے کرتے ہین
اپنی خلاصی ایسی وجہ سے کرین جو احسن و الطف و اوضح ہو اس سے جو سید نے ذکر کی ہی پس کہتے ہین ہم کہ مراد
آیہ سے یہ ہی کہ جو عہد رسالت پناہ مین مرتد ہوا و اتباع اسود عنسی اہل یمن مین ہوا انتہی پس بہ تحقیق کہ اسوقت اکثر
مسلمان گمراہ اور مرتد دین اسلام سے ہو گئے تھے اور اسکے لیے نبوت کا دعوا کیا تھا اور صدق نبوت کا اسکے اعتقاد
کر گئے تھے پس یہی مرتد سے وہ مراد ہون اور وہ قوم جنکے لیے یحبھم و یحبونہ ہی وہ وہ قوم ہی جنکے لیے پیغمبر خدا نے
یمن والون کو کتابت فرمائی تھی اور انھین حث و ترغیب انکے قتل و قتال پر فرمائی تھی اور وہ فیروز دیلمی اور اسکے
اصحاب ہین اور وہ قصہ مشہور ہی اور سید مرتضی کے واسطے جائز تھا کہ وہ کہتے کہ یہ تو نے کیون کہا کہ جنھین ابوبکر
اور انکے اصحابون نے فرمایا وہ مرتد تھے کیونکہ مرتد وہ ہی جو دین اسلام کا منکر ہو بعد اسکے کہ پہلے دین اسلام قبول
کر چکا ہو اور جنھون نے کہ زکوۃ کے دینے سے منع کیا تھا انھون نے اصل دین اسلام سے انکار نہین کیا تھا بلکہ تاویل
کی تھی اور اس تاویل مین اُنسے خطا واقع ہوئی تھی کیونکہ انھون نے قول خدا کی خذ من اموالھم صدقۃ تطہرھم
وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم تاویل یہ کی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم زکوۃ اپنے مال کی نہین دیتے مگر اُس شخص کو

جسکی صلوۃ ہمارے واسطے سبب تسکین کا ہو اور بعد وفات جناب پیغمبر خدا کے اِس صفات کا کوئی باقی نہین ہی
پس وجوب زکوۃ بھی ہمسے ساقط ہی اور اِس کہنے مین رد وہ کسی خیر مین نہین ہی اور صحابہ نے جو اُنکا نام اہل ردہ
رکھا تھا وہ تسمیہ بطور مجاز تھا اور غرض اِس تسمیہ سے یہ تھی کہ جو کچھ اُنھون نے تاویل مین کہا تھا اُسے بہت بڑھا کر بیان
کرین پھر اگر کہا جاے کہ اعتقاد نہین ہی مگر اُس قتال پر جو ابوبکر اور اُنکے اصحابون نے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ کے ساتھ
کیا تھا اور وہ دونون ایسے تھے کہ اُنھون نے نبوت کا ادعا کیا تھا اور اُنکے طریقے پر اکثر عرب کی قوم سے مرتد
ہو گئے تھے اُس قتال کے اوپر اعتماد نہین کرتے جو مانعین زکوۃ کے ساتھ کیا تھا تو اُسکے جواب مین کہا جائیگا کہ
مسیلمہ اور طلیحہ کے ساتھ جہاد خود جناب رسول خدا نے اپنی وفات سے پہلے بذریعہ تحریرات و جوانب پیغامون کے
فرمایا تھا اور اہل جماعت کو مسلمانون کی اُنکے قتل کے واسطے نافذ فرمایا تھا اور اُنھین حکم دیا تھا کہ اُن دونون کو قتل کرین
اگر قتل کرنا اُنکا ممکن ہو اور اُنپر بہت سے عرب کے قبیل مستقر و مجتمع ہو گئے تھے اور وہ قصہ مفصل کتب سیر و اخبار مین
مذکور مین پھر کیون جایز نہین ہوتا کہ وہ اشخاص کہ جنھین پیغمبر خدا نے اُنکے استیصال کے لیے بھجوایا تھا اِس معرکہ مین
وہی مراد یحبہم ویحبونہ آیہ کے ہون اور خدا نے آیہ مین یہ نہین فرمایا کہ یجاھدون فیقتلونکم یعنی جہاد کرینگے
پس تمھین مارینگے بلکہ جہاد کرنے کو فقط فرمایا ہی اور جب طائف کا حصار کر چکے تو جہاد حاصل ہو چکا گو قتل و استیصال
نہ حاصل ہوا ہو اور سید مرتضی کو پہونچا تھا کہ وہ کہتے کہ آیہ کا سیاق اُسپر دلالت نہین کرتا جو مستدل کے گمان
مین ہی اِس بات سے کہ جو دین سے ارتداد کریگا تو حق ایسی قوم کو لائیگا جسے خدا دوست رکھتا ہو اور وہ خدا کو
دوست رکھتے ہون اور محاربہ کرینگے بسبب اُنکے مرتد ہونے کے بلکہ دلالت سیاق آیہ کی اسپر ہی کہ جو تمسے مرتد
ہو جائیگا بسبب ترک کرنے کے جہاد کو پیغمبر خدا کی ہمراہی سے اور اِس ترک جہاد کا نام جو ارتداد رکھا یہ بسبیل
مجاز ہی تو عنقریب خدا ایسی قوم کو لائیگا جسے وہ دوست رکھے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہون اور جہاد کرتے ہون
راہ خدا مین تمھارے عوض مین اور ایسا ہی حال تھا کہ جو پیغمبر کو چھوڑ کے جہاد مین چلا جاتا تھا اور لڑائیون مین
آنحضرت کے ساتھ جانے سے باز رہکر گھر مین بیٹھتا تھا تو حق تعالیٰ اپنے نبی کو بے نیاز فرماتا تھا دوسرے طائفہ
مسلمانون کے کہ وہ آنحضرت کے سامنے ہکر جہاد کرتے تھے اور لیکن قول سید مرتضی کا جو اُنھون نے کہا ہی کہ
یہ آیہ ناکثین و قاسطین اور مارقین کے بارے مین نازل ہوا ہی جنسے امیر المومنین ؑ نے محاربہ فرمایا تھا پس
بعید ہی کیونکہ ہمارے نزدیک لفظ مرتد کا اطلاق اُنپر نہین ہو سکتا اور نہ بنا بر سید مرتضی اور اُنکے اصحابون کے اُنھین
مرتد کہہ سکتے ہین لیکن لفظ کا اطلاق پس اُسکا نہ کیے جانا اُنپر یہ تو اتفاقی ہی اگرچہ وہ اُنھین کفار کہتے ہین مگر نہین کہتے
اور مگر معنی مرتد کا اُنپر نہ صادق آتا پس اِس وجہ سے ہی کہ اُنکے مذہب مین یہ ہی کہ جو مرتد ہو جاے حالانکہ پہلے ولادت
اُسکی فطرت اسلام پر ہوئی ہو تو اُسکی زوجہ اُسکے عقد سے نکل جاتی ہی اور مال اُسکا اُسکے وارثون مین تقسیم ہو جاتا

اور اسکی زوجہ پر عدہ وہ واجب ہوتا جو اُس عورت کے واسطے ہی جسکا شوہر مر جاے اور یہ معلوم ہی کہ اکثر محاربین
امیر المومنین کی فطرت اسلام پر پیدا ہوے تھے لیکن انکے لیے یہ احکام جاری نہین ہوے اور لیکن قول سید
مرتضی کا کہ صفات بتحقیق ہمارے صاحب مین ہین تمہارے صاحب مین نہین ہین پس مجھے اپنی زندگی کی قسم
کہ بتحقیق کہ حظ و نصیب اُن صفات سے امیر المومنین کا حظ اوفی ہی یعنی بڑا حصہ ہی لیکن آیہ مخصوص ایسے امیر کے
ساتھ نہین ہی جسمین صفات مذکورہ پائی جائین خدا نے انکا اطلاق نہین فرمایا مگر مجاہدین پر اور وہ وہی قوم
اور اشخاص ہین جو خود مباشر حرب و پیکار کے ہون پس ہمنے مانا کہ ابا بکر و عمر مین یہ صفات نہ تھین تو
کیون جایز نہین ہوتا کہ مدح انکی ہو جنھون نے مسلمانون سے انکے آگے جہاد کیا اور مباشر حرب و پیکار کے
ہوے اور وہ بہادران مہاجرین و انصار ہین جنہون نے جنگ سر کی اور دعوت اسلام کو منتشر کیا اور اقلیمون کے
مالک ہوے انتہی ترجمہ کلامہ اور یقینی انکے دیکھنے سے صاحب عقل کو واضح ہوتا ہی کہ خود ابن ابی الحدید کے
اقرار کے موافق اِس آیہ سے استدلال کرنا خلافت خلفاے ثلثہ پر اُن وجہون سے جو اُسنے کہین ہین محل اعتبار سے
ساقط ہوا اور جب احتمال آیا تو استدلال باطل ہوے اور حقیقت مین اب کچھ شیعون کو ضرور نہین کہ ایسی
شہادت خانگی کے بعد متوجہ جواب دہی کے ہون کیونکہ کفی اللہ المومنین القتال کا مصداق ہو چکا اور رد و
قدح کی ضرورت شیعون کو نہین ہی مگر دو امر کے واسطے ایک جسقدر ابن ابی الحدید نے مخالفت کی ہی اسکا
جواب دینا چاہیے دوسرے جب قول شاہ صاحب کا نقل کرنے کے بعد جواب نہ دین تو یہ گمان ہو کہ
شاہ صاحب کا استدلال لاجواب تھا اسلیے ضرور ہی کہ انکا بھی جواب لکھا جاے اور پہلے اُس سے
ابن ابی الحدید کا بھی جواب ہونا چاہیے جو کچھ اُسنے مخالف قول شیعہ جناب سید مرتضی کے قول پر اعتراض
کیا ہو پس کہتے ہین ہم بتوفیق اللہ سبحانہ کہ جو ابن ابی الحدید نے کہا ہی کہ قول سید مرتضی کا بعید ہو الخ پس اسکی
وجہ ظاہر ہی کہ سوا تعصب مذہب کے اور کچھ نہین ہی کیونکہ ہم پہلے روایات مفسرین اہلسنت کو لکھ آے ہین
اور خود جناب سید نے اول کلام مین اسکا اشعار فرمایا ہی کہ یہ احتمال موافق روایات اہل تفسیر کے ہی پھر اِس
معترض نے جو اِس احتمال کو بعید کہا تو یا جہل اپنی روایات مذہب سے ہو لیکن یہ بہ نسبت ابن ابی الحدید کے
بعید ہی ہان تجاہل کا احتمال البتہ قوی ہی اور جو اُس نے اپنے دعوے کے بیان مین کہا ہی کہ لیکن لفظ پس بالاتفاق
الخ پس یہ ممنوع ہی کیونکہ اکثر اصحاب کا کلام اسپر مشتمل ہی کہ مرتد کے لفظ کا اطلاق انپر ہوتا تھا اور خود جناب سید
مرتضی کا قول جو انھون نے فرمایا ہی بقولہ لا مرتدون عندنا کہ اسمین ضمیر متکلم مع الغیر ہی اسی کی طرف مشعر ہی اور
شیخ مفید علیہ الرحمہ کی بھی بعض عبارات مین لفظ مرتد کا اطلاق انپر ہی کما حکاہ جناب سلطان العلماء طاب ثراہ
فی البوارق اور علاوہ اِس تصریح کے جناب امیر المومنین کے محاربین پر لفظ مرتدین کے اطلاق کو کیون مستبعد کہتے ہین

باوجود اسکے کہ مانعین زکوٰۃ پر بھی لفظ کے اطلاق کو بلحاظ ظاہر قول صحابہ کے مجوز جانتے ہین حالانکہ وہ بھی بسبب
انہین کی گواہی کے منکر زکوٰۃ نہ تھے پھر اسی طرح جو ہم کہتے ہین اسے بھی تجویز کرین اور جو کہا ہے ابن ابی الحدید نے
کہ لیکن معنی راہ سے الخ اسکا جواب یہ ہے کہ اہل بصیرت کو جاننا چاہیے کہ جناب سید مرتضیٰ اور علماے شیعہ کے
قدما قائل اسکے ہوے ہین کہ مخالفین کافر و نجس ہین خواہ وہ محاربین سے ہون یا نہون اور اکثر اصحاب فرقہ
شیعہ سے قائل اسکے ہین کہ اہل سنت دنیا مین بظاہر محکوم باسلام ہونگے اور آخرت مین انکے واسطے ثمرہ کفر کا
ترتب ضروری ہے اور وہ کفار مین محسوب ہونگے اور کلام اصحاب کا ظاہر اطلاق محاربین کی تکفیر ہے مطلقاً
پھر جبکہ جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ وغیرہ کے نزدیک دنیا کی نجاست بھی اور سب شرک کے احکام مخالفین
کے لیے ثابت ہوئی تو یہ کیونکر جانا کہ محاربین کے واسطے مرتد کا حکم ثابت نہوگا اور بتقدیر تسلیم پس جناب سید
مرتضیٰ نے اپنے کلام مین جو مذکور ہوا یہ صاف تصریح فرمائی ہے کہ احکام کفار کے مختلف ہین پھر یہ کہان سے معلوم ہوا
کہ مرتدین محاربین کے واسطے احکام علیحدہ سائر مرتدین کے احکام سے جو مختص انکے ساتھ ہین ثابت نہونگے اس سے
بھی علاوہ ابن ابی الحدید معترض کا یہ قول کہ انکے لیے ان احکام کے ساتھ حکم نہین ہوا یہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ
اگر اس سے یہ مراد ہے کہ حضرت امیر المومنین نے مرتدین کے احکام انپر جاری نہین فرمائے تو اسکے تسلیم کرنے کے
بعد جناب امیر کا اسپر متمکن ہونا ممنوع ہے کیونکہ اکثر اہل لشکر سے آنحضرت کے اہل صفین وغیرہ کو برادران مسلمین کے ساتھ
تعبیر کرتے تھے پس یقینی اس صورت مین آنحضرت کو احکام مرتدین کا جاری فرمانا انپر غیر ممکن تھا اگر اور کوئی اس سے
انکار کرے تو اسکے لیے وہ واقعہ سکات کے یاد دلانا کافی ہے کہ جب جناب امیر نے نماز تراویح کو زمان خلافت مین
اپنے منع فرمایا تو سب لوگ واعمراہ واعمراہ کہکر اسقدر چلاے کہ آخر کو بخوف حدوث فتنہ اسلام مین آنحضرت نے
سکوت فرمایا حالانکہ یقینی بدعت سمجھکر منع فرمایا تھا اسی طرح اسمین بھی جاننا چاہیے کہ انہین موانع سے اجراے
احکام مرتدین محاربین پر نہ فرمایا ہو اور اگر یہ مراد ہے کہ کسی نے علماے فریقین سے ارتداد کا حکم نہین کیا تو یہ البتہ
حیز منع مین ہے اور جو اسکا ادعا کرے بیان اسکا اسکے ذمہ ہے خصوصاً بنظر اسکے کہ روایات حضرات اہلسنت مین یہ
اشعار موجود ہے کہ جناب رسول خدا کے بعد وفات ایک جماعت صحابیون سے مرتد ہو گئی تھی جیسا کہ اصحابی
اصحابی کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے اور شاہ صاحب کے جواب مین اسے نقل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اور
اس کلام و مرام پر موید ہے جو جناب امیر نے بعض خطبون مین اپنے فرمایا ہے حتی اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الاعقاب
و غالتہم السبل واتکلوا علی الولائج الخ خود ابن ابی الحدید نے اسکی شرح مین اعتراف کیا ہے کہ مراد اس سے محاربین آنحضرت کے ہین جو جنگ صفین
مین تھے مثل عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ و مروان بن الحکم اور ولید بن عقبہ و حبیب بن مسلمہ و بسر بن ارطاۃ اور عبد اللہ بن زبیر
وغیرہ کے اور ان اسما کو نقل کرکے کہا ہے ولا یمتنع ان یرید برجوعہم الی الاعقاب ارتدادہم عن الاسلام بالکلیۃ فان کثیراً من

اعاذ ابیطعنون فی ایام بعض من ذکرناہ واحد ونهم من المنافقین فذکر حدیث رسول اللہ فیهم ویجعهم اطمانیان انفسهم من الطعن
فاللہم قوم منهم رجب مکانوا الیهم ویدہم فی ذلک خصوصا فیما یتعلق بامیر المومنین الذی ہو فیهم آن الموطن المنافقین علی عهد رسول اللہ کاحب
علی بن ابی طالب ہو خبر محقق مذکور فی الصحاح انتهی پس جب بنابر اپنے اس اقرار کے انکے ارتداد کی تجویز خود کرتے ہیں حالانکہ
انکے لیے احکام مرتدین کے جاری نہیں کرتے تو پھر یہاں قول شیعہ میں اسے کیون آپ تکلف کرتے ہیں اور مستبعد
کہتے ہین باوجود اسکے کہ مرتد مرتد برابر ہین خواہ ملی ہو یا فطری اور بھی احکام مرتدین کا مختلف ہوا دنیا مین مثل
اختلاف احکام جملہ کفار کے محتمل ہی اور جناب سید کے کلام مین بھی اشارہ اسکی طرف ہو چکا ہی حاصل کلام یہی
کہ مدار صحت اطلاق کا ان الفاظ کے اعتبار پر ہی اور اس مین شک نہین ہی کہ بنابر بعض احادیث کے اطلاق لفظ ارتداد کا
اور بنابر اکثر روایات کے رجعت قہقری اور نکص علی الاعقاب کا اطلاق بحق ان اشخاص کے جو محارب جناب
امیر المومنین کے تھے ثابت ہی اور یقینی ہی کہ جب قاتل و مقتول دونون اس قوم کے جہنمی ہے تو آخرت مین
مرتدین کے احکام انپر جاری ہونگے پھر اگر بسبیل تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لین کہ دنیا مین مرتدین کے احکام انپر جاری
نہین ہوے تو آخرت کے اعتبار سے تو بالضرور اس لفظ کا اطلاق انپر جایز اور مجوز ہو گا پھر جب علت جواز
و تجویز کی انمین پائی گئی تو پھر اس سے کیا ہوتا ہی کہ اطلاق ہوا یا نہین ہوا اگر اہل خلاف انہین مرتد نہ کہین تو
نہ کہین وہ بہت امور حقہ و حقیقہ کا اعتراف نہین کرتے مگر جب جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ واللہ ما قوتل اہل ہذہ
الآیۃ یعنی الیوم تو اہل حق کے کہنے کو اب منع نہین کر سکتا فقط اسقدر جواب مجمل ابن ابی الحدید کے لیے بیان کافی ہی
زیادہ تفصیل آیندہ انشاء اللہ شاہ صاحب کے جواب مین اسکی بھی لکھی جائیگی اور اب ہم عنان شبدیز قلم کو
میدان جواب شاہ صاحب کی طرف پھیر کر کہتے ہین کہ اور جو انہون نے فرمایا کہ مع ان اشخاص کی جنہون نے
قتال مرتدین کے ساتھ کیا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ابھی آپ کے رئیس جماعت ابن ابی الحدید کی گواہی سے
ثابت ہو چکا کہ یہ دعوی آپ کا صادق نہین کیونکہ دلالت کرنا آیہ کا مدح مقاتلین پر ممنوع ہی اور یہ بھی محتمل ہی
کہ اسکے نزول سے فقط مومنین کا تسلیہ و تسکین مراد ہو تا کہ یہ توہم برطرف ہو جائے کہ اگر سب مسلمان مرتد ہو جائینگے
تو دین اسلام باقی نہ رہے گا بلکہ حق تعالی مرتدین کے مقابل مین ایسے اور مومنین کو پیدا کریگا جنکے یہ اوصاف
ہونگے اگرچہ وہ مرتدین سے مقاتلہ نہ کرین جیسا کہ ہم پہلے اسمین بیان کر آئے ہین پھر اب یہ دعوی
اور تخصیص آپ کی دونون بیکار ہین پہلے آپ اپنے اکابر جماعت و اہل نحلہ کو سمجھائیے پھر شیعون کو سنائیگا
پھر شاہ صاحب نے جو بیان اوصاف آیہ مین اول مین فرمایا ہی کہ پہلے قرب و منزلت و معاملہ انکا خدا کے ساتھ
جیسے یحبہم و یحبونہ کی دلالت ہی الخ اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اوصاف تو یقینی آیہ مین مذکور ہین لیکن بنظر انصاف دیکھنا چاہیے
کہ جو غرض آپ کی ہی کہ خلفاے ثلثہ مین اسکا اثبات فرمائیے یہ تو کسی طرح ممکن نہین ہو سکتا کیونکہ وہ حضرات

تو اس سے بہت دور ہین جسکے حق مین پیغمبر خدا نے ان اوصاف کو بیان فرمایا وہ مراد اسکی ہونا چاہیے ارشاد
نبی اہل اسلام کے نزدیک لائق دلیل ہونے کے ہے نہ آپ کا بیان اور وہ ظاہر ہی روز جنگ خیبر سے جیسا کہ
جناب سید مرتضیٰ رحمہ اللہ نے جو روایت روز خیبر کی جب جناب پیغمبر خدا نے علم لشکر اپنا جناب امیر کو عنایت
فرمانے کے پیشتر فرمایا تھا نقل کی ہے اور وہ اسپر صریح دلالت کرتی ہے کیونکہ جب خلیفہ اول و ثانی آپ کے راہ فرار
جہاد سے اختیار فرما کر پھر آئے اسوقت فرمایا تھا لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرارا غیر فرار اور اس
اوصاف دونون امر ظاہر ہین ایک یہ کہ جناب امیر اس صفت سے متصف تھے جب تو انکے لیے اسے بیان فرمایا
دوسرے یہ کہ یہ دونون صاحب اس سے دور تھے اور اس وصف سے خالی تھے اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ اگر بادشاہ
کسی کو لڑائی پر امیر کر کے بھیجے اور اسکے بھاگنے سے بادشاہ خفا ہو کر کہے کہ مین کل کے دن اب ایسے شخص کو
بھیجونگا جسکے یہ اوصاف ہین تو عقلا سننے والے ضرور سمجھینگے اور یقین کرینگے کہ جو پہلے بھاگ آیا ہے وہ اس
شخص کا شریک ان اوصاف مین نہین ہے کیونکہ یہ اوصاف لازمہ حقیقت انسانیہ نہین ہین کہ سب اسمین مشترک ہون
بلکہ معرفات و مشخصات شخصیہ ہین پھر بالضرور تشخیص و تعریف دون اشخاص کے لیے مفید ہونگی اور جب یہ ثابت ہے
تو وصف اول کیونکر انکے خلفا کے لیے ثابت ہو سکتا ہے امام فخر رازی نے اس جگہ حمیت مذہب کی داد بہت ہی دی
لیکن جب انھون نے دیکھا کہ شیعہ روایت روز خیبر کو جو اسکے جواب مین نقل کرتے ہین اس سے سب استدلال
اثبات وصف یحبھم و یحبونہ کے جو بحق ابی بکر کرتے تھے ٹوٹ جاتی ہے تو اپنی حمیت مذہب سے لاچار ہو کر اس حدیث
کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ شیعہ جو اس سے دلیل اپنے مقصود پر لاتے ہین تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ
یہ خبر اخبار احاد سے ہے اور شیعون کے یہان جب تمسک اخبار احاد سے عمل مین نہ جایز ہوا تو علم و اعتقاد کے بارے
مین اس سے تمسک کرنا کیونکر جایز ہو سکتا ہے الخ اور اسکے جواب مین یہ کہنا جایز ہے کہ اول جو انھون نے کہا ہے کہ
شیعہ اخبار احاد سے عمل مین متمسک نہین ہوتے یہ خود اپنی کلیت پر صحیح نہین ہے کیونکہ یہ شیعون سے بعض علما کا
مختار ہے اور شاذ قول ہے جیسا کہ اہلسنت مین بھی یہ مذہب و قول شاذ ہے اور اسکی تصریح اصول فقہ مین موجود ہے اور اگر اسے
ہم تسلیم بھی کرین جب بھی شیعہ اسکے ذکر کرتے ہین کہ تا الزام دین اس سے جمہور اہلسنت کو جو خبر واحد کی حجت
ہونے کے قائل ہین راقم رسالہ کہتا ہے کہ پہلے امام رازی کو اس سے کیا کام ہے کہ خبر احاد ہے یا متواتر اور شیعہ کیسے
خبر احاد پر عمل کرتے ہین اور اسے علم مین معتمد جانتے ہین اور کیسے نہین کرتے اھل البیت ادری بما فی البیت پہلے اپنے
گھر مین دیکھین کہ خبر احاد کو حجت جانتے ہین یا نہین اوپر ہم کہہ آئے ہین کہ شیعہ بذریعہ اپنے اخبار اہلبیت علیہم السلام سے
علم و اعتقاد رکھتے ہین اور اخبار عامہ کو یا تقویت کو اپنی روایات کے یا الزام خصم کے لیے ذکر کرتے ہین اسی طرح
یہان بھی وہ جو اعتقاد رکھتے ہین وہ رکھتے ہین مگر اہلسنت کو جو مدعی اسکے ہوے تھے کہ آیہ بشان خلفا نازل ہوا ہے اور

اثبات خلافت کا انکی اس سے کرتے تھے اور اوصاف آیہ کو زبردستی خلفا مین اپنی ثابت کرنا چاہتے تھے اسلیے
انھین یاد دلایا کہ اس روایت کی راہ سے تمھاری تاویل صحیح نہین ہی کہ متصف اس وصف سے جناب امیر زمان
رسالتمآب مین اور وہ روایت تمھارے یہان کی ہی پھر اگر حضرات اہلسنت بھی اخبار احاد ہونے سے اسکی تضعیف
کرین تو انھین زیبا نہین ہی کیونکہ اگر اسی کی پابندی ہی تو ماقولکم ناہ صدقہ کی بھی تو روایت احاد تھی جس سے حدیث کی
تکذیب کی گئی اگر اس عذر کو معتبر تصور فرماوین تو پہلے اسکی تضعیف و تکذیب فرماوین اور اگر قصہ غصب فدک مین خبر
احاد معتبر ہی تو ہمین بھی معتبر جانین اور جو شیعہ کہتے ہین اُسے مانین کیونکہ ایک بام دو ہوا نہین رکھتا علاوہ اسکے خود
امام حضرات اہلسنت نے اثبات صحت خلافت جناب ابی بکر کے لیے اسی آیہ سے استدلال کی ذیل مین روایت
ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ کو ذکر کیا ہی اور اُس سے تائید و تقویت اپنے استدلال کی فرمائی وہ لائق انصاف
وغور ہی کیونکہ یہ بات ہم اس کتاب کے مقدمہ مین ثابت کر آئے ہین کہ بہت کچھ اخبار خلفائے جور کے زمانے مین
فضائل صحابہ کے بمقابل فضائل اہلبیت علیہم السلام کے بنائے گئے کہ انکی وضع کی گواہی انھین کے علماے بھی
جو ثقات سے ہین وہ باوجود تعصب مذہب دیے جاتے ہین اور ازانجملہ انھین اخبار موضوعہ کے یہ خبر بھی ہی جیساکہ فاضل
محدث فیروزآبادی شافعی نے چند اخبار کے ساتھ اپنی کتاب سفر السعادت کے خاتمہ مین لکھا ہی اشہر المشہورات
من الموضوعات ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ پھر بڑے تعجب کی بات ہی کہ اشہر موضوعات کو تو اپنی تائید مذہب
کے لیے لائق استدلال و قابل احتجاج جانکر اُس سے استدلال کرتے ہین اور اُس سے موید اپنے قول کا جسکے مدعی ہین کہ
یہ آیہ بحق جناب ابی بکر نازل ہوا لاتے ہین اور چاہتے ہین کہ اُس سے شیعون کا مقابلہ کرین اور جو چیز کہ متفق علیہ اور
مستفیض ہی یہان تک کہ مصنف کتاب غایۃ المرام اور حجۃ الخصام نے اس روایت کے مضمون کو اپنی
کتاب مین مقصد اول کے باب تاسع مین موافق اہلسنت کے سی و پنج طریق سے اور باب عاشر مین اسکے موافق
طرق امامیہ کے تین طریق سے نقل کیا ہی من شاء ذلک فلیرجع الیہ پھر محل تعجب ہی کہ اسکی تضعیف کے لیے کہتے ہین کہ
خبر احاد ہی آیت کا مقابلہ نہین کر سکتے سبحان اللہ کیا جرے کی خبر ہی یا ضعف جنگ کا ارشاد ہی یہ ضرور رہی کہ
غزوہ خیبر مین جب علمداران سابق بھاگ کر آچکے اور دونون طرف فوجین جمع تھین مجمع عام تھا اور لڑائی بگڑ چکی تھی
اہل اسلام شکستہ خاطر و مضطر ہو چکے تھے اُسوقت سب کی تسلی و تسکین کے لیے بامر الٰہی یہ فرمایا تھا کہ لاعطین
الرایۃ غدا الخ اور خاص مقصود اس سے یہ تھا کہ سب اہل اسلام مطلع و مطمئن ہون گھبرا کر بھاگ نہ جائین اور چونکہ اس سے
بکمال اظہار و اعلان فرمایا تھا اسی لیے جو دیندار تھے وہ اشتیاق زیارت مین دوست خدا کے اور دنیادار اس تمنا
مین کہ اگر علم لشکر کل ہمکو ملجائے تو بڑا منصب عظیم ہاتھ آئے دونون شب بھر بیدار رہے اور دونون صبح ہوتے خدمت
مین رسول خدا کی حاضر ہوے کہ تمنا اپنی اپنی پوری کرین جب علم لشکر جناب امیر کو عطا فرمایا تھا دیندار مسرور اور

دونیا اور مجبوراً غائب ہوئے پھر یہ قول و فعل جناب رسول خدا کا لشکر میں کسی نے نہیں دیکھا اور سنا تھا پھر وہ
مرتبہ درایت میں ہوا سے روایت احاد کہکر ضعیف کردینے کا ارادہ کرنا کیسا اور اسے کون قبول کرسکتا ہو اور اسکی درایت کا
مرتبہ ثابت کرکے بعد اسکے اب ہم پھر کہتے ہیں کہ ان حضرات پیغمبر و ائمہ خیبر اگرچہ اخبار احاد سے ہیں لیکن احاد مستفیض ہیں
بلکہ متواتر المعنی کے قریب ہیں کیونکہ یہی کے قریب ہی جس مضمون کو صاحب جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے نقل کیا ہو
لفظ اسکا یہ ہو ان رسول اللہ بعث الی الیمن جیشین وامر علی احدھما علیا وعلی الآخر خالد وقال اذا کان القتال فعلی قال فافتتح علی حصنا فاخذ منه
جاریة فکتب معی خالد الی رسول اللہ یشی به فقال ما تری فی رجل یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله فقلت اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب
رسوله اور حاصل ترجمہ لفظی اسکا یہ ہو کہ تحقیق کہ پیغمبر خدا نے دو لشکر یمن کی طرف بھجوائے اور ایک لشکر پر جناب
امیر المومنین کو امیر لشکر فرمایا اور دوسرے لشکر پر خالد کو امیر کیا اور فرمایا کہ جب لڑائی ہو جاے تو دونوں لشکروں کو
چاہیے کہ اپنا امیر جناب علی ابن ابیطالب کو جانیں راوی کہتا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام نے قلعہ کو فتح کیا اور بعد فتح کے
مال غنیمت سے ایک لونڈی خود لے لی اسکی اطلاع خالد نے لکھکر پیغمبر خدا کی خدمت میں بذریعہ نامہ بر کے کی جب
نامہ بر آیا اور وہ کتابت پیغمبر خدا کی خدمت میں گذرانی اور حضرت نے اسے پڑھا تو رنگ چہرہ مبارک کا متغیر
متغیر ہوگیا اور قاصد سے فرمایا کہ تو کیا سمجھتا ہو جو اسکی بہ نسبت شکایت لایا ہو جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو اور
خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ قاصد کہتا ہو کہ اسوقت میں نے عرض کیا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے
اسکے غضب سے اور اسکے رسول کے غضب سے میرا قصور نہیں ہو میں فقط نامہ بر ہوں فقط اور یہی کے مثل ہو جو اخطب
خوارزم نے اور طبری نے کتاب ریاض النضرہ میں جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہو جسکا حاصل یہ ہو کہ
ام المومنین نے فرمایا کہ جب زمانہ قرب وفات کا جناب رسول خدا کا آیا تو فرمایا ادعوا لی حبیبی یعنی میرے حبیب کو
بلاؤ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ابوبکر کو بلایا حضرت نے انھیں دیکھکر سر جھکا لیا اور پھر فرمایا کہ ادعوا لی حبیبی بعد اسکے میں نے
عمر کو بلایا انکی طرف بھی نظر فرماکر سر تکیہ پر رکھ دیا جب میں نے حاضرین سے کہا کہ وائے ہو تم پر علی ابن ابیطالب کو
انکے لیے بلاؤ پس خدا کی قسم وہ حبیب انھیں سے اور دوسرے کو ارادہ نہیں کرتے یعنی جب لفظ حبیب کہتے ہیں تو
انھیں کو مراد لیتے ہیں صدیقہ مزبورہ فرماتی ہیں کہ جب پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو دیکھا تو جو کپڑا کہ آنحضرت پر
اڑھایا تھا اسے ہٹا کر علی ابن ابیطالب کو اسمین داخل فرمایا اور آنحضرت کو اپنے گلے سے لپٹائے رہے یہاں تک کہ انتقال
فرمایا پھر جب ام المومنین کی بھی گواہی سے کہ جو صدیقہ کی گواہی ہو یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر و عمر رسول خدا کے حبیب نہ تھے
اور جناب علی ابن ابیطالب تھے تو اب یہ مضمون اور یہ خبر اور صحیح ترمذی کی خبر دونوں روایت روز خیبر کے ساتھ
موافقت تام حاصل رکھتی ہیں اور جب لفظ و معنی دونوں احادیث متعددہ میں انھیں کی موجود ہیں تو قوت تضافر کی
اس سے حاصل ہو اور جب ان روایات کو امامیہ کی روایات سے ملایا جاے تو متواتر المعنی ہونے میں اسکے تامل نہیں

پھر یہ عذر تمام حضرات اہلسنت کا سوا تعصب مذہب اور تجاہل دوسرے پر محمول نہین ہوسکتا اور پایہ اعتبار سے
ساقط ہی اور جب یہ ہم ثابت کر چکے تو پھر وہ دونون صاحب کسطرح مصداق یحبہ اللہ و رسولہ کا ہو سکتے ہین
علاوہ اسکے حق تعالی فرماتا ہی قل ان کنتم تحبون اللہ و رسولہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور اب اہل انصاف کو یہین غور فرمانا چاہیے
کہ آیا اتباع رسول ہی کا نام تھا کس شدومد سے آنحضرت نے خلفاے ثلاثہ کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کو فرمایا
تھا یہان تک کہ فرمایا لعن اللہ من تخلف جیش اسامہ لیکن ہرگز نہ گئے اور اسی طرح دوات و قرطاس کی طلب کے وقت
جیسا اتباع رسول کیا وہ خود مخالفین کی کتابون سے ظاہر ہی اور جہاد کفار سے پھر آنا بھی ان صاحبون کا مشہور ہی پھر
از جہاد دوستان خدا اور رسول کیونکر ہوسکتے ہین اور اگر ان سب پر خاک ڈالین تو یقینی وہ حضرات جہاد سے فرار
فرما چکے ہین اور فرار عن الزحف کبیرہ خود ہی اور صاحب اسکا یقینی ظالم و مسرف ہی اور قرآن مین واللہ لا یحب
الظالمین موجود ہی پھر جب خدا ظالم کو دوست ہی نہین رکھتا اور ظلم یقینی ثابت ہی تو ادعاے محبوبیت الہی بیکار ہی
قاضی بیضاوی نے تفسیر یحبونہم یحبہ اللہ مین صاف لکھا ہی کہ محبت الہی عبارت ہی طاعت اور تحصیل رضاے الہی سے
پھر صاحب کبائر جو ہو اسکی نسبت یہ عقیدہ کسطرح ہوسکتا ہی کہ وہ محبوب و محب خدا ہی اور جو امور آنحضرات سے
خصوصًا قرب وفات جناب رسالتمآب سے لیکر بعد آنحضرت کے ان صاحبون کی آخر عمر تک ہوئے کتب سیر و تواریخ
کی بھری ہوئی ہین اور مجملی اشارے سے ہم انمین بعض کی طرف تفسیر آیہ مودت قربی مین کر آئے ہین وہان فلان
دیدانند پھر ان سب کے دیکھنے کے بعد غور کرنے سے کوئی منصف یہ پسند نہین کرسکتا کہ ایسے صاحبون کو ان
اوصاف سے متصف جاننا چاہیے اور محبوب خدا و رسول سمجھنا چاہیے اور اگر محبوب خدا ایسے ہی ہین اور
اولیاء ہند سلام کے ایسے کام کرتے ہین جو آنحضرات سے ہوئے تو پناہ بخدا انکے جو اس وصف سے خالی ہین
بقول شاعر کار شیطان کند نامش ولی گر ولی اینست لعنت بر ولی بالجملہ جب محبوب الہی ہونا ثابت نہوا
تو ظالم ہونا انکا اپنے حال پر باقی رہا قدبدا اور شاہ صاحب نے جو فرمایا ہی کہ دوسرے معاملہ انکا مومنین کے ساتھ
الخ جواب اسکا یہ ہی کہ اگر حضرات مصنفین ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمائین کہ پہلا فعل جو جناب ابوبکر سے بعد جناب
رسالتمآب ظہور مین آیا وہ غصب خلافت امیر المومنین تھی جسکے لیے نص پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اور انکار اس
نص سے جیسا ہی وہ ظاہر دوسرا فعل بعد خلافت ثابت ہونے کے جو ان جناب سے وقوع مین آیا وہ غصب
فدک تھا پھر مین تمہین خدا کی قسم دیتا ہون کہ آیا جناب سیدہ اور علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام
مومنین سے نہ تھے جنکا یہ حق چھینا گیا تیسرا فعل بیعت کا لینا جناب علی ابن ابیطالب سے تھا اور جسطرح اور
جس چیز سے وہ بیعت لیگئی وہ مشہور ہی تو تھا فعل اہلبیت کے گھر کا جلانا اور جناب سیدہ کو رنج و ایذا پہونچانا
اسطرح کہ انکا بیان خود اہلسنت کی احادیث مین اور خاص صحیح بخاری کی روایت مین ہی کہ فغضبت فاطمہ

بلکہ جی مانت یعنی جناب سیدہ غضبناک ہوئین اور ایسی رنجیدہ ہوئین کہ پھر بات نہ کی یہان تک کہ انتقال فرمایا اور واضح ہو کہ یہ انکی ایذا رسانی ہی جسکے لیے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا اور تمہارے یہان بھی یہ حدیث موجود ہی کہ من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فقد کفر اور یہ ایذا رسانی ایسی ہی کہ سب حضرات اہلسنت اسکے تسلیم کرنے کے سوا کچھ نہین کہہ سکتے سوا اسکے کہ یہ ادعا کرتے ہین کہ بعد اسکے خلیفہ اول نے عذر کیا تھا اور جناب سیدہ کو رضامند کر لیا تھا اور توبہ کی تھی اور حقیقت مین سب بنائی باتین ہین کیونکہ اصل بیزاری کے اسباب غصب خلافت تھے اُسے نہ پھیرا غصب فدک تھا اُسے نہ دیا پھر عذر کس طرح لائق قبول ہو سکتا ہی بالجملہ اِس کہنے سے بھی تسلیم فعل ایذا رسانی کی ثابت ہوتی ہی اور وہ اتفاقی ہی پھر اسکے بعد وہی باتین یا حضرات اہلسنت اہلبیت کو مومنین نہ کہین یا اذلة علی المومنین کے وصف کو خلفا کے حق مین نہ کہین اور انھین اسکا مصداق نہ جانین کیونکہ جب اہلبیت کے ساتھ یہ شدتین انحضرات کی یقینی ثابت ہین تو اب اِس وصف کا مصداق انھین کہنا جائز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے جناب خلیفہ ثانی تو بسبب درشتی مزاج کے ملقب بہ فظ غلیظ اصحابہ مین تھے جیسا کہ مشہور ہی جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین جناب امیر علیہ السلام نے بھی انکی طرف اشعار فرمایا ہی اور جب خلیفہ اول نے نص و تعیین عمر کی خلافت کے لیے فرمائی تو طلحہ نے کہا تھا کہ کیا جواب دیگا خدا کو جب وہ پوچھیگا کہ کس لیے میرے بندون پر فظ غلیظ کو والی و حاکم گردانا تو نے اور یہ مضمون انکی روایت کا ہی جسے عبد الحمید بن ابی الحدید مدائنی نے اواخر مجلد ثانی مین شرح نہج البلاغہ کی نقل کیا ہی اور اسی روایت مین نقیب ابو جعفر یحییٰ بن محمد بصری نے تصریح کی ہی کہ عمر کی عادت تھی کہ ایذا رسانی مین دیر نہ کرتا تھا اور سب و شتم اسکا ہر شخص کی نسبت بہت تھا اور صحابہ سے کمتر کوئی تھا جو انکی دست و زبان سے سالم رہا ہو پھر جسکا صحابہ مومنین کی نسبت یہ حال ہو وہ مصداق اذلة علی المومنین کا کیونکر ہو سکتا ہی فلعمری ایا اولی الابصار ھان اذلتھم علی الکافرین البتہ انکے واسطے کہہ سکتے ہین کہ مقابلہ کفار سے ہٹ جاتے تھے اور انکی اذیت رسانی پر صبر کر جاتے تھے اور انسے عوض و انتقام نہ کرتے تھے پس واضح ہو کہ خلفائے ثلثہ مصداق اِس وصف اذلة علی المومنین کا کسی طرح نہین ہو سکتے اور یہ وصف سوا جناب امیر المومنین کے جنکے اخلاق حمیدہ اور شفقت و عطوفت مومنین کے ساتھ قاف سے تا بقاف مشہور اور کتب اخبار و سیر مین مذکور ہین دوسرے مین ظاہر نہین اور جو شاہ صاحب نے اِس استدلال مین ابحے فرمایا ہی کہ تیسرے معاملہ انکا کفار کے ساتھ الخ جواب اسکا یہ ہی کہ اگر کفار کے ساتھ غلظ و شدت و عزت انحضرات کی حقیقی ہوتی تو پھر جہاد مین پیغمبر خدا کے ساتھ سے دوری نہ اختیار فرماتے آخر اصحاب کبار ہی نے جہاد مین کفار کو پشت دی تھی یا اور کسی نے اور اگر وہی حضرات ایسے ہوتے تو روز خیبر لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ پر جناب رسول خدا اکتفا فرماتے کرار غیر فرار کے ارشاد کی کیا ضرورت ہوتی یہ قید تو بسبب فرار اصحاب کبار کے

بڑھائی گئی اور شاہد ایسکے تو بہت ہین لیکن ابن ابی الحدید کے قصیدے کے بعض اشعار جو اوپر ہم نقل کر آئے ہین
وہ اعتراف اہل نحلہ کافی ہی اور عتبہ بن ربیعہ کا بھی قصہ تو بہت عجیب ہی بعض مقام پر جلد نبوت کے حاشیہ پر مین اسے
نقل کرچکا ہون پھر یہ دعوی بھی بے اصل ہی بلکہ امر بالضد ہی اس سے جو شاہ صاحب نے یجاہدون فی سبیل اللہ سے
ارادہ کیا ہی وہ بھی کان رکھنے کے قابل نہین کیونکہ کبھی خلفاے کبار نے کفار سے جہاد نہین فرمایا اور اگر مثل جنگ
احد و خیبر بمعیت لشکر کے کبھی تشریف بھی لیگئے تو کسی کے ساتھ مقاتلہ نہین فرمایا سوا اسکے کہ اپنی جان کا حفظ فرمکے
واپس تشریف لاے علاوہ اسکے نظام کریمہ کا شعار اس سے ہی کہ راہ خدا مین مجاہدہ کرنا اُس قوم کی شان سے ہو
کہ اکثر اوقات جہاد سے متصف رہتے ہون اور خلفاے ثلثہ کے دست شفقت پرست سے کبھی کوئی کافر زخمی بھی
نہین ہوا مارے جانے کا تو کیا ذکر ہی اور ابطال عرب کا مقابلہ تو امر عظیم تھا پھر وہ متصف بہ جہاد خود کسطرح ہوسکتے
ہین ہان اگر ایذاے اہلبیت کا نام جہاد ہو تو یہ البتہ وجہ وجیہ ہوگی کہ اسے بالکمل وجہ انجام کو پہونچایا یہان تک کہ انکا
استیصال اسی بنیاد پر ہوا جو روز سقیفہ محکم کیے گئے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہی کہ وہ شخصے سوال از دانا ؛ کہ بگو کشتہ شد
حسین کجا ؛ گفت اندر سقیفہ اش کشتند ؛ بہر دنیاے جیفہ اش کشتند ؛ بالجملہ اس بیان سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ
یہ اوصاف سوا جناب سید المجاہدین یعسوب الدین امیر المومنین سیف اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے
دوسرے کے حق مین صادق نہین ہوسکتے کیونکہ نہ کبھی آنحضرت نے جہاد کفار سے فرار فرمایا نہ اورون کے لڑنے پر
اکتفا و اقتصار کیا بلکہ ہمیشہ خود اپنے زور بازو سے مجاہدات مین سرگرم رہے یہان تک کہ انکے حق مین وارد ہوا کہ
ضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین و لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار اور واقع مین آنحضرت کے مجاہدات کا مرتبہ یہ ہی جو کہا گیا ہی کہ
لولا سیفہ ما قام للاسلام عمود و لا اخضر للایمان عود صلوات اللہ علیہ و آلہ الطاہرین اور جو فرمایا ہی شاہ صاحب نے کہ جو تھے معاملہ انکا
ساتھ منافقین کے الخ اسکا جواب یہ ہی کہ جو یہ وصف حق تعالی نے لا یخافون لومۃ لائم کا فرمایا وہ بھی بحال خلفاے
اہلسنت منطبق نہین ہوتا کیونکہ حضرات اہلسنت انھین مقاتل مرتدین فرماتے ہین اور مرتدین کے مارنے مین اور
اُنسے لڑنے مین کسی ملامت کا اندیشہ تھا اور وہ چند مخذولین اعراب بادیہ سے تھے کوئی انمین سے با شکوہ و
شوکت نہ تھا ہان ناکثین و قاسطین و مارقین کے مارنے مین اور اُنسے لڑنے مین البتہ منافقین کی ملامت کا اندیشہ تھا
کیونکہ ناکثین مین ظاہر ہی کہ طلحہ و زبیر جو بڑے نامی صحابی تھے اور جناب ام المومنین حضرت عائشہ زوجہ رسول خدا
دختر جناب خلیفہ اول اہلسنت تھین جنکی شوکت و شان مشہور و مذکور ہی اور قاسطین مین خال المومنین جناب معاویہ کہ
انکے ساتھ تیرہ فرقے قریش سے مع اہل و اولاد تھے اور ظاہر ہی کہ اکثر انکے بھی صحابی تھے اور معاویہ کی شوکت و دبدبہ
و غلبہ و استیلا تو محتاج بیان بھی نہین ہی اور کیا حرکت پر خدع انکے کی ہی کہ جب مغلوب ہونا اپنا یقین کیا تو نیزون مین
قرآن باندھ کر بلایا تا کہ قلوب اہل اسلام پھر جائین اور مارقین مین تو خوارج تھے جو علما و اہل قرآن سے شمار

لیے جاتے تھے اور وہ کس کثرت کے ساتھ تھے اور یہی جہت ہے یہ ملامت کا محل منافقین کے واسطے تھا
لیکن جناب امیرالمومنین نے اور جو اصحاب و تابعین آنحضرت کے تھے کچھ خوف ملامت کا ملامت کرنے والون کا
نہ فرمایا کیونکہ وہ جناب حق پر تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے جس سے زیبا ہو کہ وہی حضرت اور تابعین انکے
مصداق اسکا ہون نہ کہ خلفاے ثلثہ کہ ان صاحبون کو کبھی ایسی لڑائی کا اتفاق ہی نہین ہوا پھر انکے حق مین کیونکر
یہ آیت اتر سکتا ہے اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ مقاتلہ مرتدین کا بالاجماع الخ اسمین یہ امر لائق غور ہے کہ اگر شاہ صاحب
کی مراد اجماع سے اہلسنت کا اجماع ہے تو وہ شیعون پر حجت نہین ہو سکتا جیسا کہ بنی اسرائیل کا اجماع سامری کی
گوسالہ پرستی پر لائق حجت نہین اور اس اجماع کا بھی حال جو ابن ابی الحدید کی تقریر ہم اوپر نقل کر آئے ہین جس سے ظاہر ہے کہ
اسمین صاف اعتراف ہے کہ ان اشخاص نے انکار وجوب زکوۃ سے نہین کیا تھا بلکہ تاویل کی خطا تھی اور اگر شیعون سنی
دونون فرقون کا اہل اسلام سے اجماع مراد ہو تو وہ ممنوع ہے بلکہ شیعہ عدم ارتداد بعض فرق کا جنسے خلیفہ اول کا حکم
قتال دینا اہلسنت کہتے ہین ثابت کرتے ہین اور وہ اثبات بھی کتب اہلسنت سے کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بعض
ان سے پیغمبر خدا کے زمانے سے کافر تھے مثل مسیلمہ کذاب و طلحہ وغیرہ کے پس انپر مرتد کا اطلاق ہو ہی نہین سکتا
کیونکہ ارتداد اسکا نام ہے جو بعد اسلام و ایمان ہو اور جب پہلے سے ہی مسلمان نہ تھے تو کیونکر یہ مرتد کہے جا سکتے ہین
اور بعضون نے جو زکوۃ دینے سے منع کیا تو نہ باعتبار اس بات کے کہ وہ منکر زکوۃ تھے بلکہ اسلیے کہ جناب خلیفہ اول کو
اخذ زکوۃ کے لائق نہ جانتے تھے جیسا کہ صاحب فتوح نے بنی خنیف و بنی کندہ کا حال نقل کیا ہے کہ رئیس بنی کندہ
اشعث بن قیس تھا جو بعد اجراے حکم ارتداد پھر خلیفہ اول کا داماد بنا تھا فاعتبروا یا اولی الابصار جناب سلطان العلما
طاب ثراہ نے کتاب بوارق مین حزم اندلسی سے جو اُسنے اپنی کتاب محلی مین کہا ہے نقل کیا ہے بلفظہ اسکا یہ ہے ان اهل
الردة قسمين قسم لم يسلموا قط لم يختلف احد في انه تقبل توبتهم واسلامهم وقسم منهم اسلموا ولم يكفروا بعد اسلامهم ولكن منعوا الزكوة من ان
يدفعوها الى ابى بكر فعلى هذا قوتلوا فلم يختلف الحنفيون والشافعيون في انهم ليس لهم حكم المرتد اصلا وهم قد خالفوا فعل ابى بكر فيهم ولا تسميته
من الحجة دليل اذ قد اشتهر الخطبة المشهورة الذي يقول فيه اطعنا رسول الله ما كان بيننا فيا لهفا ما بال دين ابى بكر ايورثها بكرا
اذا مات بعده فتلك لعمر الله قاصمة الظهر ان الذي سألوكم فمنعتم لكالتمر او احلى لديهم من التمر وان علي ونافع عنه يحمل بالرماح ابو بكر
اور اُسے فاضل اندلسی نے ابن قدامہ حنبلی سے جو اُسنے اپنی کتاب مغنی مین لکھا ہے نقل کیا ہے انہ قال ان الذین منعوا
الزكوة عن ابى بكر قالوا انما كنا نؤدي الى رسول الله لان صلوته سكن لنا فلا نؤدي الى هذا بل على انفسهم جحدوا وجوب الاداء الى ابى بكر
اور جب یہ بات ہے تو انمین مرتد کہنا محض خلیفہ اول کی رعایت سے اور انکی عداوت سے ہوگا فقط اور شیخ محمد
ابن طاہر گجراتی نے مجمع البحار مین لغت کفر کی ذیل مین لکھا ہے کہ اصحاب ردہ دو صنف تھے ایک وہ جو دین سے
برگشتہ ہوے اور انکا بیان کر کے کہا والصنف الثانی هم الذين ارتدوا عن الايمان دون الكفر انكروا فرض الزكوة وزعموا ان الخطاب من اموالهم خطاب خاص

علیه السلام وانما اشتبه على عمر قتالهم لاقرارهم بالتوحید والصلوٰة وثبت ابوبکر على قتالهم لمنعهم الزکوٰة لانهم كانوا قريبي العهد
بزمن یقع فیه التبدیل والنسخ فهم اهل البغی فسموا اهل الردة حیث كانوا فی زمانهم خرجوا علیه واما الیوم فمن انكر فرضیة الزکوٰة لعدم
الاسلام كفر بالاجماع وكونهم قاتلوا ابوبکر على منع الزکوٰة بتاویل یعنی علیه ... فالله اعلم ...
اور اس سے واضح ہو کہ خلیفہ ثانی کو بھی اشتباہ اس جماعت کے ارتداد میں تھا پھر اب اتباع کہیں اور شاہ صاحب
کیونکر یہ جائز ہو کہ باوجود اسکے کہ انکے عقیدے کے موافق یہ امر ہو کہ وحی و کتاب موافق رائے جناب خلافت مآب
عمر ابن الخطاب نازل ہوئی تھی پس انکی خطا کے قائل ہوں اور انکے طریقہ و سنت کے برخلاف مرتدین کہنا
موافق طریقہ خلیفہ اول کے اختیار فرماویں ہاں اگر کوئی وجہ اسی اثبات خطائے خلیفہ ثانی کی آپ کا شفا میں
ملاحظہ فرمائی ہو تو اس سے افادہ کرتے بدون دلیل تو قبول نہیں ہوسکتا اور جب حضرات حنفیہ اور شافعیہ کے
معتمد بھی کیونکہ ابن ابی الحدید معتزلی ہیں اور وہ بھی اس جماعت پر حکم ارتداد نہیں جاری کرتے تو بھلا شیعہ کیونکر
ارتداد کو انکے قبول کرسکتے ہیں اور جب اس جماعت کا ارتداد ہی نہیں ثابت ہوسکتا تو جو کلیہ بنایا تھا کہ آیہ
بحق مقاتلین مرتدین نازل ہوا ہو وہ بھی مفید انکا اثبات مدعا کو تا قیام قیامت نہیں ہوسکتا اور اگر یہاں پر
شاہ صاحب اتباع شیخین سے کنارہ فرما کر سنت خلیفہ اول ہی کی پابندی فرماتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ
اول بھی تاویل کے خاطی کو معفو جانتے تھے اور اس جماعت پر حکم ارتداد نہیں جاری کرتے تھے جیسا کہ تاریخ
ابن خلکان میں صاف موجود ہو کہ لما بلغ الخبر ابابکر وعمر قال عمر لابی بکر ان خالدا قد زنی فارجمه فقال ابوبکر ما کنت لاقتله لانه
تاول فاخطا یعنی جب خبر خالد کے زنا کرنے کی ابابکر و عمر کو پہونچی تو عمر نے ابابکر سے کہا کہ خالد نے زنا کیا
حد زنا کو جو سنگسار کرنا ہو خالد پر جاری کر اسوقت خلیفہ اول نے فرمایا کہ میں اسے نہ ماروں گا اسلیے کہ اسنے تاویل
کی تھی اس تاویل میں اس سے خطا واقع ہوئی اور اسی کے قریب تاریخ یافعی میں بھی مذکور ہو اور اس سے بھی تصریح
ظاہر ہو کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا مرتد کا حکم اسپر جاری نہیں تھا اور یہ کہ خلیفہ اول بھی اسے مسلمان جانتے تھے
اور صاحب تاویل کو لائق عفو سمجھتے تھے اور اگر واقع میں اس جماعت کو مرتد جانتے تو یہ عذر تاویل خالد کی طرف سے
پیش نہ فرماتے اور صاف جواب خلیفہ ثانی میں فرماتے کہ خالد نے زنا نہیں کیا مرتد کی جورو تھی اسکے ساتھ
جماع حلال ہوا اور اب اول و ثانی دونوں صاحبوں کے بیان سے اسلام اس قوم کا ثابت ہوا اور بقائے اسلام کے
ساتھ ارتداد جمع نہیں ہوسکتا اور یہ بھی حضرات منصفین کے غور کے قابل بات ہو کہ جسنے جناب خلیفہ اول کو لائق
اخذ زکوٰۃ نہ جانکر زکوٰۃ دینے سے منع کیا وہ قوم مرتد قرار دیا گیا اور جسنے زنا کیا وہ سیف اللہ سے ملقب ہوا اور
شرح صحیح بخاری میں اتباع مسیلمہ کے ذکر کے بعد یہ عبارت ہو وغیرهم استمروا على الایمان لكنهم منعوا الزکوٰة وتاولوا انها
خاصة بزمن النبی صلعم لانه تعالى قال خذ من اموالهم الآیه انتهى موضع الحاجة پس کلام عینی انکے سوا اور سب ایمان پر مستمر ہو کر

انھون نے زکوۃ دینے سے منع کیا تھا اور نہ دیتے تھے اور اُنکی تاویل یہ کرتے تھے کہ زکوۃ خاص زمان پیغمبر
کے ساتھ مخصوص اپنے وجب ہونے مین تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے خطاب خاص فرمایا تھا کہ
لے اُنکے اموال سے الآیہ اور تاریخ الفی مین ماجرا ے خالد کے بیان مین لکھا ہی کہ جناب صدیق نے فرمایا کہ
مالک کی دیت بیت المال سے دی جاے اور جو لوٹ اُنکی ہو کر آئی تھی وہ اسباب اُسے پھیر دیا گیا پھر کسطرح
مرتدین وہ ہو سکتے ہین بالجملہ یہ حال ہی اُنکا جنھین مرتدین کہتے ہین اور اُنکے قاتلین کی شان مین آیہ کا نزول
ثابت کرنا چاہتے ہین اور وہ قاتلین ایسے ہین جنکے لیے خلیفہ ثانی اُنکے سنگسار کرنے کو تجویز فرماتے ہین اور
باعتراف خود حضرات اہلسنت قتل مسلم کا اور افعال شنیعہ اُس سے صادر ہوے ہین اور بنا بر اسکے
موافق قول خدا تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا ضرور ہی کہ خالد مخلد فی النار ہو نہ یہ کہ موصوف ہو
یحبہ اللہ و رسولہ سے اور حقیقت مین ایسے شخص کو سیف خدا کہنا بہت بعید از عقل ہی اور جناب خلیفہ اول کے سوا
کون کر سکتا ہی اور مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی کہ قول خدا عتل بعد ذلک زنیم ولید کی شان مین نازل
صاحب کشاف نے تصریح کی ہی خالد کی نسبت باینکہ کان دعیا فی قریش روی عن النبی لا یدخل الجنۃ ولد زنا و لا ولدہ و لا ولد ولدہ اور
یہ بھی مفسرین اہلسنت نے لکھا ہی کہ ان شانئک ھو الابتر مین جو لفظ ابتر ہی اُس سے مراد ولید پلید ہی اور ابتر وہ ہی
جسکا عقب نہو پھر چاہیے کہ خالد ولد زنا ہو خود باعتراف حضرات اہلسنت کے اور جو عداوت خالد بن ولید کو
جناب امیر کے ساتھ تھی وہ ظاہر ہی اور یہی عداوت اُسکی آنحضرت کے ساتھ اثبات اُسکے ولد الزنا ہونے کا قبول
کرتی ہی جیسا فارسی مین شاعر نے کہا ہی ہر کہ را ہست با علی کینہ ٭ در سخن حاجت درازی نیست ٭ نیست در دین
آستین پدر ٭ دامن مادرش نمازی نیست اور تفسیر مدارک مین لکھا ہی کہ ولید اپنی مان پاس آیا اور کہا کہ پیغمبر نے
دس صفتون کے ساتھ مجھے موصوف کیا ہی ٹین سے نو صفتین مین اپنے مین پاتا ہون لیکن زنیم کو مین نہین جانتا
پس اگر حقیقت امر سے تو مجھے آگاہ کر دے تو بہتر والا مین تیرا سر کاٹ ڈالونگا اُسنے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا
مین یہ ڈری کہ اگر یہ مرجائیگا تو اُسکا مال اُسکی اولاد کے سوا اورون کو پہونچیگا پس مین نے ایک راعی کو
یعنی چرواہے کو اپنے لیے بلایا اور تو اُسکے نطفہ سے پیدا ہوا یہ حسب و نسب دشمنان علی ابن ابیطالب کا ہی
اور یہ قاتلان مرتدین ہین مرتدون سے مین اور قاتلان مرتدین ایسے ہین جنکے اوصاف آیہ کا اثبات چاہتے ہین
انصاف بدست منصفین ہی اور جب ہم یہ ثابت کر چکے کہ جنکے لیے حکم قتال خلیفہ اول نے دیا تھا وہ
مرتد ہی نہ تھے اور قاتلین مین اُنکے ایسے اشخاص ہین جو دوست خدا اور رسول کے نہین ہو سکتے تو اصل
دلیل کو ہم اُنکی توڑ چکے لیکن پھر ہم اُنکے ابطال قول کی اور وجہ کہتے ہین کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک قتال
مرتدین کا ان اوصاف مذکورہ سے متصف ہونے کا سبب اور استحقاق خلافت کا باعث ہی تو اس سے یہ لازم آیا

maablib.org

کہ سب اہل لشکر اُنکے جنھون نے قتال کیا وہ امام و خلیفہ ہون اور یہ بالاجماع ظاہر البطلان ہی بلکہ چونکہ خلیفۂ اول نے
کسی سے قتال نہین فرمایا جیسا کہ اہل اخبار و سیر کا اُسپر اتفاق ہی وہ مستحق خلافت کے نہون اور جو امام اہلسنت نے
اِسکی تاویل کی ہی کہ موصوف مطاع و رئیس ہوتا ہی نہ اتباع اِسکا فساد و جواب ہم اوپر کہہ آئے ہین اور جو اگر
مقاتلہ مرتدین ہی علت صحت و استحقاق خلافت قرار دی جاتی ہو تو چاہیے کہ حضرات اہلسنت ابو سفیان کو
جو مولفۃ القلوب سے تھے خلیفہ جانین جیسا کہ جناب سلطان العلما نے فرمایا ہی کیونکہ فاضل جلال الدین
سیوطی نے تفسیر درمنثور مین ذیل تفسیر کریمہ عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم مودۃ مین کہا ہی ان رسول اللہ صلعم استعمل
اباسفیان بن حرب علی بعض الیمن فلما قبض رسول اللہ اقبل فلقی ذا الخمار مرتدا فقاتلہ فکان اول من قاتل اہل الردۃ وجاہد فی الدین
پھر جو اول مجاہد و مقاتل مرتدین ہو وہی مستحق خلافت ہو نہ جناب خلیفۂ اول اور اگر کہین کہ مراد یہ نہین کہ جو خود
مباشر قتل کا ہو بلکہ جو امر و باعث اِس جہاد و مقاتلہ کا ہوا ہو وہ زمرۂ مجاہدین سے ہی تو یہ بھی حضرات اہلسنت کے
مفید نہوگا بلکہ شیعہ کہینگے کہ تمھارے اخبار سے صاف ظاہر ہی کہ حقیقت مین جسنے حکم اس جہاد و مقاتلہ کا کیا
وہ حضرت ہین جیسا کہ مصنف کنز العمال علی متقی نے روایت کی ہی فی باب الزکوۃ ان ابا بکر الصدیق استشار علیا
فی اہل الردۃ فقال ان اللہ جمع الصلوۃ والزکوۃ ولا اری ان تفرق فخذ فی ذلک قال ابو بکر لو منعونی عقالا لقاتلتہم علیہ کما قاتل رسول اللہ صلعم حسب
یہ بات ہی کہ یہ اصل حکم حضرت امیر کا ہی تو آیہ بھی عین حضرت کی شان مین سمجھا جائے کیونکہ اصل باعث جسے
جہاد قرار دین وہی مورد ہونگے فقط اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرت امیر کو کبھی قتال مرتدین کا
اتفاق نہین ہوا الخ جواب اِسکا یہ ہی کہ یہ قول شاہ صاحب کا بتبعیت امام حضرات اہلسنت ہی فرق اتنا ہی
کہ امام نے بہ نسبت جناب رسول خدا کے بھی اِسی کی نفی کی تھی ماموم نے بہ نسبت جناب امیر المومنین کے
جو نفس رسول ہین اِسے کہا اور پہلے کی کذب بیانی ہم پیشتر ثابت کر آئے ہین اب دوسرے صاحب
کا بھی حال کہتے ہین کہ یہ دروغ محض ہی کیونکہ اُن جناب کا مقاتلہ و جہاد فرمانا ناکثین و قاسطین و مارقین سے
ایسا ثابت و مشہور ہی کہ محتاج بیان نہین اور اُن فرقون کا مرتد ہونا بھی ثابت و ظاہر ہی اور اُسپر بہت دلیلین ہین
کہ جنکی دلالت واضح ہی منجملہ اُنکے پہلے یہ ہی کہ محبت جناب امیر کی بنص قرآن و ارشاد جناب سید الانس
والجان باجماع فریقین از جملہ واجبات ہی اور جو اِسمین تامل کرے تو جانیگا کہ اِسمین اور وجوب صلوۃ و زکوۃ
اور اور ضروریات دین مین کچھ فرق نہین ہی پھر یہ کہنا کہ مانعین زکوۃ مرتدین اور منکرین مودت منکر نہین
تحکم و ناانصافی پر مشتمل ہوگا دیکھو اور غور کرو جو ابراہیم بن محمد حموینی نے کہ اکابر علماے اہلسنت سے ہین
کتاب فرائد السمطین مین اپنی لکھا ہی روی عن علی صلوات اللہ علیہ جعل الموالاۃ اصلا من اصول الدین یعنی جناب امیر نے
فرمایا کہ موالات اصل گردانی گئی ہی اصول دین سے ثم قال الحموینی اخبرنا الخضر بن محمد العلوی حدثنا محمد بن عبد [illegible]

محمد الجمیۃ معنونی محمد بن علی بن حبیبہ الستانی حدثنا احمد بن حازم حدثنا لہمری یوسف البرذعی بن حیان بن ابو ھبیۃ الکندی عن
ابی معوانی صادق قال قال رسول اللہ صلعم اصول الاسلام الثلثۃ لا ینفع واحد منھن دون صاحبہ الصلوۃ والزکوۃ والموالات
یعنی جڑین اسلام کی تین ہین کہ کوئی ایک اُنمین سے اپنے صاحب کے مفید نہین نماز اور زکوۃ اور موالات ہم
اِس تصریح کے بعد اسکا محل کہان باقی ہی جو شاہ صاحب نے فرمایا اور جب اسکا ضروری دین ہونا موافق کتب ایسا
کے بھی ثابت ہی تو اسکا منکر بلاشبہ مرتد ہوگا بلکہ مرتبہ موالات اور اجر رسالت کا جو غور سے دیکھا جاتا ہی تو کلام
ہوتا ہی کہ صلوۃ وصوم و زکوۃ سے کہین زیادہ ہی کیونکہ وہ عبادت قلبیہ ہی اور اسکا حال ایسا ہی کہ کسی وقت اوقات
حیات سے ذہول و ترک اسکا مومن کو جائز نہین بطرح اعتقاد توحید و نبوت کا ہر وقت لازم ہی اسی طرح انکی محبت
واطاعت بھی ضروری ہی جملہ امور دین و دنیا مین اور صلوۃ کا وجوب اوقات خمسہ مین ہی اور صوم کا وجوب مخص
ماہ رمضان کے ساتھ متعلق ہی اور زکوۃ کا اخراج بقیہ مال سے سال مین ایک بار صاحب مال پر فرض ہی بخلاف
اجر رسالت کہ اسکا وجوب ہر ایام مین اور ہر وقت اور ہر فرد انسان سے جو اسلام رکھتا ہو خواہ صحیح ہو یا مریض غنی ہو
یا فقیر ہر حال مین متعلق ہی پس اسکے اشرف ہونے مین اور ضروریات دین سے کچھ شک کا مقام نہین اور محاربین
کی عداوت آنحضرت کے ساتھ بھی یقینی ہی جیسا کہ اخبار وسیر کی کتابون مین بھرا ہوا ہی کہ معاویہ آنحضرت برادر
حسنین علیہم السلام کی نسبت منبرون پر تبرا اور سب کرنے کو حکم دیتا تھا اور خود بھی کرتا تھا اور احادیث
جواز سب کی وضع کرائی تھین پھر وہ کون عاقل ہین جو اسکے اور اسکے امثال کے اسلام کو تجویز کریگا باوجود اسکے کہ
ایسے ضروری دین سے انکار انکا ثابت ہی اور ظاہر ہی کہ ارادہ حرب وقتل کے ساتھ جو صریح مخالفت ہی مودت ممکن
نہین ہو سکتی اور وہ مسلمان کسطرح ہی جو مثل شمر وابن ملجم و یزید و خولی اور اسکے امثال و اخوان کو اہل اسلام سے سمجھے
بلکہ مجتہدون مین شمار کرے اللھم العن اول ظالم ظلم حق محمد وآل محمد وآخر تابع لہ علی ذلک اور اگر در صورت تنزل یہ
تسلیم بھی کرین کہ وہ ظاہری مسلمان تھے اور جو اسلام ظاہری کے مقابل مین ارتداد اصطلاحی ہی وہ منتفی ہوگا
لیکن واقع مین انکے ارتداد اور رجوع علی الاعقاب مین کچھ شک بسبب اخبار و آثار کثیرہ نہین ہی اور فی الجملہ
لفظ مرتد کا اطلاق انپر صحیح ہونا ہمارے صحت دعوے کو کافی ہی دیکھیے اسکا بیان یہ ہی کہ بالاتفاق جناب رسالتمآب سے
منقول ہی کہ آنحضرت نے فرمایا ہی من مات ولم تعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اور کتب حضرات اہلسنت سے
جامع الاصول مین بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ سباب المومن فسوق
وقتالہ کفر پھر محل غور ہی کہ جناب امیرالمومنین امام زمان تھے یا نہین اور مومن تھے یا نہین شاید اہل اسلام سے
تو کوئی نفی کی شہادت نہ دیگا اور در صورت ثبوت امامت انکار کا نام معرفت ہی اور در صورت ثبوت ایمان
جب قتال مطلق مومن سے کفر ہی تو امیرالمومنین سے قتال کا کیا حال ہوگا اور جمع بین الصحیحین وغیرہ مین مروی ہی کہ

جانتا ہی اور شرح حال معاویہ مین پیشتر اسکی تصریح گذر چکی ہی اور اکثر اصحابون تے ہمارے اسکے فساد عقیدہ تو بہ
لکھا ہی وہ کافی ہی پھر اب باقرار ابن ابی الحدید یہ ثابت ہوا کہ وہ حضرت اپنے محاربین کو کافر جانتے تھے اور
یہ وہی مطلوب ہی اور بھی آنحضرت نے فرمایا ہی حتی اذا قبض اللہ نبیہ رجع قوم علی الاعقاب وغالتہم السبل واتکلوا علی الولائج
ووصلوا غیر الرحم وهجروا السبب الذی امروا بمودته ونقلوا البناء عن رص اساسه فبنوه فی غیر موضعه معادن کل خطیئة وابواب کل ضارب فی غمرة
قد ماروا فی الحیرة وذهلوا فی السکرة علی سنة من آل فرعون من منقطع الی الدنیا راکن او مفارق للدین مباین اور اسمین بھی صاف تصریح ہی کہ
انھون نے رجوع علی الاعقاب کیا اور سنت آل فرعون پر چلے یعنی طریقہ کفر کو اختیار کیا پھر کسطرح انھین کافر و مرتد کہنے مین
محل تامل و تعجب کا ہو سکتا ہی اور اثبات ارتداد کے لیے بعض فقرات اس خطبہ سے جسے جناب سیدہ نے
فرمایا ہی اور ابن ابی الحدید نے ابوبکر جوہری سے اسے نقل کیا ہی یہان لکھے جاتے ہین تلک نازلة اعلن بہا کتاب اللہ
قبل موته فقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ
شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین الی ان قالت فقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون انتهی بعض کلامها الشریف پھر اگر کفر و ارتداد
یہان غیر معنی مشہور پر محمول ہو گا تو آیہ مین بھی حمل اسکا اسی پر ہو سکتا ہی اور بھی جناب امیر نے جنگ صفین مین موافق
واقدی کی روایت کے جو فرمایا ہی اسکے بعض فقرے یہ ہین الا ان خضاب النساء الحناء وخضاب الرجال الدماء والصبر خیر
عواقب الامور الا انها احقاد بدریة وضغائن احدیة واحقاد جاهلیة وثب بها معاویة حین الغفلة لیدرک بها ثار بنی هاشم فقاتلوا ائمة الکفر انهم
لا ایمان لهم لعلهم ینتهون اور اس سے بھی تصریح ارتداد و رجوع علی الاعقاب کی ثابت ہوتی ہی اور مقتولین بدر و احد کے
عوض مین ادراک ثار بنی ہاشم کیا کم ہی اثبات کفر و ارتداد کو اس جماعت کے اور ابن ابی الحدید نے جو کلام عمار
رضی اللہ عنہ کو جو حق خلیفہ ثالث مین انھون نے نقل کیا ہی کہا ہی اسمین تبصریح یہ لفظ موجود ہی قتلنا کافرا پھر کیا وجہ ہی
کہ محاربین امیر المومنین کو مرتد و کافر نہ کہا جاے اور جو شاہ صاحب نے اس سے زیادہ ترقی فرما کر کہا ہی کہ بلکہ خود جناب
امیر علیہ السلام انھین اہل قبلہ کہتے تھے الخ جواب اسکا یہ ہی کہ جب کفر انکا بارشاد خود جناب امیر اور دیگر ادلہ ثابت
ہو چکا اور واضح ہی کہ کفر و اسلام مین مضادت ہی اجتماع دونون کا ایک مین ممکن نہین ہی تو بعد اسکے یہ جاننا چاہیے
کہ ان جناب کا انھین اہل قبلہ کہنا اس معنی پر نہین ہی جو شاہ صاحب جانتے ہین بلکہ یا اسلیے تھا کہ وہ محاربین اپنے تئین
اہل قبلہ جانتے تھے اور مسلمان کہتے تھے اور باوجود اسکے امام المسلمین سے محاربہ کرتے تھے اور قتل و خونریزی آنحضرت
کی حلال جانتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور نماز پڑھتے تھے یہان تک کہ جناب رسول خدا نے بھی بحق خوارج
فرمایا تھا یحقر احدکم صلوته فی جنب صلوتهم وصومه فی جنب صومهم ولکن لا یجاوز ایمانهم تراقیهم اور اس سے بھی ظاہر ہی
کہ وہ قوم ظاہر مین صاحب صلوة و صوم تھی لیکن حقیقت مین کافر تھی اور ایمان سے بہرہ نہ رکھتی تھی اسی طرح
جناب امیر کے جو ارشاد کی نقل کی ہی اسمین سمجھنا چاہیے ولکن والذین فی قلوبهم زیغ وہ سیدھی راہ مرکب چلتے ہین بلکہ

زیادہ اور قوی وجوہ اسپر دلالت کرتے ہین کہ محاربین جناب امیر علیہ السلام کے کافر و مرتد تھے اور بہرہ ور
بہرہ ایمان سے اور اسلام سے نہ تھا اور جو شاہ صاحب وغیرہ نے مرتدین زمان خلافت خلیفہ اول کی نسبت
توجیہ کی ہے کہ وہ منکر زکوۃ تھے جو ضروری دین اسلام کا ہے اور اسکا جواب ہم دے آئے ہین مگر اب ایک
منصفین مسلمین کی خدمت مین یہین عرض کرنا ضرور ہے کہ ناصرین کو اس جگہ عداوت حضرات اہلسنت کی دیکھنی
چاہیے کہ بہ نسبت جناب امیر کے کسقدر یہ بزرگوار کتے ہین اور بوراثت اپنے ائمہ کے ہر بار ضغائن بدریہ کو
ظاہر فرماتے ہین کہ بطرح وجوب زکوۃ کو تو ضروری دین جانتے ہین اور انکار محبت قربی کو اس سے خارج کرتے ہین
اور استحلال کونون کے ایسے بزرگ کے جو نفس رسول اور زوج بتول اور خلیفہ مومنین و مسلمین بالاتفاق ہے اور کسقدر
آیات قرآنی اسکی مدح مین اور اسکی وجوب طاعت اور مودت مین وارد ہوئی ہین منع زکوۃ سے بھی جو تاویل
کی راہ سے منع تھا کم سمجھتے ہین اور پھر اپنے تئین اہلسنت سمجھتے ہین کیا پیغمبر خدا نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا
اور اسی طرح رسول خدا بھی سمجھتے تھے محارب علی ابن ابیطالب کا جسکے لیے پیغمبر خدا فرماوین کہ حربک حربی
[illegible] مسلمان سمجھا جاوے جو واقع مین بقول و ارشاد رسول خدا محارب خدا و رسول ہے اور اسکے مرتد
ہونے سے منع کرین اور مانع زکوۃ جسنے وجوب زکوۃ سے انکار نہین کیا بلکہ بسبب تاویل کے خلیفہ اول کو اسکے
دینے کا مستحق نجانا وہ مرتد بنایا جاوے یہ ضروری دین ہوا اور حرب خدا و رسول کچھ چیز نہو فاعتبروا یا اولی
الابصار اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ امامت باقرار علمائے شیعہ ضروریات دین سے نہین ہے محض
تہمت ہے شیعون پر اور کسطرح ہو سکتا ہے کہ وہ امامت کو غیر ضروری کہین کیونکہ شیعہ مسئلہ امامت کو مسائل
اصول سے جانتے ہین انکے نزدیک منکر نبوت نبی اور منکر امامت علی ابن ابیطالب دونون یکسان ہین
اسی لیے جناب سید مرتضی اور اور اصحاب قدمائے اہل خلاف کی نجاست ظاہری کے بھی قائل ہو گئے
ہین اور من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ کا بھی ظاہر اسی پر صریح دلالت کرتا ہے کہ جیسا معرفت نبی کی
اور اصول سے ہے ویسا ہی معرفت امام کی بھی واجب اور اصول سے ہے اور جیسا پہلے سے انکار و غفلت موجب
کفر ہے اسی طرح انکار و غفلت معرفت امام سے بھی مورث کفر و سبب موت جاہلیت ہے متاخرین علمائے شیعہ
جو اہل خلاف کی نجاست ظاہری کا حکم نہین کرتے تو اسلیے علمائے اہلسنت نے جب مسئلہ امامت کو فروع
کہا تو بسبب اسکے کہ واقع مین ایک اصل واجب کی اصول سے مخالفت کی ہے لیکن در پردہ یعنی یہ کہکر کہ امامت
فروع سے ہے اس پردے کی راہ سے ظاہر انکا طاہر کہتے ہین اور واقع مین آخرت کے لیے نجس بے بہرہ
جانتے ہین اور جب امامت شیعون کے نزدیک مسائل اصول سے ثابت ہے تو منکر اسکا یقینی انکے نزدیک منکر
ایک اصل کا اصول سے ہے اور منکر اصول دائرہ اسلام سے خارج ہے بالجملہ کوئی شیعہ امامیہ امامت کو غیر ضروری نہین کہہ سکتا

ہان شاہ صاحب جنھین شیعہ اولی فرماتے ہین انکے نزدیک البتہ امام و امامت دونون بعہد دینی ہونگی
اور وہ مانعین حق سے خارج ہین اور جو ملا عبد الحمید کے قول کو بیان اپنے اثبات مدعی کے لیے چسپان جھگڑ کر
فرمایا ہی وہ ہرگز اس سے چسپان نہین ہی اور کچھ ربط نہین رکھتا کیونکہ یہان کلام اسمین ہی کہ جنہون نے محاربہ
امام المسلمین والمومنین سے کیا وہ مرتد و کافر ہین اور اس کلام مین محاربین کا کہین ذکر نہین ہی پھر اس سے اگر سے
شاہ صاحب کے کیا ہاتھ آیا بلکہ اگر غور کیا جاوے تو یہ نقل بھی موروث ندامت ہی کیونکہ اسمین بھی تصریح ہی کہ اگر
کوئی وجوب زکوۃ کا معتقد ہو کر دوستی مال اور بخل کے باعث سے ادا نہ کرے اور زکوۃ کو اپنے ذمہ مین رکھے
تو گنہگار ہوگا کافر نہوگا اور وہ موافق سب شیعون کے اور منصفین حضرات اہلسنت سے ہین جس سے یہ لازم
آتا ہی کہ جنہنے مقاتلہ خلیفہ اول سے بوجہ منع زکوۃ کے فرمایا تھا وہ مرتد و کافر نہین ہو سکتے اور بر تقدیر بیعت و تسلیم
قول مذکور پھر بھی شاہ صاحب کو کیا مفید ہوگا کیونکہ اس صورت مین بھی مراد یہ ہوگی کہ حکم کفر و شرک کا جو مستلزم
نجاست اور جریان سائر احکام کفار ہی انپر جاری نہوگا اور یہ کہنا ہمارے مطلب کو مضر نہین ہو سکتا کیونکہ
ہمارا مطلب تو یہ ہی کہ کفار و مرتدین کے اطلاق کی صحت انپر اگرچہ بعض وجہون سے کیون نہو ثابت کرین اور
وہ ہمنے بحمد اللہ ثابت کر دیا پھر اگر بعض وجوہ اسکے موافق نہون تو کیا نقصان ہمکا لا یخفی اور جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ یہی حضرت امیر خطبہ مین جسے جو امامیہ کے نزدیک معتبر ہی اور آئندہ آتا ہی فرماتے تھے اصبحنا نقاتل اخواننا
فی الاسلام الخ اسکے جواب مین پہلے یہ اظہار ضرور ہی کہ دیکھنے والون کو واضح ہو کہ اس استدلال مین فی الحقیقت شاہ صاحب
برکات فرقہ حقہ امامیہ ہی مین مقصود ہی بلکہ بتقریب انتقام کذب شیخین کہ جو حدیث صحیح مسلم سے ظاہر ہی جناب امیر کے
قول سے تکذیب آنحضرت کی مراد ہی العیاذ باللہ منہا اور در پردہ یہ جتاتے ہین کہ کذب کے اسناد آنحضرت کی طرف
کرین کیونکہ متعدد خطبون مین آنحضرت کے شعار ہی کا ہی کہ وہ جماعت اسلام سے خارج ہو گئے تھے جیسا کہ شیخ
اس سے ہم بعض فقرات اس خطبہ کے لکھاتے ہین اور بھی سوا اسکے کلام ان جناب کا انکے خارج از اسلام ہونے پر
دلالت کرتا ہی جیسا کہ فرمایا ہی الا وقد قطعتم قید الاسلام وعطلتم حدوده واميتم احكامه الا وقد امرني الله بقتال اهل البغي
والنكث والفساد في الارض فاما الناكثون فقد قاتلت واما القاسطون فقد جاهدت واما المارقة فقد اذللت یعنی آگاہ ہو کہ تمنے قید اسلام کو چھوڑ کر
آزادی حاصل کی اور اسکے حدود کو معطل کیا اور اسکے احکام سے انکار کیا یعنی دائرہ اسلام سے تم خارج ہوئے اور
خدا نے مجھے حکم فرمایا اور مامور کیا ہی کہ قتل کرون مین انھین جنہون نے بغاوت اختیار کی اور نکث بیعت کیا اور
زمین مین شور و فساد کیا لیکن جنہون نے نکث بیعت کیا تھا انسے مین نے مقاتلہ کیا اور لیکن قاسطون پس انسے
جہاد کیا مین نے اور لیکن مارقہ پس انھین مین نے ذلیل کیا اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ ان جناب نے ان
جماعتون کو دائرہ اسلام سے خارج فرمایا تھا اور انکے خارج از اسلام ہونے پر دلالت کرتا ہی قول خدا تعالیٰ کا

واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا اور وہ قول جو حدیث خوارج مین واقع ہی تمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة یعنی جدا ہوتے ہین اور تجاوز کرتے ہین دین سے جیسا کہ تیر شکار سے جدا ہوتا ہی اور اس سے ظاہر ہی کہ جو بعض خطب مین انھین بلفظ اہل قبلہ لخواننا فی الاسلام فرمایا ہی وہان اسلام حقیقی انکا مراد نہین ہی بلکہ یہ فرمانا اس راہ سے ہی کہ چونکہ یہ کلام خوارج کے ساتھ تھا اور وہ اہل صفین کو بلفظ اخوان تعبیر کرتے تھے تو ان جناب نے بھی انکے ساتھ مماشات فرمانے کو لفظ مذکور کو فرمایا ہو جیسا کہ اول اسی خطبہ کا اسپر دلالت کرتا ہی الم تقولوا عند رفعهم المصاحف حیلة وغیلة ومکرا وخدیعة اخواننا واهل دعوتنا استقالونا واستراحوا الی کتاب الله سبحانه فالرای القبول منهم والتنفیس عنهم فقلت لکم هذا امر ظاهره ایمان وباطنه عدوان واوله رحمة وآخره ندامة الی قوله بعد کلام ولکنا انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیه من الزیغ والاعوجاج والشبهة والتاویل حاصل معنی یہ ہی کہ آیا نہین کہا تھا تمنے جبکہ محاربین نے کتاب اللہ کو بلند کیا تھا ازراہ مکر و حیلہ و فریب دہی کے کہ ہمارے بھائی اور اہل دعوت ہمارے اپنے دعوے سے دست بردار ہو کر ہمسے ترحم و امان چاہتے ہین بذریعہ کتاب خدا کے اور راے یہ ہی کہ غرض انکی قبول کیجاے اور اب انھین زندہ چھوڑ اجاے اور مہلت و امان دیجاے اور مین نے تمہارے اس کہنے کے جواب مین تمہارے واسطے یہ کہا کہ یہ امر جو تم کہتے ہو کہ انھون نے مغلوب ہونے کے بعد قرآن نیزون مین باندکر جو بلند کیے ہین اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا ہی جسپر تمھین رحم آیا ہی یہ ایسی بات ہی کہ ظاہر اسکا ایمان ہی اور باطن اسکا ظلم و تعدی ہی اور ابتدا اسکی رحمت ہی اور آخر اسکے ندامت و حسرت ہوگی یہان تک کہ بعد اور کلام فرمانے کے فرمایا کہ لیکن مین نہین مقاتلہ کرتا ہون اپنے برادران اسلامی سے مگر اسلیے کہ انکے دل مین شک اور تجاوز حق سے اور کجی اور شبہ اور تاویل باطل داخل ہوئی ہی اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ چونکہ خوارج اس لفظ کو یعنی اخواننا کو انکے لیے کہتے تھے اسلیے آنحضرت نے بھی نقل کلام کی انکے فرمائی یا اسلیے کہ چونکہ وہ اپنے لیے اسلام ظاہری کا ادعا کرتے تھے آنحضرت نے بھی اسلام کا اطلاق بنظر ظاہر فرمایا ہو اور موید اس احتمال کو وہ ہی کہ جو کتابت حضرت نے اہل امصار کو بیان ماجراے صفین مین فرمائی ہی اسمین یہ فرمایا ہو وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه براء الی آخره اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اسکی شرح مین کہا ہو قوله والظاهر ان ربنا واحد الخ من لم یحکم باهل صفین من جانب معاویة حکما قاطعا بالاسلام بل قال ظاهرهم الاسلام انتهی اور یہ اسی احتمال کی تائید مین جو ہمنے کہا صریح دلالت کرتا ہی اور ابن میثم بحرانی رحمہ اللہ نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی قوله والظاهر ایماء الی تهمته بهم فی ذلک کما صرح به هو وعمار فی صفین فانه کان یقول والله ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر فلما وجدوا علیه اعوانا اظهروه انتهی اور ابن ابی الحدید نے جو بیان احوال معرکۂ صفین مین جو عمار کی گفتگو عمرو عاص کے ساتھ مفصل لکھی ہی اسمین صاف دلالت اسی پر ہو کہ معاویہ و اسکے تابعین دائرہ اسلام سے خارج تھے

یا یہ فرمانا حضرت کا نعین بلفظ اخواننا اسلیے ہوگا کہ تا وہ کفار مشرکین سے متمایز ہو جائین تو تمیز کے لیے یہ فرمایا
ہوگا نہ بیان حقیقت امر کیونکہ انکا کفر بھی بمعنی شرک کے تھا اسلیے اس کلام کا اطلاق انپر بمقابل شرک کے فرمایا ہو
اور اسے بھی وہ معین ہی جو ابن ابی الحدید نے شرح خطبہ مین کہا ہو فان قلت انہ قال نقاتل اخواننا من المسلمین وانتم لا تطلقون علی
اهل الشام المحاربین له لفظة المسلمین قلت انا وان کنا نذهب الی ان صاحب الکبیرة لا یسمی مومنا ولا مسلما فانا نجیز ان یطلق علیه هذا اللفظ
اذا قصدنا تمییزه عن اهل الذمة وعابدی الاصنام فیطلق مع قرینة حال او لفظ یخرجه عن ان یکون مقصودا به التعظیم والثناء والمدح فان لفظ مسلم
ومومن یستعمل فی اکثر الاحوال لذلک وامیر المومنین لم یقصد مدحهم بذلک فلا ینکر مع هذا القصد اطلاق المسلمین علیهم
حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ پس اگر کہے تو کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ ہم مقاتلہ کرتے ہین
اپنے برادران اسلامی کے ساتھ اور تم آنحضرت کے محاربین پر جو اہل شام سے تھے لفظ مسلمین کا اطلاق نہین کرتے
تو ہم کہینگے کہ اگرچہ مذہب ہمارا یہ ہی کہ صاحب کبیرہ کو مومن و مسلم نہین کہتے لیکن ہم اجازت دیتے ہین کہ جب انکی
تمیز ذمی اور کفار سے جو اہل ذمہ اور بت پرست ہین مقصود ہو تو لفظ مسلم کا انپر اطلاق کیا جاوے ساتھ کسی قرینہ کے
خواہ وہ قرینہ حالی ہو یا لفظی ہو یعنی ایسا لفظ اسکے ساتھ ہو جس سے وہ اس اطلاق کو خارج کر دے اسے کہ
اس سے ارادہ تعظیم و ثناء و مدح کا مقصود نہو سکے کیونکہ لفظ مسلم و مومن کا استعمال اکثر اسی لیے ہوتا ہی و امیر المومنین نے
اس ارشاد سے انکی مدح کا ارادہ نہین فرمایا پھر جو معنے کہا ہو اگر کوئی اس ارادے سے انپر لفظ مسلم کا اطلاق کرے
تو انکار کے قابل نہوگا انتہی ترجمہ کلامہ اور اس بیان و گواہی سے بحمد اللہ مثل روز روشن صاف ظاہر ہو کہ بحق
محاربین اہل شام اخواننا کے لفظ کا فرمانا جو جناب امیر المومنین کا شاہ صاحب نے ذکر فرمایا ہی وہ انکے مفید
مدعا نہین ہی اور اسی طرح جو فرمایا ہی علی ما دخل فیه الزیغ وہ بھی حضرات اہلسنت کے مطلوب کو مفید نہین کیونکہ
یہ زیغ و اعوجاج و تاویل جو محاربین امیر المومنین کے لاحق حال ہوئی یہ اعلی قسم زیغ و اعوجاج سے ہی جو حضرات
اہلسنت کے نزدیک مانعین زکوۃ کے واسطے لاحق حال ہوئی تھی جسطرح منع زکوۃ کو بسبب تاویل کے
وہ مخرج اسلام سے جانتے ہین اسی طرح محاربہ نفس رسول کے ساتھ بھی بذریعہ تاویل باطل و شبہہ فاسد اسلام و ایمان
سے مخرج ہو فافہم اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اور بھی جناب امیر سب مقاتلین سے اپنے بہت شدید
ممانعت فرماتے تھے اور سب مرتدین ممنوع نہین ہی الخ پہلے اسکا جواب یہ ہی کہ اگر اس استدلال سے انکا
اسلام ثابت کرتے ہین تو مسلم نہین کیونکہ ممانعت سب کی علت ایک اسلام ہی نہین ہی بلکہ بہت سے مصالح
و مضار کی نظر سے ممانعت و احتیاطا اظہار سب سے کیجاتی ہی اور بڑے تعجب کی بات ہی کہ باوجود دعوے
تفسیر دانی شاہ صاحب نے قول خدا تعالی کو بیان بالکل فراموش فرمایا جو فرماتا ہی ولا تسبوا الذین یدعون
من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم پھر ممکن ہی کہ آنحضرت کی بھی ممانعت اسی جہت سے ہو فاضل بغدادی نے

اسکی تفسیر مین کہا ہو کہ فیہ دلیل علی ان الطلقۃ اذا دنا من الصبیۃ یجب کما انہ یلوم الی الشرکۃ دوسرا جواب یہ ہو کہ اگر ممانعت سب
مسلمان ہونے کا موجب ہو تو چاہیے کہ مشرکین کا بھی اسلام لازم آئے اور شاہ صاحب کو موافق اپنے استدلال کے
اسے قبول کرنا ضرور ہو کیونکہ صاحب جامع الاصول نے صحیح مسلم سے روایت کی ہو انہ قیل لرسول اللہ ادع اللہ علی المشرکین
والعنھم فقال انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمۃ تیسرا جواب یہ ہو کہ ممانعت سب جیسے شاہ صاحب فرماتے ہین وہ یہ قول ان
جناب کا ہو الی آخرہ الکلام تکونوا مسلمین الخ اور اکراہ مین دلالت اسپر ہو کہ سبابیت کو اولویت نہین ہو نہ یہ کہ سب
کرنے سے منع فرمایا ہو کیونکہ سب کرنے سے منع پر مطلقا دلالت نہین ہو اور ممکن ہو کہ یہ بھی ارشاد اسلیے فرمایا ہو کہ
احتمال انکی ہدایت کا ہو اور سب کرنے مین انکے منحرف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر یہ منع آنحضرت کی بمنزلہ
قول خدا تعالی کے ہو گی جو حضرت موسی سے خطاب فرمایا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی چوتھا یہ ہو کہ فاضل
زمخشری نے کتاب ربیع الابرار مین لکھا ہو کہ چند یہود پیغمبر خدا کی خدمت مین بعد اجازت حضوری حاصل کرنے کے
حاضر ہوے اور آنے کے بعد انھون نے اپنی عداوت سے کہا کہ السام علیک یعنی ہلاکت وموت تمپر ہو سنکر
ام المومنین جناب عائشہ نے کہا کہ بل علیکم السام یعنی بلکہ تمپر ہلاکت ہو فقال یا عائشہ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ فقالت
الم تسمع ما قالوا فقال قد قلت وعلیکم یعنی یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ای عائشہ خدا ہر امر مین ملایمت وسہولت کو دوست رکھتا ہو
اسکے جواب مین ام المومنین نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہین سنا کہ جو انھون نے کہا حضرت نے فرمایا کہ مین
کہہ چکا وعلیکم پھر اگر اسکے موافق جناب امیر نے بھی اکراہ سب کرنے سے ظاہر فرمائی تو وہ محاربین کے اسلام کا
سبب نہین ہو سکتا پانچوین یہ کہ سب وشتم مین کچھ فرق نہین ہو اور شاہ صاحب نے جو مرتدین کے
سب کرنے کو جائز فرمایا ہو یہ محتاج دلیل شرعی ہو اور بدون دلیل کذب اسکا واضح ہو اور شتم کے لیے منع فرمانا
اسکا مستلزم نہین کہ مرتدین کے ارتداد کے اور مسبوبین کے مستحق لعن ہونے کی نفی کیجاے بلکہ جیسا کہ ابن
ابی الحدید نے بھی کہا ہو وہ وجہ اکراہ کیون نہ گردانی جاے اور یہ قول اسکا ہو والذی کرہ منھم انفۃ ان یشتموا
اهل الشام لم یکن یکرہ منھم لعنھم والبراءۃ منھم لا کما یتوهمہ قوم من الحشویۃ فیقولون لا یجوز لعن احد ممن علیہ اسم الاسلام وینکرون علی
من یلعن منھم من تعالی فی ذلک فیقول لا العن الکافر وابلیس ان اللہ لا یقول لاحد یوم القیمۃ لم لم تلعن وانما یقول لم لعنت واعلم ان ہذا
خلاف نص الکتاب لانہ تعالی قال ان اللہ لعن الکافرین المنافقین واعد لهم سعیرا وقال اولئک یلعنهم اللہ ویلعنهم اللاعنون وقال فی ابلیس
وان علیک لعنتی الی یوم الدین وقال ملعونین اینما ثقفوا وفی الکتاب العزیز من ذلک الکثیر الواسع وکیف یجوز للمسلم ان ینکر التبری ممن یجب التبری منہ
الم یسمع ہولاء قول اللہ تعالی قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا
وبینکم العداوة والبغضاء ابدا وانما یجب النظر فیمن قد اشتبہت حالہ فان قارف کبیرة من الذنوب یستحق بہا اللعن والبراءة فلا ضیر علی من یلعنہ ویبرأ منہ
وان لم یکن قد قارف کبیرة لم یجز لعنہ ومما یدل علی ان من علیہ اسم الاسلام اذا ارتکب کبیرة یجوز لعنہ بل قد یجب فی وقت قول اللہ تعالی فی قصۃ اللعان

فشهادة احدهم الى قوله والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين وقال تعالى ان الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم فهاتان الآيتان في المكلفين من اهل القبلة والآيات قبلهما في الكافرين والمنافقين ولهذا لعن امير المؤمنين معاوية وجماعته ولعنهم في دبار الصلوة فان قلت فما صورة السب الذي نهى امير المؤمنين عنه قلت كانوا يشتمونهم بالآباء والامهات ومنهم من يطعن في نسب قومه ومنهم من يذكرهم باللوم ومنهم من يعيرهم بالجبن والبخل وبانواع الاهاجي التي يتهاجى بها الشعراء واساليبها معلومة فنهاهم عن ذلك حاصل معنی اسکا یہ کہ جو چیز کہ اسکا کہنا اپنے صحابیون سے جناب امیر نے مکروہ جانا تھا وہ یہ بات تھی کہ وہ اہل شام کو بہ شتم و دشنام یاد کرتے تھے نہ یہ کہ لعن و بیزاری کرنے کو معاذ مین سے منع فرمایا تھا جیسا کہ فرقہ حشویہ کو متوہم ہی کہ وہ کہتے ہین کہ جسپر سلمان کا لفظ صادق آئے اُسپر لعنت کرنا جائز نہین ہی اور جو لعنت کرتا ہی اُسے بُرا کہتے ہین اور بعضے اُنمین سے تو اُس بارے مین اسقدر غلو و زیادتی کرتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ ہم شیطان و کافر پر بھی لعنت نہین کرتے اور خدا روز قیامت کو یہ کسی سے نہ پوچھیگا کہ تونے لعنت کیون نکی بلکہ نہ پوچھیگا مگر یہ کہ تونے لعنت کیون کی اور جان تو کہ یہ مقولہ و مذہب نص کتاب مجید کے خلاف ہی کیونکہ حق تعالی نے قرآن مین فرمایا ہی کہ خدا لعنت کرتا کافرون اور منافقون پر اور مہیا فرماتا ہی جہنم کو اور فرمایا ہی کہ یہ گروہ لعنت کرتا ہی اُنپر خدا اور لعنت کرتے ہین اُنپر لعنت کرنے والے اور شیطان کے حق مین فرمایا ہی کہ تجھپر لعنت ہی میری روز قیامت تک اور فرمایا ملعونین اینما ثقفوا بالجملہ کتاب عزیز مین اسکی امثال بہت ہین اور کیونکر جائز ہو سکتا ہی سلمان کے لیے کہ وہ انکار کرے بیزاری سے اُسکی جس سے بیزاری کرنا خدا نے واجب فرمایا ہو آیا اُنھون نے نہین سُنا جو خدا نے فرمایا ہی کہ تمھارے واسطے پیروی اچھی ہی ابراہیم کی اور جو اُنکے ساتھ تھے جبکہ کہا اُنھون نے کفار سے کہ ہم بیزار ہین تمسے اور اُنسے جنکی خدا کے سوا تم پرستش کرتے ہو اُنسے اور ہمنے تمسے جدائی کی اور ہمارے تمھارے بیچ مین عداوت ہمیشہ کے لیے پیدا ہوئی اور نہین واجب ہی نظر و تامل کرنا مگر اُس شخص کے حال مین جسکا حال مشتبہ ہو پس اگر یہ ثابت ہو کہ وہ مرتکب اُن گناہان کبیرہ کا جس سے انسان مستحق لعن و بیزاری کا ہوتا ہی ہوا ہی تو اُسپر جو لعنت کرے اور بیزاری اپنی ظاہر کرے اُسکے لیے کوئی قباحت نہین ہی اور اگر ایسے گناہ کا مرتکب نہوا ہو تو اُسپر لعن کرنا جائز نہین ہی اور وہ امر کہ جو اُسپر دلالت کرتا ہی کہ جسپر اسم سلمان کا صادق آئے جب وہ مرتکب کبیرہ ہو تو اُسپر لعنت کرنا جائز ہی بلکہ کبھی واجب ہوتا ہی قول ہی خدا تعالی کا قصہ لعان مین فشهادة احدهم سے لیکر والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين تک اور جو فرمایا ہی حق تعالی نے قذف کرنے والے کے حق مین الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم پس یہ دونون آیتین مکلفین اہل قبلہ کے بارے مین اور پہلے اُنسے جو آیتین ذکر کی گئین وہ بحق کافرین و منافقین تھین اور اسی لیے حملہ فرمایا امیر المومنین نے معاویہ پر اور اُسکی جماعت اصحاب پر اور بعد ہر نماز کے اُنپر لعن فرمایا کرتے تھے پھر اگر تو کہے کہ اُس سب و شتم کی کیا صورت تھی جسکے لیے امیر المومنین نے نہی فرمائی تھی اُنکے

کہنے سے تو مین کہونگا کہ آنحضرت کے اصحاب سے اشخاص اہل شام کو اُنکے باپ مان کے نام گالیان دیتے
اور بعضے اُنمین سے محاربین کی قوم کے نسب مین طعن کرتے تھے اور بعض اُنمین اُنکا ذکر ملامت کے ساتھ کرتے تھے
اور بعض اُنمین وہ تھے کہ نامردی و بخل اور طرح طرح کے عیوب سے اُنکی ہجو کرتے تھے جیسا شعرا ہجو کرتے ہین
اور اُنکے اسلوب معلوم ہین پس اِسواسطے جناب امیرؑ نے اپنے صحابون کو اس قسم کے سب سے منع فرمایا تھا
انتہی توجمہ کلامہ اور اِس بیان سے بہت صاف معلوم ہوتا ہی کہ چونکہ یہ امور اُس قسم سے تھے کہ اُسکے کہنے مین
مفاسد ہین اسلیے آنحضرؑ نے ممانعت فرمائی ہو نہ یہ کہ اُنپر لعن کرنے سے منع کیا ہو اور کلام شاہ صاحب کی
مراد یہ ہی کہ منع سب سے اُنکا اسلام اور اچھا ہونا ثابت کرین اور وہ حاصل نہین ہوتا فبقوا علی ما کانوا علیہ من الکفر
والارتداد والرجوع علی الاعقاب اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ قاعدۂ اصولیہ یہ ہی کہ حرف مَن جو مقام شرط و
جزا مین واقع ہو تو عام ہو جاتا ہی الخ اُسکا جواب یہ ہی کہ اِس آیہ مین مَن بفتح میم و مِن بکسر میم دونون ہین جیسا کہ
فرمایا ہو من یرتد منکم پھر اُن دونون مین تعارض ظاہر ہی اگر پہلا عموم کو مفید ہو تو دوسرا خصوص کے واسطے
افادہ کرتا ہی اور شاہ صاحب نے پہلے اِس سے خود اقرار کیا ہی کہ مِن بیانیہ ضمیر پر داخل نہین ہوتا بلکہ تبعیضیہ
ضمیر پر داخل ہوتا ہی اور بیان مین ضمیر پر داخل ہی پھر معنی اُسکے بنا بر افادۂ شاہ صاحب کے یہ ہونگے کہ بعض تمسے
جو مرتد ہو جائینگے اپنے دین سے تو قریب ہی کہ خدا ایسی قوم کو لاوے جنکے اوصاف یہ یہ ہون اور یہ جزئیت کے لیے
مفید ہو نہ کلیت کے واسطے اور ضرور ہی کہ مَن بالفتح تخصیص کیا گیا ہو اور مِن بالکسر تخصیص بے رابط ہو لیکن ہم
بعد افادہ شاہ صاحب اِسے بھول گئے اور یہ بھی سوانح وقت سے سمجھنا چاہیے اور بھی اگر یہ قاعدہ کلیہ ہو تو اکثر
مرتدین ایسے ہین کہ اُنسے کوئی ایک بھی مقاتلہ نہین کرتا جیسا کہ اِس زمانے مین بھی ہی اور ازمنہ سابقہ مین بھی یہ تھا
پس العیاذ باللہ چاہیے کہ مخالفت کلام الہی کی واقع سے لازم آئے پھر بالضرور یہ ہی کہ مَن بالفتح تخصیص کیا گیا
ہوگا اور یہ منافی نہین ہی کیونکہ ما من عام الا وقد خص کا عموم اِس سے بھی شامل ہوگا اور بھی سوا اِسکے ارتداد اُس
جماعت کا جو زمان جناب ابی بکر مین تھی مسلم نہین ہی جیسا کہ پیشتر اِس سے اُسکا بیان ہو چکا اور بھی خود آیہ مین
کسی طرح دلالت اِسپر نہین ہی کہ بعد ارتداد من یرتد جس قوم کو خدا لائیگا وہ قوم مرتدین کا استیصال کریگی بلکہ نہایت
ما فی الباب یہ ہی کہ مرتدین کے مقابلہ مین ایسی قوم کو لائیگا اور یہ مستلزم مقاتلہ کو نہین ہی جیسا کہ پیشتر اِس سے ہم بگواہی
ابن ابی الحدید ثابت کر چکے ہین اور بھی جہاد اعم ہی اِس سے کہ مقاتلہ بسیف و سنان ہو یا دشمنون کو بحجت و برہان ملزم کرین
اور سنان لسانی سے اُنہین زخمی کرین جیسا کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر قول خدا تعالی مین وجاھد الکفار والمنافقین کہا ہی کہ
معنی اُسکے یہ ہین جاھد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ اور بحمد اللہ کہ ہمیشہ سے اسلاف سے واخلاف
فرقۂ حقہ اِس شرف جہاد سے شرف و فائز رہتے ہین اور جواب امام حضرات اہلسنت مین ہم اِسے مفصل

کہ آئے ہین اور یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہی کہ کسی نے مرتدین مذکورین سے جہاد نہین کیا علاوہ اسکے اگر استدلال کا مدار
جہاد ہی پر ہو تو پھر کیا وجہ کہ موصوف آیہ سے جناب ابو بکر اور اُنکے تابعین مراد لیے جائین جنکے حال مین کسقدر
امت مین اختلاف ہی اور تابعین مین اُنکے کیسے کیسے اشخاص ہین جنمین سے بعض کا حال مثل خالد ابن ولید جو مخاطب
بسیف اللہ ہوئے تھے بیان ہو چکا ہی اور وہ قوم مرتدین بنائے جاتے ہین جنکے ارتداد کی نفی خود حضرات اہلسنت بھی
کرتے ہین بلکہ چاہیے کہ موصوف آیہ تابعین جناب صاحب العصر علیہ السلام مراد لیے جائین کہ عصمت آنحضرت کی
مثل جناب امیر المومنین ع کے ہی اور تابعین بھی آنحضرت کے سب صلحا اور ابرار ہونگے اور جہاد بھی یقینی مشرکین و مرتدین
و منافقین سے ہوگا اور مفسرین نے بھی اسے پسند کیا ہی جیسا کہ فاضل نیشاپوری نے بھی اپنی تفسیر مین کہا ہی او المراد
بخروج المهدی هو ذلك فان محاربته من دان بدينه الا واهلی محاربته الا واهلی اور فاضل مولانا طبرسی نے بھی اسی کو
قوت دی ہی اور اس صورت مین بھی ممدوح و موصوف جناب امیر علیہ السلام ہونگے اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہی کہ یاران حضرت امیر موصوف بصفات مذکورہ نہ تھے الخ اور اسے عبارات خطب نہج البلاغہ سے ثابت کرنا
چاہا ہی تو یہ نہین ہو سکتا کیونکہ جو شکایت آنحضرت نے اپنے ہمراہیون کی فرمائی ہی وہ مفید شیعون کو ہی نہ انھین کیونکہ
خود شاہ صاحب نے اپنے استدلال مین اسی آیہ کے بعد کلام عترت سے نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے
فرمایا فانه بايعنی القوم الذين بايعوا ابا بكر و عمر و عثمان علی ما بايعوهم عليه یعنی بہ تحقیق کہ شان یہ ہی کہ بیعت کی میرے ساتھ اُس قوم نے
کہ جنھون نے بیعت کی تھی ابا بکر اور عمر و عثمان کے ساتھ اُسی امر پر کہ جسپر انھون نے بیعت اُنکے ساتھ کی تھی اور اس سے
یہ امر بخوبی ظاہر ہی کہ اُن تینون صاحبون کے ساتھ بیعت کرنے والے بھی بظاہر رفقا مین سے تھے اور جب مذمت
ثابت ہو تو وہ بھی آنحضرت کی مذمت مین داخل ہونگے پھر کسطرح موصوف بصفات آیہ ہو سکتے ہین دوسرے یہ کہ
اگر مراد ذکر مذمت سے یہ ہی کہ آنحضرت نے سب رفیقون کی مذمت فرمائی تو یہ ممنوع ہی کیونکہ آنحضرت کا مدح فرمانا
اپنے اصحاب کبار کی وفاداری کا ثابت ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال مین لکھا ہی کہ جب
مالک اشتر نے انتقال فرمایا تو وہ حضرت بہت متاسف ہوئے اور فرمایا کہ وہ میرے لیے ایسا تھا کہ جیسا مین پیغمبر خدا
کے لیے تھا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہی کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ حق تعالی نے عرب و عجم مین مثل مالک اشتر کسی کو خلق
نہین فرمایا مگر اُنکے استاد کو جو علی ابن ابیطالب تھے تو مین گمان نہین کرتا کہ اسکی قسم جھوٹ ہو گی یا اس قسم کرنے مین
وہ گنہگار ہوگا اور مالک اشتر و محمد بن ابی بکر کو اُن جناب نے بلفظ ولد ناصح و سیف قاطع تعبیر فرمایا ہی اور مثل
عمار یاسر اور اویس قرنی وغیرہ کے بہت سے صحابون کی مدح فرمائی ہی اور پیغمبر خدا کا بھی مدح فرمانا آنحضرت کے
بعض صحابون کی ثابت ہی جیسا کہ عمار کے لیے فرمایا تقتلك الفئة الباغية اور يدور الحق مع عمار حيث ما دار پھر یہ
کسطرح مذموم ہو سکتے ہین جناب سلطان العلما نے لکھا ہی کہ آنحضرت نے اپنے نامہ مین لکھا ہی و اناس فليحوك فی جحفل من

المهاجرين والانصار والتابعين لهم باحسان شديد زحامهم ساطع قتامهم متسربلين سربال الموت احب اللقاء اليهم لقاء ربهم قد صحبتهم
ذرية بدرية وسيوف هاشمية قد عرفت مواقع نصالها في اخيك وخالك وجدك واهلك وما هي من الظالمين ببعيد

اور اس سے ممدوح ہونا آنحضرت کے اصحاب کا ظاہر ہو اور اگر اس استدلال سے مراد شاہ صاحب کی یہ ہو کہ ان
عبارتون سے خطبون کی فی الجملہ مذموم ہونا آنحضرت کے صحابون کا ثابت ہوتا ہو تو یہ کچھ نئی بات نہین ہو پیغمبر خدا
کے ساتھ سے بھی اصحابون نے فرار اختیار کیا تھا اور باوجود اسکے کہ وہ حضرت امر جہاد فرماتے تھے اور مقابلہ ہمیشہ
کفار و فجار سے رہتا تھا لیکن نہ مانتے تھے اور صف جنگ سے روگردان ہوتے تھے پھر کیا اسے شاہ صاحب
نہین جانتے اگر جناب امیر کے صحابون نے فرار فرمایا ہوگا تو وہ بھی انھین اصحاب کا فعل ہوگا جو سالکین سنت
بعض اصحاب رسول ہونگے اور اسی خیال سے وہ بھاگے ہونگے کہ بعض اصحاب رسول بھی وقت شدت صف
جنگ سے پھر آتے تھے اور اسمین بھی ہوۃ آنحضرت کی پیغمبر خدا سے کامل ظاہر ہوئی اور فرار اصحاب نبی کا
سب کو یاد دلایا گیا اسی طرح کیا حدیث اصحابی اصحابی اور آیہ حنین کو شاہ صاحب نے بھلا دیا جو یہ فرمایا پھر اگر
جناب امیر نے اپنے اصحابون کی مذمت فرمائی تو خدا و رسول نے اصحاب رسول کی مذمت فرمائی ہو دیکھو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہو یا ایها الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوة الدنیا من الاخرة الایة
اور فرمایا ہو واذا راوا تجارة او لهوا انفضوا الیها وترکوک قائما اور فرمایا ہو ومنهم من یلمزک فی الصدقات اور اسی طرح اکثر آیتین
وارد ہوئی ہین اور اس سے صاف ظاہر ہو کہ عدم تعمیل حکم نبی کی غزوات مین نکلنے سے اور چھوڑ دینا پیغمبر کا تنہا
وقتیکہ وہ جہاد مین کھڑے ہون اور امتحان کرنا انکا صدقات مین جو بعض اصحاب سے وقوع مین آتا تھا اور خدا
انکی خبر دیتا ہو کیا لائق مدح ہو یا مذمت صریح ہو اور اس مذمت سے سب اصحاب مذموم نہین ہو سکتے کیونکہ وہ
لوگ ہی جو لائق مذمت کے ہونگے وہی مراد مذمت ہونگے اسی طرح جو مذمت جناب امیر علیہ السلام نے صحابون کی
فرمائی اس سے بھی وہی لائق مذمت سمجھے جاینگے جنسے مخالفت امام عصر کی ظاہر ہوئی ہوگی اور ملاحظہ فرمایئے
کہ جناب سلطان العلماء طاب ثراہ نے ایک روایت حمیدی سے نقل کی ہو کہ اسنے جمع بین الصحیحین مین صحیح مسلم سے
روایت کی ہو انصار کے قول کی جو کہ نبی کہتے تھے رسول فتح ان الرجل ادرکته رغبة فی قومه ورافة فی عشیرته پھر اب یہ سوءظن
اصحاب کا بہ نسبت جناب رسول خدا کے انکے اچھے اور لائق مدح ہونے کی دلیل ہو یا قابل مذمت ہونے کی اور
اسی کتاب مین زید بن زید سے منقول ہو قال کنا عند حذیفة فقال رجل لو ادرکت رسول الله قاتلت معه فقال حذیفة انت کنت
تفعل ذلک لقد رایتنا مع رسول الله لیلة الاحزاب واخذتنا ریح شدیدة وقر فقال الا رجل یاتینی بخبر القوم جعله الله معی یوم القیمة فلم یجبه احد
منا فقال قم یا حذیفه فلم اجد بدا اذ دعانی باسمی ان اقوم فقال اذهب فاتنی بخبر القوم ولا تذعرهم علی فلما ولیت من عنده جعلت کانما امشی فی حمام حتی اتیتهم فرایت ابا سفیان
یصلی ظهره بالنار فوضعت سهمی فی کبد القوس فاردت ان ارمیه فذکرت قول رسول الله لا تذعرهم علی ولو رمیته لاصبته فرجعت وانا امشی فی مثل الحمام فلما اتیته فاخبرته بخبر القوم

[illegible] فی ذالنبی رسول اللہ [illegible] فان یومان چہ جواب یہ بات کہ پیمبر خدا کا اس طرح پکارنا اور کسی کا
جواب نہ دینا اور خبر لانے کو کفار کی آنحضرت کا فرمانا اور کسی کا نہ اٹھنا اور نہ جانا ارشاد نبی کی مخالفت ہی
یا نہین پھر اسی طرح اگر اصحاب جناب امیر المومنین سے وقوع مین آیا ہو تو کیا عجب ہو اور وہ بھی تعلیم اصحاب
نبی کی جاننا چاہیے اور جنسے وہ وقوع مین آیا ہوگا وہی لائق مذمت ہونگے اور جو قابل مذمت تھے انکی مذمت
فرمائی ہوگی اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی بنسبت آنحضرت کے اصحابون کے کہ وہ خائن و سارق تھے واللہ
لایحب الخائنین یہ کلمہ بہت ہی بے غور و تامل فرمائے زبان سے نکالا اسکے کہنے کا حضرات اہلسنت کے لیے محل
نہین ہی کیونکہ خیانت و سرقہ حضرات اصحاب ثلثہ کا حدیث مسلم سے اور قرآن کی جمع سے بخوبی ثابت و واضح ہی
پھر شیشے کے گھر والا کیا ڈھیلا دوسرے کے گھر پر جسکا پختہ محل ہو پھینکیگے شاہ بھول گئے اسلیے بطور یاد دہی گذارش ہی
کہ یاد فرمانا چاہیے آپ صاحبون کو اس روایت کو اپنے صحاح کی جسمین صاف یہ ہی کہ خلیفہ ثانی جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب سے اور عباس عم رسول سے کہتے تھے کہ تم ابابکر کو اور مجکو دونون کو کاذب و فاجر و ظالم جانتے تھے
اور یہ سنکر دونون صاحبون نے کچھ عذر انکا نہ کیا اور نہ اسے رد کیا جس سے اقرار و قبول اس قول کا ظاہر ہوتا ہی
پھر پناہ بخدا جو باقرار علی ابن ابیطالب موصوف ہو صرف باین رذائل ہون انکے لیے کیونکر ادعا صحیح ہوسکتا ہی کہ
وہ محبوب خدا ہین اور جب اصحاب کبار نبی کا یہ حال ہو تو پھر اگر اصحاب جناب امیر المومنین مین بھی بعض حضرات
تابعین سے ویسے ہون جنھین شاہ صاحب خائن فرماتے ہین تو کیا عجب ہی اور حال اصحاب کبار مین غور فرمایے
کہ وہ بھی حضرات اتباع پیغمبر کا نہ فرماتے تھے بلکہ خود سری اور مخالفت کرتے تھے جیسا کہ لشکر اسامہ سے
پھر آنے کا حال مشہور ہی کہ کس تاکید سے فرمایا تھا جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ المتخلف عن جیش اسامہ لیکن باوجود اسکے
بطمع خلافت و مال دنیا لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے اور اس سے بھی افحش یہ ہی کہ جب وصیت نامہ لکھنے کو
قلم و دوات کو طلب فرمایا تو دینے کے عوض مین ان الرجل لیہجر کہکر کیسی مخالفت حکم رسول سے ظاہر کی
کیا یہ نہ سنا تھا کہ حق تعالی فرماتا ہی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پھر ایسے عدم اتباع کے بعد بھی
یحبہم و یحبونہ کا مصداق بننا ناممکن ہوسکتا ہی این الثریا من الثری اور ظاہر ہی کہ وہ بزرگوار جناب حیدر کرار
اور وصی حقیقی نبی مختار پر جو امیر المومنین بلکہ یعسوب الدین تھے از راہ تکبر کو اختیار کرتے تھے اور اس صورت مین
اعزۃ علی المومنین ہونا انکا ثابت ہی اور کافرون سے ڈرتے تھے پھر اذلۃ علی الکافرین کا مورد ہونگے اور یجاہدون
فی سبیل اللہ سے تو کوسون دور رہتے تھے جیسا کہ پیشتر اسکی طرف اشارہ ہوچکا ہی اور بجائے لایخافون
لومۃ لائم لایسمعون نصیحۃ الامام انکے حق مین صحیح ہی پھر جب اصحاب نبی کا یہ حال ہو تو اگر اصحاب امام علیہ السلام بھی
بعض متظاہر الاسلام ایسے ہون تو مقام عجب نہین لیکن سب کی نسبت ایسا خیال کرنا جائز نہین ورنہ حضرات

اہلسنت کو پہونچا ہو کہ انھین تم کھو اگر کہین اور اپنے صاحبون کے جہاد سے بھلے گئے کو اور کفار سے ذلیل ہونے کو
اور مخالفت رسول خدا کی اختیار کرنے کو انکے زمان حیات مین اور بعد وفات اُن جناب کے بھلا دیوین
جب یہ ثابت ہوا کہ لشکریان جناب امیر علیہ السلام مین بھی سب قسم کے اشخاص مثل اصحاب رسول خدا تھے تو جو مومنین
مخلصین تھے انھین اوصاف آیہ سے ممدوح ہونا یقینی ممکن ہی اور ہرگز انکے حق مین نسبت دینا رذائل نفاق کا
امکان نہین رکھتا کہ وہ سب دوست خدا اور رسول و نفس رسول کے تھے اور خدا و رسول و نفس رسول کے مطیع و دوست تھے
اور دیکھنے والے کو اس مقام کے ظاہر ہوگا کہ کسطرح الزام شاہ صاحب کا ساقط ہوا اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہو کہ اور بھی سیاق و سباق آیہ سے صریح یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اس قوم کی سعی سے مرتدین کا فتنہ دفع ہوگا اور
اصلاح دین کی متحقق ہوگی الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ ہرگز یہ دلالت آیہ مین نہین ہو اور گواہی اس
ابن ابی الحدید کی بھی گذر اندی اور فاضل روزبہان کی بھی شہادت سے ثابت ہوتا ہی کہ ایسا نہین کیونکہ انھون نے
اجماع مفسرین کا اسپر نقل کیا ہی کہ آیہ بشان اہل یمن نازل ہوا اور انھین سے بھی کسی نے فتنہ مرتدین کو دفع نہین کیا
پھر اب شاہ صاحب کا قول یقینی پایۂ اعتبار سے ساقط ہوا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ تینون آیتین کتاب اللہ
حقیت خلافت امامت خلفاے ثلثہ کو ایسی ارشاد فرماتے ہین اور ایسی تقیدات و تخصیصات رکھتے ہین کہ
ہرگز انکے غیر کا احتمال موافق قواعد دانشمندی باقی نہین رہتا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ استدلال مین ضرور ہی کہ نص صریح
و محکم سے استدلال کیجاے نہ یہ کہ متشابہات سے استدلال کرین اور جن آیات سے کہ شاہ صاحب استدلال
فرماتے ہین وہ یقینی آیات متشابہ سے ہین یہان تک کہ خود انکے علما بھی ایک امر پر اتفاق نہین کرتے جیسا کہ
نقل اقوال علماے سنت سے جو پیشتر ہم کر چکے بخوبی یہ امر عاقل پر واضح ہوا ہوگا پھر اگر یہ استدلال صحیح ہو تو چاہیے
جو مجسمہ آیات متشابہ سے صحت مذہب پر اپنے استدلال کرتے ہین وہ بھی صحیح ہو اور جو شاہ صاحب نے قواعد
دانشمندی کی موافقت کو فرمایا ہی کاش اُن قواعد کی بھی تفصیل و تعدید فرماتے کہ اسمین غور کیا جاتا کہ جو قواعد انکی مراد ہین
وہ مشتمل تحقیق پر ہین یا تدلیس و تلمیع پر ہین کیونکہ ہم تو مقتضاے عقل کامل یہ جانتے ہین کہ ہر امر مین خصوصاً امور دینیہ مین
اتباع حکم شارع کا انسان ملتزم ہو اور قرآن کے بارے مین حکم شرعی یہ ہی کہ تفسیر اسکی راے سے اپنی نہ کرے
بلکہ اصل اعتماد روایات پر جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئی ہون کیا جاے اور ادلہ عقلیہ کو نقل کا معین جانین پھر ظاہر ہی
کہ روایات بھی جو تفسیر مین اس آیہ کی وارد ہوئی ہین وہ مختلف ہین اور اوصاف بھی جو آیہ مین مذکور ہین وہ خلفاے
ثلثہ مین کسی طرح متحقق نہین ہو سکتے پھر کسطرح گمان کیا جاے کہ قول شاہ صاحب کا لائق قبول ہی ہان جو کچھ
شاہ صاحب نے صرف عقلیات کا فرمایا ہی وہ تو بیش از تدلیس نہین ہی اور محض اپنے اوہام کو نسبت تعصب
مذہب کے یقینیات کی قوت دیکر لائق حجت ہونے کے سمجھے ہین اور وہ ایسے ہین جنھین انکے علما بھی قبول نہین کرتے

اور خبر شائع مین ہونے کا انکے اقرار و اظہار کرتے ہین پھر علما و علماء شیعہ اسے کیونکر قبول فرماوین فتدبر اور جو
فرمایا ہی کہ کتاب ازالۃ الخفا مین استدلال کامل ہی جو تفصیل کا محتاج ہو اسکی طرف رجوع کرے الخ حقیقت
یہ ہی کہ جب ازالہ انکا رضا مین مدخولہ کا جنھین و دستورات سے سمجھے تھے کرچکے تو اب شوق وصال برائین
معانی کا جو بے پردہ ہین ہرگز باقی نہین جہان انکا رادلہ ٹوٹے پھوٹے ہین وہان ثبات براہین کا کیا حال ہوگا
انکے سب وجوہ استدلال دیکھے سنے ہوئے ہین یہ آیہ اور سوا آیہ جنسے یہ حضرات استدلال فرماتے ہین ببرابین
والعاقل تکفیہ الاشارہ بحمد اللہ کہ جس آیہ سے شاہ صاحب نے جواب آیہ وجوہ مودت قربی کا دینا چاہا تھا اسکا
حال بھی ظاہر ہوگیا اور یقینی کبھی منصف اب بعد ملاحظہ اسکے شبہ ہماری صحت استدلال مین جو اس آیہ سے
کی ہی نہ کریگا فتذکر نوین آیہ وقفوهم انهم مسئولون ہی یعنی باز رکھو کافرون کو کہ یہ سوال کیے جاینگے جناب آخوند مجلسی
علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیت مین اور اوروں نے اور ابو القاسم
حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل مین اور ابن شیرویہ نے کتاب فردوس الاخبار مین اور ابن مردویہ نے
کتاب مناقب مین اور غیر انکے اور علماؤن نے حضرات اہلسنت سے بذریعہ بہت سندون کے ابن عباس
و ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ سوال کیے جاینگے یہ محبت سے علی ابن ابیطالب کے اور حافظ ابو نعیم
کتاب منقبت المطہرین مین چند سندون سے بریدہ وغیرہ سے روایت کی ہی کہ ایک دن مین پیغمبر خدا کی خدمت
مین حاضر تھا فرمایا آنحضرت نے کہ قسم ہی اس خدا کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اپنی جگہ سے دونون
پاؤن کسی بندے کے روز قیامت حرکت نہ کرینگے یہان تک کہ چار چیزون سے اس سے سوال کیا جاے عمر
اسکی کہ کس چیز مین اسے فانی کیا اور بدن سے اسکے کہ کس عمل مین اسے کہنہ کیا اور مال سے اسکے کہ کہان سے پیدا کیا
اور کس مصرف مین صرف کیا اور ہم اہلبیت کی محبت سے اسکے بعد عمر نے کہا کہ ای پیغمبر خدا علامت آپ کی
محبت کی کیا ہی آپ کے بعد یہ سنکر ہاتھ اپنا جناب علی ابن ابیطالب کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ ہم اہلبیت کی
محبت کی علامت انکی محبت ہی کہ جو اسے دوست رکھیگا اسنے مجھے دوست رکھا اور جسنے اسے دشمن رکھا اسنے
مجھے دشمن رکھا انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ واضح ہو کہ جسطرح آیہ وجوب مودت قربی دلالت وجوب محبت و ولایت پر
آنحضرت کی کرتا تھا اسی طرح اس آیہ سے بشہادت و تفسیر جناب مخبر صادق صلوات اللہ علیہ والہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ
وہ حضرت واجب المحبت اور مفترض الطاعت ہین اور جیسا کہ واجب المحبت کا واجب الطاعت ہونا اسے ضروری
اسی طرح اس آیہ کے بنا بھی استدلال آنحضرت کے مفترض الطاعت ہونے کی صحیح ہی لیکن جناب شاہ صاحب نے
اس آیہ کی نسبت بھی جو کچھ مین آیا وہ فرمایا چنانچہ بقولہ انکا معہ جواب عرض کیا جاتا ہی قولہ ومنها قولہ تعالی وقفوهم
انهم مسئولون کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہوا ہی انتعال وقفوهم انهم مسئولون عن ولایۃ علی بن ابی طالب

اور حقیقت مین یہ تمسکات روایات سے ہین نہ آیات سے اور حال اِن روایات کا معلوم ہی کہ اہلسنت کے نزدیک
معتبر نہین خصوصاً یہ روایت فردوس دیلمی مین واقع ہی اور وہ کتاب جمع احادیث ضعیفہ واہیہ کے لیے مخصوص ہی
اور بالتخصیص اِس روایت کی سند مین ضعفا و مجاہیل بیچ مین بہت آگئے ہین احتجاج کے قابل نہین خصوصاً مسائل
ایسے مطالب اصولیہ کے اور اسکے ساتھ نظم قرآنی مکذب ہی اِس روایت کا کیونکہ یہ خطاب مشرکین کے حق مین ہی دلیل
و ما یعبدون من دون اللہ اور مشرکین سے پہلے سوال شرک سے اور عبادت غیر اللہ سے ہوگا نہ ولایت علی ابن ابیطالب سے
اور بھی قرآن کا نظم دلالت اِسپر کرتا ہی کہ سوال جملہ استفہامیہ کے مضمون سے ہوگا جو فرمایا ہی ما لکم لا تناصرون
جو توبیخ و تعبیر کے لیے ہی نہ اور کسی چیز سے اور اِسی لیے قاریون نے اجماع کیا ہی کہ مسئولون پر وقف ترک کرین اور
برتقدیر صحت روایت اور فک نظم قرآنی مراد ولایت سے محبت ہی اور اس صورت مین زعامت کبریٰ پر دلالت
نہین کرتا اور محل نزاع وہ ہی اور اگر زعامت کبریٰ بھی مراد ہو جب بھی مفید مدعا نہین ہوتا کیونکہ مفاد آیت کا اعتقاد
امامت کا جناب امیر کے وجوب ہی فی وقت من الاوقات اور یہ عین مذہب اہلسنت و جماعت کا ہی اور اس روایت کو
واحدی نے اپنی تفسیر مین وارد کیا ہی اور انہین وارد ہی کہ عن ولایۃ علی و اہل البیت اور ظاہر ہی کہ سب اہلبیت
ائمہ نہ تھے اور شیعہ بھی سب اہلبیت کی امامت کے معتقد نہین ہین پھر ولایت کا حمل محبت پر متعین ہوگا
کیونکہ ولایت لفظ مشترک ہی اور قرائن خارجیہ کے ساتھ ایک دونون معنون سے متعین ہوتا ہی اور بالجملہ سوال
محبت امیر سے اور انکی امامت سے اجماعی ہی اور اہلسنت بھی قائل ہین اسکی بحث انہین ہی کہ حضرت امیر بلافصل
امام تھے اور سوا انکے کوئی اصحاب سے امامت کا مستحق نہ تھا اور یہ آیہ کسی وجہ اس مدعا سے علاقہ نہین رکھتا
انتہی ترجمہ کلامہ اور دیکھنے والے کو بخوبی واضح ہوگا کہ اس کلام مین شاہ صاحب کے کسقدر اضطراب و اختلال ہی
پہلے یہ چاہا تھا کہ اصل استدلال ہی باطل کرین اسی لیے تضعیف حدیث پر جھک گئے اور اقرار کر گئے کہ مسند
فردوس دیلمی کتاب مخصوص جمع احادیث ضعیفہ واہیہ کے لیے ہی اور اُس سے تیشہ اپنے پاؤن پر مارا ہی وہ ظاہر ہی
کیونکہ جتنی انہین احادیث ہین سب کے لیے اقرار ہوچکا اور اس سے بہت کچھ استدلال علماے اہلسنت کا بھاو
منثوراً ہوگیا کما لا یخفی علی اللبیب اور بحمد اللہ شیعون کو اُس سے کچھ ضرر نہین کیونکہ شیعون کا مدار استدلال اسی کی روایت
نہین ہی بعد اسکے نظم قرآن مین ادعاے اجماع کا قاریون کے جو فرمایا وہ بھی محتاج دلیل ہی اور غیر ثابت ہی پھر
راہ بھی چھوڑی اور تسلیم کرکے روایت کی ولایت کے معنی محبت قرار دیے اور زعامت کبریٰ کو خارج کیا پھر
جب کچھ سمجھے تو زعامت کبریٰ کو بھی تسلیم کیا لیکن مفاد آیہ کو وجوب اعتقاد امامت کوئی وقت من الاوقات تسلیم کیا
حالانکہ فی وقت من الاوقات کی تقیید کہین آیہ مین نہین ہی یہان تک کہ اقرار کرلیا کہ سوال محبت و امامت جناب امیر سے
اجماعی ہی اور اہلسنت بھی اسکے قائل ہین بہت محل تعجب ہی کہ جب آخر مین یہ کہنا منظور تھا تو پھر جو پہلے انکار نہ

شیعون کے استدلال کے شور و شغب فرمایا ہے اس سے سوا اظہار تعصب کے یہ اپنے مریدون مین اظہار کمال
اپنا اور اہل بصیرت کے نزدیک اقرار سخافت بیانی اور کیا فائدہ ہوا بالجملہ اب ہم اسکے جواب کی طرف
جو تفصیل اس اجمال کی ہے متوجہ ہو کر کہتے ہین کہ اس آیہ کی تفسیر مین ہم پہلے اتمام حجت اور الزام حجۃ کے لیے
روایات علماے اہلسنت کو نقل کرتے ہین اور اس سے واضح ہو گا کہ یہ مضمون تنہا ابو سعید خدری ہی کی روایت
مین نہین ہے بلکہ اورون مین سے بھی مروی ہے اور ایک فردوس دیلمی ہی ناقل نہین ہے اور بھی علمانے اپنی کتب مین
نقل کیا ہے اور فردوس دیلمی کے معتبر ہونے کو وہ کافی ہے کہ شیخ ابن حجر نے صواعق مین دیلمی اور واحدی
دونون سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور بعد قبول کرنے کے لیے نقل کیا ہے حیث قال واخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری
ان النبی قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علی وکان ھذا مراد الواحدی بقولہ وروی فی قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون ای عن ولایۃ علی
واھل البیت لان اللہ امر نبیہ ان یعرف الخلق انہ لا یسئلھم علی تبلیغ الرسالۃ اجرا الا المودۃ فی القربی والمعنی انھم یسئلون ھل والوھم حق الموالاۃ کما اوصاھم
النبی ام اضاعوھا واھملوھا فیکون علیھم المطالبۃ والتبعۃ انتھی پس اب نہیتا ہے اسند فریقین دیلمی و سست بردار ہون یا شیخ ابن حجر کو اہلسنت کی
جماعت سے خارج کرین اسی طرح اور بھی علماؤن نے انکے اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ترجمہ کلام جناب خلد مجلسی
علیہ الرحمہ مین بھی مذکور ہوا اور اب ہم انکے محدثین کی تصریح موافق اسکے جو سید ہاشم مرحوم نے کتاب حجۃ الخصام
و غایت المرام کے باب خمسون مین نقل کیا ہے لکھتے ہین واضح ہو کہ مصنف مذبور نے اس آیہ کی تفسیر مین موافق طرق
اہلسنت کے آٹھ حدیثین نقل کی ہین چنانچہ پہلی روایت اس سے وہی ہے جسے شیخ ابن حجر کی نقل کے موافق ہم بھی
لکھ آئے ہین دوسری روایت وہ ہی جسے ابو المؤید موفق ابن احمد نے جو اکابر علماے حضرات اہلسنت سے ہین
لکھا ہے تیسری ابو الاحوص عن ابن اسحق فی قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون یعنی عن ولایۃ علی رضی اللہ عنہ تیسرے ابراہیم محمد حموینی نے جو اکابر
علماے عامہ سے ہین کتاب فرائد السمطین مین کہا ہے اخبرنا ابو ابراہیم ابن ابی القاسم الصوفی انبانا محمد بن محمد بن یعقوب الحافظ
انبانا ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن عمر انبانا احمد بن ابی الوہاب انبانا عبد الحمید الحمانی باسنادہ عن قیس بن عطیہ عن ابی سعید عن النبی فی قولہ عز وجل
وقفوھم انھم مسئولون قال عن ولایۃ علی بن ابیطالب والمعنی انھم یسئلون ھل والوہ حق الموالاۃ کما اوصاھم رسول اللہ ورسولہ عن علی صلوات اللہ علیہ وجعل الولایۃ امر من
اصول الدین بعد سکے پھر حموینی نے اسکے بعد کہا ہے کہ اخبرنا جعفر بن محمد العلوی حدثنا احمد بن عبد اللہ بن محمد بن الصباح اخبرنی محمد بن علی بن حمزہ
اللسانی حدثنا عاصم بن یوسف الیربوعی عن سفیان بن ابراہیم الجریری عن ابیہ عن ابی صادق قال قال علی صلوات اللہ علیہ اصول الاسلام ثلثۃ لا ینفع واحد منہن
دون صاحبہ الصلوۃ والزکوۃ والموالات اور اس سے فاضل حموینی نے نقل کیا ہے ایک حدیث کو مسندا عن ابی الحسن علی بن احمد الواحدی بعد روایۃ
حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ ھذہ الروایۃ التی اخبرنا النبی انھم مسئولون عنھا یوم القیمۃ یعنی حدیث کی ہے ابو الحسن علی ابن احمد واحدی نے بعد روایت
کرنے کے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اس روایت کو ایسی روایت سب جسے پیغمبر خدا نے ثابت فرمایا ہے
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے لیے کہ انکے موالاۃ روز قیامت کو پوچھے جائینگے اور صاحب کتاب غایت المرام

الی موسیٰ وسبق صاحب یٰسین الی عیسیٰ وسبق علی الی محمد وھو افضلھم یعنی کہا ابن عباس نے کہ سبقت کرنے والے تین ہیں
سبقت کی یوشع بن نون نے طرف موسیٰ کے اور سبقت کی صاحب یٰسین نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور
سبقت کی علی ابن ابیطالب نے طرف محمد مصطفیٰ کے اور وہ حضرت اور سابقین سے افضل ہیں پانچوین وہ
روایت ہے جسے ابو نعیم حافظ نے اپنے رجال سے مرفوعاً ابن عباس سے نقل کیا ہے قال سابق ھذہ الامۃ علی بن ابی طالب
یعنی کہا ابن عباس نے کہ سابق اِس اُمت کے علی ابن ابیطالب ہیں چھٹی وہ روایت ہے جسے ابو مؤید موفق ابن
احمد نے باسناد اپنی عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے قال سمعت عمر بن الخطاب وعندہ جماعۃ فتذاکروا السابقین الی
الاسلام فقال عمر اما علی فسمعت رسول اللہ یقول فیہ ثلاث خصال لوددت ان یکون لی واحدۃ منھن فکانت احب الی مما طلعت علیہ الشمس
کنت انا وابو عبیدۃ وابو بکر وجماعۃ من اصحابہ اذ ضرب النبی علی منکب علی رضی اللہ عنہ وقال لہ یا علی انت اول المؤمنین ایمانا واول المسلمین اسلاما وانت
منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ یعنی کہا عبداللہ بن عباس نے کہ سنا میں نے عمر ابن الخطاب خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت سے
بعین حالون کہ اُنکے پاس ایک جماعت بیٹھی تھی اور اُنمین سابقین اسلام کا چرچا ہوتا تھا یعنی اُس جماعت کا منشا
ذکر سابقین اسلام سے یہ تھا کہ تا اُنہیں معلوم ہو کہ کون شخص سابق ہے پس عمر ابن الخطاب نے کہا کہ لیکن علی
پس سنا ہے مین نے پیغمبر خدا سے اُنکے بارے میں تین خصلتیں ایسی فرماتے تھے کہ مین چاہتا ہون کہ اگر ایک بھی
اُنمین سے میرے واسطے ہوتی تو مین اُسے تمام دنیا سے جسپر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے زیادہ دوست اور عزیز سمجھون مین تھا
اور ابو عبیدہ جراح اور ابو بکر تھے اور اور جماعت اصحاب کی تھی آنحضرت جناب رسول خدا نے جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب کی پشت مبارک پر ہاتھ مارکر فرمایا کہ اے علی ابن ابیطالب تم ایمان کی راہ سے سب مومنین سے پہلے
اور اسلام کی جہت سے سب مسلمانون سے اوّل ہو اور تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہو یعنی جو نسبت
ہارون کو برادری و وصایت کی حضرت موسیٰ سے تھی وہی تمکو میرے ساتھ ہے ساتوین وہ روایت ہے جو موفق
ابن احمد نے باسناد اپنی مجاہد سے کہ اُسنے ابن عباس سے نقل کیا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السبق ثلثۃ
فالسابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق الی عیسیٰ صاحب یٰس والسابق الی محمد علی بن ابی طالب یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا
پیغمبر خدا نے کہ سبقت تین مین پایا گیا ہے پس سابق موسیٰ کی طرف یوشع بن نون ہے اور سابق عیسیٰ کی طرف صاحب
یٰس ہے اور سابق محمد کی طرف علی ابن ابیطالب ہیں فقط دیکھنے والے کو ظاہر ہوگا کہ یہ خبر مرفوعاً نہیں ہے فقط آٹھوین وہ
روایت ہے جسے فاضل محدث ابراہیم بن محمد حموینی نے باسناد اپنی سلیم قیس ہلالی سے کہ اُسنے حدیث مناشدہ میں
فضائل مین جناب امیر علیہ السلام کے جو درحال حاضر ہونے جماعت مہاجرین و انصار کے فرمائی کہا ہے کہ قال علی
علیہ السلام فانشدکم اللہ اتعلمون حیث ان اللہ عزوجل فضل فی کتابہ السابق علی المسبوق فی غیر آیۃ وانی لم یسبقنی الی اللہ عزوجل
والی رسولہ احد من الامۃ قالوا اللھم نعم ثم قال فانشدکم اللہ اتعلمون حیث نزلت السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والسابقون السابقون

فقطرہ پر کہ وہ پوچھے جائینگے ولایت سے علی ابن ابیطالب کی اور دوستی اہلبیت سے آٹھوین حدیث وہ ہی جسے
ابو الحسن بن شاذان نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہی کہا اُنھنے سمعت رسول اللہ یقول اذا کان یوم القیمۃ امر
اللہ ملکین یقعدان علی الصراط فلا یجوز احد الا ببراءۃ من امیر المومنین و من لم یکن عندہ براءۃ من امیر المومنین اکبہ اللہ علی منخرہ فی النار فذلک قولہ تعالی وقفوھم انھم
مسئولون قلت فداک ابی و امی یا رسول اللہ ما معنی براءۃ امیر المومنین قال مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و امیر المومنین علی بن ابیطالب وصی رسول اللہ
یعنی سُنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے جب روز قیامت ہوگا تو حق تعالیٰ حکم فرمائیگا دو فرشتوں کو کہ وہ صراط پر
بیٹھینگے پس کوئی شخص نہ گذرنے پائیگا مگر براۃ امیر المومنین کے ساتھ اور اُنکے ذریعے سے اور جسکے پاس وہ براۃ
نہوگی امیر المومنین کی تو حق تعالیٰ اُسے ناک کے بل آگ مین گرائیگا اور یہ قول ہی خدائے تعالیٰ کا وقفوھم انھم مسئولون
ابو سعید کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں اے پیغمبر خدا امیر المومنین کی براۃ
کیا معنی ہین اور وہ کیا ہی فرمایا کہ وہ نوشتہ ہی جسمین یہ لکھا ہوگا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و امیر المومنین علی بن ابیطالب
وصی رسول اللہ یہان تک نقل احادیث اہلسنت کی تھی اب ہم چند روایات از جملہ اخبار اہلبیت علیہم السلام نقل
کرتے ہین کہ جس سے ظاہر و ثابت ہو کہ یہ اخبار متفق علیہ فریقین ہین اور اہلبیت علیہم السلام کا اس مضمون کی
صحت پر اجماع ہی اور لائق احتجاج اور قابل اعتقاد ہی چنانچہ اسی کتاب مین سید ہاشم مرحوم نے باب حادی
و خمسون مین چھ روایتین اخبار خاصہ سے نقل کی ہین پہلی روایت وہ ہی جسے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد اپنے
جناب امام رضا علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے آبائے کرام کے توسط سے جناب امام حسین علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے قال رسول اللہ ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع و ان عمر منی بمنزلۃ البصر و ان عثمان منی بمنزلۃ الفواد فقال فلما
کان من الغد دخلت علیہ و عندہ امیر المومنین و ابو بکر و عمر و عثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ھولاء قولا فما ھو فقال علیہ السلام نعم ثم اشار الیھم فقال ھم
السمع و البصر و الفواد و سیسئلون عن ولایۃ وصیی ھذا و اشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عز و جل یقول ان السمع و البصر و الفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا
ثم قال و عزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیمۃ و مسئولون عن ولایتہ و ذلک قول اللہ وقفوھم انھم مسئولون یعنی فرمایا جناب امام حسین
علیہ السلام نے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا بتحقیق کہ ابو بکر مجھسے بمنزلہ گوش کے ہی اور بتحقیق کہ عمر
بمنزلہ آنکھوں کے مجھسے ہی اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہی بعد اسکے جناب امام حسین فرماتے ہین کہ جب دوسرا
دن ہوا اور مین خدمت باسعادت مین اپنے نانا کی حاضر ہوا تو دیکھا مین نے کہ انکی خدمت مین امیر المومنین
اور ابو بکر و عمر و عثمان سب حاضر ہین اُسوقت مین نے عرض کیا کہ اے پدر عالیمقدار کل کے دن جو آپ نے اپنے
اصحابوں کے بارے مین فرمایا تھا وہ کیا تھا یہ سنکر جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ہاں پھر اُنکی طرف اشارہ فرما کر
ارشاد کیا کہ یہ سمع و بصر و دل ہین اور قریب ہی کہ پوچھے جائینگے ولایت سے میرے اس وصی کی اور اشارہ طرف
جناب امیر علیہ السلام کے فرمایا پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ بتحقیق سمع و بصر و دل ان سب سے سوال کیا جائیگا

بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے کہ قسم ہی مجھے اپنے پروردگار کی عزت کی کہ سب امت میری ٹھہرائی جائیگی روز قیامت
اور اُنسے سوال کیا جائیگا اُنکی ولایت سے اور یہ ہی قول خدا کا وقفوهم انهم مسئولون دوسری روایت وہ ہی
جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے موافق اپنی اسناد کے ابو سعید سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے پیغمبر خدا سے اِس آیت کے
معنی پوچھے حضرت نے فرمایا عن ولایة علی ما صنعوا فی امره وقد اعلمهم الله عزوجل انه الخلیفة بعدی یعنی پوچھے جائینگے ولایت
علی سے اسطرح کہ اُنکے بارے مین کیا کیا اور بتحقیق کہ خدا نے سب کو آگاہ فرما دیا تھا کہ وہی حضرت بعد جناب
رسالتمآب کے اُنکے خلیفہ ہین تیسری حدیث وہ ہی جسے شیخ طوسی نے اپنی امالی مین باسناد اپنی جناب
رسول خدا سے نقل کیا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا اذا کان یوم القیمه ونصب الصراط علی جهنم لم یجز علیه الا من معه جواز فیه ولایة علی
ابن ابیطالب وذلک قوله تعالی وقفوهم انهم مسئولون یعنی عن ولایة علی ابن ابیطالب چوتھی وہ روایت ہی جو محمد بن عباس بن ماہیار
ثقہ نے اپنی تفسیر مین جو فیما نزل فی اهل البیت سے موسوم ہی باسناد اپنی ابن عباس سے ذیل قول خدا تعالی مین
جو فرمایا ہی وقفوهم انهم مسئولون نقل کیا ہی کہ اُنھون نے کہا عن ولایة علی بن ابیطالب پانچوین وہ روایت ہی جو
شیخ طوسی نے مصباح الانوار مین باسناد اپنے عبد اللہ بن عباس سے نقل کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ اذا کان
یوم القیمه اقف انا وعلی علی الصراط بید کل واحد منا سیف فلا یمر احد من خلق الله الا سألناه عن ولایة علی علیه السلام فمن
معه شیء منها نجی والا ضربنا عنقه والقیناه فی النار ثم تلا وقفوهم انهم مسئولون ما لکم لا تناصرون بل هم الیوم مستسلمون یعنی جبکہ
روز قیامت ہوگا تو مین کھڑا ہونگا اور علی ابن ابیطالب صراط پر اور ہم دونون سے ہر ایک کے ہاتھ مین تلوار
ہوگی پس کوئی ایک خلق خدا سے نہ گذریگا مگر یہ کہ ہم دونون اُس سے ولایت علی ابن ابیطالب کا سوال کرینگے
پس جسکے پاس اُس ولایت سے نصیب ہوگا وہ نجات پائیگا والا ہم اُسکی گردن کاٹینگے اور اُسے جہنم مین ڈال
دینگے بعد اسکے تلاوت فرمائی وقفوهم انهم مسئولون کی اور فرمایا کہ کیا ہوا ہی تمھین جو سب ملکر مددگاری نہین کرتے
بلکہ وہی مددگار اُنکے روز قیامت کو اہل امن و سلامتی سے ہونگے چھٹی حدیث تفسیر امام حسن عسکری کی ہی جو
آنحضرت نے تفسیر مین قول خدا تعالی کے واذا قیل لهم آمنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءه
وهو الحق یعنی جب کہا گیا اُنسے کہ ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے جسے خدا نے نازل فرمایا ہی تو کہا اُنھون نے کہ جو ہمپر پہلے
نازل کیا گیا ہم اُسپر ایمان لاتے ہین اور کفر کرتے ہین اُس سے جو بعد اُسکے نازل ہوا حالانکہ حق وہ ہی جناب
امام حسن عسکری نے فرمایا کہ جب کہا گیا اُس گروہ یہود سے جنکا ذکر اوپر گذرا کہ ایمان لاؤ اُسپر جو محمد پر نازل ہوا ہی
قرآن سے کہ وہ مشتمل ہی اوپر حلال و حرام کے اور فرائض و احکام کے تو کہا اُنھون نے کہ ہم ایمان لاتے ہین اُسپر
جو ہمپر نازل ہوا تھا یعنی توراة اور انکار کرتے ہین اُس سے جو اُسکے بعد نازل ہوئی یعنی جو کچھ توراة کے سوا نازل
ہوا اُس سے کفر کرتے ہین اور ایمان اُسپر نہین لاتے حالانکہ وہ حق ہوا اور وہ جسے یہ یہود کہتے تھے کہ وہ سوا توراة کے ہی

اور حق ہی اسواسطے کہ وہی ناسخ و منسوخ ہی اور ایسا ہی کہ اُسے خدا نے مقدم فرمایا ہی جیسا کہ فرمایا ہی فلم ایس پس پہلے
تم ہکو قتل کرتے ہو اور بیشتر اسلاف تمھارے قتل کرتے تھے رسولان خدا کو اگر تم ایمان لاے ہو توراۃ کے ساتھ
یعنی توراۃ حکم نہین کرتی کہ خدا کے بھیجے ہوؤن کو اور اُسکے رسولون کو مار و پھر تم کیا ایمان لاے اُسکے ساتھ
جو تمپر نازل کیا گیا تھا توراۃ سے اسلیے کہ اُسمین قتل انبیا کی تحریم ہی اسی طرح جب تم ایمان لاے اُسکے ساتھ جو نازل
کیا گیا ہی محمد پر کہ وہ قرآن ہی کہ وہی امر ہی ساتھ ایمان کے اور تم ہرگز اب تک ایمان نہین لاے توراۃ کے ساتھ
اسلیے خدا نے دونون سے تمپر ایمان کو لیا ہی اور ایک پر ایمان لانے سے ایمان مقبول نہین جب تک کہ دونون پر
ایمان نہ لائین پس ایسا ہی خدا نے جب فرمایا ایمان کو علی ابن ابیطالب کے ساتھ جیسا کہ فرض فرمایا ایمان کو ساتھ
محمد کے پس جسنے کہ کہا کہ ہم ایمان لاے ہین ساتھ نبوت محمد کے اور انکار کرتے ہین ولایت علی ابن ابی طالب سے
پس وہ ہرگز ایمان نہین لایا نبوت محمد پر اور جب حق تعالیٰ روز قیامت خلائق کو مبعوث فرمایگا تو ہمارے
پرورد گار کا منادی ندا کریگا خلائق کے پہچوانے کے لیے ایمان و کفر مین پس کہیگا وہ اللہ اکبر اللہ اکبر اور
دوسرا منادی ندا کریگا کہ اے معاشر خلق تم سب اُس منادی کی مساعدت کرو گے اُس کہنے مین اسوقت فرقہ دہریہ
اور معطلہ گونگے اور اخرس ہو جائینگے اور اُنکی زبان گویا نہوگی اور اُنکے سوا سب خلق اُسے کہے گی بعد اُسکے منادی
کہیگا اشہد ان لا الہ الا اللہ پس سب خلق اُسے ہی کہے گی مگر وہ کہ جنھون نے شرک خدا کے ساتھ کیا ہی مجوس وغیرہ
اور عبادت کرنے والون سے بتون کی اُنکی زبان سے یہ نہ نکلیگا پس وہ سب خلق سے جدا ہونگے پھر وہ منادی
کہیگا کہ اشہد ان محمد رسول اللہ پس سب جتنے مسلمان ہین وہ کہینگے اور یہود وغیرہ مشرکین سے جنھون نے دنیا مین
انکار کیا تھا وہ نہ کہہ سکینگے بعد اُسکے ایک اور منادی میدان قیامت مین ندا کریگا کہ اُنھین سب کو جنت کی طرف لیجاؤ
بسبب اِسکے کہ اُنھون نے محمد کی نبوت کی گواہی دی ہی ناگاہ حق تعالیٰ کی طرف سے ندا پہونچے گی کہ بلکہ اُنھین ٹھہراؤ
کہ وہ سوال کیے جائینگے اُسوقت وہ ملائکہ عرض کرینگے جنھون نے کہا تھا کہ اب جنت کی طرف ان سب کو لیجاؤ
بسبب اِسکے کہ گواہی نبوت کی محمد کی دے چکے کہ خداوندا اب کیون ٹھہراے جاتے ہین اُنکو ندا پہونچے گی
خدا کی طرف سے کہ اُنھین ٹھہراؤ کہ سوال کیے جائینگے ولایت علی ابن ابیطالب سے اور آل محمد سے اے میرے بندون
اور لونڈیون مین نے اُنھین حکم فرمایا تھا محمد کی گواہی کے ساتھ اور بھی گواہی کا کہ جب اُسے بھی بجا لائین تو اُنکا ثواب
اُنھین دیا جاے اور اُنھین اکرام کیا جاے اور اگر اُسے نہ ادا کرین تو اقرار میری ربوبیت اور پروردگار ہونے کا
اور گواہی محمد کی نبوت کی اُنھین فائدہ نہ پہونچائیگی پس جو اُسے بجا لایا وہ فائزین سے ہوگا اور جو اُسے بجا نہین لایا وہ
ہالکین سے ہوگا بعد اُسکے امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض اُنسے وہ ہونگے جو کہینگے کہ ہم علی ابن ابیطالب کے
دوست تھے اور شاہد ولایت آنحضرت کے تھے اور آل محمد کے دوست تھے اور یہ کہنا اُنکا جھوٹ ہوگا اور وہ یہ گمان

کرتے ہونگے کہ اے کہ گر ہم نجات پائینگے پس اُنسے کہا جائیگا کہ قریب ہے کہ ہم اُسپر گواہی علی کی طلب کرین بعد
اُسکے جناب امیر المومنین سے ارشاد ہوگا کہ اے ابو الحسن تم گواہی دو یہ سُنکر وہ حضرت عرض کرینگے کہ میرے دوستون کی
جنت اور میرے دشمنون کی آتش دوزخ شاہد ہے پس جو اُنمین سے صادق ہونگے اُنکی طرف ریح جنت اور
نسیم بہشت نکلے گی اور اُنھین اُٹھالیگی اور وارد کریگی اُنھین غرفہ ہاے بہشت مین دار المقامہ مین بسبب فضل خداکے
جنمین کسی طرح کا رنج نہین ہے اور جو اُس اقرار مین جھوٹے ہونگے اُنکی طرف سموم جہنم اور اُسکی گرمی اور اُسکا ظل وہاپر
جو مین شعب کا ہے لا ظلیل ولا یغنی من اللہب ہے نکلے گا پس اُنھین اُٹھالیجائیگا اور ہوا مین بلند کریگا اور آتش
جہنم مین پھیریگا بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بس یہ ہے کہ تم قسمت کرنے والے ہو بہشت و دوزخ کے اور تم
کہوگے جہنم سے کہ یہ میرے لیے ہے اور یہ تیرے لیے ہے فقط اب منصف پر پوشیدہ نہ رہیگا کہ جو شاہ صاحب نے
فرمایا تھا کہ کہتے ہین یہ روایت مرفوعًا ابو سعید سے مروی ہے اور اہلسنت کے نزدیک کچھ اعتبار نہین رکھتی کس قدر تعصب
و تجاہل پر مشتمل ہے کیونکہ چودہ طریق سے ہمنے نقل اس روایت کی ثابت کردی جسمین آٹھ طریقون سے اہلسنت کے
اور چھ طریق سے موافق طریق تشیعہ کے اور اس سے ثابت ہے کہ یہ خبر لفظ و معنی کی راہ سے مستفیض و متفق علیہ
ملت اسلام ہے اور معینات اسکے اخبار کتب معتبرہ حضرات اہلسنت مین بہت کثرت کے ساتھ ہین کہ اگر نقل
کیے جائین تو کتاب برابر اسکے ہو بنظر طول مل کے اس رسالہ مین اُسے نقل نہین کیا جاتا پھر اس سے انکار روز روشن کا
انکار ہے اور اگر یہ بھی مفید تعین و اعتقاد کو نہو تو پھر کیا اخبار موضوعہ مختصہ حضرات اہلسنت کے مفید اعتقاد کو اور لائق
احتجاج سمجھے جائینگے فتدبر اور استدلال کی وجہ اس سے جیسا ظاہر ہے کہ اور بھی ہم اسکی طرف اشارہ کرائے اور
پھر کہتے ہین کہ جو شخص کہ اُسکی مودت روز قیامت کو مسئول عنہ ہوا اور اُسکے ترک کرنے کے ساتھ مطالبہ الٰہی اور
گناہ مترتب ہو جس سے ضرور داخل ہونا جہنم کا لازم آئے وہ لامحالہ معصوم علی الاطلاق اور سب آدمیون سے افضل ہوگا
اور جب یہ ہے تو وہی امام ہوگا اور یہ حاجت اُس صورت مین تاویل کی طرف ہے جب ولایت بمعنی مودت کے لیجائے
جیسا شاہ صاحب بھی قبول فرماتے ہین اور اگر بمعنی اولویت ساتھ تصرف کے مراد لین جو زعامت کبریٰ کا مساوی ہے
تو اس صورت مین اُسکی دلالت مطلوب پر بہت ظاہر ہوگی اور جو شاہ صاحب نے تخصیص فرمائی ہے وقت دون
وقت آخر کے یہ بہت سخیف ہے کیونکہ جب علت استحقاق پائی گئی تو استحقاق ثابت ہوا اور مستحق کی موجودگی مین غیر
مستحق نہین ہوسکتا اور جب محبت و مودت علی الاطلاق واجب ہے جس سے عصمت اُنکی ثابت ہے تو بعد جناب
رسالتمآب کے پھر اُنکے موجود ہوتے ہوے تخصیص وقت دون وقت کی کیسی بلکہ جیسے کہ حضرت رسولؐ نے انتقال
اس عالم سے فرمایا بلا تخلل آن و زمان کے وہی حضرت امام مفترض الطاعت ہین فتدبر اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہے کہ حقیقت مین یہ تمسکات روایات کے ساتھ ہے نہ آیات کے ساتھ الخ یہ بھی عجب بات ہے کیونکہ طرق فریقین

استدلال کا یہ ہی کہ جو آیات ظاہر ہین اُنسے استدلال بعد ثابت و ظاہر ہونے معنی آیہ کے کرتے ہین اور انمین کسی
مفسر کے ضمیمہ کے محتاج نہین ہوتے اور جو ضمیمہ روایت کی آیات محتاج ہین اُنسے استدلال جو بہ ضمیمہ روایت
ہوتا ہی وہ استدلال بھی آیات سے ہوتا ہی نہ روایات سے اور یہ احتجاج شائع ہی اور اگر ایسا نہو تو قرآن کا حجت ہونا
بہت قلیل رہ جاے کیونکہ ظواہر آیات بہت کم ہین بلکہ قرآن و سُنت دونون اکثر معطل ہو جائین کیونکہ قرآن کی
آیات غیر ظاہرہ سے کچھ احتجاج نہو سکیگا اور سُنت سے جو اخبار تفسیر قرآن مین وارد ہین اُنکے تضعیف مین [illegible] ہونے کی
سہل ہو جائیگی پس دروازہ احتجاج کا بند ہوگا اور کسی نے آیات غیر ظاہرہ سے بضمیمہ اخبار احتجاج و تمسک نہین کیا
خود شاہ صاحب نے جو آیہ استخلاف سے احتجاج صحت خلفاے ثلثہ پر کی ہی اُسکی تفسیر ان خلفا کے ساتھ اپنے
گمان مین جناب امیر علیہ السلام کے قول سے کی ہی پھر چاہیے وہ بھی استدلال جناب امیر علیہ السلام کے قول سے ہو
نہ آیہ سے اور آیہ مباہلہ کے بیان مین خود کہا ہی کہ یہ آیہ بھی بدستور اُن آیات سے ہی کہ جنھین اہلسنت رد مذہب نواصب
و خوارج کے لیے لاتے ہین اور انمین روایت تفسیری سے تمسک کیا ہی پھر کیا وجہ کہ خود تو استدلال مین آیہ سے
تمسک روایت تفسیری سے کرینگے استدلال آیہ سے صحیح سمجھین اور دوسرون کے فعل مین کہین کہ یہ استدلال آیہ سے
نہین روایت سے ہی علاوہ اسکے اگر ایسا ہی ہو تو چاہیے کہ وہ بھی جو قیاس عقلی کو موافق اپنے مذہب کے حجت
جانتے ہین تو بنظر اخبار کے پھر چاہیے اُسے بھی حجت نہ سمجھین کیونکہ جب اُسکا حجت ہونا بھی بذریعہ اخبار کے ہوا تو اب
اُسے استدلال اخبار سے استدلال ہوگا نہ اُس قیاس سے کہ جس سے استدلال ابلیس نے کی تھی اور جو شاہ صاحب نے
بہ نسبت کتاب فردوس دیلمی کے ہاتھ پانٔون مارے ہین اور کہا ہی کہ وہ احادیث ضعیفہ واہیہ کی جمع کے لیے مخصوص ہی
یہ قول خود واہی ہی کیونکہ جب نقل کرنا انکے علماے اعلام کا مثل شیخ ابن حجر وغیرہ اُس کتاب سے اور انکا اعتماد اُسپر
ثابت ہوا تو پھر یہ انکا کہنا کیا لائق اعتنا ہو سکتا ہی بلکہ یقینی اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اپنے علماے مذہب سے بھی
شاہ صاحب خبردار نہین یا تجاہل فرماتے تھے حقیقت یہ ہی کہ از بسکہ عداوت اہلبیت اُنکے دل مین جوش
مارتی ہی اسلیے زبان تضعیف روایت کے لیے کھولتے ہین اور جو انھون نے فرمایا ہی کہ بالتخصیص اِس روایت کی
سند مین الخ جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ مضمون روایت کو ہمنے اسناد متعددہ سے بنا بر تمہارے محدثین کی نقل کے لکھدیا
اب اِس بات کے سُننے کا موقع نہین اور بر تقدیر تنزل و تسلیم ضعف روایت خاص جو فردوس دیلمی مین
وارد ہی ہم یہ کہینگے کہ اُسکا ضعف کئی چیزون سے منجبر ہو چکا ہی پہلے بسبب اُسکے اشتہار کے اُسے اب قوت
حاصل ہوئی ہی دوسرے قریب اسی مضمون کے بہت کثرت سے روایات حضرات اہلسنت کی کتابون مین
وارد ہین تیسرے آیہ قربیٰ اُسکے معاضد ہی چوتھے علماے اعلام اہلسنت نے مثل شیخ ابن حجر اُسپر اعتماد کیا ہی علاوہ [illegible]
اسکے مطالب اصولیہ مین جو ایسی روایت سے نقل کی جاتی ہی تو اُس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اسی سے استدلال ہی

ای حضرات ہمسے صاف سنیئے کہ جملہ اہلسنت کی امامت کالازم آنا ممنوع ہی موافق ادلہ قاطعہ کے اور نظر قیام اجماع کے پھر ہمین کیا سناتے ہین لیکن بنا بر آپ کے اعتراف کے بھی یہ ثابت ہی کہ اہلبیت وجب محبتہم ہین پھر اب فرمایئے کہ اس صورت مین حدیث صحاح فاطمة ولم تتکلم حتی ماتت کے کیا معنی ہونگے اور یہ بھی ضرور ہی کہ حضرات اہلسنت کے نزدیک حضرت امیر کی محبت سے سوال ہوگا جیسا کہ ابھی شاہ صاحب کے بھی اقرار سے اور انکی روایات سے بخوبی ثابت ہوا پھر اسکا جواب جناب ام المومنین عائشہ اور خال المومنین معاویہ کے لیے کیا تجویز فرما رکھا ہی حتکل و شوین آیہ وافی ہدایہ والسابقون السابقون اولئک المقربون ہی یعنی حق تعالی فرماتا ہی کہ وہ لوگ جنھون نے ایمان لانے مین اور طاعت کرنے مین سبقت کی ہی اور سب سے پہلے ایمان لاے ہین بعد ظاہر ہونے نبوت و اسلام کے بے اسکے کہ وہ توقف و تامل کرتے انکا حال و مال بھی ظاہر ہی محتاج بیان نہین ہی یا یہ کہ جو ایمان و طاعت مین سابق ہین وہی پیشرو ہین اپنی اقوام مین ثواب و رحمت کے لینے مین اور پیشرو ہین جنت کے داخل ہونے مین اور کرامتہاے بزرگ الہی اور اعلاے منزلت کے لیے اور وہی گروہ سابقین نزدیک گردانے گئے ہین درجہ و مرتبہ کی راہ سے یعنی درجات اعلی انکے عرش الہی سے قریب ہین یہ ظاہر معنی لفظی آیہ کے تھے لیکن مفسرین مین اختلاف ہی معنی لفظ سابق مین چنانچہ بعض نے کہا ہی کہ سابق وہ شخص ہی جسنے حداثت عمر سے اپنے فعل خیر کے بجالانے پر اقدام کیا ہو اور اسپر مداومت کی ہو جبکہ دنیا سے گیا ہو اور صاحب یمین وہ ہی کہ جسنے اوائل عمر سے خطا و معصیت مین بسر کی ہو اور اسکے بعد توبہ کی ہو اور صاحب شمال وہ ہی کہ جسنے اول عمر سے آخر عمر تک فسق و فجور مین اشتغال رکھا اور ابن عباس کے نزدیک سابقون وہ جماعت ہی جنھون نے ہجرت مین سبقت کی ہی اپنے غیر پر اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے مروی ہی کہ سابقون وہ ہین جنھون نے نماز پنجگانہ کے بجالانے مین سبقت کی اور سب سے پہلے تکبیر سے افتتاح کیا اور بعض کے نزدیک سابق سے مراد جناب رسالتماب اور سب انبیا ہین یا اہل قرآن یا وہ کہ جسنے دو قبلہ کی طرف نماز ادا کی ہو اور یہ اشخاص کہتے ہین کہ مراد سبقت سے وہ سبقت ہی جو مامورات الہی مین ہو یا سبقت جمع کرنے مین علوم و فضائل کمالات کے ہو اور کوئی مقام شبہ کا ہمین نہین ہی کہ یہ سب سوابق جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب مین پائے گئے ہین اسی لیے موالف و مخالف سے اکثر کا اسی پر اجماع ہی کہ مراد اس سے وہی حضرت ہین اور روایات جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئی ہین انسے بھی یہ ثابت ہوتا ہی کہ مورد آیہ وہی جناب ہین پس بحسب دلالت لفظ و وجود اوصاف آیہ و ہم بضمیمہ روایات تفسیری مراد اس آیہ سے وہی حضرت ہونگے اور جو بعض نے جناب رسالتماب اور جملہ انبیا کو مراد اس سے لیا ہی جب بھی نفس رسول کے مراد ہونے سے کوئی مانع نہین ہی بالجملہ پہلے ہم روایات تفسیری اس آیہ کی جو موافق فریقین کے طریقون کے

۴م آیہ والسابقون السابقون

وارد ہوئی ہین ذکر کرتے ہین کیونکہ تمام عمائد و تعین مراد قرآن مین اسی معنی پر ہو جیسے علماے قرآن نے کہ نبی و امام مین مقرر و معین فرمایا ہو پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرین و محدثین فریقین نے نقل روایات مین اسپر اجماع و اتفاق کیا ہو کہ مراد اس سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین چنانچہ بہ روائتین حضرات اہلسنت کے طریق کے موافق جو ہم دلالت کرتی ہین مصنف کتاب حجۃ الخصام و غایت المرام نے باب سابع و تسعون مین اپنی کتاب کے نقل کی ہین پہلے وہ حدیث ہو جسے ثعلبی نے اپنی تفسیر مین باسناد اپنے ابن عباس سے روایت کی ہو قال قال رسول الله قسم الله الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ تعالی واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فانا من اصحاب الیمین ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا فذلک قولہ تعالی واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ والسابقون السابقون فانا من السابقین وانا من خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا بیتا فذلک قولہ تعالی انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ حق تعالی نے اپنی خلق کو دو قسمون پر تقسیم فرمایا پس مجھے جو قسم کہ بہتر تھی اُس سے گردانا اور وہ یہ ہو کہ حق تعالی فرماتا ہو واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین پس مین بہترین اصحاب یمین سے ہون بعد اسکے دو قسمون کو تین قسم گردانا پس مجھے جو اُنسے بہتر تھے اس تیسری قسم مین گردانا اور وہ یہ ہو قول خداے عز و جل کا واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ والسابقون پس مین سابقین سے ہون اور مین جملہ سابقین سے بہتر ہون اسکے بعد حق تعالی نے اُن تینون قسمون کو قبیلون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہتر خاندان سے گردانا اور یہ قول ہو خداتعالی کا جو فرمایا ہو انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور اسکے دیکھنے والے کو ثابت ہوگا کہ مورد آیہ تطہیر و مورد اس آیہ کا واحد ہو پس جو مراد آیہ تطہیر کا ہو وہی مراد اس آیہ کا بھی ہوگا اور آیہ تطہیر سے مراد علی ابن ابیطالب کا ہونا ہم بہت تصریح سے پیشتر ثابت کر آئے ہین پھر وہ سب بعینہ اسکے لیے بھی مفید سمجھے جائینگے دوسری روایت وہ ہو جسے ثعلبی نے دوسرے سلسلہ سے ابن عباس سے مثل اُسی کے روایت کی ہو تیسری وہ روایت ہو جسے ثعلبی نے مرفوعا عباس بن عبد المطلب سے روایت کی ہو قال قال رسول الله ان الله سبحانہ وتعالی قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فانا من اصحاب الیمین ثم جعل الاثلاث فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ تعالی واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون فانا من السابقین وانا من خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا بیتا فذلک قولہ انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا چونکہ اس روایت کی سند بدلی ہو اور دوسرے طریق سے ہو اگرچہ لفظ و معنی مین فرق نہین اسلیے ترجمہ کی ضرورت نہ تھی بلکہ ذکر سے اسکے فائدہ یہ ہو کہ معلوم رہے کہ یہ حدیث بطرق متعددہ وارد ہو خبر احاد سے نہین ہو اور دوسرے طریق کی راہ سے روایت اولی کے سوا ہو چوتھی وہ روایت ہو جسے فقیہ ابن مغازلی شافعی نے کتاب مناقب مین تفسیر قول خداتعالی والسابقون السابقون مین مرفوعا ابن عباس سے نقل کیا ہو قال السابق ثلثہ سبق یوشع بن نون

سئل عنها رسول الله صلی الله علیه وآله فقال انزلها الله تعالی ذکره فی الانبیاء واوصیائهم فانا افضل انبیاء الله ورسله وعلی بن
ابی طالب وصیی افضل الاوصیاء قالوا اللهم نعم فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ مین تمھین خدا کی قسم دیتا ہون کیا تم سب جانتے ہو
کہ خدائے عزوجل نے تفضیل دی اور بزرگ کیا اپنی کتاب مین سابق کو مسبوق سے مکرر آیات مین اور مین
وہ ہون کہ خدا ورسول کے ساتھ ایمان لانے مین مجھ پر کسی نے امت سے سبقت نہین کی سب نے کہا کہ ہم جانتے
جانتے ہین پھر فرمایا کہ مین تمھین قسم دیتا ہون خدا کی آیا جانتے ہو کہ جب نازل ہوا آیہ والسابقون الاولون من المهاجرین
والانصار اور آیہ السابقون السابقون اولئک المقربون تو بہ نسبت ان آیات کی مراد کے پیغمبر خدا سے پوچھا تو حضرت نے
فرمایا کہ حق تعالی نے انھین نازل فرمایا ہے بحق پیغمبرون کے اور انکے وصیون کے پس مین سب انبیا ورسول سے
افضل ہون اور علی ابن ابیطالب میرے وصی سب وصیون سے افضل ہین سب نے خدا کو گواہ کر کے کہا کہ
سچ اور درست ہے فقط دیکھنے والے کو اس روایت سے معلوم ہوگا کہ باعث مہاجرین وانصار کا اقرار وگواہی بقسم
دینا کسقدر لائق اعتبار ہے اور کس کثرت سے روایات ہین اور اگر کسی ایک کی طرف ضعف کا خیال کیا جاتو
وہ منجبر اشتہار وکثرت سے اور روایات کی ہو کر دفع ہو جایگا بالجملہ مضمون روایت کو قوت استفاضہ کی
حاصل ہے خصوصا جب احادیث خاصہ سے ضم کر کے غور کیا جاے اور اب مین چند روایات اخبار
خاصہ سے بھی نقل کرتا ہون تاکہ مطالب اصولیہ مین مومنین کو کلام معصومین سے اعتماد حاصل ہو اور عاقل پر ظاہر ہو
کہ یہ مضمون متفق علیہ فریقین ہے واضح ہو کہ سید ہاشم مرحوم نے باب ثامن وتسعون مین اپنی کتاب غایۃ المرام کی
گیارہ حدیثین اخبار خاصہ سے اس مضمون کے صحیح ہونے پر تفسیر مین اس آیہ کے نقل کی ہین پہلی وہ روایت ہے
جسے علی ابن ابراہیم علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر مین حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے کہ ایک دن
جناب رسول خدا نے کسی کو بلال پاس بھیجا وامره ان ینادی بالصلوة قبل کل یوم فی رجب لثلث عشر خلت منه اور
انھین حکم دیا کہ ندا دیکر سب کو جمع کرین اور یہ واقعہ تیرھوین تاریخ کا ماہ رجب کی ہے قال فلما نادی بلال بالصلوة فزع الناس
من ذلک فزعا شدیدا وذعروا وقالوا رسول الله بین اظهرنا لم یغب عنا ولم یمت فاجتمعوا وحشدوا بعد اسکے حذیفہ نے کہا کہ جب
بلال نے ندا صلواۃ کے ساتھ دی تو سب آدمی ڈر گئے اور مضطرب ہوے اور کہا کہ پیغمبر خدا ابھی ہم مین تشریف
رکھتے ہین نہ کہین غائب ہو گئے ہین نہ انتقال فرمایا ہے بعد اسکے سب مجتمع ہوے فاقبل رسول الله یمشی حتی انتهی الی
باب من ابواب المسجد فاخذ بعضادتیه وفی المسجد مکان یسمی السدة فسلم ثم قال هل تسمعون یا اهل السدة فقالوا سمعنا واطعنا
فقال هل تبلغون قالوا ضمنا ذلک لک یا رسول الله بعد اسکے پیغمبر خدا برآمد ہوے اور تشریف لاتے لاتے ایک دروازے پر درہاے
مسجد کے پہونچے اور اس دروازے کے بازوون کو پکڑا اور مسجد رسول مین ایک جگہ ہے کہ اسے سدہ کہتے ہین
وہان سلام سب پر بھیجا اور فرمایا کہ اے اہل سدہ آیا سنتے ہو سب نے عرض کیا کہ سنا ہمنے جو آپ نے ارشاد فرمایا

اور اطاعت و فرمان برداری آپ کی کی بعد اسکے فرمایا کہ آیا اُس بات کو جو مین کہون سب کو پہونچاؤ گے
سب نے عرض کیا کہ ہم اسکے ضامن ہین آپ کے لیے کہ جو کچھ ارشاد ہوئے سب پہونچائینگے ثم قال رسول اللہ
خیرکم ان اللہ خلق الخلق قسمین فجعلنی فی خیرها قسما و ذلک قوله اصحاب الیمین و اصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین و انا من خیر
اصحاب الیمین ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرها ثلثا و ذلک قوله اصحاب المیمنة ما اصحاب المیمنة و اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة
والسابقون السابقون فانا من السابقین و انا خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرها قبیلة و ذلک قوله یا ایها الناس
انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم فقبیلتی خیر القبائل و انا سید ولد آدم و اکرمهم
علی اللہ و لا فخر ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی من خیرها بیتا و ذلک قوله انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم
تطهیرا بعد اسکے فرمایا پیغمبر خدا نے کہ مین تمھین خبر دیتا ہون کہ حق تعالی نے پیدا کیا خلق کو اپنی دو قسمون پر پس
مجھے جو اسنے قسم بہتر تھی اُسمین گردانا اور یہ وہی قول خدا تعالی ہی جو قرآن مین فرمایا ہی کہ اصحاب یمین اور اصحاب
شمال ہین اور مین اصحاب یمین سے ہون اور مین بہترین اصحاب یمین سے ہون پھر حق تعالی نے اُن دونون
قسمون کو تین قسم پر تقسیم فرمایا پھر گردانا مجھے اُس قسم سے جو اُن تینون مین بہتر تھی اور یہ وہی قول ہی خدا تعالی کا
جو فرمایا ہی و اصحاب المیمنة ما اصحاب المیمنة و اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة والسابقون السابقون پس مین سابقین سے
اور بہترین سابقین سے ہون بعد اسکے اُن تینون قسمون کو حق تعالی نے گروہ و قبائل گردانا پس جو اسنے
بہتر قبیلہ تھا اُس سے مجھے گردانا اور یہ وہی قول ہی خدا تعالی کا جو فرمایا ہی کہ ای گروہ آدمیان مین نے پیدا کیا
تمھین مرد اور عورت اور گردانا تمھین شاخ شاخ اور گروہ گروہ تاکہ پہچانو تم کہ تمسے کریم تر خدا کے
نزدیک وہ ہی جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا کے واسطے پس میرا قبیلہ سب سے بہتر قبیلہ ہی اور مین سردار اولاد آدم ہون
اور سب سے زیادہ پیش خدا کریم ہون اور یہ فخر کی راہ سے نہین کہتا ہون پس اسکے گروہ کو گھرون پر اور
خاندانون پر تقسیم فرمایا پس مجھے بہترین گھر مین سے گردانا اور یہی قول خدا تعالی کا جو فرمایا ہی نہین چاہتا
خدا مگر یہ کہ دفع کرے تمسے گناہ و رجس کو ای اہل بیت اور پاک کرے تمکو جو حق پاک کرنے کا ہی و ان اللہ اختارنی
ثالوثة من اهل بیتی و انا سید الثلاثة و اتقاهم للہ لا فخر اختارنی و علیا و جعفر ابنی ابی طالب و حمزة ابن عبد المطلب کنا رقودا بالابطح لیس
منا الا مسجی بثوبه علی بن ابی طالب عن یمینی و جعفر عن یساری و حمزة عند رجلی فما نبهنی عن رقدتی غیر حفیف اجنحة الملائكة
و برد ذراعی علی بن ابی طالب فی صدری فانتبهت من رقدتی و جبرئیل فی ثلثة املاک له احد الاملاک الثلثة جبرئیل الی ای هؤلاء
ارسلت فرفستنی برجله فقال الی هذا قال و من هذا یستفهمه فقال هذا رسول اللہ سید النبیین و هذا علی اخی ابیطالب سید الوصیین
و هذا جعفر بن ابی طالب له جناحان خضیبان یطیر بهما فی الجنة و هذا حمزة بن عبد المطلب سید الشهداء
علیهم الصلوة و السلام و اختیار فرمایا خدا نے میرے لیے تینون قسمون سے بعض اہلبیت کو میرے اور مین سردار ہون

تینون قسمون کا اور اُن سب سے زیادہ پرہیزگار ہون خدا کے واسطے اور اختیار فرمایا خدا نے مجھے اور علی کو اور
جعفر کو جو دونون بیٹے ابیطالب کے ہین اور حمزہ کو جو عبدالمطلب کے بیٹے تھے ہم چارون اُس مقام مین جسکا نام
ابطح ہی سوتے تھے اور سب منہ پر چادر ڈھانپے ہوے سوتے تھے علی ابن ابیطالب میری جانب راست تھے
اور جعفر جانب چپ مین تھے اور حمزہ میرے پاؤن پاس تھے اور کسی نے ہمکو جگایا نہین مگر فرشتون کے پرون کی
آواز نے اور علی کے ہاتھون کی سردی میرے سینے مین موثر ہوئی پس مین بیدار ہوا تو اُسوقت جبرئیل مین فرشتون کے
بیچ مین تھے اور اُن تینون فرشتون سے ایک فرشتہ جبرئیل سے کہتا تھا کہ ہم کسکے لیے بھیجے گئے ہین اُسوقت
جبرئیل نے اپنا پاؤن میرے پاؤن سے لگاکر کہا کہ اُنکی طرف اُس فرشتہ نے دریافت کرنے کو حقیقت امر کی
جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ رسول خدا ہین اور سب پیغمبرون کے سردار ہین اور یہ علی ابن
ابیطالب اُنکے بھائی سید الوصیین ہین اور یہ جعفر ابن ابیطالب ہین جنکے لیے دو پر مخضب ہین کہ اُنسے بہشت مین
اُڑتے پھرتے ہین اور یہ حمزہ سردار شہدا ہین علیہم الصلوۃ والسلام فقط اور موافقت اِس روایت کے مضمون کی
روایات سابقہ اہلسنت سے جو بنقل ثعلبی وغیرہ مذکور ہوئین ظاہر ہی جس سے اتفاق فریقین کا اِس نقل روایت مین
ثابت ہوتا ہی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جسے شیخ نے اپنی کتاب امال مین باسناد اپنی ابن عباس سے نقل کیا ہی
قال سألت رسول اللہ عن قول اللہ عز وجل والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم فقال قال لی جبرائیل ذاک علی
وشیعتہ ہم السابقون الی الجنۃ المقربون من اللہ بکرامتہ لہم یعنی کہا ابن عباس نے کہ مین نے پیغمبر خدا سے سوال کیا قول
خدا سے جو قرآن مین فرمایا ہی السابقون السابقون الآیۃ یہ سُنکر فرمایا کہ جبرئیل نے مجھسے کہا کہ یہ علی ابن ابیطالب اور
اُنکے شیعہ ہین جو مقرب خدا ہین یعنی کرامت الٰہی سے وہ نزدیک ہین و ازانجملہ وہ روایت ہی جو محمد بن یعقوب
کلینی نے باسناد اپنے جابر جعفی سے روایت کی ہی قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا جابر ان اللہ تبارک و تعالی خلق الخلق ثلثۃ اصناف
وہو قولہ عز وجل وکنتم ازواجا ثلثۃ فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون فالسابقون ہم رسل اللہ علیہم السلام وخاصۃ اللہ
من خلقہ جعل فیہم خمسۃ ارواح ایدہم بروح القدس فبہ عرفوا الاشیاء وایدہم بروح الایمان فبہ خافوا اللہ عز وجل وایدہم بروح القوۃ فبہ قدروا علی طاعۃ اللہ وایدہم
بروح الشہوۃ فبہ اشتہوا طاعۃ اللہ عز وجل وکرہوا معصیتہ وجعل فیہم روح المدرج الذی بہ یذہب الناس ویجیئون وجعل فی المؤمنین اصحاب المیمنۃ روح
الایمان فبہ خافوا اللہ وجعل فیہم روح القوۃ فبہ قدروا علی طاعۃ اللہ وجعل فیہم روح الشہوۃ فبہ اشتہوا طاعۃ اللہ عز وجل وجعل فیہم روح المدرج الذی یذہب
بہ الناس ویجیئون یعنی کہا جابر جعفی نے کہ فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اے جابر حق تعالیٰ نے
خلق کو تین قسم پر پیدا فرمایا اور وہ یہ قول ہی اُسکا عز وجل وکنتم ازواجا ثلثۃ الآیۃ پس سابقون وہ پیغمبران خدا ہین جو
خلق سے مخصوص ہین اُنہین پانچ روحین گردانی ہین تائید فرمائی ہی اُنکے ساتھ روح القدس کی اُنہین اُنھون نے
جملہ اشیا کو پہچانا ہی اور اُنکی تائید فرمائی ہی ساتھ روح ایمان کے اُنہین اُنھون نے خوف خدا سے عز وجل کیا ہی اور

تائید فرمائی ہی اُنکے ساتھ روح قوت کی انھین وہ طاعت الٰہی پر قادر ہوے ہین اور تائید فرمائی ہی اُنکے ساتھ
روح شہوت کی انھین انھون نے طاعت الٰہی کی خواہش کی ہی اور معصیت الٰہی کو مکروہ جانا ہی اور پیدا کیا ہی
انھین روح مدرج کو جسکے باعث سے سب خلق آتے جاتے ہین اور مومنین مین جو اصحاب میمنہ ہین انھین
روح ایمان کو پیدا کیا ہی جس سے وہ خوف خدا کرتے ہین اور روح قوت کو کردانا ہی انھین جس سے طاعت
الٰہی کے بجا لانے پر قادر ہوتے ہین اور انھین روح شہوت کو خلق کیا ہی جس سے وہ خدا کی اطاعت کرنا چاہتے ہین
اور انھین روح مدرج کو پیدا کیا ہی جس سے سب چلتے پھرتے ہین آدمی اور بعض اُنسے وہ روایت ہی جو محمد بن
نعمانی نے بوسایط اپنے داؤد بن کثیر رقی سے نقل کیا ہی کہ کہا اُنسے کہ مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی
خدمت مین عرض کیا کہ مین قربان ہون آپ پر سے مجھے خبر دیجیے قول خدا سے جو فرمایا ہی والسابقون السابقون
اولئك المقربون یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ ارشاد اُس روز ہوا کہ جس دن خلق سے امتحان میثاق لیا ہی
اور وہ دو ہزار برس پیشتر خلق کے پیدا کرنے سے تھا مین نے عرض کیا کہ اسکی تفسیر فرمائیے میرے لیے یہ
سنکر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے ارادہ خلق کے پیدا کرنے کا فرمایا تو انھین مٹی سے پیدا کیا اور ایک آگ کو
اُنکے واسطے بلند کیا اور فرمایا انھین کہ اسمین داخل ہون پس جو سب سے پہلے اسمین داخل ہوے وہ جناب
رسالتماب محمد مصطفےٰ اور امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو بزرگوار ائمہ کرام سے ایک امام کے بعد
دوسرے تھے اور اُنکے بعد اُنکے شیعون نے اُنکی پیروی و بیعت کی پس قسم ہی خدا کی کہ وہ سابقین ہین اور
اُسی جملہ سے ہی جو محمد بن عباس نے بذریعہ اپنی اسناد کے ابن عباس سے روایت کی ہی قال السباق ثلثة حزقیل
مومن آل فرعون الی موسیٰ و حبیب صاحب یس الی عیسیٰ و علی بن ابیطالبؑ الی النبی و هو افضلهم صلوات الله علیهم اجمعین اور اسی جملہ سے ہی
جو محمد بن عباس نے باسناد اپنی جناب امام حسن علیہ السلام سے تفسیر قول خدا تعالیٰ مین السابقون السابقون
اولئك المقربون روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا انی اسبق السابقین الی الله عز وجل والی رسوله و اقرب
المقربین الی الله و رسوله اور اُسی جملہ سے ہی جو مولانائے طبرسی نے مجمع البیان مین ذیل تفسیر مین اس آیہ کے جناب امام
ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہی قال السابقون اربعة ابن آدم المقتول و سابق امة موسی و هو مومن آل فرعون و سابق
امة عیسی و هو حبیب النجار و السابق فی امة محمد و هو علی ابن ابی طالب یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ سابقون چار ہین ایک آدم
علیہ السلام کے بیٹے جو مارے گئے دوسرے اُمت موسیٰ کی سابق وہ مومن آل فرعون تھی تیسرے اُمت عیسیٰ کی
سابق وہ حبیب نجار تھی چوتھے اُمت محمدؐ کی سابق پس وہ علی ابن ابیطالب ہین فقط بقدر حاجت چند روایات
نقل کیا ہی جس سے مومنین کو فائدہ اعتماد و یقین کا حاصل ہوتا ہی اور عاقل کو بالضرور یہ ثابت ہوگا کہ یہ مضمون روایت
فریقین مین منقول بہ کثرت ہی اور شہرہ ہی اور اسی سے علمائے امامیہ جب کریمہ السابقون الخ سے استدلال

maablib.org

کرتے ہین توان روایات تفسیری کو ممد جانکر استدلال مین اپنے آیہ کے ساتھ ضم کر لیتے ہین اور انکے استدلال
یقینی صحیح ہی اور علماے اہلسنت بھی یقینی بضم روایات تفسیری آیات سے استدلال کرتے ہین اور کتاب سُنت
دونون معتبر ہین اور جب ظاہر قرآن حجت ہی ویسا ہی تفسیر و بیان جناب سید الانس والجان کا بہ نسبت قرآن
لائق اعتماد اور قابل استدلال ہی لیکن شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بہ نسبت اس آیہ سے استدلال کرنے کے
بھی موافق اپنی عادت کے جو جی مین آیا وہ حوالہ قلم فرمایا اور ہم پہلے انکی تقریر کا ترجمہ کر کے پھر جواب دینگے
انشاء اللہ تعالی بالجملہ ترجمہ انکے کلام کا یہ ہی ومنہا قولہ تعالی والسابقون السابقون اولئک المقربون روی عن ابن عباس
مرفوعا انه قال السابقون ثلثه فالسابق الی موسی یوشع بن نون والسابق الی عیسی صاحب یٰسین والسابق الی محمد صلی الله علیه وسلم علی بن ابیطالب
اور یہ تمسک بھی حدیث سے ہی نہ آیہ سے اور یہ حدیث روایت طبرانی اور ابن مردویہ ابن عباس رض اور دیلمی کی
نقل عائشہ سے ثابت ہی لیکن مدار اسناد کا ابو الحسن اشعری پر ہو کہ بالاجماع ضعیف ہی قال العقیلی ھو شیعی متروک
الحدیث ولا یعرف هذا الخبر هو حدیث منکر بلکہ امارات وضع کے بھی اس حدیث مین پاے جاتے ہین کیونکہ صاحب یٰسین
پہلا انسے نہین جو ایمان حضرت عیسیٰ کے ساتھ لاے بلکہ وہ اول انکا ہی جو رسولان عیسیٰ کے ساتھ پہلے ایمان لاے
جیسا کہ نص کتاب اللہ کی اُسپر دلالت کرتی ہی اور جو حدیث کہ اخبار و قصص مین مدلول کتاب اللہ کی مناقض ہی
وہ موضوع ہی جیسا کہ وہ محدثین کے نزدیک مقرر ہی اور بھی سباق کا انحصار تین شخصون مین غیر معقول ہی کیونکہ
ہر نبی کے لیے ایک سابق ہوگا اور بعد اللتیا واللتی کیا ضرور ہی کہ ہر سابق صاحب زعامت کبریٰ ہو یا ہر مقرب
امام ہو اور بھی اگر روایت صحیح ہو تو صریح مناقض آیہ کے لیے ہوگی کیونکہ سابقین کے حق مین خدا نے فرمایا ہی
ثلة من الاولین وثلة من الاخرین اور ثلہ بمعنی جمع کثیر کے ہی اور دو شخصون کو جمع کثیر نہین کہہ سکتے اور بھی ایک کو
قلیل نہین کہہ سکتے پس معلوم ہوا کہ آیہ سے سبق حقیقی مراد نہین ہی بلکہ عرفی یا اضافی مراد ہی جو جماعت کثیرہ کو
شامل ہو بدلیل دوسرے آیہ کے والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار الخ اور قرآن بعض اُسکا بعض دوسرے کی
تفسیر کرتا ہی اور بھی باجماع شیعہ و سُنی حقیقت مین جو پہلے ایمان لایا وہ حضرت خدیجہ علیہا السلام ہین پھر
اگر مجرد سبقت ایمان لانیکی صحت امامت کا موجب ہو تو لازم آتا ہی کہ خدیجہ بھی قابل امامت کے ہون
اور وہ بالاجماع باطل ہی اور اگر کہین کہ خدیجہ مین مانع پایا گیا کہ وہ انکا عورت ہونا ہی تو ہم کہینگے کہ حضرت امیر مین بھی
مانع کا وجود متحقق ہوا ہو قبل اسکے کہ انکی امامت کا وقت پہونچے اور جب مانع مرتفع ہوا تو وہ امام ہوے اور
وہ مانع خلفاے ثلثہ کا وجود تھا کہ وہ اصلح تھے حق ریاست مین بہ نسبت انکے جمہور اہلسنت کے نزدیک یا
باقی رہ جانا آنحضرت کا بعد خلفاے ثلثہ کے اور ان تینون کا مرجانا قبل ان جناب کے فرقہ تفضیلیہ کے نزدیک
پس یہ تحقیق کہ کہا ہی انھون نے کہ اگر وہ حضرت وقت وفات پیغمبر خدا امام ہوتے تو کوئی خلفا سے امام ہونے پاتا

اور عہد پیغمبر خدا ہی مین وہ مر جاتے اور بہ تحقیق کہ علم خدا مین یہ سابق ہوا تھا کہ خلیفہ چار ہین پس ترتیب
موت کے اوپر لازم آئی بالجملہ تمسکات شیعون کا آیات سے اسی جنس سے ہی اور صاحب الفین نے اسی
طریقہ سے بہت سی آیات کو اس مدعا پر دلیل گردانا ہی اور جبکہ حال اول واقوی کا معلوم ہوا تو باقی کو اسی پر
قیاس کرنا چاہیے اور کلیہ یہ ہی کہ اکثر تقریب استدلالات کی اُنکی آیتون سے تمام نہین ہوتی اور احتمالات مسدود
نہین ہوتے مگر ساتھ ضم کرنے مقدمات مخترعہ مخدوشہ ممنوعہ کے اور روایات متروکہ و مردودہ کے اور ایسے
استدلال کا کچھ لطف نہین ہی لیکن چونکہ پردہ تعصب کا چشم بصیرت پر باندھے ہین بد نیک سے تمیز نہین ہوتا
اور اپنا ساختہ و پرداختہ جوانکے مقابل ہی اُس سے خوشتر معلوم ہوتا ہی انتہی ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر پوشیدہ
نہین رہ سکتا کہ یہ آیہ وافی ہدایہ بنابر اکثر روایات حضرات اہلسنت کے بھی جو اُنکی تفسیر مین منقول ہوئی ہین
شان مین جناب امیر المومنین علیہ السلام کے وارد ہوا اور روایات متعددہ ہم اوپر نقل کر آئے جس سے صدق اس
دعوے کا ثابت ہوتا ہی اور چونکہ متبادر قول خداے عزوجل سے جو فرمایا ہی اولئک المقربون اور بھی جو
روایت مین وارد ہی کہ سابقون تین ہین یہی ہی کہ حصر ہی اور سوا آنحضرت کے اس امت مین موافق روایات
حضرات اہلسنت کے بھی کوئی دوسرا مراد نہین ہی تو اس سے صاف ثابت وواضح ہوتا ہی کہ وہ حضرت
افضل ہین اور ادعاے امامت مین اپنے صادق ہین اور یہ استدلال آیہ سے بہ ضمیمہ روایات تفسیری ہی نہ
روایات سے جیساکہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی فقط اور مصداق اسکا یہ ہی کہ جو دلیل مرکب ہو مقدمہ عقلیہ
نقلیہ سے اسپر اطلاق دلیل نقلی کا کرتے ہین نہ عقلی کا اور جو دربارہ تضعیف روایت کے طول دیا ہی وہ سب
بیکار ہی کیونکہ متعدد اسناد سے ہم نقل اس مضمون روایت کے موافق اُنکے طرق کی نقل کر چکے اور سوا اسکے
اور بھی علمانے اُنکے مثل شیخ ابن حجر صواعق مین اُسے نقل کیا ہی اور اُس سے انکار نہین کیا اور جو اس آیہ سے
استدلال کرنے مین روایات تفسیری کو علما ضم کرتے ہین وہ منحصر اسی روایت مین نہین جسکی نسبت شاہ صاحب
کلام فرماتے ہین بلکہ وہ بہت ہین جیساکہ بعض روایات پیشتر نقل کر چکے ہین اور وہ سب متعلق بہ شان
نزول خاص اس آیہ کے ہین اور پھر بھی ہم انشاءاللہ اثناے جواب مین کتب معتمدہ سے اُنکی نقل کرینگے
بالجملہ لائق غور کے یہ امر ہی کہ پیشتر ہم لکھ آئے ہین کہ تفسیر لفظ سابق مین مفسرین کا حال مختلف ہی اور تامل
کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ اختلاف منحصر چار معنی مین ہی اور ہر معنی کی راہ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اتصاف
جناب مولانا امیر المومنین علیہ السلام کا اُس صفت و معنی کے ساتھ اکمل ہی کیونکہ یا مراد سابق سے وہ ہین جنھون نے
ایمان و طاعت مین سبقت کی اور یہ سبقت آنحضرت کی شہرت مین کالنور علی شاہق الطور ہی اور اجماع مفسرین
و محدثین فریقین کا اسپر ہی یہان تک کہ سید ہاشم مرحوم نے اپنی کتاب غایت المرام کے باب حادی و عشرون مین

چہل و ہفت روایت طرق حضرات اہلسنت سے کے موافق نقل کی ہین کہ منجملہ انکے مسند احمد حنبل مین موافق انکے
طرق کے ابن عباس سے مروی ہی ان علیا اول من اسلم اور انہی نے باسناد اپنے پیغمبر خدا سے روایت کی ہی کہ
فرمایا آنحضرت نے صلت الملائکۃ علی و علی علی سبعا و ذلک انہ لم یرفع الی السماء شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ الا منی و من
اور اسی محدث نے موافق اپنے طریق کے سلمان رض سے روایت کی ہی قال قال رسول اللہ اول الناس ورودا علی الحوض
اولہم اسلاما علی بن ابی طالب و موفق بن احمد نے باسناد اپنی عروہ سے روایت کی ہی قال اسلم علی و ہو ابن ثمان سنین
یعنی علی بن ابیطالب علیہ السلام آٹھ برس کے سن سے اسلام لاے اور فاضل حموینی نے باسناد اپنے ابی ذر سے
روایت کی ہی انہ سمع رسول اللہ یقول لعلی بن ابی طالب انت اول من امن بی و انت اول من یصافحنی یوم القیمۃ و انت الفاروق الذی یفرق
بین الحق و الباطل و انت یعسوب المسلمین و المال یعسوب الکفار یعنی سنا ابوذر نے پیغمبر خدا کو کہ فرماتے تھے اے علی تو وہ ہی جو
پہلے ایمان میرے ساتھ لایا اور تو وہ ہی جو پہلے مجھسے مصافحہ کریگا روز قیامت کو اور تو جدا کرنے والا ہی حق و
باطل کا اور تو یعسوب ہی مسلمانون کا اور آخر کو انجام مین یعسوب کفار ہی اور فاضل حموینی نے انس سے روایت
کی ہی استنبی النبی یوم الاثنین و اسلم علی یوم الثلثاء یعنی پیغمبر خدا نبوت سے روز دوشنبہ فائز ہوے اور روز سہ شنبہ
علی ابن ابیطالب ایمان لاے اور موفق بن احمد نے اپنے طریقہ کے موافق انس بن مالک سے روایت کی ہی
کہ وہ کہتے تھے قال رسول اللہ صلت الملائکۃ علی و علی علی سبع سنین و ذلک انہ لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الی السماء الا منی و من علی یعنی
پیغمبر خدا نے فرمایا فرشتون نے سات برس مجھپر اور علی ابن ابیطالب پر درود بھیجی ہی اور یہ اسلیے کہ گواہی لا الہ
الا اللہ کی اس مدت مین آسمان کی طرف بلند نہوتی تھی مگر مجھسے اور علی ابن ابیطالب سے بالجملہ اسطرح بہت کثرت سے
روایات اہلسنت کی اس مضمون سے بھری ہین اور اجماع امامیہ کا بھی اسپر محتاج بیان نہین ہی پھر اس
اعتبار سے بھی سوا آنحضرت کے اور کوئی اس امت کے مردون مین متصف اس سے نہین ہو سکتا یا مراد سبقت
نماز پڑھنے مین ہو جب بھی وہی حضرت مراد ہو سکتے ہین جیسا کہ احادیث اہلسنت سے بھی یہ امر ثابت ہی کہ
سات برس پہلے اورون سے پیغمبر خدا کے ساتھ آنحضرت نے نماز پڑھی ہی اور دونون قبلون کی طرف یعنی بیت المقدس
اور کعبہ معظمہ کی طرف انہین حضرت نے خدا کو سجدہ کیا ہی جیسا کہ مفسر ثعلبی نے اپنی وسایط سے عبادہ بن عبد اللہ سے
روایت کی ہی قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ و اخو رسولہ و انا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب مفتر صلیت قبل الناس بسبع سنین یعنی
راوی نے کہا کہ سنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ فرماتے تھے مین بندۂ خدا اور برادر
رسول خدا ہون اور مین بڑا صدیق ہون اور نہ کہیگا اس لفظ صدیق اکبر کو اپنے لیے میرے بعد مگر جھوٹا اور افترا
کرنے والا نماز پڑھی ہی مین نے قبل اور آدمیون کے سات برس اور اس سے بھی جو ابن مغازلی شافعی نے بتوسط
اپنی اسناد کے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہی کہا انہنے قال رسول اللہ صلت الملائکۃ علی و علی علی سبع سنین و ذلک انہ

لہ احد معی یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ سات برس فرشتون نے مجھپر اور علی ابن ابیطالب پر درود بھیجی ہی
اور یہ اسلیے کہ کسی نے اس مدت تک میرے ساتھ سوا آنحضرت کے نماز نہین پڑھی اور عبد اللہ بن احمد حنبل نے
زید بن ارقم سے روایت کی ہی قال اول من صلی مع النبی علی یعنی زید بن ارقم نے کہا کہ پہلے جس شخص نے کہ نماز نبی کے
ساتھ پڑھی وہ علی ابن ابیطالب ہین اور اسی محدث نے جناب امیر المومنین سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے
انا اول من صلی مع رسول اللہ اور بھی اسی محدث نے آنحضرت سے نقل کیا ہی کہ فرمایا صلیت مع النبی ثلث سنین
قبل ان یصلی معہ احد اور مثل اسکے احادیث بہت کثرت سے موافق طرق فریقین کے وارد ہین پھر اس معنی کے
موافق بھی سوا آنحضرت کے مراد سابق سے دوسرا اس امت مین نہین ہوسکتا یا سبقت فضل و علم کی مراد لیجاے
جب بھی سوا آنحضرت کے کوئی مراد نہین ہوسکتا کیونکہ وفور آنحضرت کا علم و فضل مین انکے ارشاد سلونی ما دون
العرش سے ظاہر ہی یعنی پوچھو مجھسے عرش الہی کے سوا جو کچھ چاہو اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی
روی عبید اللہ بن موسی والفضل بن دکین والحسن بن عطیہ قالوا حدثنا خالد بن طہمان عن نافع عن معقل بن یسار قال کنت وصلی النبی فقال لی هل لک
ان تعود فاطمہ قلت نعم یا رسول اللہ فقام یمشی متوکیا علی وقال اما انہ سیحمل ثقلها غیرک ویکون اجرها لک قال فواللہ کانہ لم یکن من ثقل النبی شیء فدخلنا علی
فاطمہ فقال لها کیف تجدینک قالت لقد طال اسفی واشتد حزنی وقال لی النساء زوجک ابوک فقیرا لا مال له فقال لها الا ترضین انی زوجتک اقدم امتی سلما واکثرهم
علما وافضلهم حلما فقالت بلی رضیت یا رسول اللہ ثم قال تعودی هذا الخبر یحیی بن عبد الحمید و عبد السلام بن صالح عن قیس بن الربیع عن ابی ایوب الانصاری
بالفاظه او نحوها اور پھر بعد اسکے مثل اسی روایت کے عبد السلام بن صالح سے کہ اسنے اسحق ازرق سے روایت
کی ہی نقل کیا ہی اور صاف ظاہر ہی کہ یہ روایت بھی ایک جماعت کی ہی اور متعدد اسناد سے ہی خبر واحد اسے نہین
کہہ سکتے اور حاصل اسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا جناب سیدہ کے پاس تشریف لیگئے اور پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی ان جناب نے
عرض کیا کہ مجھے بڑا رنج ہی کہ عورتین کہتی ہین کہ تمھارے باپ نے تمھین ایک فقیر کے ساتھ بیاہ دیا جس پاس
مال دنیا نہین یہ سنکر حضرت رسول نے فرمایا کہ آیا تم راضی نہین اس سے کہ مین نے تمھاری تزویج اسکے ساتھ کی
جو سب امت سے اسلام مین پیشتر داخل اور قدیم ہی اور سب سے زیادہ عالم ہی اور سب سے افضل ہی یہ سنکر جناب سیدہ نے
عرض کیا کہ اب مین راضی ہوئی ای رسول خدا اور مثل اسکے بھی روایات فریقین کی بہت ہین یا سابق اس
معنی سے مراد لیا جاے کہ جسنے اپنی حداثت سن سے فعل خیر پر سبقت کی اور اسپر مداومت کی ہو جب تک کہ
دنیا سے جاے اور اس معنی سے بھی سوا ان جناب کے کوئی مراد نہین ہوسکتا کیونکہ وہ کون ہی جسنے کنار
رسول خدا مین پرورش پائی اور آٹھ برس کی عمر سے موافق روایت حضرات اہلسنت اسلام کو قبول کیا اور اسپر
مداوم رہے تا آخر عمر اور اگر موافق تفسیر ابن عباس سابقون سے مراد وہ جماعت لیجاے جنھون نے سبقت ہجرت
کرنے مین کی جب بھی موافق روایت ابن عباس جسے ابن شہر آشوب نے موافق طریق اہلسنت کے نقل کیا ہی

وہی حضرت ہونگے کیونکہ اُسنے کہا ہو لو وابلغت فی ان علیاً اول الناس اسلاماً فقد صنفت فیہ کتب ثم روی عن مالک بن انس عن
ابی صالح عن ابن عباس قال والسابقون الاولون نزلت فی امیر المومنین سبق الناس کلہم بالایمان وصلی القبلتین وبایع البیعتین بیعۃ بدر و
الرضوان وہاجر الہجرتین مع جعفر الی الحبشۃ ومن الحبشۃ الی المدینۃ ثم قال ابن شہر اشوب فی روی عن جامعۃ اہل التفسیر اور یہی کہ
وہ روایت ہو جیسے مُلا فتح اللہ مرحوم نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو کہ ایک دن اوصاف وکمالات امیر المومنین
علی ابن ابیطالب کے عبد اللہ بن العباس سے پوچھے گئے فرمایا انھون نے کہ خدا کی قسم امیر المومنین ایک دو ان
ثقلون سے ہین کہ جنکے لیے پیغمبر خدا نے وقت وصیت اپنے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اور وہ سب پر
سابق ہین تصدیق کرنے مین توحید و نبوت کے اور نماز پڑھتے ہین پیغمبر خدا کے ساتھ دو قبلوں کی طرف بیت المقدس
اور کعبہ معظمہ ہو اور دو بار آنحضرت نے بیعت کی رسول خدا کے ساتھ کہ وہ بیعت عقبہ اور بیعت الشجرہ ہو اور انھین
دو بسط خدا نے عطا فرمائے ایک بسط علم اور دوسرا بسط جسم اور دو بار آفتاب اُنکے لیے پھر آیا بعد غروب
ہونے کے اور دو بار انھون نے تلوار برہنہ کی ایک تنزیل کے لیے دوبارہ تاویل کے واسطے اور خدا نے
دو کرت و رجعت کے ہین پس مثل اُنکے آیت عجیبہ و علامت غریبہ ذو القرنین ہی بعد اسکے ابن عباس نے کہا
کہ جو کچھ نعوت مذکورہ سے منعوت اور صفات مزبورہ سے موصوف ہو وہ مولا امیر علی ابن ابیطالب ہین اور خطیب
خوارزمی جو اعاظم علمائے اہلسنت سے ہین انھون نے کتاب اربعین مین ایک حدیث باسناد اپنے انس بن مالک سے
روایت کی ہو کہ کہا اُسنے مین نے پیغمبر خدا سے سُنا کہ فرماتے تھے جب روز قیامت ہوگا تو علی ابن ابیطالب کو
ان سات نامون سے پکارا جائیگا یا صدیق یا دال یا عابد یا ہادی یا مہدی یا فتی یا علی اپنے دوستون کے ساتھ بہشت مین
داخل ہو اور اس سے بھی سبقت آنحضرت کی بہشت کی طرف ثابت ہو اور اس سے ظاہر ہی کہ ہر طرح اکمل افراد
سابقین سے وہی حضرت ہین اور یہ تعین باعتبار معانی سابق کے تھی جو مفسرین نے لکھے ہین اور اسکے علاوہ
آنحضرت کا سابق ہونا لفظ حدیث سے بھی ظاہر ہی جیسا کہ احادیث سابقہ مین بھی گذرا اور علمائے اہلسنت اُسکے
نقل و اعتراف کرتے آئے ہین جیسا کہ ظاہر ہوا اور اعتراف اُسکی صحت کا فضل ابن روزبہان کے بھی کلام مین
موجود ہی جو انھون نے کہا ہو ہذا الحدیث قد جاء فی روایات اہل السنۃ لکن بہذہ العبارۃ سباق کلام ثلثۃ مومن آل فرعون حبیب
النجار و علی بن ابیطالب الخ اور امام حضرات اہلسنت نے بھی تفسیر کبیر مین اپنی ذیل تفسیر قول خدا تعالی قال رجل مومن من آل فرعون
یکتم ایمانہ مین اسی روایت کو نقل کیا ہو بلکہ آخر مین اسکے وہو افضلہم زیادہ ہو اور وہ یقینی مطلوب شیعہ مین نص صریح ہی
جناب سلطان العلما طاب ثراہ نے مفسر ثعلبی سے ایک روایت نقل کی ہو کہ اُسنے کہا ان اباطالب رضی اللہ عنہ قال لعلی
یا بنی ما ہذا الدین الذی انت علیہ فقال یا ابت امنت باللہ ورسولہ وصدقتہ فیما جاء وصلیت معہ للہ فقال لہ اما ان محمداً صلی اللہ علیہ
وآلہ لا یدعو الا الی خیر فالزمہ یعنی جناب ابوطالب نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ اے فرزند یہ دین جس پر تم ہو

کیا ہی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ ای پدر بزرگوار مین ایمان لایا ہون خدا اور رسول کے ساتھ اور تصدیق رسالت
آنحضرت کی مین کرتا ہون اُن امور مین جو وہ فرماتے ہین اور خدا کی طرف سے لاے ہین اور خدا کے
واسطے مین نے اُنکے ساتھ نماز پڑھی ہی یہ سنکر جناب ابوطالب نے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ دعوت نہین کرتے
مگر نیکی کی طرف تو تم اُنکی اطاعت کرو اِس سے بھی واضح ہی کہ اطاعت و ایمان اور نماز گذاری آنحضرت کی سب سے
پیشتر کی ہی اور خود بھی جناب امیر علیہ السلام کا اِسے فرمانا مکرر احادیث سابقہ سے واضح ہوچکا ہی یہان تک کہ
یہ مضمون اشعار مین بھی اُن جناب کے موجود ہی سبقتکم الی الاسلام طرًّا غلاماً ما بلغت اوان حلمی یعنی مین نے تم
سب سے اسلام مین سبقت کی ہی مجھسے کوئی سابق نہین کیونکہ مین درحالیکہ طفل کوچک تھا اور حد بلوغ کو بھی
نہ پہونچا تھا ایمان خدا ورسول کے ساتھ لایا ہون بالجملہ سابق باعتبار معنی لفظ سابق اور موافق اُس تعین و تصریح کے
جو احادیث فریقین اور کلام علام مین واقع ہی سوا جناب امیر کے دوسرا اکمل افراد سابقین سے نہین ہوسکتا
اور کلی فرد کامل کی طرف اپنی منصرف ہوتا ہی اِسلیے سابقین ثلثہ سے جو احادیث مین پیشتر منقول ہوا ہی
حضرات مراد ہین جو فرد اکمل سباق سے ہین اور یون ہی وہی حضرات مراد لفظ سابقین سے جو کلام خدا تعالیٰ
مین ہی ہونگے اور بھی جب سبقت حقیقی پر حمل کرنا ممکن ہی تو پھر سبقت اضافی پر اُسکا محمول کرنا کیا ضرور ہی اور
اِس سے یہ ظاہر و ثابت ہوتا ہی کہ خلیفہ اول حضرات اہلسنت کی سبقت اسلام مین پایہ اعتبار سے ساقط ہی
اور اُنکا اسلام ویسا نہین ہی کہ ثلثہ سابقین مقربین مین معدود ہون ہان شاید یہ وہ حضرات کہ سکین کہ سابقین
تھے مقربین سے نہ تھے بہر حال یہ ضرور ہی کہ خلفاے ثلثہ ثلثہ سابقین سے خارج ہین اُنمین داخل کسی طرح نہین ہوسکتے
اور اِس صورت مین حصر مستلزم اِسکی ہوگی کہ غیر کی اُنکے نفی کرے اور امام حضرات اہلسنت نے تصریح کی ہی
اِس بات کی کہ اولئک المقربون حصر کو مفید ہی حاصل کلام یہ ہی کہ سابقین ثلثہ کی تخصیص کسی مخصص کی محتاج ہی
اور یہ بخوبی ظاہر ہی کہ وہ مخصص اُنکی سبقت حقیقی اسلام مین ہی اور باقی اگر سابقین سے ہون بھی جب بھی
سبقت اُنکی اضافی ہوگی پھر وہ حضرات اسبق سابقین اور سب سے اکمل ہونگے اور مطلوب شیعون کا یہی ہی
اور جو کچھ شاہ صاحب نے اِسکی منع مین دست و پا مارے ہین وہ سراسر محمول تعصب پر ہی اور یہ ایسی بات ہی
کہ ظہور اُسکا محتاج زیادہ توجیہ و تفسیر کا نہین ہی عاقلان خود میدانند اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ مدار
اِسکی اسناد کا ابو الحسن اشعر پر ہی الخ جواب اُسکا یہ ہی کہ ہمنے نقل روایات اہلسنت سے ثابت کردیا کہ یہ مضمون ایک ہی
روایت مین نہین ہی بلکہ روایات کثیرہ مین وارد ہوا ہی جنکی اسناد اُسکے سوا بہت سے راویون کی طرف ظاہر ہین
اور پھر کسطرح مدار احتجاج اسی ایک پر ہوسکتا ہی اور برتقدیر تسلیم ضعف سند روایت مذکورہ جب معاضد اور خبار سے ہوگئی
تو جو شاہ صاحب نے فرمایا وہ صحت استدلال مین قادح نہین ہوسکتا اور وہ مضمون روایت متفق علیہ بین الفریقین ہی

پھر کیونکر قابل احتجاج کے ہوگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ امارات وضع کی اُس حدیث مین پائی جاتی ہین
اس جہت سے کہ مدلول کتاب کے مخالف ہی جواب اسکا یہ ہی کہ یہ قصور آپ کے ناقلین روایت کا ہوگا ہمکو کچھ
مطلب نہین لیکن جو توجیہ مین شاہ صاحب نے فرمایا کہ صاحب یاسین اول من امن بعیسیٰ نہین ہو بلکہ اول من امن
برسل عیسیٰ ہو اسمین قباحت ہی کیونکہ رسل عیسیٰ کے ساتھ ایمان لانا عین ایمان لانا اُن جناب کے ساتھ ہی پس اگر
حضرت عیسیٰ کہ ساتھ اُنکے سباق مومنین مین وہ بسبب اپنے کمال صدق وخلوص ایمان کے محسوب ہون تو کیا
مضائقہ ہی غایۃ مافی الباب یہ ہی کہ عدم عینیت ایمان بالرسل کی اور ایمان بعیسیٰ کی قسم مجاز شایع سے ہوگی جیسا کہ
نہی الامیر المدینہ مین متعارف ہی اور کوئی عاقل ایسے اقوال کے وضعی ہونے کا حکم نہین کرتا یا یہ سبقت باعتبار تقدم
رتبے کے ہوگی یعنی جو ایمان حضرت عیسیٰ کے ساتھ لائے یا اُنکے رسل کے ساتھ لائے اُنمین باعتبار حسن خلوص مثل
صاحب یاسین کے کوئی نہین وہ سب سے اس امر مین سابق ہین اور پھر یہ سبقت بھی بالضرور موجب فضیلت ہی بہرتقدیر
جناب امیر کا افضل ہونا اور اپنے دعوۂ امامت مین صادق ہونا بہرحال ثابت ہوتا ہی اور گواہی دہ حضرات
اہلسنت کے اکابر کی ہم اوپر لکھ آئے جس سے ظاہر ہی کہ فاضل روزبہان اور مفسر تفسیر کبیر نے روایت سباق الامم پر
اعتماد کیا ہی اور اگر یہ حدیث وضعی بھی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہی کچھ ہمارے احتجاج کا مدار یہی ایک روایت پر نہین لیکن ایک امر
لائق ملاحظہ منصفین یہ ہی کہ شاہ صاحب نے اقرار فرمایا کہ جو حدیث مدلول کتاب کے مناقض ہو وہ موضوع ہی
بعلامۃ عند المحدثین اور اسی راہ سے حدیث سباق الامم کو انھون نے وضعی گردان کر ضعیف کیا اور قابل احتجاج
ہونے سے ساقط کیا حالانکہ اسکی توجیہ ہمنے لکھدی جس سے تناقض مدلول کتاب سے باقی نہین اور بہت سے
علما اُنکے اُسے نقل کر چکے ہین اور اُسپر اعتماد کرتے ہین لیکن روایت ما ترکناہ صدقہ جبھی تو مدلول کتاب کے مناقض ہی
جیسا کہ جناب سیدہ نے احتجاج مین قول خدا تعالیٰ ورث داؤد سلیمان کو اثبات تناقض کے لیے فرمایا تھا اور اہلبیت
علیہم السلام قاطبۃً اسکے منکر تھے اور سوائے ایک شخص کے اور کسی صحابی نے اُسے نقل نہین کیا لیکن وہ تناقض کتاب سے
اور انکار اہلبیت کا اور روایت کا احاد سے ہونا آج تک اسکی صحت کو حضرات اہلسنت کے نزدیک قادح نہوا
اور حدیث فضائل علی ابن ابیطالب جسکا مضمون متفق علیہ فریقین اور متعدد اسناد سے خود اُنکے محدثین اُسے نقل کر چکے
اور اکابر علما نے اُنکے اُسپر اعتماد کیا اُسکے لیے کیا کیا شاہ صاحب عذرات لاطائل پیش کرتے ہین در خفائے حق مین
کوشش فرماتے ہین تاکہ کسی طرح ابطال فضیلت آنحضرت کی کرین اور حضرات ہرگاہ آپ سب صاحب اپنے خلفائے
ثلثہ کے اخبار موضوعہ پر اعتماد فرماتے ہین یہان تک کہ مسئلہ میراث مین نبی کی مخالفت مدلول کتاب کو جائز رکھتے ہین
تو گر ایک حدیث پر جس سے شان جناب امیر المومنین بین ہی آپ کے علماؤن نے وضع کیا ہو اعتماد فرمایئے تو کیا مضائقہ
ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ جسے فخر رازی نے بعد اپنے علماؤن کے معتمد جاننے کے ذیل تفسیر آیہ یا ایہا الذین

صنوامی وتدمنکہ دینہ الخ مین نقل کیا ہو وہ موافق مدلول کتاب ہی یا مناقض ہی لیکن وہان کسی سے کچھ نکہا
جس روایت فضیلت کو شیعون نے روایت تفسیری آیہ کی گردان کر محل احتجاج مین ذکر کیا اسکی نسبت
بہت سے قادح پیدا کیے گئے اور بیت عنکبوت بنا یا گیا فاعتبروا یا اولی الابصار اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ
انحصار سباق کا تین شخصون مین غیر معقول ہی الخ جواب اسکا پہلے یہ ہو کہ امام حضرات اہلسنت اور فاضل روزبہان
وغیرہ نے غیر معقول پر کیون اعتماد کیا حقیقت مین یہ عیب تمہارا ہی ہمارا نہین ہر طرف کہ گشتہ شود سود ہلام ہست
دوسرے یہ کہ ہم بیشتر بنقل روایات فریقین ثابت کر آئے کہ یہ مضمون حدیث متعدد روایات مین وارد ہو چکا ہی
اور اس سے استفاضہ کی قوت حاصل ہی اور جب ثابت ہو چکا کہ یہ قول نبی ہی تو پھر اب گنجائش اسکی کہان ہو کہ عقل
آرائی سے نبی کو تعلیم کیا جاے اور بذریعہ اپنی عقل ناقص کے پیغمبر کا قول رد کیا جاے بڑا تعجب ہی کہ حسن و قبح
عقل مین تو عقل کو معطل کرین اور ظلم کا عدل نام رکھین اور انحصار سباق الامم کو جو نبی نے فرمایا غیر معقول کہین
ان ھذا لشیء عجاب اور جو اسکی تعلیل مین شاہ صاحب نے فرمایا کہ غیر معقول اسلیے ہی کہ ہر نبی کے لیے ایک سابق
ہوگا یہ بھی بے حقیقت بات ہی کیونکہ اول یہ کیا ضرور ہی کہ پہلے ہر نبی نے تبلیغ ایک ہی کے ساتھ کی ہو یا ہر نبی کے
ساتھ پہلے ایک ہی شخص ایمان لایا ہو بلکہ ممکن ہو کہ تبلیغ جماعت پر کی ہو اور متعدد اشخاص ساتھ ہی ایمان لائے ہون
اور بعد اللتیا واللتی یہ کیا ضروری کہ ہر سابق جو اور پیغمبرون کے واسطے ہو وہ بھی مرتبہ اولئک المقربون سے ہو
اور اس آیہ مین داخل ہو والا ہر پیغمبر کے زمانے مین انکا تصدیق کرنے والا بھی ضرور ہو گا حالانکہ صدیق کے خطاب کو
حضرات اہلسنت سوا جناب خلیفہ اول کے دوسرے کو مخاطب و مشہور نہین جانتے اسی طرح سباق کو بھی جانین
اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ بعد اللتیا واللتی کیا ضرور ہو کہ ہر صاحب زعامت کبری ہو جواب اسکا یہ ہی
کہ محض سباق سے آنحضرت کا صاحب زعامت کبری ہونا شیعہ ثابت نہین کرتے بلکہ یہ حضرات اہلسنت کو بھی
معلوم ہی کہ آنحضرت نے ادعا امامت کا اپنے اور خلفاے ثلثہ کا تظلم خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی اور اپنے نام جو معاویہ کو
لکھے ہین اور وہ آپ کی کتابون مین مرقوم ہین اپنے استحقاق ان جناب کا زعامت کبری کے لیے ثابت ہو اور یہ
تقریر و تحریر آنحضرت کی لامحالہ صادق ہو گی والا مقربون کا حصر آنحضرت مین باطل ہو اور چونکہ یہ فضیلت مستلزم
اسکی ہو کہ وہ حضرت افضل ہون اور افضل کو چاہیے کہ امام ہو جیسا کہ اپنی جگہ پر مقرر ہی اسلیے شیعہ آنحضرت کو امام
جانتے ہین اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر روایت صحیح ہو تو مناقض صریح آیہ کے لیے ہو گی الخ جواب اسکا
یہ ہی کہ تناقض فرع اسکی ہی کہ مصداق سبقت کا دونون جگہ ایک ہو اور یہ ممنوع ہی کیونکہ اکثر روایات کے بنا پر جو فریق
فریقین سے بیشتر نقل کی گئین ظاہر یہ ہی کہ سبقت سے مراد سبقت حقیقی ہی یا الف لام عہد کے لیے ہو گا بخلاف
قول خدا تعالی کے جو ثلۃ من الاولین ہی کیونکہ اس مین سابقین سے مراد سابقین بہ سبق اضافی ہو سکتے ہین

پھر تناقض کسطرح لازم آسکتا ہی اور جو فرمایا ہی کہ یہی باجماع شیعہ وسنی اول من امن حضرت خدیجہ مین علیہا السلام الخ جواب
اسکا یہ ہی کہ واقع مین یہ اعتراض بہ نسبت قول جناب سالتمآب کے ہی کہ باوجود سبقت کے جو حضرت خدیجہ کو اسلام مین حاصل تھی
پھر کیون نہ آنحضرت نے انھین سباق کے زمرے مین داخل فرمایا اور جی جسے اجماع نے خارج کیا وہ خارج ہو
اسپر اعتراض کا کیا محل ہی حاصل کلام یہ ہی کہ استدلال آیہ مذبورہ سے ہی نہ مجرد سبقت اسلامیہ سے جیسا کہ
شاہ صاحب سمجھے اور اسپر اعتراض کیا اور حضرت خدیجہ کا اس آیہ مین داخل ہونا ثابت نہین ہوا اور جو کہا ہی
کہ اگر شیعہ کہین کہ خدیجہ مین مانع امامت سے جو انکا عورت ہونا ہی متحقق ہوا تو ہم کہینگے کہ حضرت امیر مین بھی قبل
پہونچنے وقت امامت کے مانع متحقق ہوا تھا الخ جواب اسکا یہ ہی کہ ہم پہلے کہہ چکے کہ سبقت اسلامیہ کو ہم تنہا علت
قابلیت امامت کی نہین کہتے ہمارا مدار استدلال آیہ مذبورہ سے ہی نہ سبقت اسلامیہ سے فقط پھر کسطرح ہم
اسکے محتاج ہونگے کہ حضرت خدیجہ کے امام نہونے کی توجیہ کرین لیکن انوثت کو امامت کے لیے مانع ہونا
اجماعی ہی بخلاف اسکے جو شاہ صاحب نے خلفاے ثلثہ کا اپنے وجود مانع امامت جناب امیر علیہ السلام کہا ہی
کیونکہ اس مانع کا مانع ہونا ممنوع ہی اور ہرگز اسپر اجماع اسلام نہین ہوا اور انکار ریاست دنیا کے حق مین اصلح ہونا
بر تقدیر تسلیم باوجود اسکے کہ جو انسے فساد وفساد امور دین مین واقع ہوے مفید نہین ہو سکتا علاوہ اسکے اگر
شیعون پر سبقت اسلامیہ سے امامت کے لیے استدلال کرنے سے یہ لازم کرتے ہین کہ امامت خدیجہ کے
ساتھ بھی قائل ہونا ضروری ہی تو انکے علماے حافظ نے سبقت اسلام جناب خلیفہ اول حضرات اہلسنت سے
انکی امامت پر استدلال کیا ہی جیسا کہ جناب سلطان العلما نے نقل فرمایا ہی پھر چاہیے کہ اسپر بھی لازم آئے کہ حضرات
اہلسنت بھی امامت حضرت خدیجہ کے قائل ہون بلکہ اگر اس نظر سے کہ جناب عائشہ صدیقہ کو انکے صدیق سے
اشتراک ہی انکی بھی خلافت کے قائل ہون تو بعید نہین ہی فقد بدا واضح ہو کہ یہان تک کہ وہ آیات لکھی گئین
کہ جنکے لیے حضرات اہلسنت نے بہت کچھ خون جگر پیا اور دست وپا مارے اور کمال حق پوشی مین شعیان کی تھین
لیکن بحمد اللہ کہ ہمنے بتائید ایزدی اور اپنے علما کے افادات کلام سے اُن سب کا جواب دیا اور جو شیشے کا
گھر شاہ صاحب نے بنایا تھا کہ انکے مریدون کی نظر مین بہت چمکتا ور روشن معلوم ہوتا تھا سے ادلہ عقلیہ ونقلیہ سے
کہ حقیقت مین وہ جبل رواسی ہین ایسا چکنا چور ہو گیا کہ منصف کے آگے وہ ادھن من بیت العنکبوت واوھن من شیعان سلام
حدہ الموت ہو گیا اب اس سے انکی شہادت کا حال واضح ہو گیا کہ جو اقوی واول الشبہ تھے وہ تو ایسے واہی
وبے سروپا ہین اضعف واوہن شبہات کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا ہونگے بالجملہ اب زیادہ طول دینا اس سالہ کی
شان کے مناسب نہین ہی اسلیے انشاء اللہ آیندہ اب وہ آیات ذکر فضائل واثبات امامت جناب خلافتمآب
حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب مین لکھینگے جنپر فریقین کا اتفاق ہی اور مباحثات کم ہین لیکن اس التزام سے کوئی

استدلال خالی نہوگا کہ روایت حضرات اہلسنت مین جسکی شہادت ہی وہی لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ گیارہوین آیہ وانی ہدایہ افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ہی یعنی آیا پس کون ہی جو حجت وبرہان پر اپنے پروردگار کی جانب سے ہو اور اسکے پیچھے ہو گواہ اس سے یعنی مثل اسکے کوئی نہوگا واضح ہو کہ وہ نبیہ پر ہی وہ جناب رسالتمآب ہین اور اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ من کان علی بینة من ربه سے مراد وہی حضرت ہین اگرچہ بعض مفسرین نے اسمین بھی کہا ہی کہ مراد اس سے ہر محق ہی کہ جو اعتقاد رکھتا ہو حجت وبینہ کے ساتھ کیونکہ لفظ من بفتح عقلا کو شامل ہی اور جبائی نے کہا ہی کہ مراد اس سے جو اصحاب محمد سے مومن ہین وہ ہین لیکن یہ اقوال شاذ ہین اقوی اور مجمع علیہ یہ ہی کہ مراد اس سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ہین اسی طرح لفظ شاہد کی تفسیر وتعیین بھی مختلف ہی بعض نے کہا ہی کہ مراد اس سے جبرئیل ہین کہ جو قرآن کی تلاوت پیغمبر خدا پر کرتے تھے خدا کی طرف سے اور یہ قول ابن عباس ومجاہد وزجاج سے منقول ہی اور بعض کہتے ہین کہ شاہد سے مراد جناب رسالتمآب ہین اور یہ جبائی کا مختار ہی اور بعض نے کہا ہی کہ شاہد منه سے مراد آنحضرت کی زبان ہی جس سے قرآن تلاوت فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہی کہ شاہد سے مراد فرشتہ ہی جو حفظ وتسدید کرتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ بینة من ربه سے مراد حجت عقل ہی اور اضافت بینہ کی خدا کی طرف اسلیے ہوئی کہ وہ ادلہ عقلیہ وشرعیہ کا نصب فرمانے والا ہی اور یتلوه شاهد سے مراد وہ ہی جو صحت عقل کی آنحضرت کی گواہی دیتا ہی اور وہ قرآن ہی خواہ قرآن صامت مراد ہو یا ناطق کہ وہ ائمہ علیہم السلام ہین جو ہمیشہ تصدیق رسالت کی آنحضرت کی فرماتے رہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہی کہ شاہد سے مراد علی ابن ابیطالب ہین جو گواہی دیتے رہے صدق رسالت کی اور نفس آنحضرت سے وہ جناب بھی ہین اور یہ مضمون اخبار کثیرہ مین وارد ہی اور محدثین فریقین نے اُسے نقل کیا ہی جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین ابن ابی الحدید ومغازلی وسیوطی سے کہ اُسنے درمنثور مین اور طبری اور اکثر عامہ نے بطرق متعددہ روایت کی ہی عباد بن عبداللہ اور عبداللہ بن حارث سے کہ ایک دن حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ کوئی قریش سے نہین ہی مگر یہ کہ ایک آیہ یا دو آیہ اسکی مدح یا مذمت مین نازل ہوئی ہین پس ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شان مین کون آیہ نازل ہوا ہی حضرت اس سے یہ سنکر غضبناک ہوے اور فرمایا کہ سورہ ہود مین نہین پڑھا اس آیہ کو کہ رسول خدا بینہ پر اپنے پروردگار کی طرف سے ہین اور مین انکا گواہ ہون اور امام حضرات اہلسنت نے اس آیہ وروایت کو ذکر کرکے کہا ہی کہ حق تعالیٰ نے اس گواہ کی شرافت کے لیے فرمایا ہی کہ اسی سے ہی یعنی اسکا خصوص ہی اور بمنزلہ اسکے پارہ تن کے ہی فقط اور اس تفسیر کے بنا بر چاہیے کہ جناب ائمہ جناب رسول خدا کے تالی ہون اور بلافصل بعد آنحضرت کے خلیفہ ہون اور اگر تالی سے مراد افضل وبزرگی بھی ہو تو جب بھی دلالت امامت پر کرتا ہی کیونکہ مفضول کی تفضیل قبیح ہی اور بھی آنحضرت کی عصمت پر اس آیہ کی

دلالت ظاہر ہو کیونکہ ایک نفر کی گواہی سے جب تک وہ معصوم نہو مدعا ثابت نہین ہوتا اور یہان خدا نے
انکی گواہی کو معتبر فرمایا فقط بالمعایہ ہم اب پہلے چند روایات فریقین کی نقل کرتے ہین جس سے یہ ثابت ہو کہ
یہ آیہ بحق جناب امیر المومنین نازل ہوا ہی پھر وجہ استدلال بھی اس سے مفصل لکھینگے انشاء اللہ تعالی پوشیدہ نرہے
کہ سید ہاشم مرحوم نے باب ہادی وستون مین اپنی کتاب غایت المرام وحجت الخصام کے حضرات اہلسنت کے
طریقون کے موافق تیئیس حدیث نقل کی ہی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مراد شاہد سے جو یہان وارد ہو جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین چنانچہ منجملہ اسکے موفق بن احمد خوارزمی نے جو اعیان علماے حضرات اہلسنت سے
ہین لکھا ہی کہ معاویہ نے عمرو بن سعد بن ابی العاص کو نامہ لکھا اور یہین اس سے اعانت طلب کی جناب امیر المومنین کے
ساتھ لڑنے مین اسکی رد مین جو معاویہ کو عمرو بن سعد نے لکھا خلاصہ اسکی کتاب کا یہ ہو کہ یہ کتاب ہی عمرو بن سعد
بن ابی العاص کی طرف سے جو صاحب رسول ہو طرف معاویہ بن ابی سفیان کے اما بعد پس تحقیق کہ تیری کتاب
مجھے پہونچی اور مین نے اُسے پڑھا بعد اسکے مین سمجھا پس تحقیق کہ وہ امر کہ جسکی طرف تو مجھے طلب کرتا ہو کہ ربقہ اسلام
اپنی گردن کو نکالون اور تیرے ساتھ گمرہی مین داخل ہونے پر لااوری کمر دن اور باطل پر تیری اعانت کرون
اور علی ابن ابیطالب کے منہ پر تلوار کھینچون حالانکہ وہ برادر رسول اور وصی رسول اور وارث رسول اور انکے قرض کے
ادا کرنے والے اور انکے وعدے کے پورے کرنے والے ہین اور شوہر انکی بیٹی کے ہین جو سردار زنان بہشت ہی
اور سبطین کے جو حسن وحسین سردار جوانان بہشت ہین باپ ہین اور لیکن جو تو نے کہا کہ تو خلیفہ عثمان کا ہی تو یہ سچ کہا ہی
ولیکن آج تیرا معزول ہونا اسکی خلافت سے ظاہر ہی کیونکہ غیر عثمان کے ساتھ بیعت ہو چکی پس تیری خلافت زائل
ہو گئی اور لیکن تو نے جس امر کے باعث سے میری تعظیم کی ہی اور مجھے بڑھایا ہی اور اسکی طرف منسوب کیا ہی کہ وہ
صحبت رسول خدا ہی اور مین سردار لشکر کا آنحضرت کے ہون تو مین اس تزکیہ سے مغرور نہین ہوتا اور اسکے باعث سے
ملت کو چھوڑ کر تیری تعظیم ریسل نہین کرتا اور جو تو نے ابو الحسن کو کہ برادر رسول اور وصی پیغمبر ہین منسوب طرف بغاوت کے
اور حسد کے عثمان کے واسطے کیا ہی اور صحابیون کا نام فاسق رکھا ہی اور تیرا گمان یہ ہی کہ آنحضرت نے اصحاب رسول کو
قتل عثمان پر برانگیختہ کیا پس یہ جھوٹ ہی اور گمرہی ہی وائے ہو تجھپر اے معاویہ آیا تو نہین جانتا کہ تحقیق ابو الحسن نے کیا کیا
اپنی جان کو رسول خدا کے سامنے قربان کیا اور تعب مین ڈالا ہی اور آنحضرت کے فرش خواب پر سوئے اور سب سے
پہلے اسلام وہجرت کو اختیار فرمایا جس سے وہ حضرت سابق الاسلام وسابق المہاجرین ہین اور انکے حق مین رسول خدا نے
فرمایا ہی ہو منی وانا منہ یعنی وہ مجھسے اور مین اس سے ہون واضح ہو کہ یہ کلمہ کمال اتحاد پر بولا جاتا ہی اور فرمایا ہی کہ
وہو منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی یعنی وہ مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہی موسی سے یعنی جو نسبت موسی سے
ہارون کو تھی وہ علی ابن ابیطالب کو مجھسے ہی فرق اتنا ہی کہ میرے بعد نبی نہو گا اور تحقیق کہ انکے حق مین پیغمبر خدا نے

روز غدیر فرمایا ہی اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و اخذل من خذله یعنی جسکا ہو
کہ جسکا مین مولا و آقا ہون اسکے علی ابن ابیطالب مولا و آقا ہین خداوندا دوست رکھ اُسے جو اُسے دوست رکھے
اور دشمنی کر اُس سے جو اُس سے دشمنی کرے اور مدد کر اُسکی جو اُنکی نصرت و مددگاری کرے اور شکست دے اُسے
جو اُنکے درپے شکست ہو اور وہ جناب ایسے ہین کہ جنکے بارے مین پیغمبر خدا نے روز خیبر فرمایا ہی لاعطین الرایة غدا رجلا
یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله یعنی ہر آئینہ کل کے روز مین علم لشکر اُس شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست
رکھتا ہی اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہین اور وہ حضرت ایسے ہین کہ جنکے حق مین روز طیر مین فرمایا پیغمبر خدا نے
اللهم ائتنی باحب الخلق الیک یعنی خداوندا جو سب سے زیادہ تیرے نزدیک دوست ہو اُسے اسوقت میرے پاس
بھیج اور جب وہ حضرت خدمت مین پیغمبر خدا کی داخل ہوے تو فرمایا کہ الی الی یعنی میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ
حاصل اُسکا یہ ہی کہ احب الخلق الی الله وہی حضرت تھے جنکے لیے خدا سے بھیجوانے کو دعا کی کیونکہ جب آے تو بلایا
اور شریک طعام فرمایا اگر اُسوقت حاضر ہونا آنحضرت کا بسبب اتفاق ہوتا اور واقع مین وہ حضرت موصوف
باین وصف نہوتے تو حضرت رسول بُلاکر شریک طعام نہ فرماتے اور اُنکے حق مین جناب رسول خدا نے یوم
تطہیر فرمایا ہی علی امام البررة و قاتل الفجرة منصور من نصره مخذول من خذله یعنی علی ابن ابیطالب امام و پیشوا ہین ابرار و
نیکوکارون کے اور قتل کرنے والے ہین بدکارون کے فتحیاب ہی جو اُنکی نصرت و مددگاری کرے اور شکست
نصیب ہی جو اُنکے درپے شکست ہو اور فرمایا ہی پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم نے علی ولیکم من بعدی یعنی علی ابن ابیطالب
میرے بعد تم امت کا ولی و امام ہی اور پھر تاکید فرمائی آنحضرت نے تجھپر ای معاویہ اور مجھپر اور سب مسلمانون پر اور فرمایا
انی مخلف فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی یعنی مین تم مین دو چیزین بزرگ چھوڑتا ہون کتاب خدا اور اپنی عترت کو
اور فرمایا آنحضرت نے انا مدینة العلم و علی بابها یعنی مین شہر علم ہون اور علی اُسکے دروازہ ہین اور تحقیق کہ تو جانتا ہی
ای معاویہ وہ جو خدا نے اپنی کتاب قرآن مین آیتین اُنکی تفضیلت کے بارے مین نازل فرمائی ہین کہ اُنمین کوئی
اُنکا شریک نہین ہی جیسا کہ قول ہی خدا تعالی کا یوفون بالنذر انما ولیکم الله و رسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة
و یؤتون الزکوة و هم راکعون افمن کان علی بینة من ربه و یتلوه شاهد منه و من قبله اور فرمایا ہی خدا تعالی نے رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه
اور فرمایا ہی خدا نے اپنے رسول سے قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی اور فرمایا ہی پیغمبر خدا نے آنحضرت سے
اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی سلمک سلمی و حربک حربی و تکون اخی و ولی فی الدنیا والاخرة یا ابا الحسن من احبک فقد
احبنی و من ابغضک فقد ابغضنی و من احبک ادخله الله الجنة و من ابغضک ادخله الله النار یعنی آیا تم راضی نہین ہوئے ای علی ابن ابیطالب اس
بات سے کہ تم میرے لیے مثل ہارون کے ہو موسی کے واسطے تمسے سلامتی چاہنا میری سلامت خواہی ہی اور
تمسے لڑنا مجھسے لڑنا ہی اور تم میرے بھائی اور ولی ہو دنیا و آخرت مین ای ابو الحسن جو تمسے محبت رکھے اُسنے مجھسے

محبت کی اور جو شخص دشمنی کرے اسنے مجھے بیزار کیا اور دشمن بنایا اور جو شخص محبت رکھیگا خدا اسے داخل بہشت فرمائیگا اور جو شخص دشمنی رکھیگا خدا اسے جہنم مین ڈالیگا اور اے معاویہ تیری تحریر و کتابت جو میرے پاس آئی ہو جسکا مین یہ جواب تجھے لکھتا ہون وہ ایسی نہین ہو کہ جس سے فریب خوردہ ہو جاے وہ شخص جسے خدا نے عقل و دین عطا فرمایا ہو والسلام اور موفق بن احمد نے اس آیہ کے بیان مین ابن عباس سے نقل کیا ہو کہ انھون نے کہا ہو علی یشہد للنبی و ہو منہ یعنی وہ شاہد علی ابن ابیطالب ہین جو گواہ ہین پیغمبر خدا کے واسطے اور وہ حضرت انھین جناب رسالتمآب سے ہین اور ابراہیم حموینی نے کتاب فرائد السمطین مین بتوسط اپنے مشائخ محدثین کے ابن عباس سے تفسیر مین اس آیہ کے روایت کی ہو کہ انھون نے کہا افمن کان علی بینۃ رسول اللہ ویتلوہ شاہد منہ علی علیہ السلام خاصۃ یعنی افمن کان علی بینۃ سے مراد رسول خدا ہین اور یتلوہ شاہد سے مراد جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام خاص مراد ہین اور اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنی رجال حدیث کے روایت کی ہو کہ زادان نے کہا سنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ فرماتے تھے قسم ہو مجھے اسکی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور گھانس کو اگایا کہ اگر میرے لیے مسند بچھائی جاے اور رکھا جاے اور کوئی کہے کہ تم حکم کرو تو مین اہل تورات مین موافق انکی تورات کے اور اہل انجیل مین موافق احکام انجیل کے اور اہل زبور مین موافق زبور کے اور اہل فرقان مین موافق فرقان کے حکم رانی کرون اور قسم ہو اسکی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور روئیدگی کو زمین سے اگایا کہ کوئی مرد قریش سے نہین ہو مگر یہ کہ مین اسے پہچانتا ہون کہ کیا نشانی ہو جو اسے بہشت مین لیجائیگی اور وہ علامت کیا ہو جو اسے جہنم مین لیجائیگی اسوقت ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اسنے کہا کہ پھر آپ کے لیے کیا قرآن مین نازل ہوا ہو یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ فرسول اللہ علی بینۃ من ربہ ویتلوہ انا شاہد منہ یعنی پیغمبر خدا علی بینۃ من ربہ ہین اور انکے بعد شاہد انسے مین ہون اور اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنی جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہو کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب امیر نے کہ ما من قریش الا وقد نزلت فیہ آیۃ او آیتان فقال لہ رجل فانت ایش نزل فیک فقال علی اما تقرء الآیۃ التی فی ہود ویتلوہ شاہد منہ یعنی کوئی شخص قریش سے نہین مگر یہ کہ نازل ہوئی ہین اسکے حق مین ایک آیہ یا دو آیتین پس ایک شخص نے کہا کہ آپ کے حق مین کیا نازل ہوا ہو پس فرمایا جناب امیر نے کہ آیا تو نے سورہ ہود مین نہین پڑھا جو حق تعالی نے فرمایا ہو ویتلوہ شاہد منہ حاصل اس ارشاد کا یہ تھا کہ وہ جناب تالی مرتبہ جناب رسالتمآب ہین اور جو کچھ کہ پیغمبر خدا کے لیے نازل ہوا بعد انکے آنحضرت کے واسطے وہ فضیلت ہی اور پوشیدہ نرہے کہ اس روایت کو بعد قبول امام حضرات اہلسنت نے بھی تفسیر مین اس آیہ کے اپنی تفسیر کبیر مین نقل کیا ہو جیسا کہ ترجمہ کلام اخوند مجلسی علیہ الرحمہ مین وہ گذرا اور اسے فاضل حموینی نے باسناد اپنے محدثین کے ابی بحری سے روایت کی ہو کہ کہا اسنے رایت ابن عمر رسول اللہ صلعم یا اصعد المنبر و کشف عن بطنہ وقال سلونی من قبل ان تفقدونی فان ما بین الجوانح منی علم

جبرهذا سفط العلم هذا لعاب رسول الله هذا ما زقني رسول الله زقا من غير وحي اوحي الي فوالله لو ثنيت لي الوسادة فجلست عليها لافتيت اهل التورية بتوريتهم
واهل الانجيل بانجيلهم حتى ينطق الله التورية والانجيل فيقول صدق علي قد افتاكم بما انزل في وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون وتتلوه شاهد منه
یعنی دیکھا مین نے چچا کے بیٹے کو رسول خدا کے جو علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین کہ منبر پر کوفہ مین تشریف لیگئے
اور اسوقت حلیہ شریف آنحضرت کا یہ تھا کہ رسول خدا کی چادر دوش مبارک پر تھی اور سیف رسول خدا کی گلے مین
ڈالے تھے اور عمامہ پیغمبر خدا کا سر اقدس پر تھا اور انگشت مبارک مین آنحضرت کے انگوٹھی پیغمبر خدا کی تھی پس اسی ہیئت
حیثیت سے منبر پر جا کر بیٹھے اور شکم مبارک کو کھولکر فرمایا کہ پوچھو مجھسے پیشتر اسکے کہ مین تمسے جدا ہون اور پھر مجھے نہ پاؤ
پس تحقیق کہ میری پسلیون مین بہت علم ہے یہ سینہ تابوت و صندوق علم ہے یہ پیغمبر خدا نے مجھے عطا و عنایت فرمایا ہی
اور یہ وہ ہے جو مجھے پلایا ہی رسول خدا نے بے اسکے کہ وحی مجھپر نازل ہوئی ہو پس قسم ہی خدا کی کہ اگر وسادہ حکومت
میرے لیے رکھا جاے اور مین اسپر بیٹھون تو ہر آئینہ فتوی دون اہل تورات کو انکی تورات سے اور اہل انجیل کو انکی انجیل
یہان تک کہ حق تعالی تورات و انجیل کو گویا کرتا کہ وہ کہتین کہ علی ابن ابیطالب صادق ہی اور تحقیق کہ فتوی دیا ہی علی ابن
ابیطالب نے تمکو اس سے جو ہمین خدا نے نازل فرمایا تھا اور تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو کیون نہین سمجھتے ہو
ویتلوہ شاہد منہ کو اور اسی سے ہی جو واحدی نے باسناد اپنی عباد بن عبد اللہ اسدی سے روایت کی ہی کہ قال علی
علی بن ابیطالب و هو يقول ما من احد من قريش الا وقد نزلت فيه اية او اثنتان فقال له رجل فما نزل فيك قال فغضب ثم قال اما والله لو لم تسالني على رؤس القوم
ما حدثتك ثم قال هل تقرأ سورة الهود ثم قرأ افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه رسول الله على بينة من ربه وانا الشاهد
یعنی کہا راوی نے کہ سنا مین نے علی ابن ابیطالب کو کہ وہ جناب فرماتے تھے کہ کوئی قریش سے نہین ہی مگر یہ
کہ ایک آیہ یا دو آیہ اسکے حق مین نازل ہوئے ہین پس ایک شخص نے کہا کہ آپ کے حق مین کیا نازل ہوا ہی راوی
کہتا ہی کہ یہ سنکر وہ حضرت غضبناک ہوے بعد اسکے فرمایا کہ لیکن خدا کی قسم اگر تو سامنے قوم کے نہ پوچھتا تو مین تجھسے
نہ کہتا بعد اسکے فرمایا کہ آیا سورہ ہود کو تو نے پڑھا ہی بعد اسکے تلاوت فرمایا افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه
شاہد منہ کو اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ علی بینة من ربه ہین اور مین شاہد ہون اور اسی سے ہی جو مفسر ثعلبی نے
اپنی تفسیر ذیل آیہ مذکور مین کہا ہی واخبرنا ابو عبد الله القاري اخبرنا القاضي ابو الحسين النصيبي حدثنا ابو بكر السبيعي قال حدثنا علي بن محمد
الدهان والحسين بن حبان عن الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه قال علي خاصة اور یہ
اسی مفسر نے باسناد اپنے مشائخ کے زاذان سے روایت کی ہی کہا اسنے سنا مین نے جناب امیر المومنین علی ابن
ابیطالب سے کہ فرماتے تھے والذي فلق الحبة وبرء النسمة لو كسرت لي وسادة يقول ثنيت فجلست عليها لحكمت بين اهل التورية بتوريتهم
وبين اهل الانجيل بانجيلهم وبين اهل الزبور بزبورهم وبين اهل الفرقان بفرقانهم فوالذي خلق الحبة وبرء النسمة ما من رجل من قريش الا وقد نزلت فيه
الاية والايتان فقال له رجل فانت ايش نزل فيك فقال علي اما تقرء الاية التي في هود ويتلوه شاهد منه اور اسی سے ہی جو حافظ ابو نعیم نے

تین طریق سے روایت کی ہی عباد بن عبد اللہ اسدی سے ایک خبر ہین کہ کہا اُنسے سمعت علیاً یقول افمن کان علی بینة
من ربه ویتلوه شاهد منه رسول الله علی بینة وانا الشاهد اور اُنہی سے ہی جو حماد بن سلمہ نے ثابت سے کہ اُنسے انس سے پوچھا
افمن کان علی بینة من ربه کو تو انس نے کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہین اور ویتلوه شاهد منه وہ علی ابن ابیطالب ہین
کان والله لسان رسول یعنی قسم ہی خدا کی کہ وہ حضرت زبان رسول خدا تھے اور اُنہی سے ہی جو ابن مغازلی شافعی نے
تفسیر قول خدا تعالیٰ مین افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه مین کہا ہی قال رسول الله انا علی بینة من ربه وعلی الشاهد
اور اُنہی سے ہی جو ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مین باسناد اپنی عبد اللہ بن حرث سے روایت کی ہی
قال قال علی علی المنبر ما احد جرت علیه المواسی الا وقد انزل الله فیه قرآنا فقام الیه رجل من مبغضیه فقال له فما انزل الله تعالی فیك فقام الناس
الیه یضربونه فقال دعوه اتقرا سورة هود قال نعم قال فقرء علیه افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ثم قال الذی کان علی بینة من ربه محمد
والشاهد الذی یتلوه انا یعنی فرمایا جناب امیر المومنین نے برسر منبر کہ کوئی نہین ہی کہ جسپر اُسترا پھرا ہو مگر یہ کہ اُسکے لیے قرآن مین
خدا نے آیت نازل فرمائی ہی پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا آنحضرت کے دشمنون سے اور جناب امیر علیہ السلام سے
کہا کہ آپ کے حق مین خدا نے کیا نازل فرمایا ہی یہ گستاخی اُسکی دیکھکر راوی کہتا ہی کہ اور لوگ اُٹھے اور اُسے
مارنے لگے اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو بعد اُسکے اُس سے فرمایا کہ آیا تو نے سورہ ہود کو پڑھا ہی اُسنے
کہا ہان یہ سنکر اُن جناب نے اِس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ بینہ پر خدا کی طرف سے اپنے جو ہی وہ محمد ہین
اور وہ شاہد جو اُنکی تلو مین یعنی اُنکے پیچھے پیچھے آتا ہی وہ مین ہون اور اُنہی سے ہی جو اُس فاضل نے اپنی شرح نہج البلاغہ
مین باسناد اپنے محدثین کے عبد اللہ بن حرث سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے سنا مین نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
کہ برسر منبر فرماتے تھے ما احد جرت علیه المواسی الا وقد انزل الله تعالی فیه قرآنا فقام الیه رجل فقال یا امیر المومنین فما انزل الله فیك فقال
یرید تکذیبه فقام الناس الیه یلکزونه فی صلکه وجنبه فقال دعوه اقرأت قوله سبحانه افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه قال نعم قال صاحب
البینة محمد والتالی الشاهد انا یعنی کوئی نہین جسپر اُسترا جاری ہوا ہی یعنی آدمیون سے ہی مگر یہ کہ حق تعالیٰ نے اُسکے
حق مین قرآن نازل فرمایا ہی پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسنے کہا کہ ای امیر المومنین پس آپ کی شان مین کیا
خدا نے نازل فرمایا ہی راوی کہتا ہی کہ اِس سے ارادہ اُسکا یہ تھا کہ اُن جناب کے قول کی تکذیب کرے العیاذ باللہ
یہ سنکر لوگ اُٹھ کھڑے ہوے اور اُسکے سینہ وپہلو پر مارنے لگے اُسوقت جناب امیر نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو
اور فرمایا کہ آیا تو نے پڑھا ہی قول خدا تعالیٰ کو افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه اُسنے عرض کیا کہ ہان
مین نے پڑھا ہی فرمایا کہ صاحب بینہ محمد ہین اور تالی ایسا جو شاہد ہی اُنکے وہ مین ہون یہ روایات جو لکھی گئین
منجملہ اُن روایات کے ہین جو موافق طریق حضرات اہلسنت اِس آیہ کی تفسیر مین وارد ہوئی ہین بطور نمونہ اُنکی کتب سے
منقول ہوے اور اگر سب کے لکھنے کا ارادہ کیا جاے تو بہت بڑھ جاے اور منافی اُسکے ہوگا جواب اختصار کا ارادہ

بیان آیات فضائل مین ہی اور اُسکے بھی دیکھنے سے عاقل کو معلوم ہوگا کہ یہ مضمون ایک دو خبر مین طرق اہلسنت کے
نہین وارد ہی بلکہ قوت استفاضہ کی رکھتا ہی اور جب اخبار خاصہ سے انہین ضم کیا جاے تو قریب متواتر کے ہی اسلیے چند
روایات کا موافق اخبار خاصہ کے بھی اب نقل کرنا مناسب مقام ہی اسلیے مین کہتا ہون کہ سید ہاشم مرحوم نے
باب ثانی وستون مین اپنی کتاب حجت الخصام کی تفسیر و بیان مین آیہ وافی ہدایہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ
شاہد منہ کی گیارہ حدیثین موافق طرق خاصہ یعنی فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نقل کین ہین چنانچہ انمین سے وہ
روایت ہی جو علی ابن ابراہیم علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی جناب امام ابو جعفرؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا انحضرت نے
انما نزلت افمن کان علی بینۃ من ربہ یعنی رسول اللہ ویتلوہ شاہد منہ اماما ورحمۃ ومن قبلہ کتاب موسی اولئک یومنون بہ فقدموا واخروا فی التالیف
یعنی نازل نہین ہوا تھا مگر افمن کان علی بینۃ من ربہ یعنی پیغمبر خدا اور یتلوہ شاہد منہ اماما ورحمۃ ومن قبلہ کتاب موسی
اولئک یومنون بہ تھا یعنی بعد اُس صاحب بینہ کے آتا ہی شاہد اُس سے درحالیکہ وہ امام ہی اور رحمت ہی اور پیشتر اُس سے کتاب
موسی کی تھی یہ گروہ ہین جو ایمان لاتے ہین اُسکے ساتھ بعد اسکے فرمایا کہ وقت تالیف قرآن مقدم و موخر کر دیا اور
اُسی سے ہی جو محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے احمد بن عمر حلال سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ سوال کیا مین نے
ابو الحسنؑ سے قول خداے عزوجل سے جو فرمایا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ فرمایا کہ
امیر المومنین شاہد ہین رسول خدا کے کہ وہ حضرت اوپر بینہ کے ہین اپنے خدا کی طرف سے اور محمد بن صفار نے
بوسائط اپنے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اگر وسادہ
حکومت عام میرے لیے بچھایا جاے اور مین اُسپر بیٹھون تو ہر آئینہ قضا و فصل کے احکام دون اہل تورات کو اُنکی
تورات سے اور اہل انجیل کو اُنکی انجیل سے اور اہل فرقان کو اُنکے فرقان سے اور ایسی قضا و فصل کرون کہ جو خدا کی
طرف بلند ہو اور درخشندہ ہو یعنی خداپسند و صادق ہو اور قسم ہی خدا کی کہ کوئی آیت نازل نہین ہوئی رات مین
یا دن مین مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ وہ کسکے حق مین نازل ہوئی ہی اور کوئی شخص نہین جسکے سر پر استرا جاری ہوا ہو
مگر یہ کہ اُسکے حق مین ایک آیت نازل ہوئی ہی کہ وہ اُسے بہشت یا دوزخ کی طرف لے جاتی ہی یہ سنکر ایک شخص
اُٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کے قریب آکر اُسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین وہ آیت کون ہی جو آپ کی شان مین قرآن مین
نازل ہوئی ہی حضرت نے فرمایا کہ آیا سُنا ہی تو نے جو حق تعالی فرماتا ہی افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ
فرسول اللہ علی بینۃ من ربہ وانا شاہد لہ منہ واتلوہ معہ یعنی آیہ کی تلاوت فرماکر فرمایا کہ پس پیغمبر خدا اوپر بینہ کے ہین
اپنے پروردگار کی طرف سے اور مین شاہد ہون آنحضرت کے واسطے اُنسے اور پس رو ہون اُنکا ساتھ اُنکے اور قریب
اُسی کے ہی جو شیخ نے اپنے امالی مین باسناد اپنی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ایک روز درحالیکہ
وہ حضرت منبر پر خطبہ فرماتے تھے اثناے خطبہ مین فرمایا کہ قسم ہی مجھے اُسکی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور گھانس کو اُگایا

زمین سے کہ کوئی شخص قریش سے نہین جسکے سر پر استرا پھرا ہو مگر یہ کہ اسکے حق مین ایک آیت قرآن مین نازل
ہوئی ہی کہ مین اُس آیت کو پہچانتا ہون جیساکہ اُس شخص کو پہچانتا ہون پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور قریب ان
حضرت کے آکر اُسنے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ کی آیت تو خاص آپ کے حق مین نازل ہوئی ہوگی یہ سنکر
فرمایا آنحضرت نے کہ جب پوچھا ہی تو نے تو سمجھ اور تیرے اوپر نہین ہی مگر یہ کہ پوچھے تو اسے میرے غیر سے آیا تو نے
سورۂ ہود کو پڑھا ہی اُسنے کہا کہ ہان اے امیرالمومنین فرمایا کہ آیا پھر سنا ہی تو نے قول خداے عزوجل کو جو فرمایا ہی
افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه اُسنے کہا کہ ہان فرمایا کہ پس وہ شخص جو اوپر بینہ کے ہی
اپنے پروردگار کی طرف سے وہ محمد ہین اور جو انکی تلو مین ہی شاہد اُنسے اور وہی شاہد ہی اور وہ انھین سے ہی
اور وہ خاص علی ابن ابیطالب ہی اور مین شاہد ہون اور مین اُنسے ہون اور اُنھی سے ہون جو شیخ نے اپنی
مجالس مین بوسایط اپنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے اپنے والد بزرگوار سے اور
اُنھون نے اپنے والد بزرگوار سے اور اُنھون نے جناب امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جناب امام
حسن علیہ السلام نے ایک خطبہ بہت بڑا پڑھا وقتیکہ معاویہ بھی حاضر تھا اور اسمین فرمایا کہ مین کہتا ہون اے گروہ
خلائق اور تمھارے لیے دل اور کان ہین اور وہ کہنا یہ ہی کہ ہم وہ اہلبیت ہین کہ ہمین خدا نے مکرم فرمایا ہی
باسلام اور اختیار فرمایا ہی ہمین اور برگزیدہ و مجتبیٰ فرمایا ہمکو پس دور کیا ہمسے رجس کو اور پاک کیا ہمکو جو حق ہی پاک
کرنے کا اور رجس وہی شک ہی پس ہم نہین شک کرتے خدا مین جو حق ہی اور نہ اُسکے دین مین ہمیشہ اور پاک کیا ہمکو ہر
نقص و عیب سے جن حالون مین کہ ہم سب مخلص تھے آدم تک اور یہ اُسکی نعمت ہی نہین جب الگ ہوئے آدمی دو فرقے
کرکے مگر یہ کہ ہمکو خدا نے جو اُنسے بہتر فرقہ تھا اُسمین گردانا یہان تک کہ حق تعالی نے محمد کو مبعوث فرمایا نبوت کے
واسطے اور انھین رسالت کے لیے اختیار فرمایا اور اُنپر کتاب کو اپنی نازل فرمایا بعد اُسکے انھین حکم فرمایا دعا کرنے کو
خداے عزوجل کی طرف پس تھے باپ میرے اول اُنکے جنسے استجابت کی خدا و رسولؐ کے واسطے اور اول اُنکے
جو ایمان لایا اور تصدیق خدا و رسولؐ کی کی اور تحقیق کہ فرمایا ہی حق تعالی نے اپنی کتاب مین جسے اپنے پیغمبر مرسل پر
نازل فرمایا ہی افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه پس رسولؐ خدا وہ ایسے ہین جو بینہ پر ہین اپنے
پروردگار کی طرف سے اور میرے باپ ایسے ہین جو اُنکی تلو مین ہین یعنی بعد جناب رسالتمآب کے وہ حضرت ہین
اور وہی شاہد ہین آنحضرت سے الخ خطبہ بہت بڑا ہی بقدر ضرور اُس سے منقول ہوا اور اُسی سے ہی جو شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے
اپنی امالی مین بوسائط اپنے عباد بن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ ایک شخص جناب امیرالمومنین کے سامنے
حاضر ہوا اور کہا اُسنے کہ یا امیرالمومنین مجھے خبردار فرمائیے قول خدا افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه سے
کہ اس سے مراد حق تعالی کی کیا ہی یہ سنکر راوی کہتا ہی فرمایا آنحضرت نے کہ جناب رسولؐ خدا ہین جو علی بینة

من ربہ ہین اور مین شاہد ہون آنحضرت کے واسطے اور انھین سے ہون قسم ہی مجھے اُسکی جسکے دست قدرت مین
میری جان ہی کہ کوئی نہین ہی قریش سے جسکے سر پر اُسترا جاری ہوا ہو مگر یہ کہ حق تعالیٰ نے نازل فرمایا ہی اُسکے
حق مین اپنی کتاب مین ایک طائفہ آیات سے اور قسم ہی اُسکی جسکے دست وقدرت مین میری جان ہی کہ اگر جانو
تم اُسے جو خدا نے ہم اہلبیت کے لیے زبان رسولؐ پر جو نبی اُمی ہین جاری فرمایا ہی مگر جو ہمارا دوست ہی تو اُسکے
نزدیک وہ اُنسے زیادہ ہو کہ اگر آسمان و زمین کے اندر جو جوف ہی یہ پر از طلا ہو جائے قسم ہی خدا کی کہ مثل اُنکا
اس امت مین نہین ہی مگر جیسا مثل کشتی نوح کے ہی یا دروازہ حطہ کے بنی اسرائیل مین ہی اور اُسی سے ہی جو عیاشی نے
جناب ابو جعفرؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جو اوپر بینہ کے ہین اپنے پروردگار کے وہ پیغمبر خدا ہین اور
جو اُنکے بعد اُنکے تلو ہین اور انھین سے شاہد ہین وہ امیر المومنین اور بعد اُنکے اوصیا اُنکے ہین ایک کے بعد ایک اور
اُسی سے ہی جو صاحب کشف الغمہ نے ابن عباس سے اس آیہ کے معنی مین روایت نقل کی ہی کہ کہا ابن عباس نے کہ
ہو علی علیہ السلام شہد للنبی و ہو منہ بالجملہ یہ نمونہ اخبار فریقین تھا جو مذکور ہوا اور اگر تفحص کتب فریقین مین کر کے لکھا جائے
تو شاید اخبار و اقوال متفقہ فریقین کے جمع کرنے سے ایک کتاب مستقل مرتب ہو مگر جب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اُسے
استدلال فضیلت و خلافت پر جناب امیر علیہ السلام کے کیا اور کہا کہ روایت کی ہی جمہور نے کہ من کان علی بینۃ من ربہ
رسول خدا ہین اور شاہد علی علیہ السلام ہین انتہی ترجمہ کلامہ تو بعض حضرات اہلسنت کی رگ تعصب
موافق اپنے خاصہ مذہبی کے متحرک ہوئی اور صاف صاف فاضل روزبہان نے طریقہ حق پوشی و تعصب کو
اختیار کر کے کہا کہ لیس ہذا من تفاسیر اہل السنۃ و ان صح کانوا سہلہ یعنی یہ تفاسیر اہلسنت سے نہین ہی اور
اگر صحیح بھی ہو تو اُن مفسرین کی سہولت ہوگی انتہی ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر جو ہم نقل کر آئے ہین اُسے دیکھکر
کبھی پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ یہ انکار فاضل مذکور کا روز روشن کا انکار ہی کیونکہ کس کثرت سے اُنکے علما نے
تفسیر آیہ مین اس مضمون کو لکھا ہی اسی لیے جناب قاضی نور اللہ شوستری مرحوم نے اُسکے جواب مین فرمایا ہی کہ
جو مصنف نے روایت کو جمہور کی طرف منسوب فرمایا ہی وہ ظاہر ہی کیونکہ روایت کیا ہی اُسے ابن جریر طبری نے
اور ذکر کیا ہی اُسے ثعلبی نے اور اسی طرح حافظ ابو نعیم نے تین طریق سے عبد اللہ سدی اور فلکی سے جو مفسری مجاہد ہے
اور عبد اللہ بن شداد وغیرہم سے جو قدمائے اہلسنت سے ہین اور متاخرین مفسرین سے فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر کبیر مین اس مضمون کو لکھا ہی وقد ذکروا فی تفسیر الشاہد وجوہا احدہا انہ جبرئیل یقرأ القرآن علی محمد ثانیہا ان ذلک
الشاہد لسان محمد ثالثہا ان المراد ہو علی بن ابی طالب و المعنی انہ یتلو تلک البینۃ وقولہ منہ ای ہذا الشاہد من محمد و بعض منہ والمراد منہ تشریف ہذا الشاہد
بانہ بعض من محمد یعنی مفسرین نے تفسیر لفظ مین کئی وجہین ذکر کی ہین ایک اُن وجوہ سے یہ ہی کہ مراد اُس سے
جبرئیل ہون جو قرآن کو محمدؐ پر پڑھتے تھے دوسرے یہ شاہد زبان محمدؐ ہو جو تلاوت قرآن کی کرتے تھے واضح ہو کہ یہ دونون

معنی یتلوہ بمعنی تلاوت و قرات کے ہین اور تیسرے اُن وجوہ سے یہ ہی کہ مراد اُس سے علی ابن ابیطالب ہین
اور معنی اُسکے یہ ہون کہ وہ حضرت بعد جناب رسول خدا کے صاحب اُس بینہ کے ہین جسپر رسول خدا اپنے
پروردگار کی طرف سے تھے اور پوشیدہ نہ رہے کہ اس معنی سے یتلوہ مشتق تلو سے ہوگا نہ تلاوت سے
اور وہ اظہر ہی بالجملہ پھر فخر رازی نے کہا ہی کہ قول خدا تعالی جو منہ ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ یہ شاھد محمد سے ہی
اور بعض اُس سے ہی یعنی وہ حضرت بعض اعضاے نبی سے ہین اور اس فرمانے سے مراد خدا کی یہ ہی کہ اس
شاہد کو مشرف فرماے اس سے کہ وہ بعض محمد ہی انتہی ترجمة کلامه اور بعد اُسکے مولانائے شوشتری نے فرمایا کہ
کوئی شبہہ اس مین نہین ہی کہ نبی کا گواہ اُنکی امت پر جو ہوا سے ضرور ہی کہ اعدل خلائق ہو خصوصا جبکہ خدا کی طرف سے
وہ مشرف اُس سے ہو کہ وہ بعض نبی سے ہی جیسا کہ امام اہلسنت نے اقرار کیا ہی اور جب یہ ثابت ہو چکا تو پھر
کسطرح غیر اُنکا اُنپر امر خلافت مین متقدم ہو سکتا ہی باوجودیکہ یہ شاہد نبی جو بعض نبی سے ہی موجود ہو کیونکہ حرف من
اس مقام پر تبیین جنس کے لیے ہی پس اُس سے ظاہر ہی کہ جناب علی ابن ابیطالب جنس رسول سے ہین اور
یہ قول حق تعالی کا جو فرمایا ہی و یتلوہ شاہد منه اس بیان صریح و صاف اُسکا ہی کہ علی ابن ابیطالب بعد رسول خدا کے
بلافصل اور تالی کے جو پیغمبر کے اور اُنکے بیچ مین ہون تالی رسول ہین پھر جو شخص کہ اُن جناب کو شخصون کے بعد
تالی رسول قرار دیتا ہی اُسکے ذمہ یہ دلیل ہی کیونکہ تالی وہ ہی جو اپنے غیر کے پیچھے اُسکے اثر پر چلے بے اسکے کہ کوئی
اُسکے اور اُسکے سابق کے بیچ مین [illegible] سابق پر چلا ہو اور اگر تفسیر مین بھی یہ تصریح وارد نہوا ہوتا کہ مراد شاہد سے
علی ابن ابیطالب ہین جب بھی یہ آیہ بمعونت قول جناب رسول خدا کے جو جناب امیر کی نسبت فرمایا تھا انت
منی وانا منک اسی پر دلالت کرتا جو مقصود اس سے شیعون کا ہی کیونکہ یہ کلمہ جناب رسول خدا نے سوا جناب امیر کے
اور دوسرے کے حق مین نہین فرمایا اور ایک ایسے اختصاص اُن جناب کا رسول خدا کے ساتھ ظاہر ہوا انتہی
ترجمة کلامه راقم رسالہ کہتا ہی کہ منی و انا منک جو ہو نہ یہ استعمال ہو محاورات عرب مین یقینی کمال اتحاد و اختصاص کے
اوپر بولا جاتا ہی اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ جناب رسالتماب نے یہ عبارات غیر اہلبیت کے لیے نہین فرمائی جیسا
کہ یہ معنی بصیر خبیر پر پوشیدہ نہین رہ سکتے پھر [illegible] تصریح و تفسیر احادیث مین اس آیہ کی بھی نہوتی
جب بھی عموما سوا آنحضرت کے یا اُنکی اولاد امجاد کے دوسرا مراد نہین ہو سکتا تھا اور جبکہ تصریح اخبار فریقین مین
بکثرت وارد ہو چکی بلکہ احادیث طرق اہلسنت سے زیادہ بہ نسبت اخبار خاصہ کے اس سے مملو و مشحون ہین تو
انصافا کسی طرح حضرات اہلسنت کو اس سے محل انکار نہین باقی اور اگر پھر بھی انکار کو اختیار فرمائین یہ کہکر کہ تفسیر کے
اخبار اور معنی پر بھی دلالت کرتے ہین تو شیعہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اخبار بہ نسبت ان اخبار کے قلیل و شاذ و احاد ہین
لائق اعتماد وہی ہی جو مضمون اخبار کثیرہ مین وارد ہوا ہو اور یہ ظاہر ہی کہ کس کثرت سے یہ مضمون روایات

فریقین مین وارد ہو پھر سوا آنحضرت کے دوسرا مراد نہین ہو سکتا اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ جناب امیر المومنین تالی رسول اور بعض رسول آل ہین تو اب کسی طرح غیر اُنکا خلیفہ و تالی رسول ہو ہی نہین سکتا اور واقع مین یہ آیہ اپنی دلالت مین نص خلافت رسول ہو جناب امیر علیہ السلام کے لیے اور اُس سے انکار روز روشن سے انکار اور محض تعصب ہی لیکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بارھوین آیہ وافی ہدایہ انما انت منذر و لکل قوم ھاد ہو یعنی نہین ہو تو ای محمد مگر ڈرانے والا اِس گروہ کا عذاب الہی سے اور واسطے ہر قوم کے ایک ہدایت کرنے والا ہی جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہو کہ بعضون نے کہا ہو کہ تو ہدایت کرنے والا ہر قوم کا ہی اور جو کوئی کہ آیہ کے معنی مین تفکر کرے تو دریافت کر سکتا ہی کہ پہلے معنی ظاہر تر ہین راقم رسالہ کہتا ہو کہ مولنا ے طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین اِس آیہ کی ذیل مین تین معنی کو باعتبار اقوال مفسرین ذکر فرمایا ہی ایک یہ کہ معنی آیہ کے یہ ہون کہ انما انت منذر ای مخوف و ھاد لکل قوم و لیس الیک انزال الآیات یعنی نہین ہی تو مگر منذر یعنی ڈرانے والا اور ہدایت کرنے والا ہر قوم کے واسطے اور نہین ہی تیری طرف آیات کا نازل کرنا اور اِس قول کو حسن اور ضحاک و عکرمہ و جبائی سے نقل کیا ہی اور اِسکے بنا پر انت باعتبار ترکیب نحوی کی مبتدا ہی اور منذر اسکی خبر ہی اور ھاد عطف ہی منذر پر اور واؤ جو حرف عطف ہی اور معطوف مین فصل کیا گیا ہو ظرف کے ساتھ جو لام ہی دوسرے معنی یہ کہ منذر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہون اور ہادی وہی خدا ہو اور یہ قول ابن عباس و سعید بن جبیر اور ضحاک و مجاہد سے منقول ہی تیسرے معنی اسکے یہ ہین کہ انما انت منذر یا محمد و لکل قوم نبی ھاد یدلھم یرشدھم یعنی نہین ہو تو مگر ڈرانے والا ای محمد اور ہر قوم کے واسطے ایک نبی ہی جو اُنھین ہدایت کرتا ہو اور ایک داعی ہی کہ اُنھین راہ بتاتا ہی اور یہ معنی بھی ابن عباس سے دوسری روایت مین منقول ہین قال لما نزلت الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انا المنذر و علی الھادی من بعدی یا علی بک یھتدی المھتدون یعنی ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی پیغمبر خدا پر تو فرمایا کہ مین منذر ہون اور علی ہادی ہی بعد میرے ای علی تمسے ہدایت پاوینگے ہدایت پانے والے اور روایت کی ہی ابوالقاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل مین باسناد اپنی ابراہیم بن حکم بن ظہیر سے کہ اُسنے اپنے باپ سے اُسنے حکم بن جبیر سے اُسنے ابی بردہ اسلمی سے کہ قال دعا رسول اللہ بالطھور و عندہ علی بن ابی طالب فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بید علی بعد ما تطھر فالزقھا بصدرہ ثم قال انما انت منذر ثم ردھا الی صدر علی ثم قال و لکل قوم ھاد ثم قال انک منارۃ الانام و غایۃ الھدی و امیر القری اشھد علی ثم ذلک انک کذلک یعنی کہا ابو بردہ اسلمی نے کہ ایک روز پیغمبر خدا نے پانی طلب فرمایا و قتیکہ علی ابن ابیطالب آنحضرت کی خدمت مین حاضر تھے پس آنحضرت نے دست مبارک جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا پکڑا بعد اسکے کہ طہارت فرما چکے تھے اور اُنکے ہاتھ کو اپنے سینہ علم گنجینہ سے لپٹایا اور اسکے بعد فرمایا کہ انما انت منذر یعنی نہین ہی تو مگر ڈرانے والا پھر اُس ہاتھ کو جناب علی ابن ابیطالب کے سینہ پر رکھا اور اسکے بعد فرمایا و لکل قوم ھاد یعنی ہر قوم کے لیے ہدایت کرنے والا پھر فرمایا کہ تو تمام خلق کی روشنی ہی اور ستون ہدایت ہی اور امیر و حاکم ہی ہر قریہ کا گواہی دیتا ہون مین

بارھوین آیہ وافی ہدایہ انما انت منذر

اِسلیے اور کہ تو ایسا ہی ہو پھر جناب مولانائے طبرسی نے فرمایا ہو کہ اِن تینون قولون کے بنا بر ہادٍ مبتدا ہوگا اور لکل قوم اُسکی
خبر ہوگی قول سیبویہ کے موافق اور قول اخفش کے موافق مرتفع ہوگا ظرف کے ساتھ انتہی کلامہ رحمہ اللہ ثم سائل
کہتا ہو کہ تین معنی جو مولانائے طبرسی نے نقل فرمایا ہین تفکر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ لفظ انما حصر کے واسطے ہی
اور تقدیم ضمیر مخاطب کی جملہ مین مفید تخصیص کو ہوگی جیسا کہ انت علی کل شیء قدیر مین ہی اور بظاہر اس حصر و تخصیص سے
مراد منہم تخصیص و تعظیم جناب رسالتمآب کی درجہ انذار و تخویف کے ساتھ ہی یعنی تو خاص انذار و تخویف عباد کے لیے مرسل ہی
اور اور انبیا اور دعات مامور و مرسل ہدایت کے لیے تھے اور ظاہر ہی کہ تخویف و انذار کے لیے بہت کچھ اختیارات
ضرور ہین اور اُسکا مرتبہ ہدایت سے زیادہ ہی اور وہ سب اختیارات آنحضرت کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائے تھے
اِسی سے جیسی تخویف آنحضرت سے بہ نسبت اُمور عہدی اور دنیوی کے باقامت حدود و قصاص فرمائی اور پہلے
وہ حضرت مامور بانذار ہوئے جیسا کہ دلالت کرتا ہی یہ آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اور اس تخویف کے لیے اور
نہ انبیا مامور ہوئے نہ اُنکا ذکر کتب سابقہ سماویہ مین تھی پھر اس حصر کو تخویف ہدایت دونون کے لیے عام کر
اِس تعظیم و اختصاص کا ضائع کرنا ہی کیونکہ جب منذر و ہادی دونون سے وہی حضرت مراد لیے جائین تو اشتراک و
مساوات امر ہدایت مین سب سے ہوگی کیونکہ سب انبیا اپنی قوم کے ہادی تھے اِسی طرح سب اُنکے ائمہ بھی
ہادی تھے اور جب سب کا ہادی ہونا ثابت ہی تو تخصیص آنحضرت کی امر ہدایت مین کسطرح ہو سکتی تھی جو جب
صادق آئے بخلاف تخویف و انذار کے کہ یہ امر اور انبیا مین ایسا نہین تھا اور یہ بات اُس شخص پر جسنے کتب سابقہ
سماویہ دیکھی ہین پوشیدہ نہین رہ سکتی اور یہ مضمون بعض احادیث سے بھی ظاہر ہی جیسا کہ شیخ نے اپنی مجالس مین
مفضل سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ما بعث اللہ نبیا اکرم من محمد ولا خلق قبله
احدا ولا انذر الله خلقه احد قبل محمد فذلك قوله هذا نذير من النذر الاولى وقال انما انت منذر و لكل قوم هاد فلم يكن قبله مطلع في الخلق ولا يكون بعده
الى ان تقوم الساعة في كل قرن الى ان يرث الله الارض ومن عليها اسی طرح دوسرے معنی جو ہین کہ ہادی سے مراد خدا ہی اُسمین بھی یہ
بات ظاہر ہی کہ اول بیان مراتب ہی کہ وہ حضرت مخوف ہین اور جب منذر کا مرتبہ ہادی سے یقینی زیادہ ہی تو اِس
مقام پر ہادی سے خداوند قادر کو مراد لینا بھی اچھا نہین معلوم ہوتا کیونکہ فوق کل ذی علم علیم ثابت ہی اور کلام بحسب مقام
ہوتا ہی اور مقام یہ ہی کہ حق تعالیٰ قول کفار کی نقل فرماتا ہی ویقول الذین کفروا لولا انزل علیه ایة من ربه یعنی کہتے ہین
وہ گروہ جو کافر ہین کہ کیون نہین نازل کیا جاتا محمد پر نشان یعنی معجزہ اُسکے پروردگار کی طرف سے جیسا کہ معجزہ
عصا کا موسیٰ پر اژدہا بنانے سے اور مردہ کا زندہ کرنا عیسیٰ پر نازل ہوا تھا تو اِس سے غرض اُنکی یہ تھی کہ جیسا
اختصاص موسیٰ و عیسیٰ کو امر خاص کے ساتھ تھا ویسا ہی آنحضرت کا بھی اختصاص ظاہر ہو اسلیے حق تعالیٰ نے جو امر
خاص آنحضرت کے ارسال کے ساتھ متعلق فرمایا کہ وہ انذار ہی اُسے بیان و ظاہر فرمایا کہ انما انت منذر یعنی تو

نہین بھیجا گیا مگر تخویف کے لیے اور تجھپر بلاغت بھی ہو فقط یا اظہار اُن معجزات کا جو اسکے صدق کی گواہی دین اور
جن نشانیون کا وہ اپنے دل سے اقتراح کرتے ہین تجھے انکے اظہار مین بے میرے ارادے کے کیا اختیار ہی
ولکل قوم ھاد یعنی اور ہر گروہ مین ایک ہدایت کرنے والا یعنی پیغمبر جو مخصوص ہو اُس معجزے سے صورت مین جو
اُنکی قوم مین اُسوقت غالب ہو ہوتا ہو جیساکہ سحر زمان حضرت موسیٰ اور طب زمان حضرت عیسیٰ مین غالب تھی اسلیے
انھین اُسکے معجزے دیے پھر تم اُنکے کیون معجزون کو طلب کرتے ہو اُسکا اختصاص اُس زمانے سے تھا اب
تم مین فصاحت غالب ہی اسلیے بہترین معجزہ میرا قرآن ہی پس مثل اُسکے لاؤ تاکہ اسکا ابطال کرو ورنہ ایمان لاؤ پھر اس
مقام پر گو خدا بھی ہادی ہی اور رسول خدا بھی ہادی ہین لیکن اُسکے اظہار کا کیا یہ مقام ہی اور لطف کلام یہی کہ بسبب
مقام ہو مثلاً ایک شخص فقیہ بھی ہی طبیب بھی ہی شاعر بھی ہی اُسے وقت اقتداء پیش نمازی شاعر کہے یا وقت معالجہ
مرضی فقیہ کہے تو لطف نہین ہی اسی طرح بمقابل کفار کے جو وہ آیات معجزات مختصہ انبیا کے طالب تھے ہادی کہنا
خالی از لطف تھا اور صفت مختصہ رسالت کا ذکر فرمایا مناسب تھا اسلیے فرمایا انما انت منذر اب اسکے ساتھ یہ کہنا کہ تو
منذر ہی اور خدا ہادی ہی سخن بے محل ہی کیونکہ عناد و انکار انھین نبوت نبی آخر الزمان سے تھا نہ یہ کہ خدا ہادی ہی یا
نہین علاوہ اسکے ظہور ہدایت کا حق تعالیٰ کی بذریعہ ہدایات کے جو اُسکے بندون سے ہوتے ہین ہوتا ہی مثلاً
بعطائے عقل و حواس جس سے ادراک و تفکر کرسکے اور مبعوث فرمانے سے انبیا کے اور انزال کتب کے ذریعہ سے
اور نصب امام کے اور علما کے پیدا کرنے سے حق تعالیٰ ہدایت فرماتا ہی نہ بلا اسباب ظاہر یہ پھر چاہیے کہ
جو سبب قریب و ظاہر ہی کہ وہ نبی اور امام ہین جو شریعت کے مقرر اور حافظ و مبین ہین وہ مراد لیے جائین تاکہ
سب انھین جانین اور پہچانین بالجملہ بایں وجوہ ظاہر ہی کہ وہ دونون قول لائق قبول نہین اور اقرب تیسرا
قول ہی کہ منذر سے مراد جناب رسالتمآب ہین اور ہادی سے مراد اور اُمتون مین انبیا ہون اور اس اُمت مین ہادی
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہین اور بعد آنحضرت کے اُنکی اولاد سے اوصیائے یازدہ گانہ جو معصوم ہین
ہون جیساکہ مفسرین نے بھی اسے نقل کیا ہی اور اخبار کثیرہ سے یہ مضمون ثابت ہی کہ منجملہ اُنکے روایت ابن عباس کی
اور ابو بردہ اسلمی کی موافق نقل فاضل طبرسی علیہ الرحمہ مذکور ہوئی اور اُس روایت ابن عباس کو امام حضرات
اہلسنت نے بھی اپنی تفسیر کبیر مین قبول کرکے نقل کیا ہی اور حافظ ابو نعیم نے بھی تفسیر مین اس آیہ کے یہ مضمون
ابن عباس و سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہی اور ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر مین اسے ذکر کیا ہی اور ملا فتح اللہ مرحوم نے
اپنی تفسیر مین سعد بن مسیب سے کہ اُنسے ابو ہریرہ سے روایت کی ہی کہ ھادی ھذہ الامۃ علی بن ابی طالب اور مولف
غایت المرام و حجت الخصام نے باب ثلثون مین سات حدیثین طرق اہلسنت سے نقل کی ہین کہ بعض اُنسے
منقول ہو چکین اور بعض اُنسے یہ ہین کہ ابراہیم بن محمد حموینی نے کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و فاطمہ

والسبطین مین بوسائط اپنے ابو ابن احمد واحدی سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے من الآیات فیہا علی تلوالنبی فی قولہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد یعنی بعض آیات قرآن سے اُین علی ابن ابیطالب بعد پیغمبر کے ہین جیسا قول خدا تعالیٰ کا ہی انما انت منذر ولکل قوم ھاد اور اُسی سے ہی جو اپنے ابراہیم نے باسناد اپنی ابو ہریرہ اسلمی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے سنا مین نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے انما انت منذر اور یہ فرماکر اپنے سینہ پر دست مبارک اپنا رکھا بعد اُسکے اُسی ہاتھ کو اپنے علی ابن ابیطالب کے ہاتھ پر رکھا اور فرماتے تھے ولکل قوم ھاد اور اُسی سے ہی جو مفسر ثعلبی نے بوسائط اپنی ابن عباس سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے لما نزلت ھذہ الآیۃ وضع رسول یدہ علی صدرہ وقال انا المنذر واومی بیدہ الی منکب علی بن ابیطالب وقال انت الھادی یا علی بک یھتدی المھتدون اور یہ روایت قریب المضمون اُس روایت کے ہی جو مولانائے طبرسی نے نقل فرمائی ہی اسقدر زیادہ ہو کہ پیغمبر خدا نے دست مبارک اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا انا المنذر اور پھر اُسی دست مبارک سے علی ابن ابیطالب کے شانے پر اشارہ کرکے فرمایا انت الھادی یا علی اور اُسی سے ہی جو ثعلبی نے عبد خیر سے کہ اُسنے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے المنذر النبی والھادی رجل من بنی ھاشم یعنی نفسہ یعنی منذر تو پیغمبر خدا ہین اور ہادی ایک مرد ہی بنی ہاشم سے اور اُس سے مراد آنحضرت نے اپنے تئین فرمایا تھا اور اُسی سے ہی جو ابو الحسن محمد بن احمد ابن علی بن شاذان فقیہ نے طرق عامہ سے باسناد اپنی عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی انذرتم وعلی بن ابی طالب اھتدیتم وقرأ انما انت منذر ولکل قوم ھاد وبالحسن اعطیتم الاحسان وبالحسین تسعدون وبہ تشقون الا وان الحسین باب من ابواب الجنۃ من عاندہ حرم اللہ علیہ ریح الجنۃ یعنی میرے ساتھ تم ڈرائے گئے اور علی ابن ابیطالب کے ذریعہ سے تمنے ہدایت پائی اور حسنؑ کے باعث سے تمھین احسان عطا ہوا اور حسینؑ کے سبب سے تم سعید و شقی ہوتے ہو آگاہ ہو کہ بتحقیق کہ حسین ایک دروازہ ہی دروازہ ہائے جنت سے جو اُس سے دشمنی رکھیگا حق تعالیٰ اُسپر بوے بہشت کو حرام فرمائیگا اور مالکی نے بھی فصول مہمہ مین اپنے ابن عباس سے اس مضمون کو نقل کیا ہی لیکن وہ روایت مثل اُسکے ہی بعینہ جو مولانائے طبرسی نے نقل فرمائی ہی اور اُس سے مولف مرحوم نے باب ہادی و ثلثون مین تیئیس ۲۳ حدیث شاہد اُسپر طرق خاصہ سے نقل کی ہین کہ بعض اُنمین سے یہ ہی کہ محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی برید عجلی سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ جناب امام ابو جعفرؑ نے فرمایا اِس آیۃ انما انت منذر ولکل قوم ھاد کی تفسیر مین کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ ہر زمانے مین ہمسے ایک ہادی ہی کہ وہ ہدایت کرتا ہی خلق کو طرف اُسکے جو رسول خدا کی طرف سے لائے اور ہدایت کرنے والے بعد جناب رسول خدا کے علی ابن ابیطالبؑ ہین اور اُنکے بعد اُنکے اوصیا ہین ایک کے بعد ایک اور اُسی سے ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب امالی مین بوسائط اپنی عباد بن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے

ما نزلت من القرآن آیة الا وقد علمت این نزلت وفیمن نزلت وفی ای شیء وفی سهل نزلت او جبل نزلت قیل فما نزل فیک فقال لولا انکم سألتمونی
ما اخبرتکم نزلت فی هذه الآیة انما انت منذر ولکل قوم هاد فرسول الله المنذر وانا الهادی الی ما جاء به یعنی نہین نازل ہوئی قرآن
کوئی آیت مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ کہان نازل ہوئی اور کسکے حق مین اور کس لیے اور زمین سہل پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر
نازل ہوئی ہی عرض کیا گیا کہ بس آپ کے حق مین کونسی آیت نازل ہوئی فرمایا کہ اگر تم مجھسے سوال نہ کرتے تو
مین تمکو خبردار نہ کرتا نازل ہوئی ہی میرے حق مین یہ آیت انما انت منذر ولکل قوم هاد پس رسول خدا منذر ہین اور
مین ہدایت کرنے والا ہون طرف انکے جو وہ حضرت لائے اور اسی سے ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد
اپنی یزید بن معاویہ عجلی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے عرض کیا خدمت مین جناب امام محمد باقر کی
کہ مراد انما انت منذر ولکل قوم هاد سے کیا ہی فرمایا کہ منذر پیغمبر خدا ہین اور جناب علی ابن ابیطالب ہادی ہین اور ہر وقت
اور ہر زمانے مین ہر قوم کا ہادی ہی ایک امام ہمسے ہوتا ہی جو خلق کو ہدایت کرتا ہی طرف اُسکے جو پیغمبر خدا لائے
اور اسی سے ہی جو محمد بن حسن صفار نے باسناد اپنی ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہی کہ کہا انہون نے کہ سنا مین نے جناب
ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا نے نماز ظہر کے لیے وضو فرمانے کو پانی طلب فرمایا جب
وضو سے فارغ ہوئے تو دست مبارک علی ابن ابیطالب کا پکڑا اور اپنے دست حق پرست سے ملایا بعد اسکے فرمایا
انما انت منذر بعد اُسکے اُنکے ہاتھ کو اپنے سینہ علم گنجینہ سے ملایا اور فرمایا ولکل قوم هاد پھر فرمایا کہ یا علی انت اصل الدین ومنار
الایمان وغایة الهدی وقائد الغر المحجلین اشهد لک بذلک راقم رسالہ کہتا ہی کہ یہ روایت قریب ہی اُس روایت سے جو ابراہیم حموینی نے
ابو ہریرہ اسلمی سے نقل کی ہی اور اسپر اتفاق فریقین کے محدثین کا ظاہر ہی اور اسی سے ہی جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے باسناد
اپنی ابو ہریرہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین جناب رسول خدا کی خدمت مین حاضر ہوا تھا جن حالون کے یہ آیہ
انما انت منذر ولکل قوم هاد نازل ہوا تھا پس آنحضرت نے اُسکی تلاوت ہم سب پر فرمائی اور فرمایا کہ انا المنذر اتعرفون
الهادی قلنا لا یا رسول الله قال هو خاصف النعل فطولت الاعناق اذ خرج علینا علی علیه السلام من بعض الحجر وبیده نعل رسول الله یعنی مین منذر
ہون اور آیا تم ہادی کو پہچانتے ہو ہم سب نے عرض کیا کہ نہین اے رسول خدا یہ سنکر فرمایا کہ جو نعل کا ٹانکنے والا ہی
پس ہم سب نے گردنین بلند کین ہمنے دیکھا کہ ایک حجرے سے جناب امیر علیہ السلام تشریف لاتے ہین اور
نعل مبارک جناب رسول خدا کا حضرت کے دست حق پرست مین ہی ثم التفت الینا وقال الا انه المبلغ عنی والامام بعدی
وزوج ابنتی وابو سبطی فنحن اهل بیت اذهب الله عنا الرجس وطهرنا تطهیرا من الدنس یقاتل بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل هو
ابو الائمة الزهر فقیل یا رسول الله وکم الائمة بعدک قال اثنی عشر عدد نقباء بنی اسرائیل ومنا مهدی هذه الامة یملأ الله الارض قسطا وعدلا کما
ملئت ظلما وجورا لا تخلو الارض منهم الا لستاخت باهلها یعنی بعد اُسکے جناب رسالتمآب ہم اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آگاہ ہو
کہ وہ خاصف نعل جسے فرمایا تھا وہ میری طرف سے تبلیغ کریگا اور وہ بعد میرے امام ہی خلق مین اور وہ شوہر ہی

میری بیٹی کا اور باپ ہی میرے نواسون کا جو میرے فرزند ہین اور ہی مین فخر کرتا ہون کہ ہم وہ اہلبیت ہین کہ جنسے
حق تعالی نے رجس وشک کو دور فرمایا ہی اور ہمین دنس ونجاسات سے پاک فرمایا ہی جو حق پاک کرنے کا ہی
اور یہ تاویل قرآن کے لیے اسطرح مقاتلہ کریگا جیسا اسکی تنزیل کے لیے مقاتلہ کیا وہی امام برحق ہی اور
باپ ہی اماموں کا جو نو ہین اسکے بعد آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ ای پیغمبر خدا کتنے امام آپ کے بعد ہونگے
فرمایا کہ بارہ امام ہونگے موافق عدد نقیبان بنی اسرائیل کے اور ہمین سے مہدی اس امت کا ہوگا جو زمین کو
عدل وانصاف سے خدا اسکے ذریعہ سے بھریگا جیسا کہ وہ پر از ظلم وجور ہوے تھے اور زمین ان ائمہ سے خالی نہوگی
اور جب وہ نہ رہینگے تو زمین بھی نہ رہیگی اور غائب ہوجائیگی یعنی قیامت آئیگی اور اسی سے ہی جو سلیم بن قیس ہلالی نے
قیس بن سعد کی حدیث مین جو اسنے معاویہ سے کہا روایت کی ہی قال قیس فانزل فی امیر المومنین علی علیہ السلام انما انت
منذر ولکل قوم ہاد یعنی قیس نے کہا کہ علی ابن ابیطالب کے حق مین نازل ہوا ہی انما انت منذر ولکل قوم ہاد اور
اسی سے ہی جو عیاشی نے اپنی تفسیر مین باسناد اپنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنحضرت نے
اپنے آباے کرام کے ذریعہ نقل سے فرمایا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی یہ آیت
انما انت منذر ولکل قوم ہاد پس فرمایا رسول خدا نے کہ انا المنذر وانت الہادی یا علی فمنا الہادی والنجاۃ والسعادۃ الی یوم القیامہ
یعنی مین منذر ہون اور تم ہادی ہو ای علی ابن ابیطالب پس ہادی اور نجات وسعادت ہمسے روز قیامت تک ہی
اور یہی سے ہی جو عبد الحمید بن عطا نے جناب امام ابو جعفر سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے فالنبی المنذر
وعلی الہادی بعدی المہتدون یعنی پیغمبر خدا منذر ہین اور علی ابن ابیطالب سے ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے
اور یہی سے ہی جو جابر نے جناب امام محمد باقر سے روایت کی ہی کہ فرمایا النبی المنذر وعلی الہادی اور ابن
شہر آشوب نے کہا ہی کہ صنف احمد بن محمد بن سعید یعنی ابن عقدہ کتابا فی قولہ تعالی انما انت منذر ولکل قوم ہاد انما نزلت فی امیر المومنین
یعنی احمد بن محمد بن سعید نے جو ابن عقدہ ہی ایک کتاب مستقل تصنیف کی ہی خاص اس بارے مین کہ یہ آیت نازل
نہین ہوئی مگر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے مین راقم رسالہ کہتا ہی کہ صاحب عقل سلیم پر کسی طرح
پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ اس اتفاق روات اور کثرت روایات سے یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ اب گنجائش اسکی
نہین ہی کہ کوئی شخص اس آیت کے معنی مین کسی اور خلاف کی طرف متوجہ ہو کیونکہ جتنے اقوال اختلافی مفسرین کے
پیشتر مذکور ہوے وہ سب شاذ ہین اور اسیر فریقین کا اتفاق اور قرآن کے معنی کوئی دل سے پیدا نہین کر سکتا
اسی طرح جب یہ ثابت ہوجاے کہ مبلغ وحی نے اسکے معنی خاص فرماے تو اسکے سوا معانی لغوی معتبر نہین اور
جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ یہ معنی اس آیہ کے پیغمبر خدا نے فرمائے تو اسکے سوا مراد آیت کوئی نہین اور یہی مراد ہی
تو اب محل انصاف ہی کہ جو خدا کی طرف سے ہر قوم کا ہادی ہی وہی لائق امامت وخلافت رسول کے ہوگا اور

اسکے ہوتے دوسرا ہرگز سزاوار اس عہدے کے نہین ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع
امن لا یھدی الا ان یھدی اور وہ ہادی سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے اور بعد آنحضرت کے
گیارہ معصوم انکی اولاد کرام سے ایک بعد دوسرے کے ہین جنکے نام مشہور ہین اور یہ آیہ کریمہ بنابر اس تفسیر کے جو روایات
مستفیضہ عامہ و خاصہ کی رو سے وارد ہوئی ہے دلالت ظاہر اسی پر کرتی ہے جو فرقہ ناجیہ رضوان اللہ علیہم کا مسلک
و مذہب ہے کہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہین رہتا اور ہر عصر مین ایک حجت خدا کی بندون پر رہتی ہے یا پیغمبر
یا وصی پیغمبر یا وہ امام جو خلق کو دین خدا اور اسکی بندگی کی طرف ہدایت کرے اور گمراہی و ضلالت سے نگاہ رکھے
اور عقل بھی اسکے لیے شاہد عادل ہے اور بعد جناب رسالتمآب کے وصی انکے جو خلیفہ بلا فصل رسولؐ اور امام
اول جناب علی ابن ابیطالب تھے اور اب اس زمانے مین وہ ہادی امام دوازدہم جناب صاحب العصر علیہ السلام و علیٰ
ابائہ الکرام ہین الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لیکن جب اس آیت سے اثبات خلافت
جناب امیر علیہ السلام کے لیے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے استدلال کیا کہ جمہور نے نقل کیا ہے ابن عباس سے کہ کہا
انھون نے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ مین منذر ہون اور علی ابن ابیطالب ہادی ہین اور اے علی تمسے
ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے انتہی ترجمہ کلامہ رحمہ اللہ تو اسکے جواب مین موافق اپنی عادت کے فاضل روزبہان نے
طریق عناد و تعصب کو اپنے اسطرح ظاہر کیا کہ کہا ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون تفاسیر اہلسنت مین نہین ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو
یہ دلالت اسپر کرتا ہے کہ علی ہادی ہین اور وہ مسلم ہے اور اسی طرح اصحاب رسولؐ ہدایت کرنے والے ہین بسبب قول
جناب رسولؐ کے جو فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور کوئی دلالت اسمین نص ہونے پر نہین ہے انتہی
ترجمہ کلامہ اور عاقل خبیر پر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ جو کچھ ہمنے روایات و اقوال مفسرین و محدثین اہلسنت پیشتر نقل کیے ہین
اس سے صاف ظاہر ہے کہ کس کثرت سے اس مضمون کو علماے اہلسنت نے نقل اپنی مصنفات مین کیا ہے پھر اس سے
انکار کرنا پھر اسے یہ کہنا کہ تفاسیر اہلسنت مین نہین روز روشن سے انکار ہے اور بس کافی ہے سمجھنے کو یہ بات جس سے
یقین ہوتا ہے کہ اسی طرح انکے اکابر نے بعد جناب رسولؐ خدا کے خلافت امیر المومنین علیہ السلام سے اور واقعہ روز غدیر
سے بھی انکار کیا ہوگا کیونکہ جو کچھ پیشتر اقوال و روایات حضرات اہلسنت مذکور ہوے انسے صاف واضح ہے کہ امام حضرات
اہلسنت نے اپنی تفسیر مین اسے نقل کیا ہے اور ابن عقدہ نے کتاب اس آیہ کی تفسیر مین مستقل لکھی ہے اور اسمین روایات
جو دلالت اسپر کرتی ہین کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین کی شان مین نازل ہوا ہے نقل کی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین
طرق مختلفہ متعددہ سے اسے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد یہ کہنا کہ اہلسنت کی تفسیرون مین نہین ہے بہت وقاحت بے شرمی
اور آنحضرات کا اہلسنت سے خارج کرنا ہے لیکن اگر یہ حضرات فرقہ اہلسنت مین بھی نہ شمار کیے جائین تو اسلام ہی کے
طبقے باہر ہو جائینگے کیونکہ شیعہ کوئی انھین کہہ نہین سکتا پھر کس مین معدود ہو سکتے ہین اور یقین ہے کہ اسپر اہلسنت بھی

راضی نہونگے غرض اس انکار کی خرابیان سب شقین کی طرف جنکے عود کرتی ہین وہ ظاہر ہوا اور جو فاضل
مذکور نے کہا ہو کہ اگر یہ صحیح بھی ہو تو دلالت اسپر کرتا ہو کہ جناب علی ہادی ہین الخ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بعد
انکار کرنے کے کچھ پھر متنبہ ہوئے اور ڈرے کہ شیعہ جب تعاقب کرینگے تو اسوقت فضیحتی زیادہ ہوگی اسلیے
فوراً دوسری راہ اختیار کی اور کہا کہ دلالت اس آیہ مین جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہادی ہونے پر ہو
اور وہ مسلم ہین اور اسمین بھی انکا قصور ظاہر ہی کیونکہ دلالت آیہ کی مجرد اصل ہدایت پر نہین ہو بلکہ کمال ہدایت پر ہی
اور یہ کہ ہدایت امت محمدؐ کی منحصر انھین آنحضرت مین ہی کیونکہ انما کے بعد ہی جو دلالت حصر ہدایت پر آنحضرت مین کرتا ہی
اور یہ خصوصیات زائدہ اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ حضرت پیغمبر خدا کے مقابل واقع ہین کہ ایک مین انذار کا
انحصار ہی اور دوسرے مین ہدایت کا انحصار ہی دلیل اسکی ہین کہ جنھون نے آنحضرت سے منازعہ امر خلافت
مین کیے اُنسے حقیقت مین اُن جناب کو تقدیم ہی اور احق خلافت جناب رسالتمآب کے لیے وہی جناب تھے
کیونکہ مطلق ہدایت کا منحصر ہونا آنحضرت مین مقتضی اس امر کو ہی کہ جمیع اوقات مین وہی حضرت ہادی تھے
اور یہ ثابت ہوا قول خدا تعالیٰ سے مجملاً اور جناب رسالتمآبؐ کے ارشاد سے مبیّنا جیسا کہ فرمایا یا علی بک یہتدی
المہتدون کیونکہ صیغہ مضارع نے زمان حال و استقبال دونون کو لے لیا اور باوجود موجود ہونے ایسے
ہادی کے جو منصوص بنص خدا و رسول ہو دوسرا احق خلافت نہین ہو سکتا اور بعد تسلیم ہدایت جو فاضل مذکور نے
اپنے تعصب مذہب سے یہ چاہا کہ اس ہدایت کو مثل دیگر اصحاب نبی کے گردان کر اس خصوصیت کو باطل کیجیے
کہ تا شیعہ کی استدلال ضعیف ہو یہ بھی انکا خیال خام تھا کیونکہ اول مقابلہ قرآن کا احادیث سے نہین ہو سکتا اور
یہ ہدایت بنص قرآنی ثابت ہی اور سوا آنحضرت کے دوسرے کے اثبات ہدایت کو قرآن ناطق نہین علاوہ اسکے
جس روایت کو صحابیون کے ہادی ہونے کے اثبات مین نقل کیا ہی اسکا خود حال یہ ہی کہ از جملہ روایات موضوعہ کے ہی
جو زمان سلاطین ہویہ مین بنائی گئین اور معنی کی راہ سے مستقیم نہین ہی اور خود جو ثقہ حضرات اہلسنت سے ہین وہ
اُن اخبار مین انکار و تامل کرتے ہین اور موضوع ہونے کی اُن اخبار کی گواہی دیتے ہین جیسا کہ بعض کا اسسے پیشتر
بیان ہو چکا ہی پھر ایسی روایت سے مقابلہ قرآن کا کرنا یہ بھی فاضل روزبہان کا کام ہی سوا اسکے یہان کچھ نہین
کہہ سکتے کہ تعصب مذہب نے چشم انصاف پر پردہ ڈال دیا ورنہ ایسی بات کبھی نہ کرتے بالجملہ جب یہ وہ کہہ چکے تو ہمکو
ضرور ہوا کہ اب حقیقت اس روایت کی ظاہر کرین تا کہ حال واضح ہو جناب مولانائے شوستری مرحوم نے اسکے
جواب مین فرمایا ہی کہ اس روایت مین آثار وضع و بطلان کے ایسے ظاہر ہین کہ پوشیدہ نہین ہو سکتے کیونکہ یہ قول جسے
وہ کہتے ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اسکی بہ نسبت یہ پوچھا جاتا ہی کہ یہ قول حضرت نے
اصحاب و غیر اصحاب دونون کے لیے فرمایا یا اصحاب کے لیے فقط فرمایا اورون کے لیے نہین یا غیر اصحاب کے واسطے

فرمایا پھر اگر حضرات اہلسنت کہین کہ صحاب وغیر اصحاب دونون کے واسطے فرمایا تھا یا اصحابون کے لیے فرمایا
تھا غیر اصحاب کے لیے نہین فرمایا تو ہم کہینگے کہ آیا کلام فصیح محکم مین یہ مستقیم و درست ہی کہ وہ حضرت اپنے اصحابون کے
واسطے یہ فرماتے کہ میرے اصحاب مثل تارون کے ہین جنکے ساتھ تم اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے کیونکہ مقتدی اور ہادی
دونون ایک ہوے جاتے ہین اور اگر کہین کہ غیر صحابہ سے یہ خطاب فرمایا تھا تو ہم کہینگے کہ آیا کوئی خبر اس مضمون کے
ساتھ ایسی جائی گئی ہی کہ وہ معروف و مجمع علیہ ہی یا تمھاری عقول و آرا نے اُسے پیدا کیا ہی اور دل سے اپنے بنایا ہی
کیونکہ صحابہ وہی وہ ہین جو اسکے راوی ہین بلکہ تنہا عمر بن الخطاب اسکے راوی ہین پس اگر جناب رسالتمآب نے
غیر صحابہ کے واسطے اسے فرمایا ہوتا تو صحاب اس خبر کو بھی بیان کرتے اور کہتے یا عمر بن الخطاب کہتے کہ پیغمبر خدا نے
جو شخص غیر صحابہ سے ہلام قبول کرے اسکے لیے فرمایا ہی اصحابی کالنجوم اور جب تمھاری نقل مین اس تخصیص کا بیان
نہین ہی تو جو تمھارا ادعا اس بارے مین ہی وہ باطل ہوا اور کاشف اسکا وہ ہی جو کتاب شفا، قاضی عیاض مالکی کے
شارح نے ذکر کیا ہی اپنی کتاب مین جہان کہا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جان تو حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
کو دار قطنی نے فضائل مین اور ابن عبد نے علم مین اپنے طریق سے جابر کی حدیث سے لکھا ہی اور کہا ہی کہ یہ اسناد
ایسی ہی کہ اُس سے حجت قائم نہین ہوسکتی اسلیے کہ حارث بن غصین مجہول ہی اور یہ مضمون عبد بن حمید نے اپنی مسند مین
روایت کیا ہی روایت عبد رحیم بن زید سے کہ اُسنے مسیب سے اُسنے عمر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ بزار منکر ہی صحیح
نہین ہی اور ابن عدی نے اسے روایت کیا ہی کامل مین روایت سے حمزہ بن ابی حمزہ نصیبی کی کہ اُسنے نافع سے
کہ اُسنے عمر سے بلفظ بایھم اخذتم اقتدیتم روایت کی ہی اور اسکی اسناد ضعیف ہی بسبب حمزہ کے کہ وہ متہم دروغ گوئی و
کذب کے ساتھ ہی اور روایت کیا ہی اُسے بیہقی نے اپنی مدخل مین ابن عباس کی حدیث سے اور کہا ہی کہ متن اسکا
مشہور ہی اور اسناد اسکی ضعیف ہی نہین ثابت ہوا ہی اُسمین اس باب مین کوئی اسناد اور ابن حزم نے کہا ہی کہ وہ مکذوب
و موضوع و باطل ہی اور حافظ زین الدین عراقی نے کہا ہی کہ شائستہ مصنف کے لیے یہ تھا کہ اس حدیث کو
بصیغہ جزم نہ ذکر کرتا جبکہ حال اسکا نزدیک علمائے فن کے جانا جاچکا تھا انتھی ترجمہ کلام شارح الشفا اور یہ
قول اسکا حضرات اہلسنت کے رد کرنے کو کافی ہی اور اگر اس روایت کو ہم صحیح بھی فرض کرین جب بھی
جیسا فاضل روزبہان نے اُسے مرتبہ اطلاق مین ذکر کیا ہی یہ کسی طرح ممکن نہین ہوسکتا کیونکہ اگر سب صحاب
نبی اچھے اور اُنسے اقتدا صحیح ہو تو صحاب نبی سے ناکثین و قاسطین و مارقین بھی تو تھے اور جو اُنکے حق مین اور اُنکے
اتباع کے حق مین نازل ہوا ہی وہ معروف ہی اور اس سے لازم آتا ہی کہ مقتدی اُسکے جو دین مین بارق ہی
مقتدی ہو بھی اور بعض ناس سے وہ ہی جسنے قتل عثمان مین اقتدا صحابہ کا کیا ہی یا سب کا اور یہ خلاف مسلّم ہی
یا بعض کا اُنکے اور یہ اتفاقی ہی پھر اگر اس حدیث کے موافق فاضل روزبہان اسپر راضی ہوجائین کہ سب

افضل عثمان مین مجتہد ہی تھے تو اس سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے پس متعین یہ ہوتا ہے کہ مراد اصحاب سے
جو روایت مذکور مین ہے افاضل صحابہ ہین جو متصف بمزایائے علم وکمال ہین کیونکہ ایسے ہین کہ اُنسے ہدایت
پا سکتے ہین سب جیساکہ نجوم سے ہدایت پاتے ہین اور اس تخصیص کے موافق ابن حجر نے صواعق مین اپنی
اُس روایت کے جو آنحضرت نے فرمایا ہے النجوم امان لاهل السماء واهل بیتی امان لامتی توجیہ کی ہے اور اگر ارادہ خاص کا
نہو تو بہت سے مفاسد لازم آئین جیساکہ بعض کی طرف اُسکے اشارہ کیا گیا اس جگہ اور شعر فارسی شاعر کا مشہور ہے
صحابہ گرچہ جملہ کالنجوم اند۔ ولی بعضی کواکب نحس وشوم اند پس چاہیے کہ فاضل روزبہان اور اُنکے اتباع فکر وا
غور کرین کہ ہدایت امت کے لائق وہ متصف ہو سکتا ہے جو لوح محفوظ کا مطالعہ کرسکتا ہے موافق شہادت ابن حجر
عسقلانی کے جو شرح صحیح بخاری مین انھون نے یہ مضمون لکھا ہے اور اوپر گذرا اور وہ فرماتا ہے کہ سلونی عما دون العرش اور
مثل اسکے جو دلالت اسپر کرتا ہے کہ علم اسکا بہت زیادہ ہے یا وہ شخص کہ جو لفظ کلالہ واب کے معنی بھی قرآن سے نہ جانتا ہو
یا وہ شخص جو اسکا اعتراف کرے کہ گھر کی بیٹھنے والیان ہین عورتین اُس سے زیادہ فقہ جانتی ہین اور ستر بار اُسنے
کہا ہو کہ لولا علی لہلک عمر وهذه معضلة ولا ابا حسن فیہا بعد اسکے مولانائے شوستری نے ایک تقریر لطیف بے عدیل
موسوم بتکمیل جمیل اس جگہ فرمائی ہے محصل اُسکا یہ ہے کہ شایستہ ہے کہ جانا جاے کہ جب کوئی حدیث کہ اُسکی روایت
طرق اہل السنت کے موافق ہوئی ہو دلالت کرے اسپر کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب افضل ہین یا کسی فضیلت پر
جو مخصوص آنحضرت کے ساتھ ہے دلالت کرے جیساکہ ہمارے شیعون مین اخبار خاصہ کی دلالت ہے اور پھر کوئی ایسی حدیث
اُنکے طرق کے موافق پائی جاے جو آنحضرت کے غیر کے افضل ہونے پر یا اُسکے منفرد ہونے پر اُس صفت کے ساتھ
یا اُسکے شریک ہونے پر آنحضرت کے ساتھ اُس صفت مین دلالت کرے تو عقل سلیم بالضرور حکم کرتی ہے کہ پہلی حدیث
صادق ہے اور دوسری کاذب ہے جیساکہ میرے والد نے اپنی بعض تالیفات مین اسکی توضیح کی ہے جہان کہین کہا ہے
کہ ارباب عقل پر پوشیدہ نہ رہے کہ اجتماع نقیضین اور اسیطرح ارتفاع نقیضین کا دونون محال ہین پس واقع مین ہوگا
مگر ایک اُن دونون کا پس کہتے ہین ہم کہ ہر وقت کہ ہم اکثر احادیث پاتے ہین جو عند الجمہور معتبر ہین اور وہ گمان کرتے ہین
کہ وہ صحاح سے ہین جنمین ایک ہی ناقل نے نقل کیا ہے ایک اُنمین سے دلالت واضحہ وصریحہ اسپر کرتی ہے کہ مولنا
امیرالمومنین علیہ السلام افضل ہین اور دوسرے اُن جناب کے غیر کی افضلیت پر دال ہے جنمین انہون نے اپنے زعم
فاسد مین آنحضرت پر تفضیل دی ہے پس بالضرور یہ ناقل دونون حدیثون کی نقل مین صادق نہوگا کیونکہ اُن دونون مین
تناقض ہے اور اسیطرح دونون کی نقل مین کاذب بھی نہوگا کیونکہ کل کا طرح کر ڈالنا اصول کے مخالف ہے پس
باقی رہا یہ کہ وہ ناقل ایک مین سچا ہو اور دوسری نقل مین جھوٹا ہو پس اگر کہین کہ اُسکا ناقل اُس روایت کی
نقل مین جو بحق علی ابن ابیطالب ہے جھوٹا ہے اور جو آنحضرت کے غیر کے حق مین نقل کی ہے سچا ہے تو ہم اُسے نہ مانینگے

اور منع کرینگے کیونکہ جسنے اپنی دو روایتون مین سے ایک تطرق کیا ہے یعنی جھوٹ بنا لیا ہے تو اُسکی دوسری بھی
روایت معتبر نہوگی پس اِس سے ثابت ہوا کہ وہ اُس روایت کی نقل مین جو علی ابن ابیطالب کے حق مین ہے
صادق ہو اور دوسری مین کاذب ہے لیکن یہ بات نہ فقط اِس راہ سے ہے کہ اُسکے نقل کرنے والے کی نقل ہے بلکہ
اسواسطے کہ جسنے اخبار صحاح متواترہ کو جو مروی ہین معصومین علیہم السلام سے اور بڑے بڑے صحابون سے جو متہمین و موثقین
سوء اُن روایات کا پایا ہے جو اُنکے روایت کرنے والے روایت کرتے ہین اور وہ اخبار صحاح متواترہ توثیق کرتے ہین
اُن اخبار کی جنھین اُنکے ناقلین و ثقاۃ نے نقل کیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم رسالہ کہتا ہے کہ اوائل مین
اِس کتاب کے اثارۂ چہارم مین کچھ بیان احوال اصحاب نبی کا ہو چکا ہے جسکے دیکھنے سے عاقل کو بخوبی معلوم ہوسکتا ہے
کہ جمیع اصحاب اچھے نہ تھے اور مجرد ادراک صحبت نبی کا اسلیے کافی نہین کہ اُس سے وہ شخص اچھا سمجھا جائے یا لائق
اُسکے ہو کہ اُسکے ساتھ اقتدا باعث اہتدا ہو والا چاہیے کہ قاتل عمار یاسر بھی مہتدی ہو اور پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ تقتلک
الفئۃ الباغیۃ اور خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ اور یہ صریح ہے کہ جب تک
باغی مقام بغی مین ہے تو حکم خدا سے جدا ہے اور حق و ہدایت سے محروم ہے اور بھی چاہیے کہ بسر ابن ارطاۃ ملعون جسنے
دو بچیون کو عبد اللہ بن عباس کے جو کم سن تھے ذبح کیا وہ بھی مہتدی ہو کیونکہ وہ بھی صحابہ سے تھا اور لازم آتا ہے
کہ عمرو عاص و معاویہ بھی اور جو اُنکے امثال سے تھے وہ بھی مہتدی ہون اور جو صحابہ سے جماعت ایسی تھی کہ زنا کرتی تھی
اور شراب پیتی تھی مثل ابی محجن ثقفی کے وہ بھی مہتدی ہون اور جو جماعت صحابہ سے مرتد ہو گئے مثل طلیحہ بن خویلد کے وہ بھی
بمقتضاء اِس روایت کے ایسے ہون کہ جو اُنسے اقتدا کرے وہ مہتدی ہو اور اِسکا جو حال ہے وہ ظاہر ہے پھر در حقیقت
یہ روایت بھی از جملہ اُن روایات موضوعہ کے ہے جسے متعصبان زمان دولت امویہ نے وضع کیا ہے لا غیر کیونکہ بنی امیہ
پاس ایک جماعت ایسی تھی کہ وہ زبان سے اُنکی نصرت کرتی تھی اور یہ وہ اشخاص تھے جو ہاتھ سے مددگاری
نہ کر سکتے تھے بسبب اپنے عجز کے لڑائی سے اور ایک جماعت وہ تھی کہ دست و زبان دونون سے اُنکی مدد کرتے تھے
جیسا کہ اِسکا ذکر بھی اوائل کتاب مین ہو چکا ہے پھر اِس روایت کے ذریعہ سے سب کو ہادی کہنا اور اُس ہادی سے
مساوات کا ارادہ کرنا جسے خدا و رسول نے ہادی فرمایا اور حق تعالی نے اُسے عالم علوم اولین و آخرین کا کیا اور
پیغمبر خدا نے دروازے علوم کے اُسپر کھولے اور جو علوم حق تعالی نے اُنھین عطا فرمائے تھے وہ سب اپنی حیات
مین اور وقت انتقال تک اُنھین سپرد فرمائے بعید از انصاف اور ناشی تعصب و عناد سے ہے اور یہ ایسی بات ہے
کہ جسے ادنی بصیرت ہو وہ دریافت کر سکتا ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بست و دوم آیۂ وافی ہدایہ
ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی از جملہ مردم کے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو خوشنودی
خدا کے جاننے کو اور خدا مہربان ہے اپنے بندون پر اور احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ طرق عامہ و خاصہ سے وارد ہوئی ہین

آیۂ بیست و دوم ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد

صفیہ کو جو حی ابن اخطب کی بیٹی تھی اپنے ہمراہ لیکر خدمت مین جناب رسول خدا کی آئے پھر ابن عباس نے کہا کہ
اسکے بعد پیغمبر خدا نے فلان شخص کو بھیجا سورہ براۃ کے ساتھ پھر اُسکے بعد علی کو بھیجا پس آنحضرت نے اس سے اس سورہ کو
لے لیا اور فرمایا کہ اس سورہ کو لیکر نہ جائیگا مگر وہ شخص کہ وہ مجھسے ہو اور مین اس سے ہون یا فرمایا کہ وہ مجھے دوست
رکھتا ہو اور فرمایا پیغمبر خدا نے اپنے چچا کی اولاد سے کہ کون تم مین سے ہو جو مجھسے ولایت و دوستی اختیار کرے دنیا
و آخرت مین اور اسوقت جناب امیر اُن سب کے ساتھ بیٹھے تھے پس یہ سنکر عرض کیا آنحضرت نے کہ مین آپ سے
ولایت و دوستی کرونگا دنیا و آخرت مین ابن عباس کہتے ہین یہ سنکر جناب رسول خدا نے جناب امیر کو تو چھوڑ دیا
کچھ جواب آنحضرت کو نہ دیا اور دوسرے شخص کی طرف اپنے بنی اعمام سے متوجہ ہوے اور فرمایا کہ کون تمسے میرے
ساتھ موالات دنیا و آخرت مین کرنا چاہتا ہو اور ابن عباس نے کہا کہ تھے وہ حضرت جو سب سے پہلے ایمان لائے
اور پیغمبر خدا نے اپنی چادر کو لیکر رکھا علی اور فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ پر اور فرمایا انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت ویطهرکم تطهیرا اور ابن عباس نے کہا کہ علی نے اپنی جان کو بیچا اور پیغمبر خدا کے کپڑے پہن کر اُنکی جگہ پر
بیٹھے اُسکے بعد ابو بکر آیا اور علی خوابگاہ رسول خدا پر آرام کرتے تھے اور ابن عباس نے کہا کہ ابو بکر یہ سمجھا کہ وہ حضرت
پیغمبر خدا ہین اور ابن عباس نے کہا کہ یہ سمجھکر ابو بکر نے کہا کہ اے رسول خدا ابن عباس نے کہا کہ یہ سنکر جناب امیر نے
فرمایا کہ بتحقیق پیغمبر خدا بیر میمون کی طرف تشریف لیگئے ہین تو وہان اُنکی خدمت مین جا ابن عباس نے کہا کہ یہ سنکر
ابو بکر روانہ ہوا اور راہ مین جناب رسول خدا سے ملا اور اُن جناب کے ساتھ غار مین داخل ہوا اور ابن عباس نے
کہا کہ جناب امیر علیہ السلام خوابگاہ رسول خدا پر تھے اور آنحضرت پر کفار سنگریزے پھینکتے تھے جیسا کہ رسول خدا پر
پھینکتے تھے اور وہ حضرت آواز دیتے تھے اور سر اقدس اپنا چادر سے باہر نہ نکالتے تھے یہان تک کہ صبح ہوا اور
سب شورش کر کے آئے بعد اُسکے حضرت نے سر مبارک کو اپنے کھولا اسوقت اُن کافرون نے کہا کہ ہم تمہارے
صاحب کو سنگریزے مارتے تھے اور وہ آواز بلند نہ کرتے تھے تم کیون صیاح کرتے ہو ہمین یہ برا معلوم ہوا اور ابن
عباس نے کہا کہ سب آدمی غزوہ تبوک مین نکلے اسوقت علی نے پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کیا کہ مین بھی آپ کے
ہمراہ چلون یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تم مکان پر رہو یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام رونے لگے اسوقت جناب رسول خدا نے
فرمایا کہ آیا تم راضی نہین ہوتے اس سے کہ تم مجھسے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ کے ساتھ مگر فرق یہ ہے کہ تم نبی نہین ہو
شائستہ نہین ہے کہ مین جاؤن مگر یہ کہ تم میرے مقام پر میرے خلیفہ ہو اور ابن عباس نے کہا کہ پیغمبر خدا نے اُنحضرت سے
فرمایا کہ تم مولیٰ ہو ہر مومن کے بعد میرے اور ہر مومنہ کے اور ابن عباس نے کہا کہ دروازے مسجد کے سب
بند کیے گئے سوا علی ابن ابیطالبؑ کے دروازے کے کہ وہ بند نہین ہوا اور ابن عباس نے کہا کہ وہی حضرت
حالِ جنب مین بھی مسجد مین داخل ہوتے تھے اور وہ مسجد اُنکی راہ تھی اُسکے سوا اُنکی کوئی دوسری راہ نہ تھی اور

ابن عباس سے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ انتہی ترجمۃ الحدیث اور یہی حدیث کو روایت کیا ہے
ابو المؤید موفق ابن احمد نے دوسرے طریق سے عمر بن میمون سے مگر اسمین یہ فقرہ وھو اوّل رجل لہ فضیلۃ عشر
فضیلۃ ہے اور سب کچھ مثل اول ہے اور یہی ہے جو ثعلبی نے جزو اول مین سورہ بقر کی تفسیر آیہ و من الناس من یشری
نفسہ الخ مین روایت نقل کی ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ جب پیغمبر خدا نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو جناب امیر المومنینؑ کو
مکہ مین اپنی جگہ پر خلیفہ مقرر کیا اور چھوڑا تاکہ آنحضرت کے قرض کو ادا فرماوین اور جو امانتین لوگون کی آنحضرت کے
پاس تھین اُنہین اُن اشخاص کو پہونچادین اور پھر آپ اور آنحضرت سے جا ملین حکم فرمایا کہ جس رات مین کہ وہ حضرت
مکہ سے نکل کر غار مین تشریف لیگئے اور سب کفار گھر گھیرے تھے اُس شب کو اُن جناب کے فرش خواب پر
آرام فرماوین پس فرمایا کہ اے علی میری چادر خضرمی کو اوڑھکر میرے سونے کے مقام پر سو رہو اور انشاء اللہ کفار کے
کوئی شرور و مکارہ سے تمکو نہ پہونچیگا اُسکے بعد جناب امیر علیہ السلام نے جسطرح پیغمبر خدا نے فرمایا تھا اُسکے موافق
بجالائے بعد اُسکے حق تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل پر وحی نازل فرمائی کہ مین نے تم دونون مین برادری عطا فرمائی
اور ایک کی عمر کو دوسرے سے زیادہ مقرر کیا پس تمسے کون ہے کہ دوسرے کے لیے اپنی زیادتی عمر کی پسند کرے
پس ہر دو نون نے طول حیات کو اپنے لیے ہر ایک نے پسند کیا کسی نے نہ چاہا کہ ہماری عمر کم ہو سو وقت حق تعالیٰ نے
فرمایا کہ تم دونون مثل علی ابن ابیطالب کے کیون نہین ہو جاتے کہ مین نے اُسکے اور محمدؐ کے درمیان برادری عطا فرمائی
پس وہ خواب گاہ رسولؐ پر سو رہا اور اپنی جان اُسپر فدا کی اور اُنکی حیات کو اپنی زندگانی پر اختیار کیا یعنی اپنا مرنا اور
محمدؐ کا جینا پسند کیا اب تم دونون زمین کی طرف جاؤ اور اُسکے دشمنون سے اُنکی حفاظت کرو پس وہ دونون آسمان سے
نازل ہوے اور جبرئیل جناب امیرؑ کے سر کی طرف اور میکائیل آنحضرت کے پاؤن کے قریب کھڑے ہوے
اور جبرئیل نے کہا کہ مبارک ہو مبارک ہو تمہاری طرح ہوا ہے فرزند ابو طالب کہ حق تعالیٰ تمسے مباہات کرتا ہے
اپنے فرشتون سے پس حق تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا کے اوپر یہ آیہ جناب علی ابن ابیطالبؑ کی شان مین نازل فرمایا
جن حالون کے وہ حضرت مدینہ کی طرف متوجہ تھے اور تشریف لیے جاتے تھے و من الناس من یشری نفسہ
ابتغاء مرضات اللہ اور اسی جملہ سے ہے جو ثعلبی نے اپنی تفسیر مین بوسائط اپنی رواۃ کے سدی سے روایت کی ہے کہ کہا اُنہون نے
کہ کہا ابن عباس نے کہ یہ قول عزوجل و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ شان مین جناب علی بن ابیطالبؑ کی
نازل ہوا جبکہ پیغمبر خدا نے بخوف مشرکین غار کی طرف تشریف لیجانا اختیار فرمایا تھا اور ابو بکر آنحضرت کے ساتھ تھے
اور جناب امیر علیہ السلام نے خواب گاہ رسولؐ خدا پر آرام فرمایا تھا اور اسی سے ہے جو ابو مؤید موفق ابن احمد خوارزمی نے
بوسائط اپنے ثقات رواۃ کے حکیم ابن جبیر سے کہ اُسنے جناب علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا اُنحضرت نے
پہلے سب سے جسنے اپنی جان کو بیچا رضائے الٰہی کے واسطے وہ علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہیں اور جناب امیر علیہ السلام نے

جبکہ خواب گاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آرام فرمایا تھا تو یہ شعار فرمائے تھے وقیت بنفسی خیر من وطی الثری ومن
طاف بالبیت العتیق وبالحجر رسول الٰہ خاف ان یمکروا بہ فنجاہ ذو الطول الالٰہ من المکر وبات رسول اللہ فی الغار آمنا موقی وفی حفظ
الالٰہ وفی ستر وبت اراعیہم وما یثبتوننی وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر وغیرہ اشعار ہیں علاوہ اُن روایات کے اور بھی اکثر روایات ہیں
موافق طرق حضرات اہلسنت کے وارد ہیں بخیال طول ملل انھیں نقل نہین کیا اور یہی طرح اکثر روایات ہیں موافق
طرق امامیہ کے بھی وارد ہین چنانچہ مصنف مرحوم محبت الصمام نے باب سادس واربعون میں گیارہ روایتین
اس آیہ کی تفسیر مین موافق طرق امامیہ کے بھی نقل کی ہین کہ بعض اُنسے وہ ہی جو شیخ نے اپنی امالی مین بوسائط اپنے
مشائخ حدیث کے حکیم ابن جبیر سے کہ اُنسے جناب علی بن حسین سے روایت کی ہے تفسیر قول خدا تعالیٰ میں
ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ مین فرمایا آنحضرت نے کہ یہ آیہ شان علی بن ابیطالب مین نازل ہوئی
جبکہ آنحضرت نے خواب گاہ رسول پر آرام فرمایا اور یہی جملہ سے ہی جو شیخ نے اپنی کتاب مجالس مین بوسائط
اپنی روایت کے سالم ابن ابی جعد سے کہ اُنسے مرفوعاً جناب ابی ذر سے روایت کی ہے کہ جناب علی بن ابیطالب
اور عثمان وطلحہ وزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص کو عمر بن خطاب نے حکم دیا تھا کہ یہ سب ایک گھر مین
داخل ہون اور دروازہ انپر بند کیا جاوے اور تین روز تک کے لیے مہلت دی تھی کہ اس مدت مین اپنے بارہ مین
مشاورت کرین پھر اگر اسکے بعد پانچ شخص ایک بات پر موافق ہون اور ایک شخص کی راے سب کے مخالف ہو
تو وہ مخالفت کرنے والا قتل کیا جاوے اور اگر چار شخص ایک قول پر متفق ہون اور دو شخص کی راے ایک ہو تو دونون
شخص قتل کیے جائین پھر جبکہ سب ایک راے پر متفق ہو چکے تو اُنسے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون
کہ تم مجھسے جو مین کہون اُسے سنو اور اگر وہ حق ہو تو اُسے قبول کرو اور اگر باطل ہو تو اُس سے انکار کرو سب نے کہا کہ
وہ فرمائیے یہ سنکر حضرت نے اپنے فضائل یاد دلانے شروع کیے سب بالاتفاق تصدیق کرتے تھے اسی بیان مین
آنحضرت نے فرمایا کہ آیا کوئی تم مین ہے جسکی شان مین یہ آیہ نازل ہوا ہو ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
جب مین نے پیغمبر کی وقایت لیلۃ الفراش مین کی تھی سوا میرے سب نے اقرار کیا کہ نہین سوا اس آیہ کا آپکے سوا
کوئی ہم مین نہین ہے اور اسی جملہ سے ہی جو شیخ نے اپنی مجالس مین بوسائط اپنے انس بن مالک سے روایت کی ہے
کہ کہا اُنسے کہ جب پیغمبر خدا غار کی طرف تشریف لیگئے اور آنحضرت کے ساتھ ابوبکر تھے تو جناب رسول خدا نے
حضرت امیر سے حکم فرمایا تھا کہ آنحضرت کی خواب گاہ پر چادر اُن جناب کی اوڑھکر سو رہین پس موافق حکم رسول خدا
جناب امیر علیہ السلام خواب گاہِ رسول پر اپنے مارے جانے پر آمادہ ہو کر سوے اور قریش اپنے اپنے گھر دن سے بارادہ
قتل کرنے جناب رسول خدا کے آئے جب ارادہ انھون نے یہ کیا کہ تلوارین اُن جناب پر مارین تو اُسوقت انھین کچھ
شک اسمین نہ تھا کہ پیغمبر خدا آرام کرتے ہین اس یقین پر تو کمال عداوت عصبیت سے کہا کہ انھین جگا دو کہ تا قتل ہونے

اذیت پائین اور شمشیرہاے برہنہ کو دیکھین کہ کیونکر اُنھین لیتے ہین پھر جب یکلخت آنحضرت کو نہ پایا تو دیکھا کہ علی ہین
یہ دیکھکر آنحضرت کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا کے ڈھونڈھنے کو سب متفرق ہوے پس حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل
فرمایا ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله اور یہی ہے جو سید رضی علیہ الرحمہ نے کتاب خصائص مین
باسناد مرفوع روایت کی ہی کہ راوی نے کہا کہ ان کو انے جناب امیر سے کہا کہ اسوقت آپ کہان تھے جبکہ حق تعالیٰ
اپنے پیغمبر اور ابابکر کا ذکر قرآن مین فرمایا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا یہ سنکر آنحضرت نے
فرمایا کہ واے ہو تمپر ان کو امین فراش رسول خدا پر تھا جن حالون کہ چادر انکی لیٹا تھا پس قریش آے اس طرح
کہ ہر شخص پاس انکے عصا تھا جس مین لوہے کے کانٹے تھے پس یہان پہونچکر انھون نے جناب رسول خدا کو
نہ دیکھا کیونکہ وہ حضرت جاچکے تھے پس وہ سب میری طرف متوجہ ہوے اور جو انکے ہاتھ مین تھا اُس سے
مجھے مارنے لگے جس سے تمام بدن میرا چور ہو گیا جیسے بیضہ مرغ چور ہو جاتا ہی جب اُسے صدمہ پہونچتا ہی پھر وہ
اس ارادے سے چلے کہ مجھے مار ڈالین پس بعضون نے اُنسے کہا کہ آج کی رات اسے قتل نہ کرو لیکن پھر مارنا اور
محمدؐ کو ڈھونڈھو یہ سنکر انھون نے مجھے زنجیر آہنی سے باندھا اور ایک گھر مین مجھے رکھکر بند کیا دروازے پر انکے
قفل لگا دیا پس مین اسی حال مین تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے گھر کے مجھے آواز آئی کہ کوئی شخص کہتا ہی یا علی
پس اس آواز کے ساتھ جو درد میرے بدن مین تھا اور مجھے اس سے اذیت تھی وہ ساکن ہو گیا اور جو ورم میرے
بدن مین تھا وہ جاتا رہا پھر اسکے بعد دوسری بار سُنا مین نے کہ کوئی کہتا ہی یا علی پس اس آواز کے ساتھ ہی
جو میرے پاؤن مین زنجیر آہن انھون نے ڈالی تھی وہ کٹ گئی پھر اسکے بعد اور آواز مین نے سُنی کہ کوئی کہتا ہی
یا علی اسکے ساتھ ہی مین نے دیکھا کہ جو دروازہ پر اس مکان کے زنجیر و قفل تھا وہ گر گیا اور دروازہ کھل گیا
اسوقت مین اُٹھا اور نکلا تو دیکھا مین نے کہ وہ نگہبانی کو اس دروازہ کی ایک زن عجوزہ کو بٹھا گئے تھے کہ وہ نہ دیکھتی تھی
نہ سُنتی تھی دروازے کی حراست کرتی تھی پس مین اسکے آگے سے نکلا اور وہ ایسی غافل تھی سونے سے
کہ کچھ نہ سمجھی بالجملہ اسی طرح کی روایات موافق طرق امامیہ کے بھی بکثرت وارد ہین جنسے ثابت ہی کہ یہ مضمون
اخبار متفقہ بین الفریقین سے ثابت ہی اسی لیے جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کو بمقام ذکر نصوص قرانیہ جو
اثبات امامت مین جناب وصی حقیقی کی لکھی ہین نقل فرمایا لیکن فاضل روزبہان کی رگ تعصب حرکت مین آئی
اور کچھ ان اخبار و احادیث کثیرہ اور اقوال مفسرین پر اپنے نظر نہ کی بلکہ اغماض عین کرکے بے تکلف حق پوشی کی نظر سے
کہا کہ مفسرین نے اختلاف کیا ہی کہ یہ آیہ کس کی شان مین نازل ہوا ہی بہتون نے اُنسے کہا ہی کہ یہ آیہ صہیب رومی کے
حق مین نازل ہوا ہی اور وہ ایک شخص غریب تھا مکہ سے پھر جب پیغمبر خدا نے مکہ سے مہاجرت فرمائی تو اُسنے بھی
ہجرت کا قصد کیا تو قریش اُسے مانع ہوے اسوقت اُسنے کہا کہ اے معاشر قریش تم جانتے ہو کہ میرے پاس مال

بست ہو اور مین مال اپنا تمھارے واسطے چھوڑتا ہون تم مال لو اور مجھے چھوڑ دو کہ مین راہ خدا مین ہجرت کرون
پس جب اُسنے ہجرت کی اور مال اپنا چھوڑا تو حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا پس جب صہیب پیغمبر خدا کی خدمت
مین حاضر ہوا تو حضرت نے یہ آیہ اُسپر پڑھا اور فرمایا اُس سے کہ ربح ربح البیع اور اکثر مفسرین سے اسپر متفق ہین
کہ یہ آیہ زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود کے حق مین نازل ہوا جب پیغمبر خدا نے انھین بھیجا تھا کہ خبیب بن عدی
پاس جائین اور اُسے اُتار لائین اُس لکڑی پر سے جسپر وہ مصلوب ہوا اور وہ مکہ مین مصلوب ہوا تھا اور چالیس
شخص مشرکون سے اُسکے گرد حفاظت کو اُسکی تھے پس اُن دونون شخصون نے جود وکرم اپنی ذات سے کرکے
ایسا کیا کہ اُسے لے آئے اور اگر جناب امیرالمومنین کی شان مین نازل ہوا ہو تو وہ دلالت انحضرت کی بزرگی پر کرتا ہے
اور یہ کہ نبی کی طاعت مین انھون نے اجتہاد فرمایا اور اپنی روح وجان کو تصدق کیا اور دے دیا انحضرت کے واسطے
اور یہ سب امور مسلم ہین کسی کو اسمین کلام نہین ہے ولیکن وہ نص امامت کے واسطے نہین ہے جیسا کہ پوشیدہ نہین
انتہی توجہ کلامہ اور اس کلام کے دیکھنے والے کو بخوبی واضح ہو گا کہ اسی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی
فضیلت اور کمال اجتہاد اُن جناب کا طاعت نبی مین اور بذل اپنے نفس کا فرمانا پیغمبر خدا کی حفظ حیات کے لیے
جسکے لیے یہ آیہ نازل ہوا اور شاہد ہے اور محدثین و مفسرین فریقین کا اُسپر اتفاق ہے یہ فاضل بھی آخر مین مقر ہے جیسا کہ
بہ نسبت اُسکے خود کہا ہے کل ہذہ مسلۃ لا کلام لاحد فیہ پھر اِسکے ساتھ جو بعض اقوال شاذہ مفسرین متعصبین کو ذکر کیا
یا حکایت زبیر و مقداد کو وضع کرکے ملا یا وہ محض تعصب کی وجہ سے ہے اور خاص اسلیے ہے کہ تا جہلا کے ذہن مین شبہ
پیدا کرے اور امر حق کا یقین نہونے دے جیسا کہ شیطان وساوس پیدا کر دیتا ہے والا مسلمات کے مقابل مین
غیر مسلم وشاذہ موضوع کا ذکر کرنا کیا معنی اور فخر الدین رازی اور نظام الدین نیشاپوری اور ثعلبی وغیرہ سے زیادہ کون
اُنکے مفسرین مین ہے جسپر زیادہ اعتماد کیا جاے اور اُس سے باسم کثیر واکثر سمجھا جاے اور اُنکے اقوال ہم نقل کر چکے
جس سے ثابت ہے کہ اُنکے مفسرین معتمدین جو مرتبہ امامت سے اُنکے اہل نحلہ مین قابض ہین اس مضمون کو نقل کر چکے ہین
اسی لیے اِسکے جواب مین جناب قاضی نور اللہ شوستری نے جو فرمایا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ مین کہتا ہون کہ فخر الدین
رازی اور نظام نیشاپوری نے اپنی تفسیرون مین روایت کی ہے کہ یہ آیہ جناب علی ابن ابیطالبؑ کی شان مین
نازل ہوا ہے جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اُسے روایت کیا ہے اور نزول اُس آیہ کا شان مین صہیب کی بھی روایت
کیا ہے اہلسنت نے مگر وہ روایت سعید ابن مسیب سے ہے جو ایک شقی اور فاسق دشمنان اہلبیت سے تھا اور اس
مرتبہ اُسے دشمنی اہلبیت علیہم السلام سے تھی کہ وہ جمہور کی کتابون مین مسطور ہے اور جملہ عداوت سے اُسکی یہ حکایت ہے کہ
جناب علی ابن امام حسین علیہما السلام کے جنازے پر نماز کو نہین حاضر ہوا باوجود اِسکے کہ غلام نے اُسکے اُسے خبر وفات
انحضرت کی پہونچائی اور یہ سنکر اُس غلام سے اُسنے خطاب بہ ترش روئی کیا اُس سے اور یہ اپنے مقام پر مذکور ہے اور

اسکے ساتھ اِس روایت کو مدلول آیہ سے کچھ ارتباط نہین ہو کیونکہ آیہ کا مدلول نفس و روح کا بذل و فدا کرنا ہو اور
روایت کا مدلول بذل و بخشش و مال کے ہو شرا نفس نہین ہو اور کجا شرا نفس اور کہان مال کا دینا اور یہ بھی منجملہ
علامات کے ہو جو اُس شقی کی عداوت پر دلالت کرتی ہین اِس حیثیت سے کہ وہ اِسپر راضی نہوا کہ جو روایت کہ
متضمن منقبت و فضیلت پر جناب علی کے ہو اُسے وہ صرف کرے اُس شخص کے لیے جو عالی نسب و قرشی ہین بلکہ
اُسے اُنسے پھیر کر غلام بدرومی کے لیے ثابت کرنا چاہا اور جب یہ کہا تو اِس سے جانا گیا کہ وہ اہلبیت علیہم السلام کے
دشمنون سے ہو اور شاید کہ جب ناصب عداوت یہ سمجھا کہ اِس روایت کو مدلول آیہ سے ارتباط نہین ہو تو اپنے
دل سے زبیر و مقداد کے حق مین روایت اِسطرح بنائی کہ جس سے ارتباط مدلول آیہ سے موافق مراد حاصل ہو
واللہ الہادی للسداد اور جو اُسنے کہا ہو کہ وہ نص امامت مین نہین ہو پس یہ مکابرہ صریحہ ہو کیونکہ جب جبرئیل علیہ السلام
آنحضرت کے واسطے کہین کہ بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب اور یقینی یہ اِسپر دلالت کرتا ہو کہ مثل آنحضرت کے کوئی
اصحاب نبی مین نہ تھا تو اب یہ نص تعین امامت کے لیے آنحضرت کے ہو نہ اُس شخص کے لیے جو کسی چیز مین مماثل
آنحضرت کا نہو جیسا کہ وہ کلام صریح ہو اور تفضیل مفضول کی باطل ہو جیسا کہ بیان اُسکا گذر اقدس اور کیا خوب کہا ہو
بعض فضلا شعرا امامیہ نے تفضیل و فضیلت مین اور جناب امیر علیہ السلام کے خواب گاہ رسول پر اُس رات آرام
کرنے مین نیست در بحث امامت معتبر قول فضول در شب ہجرت کہ خوابیدہ است بر جاے رسول انتہی ترجمہ
کلامہ رحمہ اللہ تعالی غرض یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ یہ آیہ شان مین جناب خلافت مآب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے
نازل ہوا ہو اور نزول اُسکا اُن جناب کے حق مین موافق اخبار متفق بین الفریقین و باتفاق اقوال مفسرین و محدثین
ثابت ہو اور جسنے مخالفت اِس بیان سے اختیار کی ہو سبب اُسکا بجز عناد و تعصب کے اور کچھ نہین ہو اور اُسنے بھی آخر کو
اِس قصہ کی تسلیم مین جو وجہ نزول اور موافق مدلول آیہ ہو سوا اتفاق کرنے کے اور کچھ چارہ نہین دیکھا اور بجز
اقرار و تسلیم کے کہ وہ مصداق الحق یعلو ولا یعلی ہو کچھ بنا نہین سکا جیسا کہ کلام فاضل روزبہان سے بھی کہ تعصب
و نصب اُنکا مشہور ہو بخوبی ظاہر ہو پھر اِس صورت مین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو وہ قابل اعتماد و اعتبار کے ہو
اور ملوک الکلام ہو اور اگر چشم بصیرت ہو تو کافی ہو کہ جو خواب گاہ رسول پر بعد ہجرت سویا وہی لائق اِسکے ہو کہ بعد آنحضرت کے
اُنکی مسند حکومت پر بھی متمکن ہو اور جیسا وہ سونا بحکم خدا اور مقبول بارگاہ احدیت تھا اُسی طرح اجلاس مسند حکومت
نبی پر بامر الہی اور مقبول بارگاہ صمدی ہو اور وہ مبارکبادی جو حضرت جبرئیل و میکائیل نے روز اول دی تھی
بقولہ بخ بخ من مثلک یا ابن ابیطالب وہ تمہید و مبارکبادی اِسی وصایت و خلافت کی تھی جو روز غدیر ظاہر ہوئی اور
سب حاضرین صحابہ نے اُس مبارکبادی کو ادا کیا فتدبر چودھوان آیہ وافی ہدایہ وتعیھا اذن واعیہ ہو یعنی ضبط
کرتا ہو اور حفظ کرتا ہو آیات قرآنی اور حقائق ربانی کا وہ کان جو حفظ کرنے والا ہو اور نگاہ رکھنے والا ہو خاصہ و عامہ نے

پھر عنوان آیہ وتعیھا اذن واعیہ ہی

بطرق مستفیضہ روایت کی ہو کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہو اِسی جہت سے
جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اثبات امامت و خلافت پر آنحضرت کی اِس آیہ سے بھی استدلال کیا ہو اور فاضل
روزبہان نے بھی باوجود اُس تعصب کے جو اُنمین ہو جس عناد سے نص امامت کے لیے ہونے سے اسکے انکار
کیا ہو لیکن صاف کہا ہو کہ مفسرون نے روایت کی ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ مین نے خدا سے اپنے طلب کیا ہو کہ اُون واعیہ تیرے کان فرمائے بعد
اسکے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پیغمبر خدا کے اِس ارشاد کے بعد سے مین
کبھی کسی بات کو بھولا نہین اور اسکے بعد فاضل روزبہان نے کہا ہو کہ یہ تفسیر و روایت مفسرین کی دلالت علم و
حفظ و فضیلت پر آنحضرت کی کرتی ہو لیکن اِسپر دلالت نہین ہو کہ یہ امامت کی نص ہو فقط راقم رسالہ کہتا ہو کہ ادنیٰ
غور سے یہ صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ انکار نص ہونے سے بعد اُس روایت کے قبول کرنے کے مکابرہ ہو کیونکہ
جب یہ ثابت ہوچکا کہ وہ حضرت اعلم ہین تو افضل بھی ہونا اُن جناب کا اورون سے یقینی ثابت ہو گا لقولہ علیہ
السلام افضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم اور تفضیل مفضول یقینی باطل ہو پس وہ آیہ بالضرور امامت کے لیے اُن جناب
کی نص متصور ہو گی اور جواب تفصیلی انشاء اللہ اسکا اور بھی لکھا جائیگا بالفعل جو التزام اِس کتاب مین ہو کہ تفسیر و تعیین
مراد آیات قرآنیہ کے بیلیے نقل روایات مقبولہ خصم سے کیجاتی ہو اُسے مین تمام کرتا ہون جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے
کتاب حق الیقین مین لکھا ہو کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین اور حافظ ابونعیم نے کتاب حلیہ مین اور واحدی نے کتاب
اسباب نزول قرآن مین اور طبری نے خصائص مین اور راغب اصفہانی نے محاضرات مین اور ابن مغازلی نے
کتاب مناقب مین اپنے اور ابن مردویہ نے مناقب مین اور اکثر مفسرین و محدثین خاصہ و عامہ نے حضرت
امیر المومنین اور ابن عباس و بریدہ سلمی اور ضحاک اور بہت جماعت سے روایت کی ہو اور بعض کی روایت کا ترجمہ
لفظی یہ ہو کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے مجھے گود مین لیا اور فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار نے
حکم فرمایا ہو کہ مین تجھے اپنے سے قریب کرون اور اپنے علمون کو تجھے تعلیم کرون اور مجھپر ضرور ہو کہ اپنے پروردگار کی
اطاعت کرون تیرے حق مین اور تجھے ضرور ہو کہ تو حفظ کر اور فراموش نہ کر بعد اسکے یہ آیہ نازل ہوا اور دوسری روایت
مین فرمایا ہو کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین نے خدا سے اپنے سوال کیا ہو کہ یہ کان تیرے کرے
اور خدا نے میری دعا کو قبول فرمایا پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکے بعد سے جو کچھ مین نے پیغمبر خدا سے
سنا اُسے ہرگز فراموش نہین کیا اور کیونکر ہو سکتا ہو کہ فراموش کرون بعد آنحضرت کے دعا فرمانے کے اور فاضل زمخشری
اور امام فخر رازی نے بھی باوجود اُس تعصب کے جو آنحضرت کو ہو لیکن اِس روایت کو نقل کیا ہو اور شاید کہ فاضل
روزبہان نے انھین سے نقل کیا ہو اور فاضل زمخشری نے تفسیر کشاف مین اپنے کہا ہو کہ اذن واعیہ سے مراد وہ کان ہو

جسکی شان سے یہ ہو کہ جو کچھ سنے اُسے وہ بھولے بلکہ اسکا حفظ کرے اور ترک عمل سے ضائع نہ کرے بعد اسکے جو
دوسری روایت جناب امیر سے منقول ہوئی اُسے روایت کیا ہی اور کہا ہی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا وجہ ہی جو خدا نے
اذن کو لفظ مفرد و نکرہ سے ادا فرمایا تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ اس اشعار کے واسطے یہ فرمایا کہ حفظ کرنے والے بہت کم ہین
اور اور آدمیون کے لیے یہین سرزنش ہی اس امر کے واسطے اور یہین دلالت اس بات پر ہو کہ ایک کان جو حفظ کرے
وہ بہت ہو اور خدا کے نزدیک بمنزلہ بہت جماعت کے ہو اور جماعت کی طرف اسکے ہوتے پروا نہین ہو ہر چند وہ
جماعت سارے عالم کو بھر دین انتہی توجیہ کلامہ الزمخشری اور واقع مین یہ ہی کہ یہ باتین حق تعالی نے زمخشری کی
زبان پر جاری فرمائین اور انھون نے اس قول مین اپنے اعتراف واقرار کیا اسکا کہ فائدہ بعثت کا اور نزول آیات کا
خاص جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی ذات مین عمل مین آیا اور پایا گیا اور وہ جناب علم الہی کے حافظ ہین
انتہی توجیہ کلامہ رحمہ اللہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جب یہ مسلم و مقبول باقرار و اعتراف لسانی ہو چکا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہی
کہ ایسا عالم علوم الہیہ کا اُن چند جاہلون کے حکم کا محکوم ہو سکے جو احکام شرعیہ مین اسکے محتاج ہون اور اُس سے
استفسار کرتے ہون اور اسکے ذریعہ افادہ و تعلیم سے مہالک سے نجات پاتے ہون اور اسکا اقرار کرتے ہون جیسا کہ
اکثر خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت نے کہا کہ لولا علی لہلک عمر اور اگر باوجود آنحضرت کے اعلم و افضل ہونے کے جو
جو مرتبہ تحقیق و ثبوت کو پہونچا ہی پھر بھی اور صحابیون سے مساوی یا مفضول آنحضرت کو العیاذ باللہ سمجھا جاے تو خلاف
بدیہت عقل کے ہوگا اور اسی کی طرف اشارہ قرآن مجید مین ہو جو حق تعالی نے فرمایا ہی هل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون اور یہ استدلال ہمارا اسی آیہ سے باعتبار عموم لفظ و معنی آیہ ہو اور بعد اسکے انشاء اللہ ہم ثابت کرینگے کہ یہ آیہ خاص
بحق علی ابن ابیطالب نازل ہوئی ہی جناب مولانا ے شوستری علیہ الرحمہ نے کتاب احقاق الحق مین فاضل روزبہان
کے جواب مین فرمایا ہی کہ واحدی نے اسباب نزول القرآن مین بریدہ سے اور ابونعیم نے حلیہ مین جناب علی ابن
ابیطالب سے اور ابو القاسم بن حبیب نے اپنی تفسیر مین زر بن حبیش سے کہ انھون نے بھی جناب علی ابن ابیطالب سے روایت
کی ہی اور لفظ روایت اسکا یہ ہی قال فی قوله تعالی وتعیها علی بن ابی طالب ضمنی رسول الله وقال امرنی ربی ان ادنیك ولا اقصیك وان تسمع وتعی
فنزلت وتعیها اذن واعیة اور بعض نے انکے مفسرین سے وہ روایت کی ہی جیسے خود فاضل روزبہان نے کہا ہی اور جب روایات کا
اختلاف موافق انکے مفسرین کی روایت کے ثابت ہی تو جو فاضل روزبہان نے کہا ہی کہ روی المفسرون یہ مطلق
نہین ہو سکتا اور یہ کہنا اسکا تعصب سے ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین ہی اور صاحب کشاف اور فخر رازی نے اس
روایت کے نقل کرنے کے بعد جیسے فاضل روزبہان نے ذکر کیا ہی جناب امیر کی شان مین کہا ہی فان قلت لم قال اذن
واعیة علی التوحید والتنکیر قلت للایذان بان الوعاة فیهم قلة ولتوبیخ الناس بقلة من یعی منهم وللدلالة علی ان الاذن الواحدة اذا وعت وعقلت عن الله فهو
السواد الاعظم عند الله وان ما سواها لا یلتفت الیهم وان امتلأ العالم منهم انتهی اور اسکے بعد فرمایا ہی کہ مین کہتا ہون کہ یہ آیہ بنا بر اسکے جو علامہ [illegible]

اور امام اشاعرہ نے تفسیر و بیان مین اسکے کہا ہی و دلالت اسپر کرتا ہی کہ وہ زمان جناب رسالتمآب سے مخصوص جناب
خلافتمآب حضرت علی بن ابیطالب سے تھا بسبب اسکے کہ ان مفسرین و محدثین نے تصریح کی ہی کہ جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعا آنحضرت کے حق مین قبول ہوئی اور حق تعالیٰ نے انکے غیر کی توبیخ اس سے فرمائی
اور انکے غیر کی طرف التفات نہین ہی پس احق امامت کے ساتھ وہی حضرت ہونگے جیسا مدعی امامیہ کا ہی اور شائستہ
یہ ہی کہ یہان ایک تمہید لکھی جاے کہ جسپر آیندہ کے لیے مدار جواب کا ہو اور وہ یہ ہی کہ جو قرآن و حدیث مین تامل
کریگا وہ جانے گا کہ تفضیل نہین ہوتی مگر علم کے باعث سے جیسا کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہی کہ عالم کی فضیلت
عابد پر ایسی ہی جیسا کہ عابد کی فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہی اور حق تعالیٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہی انما یخشی اللہ
من عبادہ العلماء یعنی نہین ڈرتے خدا سے اسکے بندون سے مگر جو عالم ہین اور اس سے ظاہر ہی کہ معنی اسکے یہ ہین
کہ خشیت و تقوے کا حصر علما مین ہی اور اسکے ساتھ یہ بھی حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم یعنی کریم تر خدا کے
نزدیک تمسے وہ ہی جو متقی سب سے زیادہ ہی تم مین سے اور یہان کوئی شک نہین ہی کہ جناب امیر علیہ السلام باقی
صحابہ نبی سے اعلم تھے کیونکہ سب کا آنحضرت سے امور دینی مین پوچھنا اور سوال کرنا مشہور ہی اور اسی طرح ان جناب کے
آگے اورون کا اقرار اپنے جہل کا کرنا مذکور ہی یہان تک کہ عمر بن الخطاب خلیفۂ ثانی حضرات اہلسنت کا قول لو لا علی
لہلک عمر ایسا سب کی زبان پر بعد رسول سے جاری ہی جیسا کہ مثل کسی قوم مین سب کی زبان پر جاری ہوتی ہی
اور یہ دلیل اسکی صاف ہی کہ جناب امیر علیہ السلام اعلم تھے اب رہا یہ امر کہ جو اعلم ہی وہ افضل ہی یہ نص رسول جو مذکور ہوئی
لقولہ علیہ السلام فضل العالم علی العابد کفضلہ علی ادناکم ثابت ہی اور جب صغریٰ و کبریٰ ہیئت شکل اول پر ثابت ہو چکی
تو اسکا نتیجہ بدیہی ہوگا کیونکہ شکل اول بدیہی الانتاج ہی اور اس سے جو کوئی انکار کرے وہ سوا مکابرہ و معاندہ کے
کچھ نہین سمجھا جا سکتا اور وہ لائق التفات کے نہین ہی انتہی ترجمہ کلامہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو جناب مولانا
شوستری نے اثبات مین اس امر کے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور صحابہ سے اعلم تھے استدلال فرمایا ہی
وہ بہت درست و صحیح ہی اور کسی کو موافق و مخالف سے یہان گنجائش سخن کی نہین ہی اور بنا بر توضیح و اقرار اکثر علما
و محدثین کے فریقین سے یہ ثابت ہی کہ جناب امیر کو لفظ و معنی قرآن کا علم سب سے زیادہ حاصل تھا یہان تک کہ
بنا بر نقل جناب آخوند مجلسی کے ثابت ہی کہ باوصف تعصب و کمال عناد شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق مین ابی
ابن سعد سے روایت کی ہی کہ جناب امیر نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ کوئی آیہ نازل نہین ہوا مگر یہ کہ مین جانتا ہون
کہ کسکے لیے نازل ہوا اور کہان نازل ہوا اور کس پر نازل ہوا بدرستیکہ عطا کیا ہی خدا نے مجھے ایسا دل جو سمجھنے والا ہی
اور ایسی زبان جو گویا ہی اور اسی فاضل نے کہا ہی کہ ابن سعد اور اورون نے ابی طفیل سے روایت کی ہی کہ جناب امیر نے
فرمایا کہ مجھسے سوال کرو کتاب خدا سے بدرستیکہ کوئی آیہ نہین ہی مگر یہ کہ مین جانتا ہون کہ شب کو نازل ہوا یا دن کو پہاڑ

maablib.org

نازل ہوا یا صحرا مین اور ابن ابی داود و محمد بن سیرین نے روایت کی ہو کہ جب پیغمبر خدا نے عالم قدس کو انتقال
فرمایا تو علی ابوبکر کی بیعت کو نہ حاضر ہوے اور فرمایا کہ مین نے قسم کہائی ہو کہ نماز کے سوا ردا دوش پر نہ ڈالونگا جب تک
کہ قرآن کو جمع کرون اُس ترتیب سے کہ نازل ہوا تھا جمع فرمایا ابن سیرین کہتا ہو کہ کیا ہوتا جو اُس قرآن کو مین پا جاتا کہ علم
اُسمین ہو اور طبری نے ام سلمہ سے روایت کی ہو کہ کہا انھون نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ علی
قرآن کے ساتھ ہین اور قرآن علی کے ساتھ ہو اور دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر
میرے پاس وارد نہو لین اور بھی روایت کی ہو کہ حضرت رسول نے مرض الموت مین اپنے فرمایا کہ ایہا الناس قریب ہو
کہ جلد میری روح کو قبض کرین اور مجھے تمھارے درمیان سے لیجائین اور مین زیادہ تمسے کلام نہین کرتا اور اپنے
عذر کو تمپر تمام کرتا ہون بدرستیکہ مین تمھارے درمیان چھوڑتا ہون اپنے پروردگار کی کتاب کو اور اپنی عترت کو جو
میرے اہلبیت ہین بعد اُسکے ہاتھ جناب امیر کا پکڑا اور بلند کیا اور فرمایا کہ یہ علی قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علی کے
ساتھ ہو اور یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچین پس اُنسے
مین پوچھونگا کہ کیونکر تمنے میری رعایت ان دونون کے حق مین کی ہو انتہی ترجمہ کلامہ اور آیات سابقہ کی تفسیر مین
اکثر روایتین علاوہ ان روایات کے موافق طرق اہل سنہ کے نقل کی گئین ہین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ جناب امیر نے
مکرر اپنے عالم قرآن ہونے کا اظہار و ادعا فرمایا ہو اور کیونکر نہو کہ روایات صحاح سے ثابت ہو کہ وہ جناب دروازہ ہین
مدینہ علم کے عن جابر قال اخذ رسول اللہ بعضد علی وقال ھذا امام البررۃ وقاتل الفجرۃ مخذول من خذلہ منصور من نصرہ ثم
مد صوتہ وقال انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب رواہ الشعبی والضحاک وابن المغازلی پھر جب وہ حضرت علم
نبی کے باب ہین تو عالم ہونا آنحضرت کا قرآن سے محتاج بہ بیان نہین ہو وعن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ اعلم امتی
من بعدی علی بن ابیطالب اور یہ نص ہی آنحضرت کے اعلم امت ہونے کی اور حافظ ابن مردویہ نے اپنے مناقب مین باسناد اپنی
روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور ان سب سے ثابت ہی کہ وہ حضرت
اعلم امت ہین اور یہ ثبوت ایسا ہی کہ جسے شیخ ابن حجر نے بھی مجبوری قبول کیا اور جو روایات اسکے ثبوت مین نقل کین
اُنمین باوصف اپنے تعصب کے رد نہ کر سکے اور یہ اول دلیل اور حجت کامل ہو اہلسنت کے لیے کہ اسے قبول کرین
اور کافی ہو آنحضرت کے خلیفہ و امام جاننے کو وہ مضمون جو شیخ ابن حجر کی روایت مین وارد ہی کہ جب وقت جناب
رسول خدا کا آیا تو فرمایا کہ مین جاتا ہون اور اپنے عوض تم مین دو خیرین چھوڑتا ہون پھر ہاتھ جناب امیر کا پکڑا اور
فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہو اور ایک دوسرے سے جدا نہونگے کیونکہ یہ صریح ہی کہ لفظ و معنی قرآن کے آنحضرت کے ساتھ
ہین اور وہ جناب قرآن کے مفسر ہین اور قرآن انکی حقیت کی گواہی دیتا ہو اور قرآن کی متابعت بدون انکی متابعت کے
جائز نہین اور جسطرح قرآن واجب الاتباع ہو اسی طرح وہ حضرت بھی مفترض الطاعت ہین اور بعد اُسکے بسبیل تاکید فرمایا

آنحضرت کا کہ مین روز قیامت کو اُنکے حال سے پوچھونگا کہ کیونکر اُنکی رعایت کی تھی یہ دلیل واضح ہی اسپر کہ اُنھین مفترض الطاعت گرداناو اور معنی امام و خلیفہ کے یہی ہین کہ ہر دین و دنیا مین اُسکے حکم کے مطیع ہون اور یقینی جو شخص کہ عقل سلیم رکھتا ہوگا اور بلا تعصب و عناد اِس حدیث مین تامل کریگا وہ جانے گا کہ یہ نص صریح خلافت و امامت کی آنحضرت کی ہو اور یہ علاوہ اُسکے ہی جو اعلم ہونے کے اثبات مین ذکر اُس حدیث کا کیا گیا اور اُس سے اور اُسکے نظائر سے اعلم ہونا اُن جناب کا تمام اُمت سے ثابت کر کے لکھا گیا ہو کیونکہ وہ اپنے محل پر خود ایسی صفت ہی کہ جس سے اَولویت امامت کے لیے اُن جناب کی ثابت ہو کیونکہ جب وہ حضرت اعلم اُمت بنص رسول ہوے اور حافظ احکام و آیات قرآنیہ بنص الٰہی ہوے تو کسی طرح جائز نہین ہو کہ اور اشخاص اُمت سے جو اِس مرتبہ پر نہین وہ اُنکی موجودگی مین امام و خلیفہ بنائے جائین اور اعمی بصیر پر حاکم مقرر کیے جائین اور جاہل اہل علم کے مالک رقاب ہون جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر ام ھل تستوی الظلمات والنور اور واضح ہو کہ مصنف کتاب محجت الخصام نے باب حادی و ستون دمائۃ مین روایت کی ہو ابن شہر آشوب سے کہ اُسنے فاضل نیشاپوری سے روضۃ الواعظین مین روایت کی ہو کہ اُسنے کہا کہ عروہ بن زبیر نے بعض تابعین انس بن مالک سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ حق مین علی ابن ابیطالب کے نازل ہوا یہ آیا امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الاخرۃ و یرجو رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی آیا وہ شخص کہ جو دعا و عبادت مین شب کو بسر کرتا ہی اِس طرح کہ کبھی سجدہ کرتا ہی کبھی نماز مین اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہی اور عذاب آخرت سے ڈرتا ہی اور اپنے پروردگار کی رحمت سے امید مغفرت رکھتا ہی کہو اے محمد کہ آیا برابر ہین وہ اشخاص جو صاحبان علم ہین اور وہ جو نادان ہین اور ہرگز خدا کو یاد نہین کرتے مگر جو صاحبان عقل و علم ہین وہ راوی کہتا ہی کہ اُسکے نازل ہونے کے بعد مین جناب امیر علیہ السلام کی خدمت مین گیا مغرب کے وقت پس مین نے آنحضرت کو اِس حال مین پایا کہ نماز پڑھتے رہے اور قرآن کی تلاوت مین مشغول رہے یہان تک کہ صبح طالع ہوئی بعد اُسکے پھر آنحضرت نے وضو کی تجدید فرمائی اور دولت سرا سے مسجد کی طرف تشریف لائے اور سب کے ساتھ فریضہ صبح کو ادا کیا بعد اُسکے تعقیبات صلواۃ کے پڑھنے مین مشغول ہوے یہان تک کہ آفتاب طالع ہوا بعد اُسکے لوگ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور وہ حضرت اُنکے بارے مین حکم مناسب ارشاد فرماتے رہے یہان تک کہ وقت نماز ظہر آیا اور اُن جناب نے وضو کی تجدید فرمائی اور اپنے اصحابون کے ساتھ نماز ظہر کو ادا فرمایا اور پھر تعقیب مین بیٹھکر مشغول ہوے یہان تک کہ نماز عصر کو اُنکے ساتھ پڑھا بعد اُسکے پھر سب حاضرین کے بارے مین حکم فرماتے رہے اور فتویٰ دیتے رہے انتہی توجیہ المودایۃ اور بنا بر اِس روایت کے جو استدلال ہمنے عموم آیہ سے کیا تھا اُس سے قوت نص کی حاصل ہوئی اور اب کسی طرح جائز نہین ہو سکتا کہ وہ حضرت جو صاحب اون داعیہ مین محکوم اپنے غیرون کے جو کا یعلمون مین سے ہین

ہوسکین اور جب یہ نہ جائز ہوا تو وہی حضرت بعد رسول خدا کے بلا فصل خلیفہ و جانشین آنحضرت کے تھے اور بعد اُن جناب کے اولاد معصومین سے جو وصف الذین یعلمون سے متصف ہین خلفاے رسول ہین فتذکر الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ پندرھوین آیہ وافی ہدایہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ہم الفائزون یعنی آیا گردانتے ہو پانی دینا حاجیون کے لیے چاہ زمزم سے اور عمارت بنانی مسجد الحرام کی مثل اس شخص کے اعمال کے جو ایمان لایا ساتھ خدا کے اور روز قیامت کے اور جہاد کیا ہی راہ خدا مین یہ برابر نہین ہین بزرگی مین اور خدا ہدایت نہین کرتا راہ بہشت کی گروہ ستمگاران کو اور وہ جو ایمان لاے ہین اور ہجرت کی ہی دار الاسلام کی طرف اور راہ خدا مین جہاد کیا ہی اپنے مال سے اور اپنی جانون سے بزرگتر ہی مرتبہ اُنکا خدا کے نزدیک اور وہ رستگار ہین اپنے مقصود کے ساتھ پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرین و محدثین فریقین نے اسپر اتفاق کیا ہی کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہی چنانچہ مصنف کتاب حجت الخصام نے باب ثالث وستون مین مفسرین و محدثین اہلسنت سے نو حدیثین اُنکے طریق کے موافق نقل کی ہین جنسے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہی بعض اُنسے وہ ہی جو ثعلبی نے اپنی تفسیر مین روایت نقل کی حسن و شعبی اور محمد بن کعب قرظی سے کہ اُنہون نے کہا کہ یہ آیہ نازل ہوا علی ابن ابیطالبؑ اور عباس بن عبد المطلبؓ اور طلحہ بن شیبہ کے بارے مین اور یہ اسطرح ہی کہ اُنہون نے افتخار کیا تھا پس طلحہ نے کہا کہ مین صاحب بیت ہون اور کنجیان اُسکی میرے ہاتھ مین ہین اور اگر مین چاہون تو مسجد مین سو سکتا ہون اور ابن عباس نے کہا کہ مین پانی پلاتا ہون حجاج کو اور قائم ہون چاہِ زمزم پر مین اگر چاہون تو مسجد مین سو سکتا ہون اور جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ تم دونون کیا کہتے ہو مین نے چھ مہینے پیشتر سب سے نماز پڑھی ہی اور صاحب جہاد ہون اُسوقت حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ اور بعض اُنمین سے وہ ہی جو ابن مغازلی شافعی نے اپنی کتاب مناقب مین باسناد اپنی روایت کی ہی اسمٰعیل بن جابر سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ یہ آیہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام نازل کیا گیا حق مین علی و عباس کے اور اُنہین سے ہی جو رزین عبدری نے جمع بین الصحاح الستہ کے جز ثانی مین صحیح نسائی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ حدیث کی ہمسے محمد بن کعب قرظی نے اور کہا کہ افتخار کیا طلحہ بن شیبہ نے جو بنی عبد دار سے تھا اور عباس بن عبد المطلبؓ نے اور علی ابن ابیطالبؑ نے پس کہا طلحہ بن شیبہ نے کہ مفتاح بیت اللہ میرے پاس ہی مین اگر چاہون تو اسمین شب باش ہون اور عباس نے کہا کہ مین صاحب سقایہ اور قائم ہون اُس خدمت پر اگر چاہون تو اسمین شب کو رہ سکتا ہون یہ سُنکر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم دونون کیا کہتے ہو مین نے قبلہ کی طرف

بعض روایات مین اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر الخ

نماز پڑھی سب سے پہلے سب کے نماز پڑھنے سے پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں پس حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین اور ایسی ہی
جو ابراہیم بن محمد حموینی نے بذریعہ اپنی اسناد کے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ عباس بن عبد المطلب
اور شیبہ صاحب بیت اللہ بیٹھے ہوئے افتخار کر رہے تھے پس عباس نے کہا کہ میں تجھ سے افضل ہوں کیونکہ میں
پیغمبر کا چچا اور انکے باپ کا وصی ہوں اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت میرے پاس ہے یہ سنکر شیبہ نے
کہا کہ میں تم سے اشرف ہوں میں خدا کا امین ہوں اسکے گھر پر اور خزینہ دار ہوں اسکا پس جیسا اسنے مجھے امانت دار
فرمایا تمہیں نہیں کیا یہ کہکر وہ دونوں آدمی جھگڑتے تھے یہاں تک کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب بھی
وہاں تشریف لائے اسوقت عباس نے شیبہ سے کہا کہ آیا انکے حکم پر تم راضی ہو شیبہ نے کہا کہ ہاں میں راضی ہوں
جو کچھ یہ فرماویں پس جب شیبہ و عباس فیصلہ علی ابن ابیطالب کا قبول کر چکے تو عباس نے جناب امیر کو ٹھہرایا
و حضرت ٹھہرے بعد اسکے عباس نے کہا کہ شیبہ فخر کرتا ہے مجھ پر اور اپنے گمان میں یہ سمجھتا ہے کہ وہ مجھ سے اشرف ہے یہ سنکر
آنحضرت نے عباس سے فرمایا کہ پھر چچا تم نے کیا کہا عباس نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں پیغمبر کا چچا ہوں اور انکے
باپ کا وصی ہوں اور حجاج کے پانی پلانے کی خدمت میرے پاس ہے اور میں اشرف ہوں بعد اسکے آنحضرت نے
شیبہ سے فرمایا کہ اے شیبہ تو نے کیا کہا شیبہ نے کہا کہ میں نے عباس سے کہا کہ ہاں میں اشرف ہوں تم سے میں
امین ہوں خدا کا اور اسکا کلید بردار و خزانہ دار ہوں اور جسطرح مجھے اسنے امانت دار فرمایا تمہیں نہیں کیا راوی
کہتا ہے کہ یہ سنکر آنحضرت نے دونوں سے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ فخر کروں دونوں نے کہا کہ بہتر ہے جو فخر
آپ کے واسطے ہو آپ بھی فرمائیے یہ سنکر فرمایا کہ میں تم دونوں سے اشرف ہوں اسلیے کہ میں اس امت کے مردوں
میں سے سب سے پہلے ایمان بوعید خدا لایا اور ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا اسکے بعد تینوں آدمی پیغمبر خدا کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور سامنے حضرت کے بیٹھے اور ہر ایک نے اپنے اپنے فخر کو حضرت کے سامنے ظاہر
کیا جناب رسول خدا نے سنکر کسی کا کچھ جواب نہ دیا اسکے چند روز کے بعد وحی نازل ہوئی اسوقت ان جناب نے
تینوں شخصوں کو طلب فرما کر یہ آیہ تلاوت فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ
اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے باسناد اپنی عامر سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ بحق علی ابن ابیطالب ؑ نازل ہوا اور یہی راوی نے
باسناد اپنی ضحاک سے کہ انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بحق علی ابن ابیطالب یہ آیت نازل ہوئی اور نیز
ابو نعیم نے باسناد اپنی شعبی سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ علی و عباس و شیبہ نے آپس میں کلام کیا سقایت و سدانت
میں پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ اسکے قول تک حتی یاتی اللہ بامرہ یعنی
بفتح مکۃ فتنقطع الہجرۃ اور مالکی نے فصول مہمہ میں کہا ہے کہ واحدی نے اپنی کتاب میں جو اسباب نزول سے موسوم

maablib.org

نقل کیا ہو کہ حسن وشعبی وقرظی نے کہا ہو کہ علی وعباس وطلحہ بن شیبہ نے افتخار کیا پس طلحہ نے کہا کہ مین صاحب بیت ہون اور اسکی کنجی میرے ہاتھ مین ہو اگر مین چاہون تو اُسمین رہون اور عباس نے کہا کہ مین صاحب سقایت ہون اور اُسپر قائم ہون یہ سنکر جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ مین یہ کچھ نہین سمجھتا مین نے سب آدمیون سے چھ مہینے پیشتر نماز پڑھی ہو اور صاحب جہاد ہون اُسوقت حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ یہانتک کہ فرمایا الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون اور سوا اسکے اور بھی روایات تفسیری اس آیہ کے موافق طرق اہلسنت بہت ہین اسقدر یہان بلاحظہ منصفین کے لیے نقل کرنا کافی سمجھا گیا کیونکہ جب اخبار موافق طرق امامیہ جو تفسیر مین اس آیہ کے وارد ہین لکھے جائینگے تو اُس سے ظاہر ہو گا کہ یہ مضمون اخبار فریقین مین وارد ہی اور محدثین ومفسرین فریقین مین نقل روایت تفسیری مین اس آیہ کے اتفاق ہو جس سے وہ لائق استدلال واحتجاج کے ہی واضح ہو کہ مصنف حجت الخصام نے باب رابع وستون مین سات روایتین موافق طرق خاصہ امامیہ کے تفسیر مین اس آیہ کے نقل کی ہین جس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ آیہ جناب مولانا امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی شان مین نازل ہوا ہو منجملہ اُنکے وہ روایت ہی جسے علی ابن ابراہیم نے اس آیہ کی تفسیر مین نقل کیا ہو اس طرح سے کہ کہا ہو کہ حدیث کی مجھسے میرے باپ نے صفوان سے کہ اُسنے ابن مسکان سے اور اُسنے ابی بصیر سے کہ اُسنے جناب امام ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ فرمایا آنحضرت نے کہ نازل ہوا یہ آیہ حق مین علی وحمزہ وعباس وشیبہ کے کہا تھا عباس نے کہ مین افضل ہون اسلیے کہ سقایت حجاج کی میرے ہاتھ مین ہو اور شیبہ نے کہا تھا کہ مین افضل ہون اسلیے کہ حجابت بیت اللہ کی میرے ہاتھ مین ہو اور حمزہ نے کہا کہ مین افضل ہون اسلیے کہ عمارت مسجد الحرام کی میرے ہاتھ ہی اور فرمایا تھا جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے کہ مین افضل ہون اسلیے کہ مین تم سب سے پہلے ایمان لایا اور ہجرت کی اور جہاد کیا مین نے راہ خدا مین اسکے بعد سب اسپر راضی ہوے کہ اپنا اپنا فخر پیغمبر خدا کے سامنے بیان کرین جو کچھ وہ حضرت فرماوین پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ اسکے قول تک ان اللہ عندہ اجر عظیم اور منجملہ اُسکے وہ روایت ہی جسے محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد اپنی ابوبصیر سے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہو تفسیر قول خدا تعالیٰ مین اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر کہ یہ آیہ نازل ہوا حمزہ وعلی وجعفر وعباس وشیبہ کی شان مین کیونکہ اُنھون نے فخر کیا تھا سقایت وحجابت کی راہ سے پس حق تعالیٰ نے اس آیہ کو نازل فرمایا اور تھے علی وحمزہ وجعفر وہ بزرگوار جو ایمان لاے تھے ساتھ خدا کے اور روز آخرت کے اور جہاد کیا تھا راہ خدا مین جو خدا کے نزدیک اوروں سے برابر نہین ہو سکتے تھے اور اُنہی سے ہی

جو عیاشی نے اپنی تفسیر مین ابو بصیر سے کہ انھون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ فرمایا
آنحضرت نے کہ بتحقیق جناب امیر المومنین ؑ سے کہا گیا کہ یا امیر المومنین جو آپ کے مناقب سے زیادہ افضل ہوں سے
خبردار فرمائیے یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا بعد اسکے فرمایا کہ مین اور عباس اور عثمان بن شیبہ مسجد الحرام مین تھے
کہ عثمان بن شیبہ نے کہا کہ مجھے پیغمبر خدا نے کنجیان مسجد کی عطا فرمائین اور عباس نے کہا کہ مجھے پیغمبر خدا نے خدمت
حجاج کے پانی پلانے کی یعنی چاہ زمزم سے عطا کی اور ای علی ابن ابیطالبؑ یہ خدمت تمکو نہین دی اسکے بعد فرمایا
کہ حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ
اور اسی سے ہی جو مولانائے طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان مین روایت کی ہی اسطرح کہ فرمایا ہی کہ روایت کی ہی
حاکم ابو القاسم حسکانی نے باسناد اپنی ابو بریدہ سے کہ اسنے اپنے باپ سے روایت کی ہو کہ اسنے کہا کہ ایک دن شیبہ
و عباس تفاخر کر رہے تھے اسمین جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ تم دونون کیا
تفاخر کر رہے ہو یہ سنکر عباس نے کہا کہ مجھے وہ بزرگی ملی ہو جو کسی کو نہین حاصل ہوئی کہ وہ سقایت حاج کی خدمت ہو
اور شیبہ نے کہا کہ مجھے عمارہ مسجد الحرام ملی ہو یہ سنکر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین بھی تم دونون سے بیان کرون مجھکو ایسی
ایسی بزرگی خدا نے عطا فرمائی ہو جو تم دونون کو نہین حاصل ہوئی یہ سنکر دونون شخصون نے پوچھا کہ وہ بزرگی کیا ہی
جو آپ کو ملی ای علی ابن ابیطالبؑ فرمایا کہ مین نے تلوار تمھاری ناک پر ماری یہان تک کہ تم خدا اور رسول کے ساتھ
ایمان لائے یہ سنکر عباس غصہ سے اٹھ کھڑے ہوے اپنی عبا زمین پر کھینچتے ہوے یہان تک کہ پیغمبر خدا کی خدمت مین
حاضر ہوے اور عرض کیا کہ آپ نہین دیکھتے کہ کس درشتی سے علی ابن ابیطالبؑ نے میرا مقابلہ کیا یہ سنکر پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ علی ابن ابیطالبؑ کو میرے پاس لاؤ جب حضرت حاضر ہوے تو فرمایا کہ تمھین کیا سبب ہوا تھا جو چچا سے اپنے بزرگی
مقابلہ کیا یہ سنکر جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ ای رسول خدا جو مین نے کہا اسمین حق کی مین نے تصدیق کی ہی چاہے وہ
ناراض ہون اور چاہے خوش و راضی ہون یعنی جو سچ تھا وہ مین نے کہا ہی اسکے بعد جبرئیل آئے اور کہا کہ ای محمد
تمھارا پروردگار تمپر سلام بھیجتا ہی اور فرماتا ہی کہ انپر پڑھو اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر الی
قولہ ان اللہ عندہ اجر عظیم اور اسی طرح روایات کثیرہ سے جو بطریق خاصہ وارد ہین ثابت ہی کہ یہ آیہ جناب امیر المومنین کی شان مین
نازل ہوئی اور واضح ہوتا ہی کہ اس بارے مین یہ اخبار متفق علیہ فریقین اسلام کے ہین اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ مورد
نزول اس آیہ کے وہ حضرت ہین تو بخوبی معلوم و واضح و ثابت ہوتا ہی کہ امامت کے لیے بھی وہی حضرت احق و
اولیٰ ہین کیونکہ بموجب ان روایات اور آیت کے یہ صاف واضح ہوتا ہی کہ مناط فخر و فضل کا اور رستگاری و سعادت
دارین کا ایمان لانا ساتھ خدا اور رسولؐ کے اور ہجرت و جہاد ہو راہ خدا مین اور باتفاق جملہ اہل اسلام بحسب زمان
و مرتبہ جناب امیر المومنین علیہ السلام ان صفات مین جملہ صحابہ سے اسبق تھے اور یہ مضمون ہم تفسیر آیات سابقہ مین ہوتی

روایات فریقین کی مکرر لکھ آئے ہین اور بسبب موافقت مقام کے چند روایتین نقل کرتے ہین تاکہ صدق دعوے
ہمارے شاہد ہون اور جب سبقت اُن جناب کی اورون سے ثابت ہو چکی تو موافق السابقون السابقون اولئک
المقربون وہی حضرت سابق الایمان اور مقرب بارگاہ ملک المنان ہین اور احق اسکے ہین کہ بلا فصل امام و جانشین
جناب سید الانس والجان ہون نہ غیر اُنکے جو کسی طرح اُن صفات مین آنحضرت کے ساتھ ادعاے مساوات نہین
کرسکتے اور یہ بات ایسی ہو کہ محتاج زیادہ غور و تامل کی نہین ہو صاحب ذہن سلیم کو ادنی توجہ سے یقین کامل حاصل
ہو سکتا ہو ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بالجملہ جو ہمنے کہا ہو کہ ہم تائید کلام کے لیے اپنے بعض اخبار نقل کرینگے موافق اُسکے
ہم کہتے ہین کہ جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین ذیل تفسیر مین اس آیہ کے فرمایا ہو کہ عبد البر نے کتاب
استیعاب مین روایت کی ہو سلمان و ابوذر و مقداد و خبانہ و جابر و ابو سعید خدری اور زید بن ارقم سے کہ علی علیہ السلام
اول وہ شخص ہین کہ جنھون نے اسلام قبول کیا اور یہ سب جماعت انھین اور جملہ صحابہ پر تفضیل دیتی ہو اور محمد بن اسحاق نے
نقل کی ہو کہ اول وہ شخص جو ایمان خدا اور رسول پر اُنکے مردون سے لایا علی علیہ السلام تھے اور ابن شہاب نے بھی کہا ہو
کہ مردون سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور بعد انکے خدیجہ کبری تھین اور کہا ہو اُنھنے کہ روایت بہت سی
سندون سے سلمان سے مروی ہوئی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اول تمسے حوض کوثر پر وارد ہونے والا مجھپر و
شخص ہو جو سب سے پہلے میرے ساتھ ایمان لایا ہو اور وہ علی علیہ السلام ہین اور کہا ہو کہ یہ مضمون بہت سی روایتون مین
مذکور ہو اور ابن عباس سے روایت کی ہو کہ علی مین چار خصلتین تھین جو اور کسی مین نہ تھین پہلے یہ کہ عرب و عجم
سب سے پہلے پیغمبر خدا کے ساتھ انھون نے نماز پڑھی تھی دوسرے ہر لڑائی مین پیغمبر خدا کا علم اُنکے پاس رہتا تھا
تیسرے یہ کہ جنگ احد مین سب اُنکے سوا بھاگ گئے وہی حضرت ثابت رہے چوتھے یہ کہ انھین حضرت نے پیغمبر خدا کو
غسل دیا اور قبر مین اتارا اور ابو مظفر سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ مین اور دیلمی نے فردوس مین اور اورون نے
ابوذر و ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ملائکہ نے سات برس علی ابن ابیطالب پر
صلوات بھیجی ہو کیونکہ سوا اُنکے کوئی میرے ساتھ نماز نہ پڑھتا تھا اور دوسری روایت مین ہو کہ پیشتر اُسکے کہ کوئی
انسان مسلمان نہ تھا اور کتاب فردوس مین روایت کی ہو کہ اول وہ شخص جسنے میرے ساتھ نماز پڑھی علی ابن
ابیطالب تھے اور آنحضرت کے ایمان کا سابق ہونا متواترات سے ہو اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنی
مسند مین بہت سی سندون سے آنحضرت کے ایمان کا سابق ہونا ذکر کیا ہو نقل اُن روایات کی سبب تطویل ہو
علاوہ اسکے اکثر اِس سے پیشتر نقل بھی ہو چکی ہین اور کامل الایمان ہونا آنحضرت کا اُس شخص پر جسے کچھ بھی بہرہ
ایمان سے ہو ظاہر ہو جیسا کہ حافظ ابو نعیم نے کتاب ما نزل فی القرآن فی علی علیہ السلام مین ابن عباس سے روایت
کی کہ خدا نے کوئی سورہ قرآن مین نہین نازل فرمایا مگر یہ کہ علی امیر شریف اُس سورے کے ہین بتحقیق کہ حق تعالی نے

mealib.org

اصحاب محمد کو بہت جگہ پر قرآن مین عتاب فرمایا ہو لیکن جناب امیر علیہ السلام کے لیے سوا خیر و نیکی کے کچھ نہین فرمایا یعنی جناب امیر علیہ السلام کو جا بجا قرآن مین یاد فرمایا ہو بہ نیکی یاد فرمایا ہو راقم رسالہ کہتا ہو کہ اُن جناب کا مرتبہ تو بڑا ہو شیعون کو آنحضرت کے سبب تصدق اُنکی ولایت و دوستی کے بلفظ خیر البریہ یاد فرمایا جیسا کہ یہ مضمون بشارت نبی آخر الزمان علیہ وآلہ صلوات اللہ الملک المنان ثابت ہوا اور یہ روایت آخر کتاب نبوت مین بذیل اخبار وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ مذکور ہوئی پھر بہ نسبت اُن جناب کے جو وصی حقیقی حبیب خدا کے اور امام اول شیعون کے اور معصوم ہین اور کیا یقین کیا جا سکتا ہو سوا اِسکے کہ اِس روایت حافظ ابو نعیم کی جو ابن عباس سے نقل کی ہو اور وہ لفظاً و معنی کی راہ سے اخبار کثیرہ سے معاضد ہو تصدیق کرین — اللہم اجعلنی من شیعۃ علی علیہ السلام واجعلنی من خیر البریۃ برحمتک یا ارحم الراحمین انک علی کل شئ قدیر و بالاجابۃ جدیر و قد امتنع عن التسوید لاسباب مانعۃ و حصلت الفراغ عن الاستدلال ببعض الآیات فی الرابع والعشرین من شہر ربیع الاول سنۃ الف و ثلث مائۃ و خمس و تسعین من الہجرۃ یوم الجمعۃ فی بلدۃ فیض آباد الرحمن اول من سجد لہ ترابہا فاحمد اللہ و اصلی علی نبیہ و آلہ الطاہرین ... ان یتقبل ہذا الکتاب احسن قبول و اسألہ القبول ثم الاشاعۃ والہدایۃ للخلق الکثیر و ان یغفر لی و یرضی عنی فی الدنیا والآخرۃ خصوصاً فی عرصۃ القیامۃ و حین یحشرنی مع اولیائی محمد و آلہ الطاہرین المعصومین الذین ہم خلفاء یوم الغدیر ربنا تقبل منا انک انت السمیع البصیر

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ و حبیبہ محمد و آلہ الطاہرین اما بعد طالبان راہ خدا اور جویندگان طریقہ ائمہ علیہم التحیۃ والثنا کو مبارک ہو کہ درینولا چراغ راہ دین نجم فلک شرع مبین ہادی دارین مجموعہ ارشادات حضرت رسول الثقلین رونق محفل عظمت برتری کل سر سبد مذہب حقہ اثنا عشری ہدایت ذخار مسمی بہ انارۃ البصائر و کشف السرائر مصنفہ ابلغ علماء الزمان المحمود بالسنۃ الاکابر والاعیان جمع اعاظم العلماء الفحول راس فقہاء الفروع والاصول خیر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علی خان بہادر مد برجنگ اِس کتاب لاجواب مین اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا بڑی شرح و بسط سے بیان ہو۔ تکمیل عقائد ہر ہر فقرہ سے عیان ہو۔ ایک مقدمہ اور پانچ باب اور ایک خاتمہ مین کل امور متعلق اصول دین کو بدلائل قاطعہ بیان فرمایا ہے۔ اسپر بھی دیکھنے والا یہی کہیگا کہ گویا دریا کوزے مین سمایا ہو۔ اِس رتبہ کی کتاب جسمین سراپا براہین ساطعہ سے مطالب کو ثابت کیا ہو اگر کسی نے دیکھی ہو تو بتاوے۔ عبارت اُردو عام فہم مین اسلیے لکھا تا کہ کم استعدادون کے بھی کام آوے شکر اللہ کہ یہ کتاب ہدایت انتساب مطبع عالی و نامور مشہور نزدیک و دور جناب منشی نولکشور لا زال بالفرح والسرور واقع لکھنؤ محلہ حضرت گنج مین حسب تحریک جناب مصنف عالی مقام باہ اگست ۱۸۷۸ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ ہجری حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دست زد شائقان ہوئی

تمت

تمت بالخیر

حق تالیف اس کتاب کا از جانب مصنف صاحب بحق مطبع اودھ اخبار محفوظ ہے۔

حیات القلوب جلد اول - یہ ایک کتاب نادر روزگار کہ سواے کتب خانۂ امرا اور علما کے جسکا میسر آنا دشوار تھا حالات و قصص انبیا مین بروایات صحیحہ مذہب اثنا عشریہ تصنیف علامہ ربانی مولانا محمد باقر بن محمد تقی المجلسی الاصفہانی کی جو تین جلد مین ہی منجملہ اُسکے اس جلد مین احوال حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام سے تا حضرت عیسی علیہ السلام مع قصص حضرت دانیال و حضرت یونس و اصحاب کہف و اصحاب اخدود و حضرت جرجیس و اخبار غیر پیغمبران بنی اسرائیل و بعضے بادشاہان اہل زمین تا قصۂ ہاروت و ماروت مشرح و مفصل ہی مقابلہ نسخہ صحیحہ مطبوعہ تبریز و دیگر نسخہ قلمی اُسکی تصحیح ہوئی ہی سبحان اللہ کیا کتاب ہی کہ جسکے دیکھنے سے روح تازہ ہوتی ہی حالات و قصص انبیاے کرام ایسی پاکیزہ عبارت اور اسناد احادیث صحیحہ و نصوص قرآنیہ سے اس کتاب مستطاب مین مرقوم ہین کہ پڑھنے سے نہایت درجے کی شگفتگی اور لطف حاصل ہوتا ہی عبارت فارسی ایسی عام فہم ہی کہ جسکو تھوڑی سی مہارت فارسی مین ہو وہ بھی بخوبی اُسکے مطالب سے فیضیاب ہو سکتا ہی - اس کتاب کے اکثر عمدہ عمدہ کتب خانون مین چھاپہ تبریز کے نسخے چھپے ہوے یا قلمی ہونگے مگر اس وجہ سے کہ عمدہ نسخہ چھاپۂ تبریز کا یا قلمی پندرہ سولہ روپیہ کو ملتا تھا عموماً لوگ اسکی سیر سے محروم تھے اب خوش ہونا چاہیے کہ ایسی ایسی فیض بخش کتابین مطبع اودھ اخبار مین طبع ہوکر کوڑیون کے مول ملتی ہین

حیات القلوب جلد دوم - اس جلد مین اول سے آخر تک جناب رسول خدا کے شمائل و معجزات و غزوات کا شرح بیان ہی مومنین و شائقین مذہب امامیہ کو اس کتاب فیض انتساب کا خرید فرمانا واجب و لازم ہی کہ آئندہ کتب مذہب امامیہ کی اشاعت و طبع کا حوصلہ مطبع کو بڑھے اور نادر نادر کتابین چھپکر ملاحظہ شائقین و قدر دانان مین گذرین -

حیات القلوب جلد سوم - اس جلد مین امامت ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا ذکر ہی جناب مصنف نور اللہ مرقدہ نے کس عمدگی سے احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنیہ سے امامت کو ثابت فرمایا ہی اور کیسی سلیس پاکیزہ عبارت فارسی عام فہم لکھی ہی کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی اور مطالب و مقاصد کو تھوڑے سے غور سے پا سکتا ہی اس جلد مین بھی صحت کا نہایت اہتمام ہوا ہی نسخہ چھاپہ تبریز و قلمی نسخہ سے اسکی تصحیح کی گئی اور ضخامت ہر سہ مجلد کے محتاج بیان نہین ہین ہر شخص بخوبی واقف ہی کہ یہ تینون جلدین کس درجہ نادر و نایاب ہین کہ ڈھونڈھے سے بقیمت کثیر دستیاب ہوتی تھین لیکن صرف بنظر اشاعت علوم اور اس خیال سے کہ ہر مفلس و تونگر سول لیکر ان عمدہ اور بیبہا کتابون کا مطالعہ و ملاحظہ کرے قیمت نہایت ارزان رکھی ہی اور چھاپہ مین بھی عمدگی کا لحاظ رکھا ہی اور نہایت اہتمام سے تینون جلدین چھپی ہین -

بشارۃ الاسلام فی احکام الصیام - یہ کتاب فیض انتساب بزبان فارسی تصنیفات علامہ علوم جلی و خفی حجۃ الاسلام مجتہد العصر والزمان جناب مفتی مولوی سید محمد عباس صاحب لکھنوی سے ہی اس کتاب لاجواب مین روزہ دارون کے مراتب اور ثواب اور روزے کے آداب نہایت مبسوط اور مفصل تحریر فرمائے ہین اور روزہ خورون کی شقاوت و خباثت کو کس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہی جسکے پڑھنے سے ماہ رمضان المبارک کی عظمت و جلالت اور روزہ دارون کی قدر و منزلت صاف صاف معلوم ہو جاتی ہی احادیث صحیحہ سے جناب مصنف دام ظلہ العالی نے ہر فقرے کا ثبوت دیا ہی اور دلائل عقلی و نقلی و نصوص قرآنی سے صوم اور اسلام کی عظمت ظاہر فرمائی ہی - الغرض یہ کتاب سراپا فوائد باوجودیکہ مختصر ہی لیکن بے نظیر ہی احکام و مسائل موجبوا احادیث صحیحہ و نصوص قرآنیہ سے بحجج و براہین لکھے ہین مسلمانان مذہب امامیہ کے واسطے ایک نعمت عظمی ہی اسکے ملاحظہ و مطالعہ سے بخوبی کل مطالب و مقاصد دریافت ہو سکتے ہین عبارت ایسی پاکیزہ و سلیس پر مذاق ہی کہ جہان نظر پڑی پھر یہی دل چاہتا ہی کہ اسکو پڑھے جائیے الحق یہ ذخیرہ عقبی موجب ثواب دین و دنیا ہی اسمین فوائد بیشمار ہین صیام کے احکام اس بسط اور وضاحت سے بیان ہین کہ حیطۂ تحریر سے باہر ہین کوئی بات فروگذاشت وجوب و سنن و حلال و حرام و مکروہ مین نہین کی جہان تک احادیث صحیحہ سے نشان ملا صاف صاف لکھا ہی -

یہ کتاب خوشخط کتابت پاکیزہ سے کاغذ
چکنے صاف پر نہایت اہتمام سے چھپی ہی۔

رسالہ جبر و تفویض۔ تصنیف اعلم العلما
افقہ الفقہا عالم علم ربانی مولانا اخوند محمد باقر
مجلسی علیہ الرحمہ سے ہی قابل دیدار باب علم
ہنر ہی کہ اس درجہ اختصار پر کس قدر
اسمین فوائد ہین۔

طرد المعاندین۔ تصنیف جناب میرن صاحب
یعنی مولوی سید حسین صاحب مذہب امامیہ
اس کتاب مین اکثر احادیث صحیحہ نبویہ
و نصوص قرآنیہ سے اثبات کیا ہی ہر چند
کہ چھوٹا سا رسالہ ہی لیکن معاینہ سے صاف
معلوم ہو سکتا ہی کہ کس درجہ عمدہ اور
بے بہا ہی۔

زاد المعاد۔ محشے و مترجمہ یہ کتاب مذہب
امامیہ کی اعمال اور وظائف مین نوادرات
سے ہی پورے سال یعنے بارہ مہینون
کے اعمال نہایت مبسوط اسمین موجود
ہین تصنیف جناب مُلا اخوند محمد باقر مجلسی
علیہ الرحمہ تصحیح علماے مذہب امامیہ کاغذ
سفید پر خوشخط مع حواشی عمدہ و نایاب
چھپی ہی۔

خلاصۃ المصائب۔ یہ کتاب مصائب اہلبیت
علیہم السلام مین مشہور و معروف ہی تالیفات
سے محدث جلیل فقیہ مقبول ذاکر آل عبا
میرزا ہادی صاحب مجتہد مرحوم کی ہی۔
دو مرتبہ پہلے بھی اس مطبع مین طبع ہوئی
تھی اور کئی مطابع مین بھی چھپ چکی ہی
اس مرتبہ نہایت احتیاط سے بکمال صحت
طبع ہوئی ہی مصائب سید الشہدا امام حسین
علیہ التحیۃ والثنا کو جناب مولف مرحوم نے
اس عمدگی اور ربط معقول سے ترتیب
دیا ہی اور ایسا نادر خلاصہ فرمایا ہی
اور ایسے ایسے مضامین جگر خراش
مصائب امام ہمام اور اہلبیت علیہم السلام
کے لکھے ہین کہ جنکے سُننے سے سامعین
کو غش آتا ہی ایک دریا آنسوؤن کا آنکھون
سے بہ جاتا ہی۔ کیونکر یہ مرغوب اور مقبول نہو
کہ اس کتاب کے مولف جناب میرزا ہادی صاحب
مجتہد مرحوم لکھنوی بھی کیسے پاک اور محدث
مقبول تھے کہ جنکو بحفظ علم حدیث و کلام
سے کام تھا۔ ویسی ہی یہ کتاب بھی اُنکی
مقبول ہی ایک ایک فقرے سے غم و
الم ٹپکتا ہی سامعین کے دلون مین
مضامین جگر خراش سے نشتر غم لگتا ہی
مصائب اہلبیت سے شعلۂ آتش سینون
مین دہکتا ہی۔ خار غم مصیبت و الم
کھٹکتا ہی جس وقت اس کتاب کو ذاکر مجلس
مین پڑھتا ہی سیلاب اشک آنکھون سے
جاری ہوتا ہی صبر جاتا رہتا ہی سینہ کوبی
سے غش پر غش آتا ہی ذاکر سے بوفور رقت
کب پڑھا جاتا ہی الغرض یہ کتاب فیض انتساب
اس مرتبہ کاغذ عمدہ پر صاف و شفاف
چھاپی گئی ہی اعلیٰ درجہ کے خوشنویس سے
لکھوائی گئی ہی اور قیمت بھی برفاہ عام
نہایت ارزان ہی۔

ذوالفقار ماتم معروف بہ چہل مجلس شبیر سبحان اللہ
کیا کتاب شامل برکت و ثواب ہی جسمین فضائل
مصائب خامس آل عبا و دیگر شہداے
کربلا کے بکمال روایات صحیحہ سے ذاکر آل
عبا ثنا خوان جگر گوشگان مصطفی سید
وزیر حسین رضوی المشہدی الاثنا عشری
متخلص بہ وزیر نے تصنیف فرمایا۔ ع

گر ہو سبب عفو جرائم تو یہی ہی
کیا وسعت دامان حسین ابن علی ہی

اس چہل مجلس شبیر کی جہانتک تعریف
کیجائے بجا ہی کیا خوب بیان ہی کہ کیسا ہی
سنگدل ہو گا جب مصائب شہداے کربلا کو
اس بیان شیرین پر تاثیر سے سنیگا رقیق القلب
موم دل بن جائیگا اور دل اُسکا مانند موم
پگھل کر بہ جائیگا۔

مسدس اوج۔ تالیف مرزا محمد جعفر صاحب
متخلص باوج خلف الصدق جناب مرزا دبیر صاحب
مرحوم۔ اس مسدس مین جناب امیر المومنین علی
علیہ السلام کی نہایت عمدگی سے مدح کی ہی
قابل ملاحظہ مومنین ہی کیا عمدہ نظم ہی اور کیا
کیا مصرع لگائے ہین جسکے معائنہ و ملاحظہ سے
وقعت اور عظمت اس رسالے کی معلوم
ہو سکتی ہی۔

maaarif.org